سعید الحق

فی تخریج

جاء الحق

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

تخریج و شرح

علامہ و مولانا سعید اللہ خان قادری

مکتبہ غوثیہ

فون: 34926110-34910584

محمد رسول اللہ

سعید الحق فی تخریج

جاء الحق

مصنف

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق و تخریج مع مزید دلائل

علامہ ابو العباس سعید اللہ خان قادری

باہتمام

حافظ محمد جمیل قادری، محمد نواز تنولی

(ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ سبب کراچی)

مکتبہ غوثیہ

نزد جامعۃ الفاطمہ للبنات، بالمقابل مین گیٹ عسکری پارک یونیورسٹی روڈ کراچی۔

فون: 021-34926110/34910584

0300-2196801

نام کتاب: .... سعید الحق فی تخریج جاء الحق

مصنف: .... علامہ ابوالعباس سعید اللہ خان قادری

باہتمام: .... محمد نواز تنولی
محمد جمیل قادری (ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ سبب کراچی)

زیرِ سرپرستی: سید شاہ تراب الحق قادری (امیر جماعت اہلسنت کراچی)، ثروت اعجاز قادری (سربراہ سنی تحریک)، طارق محبوب (سربراہ انجمن نوجوانانِ اسلام)

بتعاون: شبیر ابوطالب (حق ٹی وی)، محمد ہاجرہ بی بی (سجادہ نشین دربار حقانیہ کراچی)، محمد کامران

زیرِ نگرانی: علامہ سید مظفر حسین شاہ قادری (مقرر، شعلہ بیاں)
علامہ سراج اختر القادری

لیگل ایڈوائزر: ایڈوکیٹ جاوید تنولی (ہائی کورٹ) ایڈوکیٹ سہیل بیگ نوری،
ایڈوکیٹ اشفاق تنولی

کمپیوٹر کوڈ: M153

انتساب

فقیر اس تحقیق وتخریج کو قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، سلطان الزاہدین، سراج المقربین، شیخ طریقت رہبر شریعت، سیدی ومرشدی قبلہ حضرت سید میاں **گل صاحب قادری دامت برکاتہم العالیہ** اور **پیر طریقت رہبر شریعت حضرت پیر میاں سید علی شاہ قادری دامت برکاتہم العالیہ** کی بارگاہ عظمت پناہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ جن کی روحانی امداد واعانت سے مجھ جیسے ناچیز کو اس مبارک کتاب کی تخریج وتحقیق کی توفیق حاصل ہوئی۔

خادم علمائے اہل سنت

سعید اللہ خان قادری

آستانہ عالیہ قادریہ غوثیہ

نارتھ ناظم آباد پہاڑ گنج عثمان غنی کالونی بلاک R کراچی

عرض ناشر

اللہ عزوجل کے فضل وکرم اور حضور ﷺ کی رحمت سے مکتبہ غوثیہ کراچی درس نظامی اور دیگر مختلف موضوعات پر ۱۵۰ ڈیڑھ سو سے زائد کتب شائع کر چکا ہے۔ سعید الحق فی تخریج جاء الحق بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو کہ حضرت علامہ ومولانا سعید اللہ خان قادری صاحب کی تالیف ہے۔ چونکہ جاء الحق عقائد اہل سنت کی ترجمانی کرنے والی ایک بہترین کتاب ہے لہٰذا اس لیے عرصہ دراز سے یہ خواہش تھی کہ موجودہ دور کے لحاظ سے اس کتاب کو عوام کے لیے نا صرف مزید آسان کر دیا جائے بلکہ تحقیق وتخریج اور مزید دلائل کو بھی اس میں شامل کیا جائے۔ ماشاء اللہ حضرت علامہ ومولانا سعید اللہ خان قادری صاحب نے اس کام کو بہترین انداز میں سرانجام دیا۔

ان کے علاوہ علامہ سعید اللہ خان قادری صاحب کی تمام کتب مکتبہ غوثیہ شائع کر رہا ہے۔ جن میں سے چند مشہور کتب کے نام یہ ہیں:

(1) اقامت میں حی الفلاح پر کھڑے ہونے کا شرعی حکم (2) نام اقدس ﷺ سن کر انگوٹھے چومنے کا مدلل ثبوت (3) دعا بعد نماز جنازہ کا تحقیقی ثبوت (یہ ایک ضخیم کتاب ہے اس کتاب میں علامہ موصوف نے دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں اس موضوع پر شاید ہی عوام وخواص اہل سنت نے کوئی کتاب دیکھی ہو) (4) حیلہ اسقاط اور دوران قرآن کا مدلل ثبوت (5) تاریخ اسلام (دو جلدیں) (6) غیب کی خبریں دینے والا نبی (دو جلدیں) (7) ایک اہم سوال (8) امام اعظم رضی اللہ عنہ پر امام ابن ابی شیبہ کے اعتراضات کے مسکت جوابات (بڑی بہترین کتاب ہے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے غلاموں کے لئے ایک نایاب تحفہ ہے) (9) فقہ حنفی اور حدیث (مکمل سیٹ دس جلدیں) (امام اعظم رضی اللہ عنہ کے تمام غلاموں کو یہ کتاب ضرور مطالعہ کرنا چاہیے غیر مقلدین جو حنفی عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ احناف حدیث کو چھوڑ کر قیاس پر عمل کرتے ہیں اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ان شاء اللہ تمام شبہات دور ہو جائیں گے) (10) دیدار الٰہی (بہترین تحقیق کے ساتھ) (11) فتاویٰ سعید اللہ یہ تمام کتب اور ان کے علاوہ علامہ سعید اللہ خان قادری صاحب کی اور بہت سے محققانہ کتب آپ کو صرف مکتبہ غوثیہ ہی شائع کر رہا ہے۔

جیسا کہ قارئین بہتر جانتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی مکتبہ غوثیہ کی کتب نہ صرف کراچی بیرون شہر بلکہ بیرون ممالک میں داد وتحسین حاصل کر چکی ہے لیکن پھر بھی قارئین علماء کرام ومشائخ عظام سے گزارش کروں گا کہ آپ اس سلسلہ میں ہماری مزید رہنمائی فرمائیں اور اگر ہماری پرنٹ کی ہوئی کسی بھی کتاب میں کمپوزنگ پروف ریڈنگ یا ان کے علاوہ کوئی غلطی پائیں از راہ کرم ہمیں مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے۔ اور اس ادارہ کے ساتھ آپ تعاون بھی فرمائیں تا کہ ہم مزید بہتر انداز میں کام کر سکیں۔

آپ کے تعاون ودعاؤں کا طلب گار

محمد قاسم جلالی

بانی وخادم مکتبہ غوثیہ کراچی

بروز ہفتہ ۲۲ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ بمطابق ۹ جنوری ۲۰۱۰

فہرس

سعید الحق فی تخریج جاء الحق (حصہ اول)

فہرس

سعید الحق فی تخریج جاء الحق (حصہ دوم)

تقریظ مبارک

سرمایہ اہلسنت مجاہد اہلسنت امیر جماعت اہلسنت ممتاز عالم دین علامہ ومولانا سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

فاضل نوجوان مولانا سعید اللہ خان قادری صاحب نے بڑی محنت شاقہ سے حکیم الامت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کی عالمی شہرت یافتہ کتاب ''جاءالحق'' کے دونوں حصوں کی تخریج فرمائی اور نئے انداز میں ترتیب دیا۔ کتابت بھی نہایت عمدہ ہے۔ جاءالحق کے دونوں حصوں میں درج قرآنی آیات واحادیث مقدسہ اور فقہی عبارات کے حوالہ جات کا اندراج اور نئی ترتیب یقیناً علماء اور طلباء کے لئے ایک عظیم تحفہ ہے۔

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ کا ایک رسالہ ''وسیلہ'' اور ''مسئلہ نور'' بھی قارئین کی سہولت کی پیش نظر اس میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ یہ دونوں رسائل بھی لائق مطالعہ ہیں۔

نیز مرتب نے تین اور مسئلوں کا اضافہ کیا ہے۔ اور انہیں بھی بڑے اچھے طریقے سے تحریر فرمایا ہے جس میں خاص کر مسئلہ ''ضاد'' ہے جسے عموماً بدمذہب ''ذال'' کے مخرج سے پڑھتے ہیں۔ اس مسئلہ پر بھی کافی شافی روشنی ڈالی ہے نیز اذان سے قبل درود وسلام کا مسئلہ بھی بحسن خوبی بیان کیا ہے اور اقامت صلوٰۃ کے وقت اگر امام پہلے سے موجود ہو تو مقتدیوں کو حی علی الصلاۃ پر کھڑے ہونے سے متعلق تحقیق بھی موجود ہے اہل سنت و جماعت کے نزدیک یہ ایسے مسلمات ہیں کہ کوئی دین سے ناواقف شخص ہی ان کا انکار کرسکتا ہے۔

مولانا موصوف ابھی نوعمر ہے ماشاءاللہ اپنی جوانی میں انہوں نے اس عظیم کام کو سرانجام دیا ہے آئندہ بھی موصوف سے مزید تحقیقی کام کی توقعات وابستہ ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس سعی کو اپنے دربار میں قبول فرما کر اجر عظیم عطا فرمائے۔

مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا محمد قاسم جلالی ہزاروی نے اپنے مکتبہ غوثیہ سے اس کی طباعت کا اہتمام کیا ہے یہ بھی لائق تحسین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو بھی اپنے دربار میں قبول فرمائے۔

سید شاہ تراب الحق قادری

امیر جماعت اہل سنت پاکستان کراچی

تقریظ مبارک

الامام المحقق الحبۃ الثبت شیخ القرآن والحدیث رئیس المحققین المحقق النبیل مفتی شاہ حسین گردیزی مد ظلہٗ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مولانا سعید اللہ خان قادری علم دوست شخصیت ہیں ان کے شب و روز مطالعہ میں پُر ہوتے ہیں۔ اور ہر وقت علم کی بات کرتے ہیں حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی قدس سرہ العزیز جلیل القدر عالم دین گزرے ہیں اور جاء الحق کے نام سے اختلافی مسائل پر ایک معرکۃ الآرا کتاب لکھی ہے جو پاک و ہند میں نہایت ہی مقبول ہوئی۔ حضرت مولانا سعید اللہ خان قادری دامت برکاتہم العالیہ کے ذوق نے انہیں اس طرف مائل کیا کہ اس کے حوالے جات کی تخریج کی جائے اور مزید دلائل میں اضافہ کیا جائے چنانچہ اس مشکل کام کو اپنی محنت شاقہ سے پورا کرلیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس کام میں برکت اور قبولیت عامہ نصیب فرمائے اور ان کی عمر اور علم میں اضافہ فرمائے۔

مفتی شاہ حسین گردیزی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرصہ دراز سے یہ خواہش تھی کہ شہر کراچی میں اہلسنت والجماعت کا ایک ایسا مضبوط ادارہ ہو جو اہلسنت والجماعت کے علماء کی کتب کو پورے ملک سے منگوا کر عوام الناس اور علمائے اہلسنت تک پہنچا سکے اور اس کے ساتھ ساتھ علمائے اہلسنت کی کتب کو شائع بھی کرے اور اسے عوام تک پھیلا سکے۔ الحمد للہ اس کمی کو جناب "محمد قاسم جلالی صاحب" نے مکتبہ غوثیہ کے ذریعے سے پورا کیا محمد قاسم جلالی صاحب جو کہ اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں بیک وقت کئی محاذوں پر کام کرتے نظر آتے ہیں اور اس کام میں انہیں نہ کسی صلے اور ستائش کی تمنا ہے اور نہ کسی سے داد و تحسین کی تمنا بس دن رات کام کئے جا رہے ہیں ہم انہیں دیکھتے ہیں تو:

1: مکتبہ غوثیہ، 2: قاسم پبلیکیشنز 3: ویلکم ویلفیئر ٹرسٹ، 4: جامعۃ الفاطمہ للبنات، 5: ماہنامہ "سبب"

ان کی کاوشوں کا نتیجہ ہے اہلسنت میں سب سے بڑا کام جو اب تک اتنے بڑے شہر کراچی میں کوئی دوسرا ادارہ یا شخصیت نہ کر سکی وہ درس نظامی کی کتب کی اشاعت نہیں ہے اہلسنت کو ہمیشہ سے یہ شکوہ رہا ہے کہ ہمیں اپنے اداروں میں دوسرے مسالک کی مطبوعہ و محشی درسی کتابیں پڑھانی پڑتی تھیں اب الحمد للہ اس کی تلافی کا سلسلہ شروع ہو چکا یہ کام اس نوجوان "محمد قاسم جلالی" کے حصے میں آیا ہے۔ درس نظامی کی کتب کا شائع کرنا اہلسنت جماعت کے لئے ان کا بہت بڑا کام ہے میری معلومات کے مطابق اب تک 50 سے زائد درسی کتب و شروحات قاسم جلالی صاحب شائع کر چکے ہیں باقی کتب اور شروحات کا سلسلہ تا حال جاری ہے۔ جس میں سے چند درج ذیل ہیں:

1: صحیح بخاری شریف، 2: مسلم شریف، 3: تفسیر صاوی، 4: حاشیہ طحطاوی، 5: تفسیر جلالین، 6: ھدایۃ النحو، 7: اصول الشاشی، 8: ایضاح الشکوری شرح قدوری، 9: مختار النحو شرح ھدایۃ النحو، 10: العشیر الکامل شرح مأۃ عامل، 11: مقامات حریری، 12: حریل الغواشی شرح اصول الشاشی، 13: التشریح المہیب لحل شرح التہذیب، 14: لطائف المعانی شرح مختصر المعانی۔ اور دیگر کتب شائع ہو چکی ہیں طوالت کی وجہ سے صرف انہی کتب کے نام لکھے ہیں۔

میں محمد قاسم جلالی صاحب کا نہایت ممنون و مشکور ہوں کہ انہوں نے اس سے پہلے بھی میری کئی کتب شائع کی ہیں اور اب یہ کتاب سعید الحق شرح و تخریج جاء الحق بھی محمد قاسم جلالی کی محنت اور کاوشوں کا ثمر ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ قاسم جلالی کو دین و دنیا کی تمام بھلائیاں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین۔

محمد سعید اللہ خان قادری

آستانہ عالیہ قادریہ غوثیہ کراچی

تقریظ مبارک

فقیه الجلیل، استاذ العلماء تاج العلماء رهبر اهل سنت
مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمن مدظله العالی

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم۔

شیخ التفسیر علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی مراد آبادی قدس سرہ العزیز اہل سنت و جماعت کے مستند و مسلمہ اکابر میں سے ہیں۔ صدرالافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ ونوراللہ مرقدہٗ سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد وہ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے اور گجرات (پنجاب) میں متوطن ہوئے۔ یہ ہمارے ان اکابر میں سے ہیں جنہوں نے ابلاغ دین اور تحفظ مسلک اہل سنت و جماعت کے لئے اپنے عہد کے تقاضوں کا صحیح ادراک کیا، عام فہم انداز میں تفسیر نعیمی کے نام سے قرآن مجید کی مبسوط تفسیر لکھی جسے وہ مکمل نہ کر سکے اس کا تاریخی نام انہوں نے ''اشرف التفاسیر'' رکھا۔ مراۃ المناجیح'' کے نام سے شرح مشکوۃ لکھی۔ عقائد و شعائر مسلک اہل سنت کو عام فہم اور مدلل و مفصل انداز میں بیان کرنے کے لئے ''جاء الحق'' کے نام سے ایک وقیع علمی و تحقیقی کتاب لکھی تا کہ اپنے ہم مسلک لوگوں کی تسلی و تشفی کا ذریعہ بنے اور مخالفین کے لئے حجت قاطعہ اور برہان اتم ثابت ہو۔ حضرت کی اور بھی متعدد تصانیف ہیں ان کی تصانیف کو اللہ تعالیٰ نے قبول عام عطا فرمایا۔ علماء کرام، خطباء کرام، واعظین اور دینی مطالعے کا ذوق رکھنے والوں کے لئے یہ تمام کتابیں یکساں مفید ہیں۔ فاضل نوجوان عالم مولانا سعید اللہ خان قادری نے ''جاء الحق'' میں دیئے ہوئے علمی اور فقہی حوالہ جات کی تحقیق و تخریج کر کے اس کی افادیت میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے اور حسب ضرورت دلائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔ یہ ایک عمدہ علمی کاوش ہے، اللہ تعالیٰ ان کی علمی، فکری اور تحقیقی مساعی کو ماجور و مقبول فرمائے۔ ان کے تحقیق و تصنیف میں اضافہ فرمائے اور ان کے علم و عمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ''جاء الحق'' پر مخالفین نے جہاں جہاں نقد و جرح کی اور رد و قدح کی ہے اس سارے مواد کو یک جا کر کے تحقیقی اور اصلاحی انداز میں اس کا علمی محاکمہ کیا جائے تا کہ یہ ''جاء الحق'' کا صحیح تکملہ و تتمہ ثابت ہو۔

٤ نومبر ٢٠٠٩ء

مفتی منیب الرحمن

تقریظ مبارک

پیر طریقت محسن اھل سنت فخر اھل سنت

علامہ محمد بشیر فاروقی قادری عطاری مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد۔

''جاء الحق'' حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وہ تصنیف ہے جو مسلمانان عالم کے ایمانوں کی محافظ وجلا بخش ہے۔اور عام مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح کے لئے بہترین مشعلِ راہ ہے۔

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی حیثیت اہل سنت و جماعت میں حکیم الامت کی ہے اور آپ کی کاوشیں ہمارے لئے باعثِ فخر ہیں۔یوں تو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی تصانیف کئی اور بھی ہیں مگر جس طرح تفاسیر میں نور العرفان کا اپنا مقام ہے اسی طرح جاء الحق کا اصولی وفروعی مسائل کے اعتبار سے اپنا مقام ہے۔یوں تو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی تمام کتب دلائل شرعیہ و براہان قاطعہ سے بھر پور ہے مگر پھر بھی ان کے فیوض و برکات کو لوٹنے کے لئے حضرت مولانا سعید اللہ خان قادری نے اس کتاب جاء الحق پر مزید تحقیق کی اور حوالہ جات کی مکمل تخریج اور ساتھ ہی دلائل میں مزید اضافہ کر کے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی خصوصی نظرِ عنایت کے مستحق بننے کی پوری کوشش کی ہے۔اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعاء ہے کہ مولانا سعید اللہ خان قادری کے علم وعمل وعمر میں مزید برکتیں اور ترقیاں عطا فرمائے اور انہیں اخلاص کے ساتھ مسلک حق اہل سنت و جماعت کی خدمت میں ہمیشہ کوشاں رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

محمد بشیر فاروقی قادری عطاری

۱۵ ذیقعد شریف

تقریظ مبارک

خطیب ملت محقق اہل سنت عاشق رسول جگر گوشۂ خطیب پاکستان

حضرت علامہ و مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم

فاضل نوجوان علامہ ابوالعباس سعید اللہ خان قادری ہر جمعہ جامع مسجد گلزار حبیب میں ادا کرتے ہیں اور کبھی کبھی مجھ سے ملنے بھی آتے ہیں ان کی کھری کھری باتیں بھلی لگتی ہیں ان کی علمی لگن پر رشک ہوتا ہے تقریر سے انہیں شغف نہیں مگر تحریر کے حوالے سے بہت کم عرصے میں ان کی کاوشیں مقدار اور معیار میں خاصی ہیں۔ اسے علم کا جنون ہی کہیے کہ ان کا بیشتر وقت کتابیں کھوجتے رہنے میں گزرتا ہے۔

مسلک حق اہل سنت و جماعت کی ترجمانی کے حوالے سے قیام پاکستان کے بعد وطن عزیز میں ''حکیم الامت'' کا مقبول خطاب پانے والے حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے نام اور کام کو آج بھی سمتوں میں اہل علم سراہتے ہیں۔

حب رسول (ﷺ) اور اہل سنت و جماعت کے صحیح عقائد و نظریات اور جائز معمولات کے بیان میں ان کے تحریری سرمائے سے خواص و عوام استفادہ کر رہے ہیں ان کی دو قابل قدر کتابوں کے انگریزی تراجم بھی پزیرائی پا رہے ہیں۔ اردو ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' کے تفسیری حاشیہ ''نورالعرفان'' کو مفتی اعظم افریقہ حضرت مولانا مفتی محمد اکبر ہزاروی نے اور دوسری شاہ کار تالیف ''جاء الحق'' کو حضرت مولانا سید محمد علیم الدین مصباحی نے جنوبی افریقہ سے انگریزی میں شائع کیا ہے۔ اسی کتاب کے اردو متن پر فاضل محترم علامہ سعید اللہ خان قادری نے بہت محبت سے خوب محنت کی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ وہ مشعل بدست ہیں اللہ کرے وہ یونہی چراغاں کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے۔

کوکب نورانی اکاڑوی

تقریظ مبارک

شیخ المشائخ ماہر اسرار شریعت سرمایہ اھل سنت جامع الشریعت والطریقت منبع الفیوضات والبرکات مفتی سیّد احمد علی شاہ نقشبندی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی جعل محمد رسول اللہ ﷺ سید العرب وسید العجم وسید الانس والجآن الذی ارسل الی الناس کافۃ وجعل تعظیمہ ومحبتہ جز الایمان واخرج معاندہ وسابہ من جملۃ المرسلین وعلی آلہ واصحابہ الذین مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطأہ فاذرہ فاستغلظ فاستویٰ اما بعد!

اخی المکرم فاضل محترم جناب حضرت علامہ مولانا مفتی سعیداللہ خان قادری زیدہ مجدہ مسلک اہل سنت و جماعت کی بہترین انداز میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔اس پرفتن دور میں جبکہ لادینیت وبدمذھبیت اپنی مختلف صورتوں میں مذہب حق اہل سنت و جماعت کے خلاف سازشیں کررہی ہے۔ان حالات کے پیش نظر عوام اہل سنت کو اپنے عقائد حقہ سے آگاہ نہایت ضروری اور لابدی امر ہے۔حضرت علامہ موصوف نوجوان عالم دین اور مذہب حق کا درد رکھنے والے مخلص ہیں اور اپنی زندگی اسی مشن کے لیے وقف کی ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر اور حضور خاتم الرسل ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔آمین بجاہ النبی الکریم۔

زیرنظر کتاب ''جاءالحق'' جس کے مصنف حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ مستند عالم دین اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔فقیر راقم الحروف نے اس کتاب مستطاب ''جاءالحق'' کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا اور اسے مسلک حق کے عین موافق پایا۔مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو بہترین انداز سے دلائل واضحہ وبراہین قاطعہ سے مزین فرمایا اور بدمذہبیت، دیوبندیت اور وہابیت وغیرہا کا رد بلیغ فرمایا ہے۔اور اہل سنت و جماعت کی حقانیت کو بھرپور دلائل سے ثابت فرمایا ہے۔

فقد طالعت ھذا الکتاب ووجدتہ نصرہ الاسلام وعون اھل السنۃ والجماعۃ وسیفاً قاطعاً مسلولاً علی اعناق الوھابیۃ والدیوبندیہ وغیرھا من الکفرۃ والبغاۃ فجزاء اللہ تعالیٰ المصنف جزاءً خیراً۔

وقال العلامۃ ابن عابدین الشامی رحمۃ اللہ علیہ!

اعلم ان ھولآء الکفرۃ والبغاۃ الفجرۃ اجمعوا بین اصناف الکفر والبغی والعناد وانواع الفسق

والزندقة والالحاد من شك فی كفرهم والحادهم ووجوب قتالهم فهو كافر مثلهم۔

(تنقیح الحامدیہ باب الردۃ والتعزیر ج۱ص۹۲)

اس کتاب مستطاب "جاء الحق" پر یہ شعر صادق آیا ہے۔

هذا الكتاب لو يباع بوزنه　　　اوما من الخسران انك اخذ

ذهبا لكان البائع مغبونا　　　ذهبا وتترك جوهرا مكنونا

یہ کتاب مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں خاص طور پر علماء کے لئے اور عموماً عوام کے لیے لکھی تھی جس کی وجہ سے تخریج وغیرہ کی طرف توجہ نہیں دی جاسکی بلکہ اصل مسائل اور ان کا حل بیان کیا گیا تھا۔ حضرت سعید اللہ خان قادری نے تخریج فرما کر عوام اہل سنت پر احسان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر عطا فرمائے اور ان کے علم وعمل واخلاص میں برکت عطا فرمائے۔ ہم ارباب اختیار سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ اس کتاب کو نصاب میں شامل کیا جائے تاکہ نئی نسل اپنے عقائد سے کما حقہٗ آگاہ ہو سکے اور عقائد باطلہ سے اجتناب کر سکے۔

والسلام فقط حررہ: فقیر سید احمد علی شاہ سیفی

تقریظ مبارک

استاذ المکرم استاذ الاساتذہ شیخ المعقول والمنقول شیخ الحدیث مفتی حسین شاہ چشتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقیر نے اس کتاب کے اہم مقامات کو مطالعہ فرمایا ماشاءاللہ خوب پایا۔ محترم ومکرم علامہ سعید اللہ خان قادری صاحب نے اس عظیم کتاب پر تحقیق کر کے اہل سنت پر عظیم احسان فرمایا۔ ان سے پہلے بھی علامہ صاحب تحقیقی کتب تحریر فرما چکے ہیں لیکن افسوس کہ ان کی بہت سے تحقیقی کتب اب تک منظر عام پر نہ آسکی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ذات کریم اس کتاب مستطاب کو امت مسلمہ کے افادہ واستفادہ کا بہترین ذریعہ بنائے اور مولف محترم کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

حسین شاہ حلیمی چشتی
مہتمم جامعہ حلیمیہ شیر شاہ کراچی

تقریظ مبارک

استاذ العلماء شیخ الحدیث عالم حقانی حضرت علامہ و مولانامفتی محمد اسماعیل نورانی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین 0 والصلاۃ والسلام علی اشرف الانبیاء وسید المرسلین 0 وعلی آلہ الطیبین واصحابہ الطاھرین 0

''جاءالحق'' حضرت حکیم الامت مفسر قرآن وشارح مشکوۃ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی وہ گرانقدر اور مایہ ناز کتاب ہے جو موافقین اور مخالفین سب کے لیے نفع بخش ہے۔ موافقین کے لیے باعث تقویت ہے اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے اپنی اس بابرکت کتاب میں امت مسلمہ کے عقائد ومعمولات کو نہایت حسین اور مدلل پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ اور نہ صرف بیان فرمایا، بلکہ موجودہ دور میں ا ت مسلمہ کے ان عقائد ومعمولات کو مخالفین کی جن رخنہ اندازیوں اور اشکالات کا سامنا ہے ان کا بھی حضرت نے ازالہ فرمایا ہے۔

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصنیف لطیف کی وقعت اور موجودہ دور میں اس کی اہمیت کے پیش نظر ضرورت اس بات کی تھی کہ اس میں پیش کیے گئے دلائل وبراھین کی تخریج وتحقیق کی جائے تاکہ اس کی افادیت میں مزید اضافہ ہو اور کسی کو مطمئن کرنے میں مزید آسانی ہو۔ سو فاضل جلیل حضرت علامہ سعید اللہ خان قادری (زیدعلمہ وفضلہ) نے اس عظیم کام کے لیے ہمت فرمائی اور بہت عرق ریزی کے ساتھ اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ انشاء اللہ العزیز علامہ کا یہ کام موافقین ومخالفین سب کے لیے نفع کا باعث ہوگا اور خود علامہ کے لیے مصنف علیہ الرحمۃ کی نگاہ کرم کے حصول کا ذریعہ ہوگا۔ فقط والسلام۔

محمد اسماعیل قادری نورانی

۱۵ ذی القعدہ ۱۴۳۰ھ

۴ نومبر ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین خالق السموت والارضین والصلوۃ والسلام علی من کان نبینا وادم بین الماء والطین اجمل الاجملین اکمل الاکملین سیدنا محمد والہ واصحابہ واھل بیتہ اجمعین۔

دیباچہ

دین اسلام کو دنیا میں تشریف لائے ہوئے آج تقریباً پونے چودہ سو برس گزرے اس عرصہ میں اس پاک دین نے ہزار ہا بلاؤں سے مقابلہ کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس لہلہاتے ہوئے چمن پر بہت سی تیز آندھیاں آئیں اور اپنا اپنا زور دکھا کر چلی گئیں مگر الحمدللہ کہ یہ چمن اسی طرح سرسبز و شاداب رہا۔ اس آفتاب پر بار ہا تاریک بادل اور غبار آئے مگر یہ آفتاب اسی طرح چمکتا دمکتا رہا اور کیوں نہ ہوتا کہ رب تعالیٰ خود اس دین کا حافظ و ناصر ہے خود فرماتا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون۔

ترجمہ: ہم نے ہی قرآن اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

(پارہ ۱۴ سورۃ الحجر آیت نمبر ۹)

کبھی اس پر یزیدی بادل آئے اور کبھی حجازی غبار۔ کبھی ماموئی طاقت نے اس کے سامنے آنے کی جرأت کی اور کبھی تاتاری قوتیں اس سے ٹکرائیں کبھی خارجی شورش نے اس سے مقابلہ کیا اور کبھی رفض کی طاقت نے اس کو زیر کرنے کی کوشش کی مگر وہ سب کی سب اس پہاڑ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں اور یہ پہاڑ اسی طرح اپنی جگہ مضبوطی سے قائم رہا۔ اقامھا اللہ وادامھا اللہ تعالیٰ اس کو قائم دائم رکھے۔

مگر ان تمام فتنوں میں زبردست فتنہ اور تمام مصیبتوں میں خطرناک مصیبت وہابیوں نجدیوں کا فتنہ تھا۔ جس کی خبر مخبر صادق نبی اکرم ﷺ نے پہلے ہی دے دی تھی اور طرح طرح سے اس فتنہ سے مسلمانوں کو آگاہ کر دیا تھا۔

چنانچہ مشکوٰۃ جلد دوم باب ذکر الیمن والشام میں بخاری کے حوالے سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن دریائے رحمت مصطفیٰ ﷺ جوش میں ہے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی جا رہی ہے۔ اللھم بارک لنا فی شامنا اے اللہ ہمارے لئے شام میں برکت دے اللھم بارک لنا فی یمننا اے اللہ ہم کو ہمارے یمن میں برکت دے حاضرین میں سے بعض نے عرض کیا وفی نجدنا یا رسول اللہ دعا فرمائیں کہ نجد میں برکت دے پھر حضور علیہ السلام نے وہ ہی دعا فرمائی شام اور یمن کا ذکر فرمایا مگر نجد کا نام نہ لیا۔ انہوں نے پھر توجہ دلائی وفی نجدنا حضور یہ بھی دعا فرمائیں کہ نجد میں برکت ہو غرض تین بار یمن اور شام کے لئے دعائیں فرمائیں۔ بار بار توجہ دلانے پر نجد کو دعا نہ فرمائی بلکہ آخر میں فرمایا:

ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطن۔

ترجمہ: میں اس ازلی محروم خطہ کو دعا کس طرح فرماؤں وہاں تو زلزلے اور فتنے ہونگے۔ اور وہاں شیطانی گروہ پیدا ہوگا۔

(صحیح البخاری کتاب الفتن باب قول النبی ﷺ الفتنۃ من قبل المشرق ج ٦ ص ۲۵۹۸ رقم الحدیث ٦٦٨١ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الترمذی کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب فی فضل الشام والیمن ج ۵ ص ۷۳۳ رقم الحدیث ۳۹۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۸ رقم

الحدیث ۵۹۸۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۶ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۷۳۰۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۱۲ ص ۳۸۴ رقم الحدیث ۱۳۴۲۲ مطبوعہ مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ عراق)، (الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۲۹ رقم الحدیث ۴۶۶۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کی نگاہ پاک میں دجال کے فتنہ کے بعد نجد کا فتنہ تھا جس کی اس طرح خبر دی۔

اسی طرح مشکوۃ جلد اول کتاب القصاص باب قتل اہل الردۃ میں بحوالہ نسائی حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام ایک بار کچھ مال غنیمت تقسیم فرما رہے ہیں ایک شخص نے پیچھے سے عرض کیا یا محمد (ﷺ) آپ نے اس تقسیم میں انصاف نہ کیا حضور علیہ السلام نے غضبناک ہوکر فرمایا کہ ہمارے بعد تم کو ہم سے بڑھ کر کوئی عادل نہ ملے گا۔ پھر فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا اور اسلام سے ایسے نکل جائیں گے۔ جیسے تیر شکار سے۔ پھر فرمایا:

سیماهم التحلیق لا یزالون یخرجون حتی یخرج اخرهم مع الدجال فاذا لقیتموهم هم شر الخلق والخلیقة۔

ترجمہ: یعنی ان کی پہچان سر منڈانا ہے یہ نکلتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کی آخری جماعت دجال کے ساتھ ہوگی اگر تم ان سے ملو تو جان لو کہ وہ تمام خلقت میں بدتر ہیں۔

(سنن النسائی کتاب تحریم الدم باب من شہر سیفہ ثم وضعہ فی الناس ج ۷ ص ۱۱۹ رقم الحدیث ۴۱۰۳ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن الکبری للنسائی ج ۲ ص ۳۱۲ رقم الحدیث ۳۵۶۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (البحر الزخار المعروف بمسند البزار ج ۹ ص ۲۹۴ رقم الحدیث ۳۸۴۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۱۶۰ رقم الحدیث ۲۶۴۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۵۹ رقم الحدیث ۳۷۹۱۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

اس میں ان کی پہچان فرمائی گئی۔ سر منڈانا آج بھی وہابی اس سے خالی مشکل ہی سے ملیں گے۔ کہیں فرمایا کہ بت پرستوں کو چھوڑیں گے اور مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ دیکھو بخاری جلد اول کتاب الانبیاء متصل قصہ یاجوج وماجوج۔ و مسلم اور مشکوۃ باب المعجزات فصل اول۔ اسی جگہ مشکوۃ میں یہ بھی ہے۔

لئن ادرکتهم لاقتلنهم قتل عاد۔

ترجمہ: اگر انہیں ہم پاتے تو قوم عاد کی طرح قتل فرمادیتے۔

(صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالی تعرج الملائکۃ والروح الیہ ج ۶ ص ۲۷۰۲ رقم الحدیث ۶۹۹۵ و فی کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل واما عاد فاهلكوا بريح صرصر شديدة عاتية ج ۳ ص ۱۲۱۹ رقم الحدیث ۳۱۶۶ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب ذکر الخوارج وصفاتهم ج ۲ ص ۷۴۱ رقم الحدیث ۱۰۶۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی قتال الخوارج ج ۴ ص ۲۴۳ رقم الحدیث ۴۷۶۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (سنن النسائی کتاب تحریم الدم باب من شهر سیفه ثم وضعه فی الناس ج ۷ ص ۱۱۸ رقم الحدیث ۴۱۰۱ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۷۲ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۵۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

آج بھی دیوبندی عام طور پر ہندوؤں کے ساتھ ہیں مگر نفرت کرتے ہیں تو مسلمانوں سے۔ ان کے ہمیشہ حملے مسلمانوں پر خاص کر اہل حرمین پر ہی ہوئے۔

اس فرمان عالی کے مطابق بارہویں صدی میں نجد سے محمد ابن عبدالوہاب پیدا ہوا۔ اس نے کیا کیا اہل حرمین و دیگر مسلمانوں پر ظلم کئے اس کی داستان تو سیف الجبار اور بوارق محمدیہ علیٰ ارغامات النجدیہ وغیرہ کتب تواریخ میں دیکھو۔ ان کے کچھ ظلم علامہ شامی نے اپنی

کتاب ردالمحتار جلد سوم باب البغات کے شروع میں اس طرح بیان فرمائے ہیں۔

کما وقع فی زماننا فی اتباع عبدالوهاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون الی الحنابلة لکن هم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خلف اعتقادهم مشرکون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة و قتل علمآء هم حتی کسر الله شوکتهم وخرب بلادهم وظفربهم عساکر المسلمین عام ثلث و ثلثین ومائتین والف۔

ترجمہ: جیسے کہ ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے ماننے والوں کا واقعہ ہوا کہ یہ لوگ نجد سے نکلے اور مکہ و مدینہ شریف پر انہوں نے غلبہ کرلیا اپنے کو حنبلی مذہب کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف ہم ہی مسلمان ہیں اور جو ہمارے عقیدہ کے خلاف ہے وہ مشرک ہے اس لئے انہوں نے اہل سنت والجماعت کا قتل جائز سمجھا اور ان کے علماء کو قتل کیا یہاں تک کہ اللہ نے وہابیوں کی شوکت توڑی اور ان کے شہروں کو ویران کردیا اور اسلامی لشکروں کو ان پر فتح دی یہ واقعہ سنہ ۱۲۳۳ھ میں ہوا۔

(ردالمحتار باب البغات ج ۳ ص ۳۲۹ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

حاشیہ.....☆

محمد بن عبدالوہاب نجدی ۱۱۱۱ھ مطابق ۱۷۰۵ء میں نجد میں پیدا ہوا۔ ابتدائی عمر میں مدینہ منورہ علم حاصل کرتا تھا مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان آیا جایا کرتا تھا۔ اس کی اصل بنو تمیم سے ہے۔ اس کے اساتذہ میں شیخ محمد بن سلیمان الکردی الشافعی اور شیخ محمد حیاء السندی الحنفی بھی ہیں یہ دونوں اساتذہ اس میں الحاد ضلالت اور گمراہی کی علامات پاتے تھے اور فرماتے تھے کہ **سیضل هذا ویضل الله به من ابعده واشقاه فکان لا امر کذالك وما اخطات فراستهم فیه۔** عنقریب یہ گمراہ ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے بعد میں آنے والے اشقی لوگوں کو بھی گمراہ کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان مشائخ کی فراست غلط نہ ہوئی۔ اس کے والد ماجد بھی اس میں الحاد کی علامت پاتے تھے اور اکثر اس کی برائی کرتے تھے لوگوں کو اس سے بچنے کی تاکید کرتے۔ اسی طرح اس کے بھائی علامہ سلیمان بن عبدالوہاب بھی اس کی ایجاد کردہ بدعات وضلال اور عقائد باطلہ کا انکار کرتے تھے بلکہ انہوں نے اس کے رد میں ایک کتاب "**الصواعق الالهیه فی رد الوهابیه**" لکھی۔ ملاحظہ فرمائیں شیخ الاسلام مفتی حرم مکہ علامہ احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کی الدررالسنیہ ص ۴۲۔ اور محمد عبدالوہاب نجدی کے بھائی علامہ سلیمان بن عبدالوہاب کی کتاب الصواعق الالهیه فی رد الوهابیه ص ۵ مطبوعہ استانبول سن طبع ۱۹۷۵ء۔ عبدالحفیظ بن عثمان کی وجلاء القلوب وکشف الکروب مطبوعہ استانبول سن طبع ۱۲۹۸ھ۔

دیوبندیوں کے شیخ القرآن علامہ عبدالہادی شاہ منصوری اپنی کتاب "تسہیل البخاری" میں فرماتے ہیں:

لعل المراد منه قرن محمد بن عبدالوهاب النجدی الطاغی الباغی۔

(تسہیل البخاری ص ۲۱ مطبوعہ دارالعلوم تعلیم القرآن موضع شاہ منصور ضلع مردان)

مفتی حرم مکہ علامہ احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

جآء روایة قرنا الشیطان بصیغة التثنیة قال بعض العلماء المراد من قرنی الشیطان مسیلمة الکذاب وابن عبدالوهاب۔

ترجمہ: ایک روایت میں ہے کہ دو قرن الشیطان (شیطان کے سینگ) نکلیں گے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ان دونوں سے مراد

سیف الجبار وغیرہ میں ان کے مظالم بیشمار بیان فرمائے کہ مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ میں بے گناہوں کو بے دریغ قتل کیا اور حرمین شریف میں رہنے والوں کی عورتوں اور لڑکیوں سے زنا کیا ان کو غلام بنایا ان کی عورتوں کو اپنی لونڈیاں۔ سادات کرام کو بہت قتل و غارت کیا مسجد نبوی شریف کے تمام قالین اور جھاڑ و فانوس اٹھا کر نجد لے گئے۔ تمام صحابہ کرام اہل بیت عظام کی قبروں کو گرا کر زمین سے ملا دیا یہاں تک کہ یہ بھی ارادہ کیا کہ خاص گنبد خضرا جس کے گرد روزانہ صبح و شام ملائکہ صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں اس کو بھی گرا دیا جائے مگر جو شخص اس بری نیت سے روضہ پاک پر گیا اس پر خدائے پاک نے ایک سانپ مقرر فرما دیا جس نے اس کو ہلاک کیا اور رب العلمین نے اپنے نبی کی اس آخری آرام گاہ کو ان سے محفوظ رکھا۔

حاشیہ......☆

مسیلمہ کذاب اور محمد ابن عبدالوہاب ہیں۔

(الدرر السنیہ ص۵۰ مطبوعہ پشاور)

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ لکھتے ہیں۔

وقیل هذه الآیة نزلت فی الخوارج الذین یحرفون تاویل الکتاب والسنة ویستحلون بذالك دماء المسلمین واموالهم کما هو مشاهد الآن فی نظائر هم وهم فرقة بارض الحجاز یقال لهم الوهابیة یحسبون انهم علی شئی الا انهم هم الکاذبون استحوذ علیهم الشیطان فانساهم ذکر الله اولئك حزب الشیطان الا ان حزب الشیطن هم الخاسرون نسال الله الکریم ان یقطع دابرهم۔

ترجمہ: علماء نے فرمایا ہے کہ یہ آیت ان خارجیوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو قرآن پاک اور حدیث شریف کی تاویل میں تحریف کرتے ہیں اور پھر اس تحریف کے ذریعے مسلمانوں کے خون بہانے اور مال و متاع لوٹ لینے کو جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ انہی جیسے لوگوں سے اس زمانہ میں بھی مشاہدہ میں آیا ہے یہ لوگ سرزمین حجاز میں ایک فرقہ ہے جنہیں وہابی کہا جاتا ہے ان کا خیال ہے کہ حق پر وہی ہیں حالانکہ درحقیقت یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ شیطان نے انہیں بہکا کر اللہ تعالیٰ کی یاد سے بھلا دیا ہے۔ یہ لوگ شیطانی گروہ ہیں اور حقیقتاً شیطانی گروہ کے لوگ ہی خسارہ میں رہنے والے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ان کی جڑ کاٹ دے۔

(الصاوی علی الجلالین ص ۳۹۷ مطبوعہ مصر)

علامہ محمد تھانوی دیوبندی نسائی شریف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

کم یمرق السهم الخ یرید ان دخولهم ای الخوراج فی الاسلام ان الذین یدینون دین عبدالوهاب النجدی یسلکون مسالکه فی الاصول والفروع ویدعون فی بلاد نا باسم الوهابیین وغیر المقلدین ویزعمون ان تقلید احد الائمة الاربعة رضوان الله علیهم اجمعین شرك وان من خالفهم المشرکون ویستحلون قتلنا اهل السنة وسبی نسائنا وغیر ذالك من العقائد الشنیعة التی وصلت الینا منهم بواسطة الثقات وسمعنا ها بعض ایضا هم فرقة من الخوارج وقد صرح به العلامة الشامی فی کتابه ردالمحتار عند قول صاحب الدر المختار۔

ترجمہ: جو محمد بن عبدالوہاب نجدی کا دین قبول کرتے ہیں اور اصول فروع میں اسی کے راستے پر چلتے ہیں ان کو ہمارے شہروں میں وہابی اور غیر مقلدین کہتے ہیں وہابی گمان کرتے ہیں کہ آئمہ اربعہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی تقلید شرک ہے اور جو ہماری مخالفت کریں وہ مشرک ہیں وہابی ہم اہل سنت کا قتل اور ہماری عورتوں کو قید کرنا حلال مانتے ہیں ان کے دیگر عقائد فاسدہ جو ہمیں معتبر علماء کے ذریعے پہنچے

غرضیکہ ان کے مظالم بے حد تکلیف وہ ہیں جن کے بیان سے کلیجہ منہ کو آتا ہے یزید نے اہل بیت کی دشمنی ان کی زندگی میں ہی کی۔ مگر تیرہ سو برس کے بعد صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کو ان کی قبروں میں ستانا ان وہابیوں ہی کے ہاتھ سے ہوا۔ اب بھی جو کچھ ابن سعود نے حرمین شریفین میں کیا وہ ہر حاجی پر روشن ہے کہ مکہ مکرمہ میں میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کسی صحابی کی قبر شریف کا نشان بھی نہیں ملتا کہ کوئی فاتحہ بھی پڑھ لے۔ حضور ﷺ کی جائے ولادت میں میں نے ایک شامیانہ لگا ہوا دیکھا جہاں کتے گدھے بے تکلف پھر رہے تھے اس جگہ پہلے ایک قبہ بنا ہوا تھا جہاں لوگ نمازیں پڑھتے تھے اور اس کی زیارت کرتے تھے یہ حضرت آمنہ خاتون جنت کا مکان تھا اسی جگہ اسلام کا آفتاب چمکا مگر اس کی یہ بے حرمتی کی گئی۔ فالی اللہ المشتکی۔

یہ تو تھے عرب کے واقعات لیکن ہم کو اس وقت ہندوستان سے گفتگو کرنی ہے دہلی میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام تھا مولوی اسمٰعیل اس نے محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا اردو میں خلاصہ کیا جس کا نام رکھا تقویۃ الایمان اور اس کی ہندوستان میں اشاعت کی۔ وہابی انہیں شہید کہتے ہیں کیونکہ یہ حضرت اسی تقویۃ الایمان کی بدولت سرحدی پٹھانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے دیکھو انوار آفتاب صداقت مگر مشہور کیا کہ سکھوں کے ہاتھوں مرے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وہ وہابیہ نے جسے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا ۔۔۔ وہ شہید لیلیٰ نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے۔

حاشیہ......☆

ہیں بعض علماء نے ان کو خوارج بھی بتایا ہے جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمحتار میں لکھا ہے۔

(حاشیہ نسائی شریف ص ۳۶۰)

محدث دیوبند انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں۔

اما محمد بن عبدالوھاب النجدی فانہ کان رجلا بلیداً قلیل العلم فکان یتسارع الی الحکم بالکفر ولا ینبغی ان یقتحم فی ھذا الوادی الا ان یکون متیقظاً متقناً عارفاً بوجوہ الکفر واسبابہ۔

ترجمہ: ابن عبدالوہاب نجدی ایک غبی آدمی تھا۔ معمولی علم رکھتا تھا۔ کفر کا فتویٰ دینے میں بڑی سرعت سے کام لیتا تھا۔ اس وادی میں قدم رکھنا اس کو زیبا ہے جو بڑا بیدار مغز ہو۔ کفر کے وجوہ واسباب کا حقیقی علم اور پوری معرفت رکھتا ہو۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۱۷۱)

حسین احمد مدنی دیوبندی لکھتے ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداً تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل وقتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا رہا اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم وباغی خونخوار فاسق شخص تھا اس وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا نہ قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔

(الشہاب الثاقب ص ۴۲ مطبوعہ محمدی پرنٹنگ پریس لاہور)

اگر سکھوں کے ہاتھوں قتل ہوئے ہوتے تو امرتسر یا مشرقی پنجاب کے کسی اور شہر میں مارے جاتے کیونکہ یہ ہی سکھوں کا مرکز تھا سرحد تو پٹھانوں کا ملک ہے وہاں یہ مارے گئے معلوم ہوا کہ انہیں مسلمانوں نے قتل کیا اور ان کی لاش بھی غائب کر دی۔ اسی لئے ان کی قبر ہی نہیں۔

نیز دیوبندیوں کی مشہور کتاب ارواح ثلثہ کے صفحہ نمبر ۱۳۹ پر ہے کہ سید احمد صاحب نے پہلا جہاد یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا۔ اس جہاد میں مولوی عبدالحئی صاحب لکھنوی۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی۔ مولوی محمد حسین صاحب رامپوری سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ نیز مولوی اسمٰعیل صاحب کا میر منشی ہیرالال تھا (حیاۃ طیبہ) اور توپچی راجہ رام تھا غرضیکہ وہابی دیوبندیوں کے قلمی زبانی اور تلواروں کے حملے مسلمانوں ہی پر ہوئے۔

حاشیہ......☆

اسماعیل دہلوی قتیل حضرت شاہ عبدالغنی کے بیٹے حضرت شاہ عبدالعزیز کے بھانجے اور حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے تھے اسماعیل دہلوی قتیل کی تمام تصانیف میں یہ بدنام زمانہ کتاب بڑی مشہور ہوئی اس بدنام زمانہ کتاب کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) حضور نبی کریم ﷺ کی تذلیل وتوہین۔

(۲) کفار ومشرکین کے حق میں نازل ہونے والی قرآنی آیتوں کو مسلمانوں پر چسپاں کر کے انہیں بے دریغ کافر ومشرک قرار دینا۔

اس کتاب سے مسلمانوں میں بڑا انتشار پھیلا جواب تک قائم ہے۔ اسماعیل دہلوی قتیل نے صوبہ سرحد کے مسلمانوں کے خلاف جہاد کیا ہے اور اسی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے انہوں نے سچے پکے مسلمانوں کو مشرک اور کافر قرار دیا ان کو مفسد اور مخالف کہہ کر اپنی ساری علمیت ان کے قتل کا جواز پیدا کرنے کے لیے انہیں مرتد ثابت کرنے اور ان کے اموال اور جائیدادوں کو مال غنیمت قرار دینے پر صرف کر دی۔

سید احمد اور اسماعیل قتیل صاحبان ان غیر وہابی مسلمانوں کو اہل کتاب کافروں میں شمار کرتے تھے مگر نصاری بھی تو اہل کتاب ہیں جن سے ان کے مراسم برخورداری قائم رہے۔ صرف اس لیے کہ وہ صاحبان بست وکشاد تھے۔ یہ لوگ انگریزوں سے جنگ کے تصور کی مخالفت کرتے رہے مگر اہل سنت وجماعت مسلمانوں کے قتل وخون کے جواز کی صورتیں نکالتے رہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

یہاں دو معاملے درپیش ہیں ایک تو مفسدوں اور مخالفوں کے ارتداد کا ثابت کرنا اور قتل وخون کے جواز کی صورت نکالنا اور ان کے اموال کو جائز قرار دینا اس بات سے قطع نظر کہ وہ ان کے ارتداد پر یا ان کی بغاوت پر مبنی ہے دوسرے یہ کہ اس کا آیا کوئی سبب ہے یا کچھ اور ہے جبکہ بعض اشخاص کے مقابلے میں ان کا مرتد ہونا ثابت ہو چکا ہے اور بعض کے متعلق بغاوت یا اس کا کوئی اور سبب اگر چہ پہلا طریقہ ہمارے پاس وہی تحقیق اور تفتیش کرنا ہے۔ کیونکہ ہم ان فتنہ پردازوں کو فی الحقیقت مرتدوں بلکہ اصل کافروں میں شمار کرتے ہیں اور ان کو اہل کتاب کافروں کے مثل جانتے ہیں۔ مکتوب مولوی محمد اسماعیل بنام سید احمد۔

(مکتوبات سید احمد شہید ص ۲۴۱ مترجم سخاوت مرزا نفیس اکیڈمی کراچی)

انگریزوں کی مخالفت طاقت جانباز سرحدی مسلمان تھے ان کو بدکردار منافق کہہ کر تحریک مجاہدین کے سربراہوں نے ان کی گندگی کو پاک کرنے کا مصمم ارادہ کیا اور اس کے مقصد کے لیے ان پر چڑھائی کی خدا نے ان کو اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ آج کے دانشوران یک سکھوں کے ساتھ لڑائیوں کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کی غداری کا رونا روتے ہیں لیکن اصرار کرتے ہیں کہ ان مجاہدوں کی کوئی لڑائی مسلمانوں سے نہیں ہوئی سب سکھوں ہی سے ہوئی ہے سید احمد بریلوی صاحب خود مسلمانوں کو مرتد ثابت کرنے ان کے خلاف خونریزی کا جواز پیدا کرنے اور ان کا مال ہضم کرنے کی بات کرتے ہیں اس گندگی کو پاک کرنے کے ارادے رکھتے ہیں ان اقوال

ابھی حال کا واقعہ ہے جو ۲۶ دسمبر ۱۹۶۱ء کے کوہستان وغیرہ کے تمام اخبارات میں چھپا کہ ایک دیوبندی عبدالقادر نامی نے پہلے تو حضرت داتا گنج بخش لاہوری کے آستانہ مقدس پر قلمی اشتہارات لگائے جن میں تحریر تھا کہ میت کے پاس دعا قبول کرنے کی طاقت نہیں ان کے مزارات پر منتیں مانگنا شرک وبدعت ہے پھر رات کے آخری حصہ میں تمام آستانہ پر مٹی کے تیل میں بھیگے ہوئے کپڑے رکھ دیئے سوئے ہوئے زائرین کے کپڑوں میں بھی مٹی کا تیل چھڑک دیا' دیا سلائی جلا کر آگ لگانا چاہتا ہی تھا کہ پکڑا گیا۔ یہ واقعہ رات کے تین بجے ہوا اگر یہ ایک سیکنڈ کا موقع پالیتا تو سارا دربار اور سارے محلے اور ان تمام انسانوں کو جلا دیتا۔ یہ ہے ان ظالموں کی توحید اور تبلیغ۔ اسی گروہ نے ایک دن پہلے مسجد وزیر خاں کے صحن میں جو مزار ہے اسے آگ لگانے کی کوشش کی آگ لگا بھی دی مگر چونکہ وہاں لکڑی کا سامان نہ تھا اس لئے صرف دیواریں تو کالی ہوگئیں مگر آگ باقاعدہ نہ لگ سکی۔ کوہستان ۲۶ دسمبر ۱۹۶۱ ابروز پیر۔

اسمٰعیل کے معتقدین دو گروہ بنے ایک تو وہ جنہوں نے اماموں کی تقلید کا انکار کیا جو غیر مقلد یا وہابی کہلاتے ہیں۔ دوسرے وہ جنہوں نے دیکھا کہ اس طرح اپنے کو ظاہر کرنے سے مسلمان ہم سے نفرت کرتے ہیں انہوں نے اپنے کو حنفی ظاہر کیا نماز روزے میں ہماری طرح ہمارے سامنے آئے۔ ان کو کہتے ہیں گلابی وہابی یا دیوبندی۔ بھلا میرے آقا و مولے محبوب کبریا ﷺ کا معجزہ دیکھو کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ وہاں۔ سے قرن الشیطن یعنی شیطانی گروہ نکلے گا۔ اردو میں قرن الشیطن کا ترجمہ ہے دیوبند۔ دیو اردو میں کہتے ہیں شیطان کو اور بند بمعنی گروہ تابعدار۔ یا یہ اضافت مقلوبی ہے۔ یعنی بند دیو شیطان کی جگہ یعنی ان دونوں فرقوں کے عقیدے بالکل ایک ہیں۔ اعمال میں کچھ ظاہری اختلاف ہے۔ دونوں محمد ابن عبدالوہاب کو اچھا جانتے ہیں۔ اس کے عقائد کے حامی چنانچہ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اپنے فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب التقلید صفحہ ۱۱۹ میں لکھتے ہیں۔

محمد ابن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔ مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے۔ ان میں فساد آ گیا ہے۔ اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا سا ہے۔ رشید احمد۔

البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔ مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا سا ہے۔ رشید احمد۔

حاشیہ.....☆

وارشادات کو کوئی کہاں تک چھپا سکتا ہے۔

منافقین کے ساتھ جہاد کرنا بحکم مقدمۃ الواجب ایک واجب معاملہ ہے اس لیے خاکسار سچے مسلمانوں کے ساتھ شہر پشاور اور قرب وجوار سے بدکردار منافقوں کی گندگی کو پاک کرنے کا مصمم ارادہ کر کے موضع پنجتار تک پہنچ گیا۔

مکتوب بنام سردار عالم خاں باجوڑی

(مکتوبات سید احمد شہید ص ۱۳۵ مترجم سخاوت مرزا نفیس اکیڈمی کراچی)

☆ منشی محمد حسین محمود دو رئیس قصبہ نہٹور ضلع بجنور کی کتاب فریاد المسلمین مطبع ریاض ہند امرتسر میں چھپی تھی اس کا ایک نسخہ لاہور کی ایک

لیکن موجودہ زمانہ میں بمقابلہ غیر مقلدین کے زیادہ خطرناک دیوبندی ہیں کیونکہ عام مسلمان ان کو پہچان نہیں سکتے ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں حضور علیہ السلام کی ایسی توہینیں کی ہیں کہ کوئی کھلا ہوا مشرک بھی نہیں کرسکتا۔ مگر پھر بھی مسلمانوں کے پیشوا بنتے ہیں اور اسلام کے ٹھیکیدار۔

(۱) مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے حفظ الایمان میں حضور علیہ السلام کے علم کو جانوروں کے علم کی طرح بتایا۔ (۲) مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام کے علم سے زیادہ بتایا۔ (۳) مولوی اسمٰعیل دہلوی نے نماز میں حضور علیہ السلام کے خیال کو گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر لکھا۔ (۴) مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے تحذیر الناس میں حضور علیہ السلام کو خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ماننے سے انکار کیا اور کہا کہ حضور علیہ السلام کے بعد اگر اور بھی نبی آجائیں تب بھی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا خاتم کے معنی ہیں اصلی نبی۔ دیگر نبی عارضی ہیں۔ یہ ہی مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ میں بروزی نبی ہوں۔ غرضیکہ مرزا غلام احمد اس مسئلہ میں ان کا شاگرد رشید ہوا۔

حاشیہ.....☆

لائبریری میں موجود ہے۔

اس میں مصنف نے سید احمد بریلوی کے اعلان تکفیر کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ پنجاب کے امیر اور علماء ان کی ان حرکتوں سے سخت ناراض ہوئے اور سمجھ گئے کہ یہ جعلی پیر ہیں اور اصلی وہابی اس لیے ان سے بیعت روا نہیں ہے۔

جب کوئی امیر مسلمان اور عالم پنجاب کا ان کی طرف متوجہ نہ ہوا جب انہوں نے ان کی تکفیر کا فتوی جاری کیا اس فتوی تکفیر کے اجرا سے تمام ملک پنجاب کے امیر اور علماء ناراض ہوگئے اور جواب لکھے کہ تم وہابی مذہب ہو تم سے بیعت کرنا روا نہیں۔

(فریاد المسلمین ص ۹۸ مطبوعہ ریاض ہند امرتسر)

وہابی خود مانتے ہیں کہ پنجاب والے خصوصاً ان کے معتقدات سے نفرت کرتے تھے اور مولوی اسماعیل نے ایسے ہی عقیدوں کو رواج دیا تھا جن سے اسلام کمزور ہوا اور انگریزی حکومت مضبوط ہوا اور سرکار دو عالم ﷺ سے محبت کم ہوا اور مسلمان کمزور ہوئے۔

(۱) اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

پھر یہ کہ آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

(حفظ الایمان ص ۱۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مرتضی حسن دربھنگی اپنی کتاب توضیح البیان کے ص ۸ پر ایسا کے لفظ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''واضح ہو کہ ''ایسا'' کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ (تھانوی کی عبارت) متعین ہیں......

اور ص ۱۷ پر لکھتے ہیں کہ (تھانوی کی) عبارت متنازعہ فیھا میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر اور اتنا ہے پھر تشبیہ کیسی؟

اور حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی اپنی کتاب الشہاب الثاقب ص ۱۰۲ پر لکھتے ہیں۔

وہ حضرت مولانا (تھانوی اس) عبارت میں لفظ ایسا فرما رہے ہیں۔ اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کردیا......لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے۔

حاشیہ......☆

مرتضیٰ حسن صاحب اپنے تھانوی صاحب کی عبارت میں لفظ ایسا کو تشبیہ کا کلمہ نہیں مانتے کہ اگر تشبیہ کا کلمہ مانیں گے تو کفر ہو جائے گا اور حسین احمد مدنی صاحب اس عبارت میں لفظ ایسا کہ تشبیہ کا کلمہ کہہ رہے ہیں اور مرتضیٰ حسن صاحب کے نزدیک جو معنی کفر ہے وہ ثابت کر رہے ہیں اور حسین احمد مدنی کے نزدیک جو معنی کفر ہے وہ مرتضیٰ حسن صاحب اپنے تھانوی کی اس عبارت میں ثابت کر رہے ہیں اس طرح تھانوی کو کفر سے بچانے کی کوشش میں یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے فتوے سے خود کافر قرار پائے۔ ان دونوں نے یہ ثابت کر دیا کہ امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ نے تھانوی کی عبارت کا جو معنی و مفہوم بیان کیا ہے وہی اس عبارت سے ثابت ہے۔

(۲) خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی لکھتے ہیں۔

شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

(براہین قاطعہ ص ۵۵ مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند)

اس کفریہ عبارت سے متصل یہ بھی لکھا کہ:

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔

(براہین قاطعہ ص ۵۵ مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند)

خلیل احمد صاحب کی یہ عبارت تو بظاہر بڑی مختصر سی ہے لیکن اس میں وہ بڑی ہولناک لرزہ خیز اور ایمان سوز باتیں کہہ گئے جن پر عجب نہیں کہ آسمان پھٹ کر گر پڑتا۔ یہ علمائے دیوبند ہی کا دل گردہ ہے کہ خوف خدا اور خطرۂ روز جزا سے اس قدر عاری ہو کر خدائے ذوالجلال جل شانہ کے سب سے باکمال محبوب ﷺ کی یوں کھل کر توہین و تنقیص کرتے ہیں اور اس پر ذرا نہیں شرماتے۔ آتش جہنم کو قطعاً خطرے میں نہیں لاتے۔

اس عبارت کے چند نکات ملاحظہ ہوں:

(۱) شیطان اور ملک الموت کو ساری زمین کا علم حاصل ہے۔

(۲) شیطان و ملک الموت کو ساری زمین کا علم ہونے کے قرآن و حدیث میں واضح دلائل موجود ہیں۔

(۳) خلیل احمد صاحب کے نزدیک ایسی ایک بھی قطعی دلیل قرآن و حدیث میں نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ حضور ﷺ کو بھی یہ علم حاصل ہے۔

(۴) خلیل احمد صاحب کے نزدیک اس علم کا حضور ﷺ کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔

(۵) جب حضور ﷺ کے لیے اس علم کا ثابت کرنا انبیٹھوی صاحب کے مطابق شرک ہوا اور شیطان و ملک الموت کے لئے شرک نہ ہوا تو ثابت ہوا کہ انبیٹھوی صاحب کے نزدیک خدا نے شیطان و ملک الموت کی اپنی خدائی میں نعوذ باللہ شامل کر رکھا ہے۔

(۶) جب اس علم کا حضور ﷺ کے لیے ثابت کرنا شرک ہے تو مخلوق کے جس فرد کے لیے بھی ثابت کیا جائے شرک ہی رہے گا لہٰذا شیطان و ملک الموت کے لئے نصوص سے ثابت کر کے خلیل احمد صاحب کے مطابق قرآن و حدیث نے شرک کی تعلیم دی۔

(۷) جب اسے شیطان و ملک الموت کے لیے نصوص سے ثابت مان لیا تو مخلوق میں سے کسی فرد کے لئے بھی اس کا ثابت کرنا شرک نہ رہا۔ کیونکہ معلوم ہو گیا کہ یہ علم خدا تعالیٰ جل شانہ کی صفت خاصہ نہیں ہے۔

ان صاحبوں کے یہاں توحید کے معنی ہیں انبیاء کی توہین جیسے کہ روافض کے یہاں حب علی کے معنی ہیں بغض صحابہ کرام حالانکہ یہ توحید تو شیطانی توحید ہے۔ اس نے حضرت آدم کی عظمت سے انکار کیا۔ نبی کے سامنے نہ جھکا۔ پھر جو اس کا حشر ہوا وہ آج تک لوگ دیکھ رہے ہیں کہ ہر جگہ اس کی لاحول سے تواضع کی جاتی ہے۔

اسلامی توحید ہے اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا اس کے محبوبوں کی عزت و عظمت کرنا جس کی تعلیم ہے **لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پہلے جزو میں اللہ کی وحدانیت کا اقرار ہے۔ دوسرے میں عظمت مصطفیٰ کا اظہار آج کل جس جگہ بھی دیکھا گیا مسلمانوں میں اہل سنت اور دیوبندیوں میں جھگڑے پڑے ہیں۔ ہر جگہ خانہ جنگی ہے ہر کار خیر کو روکنے کی کوشش۔ کہیں علم غیب پر بحث ہے تو کہیں حضور علیہ السلام کے حاضر و ناظر ہونے پر تکرار۔ کہیں محفل میلاد و فاتحہ پر بحث۔ کہیں مزارات اولیاء اللہ پر قبہ بنانے پر مناظرہ۔ اگرچہ ان میں سے ہر ایک مسائل میں اہل سنت نے اعلیٰ درجہ کی تصانیف شائع فرمائیں جیسے مسئلہ تقلید میں انتصار الحق مصنفہ حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ مسئلہ علم غیب میں الکلمۃ العلیا مصنفہ حضرت صدرالافاضل استادی مرشدی مولانا الحاج محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی مدظلہ (رحمۃ اللہ علیہ) تیجہ فاتحہ وغیرہ میں انوار ساطعہ مصنفہ حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب بیدل رامپوری اور مسئلہ حاضر و ناظر عرس و زیارت قبور و تمام مسائل میں تصنیفات اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز وغیرہ۔

مگر خیال یہ تھا کہ کوئی کتاب ایسی لکھی جائے جو ان تمام بحثوں کی جامع ہو جس کے پاس وہ کتاب ہو وہ تقریباً ہر مسئلہ میں مخالف سے گفتگو کر سکے اور مسلمانوں کے عقائد کو ان لوگوں سے بچا سکے اس لئے میں نے حسبۃ للہ اس کام کی ہمت کی۔ ہمت تو کر دی مگر اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا مجھ کو پورا پورا احساس ہے شروع کرنا میرا کام ہے اور اس کو اختتام پر پہنچانا میرے رب کے کرم پر موقوف ہے۔

حاشیہ......☆

(۸) دریں حالات حضور ﷺ کے لئے اس کا ثبوت ماننے کو شرک ٹھہرا کر انبیٹھوی صاحب نے رسول اللہ ﷺ کی توہین و تنقیص کی ہے

(۹) حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے یہ علم ثابت کرنے والی تمام آیتوں اور حدیثوں سے آنکھیں بند کر کے انبیٹھوی صاحب کا لکھ دینا کہ فخر عالم (ﷺ) کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے؟ یعنی ایک نص کا اقرار بھی نہ کرنا۔ ایسا کر کے موصوف نے رسول اللہ ﷺ سے دلی عداوت رکھنے اور اپنے ایمان کی آنکھیں پھوٹ جانے کا ثبوت دیا ہے۔

خلیل احمد صاحب نے اس عبارت سے چند سطر پہلے دین و دیانت کا دامن جھٹک کر حضور ﷺ کے لئے اسی علم کے انکار پر ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اور ایک بھی ثبوت نہ ملنے پر تلبیس سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا علم بھی نہیں۔

(براہین قاطعہ ص ۵۵ مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند)

تنبیہ جلیل

حالانکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو بے اصل فرماتے ہیں کہ: اصلے نہ دارد۔ مگر دیوبندی دین کا طرۂ امتیاز کذب افترا ہے اور سرکار ﷺ کی توہین ہی مدار دین ہے چنانچہ ان کے نزدیک حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (معاذ اللہ)

دیوبندیو! قیامت ضرور آئے گی۔ حساب کتاب ضرور ہوگا۔ لہٰذا محشر کی تپتی ہوئی زمین میں یہ جواب دینے کے لئے تیار رہنا کہ جو علم اپنے مورث اعلیٰ شیطان ملعون کے لیے مان لیا۔ مگر اہل ایمان اگر محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے یہی علم ثابت کریں جو ان پیارے آقاء و مولا ﷺ

حاشیہ.....☆

کے غلاموں کو بھی حاصل ہے تو آپ کے نزدیک یہ شرک ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

(۳) اسماعیل دہلوی قتیل لکھتے ہیں۔

زنا کے خیال سے (نماز میں) اپنی بیوی سے جماع کا خیال بہتر ہے اور شیخ اوران جیسے معظمین خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں کی طرف اپنی توجہ کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کے تصور میں استغراق سے کہیں زیادہ برا ہے۔

(صراط مستقیم ص ۸۶ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

اس عبارت میں اسماعیل دہلوی قتیل نے حضور ﷺ کی بہت بڑی توہین کی ہے توہین کی صرف یہی وجہ نہیں کہ گدھے اور بیل کے تصور کے ساتھ آپ کی طرف توجہ لگا دینے کا ذکر ہے بلکہ آپ کی طرف توجہ لگا دینے کو گدھے اور بیل کے تصور میں استغراق سے زیادہ برا قرار دیا گیا ہے۔ اگر آدمی نماز میں ان آیات کی تلاوت کرے گا تو ضرور نبی پاک علیہ السلام کی طرف خیال جائے گا تو خیال تعظیم کے ساتھ آئے گا یا توہین کے ساتھ اگر تعظیم کے ساتھ آئے گا تو نمازی ویسے ہی کافر ہو جائے گا کیونکہ توہین انبیاء کفر ہے۔ اب اسماعیل دہلوی کے نزدیک نماز میں قرآن مجید پڑھنے کی کیا صورت ہوگی؟ اور نماز کے باہر تلاوت کرنا بھی شرک ٹھہرے گا کیونکہ اگر نماز میں نبی پاک ﷺ کی طرف خیال کا پھیرنا شرک کی طرف لے جا سکتا ہے تو نماز سے باہر بھی شرک کی طرف لے جا سکتا ہے۔ تو گویا اسماعیل دہلوی کے نزدیک نہ نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہیے نہ نماز کے باہر۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یا ایها الذین امنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا۔

ترجمہ: اے ایمان والو تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرنا۔

(سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۰۴)

اب ظاہر بات ہے کہ جو آدمی نماز میں یہ آیت کریمہ پڑھے گا اور کچھ سوجھ بوجھ رکھتا ہوگا تو ضرور غور کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ راعنا بولنے سے کیوں منع فرمایا تو پھر کیا یہ آیت کریمہ نماز میں پڑھنا منع ہے؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **یا ایها النبی یا ایها الرسول یا ایها المزمل یا ایها المدثر محمد رسول الله** قرآن مجید کے اندر سینکڑوں آیات اور بھی ہیں جہاں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جب نمازی یہ آیات پڑھے گا تو کیا ذہن میں رسول اللہ ﷺ کا تصور نہیں آئے گا اور جب **السلام علیك ایها النبی** پڑھے گا تو آپ ﷺ کا تصور نہیں آئے گا۔ اس طرح ایک حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا عبدالله بن بکر ثنا حاتم بن ابی صغیرة ابو یونس عن عمرو بن دینار ان کریبا اخبره ان بن عباس قال اتیت رسول الله ﷺ من آخر اللیل فصلیت خلفه فاخذ بیدی فجرنی فجعلنی حذاء ه فلما قبل رسول الله ﷺ علی صلاته خنست فصلی رسول الله ﷺ فلما انصرف قال لی ما شانی اجعلك حذائی فتخنس فقلت یارسول الله اوینبغی لاحد ان یصلی حذاء ك وانت رسول الله الذی اعطاك الله قال فاعجبته فدعا الله لی ان یزیدنی علما وفهما......

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رات کے آخری حصہ میں حضور ﷺ کے پاس آیا میں نے آپ کے پیچھے

اس کتاب میں ہر مسئلہ پر مختصر مگر جامع بحث کی گئی ہے۔ جن اصحاب کو زیادہ تفصیل منظور ہو وہ مسئلہ غیب میں الکلمۃ العلیا کا مطالعہ کریں کہ ایسی کتاب اس مسئلہ میں آج تک نہیں لکھی گئی اسی طرح دیگر مباحث میں اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز کی تصنیفات کا مطالعہ کریں۔

ہدایات

اس کتاب میں حسب ذیل باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

(۱) اپنے دعوے کی وضاحت۔

(۲) اس کے دلائل قرآن وحدیث اور بزرگان دین محدثین ومفسرین کے اقوال سے۔

(۳) اس کی تائید مخالفین کی کتابوں سے۔

(۴) مخالفین کے اعتراضات آیات قرآنیہ اور احادیث وغ اقوال فقہاء سے۔

(۵) اعتراضات کے جوابات قرآن واحادیث واقوال علماء کی روشنی میں۔

(۶) اپنے دعویٰ کے عقلی دلائل۔

(۷) مخالفین کے عقلی اعتراضات۔

(۸) ان کے عقلی جوابات۔

(۹) اس بات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ حتیٰ الامکان کتابوں کا صفحہ نہ نقل کیا جائے کیونکہ صفحے بدل جاتے ہیں بلکہ باب اور فصل اور اگر تفسیر کا حوالہ ہو تو پارہ سورۃ اور آیت۔

حاشیہ......☆

نماز پڑھی آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھینچا آپ نے مجھے اپنے آگے کیا جب حضور ﷺ اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو میں پھر پیچھے ہو گیا حضور ﷺ نے نماز پڑھ لی پھر نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ میں تمہیں اپنے آگے کرتا تھا اور تم پیچھے ہٹ جاتے تھے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا کسی شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ آپ کے آگے نماز پڑھے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں جس نے آپ کو (بلند رتبہ) عطا کیا ہے حضور ﷺ یہ بات سن کر خوش ہوئے پھر آپ نے اللہ سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے علم اور میرے فہم کو زیادہ کرے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰ رقم الحدیث ۳۰۶۱ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)، (فتح الباری ج ۱ ص ۶۲۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس حدیث مبارکہ میں تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عین نماز کی حالت میں حضور ﷺ کی تعظیم کی۔

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

عن عبداللہ قال صلیت ذات لیلۃ مع رسول اللہ ﷺ فلم یزل قائم حتی هممت بامر سوء قلت وما ذاك الامر قال هممت ان اجلس واتركه۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی میں حضور ﷺ کے ساتھ کھڑا رہا حتیٰ کہ میں نے ایک برے کام کا ارادہ کیا ہم نے پوچھا آپ نے کیا ارادہ کیا؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی کریم ﷺ کو قیام میں چھوڑ دوں۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۴۵۶ رقم الحدیث ۱۴۱۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۱۸۶ رقم الحدیث ۱۱۵۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۶ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)

حاشیہ......☆

اس حدیث مبارکہ میں تصریح ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عین نماز کی حالت میں حضور ﷺ کی تعظیم کی۔ نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کو برا کام جانا صرف اس لیے کہ میرے آقا ﷺ کھڑے ہوں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھ جائیں۔

عبدالماجد دریابادی دیوبندی لکھتے ہیں کہ انہوں نے تھانوی کو خط لکھا: نماز میں جی نہ لگنے کا مرض بہت پرانا ہے لیکن کبھی یہ تجربہ ہوا ہے کہ عین حالت نماز میں جب کبھی بجائے اپنے جناب (تھانوی) کو یا......کو نماز پڑھتے فرض کرلیا تو اتنی دیر تک نماز میں دل لگ گیا لیکن مصیبت یہ ہے کہ خود یہ تصور بھی عرصہ تک قائم نہیں رہتا بہرحال اگر یہ عمل محمود ہو تو تصویب فرمائی جائے ورنہ آئندہ احتیاط رکھوں۔ (تھانوی کا) جواب ملا محمود ہے جب دوسروں کو اطلاع نہ ہو ورنہ سم قاتل ہے۔

(حکیم الامت ص ۶۳۔۶۴ مطبوعہ اشرف پریس لاہور)

تھانوی کا قصداً خیال کرنا تو بہت اچھا اور جائز لیکن نبی کریم ﷺ کا خیال آجانا بھی بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بھی بہت ہی برا قرار دینا یہ رسول کریم ﷺ کی توہین و بے ادبی ہے یا نہیں؟

(۴) بانی دیوبند محمد قاسم نانوتوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

(تحذیر الناس ص ۳۴ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

نیز بانی دیوبند محمد قاسم نانوتوی دیوبندی اسی کتاب کے شروع میں لکھتے ہیں۔

اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں سو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

(تحذیر الناس ص ۳ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اس کفریہ عبارت میں نانوتوی نے ختم نبوت کا انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی بتائی ہوئی خاتمیت پر ایمان رکھنا جس پر تیرہ سو برس سے زائد سے امت محمدیہ کا یہ اجماع چلا آرہا ہے کہ حضور ﷺ کا زمانہ تمام سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد ہے اور آپ ﷺ سب میں آخری نبی ہیں یہ نانوتوی کے مطابق عوام کا خیال ہے اور یہ عقیدہ رکھنے والے نانوتوی کے نزدیک اہل فہم نہیں۔ اس عبارت میں نانوتوی نے کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رکھی بلکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اور حضور ﷺ کی بتائی ہوئی خاتمیت کے مقابلے میں نئی خاتمیت گھڑنے اور پوری امت محمدیہ کی مخالفت کرکے کفر وارتداد کا وبال سر پر لینے کی وجہ بیان کردی ہے۔

ناظرین اگر غور سے اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو ایک سمندر پائیں گے جس سے بیش قیمت موتی حاصل ہوں گے اس کتاب میں سخت الفاظی اور کج بحثی سے پرہیز کیا گیا ہے اہل انصاف سے امید ہے کہ حق قبول کریں اور باطل سے بچیں کہ اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

(آیت ۸۸ سورہ ۱۱ پارہ ۱۲)

اس کتاب کا نام حضرت قبلہ عالم امیر ملت شیخ المشائخ قطب الوقت عالم ربانی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری مدظلہ العالی ودامت برکاتہم القدسیہ نے جاء الحق وزھق الباطل حق آیا اور باطل مٹ گیا آیت ۸۱ سورہ ۱۷ پارہ ۱۵ تجویز فرمایا ہے میں نہایت فخر سے اس کتاب کو اسی نام سے موسوم کرتا ہوں اور اپنے رب سے امید کرتا ہوں کہ اس کتاب کو اسم بامسمی فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے اس قبول فرمائے۔ میرے لئے کفارہ سیات بنائے اور حسن خاتمہ نصیب فرمائے آمین۔

ضروری نوٹ:۔ مسلمانوں کا اصرار ہوا کہ اس کتاب میں تین مباحث اور زیادہ کئے جائیں (۱) سلطنت مصطفیٰ (۲) عصمت انبیاء (۳) بیس رکعت تراویح۔ چنانچہ اس سے پہلے ایڈیشن میں یہ تین بحثیں بڑھادی گئیں اور بھی دلائل کی زیادتی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمادے۔

ناچیز احمد یار خاں نعیمی اوجھانوی بدایونی

ناظم مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات مغربی پاکستان

۳ شعبان المعظم ۱۳۶۱ھ روز ایمان افروز شنبہ مبارکہ

فقیر ناچیز کے اس ادنیٰ سے خدمت و تخریج کا نام **الامام المحقق الحجۃ الثبت مرشد العلماء شیخ القرآن و الحدیث رئیس المحققین المحقق النبیل مفتی شاہ حسین گردیزی مدظلہ العالی** نے (**سعید الحق فی تخریج جاء الحق**) تجویز فرمایا ہے۔ میں نہایت فخر سے اس کو اسی نام سے موسوم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے استادوں کے درجات کو بلند فرمائے۔ اور ان کی خدمت کرنی کی توفیق عطا کرے۔ (آمین)

مزید در مزید

اس ایڈیشن میں مضامین اور دلائل بہت سے زیادہ کئے گئے اور ایک رسالہ **طلاق الاولہ فی حکم الطلاق الثلثہ** بڑھایا گیا۔ جس میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی ہوں گی نہ کہ ایک۔ رب تعالیٰ قبول فرمائے۔

الحمدللہ یہ کتاب اب ۱۳۹۵ھ میں اٹھائیسویں بار چھپ رہی ہے اکثر بار دو دو ہزار چھپی اور اللہ تعالیٰ کے فضل حضور ﷺ کے کرم سے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، افریقہ، لندن وغیرہ دور دراز ممالک میں پہنچی۔ یہ سب رب تعالیٰ کی کرم نوازی ہے اس اٹھائیسویں ایڈیشن میں بہت تھوڑا سا اضافہ کیا گیا ہے۔

احمد یار خاں نعیمی اوجھانوی بدایونی

مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات (مغربی پاکستان)

۱۹ شوال ۱۳۸۵ھ ۲۲ فروری ۱۹۶۶ء دوشنبہ

مزید در مزید

فقیر ناچیز نے بھی اس کتاب میں کئی اضافے کئے ہیں اور ان اختلافی مسائل میں چند مسائل کے رسائل کو بھی شامل کئے ہے جو اس کتاب میں شامل نہیں تھے ان میں مسئلہ نور و بشر، اور وسیلہ کے بارے میں حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے الگ رسالے تھے ان کو بھی اس کتاب میں شامل کر دیا ہے ان کے علاوہ فقیر ناچیز کے چند اختلافی مسائل پر رسالے جو اس کتاب میں شامل نہیں تھے ان کو بھی شامل کر دیا ہے مثلاً اذان سے پہلے درود و سلام کا شرعی حکم، اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا شرعی حکم وغیرہ رسائل شامل ہیں۔

خادم علمائے اہل سنت

سعید اللہ خان قادری

نارتھ ناظم آباد پہاڑ گنج عثمان غنی کالونی بلاک R کراچی

7 مارچ 2009 بروز ہفتہ رات ۱۲ بج کر ۳۰ منٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

چونکہ اس کتاب میں ہر مسئلہ کے متعلق قرآنی آیات پیش کی جاویں گی۔ اور ان آیات کی تفسیر بھی بیان ہوگی۔ اس لئے تفسیر قرآن کے متعلق حسب ذیل باتیں لحاظ میں رکھنا ضروری ہیں۔

ایک تو ہے قرآن کی تفسیر دوسری قرآن کی تاویل۔ تیسری قرآن کی تحریف ان کی علیحدہ علیحدہ تعریفیں ہیں اور علیحدہ علیحدہ احکام۔

(۱) قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرنا حرام ہے بلکہ اس کے لئے نقل کی ضرورت ہے قرآن کی جائز تاویل اپنے علم و معرفت سے کرنا جائز اور باعث ثواب ہے قرآن پاک کی تحریف کرنا کفر ہے۔

تفسیر:۔ قرآن کریم کے وہ احوال بیان کرنا ہیں جو عقل سے معلوم نہ ہوسکیں۔ ان میں نقل کی ضرورت ہو جیسے آیات کا شان نزول یا آیات کا ناسخ و منسوخ ہونا۔ اگر کوئی شخص بغیر حوالہ نقل اپنی رائے سے کہدے کہ فلاں آیت منسوخ ہے یا فلاں آیت کا یہ شان نزول ہے تو معتبر نہیں بلکہ کہنے والا گنہگار ہے۔

ما ننسخ من اية او ننسها نات بخير منها او مثلها الم تعلم ان الله على كل شىء قدير۔

ترجمہ: جو منسوخ کرتے ہیں کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں لاتے ہیں بہتر اس سے یا اس کی مثل کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(پارہ ۱ سورہ ۲ آیت ۱۰۶)

(۱) مشکوۃ کتاب العلم فصل دوم میں ہے۔

من قال فى القرآن برايه فليتبوء مقعده من النار۔

ترجمہ: جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برایہ ج ۵ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۲۹۵۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبری للنسائی ج ۵ ص ۳۰ رقم الحدیث ۸۰۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۴۲۳ رقم الحدیث ۲۲۷۵۔ ۲۲۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۳۳ رقم الحدیث ۲۰۶۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۳۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

مشکوۃ میں اسی جگہ ہے۔

من قال فى القرآن برايه فاصاب فقد اخطا۔

ترجمہ: جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے کچھ کہا۔ پس صحیح کہہ گیا تو بھی اس نے غلطی کی۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برایہ ج ۵ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۲۹۵۱۔ ۲۹۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبری للنسائی ج ۵ ص ۳۱ رقم الحدیث ۸۰۸۵۔ ۸۰۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲ ص ۱۶۳ رقم الحدیث ۱۶۷۲ مطبوعہ مطبعۃ الزہراء الحدیثہ عراق)، (مسند ابو یعلی ج ۳ ص ۹۰ رقم الحدیث ۱۵۲۰ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (طبرانی الاوسط ج ۵ ص ۲۰۸ رقم الحدیث ۵۱۰۱ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۴۲۳ رقم الحدیث ۲۲۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،

اب تفسیر قرآن کے چند مرتبے ہیں۔ تفسیر بالقرآن۔ یہ سب سے مقدم ہے۔اس کے بعد تفسیر قرآن بالآحادیث۔ کیونکہ حضور علیہ السلام صاحب قرآن ہیں۔ان کی تفسیر قرآن نہایت ہی اعلیٰ۔ پھر قرآن کی تفسیر صحابہ کرام کے قول سے خصوصاً فقہاء صحابہ اور خلفائے راشدین کی تفسیر۔

رہی تفسیر قرآن تابعین کے قول سے۔ یہ اگر روایت سے ہے تو معتبر ورنہ غیر معتبر ماخوذ از اعلاء کلمۃ اللہ للعلامہ گولڑوی قدس سرہ۔

(۲) تاویل قرآن یہ ہے کہ آیات قرآنیہ کے مضامین اور اس کی باریکیاں بیان کرے اور صرفی ونحوی قواعد سے اس میں طرح طرح سے نکات نکالے۔ یہ اہل علم کے لئے جائز ہے۔ان میں نقل کی ضرورت نہیں اس کا ثبوت قرآنی آیات سے اور احادیث نبویہ واقوال فقہاء سے ہے۔

رب کریم فرماتا ہے:

افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔

ترجمہ: تو کیا یہ قرآن میں غور نہیں کرتے اگر یہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

(پارہ ۵ سورۃ نساء آیت نمبر ۸۲)

تفسیر روح البیان میں اس آیت کے ماتحت **یتدبرون** کی تفسیر میں فرماتے ہیں **یتاملون ویتبصرون ما فیہ** یعنی کیوں نہیں غور کرتے اس کے معنیٰ میں اور کیوں نہیں عقل سے دیکھتے۔ان خوبیوں کو جو قرآن میں ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۹۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مشکوۃ کتاب القصاص فصل اول میں ہے کہ کسی صاحب نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس قرآن کے سوا کچھ اور بھی عطیہ مصطفیٰ ہے علیہ الصلوۃ والسلام۔ تو فرمایا کہ:

ما عندنا الا ما فی القرآن الا فهما یعطی رجل فی کتابه۔

ترجمہ: ہمارے پاس اس قرآن کے سوا۔اور کچھ نہیں ہاں وہ علم وفہم ہے جو کسی کو کتاب الٰہی کے متعلق عطا کر دی جاتی ہے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب القصاص فصل اول ص ۳۰۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی حدیث کے ماتحت مرقاۃ میں ہے۔

والمراد منه ما یستنبط به المعانی ویدرك به الاشارات والعلوم الخفیة۔

ترجمہ: اس فہم سے مراد وہ علم ہے جس سے قرآن کے معنے مستنبط کئے جائیں اور جس سے اشارات معلوم ہوں اور چھپے ہوئے علوم کا پتہ لگے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۷ ص ۵۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآنی معنے میں غور کرنا اور علم وعقل سے کام لینا اس سے مسائل کا استنباط کرنا جائز ہے۔ ہر جگہ نقل کی ضرورت نہیں۔

جمل حاشیہ جلالین میں ہے۔

اصل التفسیر الکشف واصل التاویل الرجوع وعلم التفسیر علم عن احوال القران من حیث دلالته علی مراد الله تعالی بحسب الطاقة البشریة ثم هو قسمان تفسیر وهو ما لا یدرك الا بالنقل کاسباب النزول وتاویل وهو ما یمکن ادراکه بالقواعد العربیة فهو مما یتعلق بالدرایة والسر فی جواز

التاویل بالرای بشر وطه دون التفسیر ان التفسیر کشهادة علی الله قطع بالله عنی بهذا اللفظ هذا المعنی ولا یجوز الا بتوقیف ولذا جزم الحاکم بان تفسیر الصحابی فی حکم المرفوع والتاویل ترجیح لاحد المحتملات بلاقطع۔

ترجمہ: تفسیر کے لغوی معنے ہیں ظاہر کرنا اور تاویل کے معنے ہیں لوٹنا علم تفسیر قرآن پاک کے ان حالات کا جاننا ہے جو اللہ کی مراد کو بتائیں طاقت انسانی کے مطابق پھر اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو تفسیر اور تفسیر وہ ہے جو نقل کے بغیر نہ معلوم ہو سکے اور ایک تاویل اور تاویل وہ ہے جس کو عربی قاعدوں سے معلوم کر سکیں پس تاویل کا تعلق فہم سے ہے اور تاویل کے رائے سے جائز ہونے میں اور تفسیر کے رائے سے ناجائز ہونے میں راز یہ ہے کہ تفسیر تو خدائے پاک پر گواہی دینا ہے اور اس کا یقین کرنا ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کلمہ کے یہ ہی معنی مراد لئے ہیں اور یہ بغیر بتائے جائز نہیں اسی لئے حاکم نے فیصلہ کر دیا کہ صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہے اور تاویل چند احتمالات میں سے بعض کو ترجیح دے دینے کا نام ہے وہ بھی بلا یقین۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ کتاب العلم فصل دوم میں من قال فی القرآن برایہ کے تحت فرماتے ہیں۔

ای تکلم فی معناه اوفی قراته من تلقاء نفسه من غیر تتبع اقوال الائمة من اهل اللغة والعربية للقواعد الشرعية بل یحسب ما یقتضیه عقله وهو مما یتوقف علی النقل کاسباب النزول والناسخ والمنسوخ۔

ترجمہ: یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے معنی یا اس کی قراءت میں اپنی طرف سے کلام کرے لغت اور زبان جاننے والے اماموں کے قول کی تلاش نہ کرے شرعی قاعدوں کا لحاظ نہ رکھے بلکہ اس طرح کہدے جس کو اس کی عقل چاہے حالانکہ یہ معنے ایسے ہوں کہ جن کا سمجھنا نقل پر موقوف ہو جیسے کہ شان نزول اور ناسخ و منسوخ۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب العلم فصل دوم ج ۱ ص ۲۹۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترمذی جلد دوم کتاب التفسیر کے شروع میں ہے:

وهکذا روی عن بعض اهل العلم من اصحاب النبی علیه السلام وغیرهم انهم شددوا فی هذا فی ان یفسر القرآن بغیر علم۔

ترجمہ: بعض اہل علم صحابہ کرام وغیرہ سے یہ ہی روایت ہے کہ وہ حضرات اس میں بہت سختی کرتے تھے کہ قرآن کی تفسیر بغیر علم کی جائے۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برایہ ج ۵ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۲۹۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کے حاشیہ میں مجمع البحار سے نقل فرمایا:

لا یجوز ان یراد ان لایتکلم احد فی القرآن الا بما سمعه فان الصحابة قد فسروا واختلفوا فیه علی وجوه ولیس کل ما قالوه سمعوه منه ولانه لایفید دعاءه علیه السلام اللهم فقهه فی الدین وعلمه التاویل۔

ترجمہ: یہ تو جائز نہیں کہ اس عبارت کی یہ مراد ہو کہ کوئی بھی قرآن میں بغیر سنے ہوئے کچھ کلام ہی نہ کرے کیونکہ صحابہ کرام نے قرآن کی تفسیریں کیں اور آپس میں بہت طرح ان میں اختلاف رہا اور ان کی ہر بات تو سنی ہوئی نہ تھی نیز پھر حضور علیہ السلام کا یہ دعا فرمانا بیکار ہوگا کہ اے اللہ ان کو دینی فقہ دے اور ان کو تاویل سکھادے۔

نیز حضرت امام غزالی نے احیاء العلوم باب ہشتم میں فصل چہارم اس مقصد کے لئے مقرر کی ہے کہ قرآن کا سمجھنا بغیر نقل بھی جائز ہے وہ فرماتے ہیں کہ قرآن کے ایک ظاہری معنے ہیں اور ایک باطنی علماء ظاہری معنے کی تحقیق کرتے ہیں۔ اور صوفیائے کرام باطنی کی۔ حضرت علی رضی

اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ۷۰ اونٹ بھر دوں۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص قرآن سمجھ لیتا ہے وہ تمام علوم کو بیان کرسکتا ہے۔ پھر جو حدیث میں یہ آیا کہ جو شخص اپنی رائے سے قرآن میں کہے وہ خطا کار ہے اس کا مطلب یہ ہی ہے کہ جن باتوں کا علم بغیر نقل نہیں ہوسکتا۔ ان کو رائے سے بیان کرنا حرام ہے۔ دیکھو اس کی پوری بحث احیاء العلوم شریف کے اسی باب اسی فصل میں۔

(احیاء العلوم الباب الرابع فی فھم القرآن وتفسیرہ بالرای من غیر نقل ج ۱ ص ۲۸۸۔۲۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز آئمہ دین کا قرآنی آیات میں بڑا اختلاف رہتا ہے ایک صاحب کسی جگہ وقف کرتے ہیں۔ تو دوسرے اور جگہ ایک صاحب اسی آیت سے ایک مسئلہ نکالتے ہیں۔ دوسرے صاحب اس کے خلاف۔ جیسے کہ تہمت زنا لگانے والے کی گواہی متشابہات کا علم وغیرہ۔ تو اگر آپ اپنے علم سے کلام الٰہی میں بالکل کلام نہیں کرسکتے ہر ہر بات کے لئے نقل کی ضرورت ہے تو یہ اختلاف کیسا۔

(۳) تحریف یہ ہے کہ قرآن کے ایسے معنے یا مطلب بیان کرے جو کہ اجماع امت یا عقیدہ اسلامیہ یا اجماع مفسرین کے خلاف ہو یا خود تفسیر قرآن کے خلاف ہے اور کہے کہ اس آیت کے وہ معنی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ معنے ہیں جو میں نے کہے۔ یہ صریح کفر ہے جیسے آیات قرآنیہ اور قراءت کا انکار کفر ہے ایسے ہی قرآن کے متواتر معنے کا انکار کفر ہے جیسے کہ مولوی قاسم نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کے معنے کئے۔ اصلی نبی۔ اور معنے آخری نبی کو خیال عوام یعنی غلط کہا اور نبوت کی دو قسمیں کر ڈالیں۔ اصلی اور عارضی۔ حالانکہ امت کا اجماع اور احادیث کا اتفاق اس پر ہے کہ خاتم النبیین کے معنے ہیں آخری نبی۔ اور حضور علیہ السلام کے زمانہ میں یا بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ یہ تحریف ہے۔ اسی قرآن کریم کی جن آیتوں میں غیر اللہ کو پکارنے کی ممانعت کی گئی ہے وہاں مفسرین کا اجماع ہے کہ اس سے مراد غیر خدا کو پوجنا ہے جیسے **ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک ولا یضرک** (پارہ ۱۱ سورہ ۱۰ آیت نمبر ۱۰۶) خدا کے سوا ان کو نہ پوجو جو نفع نقصان نہ پہنچا سکیں۔

نیز قرآن کریم خود اس کی تفسیر فرماتا ہے **ومن یدع مع اللہ الٰھا اخر** (پارہ ۱۸ سورہ ۲۳ آیت نمبر ۱۱۷) جو شخص خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو پوجے۔

اب اسی تفسیر اور اجماع کے ہوتے ہوئے جو کہے کہ غیر اللہ کو پکارنا منع ہے۔ وہ قرآن میں تحریف کرتا ہے اس بحث کو خوب اچھی طرح خیال میں رکھنا چاہئے بہت فائدہ مند ہے اور آئندہ کام آئے گی۔



تقلید کی بحث

تقلید کے باب میں پانچ باتیں خیال میں رہنا ضروری ہیں (۱) تقلید کے معنی اور اس کی قسمیں (۲) تقلید کونسی ضروری ہے اور کونسی منع (۳) تقلید کس پر لازم ہے اور کس پر نہیں (۴) تقلید کے واجب ہونے دلائل (۵) تقلید پر اعتراضات اور ان کے مکمل جوابات۔ اس لئے اس بحث کے پانچ باب کئے جاتے ہیں۔

حاشیہ......☆

غیر مقلدیت ایک ایسا فتنہ ہے جس نے بیشتر مقامات پرلوگوں کو آزمائش اور پریشانی میں مبتلاء کررکھا ہے اس جماعت کے لوگ جہاں کہیں جاتے ہیں وہاں کی اچھی خاصی پرسکون فضا میں ہنگامہ اور شورش برپا کردیتے ہیں اختلافی مسائل کو ہوا دے کر ماحول کو گرم کرنا اس جماعت کے بہت سے افراد کا خاص مشغلہ ہے۔ ہندوستان میں ۱۲۴۵ھ کے میں یہ نیا فرقہ ظاہر ہوا جس کے بانی عبدالحق بنارسی تھے یہ لوگ تقلید کو شرک کہتے ہیں اور مذاہب اربعہ کو مشرک فرقہ کہتے ہیں اور اپنے آپ کو ناجی گروہ کہتے ہیں۔

شروع دور میں اگرچہ بہت سے مجتہدین امت گزرے ہیں لیکن ان سب کی الگ الگ باقاعدہ اس انداز میں فقہ کی تدوین نہیں ہوسکی کہ ان کی تقلید کرنے والا دوسروں سے بے نیاز ہوجائے۔ یہ فخر وامتیاز اللہ تعالیٰ نے حضرات ائمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، امام مالک رضی اللہ عنہ، امام شافعی رضی اللہ عنہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک کے مذہب کی جزئیات اور اصول اس انداز میں مدون ہوئے کہ جو شخص دین کے جس مسئلہ میں رہنمائی چاہے اس کو ہر مذہب میں رہنمائی مل سکتی ہے۔

لیکن یہ ظالم غیر مقلدین ان اماموں کو طاغوت کہتے ہیں اور مقلدین کو مشرک کہتے ہیں یہ لوگ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ اس لئے تقریباً تمام محدثین وفقہاء کرام مقلدین ہیں اور ان گمراہوں کے فتویٰ سے یہ تمام کافر ہوئے۔

ان هذا المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة او من يعتد منها على جواز تقليدها الى يومنا هذا۔ وفى ذالك من المصالح مالا يخفى لاسيما فى هذه الايام التى قصرت فيها الهمم جدا فاشربت النفوس الهوى واعجب كل ذى راى برايه۔

ترجمہ: یہ چاروں مذاہب جو مدون ومرتب ہیں ان کی تقلید پر آج تک امت کے معتبر افراد کا اتفاق چلا آرہا ہے۔ اور اس میں جو مصالح ہیں وہ مخفی نہیں خاص کر اس زمانہ میں جبکہ لوگوں کی ہمتیں کوتاہ ہوگئی ہیں اور خواہش نفس لوگوں کے قلوب میں جاگزیں ہوچکی ہے اور اپنی رائے کو ہی اچھا سمجھنے کا دور دورہ ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص ۱۵۴)

علامہ آمدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

انه لم تزل العامة فى زمن الصحابة والتابعين قبل حدوث المخالفين يستفتون المجتهدين

باب اوّل

تقلید کے معنی اور اس کے اقسام

تقلید کے دو معنی ہیں۔ ایک لغوی۔ دوسرے شرعی۔ لغوی معنی ہیں۔ قلادہ درگردن بستن گلے میں ہار یا پٹہ ڈالنا۔ تقلید کے شرعی معنی یہ ہیں کہ کسی کے قول و فعل کو اپنے پر لازم شرعی جاننا یہ سمجھ کر کہ اس کا کلام اور اس کا کام ہمارے لئے حجت ہے کیونکہ یہ شرعی محقق ہے۔ جیسے کہ ہم مسائل شرعیہ میں امام صاحب کا قول و فعل اپنے لئے دلیل سمجھتے ہیں اور دلائل شرعیہ میں نظر نہیں کرتے۔

حاشیہ حسامی باب متابعت رسول اللہ ﷺ میں صفحہ ۸۶ پر شرح مختصر المنار سے نقل کیا اور یہ عبارت نور الانوار بحث تقلید میں بھی ہے:

التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما سمعه یقول اوفی فعله علی زعم انه محق بلا نظر فی الدلیل۔

ترجمہ: تقلید کے معنی ہیں کسی شخص کا اپنے غیر کی اطاعت کرنا اس میں جو اس کو کہتے ہوئے یا کرتے ہوئے سن لے یہ سمجھ کر کہ وہ اہل تحقیق میں سے ہے بغیر دلیل میں نظر کئے ہوئے۔

(حسامی شرح نامی ص ۱۹۰ مطبع مجتبائی دہلی)

حاشیہ......☆

ویتبعونهم فی احکام الشریعة۔

ترجمہ: مخالفین کے ظہور سے قبل صحابہ و تابعین کے دور میں عام معمول یہ تھا کہ لوگ مجتہدین سے مسائل دریافت کرتے اور احکام شریعت میں ان کی پیروی کرتے تھے۔

(الاحکام فی اصول الاحکام ج ۴ ص ۱۹۸ مطبوعہ موسسۃ الحلبی القاھرۃ)

تقلید کا لغوی معنی قلادہ ہے قلادہ پٹے اور ہار کو کہتے ہیں اگر جانور کے گلے میں ہو تو پٹہ انسان کے گلے میں ہو تو ہار۔ اب قرینہ اور موقعہ کے لحاظ سے الگ الگ چیز کو کہتے ہیں یعنی قلادہ جب حیوان کے گلے میں ڈالا جائے تو پٹہ کہلاتا ہے اور اگر انسان کے گلے میں ہو تو ہار کہا جاتا ہے۔

والقلادة ما جعل فی العنق یکون للانسان والفرس والکلب التی تهدی ونحوها۔

(لسان العرب ج ۳ ص ۳۶۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

منجد میں ہے:

القلادة قلائد وقلاد ما جعل فی العنق من الحلی۔

(منجد ج ۱ ص ۶۴۹ مطبوعہ ایران)

حدیث مبارکہ میں بھی اس کا ذکر ہے:

استعارت من اسماء قلادة۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار مانگا تھا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نیز امام غزالی کتاب المستصفٰی جلد دوم صفحہ ۳۸۷ مطبوعہ مصر میں فرماتے ہیں التقلید ھو قبول قول بلا حجۃ۔
مسلم الثبوت میں ہے:
التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجتہ۔
ترجمہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوا اس تعریف سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی اطاعت کرنے کو تقلید نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ان کا ہر قول و فعل دلیل شرعی ہے تقلید میں ہوتا ہے۔ دلیل شرعی کو نہ دیکھنا۔ لہذا ہم حضور علیہ السلام کے امتی کہلائیں گے نہ کہ مقلد۔ اسی طرح صحابہ کرام وآئمہ دین حضور علیہ السلام کے امتی ہیں نہ کہ مقلد اسی طرح عالم کی اطاعت جو عام مسلمان کرتے ہیں اس کو بھی تقلید نہ کہا جائے گا کیونکہ کوئی بھی ان عالموں کی بات یا ان کے کام کو اپنے لئے حجت نہیں بناتا۔ بلکہ یہ سمجھ کر ان کی بات مانتا ہے کہ مولوی آدمی ہیں کتاب سے دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے اگر ثابت ہو جائے کہ ان کا یہ فتویٰ غلط تھا کتب فقہ کے خلاف تھا تو کوئی بھی نہ مانے بخلاف قول امام ابوحنیفہ کے کہ اگر وہ حدیث یا قرآن یا اجماع امت دیکھ کر مسئلہ فرمادیں تو بھی قبول اور اگر اپنے قیاس سے حکم دیں تو بھی قبول ہوگا یہ فرق ضرور یاد رہے۔

حاشیہ......☆

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔
الامام العلامۃ المغرب شیخ الاسلام ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمری الاندلیسی القرطبی المالکی۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱ص ۴۴۰۔۴۴۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)
النواوی الامام الحافظ الاوحد القدوۃ شیخ الاسلام علم الاولیاء محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف بن مری الحزامی الحورانی الشافعی صاحب التصانیف النافعۃ۔
(تذکرۃ الحفاظ ج ۴ص ۱۴۷۰ برقم ۱۱۶۲ مطبوعہ دار صمیعی الریاض)
وامام الشافعیۃ ببغداد ابو اسحاق المروزی۔
(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ص ۸۵۵ مطبوعہ دار صمیعی الریاض)
البغوی الامام الحافظ الفقیہ المجتہد محیی السنۃ ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد الفراء الشافعی صاحب معالم التنزیل......
(تذکرۃ الحفاظ ج ۴ص ۱۲۵۷ برقم ۱۰۶۲ مطبوعہ دار صمیعی الریاض)
المزی شیخنا الامام العالم الحبر الحافظ الاوحد محدث الشام جمال الدین ابو الحجاج یوسف بن الزکی عبدالرحمن بن یوسف القضاعی الدمشقی الشافعی۔
(تذکرۃ الحفاظ ج ۴ص ۱۴۹۸ برقم ۱۱۷۶ مطبوعہ دار صمیعی الریاض)
الحمیدی الامام العلم ابوبکر عبداللہ بن الزبیر القرشی الاسدی الحمیدی المالکی۔
(تذکرۃ الحفاظ ج ۲ص ۴۱۳ برقم ۴۱۹ مطبوعہ دار صمیعی الریاض)
ابن دقیق العید الامام الفقیہ المجتہد المحدث الحافظ العلامۃ شیخ الاسلام تقی الدین ابو الفتح محمد بن علی بن وہب بن مطیع القشیری المنفلوطی الصعیدی المالکی والشافعی۔
(تذکرۃ الحفاظ ج ۴ص ۱۴۸۱ برقم ۱۱۶۸ مطبوعہ دار صمیعی الریاض)

تقلید دوطرح کی ہے۔تقلید شرعی اور غیر شرعی۔تقلید شرعی تو شریعت کے احکام میں کسی کی پیروی کرنے کو کہتے ہیں جیسے روزے،نماز، حج،زکوۃ وغیرہ کے مسائل میں آئمہ دین کی اطاعت کی جاتی ہے اور تقلید غیر شرعی دنیاوی باتوں میں کسی کی پیروی کرنا ہے جیسے طبیب لوگ علم طب میں بوعلی سینا کی اور شاعر لوگ داغ امیر یا مرزا غالب کی یا نحوی وصرفی لوگ سیبویہ اور خلیل کی پیروی کرتے ہیں اسی طرح ہر پیشہ اور پیشہ میں اس فن کے ماہرین کی پیروی کرتے ہیں یہ تقلید دنیاوی ہے۔

صوفیائے کرام جو وظائف واعمال میں اپنے مشائخ کے قول وفعل کی پیروی کرتے ہیں وہ تقلید دینی تو ہے مگر تقلید شرعی نہیں بلکہ تقلید فی الطریقت ہے اس لئے یہ شرعی مسائل حرام وحلال میں تقلید نہیں ہاں جس چیز میں تقلید ہے وہ دینی کام ہے۔

تقلید غیر شرعی اگر شریعت کے خلاف ہے تو حرام ہے اگر خلاف اسلام نہ ہو تو جائز ہے بوڑھی عورتیں اپنے باپ داداؤں کی ایجاد کی ہوئی شادی غمی کی ان رسموں کی پابندی کریں جو خلاف شریعت ہیں تو حرام ہے طبیب لوگ جو طبی مسائل میں بوعلی سینا وغیرہ کی پیروی کریں جو کہ مخالف اسلام نہ ہوں تو جائز ہے اسی پہلی قسم کی حرام تقلید کے بارے میں قرآن کریم جگہ جگہ ممانعت فرماتا ہے اور ایسی تقلید کرنے والوں کی برائی فرماتا ہے۔

و لا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه و كان امره فرطا۔

ترجمہ: اور اس کا کہانہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

(پارہ۱۵سورۃ الکہف آیت نمبر۲۸)

وان جاهداك على ان تشرك بى ما ليس لك به علم فلا تطعهما۔

ترجمہ: اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرا اس کو جس کا تجھ کو علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان۔

(پارہ۲۱سورۃ لقمان آیت نمبر۱۵)

واذا قيل لهم تعالوا الى ما انزل الله والى الرسول قالوا حسبنا ما وجدنا عليه اباء نا اولو كان اباوهم لا يعلمون شيئا ولا يهتدون۔

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اس طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف کہیں ہم کو وہ بہت ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔اگر چہ ان کے باپ دادا کچھ نہ جانیں اور نہ راہ پر ہوں۔

(پارہ۷سورۃ۵آیت نمبر۱۰۴)

حاشیہ......☆

شیخ الاسلام حافظ الحدیث امام ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد بن علی الھروی متوفی ۴۸۱ھ کے بارے میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ وہ حنبلی ہونے کے ساتھ منبر پر اس کی وصیت بھی کرتے تھے:

انا حنبلى ما حيت وان امت
فوصيتى للناس ان يتحنبلوا

ترجمہ: میں حنبلی ہوں جب تک زندہ رہوں اور جب مر گیا تو لوگوں کو میری یہی وصیت ہے کہ حنبلی ہو جائیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۱۱۸۶مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)

یہ ایک مختصری جھلک تھی جو آپ نے ملاحظہ فرمائی اس لیے یہ بیان ختم ہونے والا نہیں اس کو پورا بیان نہیں کیا جاسکتا ہے بارہویں صدی تک عدم تقلید کا کوئی چرچا نہیں تھا اب غیر مقلدین بتائے کیا یہ تمام فقہاء کرام مشرک تھے۔

و اذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباء نا۔

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاوے کہ اللہ کے اتارے ہوئے پر چلو تو کہیں گے ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔
(پارہ۲سورہ۲آیت نمبر۱۷۰)

ان میں اور ان جیسی آیتوں میں اسی تقلید کی برائی فرمائی گئی ہے جو شریعت کے مقابلہ میں جاہل باپ داداؤں کے حرام کاموں میں کی جاوے کہ چونکہ ہمارے باپ دادا ایسا کرتے تھے ہم بھی ایسا کریں گے چاہے یہ کام جائز ہو یا ناجائز۔ رہی شرعی تقلید اور آئمہ دین کی اطاعت اس سے ان آیات کو کوئی تعلق نہیں ان آیتوں سے تقلید آئمہ کو شرک یا حرام کہنا محض بے دینی ہے۔اس کا بہت خیال رہے۔



دوسرا باب

کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے کن میں نہیں

تقلید شرعی میں کچھ تفصیل ہے شرعی مسائل تین طرح کے ہیں(۱) عقائد (۲) وہ احکام جو صراحۃً قرآن پاک یا حدیث شریف سے ثابت ہوں اجتہاد کو ان میں دخل نہ ہو(۳) وہ احکام جو قرآن یا حدیث سے استنباط و اجتہاد کر کے نکالے جائیں۔

عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔تفسیر روح البیان آخر سورہ ھود زیر آیت **نصیبھم غیر منقوص** (پارہ۱۲سورہ۱۱آیت نمبر۱۰۹) میں ہیں **وفی الایۃ ذم التقلید وھو قبول قول الغیر بلا دلیل وھو جائز فی الفروع والعملیات ولا یجوز فی اصول الدین والاعتقادیات بل لا بد من النظر والاستدلال** (تفسیر روح البیان ج۴ص۲۵۰مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ توحید و رسالت وغیرہ تم نے کیسے مانی تو یہ نہ کہا جاوے گا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے فرمانے سے یا کہ فقہ اکبر سے بلکہ دلائل توحید و رسالت سے کیونکہ عقائد میں تقلید نہیں ہوتی۔

مقدمہ شامی بحث تقلید المفضول الافضل میں ہے۔

(عن معتقدنا) ای عما نعتقدہ من غیر المسائل الفرعیۃ مما یجب اعتقادہ علی کل مکلف بلا تقلید لاحد وھو ما علیہ اھل السنۃ والجماعۃ وھم الاشاعرۃ والماتریدیۃ۔

ترجمہ: یعنی جن کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں فرعی مسائل کے علاوہ کہ جن کا اعتقاد رکھنا ہر مکلف پر بغیر کسی کی تقلید کے واجب ہے وہ عقائد وہ ہی ہیں جن اہل سنت والجماعت ہیں اور اہل سنت اشاعرہ اور ماتریدیہ ہیں۔
(ردالمحتار علی درالمختار بحث تقلید المفضول الافضل ج۱ص۳۶مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نیز تفسیر کبیر پارہ دس زیر آیت **فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ** (پارہ۱۰سورہ۹آیت نمبر۶) میں ہے **ھذہ الایۃ تدل علی ان التقلید غیر کاف فی الدین وانہ لابد من النظر والاستدلال** (ترجمہ:......یہ آیہ کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اصول دین میں تقلید غیر کافی ہے اور اس میں نظر و استدلال ضروری ہے۔تفسیر کبیر ج۱۵ص۲۲۸سعید اللہ) صریح احکام میں بھی کسی کی تقلید جائز نہیں۔پانچ نمازیں، نماز کی رکعتیں، تیس روزے میں کھانا پینا حرام ہونا یہ وہ مسائل ہیں جن کا ثبوت نص سے صراحۃً ہے اس لئے یہ نہ کہا

جائے گا کہ نمازیں پانچ اس لئے ہیں یا روزے ایک ماہ کے اس لئے ہیں کہ فقہ اکبر میں لکھا ہے یا امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے بلکہ اس کے لئے قرآن وحدیث سے دلائل دیئے جائیں گے۔

جو مسائل قرآن وحدیث یا اجماع امت سے اجتہاد واستنباط کر کے نکالے جائیں۔ ان میں غیر مجتہد پر تقلید کرنا واجب ہے مسائل کی جو ہم نے تقسیم کر دی اور بتا دیا کہ کون سے مسائل تقلیدیہ ہیں اور کون سے نہیں اس کا بہت لحاظ رہے بعض موقعہ پر غیر مقلد اعتراض کرتے ہیں کہ مقلد کو حق نہیں ہوتا کہ دلائل سے مسائل نکالے پھر تم لوگ نماز روزے کے لئے قرآنی آیتیں یا احادیث کیوں پیش کرتے ہو اس کا جواب بھی اس امر میں آ گیا کہ روزہ نماز کی فرضیت تقلیدی مسائل سے نہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ سوائے احکام خبر وغیرہ میں تقلید نہ ہوگی۔ جیسے کہ کفر یزید وغیرہ۔ نیز قیاسی مسائل میں فقہاء کا قرآن وحدیث سے دلائل پیش کرنا صرف مانے ہوئے مسائل کی تائید کیلئے ہوتا ہے وہ مسائل پہلے ہی سے قول امام سے مانے ہوئے ہوتے ہیں تو بلا نظر فی الدلیل کے یہ معنی نہیں کہ مقلد دلائل دیکھے ہی نہیں بلکہ یہ دلائل سے مسائل حل نہ کرے۔

تیسرا باب

کس پر تقلید کرنا واجب ہے اور کس پر نہیں

مکلف مسلمان دو طرح کے ہیں ایک مجتہد۔ دوسرے غیر مجتہد۔ مجتہد وہ ہے جس میں اس قدر علمی لیاقت اور قابلیت ہو کہ قرآنی اشارات ورموز سمجھ سکے اور کلام کے مقصد کو پہچان سکے اس سے مسائل نکال سکے۔ ناسخ ومنسوخ کا پورا علم رکھتا ہو۔ علم صرف ونحو وبلاغت وغیرہ میں اس کو پوری مہارت حاصل ہو احکام کی تمام آیتوں اور احادیث پر اس کی نظر ہو۔ اس کے علاوہ ذکی اور خوش فہم ہو دیکھو تفسیرات احمدیہ وغیرہ جو کہ اس درجہ پر نہ پہنچا ہو وہ غیر مجتہد یا مقلد ہے۔ غیر مجتہد پر تقلید ضروری ہے۔ مجتہد کے لئے تقلید منع۔ مجتہد کے چھ طبقے ہیں (۱) مجتہد فی الشرع (۲) مجتہد فی المذہب (۳) مجتہد فی المسائل (۴) اصحاب التخریج (۵) اصحاب الترجیح (۶) اصحاب التمیز (مقدمہ شامی بحث طبقات الفقہاء)

(۱) مجتہد فی الشرع وہ حضرات ہیں جنہوں نے اجتہاد کرنے کے قواعد بنائے۔ جیسے چاروں امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(۲) مجتہد فی المذہب وہ حضرات ہیں جو ان اصول میں تقلید کرتے ہیں اور ان اصول سے مسائل شرعیہ فرعیہ خود استنباط کر سکتے ہیں جیسے امام ابویوسف ومحمد ابن مبارک رحمہم اللہ اجمعین۔ کہ یہ قواعد میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں اور مسائل میں خود مجتہد۔

(۳) مجتہد فی المسائل وہ حضرات ہیں جو قواعد اور مسائل فرعیہ دونوں میں مقلد ہیں۔ مگر وہ مسائل جن کے متعلق آئمہ کی تصریح نہیں ملتی۔ ان کو قرآن وحدیث وغیرہ دلائل سے نکال سکتے ہیں۔ جیسے امام طحاوی اور قاضی خان شمس الآئمہ سرخسی وغیرہم۔

(۴) اصحاب التخریج وہ حضرات ہیں جو اجتہاد تو بالکل نہیں کر سکتے ہاں آئمہ میں سے کسی کے مجمل قول کی تفصیل فرما سکتے ہیں جیسے امام کرخی وغیرہ۔

(۵) اصحاب الترجیح وہ حضرات ہیں جو امام صاحب کی چند روایات میں سے بعض کو ترجیح دے سکتے ہیں یعنی اگر کسی مسئلہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو قول روایت میں آئے تو ان میں سے کس کو ترجیح دیں۔ یہ وہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح جہاں امام صاحب

اور صاحبین کا اختلاف ہو تو کسی کے قول کو ترجیح دے سکتے ہیں کہ ہذا اولی یا ہذا اصح وغیرہ جیسے صاحب قدوری اور صاحب ہدایہ۔

(۶) اصحاب تمیز وہ حضرات ہیں جو ظاہر مذہب اور روایات نادرہ اسی طرح قول ضعیف اور قوی اور اقوی میں فرق کر سکتے ہیں کہ اقوال مردودہ روایات ضعیفہ کو ترک کر دیں۔ اور صحیح روایات اور معتبر قول کو لیں جیسے کہ صاحب کنز اور صاحب درمختار وغیرہ۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۷۷ مطبوعہ استانبول)

جن میں ان چھ وصفوں میں سے کچھ بھی نہ ہوں۔ وہ مقلد محض ہیں۔ جیسے ہم اور ہمارے زمانے کے عام علماء کہ ان کا صرف یہ ہی کام ہے کہ کتاب سے مسائل دیکھ کر لوگوں کو بتا دیں۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ مجتہد کو تقلید کرنا حرام ہے تو ان چھ طبقوں میں جو صاحب ہیں جس درجہ کے مجتہد ہوں گے۔ وہ اس درجہ سے کسی کی تقلید نہ کریں گے۔ اور اس سے اوپر والے درجہ میں مقلد ہوں گے جیسے امام ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کہ یہ حضرات اصول اور قواعد میں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں اور مسائل میں چونکہ خود مجتہد ہیں۔ اس لئے ان میں مقلد نہیں۔

ہماری اس تقریر سے غیر مقلدوں کا یہ سوال بھی اٹھ گیا کہ جب امام ابو یوسف و محمد علیہما الرحمۃ حنفی ہیں اور مقلد ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ جگہ مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ تو یہ ہی کہا جاوے گا کہ اصول و قواعد میں یہ حضرات مقلد ہیں۔ اس میں مخالفت نہیں کرتے اور فرعی مسائل میں مخالفت کرتے ہیں اس میں خود مجتہد ہیں۔ وہ کسی کے مقلد نہیں۔

یہ سوال بھی اٹھ گیا کہ تم بہت سے مسائل میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیتے ہو اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو چھوڑتے ہو پھر تم حنفی کیسے؟ جواب آ گیا کہ بعض درجہ کے فقہاء اصحاب ترجیح بھی ہیں جو چند قولوں میں سے بعض کو ترجیح دیتے ہیں اسی لئے ہم کو ان فقہاء کا ترجیح دیا ہوا جو قول ملا اس پر فتویٰ دیا گیا یہ سوال بھی اٹھ گیا کہ تم اپنے کو حنفی پھر کیوں کہتے ہو۔ یوسفی یا محمدی یا ابن مبارکی کہو! کیونکہ بہت سی جگہ تم ان کے قول پر عمل کرتے ہو امام ابوحنیفہ کا قول چھوڑ کر۔ جواب یہ ہی ہوا کہ چونکہ ابو یوسف و محمد ابن مبارک رحمہم اللہ تعالیٰ کے تمام اقوال امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے اصول اور قوانین پر بنے ہیں۔ لہٰذا ان میں سے کسی بھی قول کو لینا درحقیقت امام صاحب ہی کے قول کو لینا ہے جیسے حدیث پر عمل درحقیقت قرآن پر ہی عمل ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے مثلاً امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جاوے تو وہ ہی میرا مذہب ہے۔ اب اگر کوئی محقق فی المذاہب کوئی صحیح حدیث پا کر اس پر عمل کرے تو وہ اس سے غیر مقلد نہ ہوگا۔ بلکہ حنفی رہے گا کیونکہ اس نے اس حدیث پر امام صاحب کے اس قاعدے سے عمل کیا یہ پوری بحث دیکھو **مقدمہ شامی مطلب صح من الامام اذا صح الحدیث فھو مذھبی** (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۳ مطبوعہ استانبول) امام صاحب کے اس قول کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہوئی ہے تو وہ میرا مذہب بنی یعنی ہر مسئلہ اور ہر حدیث میں میں نے بہت جرح قدح اور تحقیق کی ہے تب اسے اختیار کیا چنانچہ حضرت امام کے یہاں ہر مسئلہ کی بڑی چھان بین ہوتی تھی۔ مجتہد شاگردوں سے نہایت تحقیقی گفتگو کے بعد اختیار فرمایا جاتا تھا۔

اگر یہ مختصر سی تقریر خیال رکھی گئی تو بہت مشکلوں کو انشاء اللہ حل کر دے گی اور بہت کام آوے گی بعض غیر مقلد کہتے ہیں کہ ہم میں اجتہاد کرنے کی قوت ہے لہٰذا ہم کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ اس کے لئے بہت طویل گفتگو کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اجتہاد کے لئے کس قدر علم کی ضرورت ہے اور ان حضرات کو وہ قوت علمی حاصل ہے یا نہیں۔

حضرت امام رازی، امام غزالی وغیرہ امام ترمذی وامام ابوداؤد وغیرہ حضور غوث پاک۔ حضرت بایزید بسطامی۔ شاہ بہاء الحق نقشبند اسلام میں ایسے پایہ کے علماء اور مشائخ گزرے کہ ان پر اہل اسلام جس قدر بھی فخر کریں کم ہے۔ مگر ان حضرات میں سے کوئی صاحب بھی مجتہد نہ ہوئے بلکہ سب مقلد ہی ہوئے خواہ امام شافعی کے مقلد ہوں۔ یا امام ابوحنیفہ کے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ زمانہ موجودہ میں کون ان کی قابلیت کا ہے جب ان کا علم مجتہد بننے کے لئے کافی نہ ہوا۔ تو جن بے چاروں کو ابھی حدیث کی کتابوں کے نام لینا بھی نہ آتے ہوں وہ کس شمار میں ہیں۔

ایک صاحب نے دعویٰ اجتہاد کیا میں نے ان سے صرف اتنا پوچھا کہ سورۃ تکاثر سے کس قدر مسائل آپ نکال سکتے ہیں اور اس میں حقیقت مجاز، صریح، وکنایہ ظاہر ونص کتنے ہیں۔ ان بے چارے نے ان چیزوں کے نام بھی نہ سنے تھے۔

چوتھا باب

تقلید واجب ہونے کے دلائل میں

اس باب میں ہم دو فصلیں لکھتے ہیں۔ پہلی فصل میں تو مطلقاً تقلید کے دلائل ہیں۔ دوسری میں تقلید شخصی کے دلائل۔

فصل اول: تقلید کا واجب ہونا قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ اور عمل امت اور اقوال مفسرین سے ثابت ہے۔ تقلید مطلقاً بھی اور تقلید مجتہدین بھی ہر ایک تقلید کا ثبوت ہے۔

اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم۔

ترجمہ: ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ ان کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا۔

(سورۃ فاتحہ پارہ ۱ آیت نمبر ۵)

اس سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم وہی ہے جس پر اللہ کے نیک بندے چلے ہوں اور تمام مفسرین محدثین فقہاء اولیاء اللہ غوث وقطب وابدال اللہ کے نیک بندے ہیں وہ سب ہی مقلد گزرے لہٰذا تقلید ہی سیدھا راستہ ہوا۔ کوئی محدث ومفسر، ولی غیر مقلد نہ گزرا۔ غیر مقلد وہ ہے جو مجتہد نہ ہو۔ پھر تقلید نہ کرے۔ جو مجتہد ہو کر تقلید نہ کرے۔ وہ غیر مقلد نہیں کیونکہ مجتہد کو تقلید کرنا منع ہے۔

لايكلف الله نفساً الا وسعها۔

ترجمہ: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔

(سورۃ بقرہ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۸۶)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ طاقت سے زیادہ کام کی خدا تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ تو جو شخص اجتہاد نہ کر سکے اور قرآن سے مسائل نہ نکال سکے۔ اس سے تقلید نہ کرانا اور اس سے استنباط کرانا طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا ہے۔ جب غریب آدمی پر زکوۃ اور حج فرض نہیں تو بے علم پر مسائل کا استنباط کرانا کیونکر ضروری ہوگا۔

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه۔

ترجمہ: اور سب میں اگلے پچھلے مہاجر وانصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔
(سورہ ۹ پارہ ۱۱ آیت نمبر ۱۰۰)

معلوم ہوا کہ اللہ ان سے راضی ہے جو مہاجرین اور انصار کی اتباع یعنی تقلید کرتے ہیں۔ یہ بھی تقلید ہوئی۔

یا ایها الذین امنوا اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور حکم والوں کی جو تم میں سے ہوں۔
(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت ۵۹)

اس آیت میں تین ذاتوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ اللہ کی (قرآن) رسول علیہ السلام کی (حدیث) امر والوں کی (فقہ واستنباط کے علماء) مگر کلمہ اطیعوا دو جگہ لایا گیا۔ اللہ کے لئے ایک اور رسول علیہ السلام اور حکم والوں کے لئے ایک۔ کیونکہ اللہ کی طرف اس کے فرمانے میں ہی اطاعت کی جائے گی نہ کہ اس کے فعل میں اور نہ اس کے سکوت میں۔ وہ کفار کو روزی دیتا ہے کبھی ان کو ظاہری فتح دیتا ہے وہ کفر کرتے ہیں۔ مگر ان کو فوراً عذاب نہیں بھیجتا۔ ہم اس میں رب تعالیٰ کی پیروی نہیں کر سکتے کہ کفار کی امداد کریں بخلاف نبی علیہ السلام و امام مجتہد کے کہ ان کا ہر حکم ان کا ہر کام اور ان کا کسی کو کچھ کرتے ہوئے دیکھ کر خاموش ہونا۔

حاشیہ......☆

اولوالامر کون ہیں؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، امام عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ، امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، امام عطاء ابن سائب رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوالعالیہ البصری رحمۃ اللہ علیہ، امام قتادۃ بن دعامہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ضحاک بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ بہت سے مفسرین سے منقول ہے کہ اولوالامر سے مراد فقہاء اور علماء ہیں۔

امام محمد بن عبداللہ ابوعبداللہ الحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو زکریا یحیی بن محمد العنبری ثنا محمد بن عبدالسلام ثنا اسحاق بن ابراهیم انبا وکیع عن علی بن صالح عن عبداللہ بن محمد بن عقیل عن جابر بن عبداللہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم النساء قال اولی الفقه والخیر هذا حدیث صحیح له شاهد وتفسیر الصحابی عندهما مسند۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل کا فرمان اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم میں اولی الامر سے مراد فقہاء ہیں۔

(المستدرک ج ۲ رقم الحدیث ۴۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تفسیر طبری ج ۵ ص ۱۴۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

اولی الامر سے مراد علماء وفقہاء ہیں اللہ نے ان کی اطاعت واجب کی ہے۔

(المستدرک کتاب العلم فصل فی توقیر العالم هذه اخبار الصحیحة فی الامر الخ ج ۲ رقم الحدیث ۴۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہی امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں۔

وتفسیر الصحابی عندهما مسند۔

ترجمہ: اور صحابی کی تفسیر امام بخاری ومسلم کے نزدیک مسند (مرفوع) ہوتی ہے۔

(مستدرک ج ۱ ص ۷۹ رقم الحدیث ۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تدریب الراوی للسیوطی ج ۱ ص ۱۹۲۔۱۹۳ مطبوعہ مکتبۃ الریاض الحدیثۃ الریاض)

حاشیہ......☆

امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

ومسلما ان تفسیر الصحابی حدیث مسند۔

(الاحادیث المختارۃ ج ۲ ص ۱۶۳ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثہ مکہ مکرمہ)

لیکن ہر تفسیر مرفوع کے حکم میں نہیں اس کی جانچ پڑتال کے بعد یہ حکم لگایا جائے گا اور اگر تفسیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال متعارض ہوئے تو امام التفسیر حبر الامۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کو ترجیح دی جائے گی۔ معلوم ہوا کہ امام التفسیر حبر الامۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر مرفوع کے حکم میں ہے۔

امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

یبحث عن صحۃ السند وینظر فی تفسیر الصحابی فان فسرہ من حیث اللغۃ فھم اھل اللسان فلاشک فی اعتمادھم وان فسرہ بما شاھد من الاسباب والقرائن فلاشک فیہ وحینئذ ان تعارضت اقوال جماعۃ من الصحابۃ فان امکن الجمع فذلک وان تعذر قدم ابن عباس رضی اللہ عنہ لان النبی ﷺ بشرہ بذلک حیث قال اللھم علمہ التاویل۔

ترجمہ: صحابی کی تفسیر کی جانچ پڑتال کی جائے گی اور اس سلسلہ میں اسناد کی طرف خصوصی توجہ دینی ہوگی۔ اگر صحابی نے لغت کی تائید سے تفسیر کی ہے تو اسے بسر وچشم قبول کیا جائے گا اس لئے کہ وہ اہل زبان ہیں اور ان کی زبان دانی پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا اور اگر اسباب وقرائن کے مشاہدہ سے تفسیر کرتے ہیں تو اسے بھی کسی رد وقدح کے بغیر قبول کیا جائے گا اور اگر ایک ہی آیت کی تفسیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال متعارض ہوئے تو دیکھا جائے گا کہ ان کے مابین جمع اور تطبیق ممکن ہے یا ناممکن؟ اگر تطبیق ممکن ہو تو ٹھیک ہے ورنہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کو ترجیح دی جائے گی اس لئے کہ ان کے حق میں حضور ﷺ نے قرآن فہمی کی دعاء کی تھی۔

(البرہان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۱۷۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ج ۲ ص ۲۳۴ـ۲۳۵ نوع ـ ۷۸ مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی مصر)

یہ وہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں جن کو سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے سینے مبارک سے لگا کر دعا فرمائی تھی۔

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا مسدد حدثنا عبدالوارث عن خالد عن عکرمۃ عن ابن عباس قال ضمنی النبی ﷺ الی صدرہ وقال اللھم علمہ الحکمۃ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنے مبارک سینے سے لگا کر دعا کی اے اللہ! اسے حکمت سکھا دے۔

صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۳۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی......، الاستیعاب ج ۳ ص ۹۳۵ برقم ۱۵۸۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت...... فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۸۴۶ رقم الحدیث ۱۵۶۰ وص ۹۴۹ رقم الحدیث ۱۸۳۵ وص ۹۵۵ـ۹۵۶ رقم الحدیث ۱۸۵۶ـ۱۸۵۸ـ۱۸۵۹ وص ۹۶۳ـ۹۶۴ رقم الحدیث ۱۸۸۲ـ۱۸۸۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت...... حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۱۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت...... جامع المسانید والسنن لابن کثیر ج ۳۰ ص ۳۹۵ رقم الحدیث ۵۶۶ـ۵۶۷ـ۵۶۸ـ ۵۶۹ ج ۳۱ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۲۰۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت...... المعجم الکبیر لامام طبرانی ج ۱۱ ص ۲۱۳ رقم الحدیث ۱۱۵۳۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل...... الآحاد والمثانی ذکر عبداللہ بن عباس ج ۱ ص ۲۸۵ـ۲۸۶ـ۲۸۷ رقم الحدیث ۳۷۵ـ۳۷۷ـ۳۸۰ـ۳۸۱ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض...... دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۱۹۲

تینوں چیزوں میں ان کی پیروی کی جاوے گی۔ اس فرق کی وجہ سے دوجگہ اطیعوابولا اگر کوئی کہے کہ امر والوں سے مراد سلطان اسلامی ہے تو سلطان اسلامی کی اطاعت شرعی احکام میں کی جاویگی نہ کہ خلاف شرع چیزوں میں اور سلطان وہ شرعی احکام علماء مجتہدین ہی سے معلوم کرے گا حکم تو سب میں فقیہ کا ہوتا ہے۔ اسلامی سلطان محض اس کا جاری کرنے والا ہوتا اور اگر بادشاہ اسلامی بھی مرادلو۔ جب بھی تقلید تو ثابت ہو ہی گئی۔ عالم کی نہ ہوئی بادشاہ کی ہوئی۔

یہ بھی خیال رہے کہ آیت میں اطاعت سے مراد شرعی اطاعت ہے۔

ایک نکتہ اس آیت میں یہ بھی ہے کہ احکام تین طرح کے ہیں۔ صراحتہ قرآن سے ثابت جیسے کہ جس عورت غیر حاملہ کا شوہر مرجائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے ان کے لئے حکم ہوا اطیعوا اللہ دوسرے وہ جو صراحتہ حدیث سے ثابت ہیں جیسے کہ چاندی سونے کا زیور مرد کو پہننا حرام ہے اس کے لئے فرمایا گیا واطیعوا الرسول تیسرے وہ جو نہ تو صراحتہ قرآن سے ثابت ہیں نہ حدیث سے جیسے کہ چاول میں سود کی حرمت قطعی ہے۔ اس کے لئے فرمایا گیا اولی الامر منکم تین طرح کے احکام اور تین حکم۔

حاشیہ.....☆

۔۱۹۳مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... طبرانی صغیر باب العین من اسمہ علی ج۱ص۱۹۷مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... مواهب اللدنیۃ ج۳ص۳۵۸مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... کنزالعمال ج۱۱ص۳۱۷رقم الحدیث۳۳۵۸۴۔۳۳۵۸۶مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت..... حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سیدالمرسلین الباب الثامن فی المعجزات المحلقۃ باستجابۃ دعاءہ ص۴۱۳مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... خصائص الکبری باب دعاءہ الابن عباس ج۲ص۲۸۵مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... فضائل الصحابۃ للنسائی ص۲۳رقم الحدیث۷۴۔۷۵۔۷۶مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت..... الاحادیث المختارۃ ج۱۰ص۲۲۲۔۲۲۳رقم الحدیث۲۳۵ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثہ مکہ مکرمۃ..... ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی الفصل الثانی فی ذکر عبداللہ بن عباس ویکنی اباالعباس ذکر اسمہ وکنیتہ ومولدہ وصفتہ ص۲۲۶و ص۲۲۷ذکر دعاء النبی مطبوعہ دارالکتب المصریۃ..... اعلام النبوۃ الباب الحادی عشر فیما اکرم بہ من اجابۃ ادعیتہ ص۱۷۴۔۱۷۵مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت..... التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ للسخاوی ذکر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ج۲ص۳۶مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت..... صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ذکر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما ج۱ص۷۴۶۔۷۴۷مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت..... جامع الاحادیث الکبیر للسیوطی ج۲۰ص۱۹۴رقم الحدیث۱۶۲۷۸۔۱۶۲۷۹مطبوعہ دارالفکر بیروت..... سیر اعلام النبلاء ذکر عبداللہ بن عباس البحر ج۳ص۳۳۴مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت..... امام حاکم فی المستدرک ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ج۳ص۶۵۱رقم الحدیث۶۲۸۰مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت..... طبقات ابن سعد ج۲ص۳۶۵مطبوعہ دارصادر بیروت.....

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ قثنا الولید بن شجاع نا بن وهب اخبرنی بن لهیعة عن بن هبیرة ان عمر بن الخطاب کان یقول ثم من کان سائلا عن شیئ من القرآن فلیسال عبداللہ بن عباس۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ جو قرآن کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہے تو وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کریں۔
(فضائل صحابہ لابن حنبل ج۲ص۹۶۷رقم الحدیث۱۸۹۳مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الآحاد والمثانی ترجمہ عبداللہ بن عباس ج۱ص۲۸۶رقم الحدیث۳۶۰مطبوعہ دارالرایۃ الریاض)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابو کریب قال ثنا بن ادریس قال اخبرنا لیث عن مجاهد فی قوله اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم قال اولی الفقه والعلم۔

(جامع البیان عن تاویل القرآن المعروف تفسیر طبری ج۵ص۱۴۹مطبوعہ دارالفکر بیروت)

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون۔

ترجمہ: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تم کو علم نہیں۔

(سورہ النحل آیت نمبر۴۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جوشخص جس مسئلہ کو نہ جانتا ہو۔ وہ اہل علم سے دریافت کرے۔ وہ اجتہادی مسائل جن کے نکالنے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ مجتہدین سے دریافت کرے۔ وہ اجتہادی مسائل جن کے نکالنے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ مجتہدین سے دریافت کیئے جائیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد تاریخی واقعات ہیں۔ جیسا کہ اوپر کی آیت سے ثابت ہے لیکن یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اس آیت کے کلمات مطلق بغیر قید کے ہیں اور پوچھنے کی وجہ سے نہ جاننا تو جس چیز کو ہم نہ جانتے ہوں اس کا پوچھنا لازم ہے۔

حاشیہ......☆

یہی امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں۔

حدثني المثنى قال ثنا عمرو بن عون قال ثنا هشيم عن عبدالملك عن عطاء و اولى الامر منكم قال الفقهاء والعلماء۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۵ ص ۱۴۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اسی طرح امام ابن ابی نجیح ،حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، امام عطاء ابن سائب رحمۃ اللہ علیہ، امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہی معنی نقل کرتے ہیں۔ کہ مراد فقہاء اور علماء ہیں۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۵ ص ۱۴۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اسی طرح ابن کثیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، امام عطاء رحمۃ اللہ علیہ، امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوالعالیہ سے یہی معنی نقل کرتے ہیں۔ کہ مراد فقہاء اور علماء ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

يدل هذا على صحة كون سوال العلماء واجبا وامتثاب فتواهم لازما۔

ترجمہ: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ علماء سے پوچھنا واجب ہے۔ اور ان کے فتویٰ پر عمل کرنا لازم ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۶۰ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

ولم تختلف العلماء ان العامة عليها تقليد علمائها وانهم المرادون بقول الله عزوجل فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون۔

ترجمہ: علماء کا اتفاق ہو چکا ہے کہ عوام پر علماء کی تقلید واجب ہے۔ اور یہ کہ اس آیۃ کریمہ سے علماء ہی مراد ہیں۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۱۴۰ مطبوعہ بیروت)

امام خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

فهذا يسوغ فيه التقليد بدليل قول الله تعالى فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون۔

ترجمہ: (یہ دوسری قسم کے مسائل) ان میں تقلید جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ فاسئلوا اھل الذکر الخ۔

(کتاب الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۶۸ مطبوعہ بیروت)

واتبع سبیل من اناب الی۔

ترجمہ: اوراس کی راہ چل جومیری طرف رجوع لایا۔

(سورہ۳۱آیت نمبر۱۵)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کی اتباع (تقلید) ضروری ہے یہ حکم بھی عام ہے کیونکہ آیت میں کوئی قید نہیں۔

والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما۔

ترجمہ: اوروہ جوعرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کودے ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں میں ٹھنڈک اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

اس آیت کی تفسیر میں معالم التنزیل میں ہے۔

فنقتدی بالمتقین ویقتدی بنا المتقون۔

ترجمہ: ہم پرہیزگاروں کی پیروی کریں اور پرہیزگار ہماری پیروی کریں۔

(تفسیر بغوی ج ۳ ص ۳۷۹ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی پیروی اوران کی تقلید ضروری ہے۔

(پارہ۱۹سورہ۲۵آیت نمبر۷۴)

فلو لا نفر من کل فرقۃ طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذر واقومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔

ترجمہ: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کوڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

(پارہ۱۱سورہ۹آیت نمبر۱۲۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص پر مجتہد بننا ضروری نہیں۔ بلکہ بعض تو فقیہ بنیں اور بعض دوسروں کی تقلید کریں۔

ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم۔

ترجمہ: اوراگراس میں رسول اورامر والے لوگوں کی طرف رجوع کرتے توضروران میں سے حقیقت جان لیتے وہ جواستنباط کرتے ہیں۔

(پارہ۵سورہ نساء آیت نمبر۸۳)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ احادیث اوراخبار اورقرآنی آیات کو پہلے استنباط کرنے والے علماء کے سامنے پیش کرے پھر جس طرح وہ فرماویں اس پرعمل کریں۔خبر سے بڑھ کرقرآن وحدیث ہے لہذا اس کا مجتہد پر پیش کرنا ضروری ہے۔

یوم ندعوا کل اناس بامامھم۔

ترجمہ: جس دن ہر جماعت کوہم اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

(پارہ۱۵سورہ۱۷آیت نمبر۷۱)

اس کی تفسیر تفسیر روح البیان میں اس طرح ہے۔

او مقدم فی الدین فیقال یا حنفی یا شافعی۔

ترجمہ: یاامام دینی پیشوا ہے۔پس قیامت میں کہاجاوے گا کہ اے حنفی اے شافعی۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۲۱ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن ہر انسان کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جاوے گا۔ یوں کہا جاوے گا۔ کہ اے حنفیو اے شافعیو اے مالکیو چلو! تو جس نے امام ہی نہ پکڑا اس کو کس کے ساتھ بلایا جائے گا۔ اس کے بارے صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی امام نہیں اس کا امام شیطان ہے۔

واذا قیل لھم امنوا کما امن الناس قالوا انو من کما امن السفھاء۔

ترجمہ: یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایسا ایمان لاؤ جیسا کہ مخلص مومن ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا یہ بے وقوف ایمان لائے۔

(پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۳)

معلوم ہوا کہ ایمان بھی وہ ہی معتبر ہے جو صالحین کا سا ہے ہو۔ تو مذہب بھی وہ ہی ٹھیک ہے۔ جو نیک بندوں کی طرح ہو اور وہ تقلید ہے۔

اقوال مفسرین ومحدثین

دارمی باب الاقتداء بالعلماء میں ہے:

اخبرنا یعلی قال اخبرنا عبدالملک عن عطاء واطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم قالوا اولو العلم والفقه......۔

ترجمہ: خبر دی ہم کو یعلی نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے کہا عبدالملک نے انہوں نے عطا سے روایت کی کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے امر والوں کی۔ فرمایا عطا نے کہ اولوالامر علم اور فقہ والے حضرات ہیں۔

(سنن الدارمی باب الاقتداء بالعلماء ج ۱ ص ۸۳ رقم الحدیث ۲۱۹ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

تفسیر خازن زیر آیت۔

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون فاسئلوا المومنین العلمین من اھل القرآن۔

ترجمہ: پس پوچھو تم ذکر والوں سے اگر تم نہیں جانتے۔ تم ان مومنوں سے پوچھو جو قرآن کریم کے علماء ہیں۔

(تفسیر خازن ج ۳ ص ۸۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر درمنثور میں اسی آیت فاسئلوا اھل الذکر کی تفسیر میں ہے۔

اخرج ابن مردویه عن انس قال سمعت النبی ا یقول ان الرجل یصلی ویصوم ویحج ویغزو وانه لمنافق قالوا یارسول اللہ بما ذا دخل علیه النفاق قال لطعنه علی امامه وامامه من قال قال اللہ فی کتابه

حاشیہ......☆

علامہ ابو بکر جصاص لکھتے ہیں۔

فقد حفت هذه الایة المعانی منها ان فی احکام الحوادث ما لیس بمنصوص علیه بل مدلول علیه ومنها ان علی العلماء استنباطه والتوصل الی معرفته برده الی نظائره من المنصوص ومنها ان العامی علیه تقلید العلماء فی احکام الحوادث۔

ترجمہ: یہ آیت کئی احکام پر مشتمل ہے منجملہ ان احکام کے یہ بھی ہے کہ پیش آمدہ مسائل میں ایسے مسائل بھی ہیں جن پر قرآن صراحتًا دلالت نہیں کرتا بلکہ دلالۃً ان کا ذکر ہے اور یہ کہ علماء پر واجب ہے کہ ان مسائل کا استنباط کریں اور منصوصات میں غور وخوض کر کے ان کے نظائر تلاش کریں اور ان کا حکم متعین کریں اور یہ کہ پیش آمدہ مسائل میں غیر مجتہد پر مجتہدین کی تقلید واجب ہے۔

(احکام القرآن للجصاص ج ۲ ص ۲۱۵ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔

ترجمہ: امام ابن مردویہ نے حضرت انس سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ فرماتے تھے کہ بعض شخص نماز پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں حج اور جہاد کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ منافق ہوتے ہیں عرض کی یارسول اللہ کس وجہ سے ان میں نفاق آگیا۔ فرمایا کہ اپنے امام پر طعنہ کرنے کی وجہ سے امام کون ہے فرمایا کہ رب نے فرمایا فاسئلوا الآیتہ۔

(درمنثور ج۴ص۱۱۹)

تفسیر صاوی سورہ کہف واذ کر ربلک اذا نسیت (پارہ۱۵سورہ۱۸آیت نمبر۲۴) کی تفسیر میں ہے۔

ولا یجوز تقلید ما عدا المذاھب الاربعة ولو وافق قول الصحابة والحدیث الصحیح والایة فالخارج عن المذاھب الاربعة ضال مضل و ربما اداہ ذلك للکفر لان الاخذ بظواھر الکتاب والسنة من اصول الکفر۔

ترجمہ: یعنی چار مذہبوں کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں اگرچہ وہ صحابہ کے قول اور صحیح حدیث اور آیت کے موافق ہی ہو۔ جو ان چار مذہبوں سے خارج ہے وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ کیوں کہ حدیث وقرآن کے محض ظاہری معنی لینا کفر کی جڑ ہے۔

(تفسیر صاوی ج۴ص۱۵مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

احادیث:۔ مسلم جلداول صفحہ۵۴باب بیان ان الدین النصیحة میں ہے۔

عن تمیم ن الداری ان النبی ﷺ قال الدین النصیحة قلنا لمن قال للہ ولکتابه ولرسوله ولائمة المسلمین وعامتھم۔

ترجمہ: تمیم داری سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے ہم نے عرض کیا کس کی؟ فرمایا اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کے امام کی اور عامہ مومنین کی۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان الدین النصیحة ج۱ص۴۷رقم الحدیث ۵۵مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کی شرح نووی میں ہے۔

وقد یتناول ذلك علی الائمة الذین ھم علمآء الدین وان من نصیحتھم قبول ما رووہ و تقلیدھم فی الاحکام واحسان الظن بھم۔

ترجمہ: یہ حدیث ان اماموں کو بھی شامل ہے جو علمائے دین میں اور علماء کی خیر خواہی سے ہے ان کی روایت کی ہوئی احادیث کا قبول کرنا اور ان کے احکام میں تقلید کرنا اور ان کے ساتھ نیک گمان کرنا۔

(شرح النووی علی صحیح مسلم ج۲ص۳۹مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

دوسری فصل......تقلید شخصی کے بیان میں

مشکوۃ کتاب الامارۃ میں بحوالہ مسلم ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

من اتاکم وامرکم جمیع علی رجل واحد یرید ان یشق عصاکم ویفرق جماعتکم فاقتلوہ۔

ترجمہ: جو تمہارے پاس آوے حالانکہ تم ایک شخص کی اطاعت پر متفق ہو وہ چاہتا ہو کہ تمہاری لاٹھی توڑ دے اور تمہاری جماعت کو متفرق کردے تو اس کو قتل کردو۔

(مشکوۃ کتاب الامارۃ والقضاء الفصل الاول ص۳۲۰مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے مراد امام اور علماء دین ہی ہیں۔ کیونکہ حاکم وقت کی اطاعت خلاف شرع احکام میں جائز نہیں ہے۔

مسلم نے کتاب الامارۃ میں ایک باب باندھا باب وجوب طاعتہ الامراء فی غیر معصیۃ (صحیح مسلم ج۲ص۱۲۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) یعنی امیر کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایک ہی کی اطاعت ضروری ہے۔

مشکوۃ شریف کتاب البیوع باب الفرائض میں بروایت بخاری ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حضرت ابن مسعود کے بارے میں فرمایا **لاتسالونی فی مادام هذا الحبر فیکم** جب تک کہ یہ علامہ تم میں رہیں۔ مجھ سے مسائل نہ پوچھو۔

(صحیح بخاری کتاب الفرائض باب میراث ابنۃ ابن مع ابنۃ ج۲ص۹۹۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مشکوۃ کتاب البیوع باب الفرائض الفصل الثانی ص ۲۶۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی اطاعت نہ کرے اور ہر مقلد کی نظر میں اپنا امام افضل ہوتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے۔

من تولی امر المسلمین شیئاً فاستعمل علیهم رجلا ویعلم ان فیهم من هو اولی بذالك و اعلم منه بکتاب الله وسنة رسوله فقد خان الله ورسوله وجماعة المسلمین۔

ترجمہ: جو شخص مسلمانوں کی حکومت کا مالک ہو۔ پھر ان پر کسی کو حاکم بنائے حالانکہ جانتا ہو کہ مسلمانوں میں اس سے زیادہ مستحق اور قرآن وحدیث کا جاننے والا ہے تو اس نے اللہ ورسول علیہ السلام اور عام مسلمانوں کی خیانت کی۔

حاشیہ......☆

تقلید شخصی کے چند مزید دلائل

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن حذیفة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم میرے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیروی اور اقتداء کرنا۔

(سنن الترمذی ج۵ص۶۰۹ رقم الحدیث ۳۶۶۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (طبرانی الاوسط ج۴ص۱۴۰ رقم الحدیث ۳۸۱۶ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج۸ص۱۵۳ مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکۃ المکرمۃ)، (حلیۃ الاولیاء ج۹ص۱۰۹ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

اس حدیث مبارکہ میں تقلید شخصی کا واضح ثبوت ہے۔ اس لئے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات چلتی رہی۔ ان کی اتباع کی جاتی رہی ان کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کی پیروی کی گئی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو النعمان حدثنا حماد عن ایوب عن عکرمة ان اهل المدینة سالوا ابن عباس عن امراة طافت ثم حاضت قال لهم تنفر قالوا لا ناخذ بقولك وندع قول زید۔

ترجمہ: عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا کہ جس عورت نے طواف (زیارت) کرلیا ہو پھر اس کو حیض آجائے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جاسکتی ہے اہل مدینہ نے فرمایا ہم آپ کے قول کی وجہ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بات چھوڑ کر آپ کی بات نہیں مانتے۔

(صحیح البخاری کتاب الحج باب اذا حاضت المراۃ بعد ما افاضت ج۲ص۶۲۵ رقم الحدیث ۱۶۷۱ مطبوعہ دارابن کثیر بیروت)

مشکوۃ کتاب الامارۃ فصل اول میں ہے۔

من مات و لیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلیة۔

ترجمہ: جو مر جائے حالانکہ اس کے گلے میں کسی کی بیعت نہ ہو۔ وہ جہالت کی موت مرا۔

(مشکوۃ شریف کتاب الامارۃ والقضاء الفصل الاول ۳۲۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس میں امام کی بیعت یعنی تقلید اور بیعت اولیاء سب ہی داخل ہیں ورنہ بتاؤ فی زمانہ وہابی کس سلطان کی بیعت میں ہیں۔

یہ تو چند آیات و احادیث تھیں۔ اس کے علاوہ اور بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اختصاراً اسی پر قناعت کی گئی۔ اب امت کا عمل دیکھو۔ تو تبع تابعین کے زمانہ سے اب تک ساری امت مرحومہ اس ہی تقلید کی عامل ہے کہ جو خود مجتہد نہ ہو۔ وہ ایک مجتہد کی تقلید کرے اور اجماع امت پر عمل کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور ضروری ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

و من یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی و نصله جهنم و ساء ت مصیرا۔

حاشیہ.....☆

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

لانتابعك و انت تخالف زیداً۔

ترجمہ: ہم آپ کی بات نہیں مانیں گے کہ آپ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس حدیث مبارکہ میں تقلید شخصی کا ثبوت ہے کہ اہل مدینہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کی تقلید کرتے تھے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

قال عبداللہ بن ابی سلیمان سمعت سعید بن جبیر یقول تستفتونی و فیکم ابراهیم النخعی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۷۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اعلم تھے اور اعلم ہی کی بات پر اعتماد کیا جاتا ہے اور ہم امام اعظم رضی اللہ عنہ کو اعلم سمجھتے ہیں لہٰذا انہی کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہیں۔

قال شعیب ابن الحجاب قال لی الشعبی علیك بذلك الاصم یعنی ابن سیرین۔

ترجمہ: شعیب بن الحجاب کہتے ہیں کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کہا ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کو لازم پکڑو۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روی احمد بن یحییٰ بن وزیر عن ابن وهب قال لو کان بقی لنا عمرو بن الحارث ما احتجنا الی مالك۔

ترجمہ: امام احمد بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ ابن وہب کہا کرتے تھے اگر عمرو بن الحارث زندہ ہوتے تو ہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نہ جاتے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۸۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

وقال الشعبی اذا اختلف الناس فی شیء فخذوا بما قال عمر۔

ترجمہ: امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی مسئلہ میں لوگوں کا اختلاف ہو تو اسی تحقیق پر عمل کرو جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہو۔

(اعلام الموقعین فصل الصحابۃ سادۃ المفتین والعلماء ج ا ص ۲۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

ترجمہ: اور جو رسول کی مخالفت کے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راستہ چلے ہم اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں گے اور اس کو دوزخ میں داخل کرینگے۔ اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی ہے۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۱۵)

جس سے معلوم ہوا کہ جو راستہ عام مسلمانوں کا ہو اس کو اختیار کرنا فرض ہے اور تقلید پر مسلمانوں کی اجماع ہے۔

مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنّت میں ہے۔

اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار۔

ترجمہ: بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو جماعت مسلمین سے علیحدہ رہا وہ علیحدہ کر کے جہنم میں بھیجا جاویگا۔

(مشکوۃ شریف کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثانی ۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

نیز حدیث میں ہے۔

ماراہ المومنون حسناً فھو عند اللہ حسن۔

ترجمہ: جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(امام حاکم فی المستدرک ج ۳ ص ۸۳۔۸۴ رقم الحدیث ۴۴۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۵ ص ۲۱۲۔۲۱۳ رقم الحدیث ۱۸۱۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۶۲۶ رقم الحدیث ۳۵۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۷۵ رقم الحدیث مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (اعلام الموقعین ابن جوزی ج ۱ ص ۶۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (مسند الطیالسی ص ۳۳ رقم الحدیث ۲۴۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۱ ص ۱۷۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (کتاب الآثار امام محمد حاشیہ ابوالوفاء افغانی ج ۲ ص ۱۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۱۸۶۔۱۸۷ رقم الحدیث ۱۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کشف الخفاء ومزیل الالباس ج ۲ ص ۲۴۵ رقم الحدیث ۲۲۱۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (المقاصد حسنہ امام سخاوی ص ۴۳۱ رقم الحدیث ۹۵۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

اب دیکھنا یہ ہے کہ آج بھی اور اس سے پہلے بھی عام مسلمان تقلید شخصی ہی کو اچھا جانتے آئے اور مقلد ہی ہوئے آج بھی عرب وعجم میں مسلمان تقلید شخصی ہی کرتے ہیں اور جو غیر مقلد ہوا وہ اجماع کا منکر ہوا اگر اجماع کا اعتبار نہ کرو تو خلافت صدیقی وفاروقی کس طرح ثابت کرو گے وہ بھی تو اجماع امت سے ہی ثابت ہوئی۔ یہاں تک کہ جو شخص ان دونوں خلافتوں میں سے کسی کا بھی انکار کرے وہ کافر ہے۔ دیکھو شامی وغیرہ اسی طرح تقلید پر بھی اجماع ہوا۔

تفسیر خازن زیر آیت **وکونوا مع الصدقین** (پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۱۹) میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصار سے فرمایا کہ قرآن شریف نے مہاجرین کو صادقین کہا **اولئک ھم الصادقون** (پارہ ۲۸ سورہ ۵۹ آیت نمبر ۸) پھر فرمایا **وکونوا مع الصدقین** سچوں کے ساتھ رہو۔ لہٰذا تم بھی علیحدہ خلافت نہ قائم کرو۔ ہمارے ساتھ رہو ایسے ہی میں غیر مقلدوں سے کہتا ہو کہ سچوں نے تقلید کی ہے تم بھی ان کے ساتھ رہو۔ مقلد بنو۔

عقلی دلائل:۔ دنیا میں انسانی کوئی بھی کام بغیر دوسرے کی پیروی کے نہیں کر سکتا۔ ہر ہنر اور علم کے قواعد سب میں اس کے ماہرین کی پیروی کرنا ہوتی ہے۔ دین کا معاملہ تو دنیا سے کہاں زیادہ مشکل ہے۔ اس میں بھی اس کے ماہرین کی پیروی کرنا ہوگی۔ علم حدیث میں بھی تقلید ہے کہ فلاں حدیث اس لئے ضعیف ہے کہ بخاری نے یا فلاں محدث نے فلاں راوی کو ضعیف کہا ہے۔ اس کا قول ماننا یہ ہی تو تقلید ہے قرآن کی قراءت میں قاریوں کی تقلید ہے کہ فلاں نے اس طرح اس آیت کو پڑھا ہے قرآن کے اعراب، آیات سب ہی تقلید ہی تو ہے نماز میں جب جماعت ہوتی ہے تو امام کی تقلید سب مقتدی کرتے ہیں حکومت اسلامی میں تمام مسلمان ایک بادشاہ کی تقلید کرتے ہیں۔

ریل میں بیٹھتے ہیں تو ایک انجن کی ساری ریل والے تقلید کرتے ہیں۔ غرضیکہ انسان ہر کام میں مقلد ہے اور خیال رہے کہ ان سب صورتوں میں تقلید شخصی ہے نماز کے امام دو نہیں۔ تو شریعت کے امام ایک شخص دو کس طرح مقرر کر سکتا ہے۔

مشکوۃ کتاب الجہاد باب آداب السفر میں ہے۔

اذا کان ثلثة فی سفر فلیومروا احدھم۔

ترجمہ: جبکہ تین آدمی سفر میں ہوں تو ایک کو اپنا امیر بنالیں۔

(مشکوۃ کتاب الجہاد باب آداب السفر الفصل الثانی ص ۳۳۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)



پانچواں باب

تقلید پر اعتراضات اور جوابات کے بیان میں

مسئلہ تقلید پر مخالفین کے اعتراضات دو طرح کے ہیں۔ ایک واہیات طعنے اور تمسخر ان کے جوابات ضروری نہیں۔ دوسرے وہ جس سے مقلدین کو غیر مقلد دھوکا دیتے ہیں۔ اور عام مقلدین دھوکا کھالیتے ہیں۔ یہ حسب ذیل ہیں۔

سوال (۱):۔ اگر تقلید ضروری تھی تو صحابہ کرام کسی کے مقلد کیوں نہ ہوئے؟

جواب:۔ صحابہ کرام کو کسی کی تقلید کی ضرورت نہ تھی۔ وہ تو حضور علیہ السلام کی صحبت کی برکت سے تمام مسلمانوں کے امام اور پیشوا ہیں کہ آئمہ دین امام ابوحنیفہ و شافعی وغیرہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کی پیروی کرتے ہیں۔

مشکوۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جن کی پیروی کرو گے ہدایت پالو گے۔

(مشکوۃ ص ۵۵۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۲ ص ۳۷۷ برقم ۵۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند عبد بن حمید ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۷۸۳ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاھرۃ)، (الاعتقاد للبیہقی ص ۳۱۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین۔

ترجمہ: تم لازم پکڑو میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵۔۱۶ رقم الحدیث ۴۲۔۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۲۰۰ برقم ۴۶۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محب الدین طبری ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۶۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۶۔۱۲۷ برقم ۱۷۲۷۵۔۱۷۲۷۶ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دبئی)، (سنن الکبری بیہقی جلد ۱۰ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان جلد ۶ ص ۶۷ رقم الحدیث ۷۵۱۵۔۷۵۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع المسانید والسنن ابن کثیر ج ۹ ص ۲۴۰۵ تا ۲۴۰۷ رقم الحدیث ۶۷۲۴۔۶۷۲۵۔۶۷۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد والھدایۃ الی سبیل الرشاد امام بیہقی ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۵۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السنۃ محمد بن نصر المروزی ص

۲۷-۲۶رقم الحدیث ۶۹ مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان جلد اص ۱۷۹-۱۷۸ ارقم الحدیث ۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر امام ابن عساکر ج ۲۱ جز ۴۲ ص ۱۴۷-۱۴۸ ارقم الحدیث ۸۷۱۰-۸۷۱۱-۸۷۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم امام ابونعیم جلد اص ۳۵ تا ۳۷ رقم الحدیث ۱ تا ۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء جلد ۵ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن دارمی جلد اص ۵۷ رقم الحدیث ۹۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند الشامیین امام طبرانی جلد اص ۲۵۴ رقم الحدیث ۴۳۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (المعجم الکبیر امام طبرانی جلد ۱۸ ص ۲۵۷ رقم الحدیث ۶۴۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (وابن ابی عاصم فی السنۃ جلد اص ۲۹-۳۰ رقم الحدیث ۵۴ تا ۵۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السنن الواردۃ فی الفتن جلد ۲ ص ۳۷۵ رقم الحدیث ۱۲۴ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)، (اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۱ ص ۲۲ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر للنبہانی ج ۱ ص ۲۵۷ رقم الحدیث ۲۷۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الموضوعات الکبری ص ۲۱۰ برقم ۸۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ سوال تو ایسا ہے۔ جیسے کوئی کہے ہم کسی کے امتی نہیں۔ کیونکہ ہمارے نبی علیہ السلام کسی کے امتی نہ تھے تو امتی نہ ہونا سنت رسول اللہ ہے۔ اس سے یہ ہی کہا جاوے گا کہ حضور علیہ السلام تو خود نبی ہیں سب آپ کی امت ہیں وہ کس کے امتی ہوتے۔ ہم کو امتی ہونا ضروری ہے ایسے ہی صحابہ کرام تمام کے امام ہیں۔ ان پر کون مسلمان امام ہوتا۔

نہر سے پانی اس کھیت کو دیا جاوے گا جو دریا سے دور ہو۔ مکبرین کی آواز پروہی نماز پڑھے گا جو امام سے دور ہو لب دریا کے کھیتوں کو نہر کی ضرورت نہیں۔ صف اول کے مقتدیوں کو مکبرین کی ضرورت نہیں صحابہ کرام صف اول کے مقتدی ہیں۔ وہ بلا واسطہ سینہ پاک مصطفیٰ علیہ السلام سے فیض لینے والے ہیں ہم چونکہ اس بحر سے دور ہیں لہذا کسی نہر کے حاجت مند ہیں۔ پھر سمندر سے ہزار ہا دریا جاری ہوتے ہیں۔ جس سب میں پانی تو سمندر ہی کا ہے مگر ان سب کے نام اور راستے جدا ہیں کوئی گنگا کہلاتا ہے کوئی جمنا ایسے ہی حضور علیہ السلام آب رحمت کے سمندر ہیں۔ اس سینہ میں سے جو نہر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے سینہ سے ہوتی ہوتی آئی اسے حنفی کہا گیا جو امام مالک رضی اللہ عنہ کے سینہ سے آئی وہ مذہب مالکی کہلایا۔ پانی سب کا ایک ہے مگر نام جداگانہ اور ان نہروں کی ہمیں ضرورت پڑی نہ کہ صحابہ کرام کو جیسے حدیث کی اسناد ہمارے لئے ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے نہیں۔

سوال (۲):۔ رہبری کے لئے قرآن وحدیث کافی ہیں۔ ان میں کیا نہیں جو کہ فقہ سے حاصل کریں قرآن فرماتا ہے۔

ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔

ترجمہ: اور نہ ہے کوئی تو اور خشک چیز جو ایک روشن کتاب میں لکھی نہ ہو۔

(سورہ الانعام آیت نمبر ۵۹)

ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مذکر۔

ترجمہ: اور بے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لئے آسان فرمادیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۴ آیت نمبر ۱۷)

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب ہے اور قرآن سب کے لئے آسان بھی ہے پھر کس لئے مجتہد کے پاس جاویں۔

جواب:۔ قرآن وحدیث بے شک راہبری کے لئے کافی ہیں۔ اور ان میں سب کچھ ہے۔ مگر ان سے مسائل نکالنے کی قابلیت ہونا چاہئے۔ سمندر میں موتی ہیں۔ مگر ان کو نکالنے کے لئے غوطہ خور کی ضرورت ہے آئمہ دین اس سمندر کے غوطہ زن ہیں۔ طب کی کتابوں میں سب کچھ لکھا ہے۔ مگر ہم کو حکیم کے پاس جانا اور اس سے نسخہ تجویز کرانا ضروری ہے۔ آئمہ دین طبیب ہیں **ولقد یسرنا القرآن** میں فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن کو حفظ کرنے کے لئے آسان کیا ہے نہ کہ اس سے مسائل استنباط کرنے کیلئے۔ اگر مسائل نکالنا آسان ہیں تو پھر حدیث کی بھی کیا ضرورت ہے قرآن میں سب کچھ ہے اور قرآن آسان ہے نیز پھر قرآن سکھانے کے لئے نبی کیوں آئے۔ قرآن میں ہے **ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ** (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۹) اور وہ نبی

ان کو کتاب اللہ اور حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں۔قرآن وحدیث روحانی دوائیں ہیں۔امام روحانی طبیب۔

سوال (۳) قرآن کریم نے تقلید کرنے والوں کی برائیاں فرمائی ہے۔فرماتا ہے۔

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ۔

ترجمہ: انہوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۳۱)

فان تنازعتم فی شیئی فردوہ الی اللہ ورسولہ۔

ترجمہ: اور یہ کہ یہ ہی میرا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو اور راہیں نہ چلو کہ تم کو اس کی راہ سے جدا کریں گی۔

(پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۵۳)

وان ھذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم۔

ترجمہ: پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۵۹)

قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباء نا۔

ترجمہ: تو کہیں گے بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۷۰)

ان آیات اور ان جیسی دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ورسول کے حکم کے سامنے اماموں کی بات ماننا طریقہ کفار ہے اور سیدھا راستہ ایک ہی ہے چار راستہ حنفی شافعی وغیرہ ٹیڑھے راستہ ہیں وغیرہ وغیرہ۔

جواب:۔ جس تقلید کی قرآن کریم نے برائی فرمائی ہے۔اس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔**ولا تتبعوا السبل** میں یہودیت یا نصرانیت وغیرہ خلاف اسلام راستے مراد ہیں۔حنفی، شافعی وغیرہ چند راستے نہیں۔بلکہ ایک اسٹیشن کی چار سڑکیں یا ایک دریا کی چار نہریں ہیں۔ورنہ پھر تو غیر مقلدین کی جماعتیں ثنائی اور غزنوی کا کیا حکم ہے۔عقائد بدلنے سے چاروں مذہب کے عقائد یکساں ہیں صرف اعمال میں فروعی اختلاف ہے جیسا کہ خود صحابہ کرام میں اختلاف رہا۔

سوال (۴):۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار مت مان کسی کا قول و قرار

دین حق راچار مذہب ساختند فتنہ در دین نبی انداختند!

جواب:۔ یہ شعر اصل میں چکڑالویوں کا ہے۔

ہوتے ہوئے کبریا کی گفتار مت مان نبی کا قول و کرار

دوسرا شعر بھی اس طرح ہے۔

مسجد دوخشت علیحدہ ساختند فتنہ در دین نبی انداختند

چار مذہب کا جواب ہم نے اپنے دیوان میں شعروں میں اس طرح دیا ہے۔

چار رسل فرشتے چار چار کتب ہیں دین چار سلسلے دونوں چار چار لطف عجب ہے چار میں

آتش وآب وخاک وباد سب کا انہی سے ہے　　　　چار کا سارا ماجرا ختم ہے چار یار میں

ثبات:...... چار کا عدد تو خدا کو بڑا ہی پیارا ہے۔ کتابیں بھی چار بھیجیں۔ اور دین بھی چار ہی بنائے انسان کا خمیر بھی چار ہی چیزوں سے کیا وغیرہ۔ جب مقصود کے چاروں راستے گھر گئے تو پھر وہاں پہنچنا ناممکن کیونکہ راستے چار ہی ہوسکتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے ارد گرد چار طرف نماز ہوتی ہے۔ مگر رخ سب کا کعبہ کو ایسے ہی حضور علیہ السلام تو کعبہ ایمان ہیں۔ چاروں مذہبوں نے چاروں راستے گھیر لئے۔ وہابی کس راستے سے وہاں پہچان گے؟ کس نے کیا خوب کہا ہے۔

مذہب چار چوں چہار راہ اند　　　　بہر منت جو جادہ پیمائی
خود یکے بینی از چہار طرف　　　　کعبہ راچوں تو سجدہ بنمائی

جس طرح قرآن کے ہوتے ہوئے حدیث کی ضرورت ہے اسی طرح حدیث کے ہوتے ہوئے فقہ کی ضرورت ہے فقہ قرآن و حدیث کی تفسیر ہے اور جو حکم کہ ہم کو نہ حدیث میں ملے نہ قرآن میں اس کو فقہ ہی بیان فرماتا ہے۔

سوال (۵):۔ تقلید میں غیر خدا کو اپنا حکم بنانا ہے اور یہ شرک ہے تو حدیث ماننا بھی شرک ہوا نیز سارے محدثین مفسرین مشرک ہوگئے کیونکہ ترمذی ابوداؤد مسلم وغیرہ حضرات تو مقلد ہیں۔ اور امام بخاری وغیرہ مقلدوں کے شاگرد دیکھو عینی شرح بخاری ہم نے دیوان سالک میں اس سوال کا جواب یہ دیا ہے۔

جو تیری تقلید شرک ہوتی محدثین سارے ہوتے مشرک
بخاری و مسلم ابن ماجہ امام اعظم ابوحنیفہ!
کہ جتنے فقہ محدثین ہیں تمہارے خرمن سے خوشہ چیں ہیں
ہوں واسطے سے کہ بے وسیلہ امام اعظم ابوحنیفہ!

جس روایت میں ایک فاسق راوی آجاوے۔ وہ روایت ضعیف یا موضوع ہے تو جس روایت میں کوئی مقلد آجاوے تو مشرک آگیا لہذا وہ بھی باطل پھر ترمذی وابوداؤد تو خود مقلد ہیں۔ مشرک ہوئے ان کی روایات ختم ہوئیں۔ بخاری وغیرہ پہلے ہی ختم ہوچکی کہ وہ مشرکوں کے شاگرد ہیں۔ اب حدیث کہاں سے لاؤ گے۔ قرآن پاک فرماتا ہے۔

وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما من اهله وحکما من اهلها۔

ترجمہ: اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک حکم مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے بھیجو۔
(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۳۵)

حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما نے جنگ صفین میں حکم بنایا ہے۔ خود حضور علیہ السلام نے بنی قریظہ کے معاملہ میں حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا۔ آیت کے معنی یہ ہیں کہ حقیقی حکم خدائے پاک ہی کا ہے اور جو اس کے سواء کے احکام ہیں۔ علماء فقہاء اور مشائخ کے اسی طرح احکام حدیث یہ تمام بالواسطہ خدائے تعالی ہی کے حکم ہیں۔ اگر یہ معنی ہوں کہ کسی کا حکم سوائے خدا کے ماننا شرک ہے تو آج تمام دنیا آج کا فیصلہ کچہریوں کے مقدمات کو مانتی ہے۔ سب ہی مشرک ہوگئے۔

سوال (۶) قیاس مجتہد ظن ہے اور ظن کرنا گناہ ہے۔ قرآن میں اس سے ممانعت ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

یایها الذین امنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً۔

ترجمہ: اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو۔ اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو لہٰذا دین میں صرف کتاب و سنت پر عمل چاہیے۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۴۹ آیت نمبر ۱۲)

اصل دین آمد کتاب مقدم داشتن پس حدیث مصطفیٰ از جان مسلم داشتن

جواب:۔ اس کا جواب خاتمہ میں آویگا کہ قیاس کسے کہتے ہیں اور اس کے احکام کیا ہیں۔

سوال (۷) امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو حدیث صحیح ثابت ہو جائے۔ وہی میرا مذہب ہے لہٰذا ہم نے ان کے قول حدیث کے خلاف پا کر چھوڑ دیئے انشاء اللہ غیر مقلدوں کو اس سے زیادہ دلائل نہ ملیں گے ان ہی کو بنا بگاڑ کر یا بڑھا کر بیان کرتے ہیں۔

جواب:۔ بے شک امام صاحب رضی اللہ عنہ کا یہ حکم ہے کہ اگر میرا قول کسی حدیث کے مقابل واقع ہو جائے تو حدیث پر عمل کرنا میرے مذہب پر عمل کرنا ہے۔ یہ تو امام صاحب کا انتہائی تقویٰ ہے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ قیاس مجتہد وہاں ہوتا ہے جہاں نص موجود نہ ہو۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس زمانہ میں دنیا میں ایسا کون محدث ہے جو احادیث کا اس قدر علم رکھتا ہو کہ تمام احادیث پھر اس کی تمام اسنادوں پر اطلاع رکھتا ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے یہ حکم کس حدیث سے لیا ہے۔ ہم لوگوں کی نظر صحاح ستہ سے آگے نہیں ہوتی پھر کس طرح فیصلہ کر سکتے ہیں کہ امام صاحب رضی اللہ عنہ یہ فرمان کسی حدیث سے ماخوذ نہیں یوں تو حدیث میں بھی آتا ہے۔

اذا بلغکم منی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فان وافقہ فاقبلوہ والا فردوہ۔

ترجمہ: جب تم کو میری کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو اگر اس کے موافق ہو تو قبول کرلو ورنہ رد کردو۔

(مقدمہ تفسیرات احمدیہ ص ۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

تو اگر کوئی چکڑالوی کہے کہ بہت احادیث چونکہ خلاف قرآن ہیں اس لئے ہم حدیث چھوڑتے ہیں قرآن میں ہے کہ میراث تقسیم کرو حدیث میں ہے کہ نبی کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ جس طرح یہ کلام مردود ہے تمہارا قول بھی رد ہے۔

سوال (۸) امام اعظم کو حدیث نہیں آتی تھی۔ اس لئے ان کی روایات بہت کم ہیں اور جو ہیں وہ سب ضعیف۔

جواب:۔ امام اعظم بہت بڑے محدث تھے۔ بغیر حدیث دانی اس قدر مسائل کیسے استنباط ہو سکتے تھے ان کی کتاب مسند امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی کتاب موطاء امام محمد سے ان کی حدیث دانی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایات بہت کم ملتی ہیں تو کیا وہ محدث نہ تھے کمی روایت احتیاط کی وجہ سے ہے۔ امام صاحب کی تمام روایات صحیح ہیں کیونکہ ان کا زمانہ حضور سے بہت قریب ہے بعد میں بعض روایات میں ضعف پیدا ہوا بعد کا ضعف حضرت امام کو مضر نہیں۔ جس قدر اسناد بڑھی ضعف بھی پیدا ہوا۔

لطیفہ:۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ چاروں مذہب حق ہیں یہ کس طرح ہو سکتا ہے حق تو صرف ایک ہی ہوگا۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ واجب ہے تو یا تو واجب ہوگی یا مکروہ۔ دونوں مسئلے صحیح کس طرح ہو سکتے ہیں۔

جواب:۔ یہ ہے کہ حق کے معنی یہاں صحیح واقعہ کے موافق نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ چاروں مذاہب میں سے کسی کی پیروی کرلو خدا کے یہاں پکڑ نہ ہوگی۔ کیونکہ مجتہد کی خطا بھی معاف ہے۔ امیر معاویہ اور مولیٰ علی اسی طرح عائشہ صدیقہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین میں جنگ بھی ہوئی۔ اور حق پر ایک ہی صاحب تھے مگر دونوں کو حق پر کہا جاتا ہے۔ یعنی کسی کی پکڑ عند اللہ نہیں ہوگی۔ جنگل میں ایک شخص کو

خبر نہیں کہ قبلہ کدھر ہے۔ اس نے اپنی رائے سے چار رکعت چار طرف پڑھیں۔ کیونکہ رائے بدلتی رہی۔ یہ بھی منہ پھیرتا رہا۔ قبلہ تو ایک ہی طرف تھا مگر نماز صحیح ہوگئی چاروں قبلہ درست ہیں۔ بلکہ مجتہد خطا بھی کرے تو بھی ایک ثواب پاتا ہے قرآن کریم نے حضرت داؤد علیہ السلام کی اجتہادی خطا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی درستی بیان فرمائی۔ مگر کسی پر عتاب نہ فرمایا۔ بلکہ فرمایا کلا اتینا حکما و علما۔

مشکوۃ کتاب الامارۃ باب العمل فی القضاء میں ہے۔

اذا حکم الحکم فاجتهد و اصاب فله اجران و اذا حکم فاجتهد فاخطا فله اجر واحد۔ (متفق علیه)

ترجمہ: جبکہ حاکم فیصلہ کرے تو اجتہاد کرے اور صحیح کرے تو اس کو دو ثواب ہیں اور جب فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے اور خطا کرے تو اس کو ایک ثواب ہے۔

(مشکوۃ الفصل الاول ص ۳۲۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ اگر شافعی رفع یدین کرے تو ٹھیک ہے اور اگر غیر مقلد کرے تو جرم ہے کیونکہ شافعی حاکم شرع مجتہد سے فیصلہ کرا کر رفع یدین کر رہا ہے اگر غلطی کرتا ہے تو بھی معاف ہے اور چونکہ غیر مقلد نے کسی مجتہد سے فیصلہ نہ کرایا۔ لہذا اگر صحیح بھی کرتا ہے تو بھی خطا کار ہے جیسے کہ آج حاکم کے بغیر کوئی شخص خود ہی قانون کو ہاتھ میں لے کر کوئی کام کرتا ہے مجرم ہے لیکن اگر حاکم کچہری سے فیصلہ کرا کر وہ ہی کام کیا تو اس پر جرم نہیں۔ حاکم جوابدہ ہے اگر حاکم نے غلطی کی ہے تو بھی اس کی پکڑ نہیں دیکھو حضور علیہ السلام نے بدر کے قیدیوں سے محض قیاس پر فدیہ لیا پھر آیت اس کے خلاف آئی۔ معلوم ہوا کہ اس قیاس سے رب راضی نہیں مگر وہ فدیہ کا روپیہ واپس نہ کرایا گیا۔ بلکہ ارشاد ہوا۔ فکلوا مما غنمتم حلالاً طیباً (پارہ ۱۰ سورہ ۸ آیت نمبر ۶۹) وہ مال کھاؤ حلال طیب معلوم ہوا کہ خطاء اجتہادی پر کوئی پکڑ نہیں۔

خاتمہ قیاس کی بحث:۔ شریعت کے دلائل چار ہیں قرآن، حدیث اجماع امت اور قیاس اجماع کے دلائل تو ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن کا بھی حکم ہے اور حدیث کا بھی کہ عام جماعت مسلمین کے ساتھ رہو۔ جو اس سے علیحدہ ہوا وہ جہنمی ہے۔

قیاس کے معنی لغت میں اندازہ لگانا اور شریعت میں کسی فرعی مسئلہ کو اصل مسئلہ سے علت اور حکم میں ملا دینا یعنی ایک مسئلہ ایسا اور درپیش آگیا۔ جس کا ثبوت قرآن و حدیث میں نہیں ملتا تو اس کی مثل کوئی وہ مسئلہ لیا جو قرآن و حدیث میں ہے اس کے حکم کی علت معلوم کر کے کہا کہ چونکہ وہ علت یہاں بھی ہے لہذا اس کا یہ حکم ہے جیسے کسی نے پوچھا کہ عورت کے ساتھ اغلام کرنا کیسا ہے؟ ہم نے جواب دیا کہ حالت حیض میں عورت سے جماع حرام ہے کیوں؟ پلیدی کی وجہ سے۔ اور اس میں بھی پلیدی ہے لہذا یہ بھی حرام ہے۔ کسی نے پوچھا جس عورت سے کسی کے باپ نے زنا کیا۔ وہ اس کے لئے حلال ہے یا نہیں؟ ہم نے کہا کہ جس عورت سے کسی کا باپ نکاح کرے وہ بیٹے کو حرام ہے۔ وطی یا جزئیت کی وجہ سے لہذا یہ عورت بھی حرام ہے۔ اس کو قیاس کہتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ قیاس کرنے والا مجتہد ہو ہر کس و نا کس کا قیاس معتبر نہیں۔ قیاس اصل میں حکم شریعت کو ظاہر کرنے والا ہے خود مستقل حکم نہیں۔ یعنی قرآن و حدیث کا حکم ہوتا ہے مگر قیاس اسے یہاں ظاہر کرتا ہے قیاس کا ثبوت قرآن و حدیث کا حکم ہوتا ہے مگر قیاس اسے یہاں ظاہر کرتا ہے قیاس کا ثبوت قرآن و حدیث و افعال صحابہ سے ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

فاعتبروا یاولی الابصار۔

ترجمہ: تو عبرت لو اے نگاہ والو۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۵۹ آیت نمبر ۲)

یعنی کفار کے حال پر اپنے کو قیاس کرو کہ اگر تم نے ایسی حرکات کیں تو تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔

نیز قرآن نے قیامت کے ہونے کو نیند پر اسی طرح کھیتی کے خشک ہوکر سرسبز ہونے پر قیاس فرما کر بتایا ہے۔اول سے آخر تک کفار کی مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ یہ بھی قیاس ہے۔ بخاری کتاب الاعتصام میں ایک باب باندھا۔

باب من شبه اصلاً معلوماً باصل مبین قد بین الله حکمها لیفهم به السائل۔

ترجمہ: جو کسی قاعدہ معلومہ کو ایسے قاعدے سے تشبیہ دے جس کا حکم خدا نے بیان فرمادیا ہے تا کہ سائل اس سے سمجھ لے۔

(صحیح بخاری کتاب الاعتصام ج ۲ص ۱۰۸۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)،(صحیح بخاری ج ۶ص ۲۶۶۷ رقم الحدیث ۶۸۸۴ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

اس میں ایک حدیث نقل کی۔جس میں حضور علیہ السلام نے ایک عورت کو قیاس سے حکم فرمایا۔

ان امراة جاء ت الی النبی ﷺ فقالت ان امی نذرت ان تحج افا حج عنها قال نعم حجی عنها ارء یت لو کان علی امك دین اکنت تقضینه قالت نعم قال اقضوا الذی له فان الله احق بالوفاء۔

ترجمہ: ایک عورت حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری والدہ نے حج کی نذر مانی تھی کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا ہاں کرو۔اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اس کو ادا کرتیں عرض کیا ہاں۔فرمایا وہ بھی قرض ادا کرو جو اللہ کا ہے کیوں کہ اللہ ادائے قرض کا زیادہ مستحق ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ص ۲۵۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مشکوۃ کتاب الامارۃ باب ما علی الولاۃ اور ترمذی جلد اول شروع ابواب الاحکام اور دارمی میں ہے کہ جب حضرت معاذ ابن جبل کو حضور علیہ السلام نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو پوچھا کہ کس چیز سے فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا کتاب اللہ سے۔فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ تو عرض کیا کہ اس کے رسول کی سنت سے فرمایا اگر اس میں بھی نہ پاؤ؟ تو عرض کیا کہ:

اجتهد برائی ولا الو قال فضرب رسول الله ﷺ علی صدره وقال الحمدلله الذی وفق رسول الله لما یرضی به رسول الله۔

ترجمہ: اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔راوی نے فرمایا کہ پس حضور علیہ السلام نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے قاصد کو اس کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں۔

(جامع الترمذی ص ۲۱۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)،(مشکوۃ ص ۳۲۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)،(سنن ابی داؤد ج ۳ص ۳۰۳ رقم الحدیث ۳۵۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)،(مسند عبد بن حمید ج ۱ص ۷۲ رقم الحدیث ۱۲۴ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاہرۃ)،(مسند الامام الطحاوی ج ۷ص ۲۷۸ رقم الحدیث ۶۷۰ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دبئی)،(تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ج ۸ص ۳۲۹ رقم الحدیث ۱۱۳۷۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)،(سنن الدارمی ج ۱ص ۷۲ رقم الحدیث ۱۶۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)،(سیر اعلام النبلا امام ذہبی ج ۱ص ۴۴۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)،(الاستیعاب ابن عبد البر ج ۳ص ۱۴۰۴ رقم ۲۴۱۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت)،(شرح السنۃ امام بغوی ج ۵ص ۳۵۲ـ۳۵۳ رقم الحدیث مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس سے قیاس کا پرزور ثبوت ہوا۔ چونکہ حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں اجماع نہیں ہوسکتا اس لئے اجماع کا ذکر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نہ کیا۔اسی طرح صحابہ کرام نے بہت سے احکام اپنے قیاس سے دیئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو قیاس فرما کر مہر مثل دلوایا جو بغیر نکاح میں آئی اور شوہر مر گیا۔

دیکھو نسائی شریف جلد دوم صفحہ ۸۸ مطبع مجتبائی پاکستان۔

نسائی شریف میں جلد دوم کتاب القضاء باب الحکم باتفاق اهل العلم میں حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے۔

فمن عرض له منكم قضاء بعد اليوم فليقض بما في كتاب الله فليقض بما قضى به نبيه ﷺ فان جآء امره ليس في كتاب الله ولا قضى به نبيه ﷺ فليقض بما قضى به الصالحون فان جاء ه امر ليس في كتاب الله ولا قضى به نبيه ﷺ ولا قضى به الصالحون فليجتهد رايه۔

ترجمہ: آج کے بعد جس پر کوئی فیصلہ پیش آ جائے تو قرآن شریف سے فیصلہ کرے اگر ایسی چیز پیش آ گئی جو قرآن شریف میں نہیں ہے تو اس سے فیصلہ کرے جو اللہ کے نبی ﷺ نے فیصلہ کیا لیکن اگر ایسی چیز پیش آ جائے جو نہ قرآن شریف میں ہو اور نہ اللہ کے نبی ﷺ نے اس کا فیصلہ کیا ہو تو اس پر فیصلہ کرو جو نیک لوگوں نے فیصلہ کیا ہو لیکن اگر وہ چیز پیش آ گئی جو نہ قرآن شریف میں ہے اور نہ اس کا فیصلہ نبی ﷺ نے کیا نہ صالحین نے تو اپنے قیاس سے اجتہاد کرے۔

امام نسائی اسی حدیث کے متعلق اسی جگہ فرماتے ہیں۔

قال ابو عبدالرحمن هذا الحديث جيد جيد۔

ترجمہ: یہ حدیث بڑی کھری ہے بڑی کھری ہے۔

(سنن النسائی المجتبیٰ باب الحکم باتفاق اھل العلم ج ۲ ص ۳۰۵ مطبع مجتبائی پاکستان وفی نسخۃ ج ۸ ص ۲۳۰ رقم الحدیث ۵۳۹۷ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب)

نسائی شریف میں اس جگہ حضرت قاضی شریح سے روایت ہے فرمایا کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں دریافت کیا کہ میں فیصلے کیسے کروں تو آپ نے جواب دیا۔

فكتب اليه ان اقض بما في كتاب الله فان لم فكن في كتاب الله فبسنة رسول الله فان لم يكن في كتاب الله ولا في سنة رسول الله ﷺ فاقض بما قضى به الصالحون فان لم يكن في كتاب الله ولا في سنة رسول الله ﷺ ولم يقض به الصالحون فان شئت فتقدم وان شئت فتاخر ولا ارى التاخر الا خيرا لك والسلام عليكم۔

ترجمہ: انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ قرآن شریف سے فیصلہ کرو۔ اگر اس میں نہ ہو تو سنت رسول اللہ سے فیصلہ کرو اور اگر نہ کتاب اللہ میں ہو نہ سنت رسول اللہ میں تو اس سے فیصلہ کرو جو اللہ کے نیک لوگوں نے فیصلہ کیا ہو (اجماع امت) لیکن اگر نہ تو وہ مسئلہ قرآن میں ہو نہ سنت میں اور نہ ہی اس کے متعلق صالحین کا فیصلہ ہو تو چاہو تو پیش قدمی کرو اور چاہو مہلت لو میں تمہارے لئے مہلت ہی کو بہتر جانتا ہوں۔

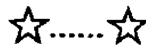
(سنن النسائی المجتبیٰ باب الحکم باتفاق اھل العلم ج ۲ ص ۳۰۵ مطبع مجتبائی پاکستان وفی نسخۃ ج ۸ ص ۲۳۰ رقم الحدیث ۵۳۹۷ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (جامع بیان العلم وفضلہ باب اجتہاد الرای علی الاصول ج ۲ ص ۸۴۶ مطبوعہ دار ابن الجوزی)

ان دونوں حدیثوں میں کتاب، سنت، اجماع امت اور قیاس کا ایسا صریح ثبوت ہے کہ اس کا نہ انکار ہوسکتا ہے۔ نہ کوئی تاویل۔ اب وہ ... راض جو غیر مقلد کرتے ہیں اجتنبوا كثيرا من الظن (پارہ ۲۶ سورہ ۴۹ آیت نمبر ۱۲) کہ بہت ظن سے بچو۔ اس میں ظن سے مراد بدگمانیاں ہیں یعنی مسلمانوں پر بدگمانیاں نہ کیا کرو اسی لئے اس آیت میں اس کے بعد غیبت وغیرہ کی ممانعت ہے ورنہ قیاس اور غیبت میں کیا تعلق جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے انما النجوى من الشيطن (پارہ ۲۸ سورہ ۵۸ آیت نمبر ۱۰) مشورہ کرنا شیطان کی طرف ہے۔ تو کیا ہر مشورہ شیطانی کام ہے۔ نہیں بلکہ جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مشورے ہوں وہ شیطانی ہیں ایسے ہی یہ ہے اور جس قیاس کی برائیاں آئی ہیں۔ وہ قیاس ہے جو حکم خدا کے مقابلہ میں کیا جائے جیسا کہ شیطان نے حکم سجدہ پاکر قیاس کیا اور حکم الٰہی کو رد کر دیا ہے کفر ہے غیر مقلد یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن فرماتا ہے انما اتبع ما يوحى الى انما (پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۲۰۳) حصر کے لئے ہے جس سے معلوم ہوا کہ

سوائے وحی کے اور کسی چیز کی پیروی نہ کی جائے نہ اجماع کی نہ قیاس کی صرف قرآن وحدیث کی پیروی ہو مگر انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اجماع وقیاس پرعمل بھی قرآن وحدیث پر ہی عمل ہے کہ قیاس مظہر ہے۔

آخر میں منکرین قیاس سے دریافت کرتا ہوں کہ جن چیزوں کی تصریح قرآن وحدیث میں نہ ملے یا بظاہر احادیث میں تعارض واقع ہو وہاں کیا کرو گے؟ مثلاً ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اسی طرح اگر جمعہ کی نماز میں رکعت اول میں جماعت تھی۔ رکعت دوم میں جماعت پیچھے سے بھاگ گئی اب ظہر پڑھیں یا جمعہ؟ اسی طرح دیگر مسائل قیاسیہ میں کیا جواب ہوگا؟ اس لئے بہتر ہے کہ کسی امام کا دامن پکڑ لو۔ اللہ توفیق دے۔

آمین



بحث علم غیب

اس میں ایک مقدمہ ہے اور دو باب اور ایک خاتمہ بمنہ و کرمہ

مقدمہ اس میں چند فصلیں ہیں

پہلی فصل

غیب کی تعریف اور اس کی اقسام کے بیان میں

غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے۔ جس کو انسان نہ تو آنکھ ناک کان وغیرہ حواس سے محسوس کر سکے اور نہ بلا دلیل بداہتہً عقل میں آ سکے لہٰذا

حاشیہ.....☆

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صاحب لولاک ﷺ کو وہ اونچے سے اونچا اونچے سے اونچا رفیع سے رفیع تر مقام عطا کیا ہے جس کی بلندی تک رسائی کسی کے بس کی بات نہیں۔ بس اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہی جانے کہ مقام مصطفیٰ ﷺ کی رفعت اور بلندی کیا ہے۔

سلطان الاولیاء حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کا ارشاد مبارک ہے:

عام مومنوں کے مقام کی انتہا صالحین کے مقام کی ابتدا ہے اور صالحین کے مقام کی انتہا شہیدوں کے مقام کی ابتدا ہے اور شہیدوں کے مقام کی ابتدا صدیقوں کے مقام کی ابتدا ہے اور صدیقوں کے مقام کی انتہا نبیوں کے مقام کی ابتداء ہے اور نبیوں کے مقام کی انتہا رسولوں کے مقام کی ابتداء ہے اور رسولوں کے مقام کی انتہا اولوالعزم کے مقام کی ابتداء ہے اور اولوالعزم کے مقام کی انتہا حبیب خدا ﷺ کے مقام کی ابتدا ہے اور حبیب خدا ﷺ کے مقام کی انتہا کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔

حضور ﷺ کا علم کا مقام کوئی بیان نہیں کیا جا سکتا۔ حضور ﷺ کا علم تو دور کی بات حضور ﷺ کے غلاموں کے علم ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

و کانی انظر الی اهل الجنة یتزاورون فیها و کانی انظر الی اهل النار یتضاغون فیها فقال یا حارث عرفت فالزم ثلاثا۔

ترجمہ: گویا کہ میں اپنے رب کے عرش کو صاف صاف دیکھ رہا ہوں اور گویا کہ میں اہل جنت کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ ایک دوسرے کی زیارت کر رہے ہیں اور میں گویا کہ میں اہل دوزخ کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ اس میں بھوک کی شدت سے چلا رہے ہوں گے تب آپ نے تین بار فرمایا اے حارث تم نے (اللہ تعالیٰ کی) معرفت حاصل کر لی۔

(المعجم الکبیر طبرانی ج ۳ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۳۳۶۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

یہ حضور ﷺ کے ایک غلام کی شان ہے کہ زمین سے عرش کو جنت و دوزخ کو دیکھ رہے ہیں۔

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن الحسین بن مابهرام ابو عبدالله الا یدجی حدثنا محمد بن مرزوق البصری حدثنا هانیء بن یحیی السلمی حدثنا حسن بن جعفر الجفری عن قتادة عن یحیی بن وثاب عن ابی هریرة قال: قال رسول الله ﷺ لما کلم الله موسی کان یبصر دیب النمل علی الصفا فی اللیلة الظلماء من سیرة عشرة فراسخ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو

پنجاب والے کے لئے بمبئی غیب نہیں ۔ کیونکہ وہ یا تو آنکھ سے دیکھ آیا ہے یا سن کر کہہ رہا ہے کہ بمبئی ایک شہر ہے ۔ یہ حواس سے علم ہوا۔ اسی طرح کھانوں کی لذتیں اوران کی خوشبو وغیرہ غیب نہیں کیونکہ یہ چیزیں اگر چہ آنکھ سے چھپی ہیں ۔ مگر دوسرے حواس سے معلوم ہیں جن اور ملائکہ اور جنت و دوزخ ہمارے لئے اس وقت غیب ہیں ۔ کیونکہ نہ ان کو حواس سے معلوم کر سکتے ہیں اور نہ بلا دلیل عقل سے ۔

حاشیہ.....☆

موسیٰ علیہ السلام چیونٹی کے پاؤں کی آواز رات کے اندھیرے میں دس فرسخ کے فاصلے سنتے تھے ۔
(طبرانی صغیر باب من اسمہ احمد ج اص ۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب عزوجل کا دیدار نہیں کیا صرف کلام فرمایا اوران کے علم کا یہ مقام ہے تو سرکار دو عالم ﷺ کے علم مبارک کا کیا مقام ہوگا جنہوں نے اپنے سر کی آنکھوں سے رب کا دیدار کیا:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں ۔

حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا عفان ثنا عبدالصمد بن کیسان ثنا حماد بن سلمة عن قتادة عن عکرمة عن بن عباس قال قال رسول الله ﷺ رایت ربی تبارك و تعالی۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔
(مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۲۶۳۴ مطبوعہ موسسۃ قرطبیۃ مصر)

امام علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں ۔

وعن ابن عباس انه کان یقول ان محمداً ﷺ رای ربه مرتین مرة ببصره ومرة بفوأده رواه الطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال الصحیح خلا جهور بن منصور الکوفی وجهور بن منصور ذکره ابن حبان فی الثقات۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کو دومرتبہ دیکھا ایک مرتبہ اپنی آنکھ کے ساتھ اور ایک بار اپنے دل کے ساتھ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اس کی سند صحیح ہے ماسوا جھور بن منصور کوفی کے امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے ۔ اوراس کے رجال صحیح ہیں ۔
(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب فی الرؤیۃ ج ۱ ص ۷۹ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (مواہب اللدنیۃ ج ۳ ص ۳۹۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں ۔

واخرج الطبرانی فی (الاوسط) بسند صحیح عن ابن عباس انه کان یقول ان محمداً ﷺ رای ربه مرتین مرة ببصره و مرة بفؤاده۔

ترجمہ: امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "الاوسط" میں بہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے دومرتبہ اپنے رب کو دیکھا ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے ۔
(خصائص الکبری باب خصوصیۃ ﷺ بالاسراء ومارای من آیات ربہ الکبری ج ۱ ص ۲۶۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۹ ص ۱۹۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں ۔

روی الطبرانی بسند صحیح عن ابن عباس انه کان یقول نظر محمد الی ربه مرتین مرة ببصره ومرة بفؤاده۔

(سبل الهدی والرشاد ج ۳ ص ۶۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

غیب دوطرح کا ہے ایک وہ جس پر کوئی دلیل قائم ہوسکے۔ یعنی دلائل سے معلوم ہوسکے دوسرا وہ جس کی دلیل سے بھی معلوم نہ کیا جاسکے پہلے غیب کی مثال جیسے جنت ودوزخ اور خدائے پاک کی ذات وصفات کہ عالم کی چیزیں اور قرآن کی آیات دیکھ کران کا پتہ چلتا ہے۔

حاشیہ......☆

امام شہاب الدین خفاجی ۱۰۶۹ھ فرماتے ہیں۔

ولما كانت هذه القوة حصلت للكليم بالتجلي فحصولها للنبي ﷺ بعد الاسراء۔

ترجمہ: جب یہ قوت بصارت کلیم کواللہ کی تجلی کے ساتھ حاصل ہے تو ہمارے پیارے آقا ﷺ کے لیے معراج کے بعد اس کا کیا حال ہوگا۔

(نسیم الریاض شرح الشفاج ا ص ۳۸۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام احمد بن عمرو بن عبدالخالق عتکی بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو كريب قال نا سفيان بن عيينة قال نا نعيم بن ضمضم عن ابن الحميري قال سمعت عمار بن ياسر يقول قال رسول الله ان الله وكل بقبري ملكا اعطاه اسماع الخلائق فلا يصلي على احد الى يوم القيامة الا ابلغني باسمه واسم ابيه هذا فلان بن فلان قد صلى عليك۔

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمار! بے شک اللہ نے ایک فرشتے کو تمام مخلوق کی سماعت عطا کی ہے اور جب میری وفات ہوگی تو وہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا پس میری امت میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے گا وہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہے گا اے محمد (ﷺ)! فلاں فلاں شخص نے آپ پر درود پڑھا ہے پھر اللہ عزوجل اس کے ہر درود کے بدلہ میں اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

(مسند البزار ج ۴ ص ۲۵۴۔۲۵۵ رقم الحدیث ۱۴۲۵۔۱۴۲۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)۔(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام عبدالرؤف المناوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اى قوة يقتدربها على سماع ما ينطق به كل مخلوق من انس وجن وغيرهما۔

(فیض القدیر شرح جامع الصغیر ج ۲ ص ۴۸۳ مطبوعہ دار الفکر الاسلامیہ لاہور)

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اى قوة يقتدربها على سماع ما ينطق به كل مخلوق من انس وجن وغيرهما۔

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو ایسی قوت عطا فرمائی ہے کہ انسان اور جن اور اس کے سوا تمام مخلوق الٰہی کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے اس کو سنتا ہے۔

(زرقانی شرح المواہب ج ۵ ص ۳۳۶ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

تمام فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

الا اخبركم بافضل الملائكة؟ جبريل.......۔

ترجمہ: کیا میں تمہیں افضل فرشتہ جبرائیل کے بارے میں خبر نہ دوں۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ا ص ۱۷۱ رقم الحدیث ۲۸۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور یہ تمام فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کے غلام اور وزیر ہے یہ حضور ﷺ کے ایک خادم دربار فرشتہ کے علم کا

دوسرے غیب کی مثال جیسے قیامت کا علم کہ کب ہوگی۔ انسان کب مرے گا اور عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی بد بخت ہے یا نیک بخت کہ ان کو دلائل سے بھی معلوم نہیں کر سکتے۔

حاشیہ......☆

مقام ہے تو تمام فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام اور ان کے آقا و مولا ﷺ کے علم مبارک کا کیا مقام ہوگا؟

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ ما من نبی الا له وزیران من اهل السماء ووزیران من اهل الارض فاما وزیرای من اهل السماء فجبریل ومیکائیل واما وزیرای من اهل الارض فابوبکر وعمر هذا حدیث حسن وغریب۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کلیہما ج ۵ ص ۶۱۶ رقم الحدیث ۳۶۸۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تخریج الدلالات السمعیۃ ص ۵۳ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۴۷ رقم الحدیث ۲۴۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۱۸۶۔۱۸۷ رقم الحدیث ۱۶۲۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۸۴ رقم الحدیث ۴۱۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۳۰۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۹۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام مجاہد بن جبر المخزومی التابعی متوفی ۱۰۴ھ لکھتے ہیں۔

عن مجاهد یتوفاکم ملك الموت قال حویت له الارض فجعلت له مثل الطست ینال منها حیث یشاء۔

ترجمہ: امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام روئے زمین ملک الموت کے سامنے ایک تھال کی طرح ہے وہ اس سے جو چیز چاہتے ہیں جہاں سے چاہتے ہیں پکڑ لیتے ہیں۔

(تفسیر مجاہد تحت سورۃ السجدۃ آیت نمبر ۱۱ ج ۲ ص ۵۱۰ مطبوعہ المنشورات العلمیۃ بیروت)، (تفسیر ابن کثیر تحت سورۃ السجدۃ آیت نمبر ۱۱ ج ۳ ص ۴۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر بغوی ج ۳ ص ۴۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (تفسیر الثعالبی ج ۳ ص ۲۱۳ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت)، (جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۲۱ ص ۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الدر المنثور ج ۶ ص ۵۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۱۴ ص ۹۴ مطبوعہ دار الشعب القاهرۃ)

امام عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الاصبہانی متوفی ۳۶۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن شعیب حدثنا احمد بن ابی سریج حدثنا عبداللہ بن الجهم حدثنا عمرو بن ابی الآف عن بشیر بن عاصم عن ابن ابی لیلی عن القاسم بن ابی بزة عن مجاهد رحمه اللہ تعالی فی قوله تعالی قل یتوفکم ملك الموت الذی وکل بکم قال حویت له الارض فجعلت له مثل الطست یتناول منها حیث شاء۔

ترجمہ: امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول "قل یتوفکم" کے بارے میں فرماتے ہیں زمین ملک الموت کے لئے اس طرح سمیٹ لیا جاتا ہے جس طرح پلیٹ ہو وہ جہاں سے چاہے اُچک لے۔

(العظمۃ ج ۳ ص ۸۹۴ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)

امام عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الاصبہانی متوفی ۳۶۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو یحیی الرازی حدثنا هناد حدثنا قبیصة حدثنا سفیان عن رجل عن مجاهد رحمه اللہ تعالی قال جعلت الارض لملك الموت علیه السلام برها بحرها وجبلها وسهلها کالطست یاخذ منها حیث یشاء۔

حاشیہ......☆

ترجمہ: امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول "قل یتوفکم" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ زمین ملک الموت کے لئے ایک پلیٹ کی طرح ہے اس کے پہاڑ، میدان، دریا، خشکی وہ جہاں سے چاہے اُچک لے۔

(العظمۃ ج ۳ ص ۸۹۵ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابو بکر بن مالك ثنا عبدالله بن احمد بن حنبل حدثنی ابی ثنا عبدالرزاق اخبرنا الثوری عن رجل عن مجاهد قال جعلت الارض لملك الموت مثل الطست یتناول منها حیث شاء وجعلت له اعوان یتوفون الانفس ثم یقبضها منهم۔

ترجمہ: امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ملک الموت کے لئے زمین کو ایک پلیٹ کی مانند بنا دیا گیا ہے۔ وہ اس میں سے جہاں سے چاہتے ہیں جسے چاہتے ہیں لے لیتے ہیں اور ان کے کچھ مددگار مقرر کر دیتے ہیں جو روحوں کو قبض کرتے ہیں اور پھر ملک الموت ان روحوں کو ان سے لے کر اپنے قبضے میں کر لیتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر مجاہد بن جبر رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۲۸۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

وروی ان ملك الموت جعلت له الدنيا مثل راحة اليد ياخذ منها صاحبها ما احب من غير مشقة فهو يقبض انفس الخلق فی مشارق الارض ومغاربها۔

ترجمہ: روایت ہے کہ ملک الموت کے نزدیک تمام دنیا ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے وہ بغیر کسی مشقت کے جس شخص کو چاہے پکڑ لیتا ہے وہ مشارق اور مغارب سے مخلوق کی روحوں کو قبض کر لیتا ہے۔

(تفسیر بغوی ج ۳ ص ۴۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

ان ملك الموت ينظر فی وجه كل آدمی ثلاثمائة نظرة وستاً وستين نظرة وبلغنی ان ملك الموت ينظر فی كل بيت تحت ظل السماء ستمائة مرة وبلغنی ان ملك الموت قائم وسط الدنيا فينظر الدنيا كلها برها وبحرها وجبالها وهی بين يديه كالبيضة بين رجلی احدكم۔

ترجمہ: ملک الموت علیہ السلام (اتنے عظیم الجثہ ہیں کہ) ان کا سر آسمان میں ہے اور ان کے دونوں پاؤں زمین پر ہیں اور تمام دنیا ملک الموت کے سامنے اس طرح ہے جیسے ایک شخص کے سامنے کھانے کا ڈونگہ رکھا ہوا اور وہ اس میں سے کھا رہا ہو۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام ہر آدمی کے چہرے کو تین سو چھیاسٹھ (366) مرتبہ دیکھتے ہیں۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام آسمان کے نیچے ہر گھر کو چھ سو مرتبہ دیکھتے ہیں۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام دنیا کے وسط میں قیام فرما ہیں اور دنیا بھر کے صحرا، سمندر اور پہاڑ ان کی نظر میں اس طرح ہیں جیسے تم میں سے ایک شخص کے قدموں میں انڈا رکھا ہوا ہو۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ماجاء ان للموت سکرات الخ ج ۱ ص ۲۷۔۲۸ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)

یہ ایک مختصر سی جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی جب سرکار ﷺ کے غلاموں کے علم کا یہ مقام تو سوچئے اس محبوب رب العالمین کے علم مبارک کا کیا مقام ہوگا؟

اسی دوسرے غیب کو مفاتح الغیب کہا جاتا ہے اوراس کو پروردگار عالم نے فرمایافلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول۔(پارہ ۲۹ سورہ ۷۲ آیت نمبر ۲۶، ۲۷) تفسیر بیضاوی یومنون بالغیب کے ماتحت ہے۔

والمراد به الخفی الذی لایدرکه الحس ولا تقتضیه بداهة العقل۔

ترجمہ: غیب سے مرادوہ چھپی ہوئی چیز ہے جس کو حواس نہ پاسکیں اور نہ بداہتہً اس کو عقل چاہے۔

(انوار التنزیل ج۱ ص ۲۸ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)

تفسیر کبیر سورہ بقر کے شروع میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قول جمهور المفسرین ان الغیب هو الذی یکون غائباً عن الحاسة ثم هذا ینقسم الی ما علیه دلیل والی ما لا دلیل علیه۔

ترجمہ: عام مفسرین کا یہ قول ہے کہ غیب وہ ہے جو حواس سے چھپا ہوا ہو۔ پھر غیب کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک تو وہ جس پر دلیل ہے دوسرے وہ جس پر کوئی دلیل نہیں۔

(تفسیر الکبیر ج۲ ص ۲۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

تفسیر روح البیان میں شروع سورہ بقرہ یومنون بالغیب کے ماتحت ہے۔

وهو ما غاب عن الحس والعقل غیبة کاملة بحیث لا یدرك بواحد منها ابتداء بطریق البداهة وهو قسمان قسم لا دلیل علیه وهو الذی ارید بقوله عنده مفاتح الغیب وقسم نصب علیه دلیل کا الصانع وصفاته وهو المراد۔

ترجمہ: غیب وہ ہے جو حواس اور عقل سے پوراپورا چھپا ہوا اس طرح کہ کسی ذریعہ سے بھی ابتداء کھلم کھلا معلوم نہ ہو سکے۔ غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قسم جس پر کوئی دلیل نہ ہو وہ ہی اس آیت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ دوسری قسم وہ جس پر دلیل قائم ہو جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات۔ وہ ہی اس جگہ مراد ہے۔

(تفسیر روح البیان ج۱ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

حاشیہ......☆

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں۔

والغیب کل ماغاب عنك ابو اسحق فی قوله تعالی یومنون بالغیب ای یومنون بما غاب عنهم مما اخبرهم به النبی ا من امر البعث والجنة والنار و کل ماغاب عنهم مما انباهم به فهو غیب۔

ترجمہ: جو چیز تم سے غائب ہو وہ غیب ہے امام ابواسحاق نے ''یومنون بالغیب'' کی تفسیر میں کہا ہے جو چیز متقین سے غائب تھی اور نبی ﷺ نے ان کو اس کی خبر دی وہ غیب ہے جیسے مرنے کے بعد اٹھنا جنت، دوزخ اور ہر وہ چیز جو ان سے غائب تھی اور نبی ﷺ نے ان کو اس کی خبر دی وہ غیب ہے۔

(لسان العرب ج۱ ص ۶۵۴ مطبوعہ دارالاحیاء بیروت)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

الغیب فی کلام العرب کل ما غاب عنك غابت الشمس تغیب والغیبة معروفة واغابت المرأة فهی مغیبة اذا غاب عنها زوجها و وقعنا فی غیبة وغیابة ای هبطة من الارض والغیابة الاجمة وهی جماع الشجر یغاب فیها ویسمی المطمئن من الارض الغیب لانه غاب عن البصر۔

فائدہ: رنگ آنکھ سے دیکھا جاتا ہے۔ بو ناک سے سونگھی جاتی ہے اور لذت زبان سے اور آواز کان سے محسوس ہوتی ہے۔ رنگت زبان و کان کے لئے غیب ہے اور بو آنکھ کے لئے غیب ہے اگر کوئی اللہ کا بندہ بو اور لذت کو ان کی شکلوں میں آنکھ سے دیکھ لے وہ بھی علم غیب اضافی ہے جیسے اعمال قیامت میں مختلف شکلوں میں نظر آئیں گے۔ اگر کوئی ان شکلوں کو یہاں دیکھ لے تو یہ بھی علم غیب ہے۔ حضور غوث پاک فرماتے ہیں۔

وما منها شهوراً ودهور تمرو تنقضی الا اتالی

کوئی مہینہ اور کوئی زمانہ عالم میں نہیں گزرتا مگر وہ ہمارے پاس ہو کر اجازت لے کر گزرتا ہے۔

حاشیہ......☆

ترجمہ: محاورہ عرب میں غیب وہ ہے جو آپ کی نظروں سے پوشیدہ ہو۔ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں "غابت الشمس" اور غیبت کا معنی تو معروف ہے اور جب کسی عورت کا شوہر غائب ہو جائے تو کہا جاتا ہے "اغابت امراۃ" وہ عورت "مغيبه" کہلاتی ہے اور ہم "غيبة و غيابه" میں گر گئے سے مراد ہے کہ ہم گڑھے میں گر گئے اور "الغيابه" درختوں کے جھنڈ کو کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں ایک جگہ کافی درخت جمع ہوتے ہیں جن کے اندر چھپا جا سکتا ہے اور پست زمین کو "الغيب" کہا جاتا ہے کیونکہ زمین کا یہ حصہ نظر سے پوشیدہ ہوتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ا ص ۱۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں۔

ما لا يقع تحت الحواس ولا تقتضيه بداية العقول وانما يعلم بخبر الانبياء عليهم السلام۔

ترجمہ: غیب وہ ہوتا ہے جو حواس خمسہ میں نہ آسکے اور نہ ہی عقل کی تیزی اس کا ادراک کر سکے اور وہ صرف انبیاء علیہم السلام کی خبر سے معلوم ہو۔

(المفردات فی غریب القرآن ص ۳۶۷ مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ ایران)

امام ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں۔

والمراد به (ای بالغيب) الخفی الذی لا يدركه الحس ولا يقتضيه بديهة العقل۔

ترجمہ: غیب سے مراد ہر وہ مخفی شئے ہے جس کا ادراک نہ تو حواس کر سکیں اور نہ ہی وہ عقل کی سریع الفہمی کے دائرے میں آسکے۔

(انوار التنزیل ج ا ص ۲۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

الغيب كل ما اخبر به الرسول عليه السلام مما لا تهتدی اليه العقول من اشراط الساعة و عذاب القبر والحشر والنشر والصراط والميزان والجنة و النار۔

ترجمہ: غیب وہ سب کچھ ہے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ان امور میں سے جن تک عقل راہ یاب نہیں ہو سکتی یعنی علامات قیامت، عذاب قبر، حشر نشر، پل صراط، میزان، جنت اور دوزخ۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ا ص ۱۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں۔

(بالغيب) بما غاب عنهم مما انباهم به النبی ﷺ من امر البعث والنشور والحساب وغير ذلك۔

اسی طرح جو چیز فی الحال موجود نہ ہونے یا بہت دور ہونے یا اندھیرے میں ہونے کی وجہ سے نظر نہ آسکے وہ بھی غیب ہے اور اس کا جاننا علم غیب ہے۔ جیسے حضور علیہ السلام نے آئندہ پیدا ہونے والی چیزوں کو ملاحظہ فرمالیا یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہاوند میں حضرت ساریہ کو مدینہ پاک سے دیکھ لیا اور ان تک اپنی آواز پہنچادی۔ اسی طرح کوئی پنجاب میں بیٹھ کر مکہ معظمہ یا دیگر دور دراز ملکوں کو مثل کف دست کے دیکھے یہ سب غیب ہی میں داخل ہیں۔

حاشیہ......☆

ترجمہ: غیب سے مراد وہ امور ہیں جو متقین کی نظروں سے پوشیدہ تھے اور حضور ﷺ نے انہیں ان امور کی خبر دی جیسے مرنے کے بعد اٹھایا جانا، حشر نشر، حساب اور دیگر امور غیبیہ۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج ۱ ص ۱۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

لفظ نبی نبا سے مشتق ہے جس کا معنی ہے خبر اور نبی اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی علم حاصل کر کے اہل جہان کو خبر عطا کرنے والا ہوتا ہے۔

اور بعض کہتے ہیں لفظ نبی نبوۃ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے جائے بلند اور نبی واقعتا رفعت کی اعلیٰ ترقسم سے سرفراز ہوتا ہے اور اسے اللہ اور مخلوق کے مابین سفیر بنایا جاتا ہے۔

پہلے معنی کے اعتبار سے نبوت اور رسالت کے مفہوم میں کچھ فرق نہیں رہ جاتا کیونکہ رسول بروزن فعول کا معنی ہے مرسل یعنی بھیجا ہوا (کیونکہ فعول بمعنی مفعول اکثر استعمال ہوتا ہے) اور بھیجے جانے سے مراد یہی ہے کہ اسے بذریعہ وحی علم دے کر باخبر بنایا جائے اور یہی نبی کا معنی ہے۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۳۶ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

منجد میں ہے۔

والنبی المخبر عن الغیب او المستقبل بالھام من اللہ المخبر عن اللہ وما یتعلق بہ تعالی۔

ترجمہ: نبی کا مطلب ہے اللہ کی طرف سے الہام کی بناپر غیب یا مستقبل کی باتیں بتانے والا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے متعلقات کی خبر دینے والا۔

(المنجد ص ۷۸۴ مطبوعہ مصر)

امام قاضی عیاض بن موسی مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں۔

النبوۃ فی لغۃ من ھمز ماخوذۃ من النباء وھو الخبر والمعنی ان اللہ تعالی اطلعہ علی غیبہ و اعلمہ انہ نبیہ او یکون مخبرا عما بعثہ اللہ تعالی بہ ومنبا بما اطلعہ علیہ۔

ترجمہ: نبوت اس شخص کی لغت میں جو ہمزہ پڑھتا ہے نبأ سے ماخوذ ہے بمعنی خبر۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے غیب پر مطلع فرمادیا اور اسے بتایا کہ وہ اللہ کا نبی ہے یا وہ خبر دینے والا ہے اس وحی کی جس کے ساتھ اللہ نے اسے بھیجا ہے اور بتانے والا ہے ان حقائق کا جن پر اللہ نے اسے مطلع فرمادیا۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۱۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

بذریعہ آلات کے جو چھپی ہوئی چیز معلوم کی جاوے وہ علم غیب نہیں۔ مثلاً کسی آلہ کے ذریعے سے عورت کے پیٹ کا بچہ معلوم کرتے ہیں یا کہ ٹیلیفون اور ریڈیو سے دور کی آواز سن لیتے ہیں۔ اس کو علم غیب نہ کہیں گے۔ کیونکہ غیب کی تعریف میں عرض کر دیا گیا کہ جو حواس سے معلوم نہ ہو سکے۔ اور ٹیلیفون یا ریڈیو میں سے جو آواز نکلی۔ وہ آواز حواس سے معلوم ہونے کے قابل ہے آلہ سے جو پیٹ کے بچہ کا حال معلوم ہوا۔ یہ بھی غیب کا علم نہ ہوا۔ جبکہ آلہ نے اس کو ظاہر کر دیا تو اب غیب کہاں رہا۔

خلاصہ یہ کہ اگر کوئی آلہ چھپی ہوئی چیز کو ظاہر کر دے۔ پھر ظاہر ہو چکنے کے بعد ہم اس کو معلوم کر لیں تو علم غیب نہیں۔

حاشیہ......☆

نیز امام قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں۔

النبوة هى الاطلاع على الغيب والاعلام بخواص النبوة۔

ترجمہ: نبوت کا معنی ہے غیب پر مطلع ہونا اور خصوصیات نبوت بتانا۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ا ص ۱۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں۔

النبى المخبر عن الله فان الله تعالى اخبره عن توحيده واطلعه على غيبه واعلمه انه نبيه۔

ترجمہ: نبی کا معنی ہے اللہ کی طرف سے خبر دینے والا بے شک اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اپنی توحید کی خبر دی اور اپنے غیب پر مطلع فرمایا اور آپ کو آپ کا نبی ہونا بتایا۔

(تاج العروس للزبیدی ج ا ص ۱۲۱ مطبوعہ المطبعہ الخیریہ مصر)

الشیخ علامہ احمد بن محمد القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں۔

النبوة التى هى الاطلاع على الغيب۔

ترجمہ: نبوت کے معنی ہی یہ ہیں کہ علم غیب جاننا۔

(مواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول ج ۲ ص ۷۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

نیز یہی امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

النبوأة ماخوذة من النباء وهو الخبر اى ان الله تعالى اطلعه على غيبه۔

ترجمہ: حضور ﷺ کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنے غیب کا علم دیا۔

(مواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول ج ۲ ص ۳۵۔۳۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

یہی الشیخ علامہ احمد بن محمد القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

قد اشتهر وانتشر امره ﷺ بين اصحابه بالاطلاع على الغيوب۔

ترجمہ: بے شک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مشہور و معروف تھا کہ نبی کریم ﷺ کو غیبوں کا علم ہے۔

(مواہب اللدنیہ المقصد الثامن الفصل الثالث ج ۳ ص ۵۵۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

دوسری فصل...... ضروری فوائد کے بیان میں

علم غیب کے مسئلہ میں گفتگو کرنے سے پہلے چند باتیں خوب خیال میں رکھی جاویں تو بہت فائدہ ہوگا اور بہت سے اعتراضات خود بخود ہی دفع ہو جائیں گے۔

(۱) نفس علم کسی چیز کا بھی ہو برا نہیں۔ہاں بری باتوں کا کرنا کرنے کے لئے سیکھنا برا ہے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ بعض علم دوسرے علموں سے زیادہ افضل ہوں۔ جیسے علم عقائد۔علم شریعت۔علم تصوف دوسرے علموں سے افضل ہیں مگر کوئی علم فی نفسہ برا نہیں جیسے بعض آیات قرآنیہ بعض سے زیادہ ثواب رکھتی قل ھو اللہ میں تہائی قرآن کا ثواب ہے مگر تبت یدا میں یہ ثواب نہیں۔(دیکھو روح البیان ج ۱ص ۱۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت زیر آیت ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۸۲) لیکن کوئی آیت بری نہیں۔اس لئے کہ اگر کوئی علم برا ہوتا تو خدا کو بھی وہ حاصل نہ ہوتا کہ خدا ہر برائی سے پاک ہے نیز فرشتوں کو خدا کی ذات وصفات کا علم تو تھا۔مگر حضرت آدم علیہ السلام کو عالم کی ساری اچھی بری چیزوں کا علم دیا۔اور وہ ہی علم ان کی افضلیت کا ثبوت ہوا۔ اس علم کی وجہ سے وہ ملائکہ کے استاد قرار پائے اگر بری چیزوں کا علم برا ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کو علم دے کر استاد نہ بنایا جاتا۔نیز دنیا میں سب سے بدتر چیز ہے کفر وشرک۔مگر فقہاء فرماتے ہیں کہ علم حسد وبغض اور الفاظ کفریہ وشرکیہ کا جاننا فرض ہے تا کہ اس سے بچے۔اسی طرح جادو سیکھنا فرض ہے دفع جادو کے لئے شامی کے مقدمہ میں ہے:

وعلم الریاء وعلم الحسد والعجب وعلم الالفاظ المحرمة والمکفرة ونعمری ھذا من اھم المھمات۔ (ملخصاً)

ترجمہ: یعنی علم ریا اور حسد وحرام اور کفریہ کلموں کا سیکھنا فرض ہے اور واللہ یہ بہت ہی ضروری ہے۔
(رد المحتار علی در مختار مطلب فی فرض الکفایۃ وفرض العین ج ۱ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی مقدمہ شامی بحث علم نجوم ورمل میں فرماتے ہیں۔

وفی ذخیرة النظر تعلمه فرض لرد ساحر اھل الحرب۔

ترجمہ: ذخیرہ ناظرہ میں لکھا ہے کہ جادو سیکھنا فرض ہے اہل حرب کے جادو کو دفع کرنے کے لئے۔
(رد المحتار علی در مختار مطلب فی فرض الکفایۃ وفرض العین ج ۱ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

حاشیہ......☆

علامہ محمد عبد الباقی زرقانی المالکی متوفی ۱۱۲۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

اصحابه ﷺ جاز مون باطلاعه علی الغیب۔

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو غیب کا علم ہے۔

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ص ۲۰۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

احیاء العلوم جلد اول باب اول فصل سوم برے علوم کے بیان ص ۲۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت میں ہے علم کی برائی خود علم ہونے کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ بندوں کے حق میں تین وجہوں سے ہے الخ۔

اس بیان سے بخوبی واضح ہوا کہ نفس علم کسی شے کا برا نہیں۔ اب منکرین کا وہ سوال اٹھ گیا کہ حضور علیہ السلام کو بری، چیزوں، چوری، زنا، جادو، اشعار کا علم نہیں تھا۔ کیونکہ ان جاننا عیب ہے۔ بتاؤ خدا کو بھی ان کا علم ہے یا نہیں؟ اسی لئے انہوں نے شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ مانا۔ یہ تو ایسا ہوا جیسے مجوسی کہتے ہیں کہ خدائے پاک بری چیزوں کا خالق نہیں ہے کیونکہ بری چیزوں کا پیدا کرنا بھی برا ہے۔ نعوذ باللہ۔ اگر علم جادو برا ہے تو اس کی تعلیم کے لئے رب کی طرف سے دو فرشتے ہاروت و ماروت کیوں زمین پر اترے؟ موسیٰ علیہ السلام کے جادوگروں نے جادو کے علم کے ذریعہ سے موسیٰ علیہ السلام کی حقانیت پہچانی اور آپ پر ایمان لائے۔ دیکھو علم جادو! ایمان کا ذریعہ بن گیا۔

(۲) سارے انبیاء اور ساری مخلوق کے علوم حضور علیہ السلام کو عطا ہوئے۔ اس کو مولوی محمد قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں مانا ہے۔ جس کے سارے حوالے آتے ہیں تو جس چیز کا علم کسی مخلوق کو بھی ہے وہ حضور علیہ السلام کو ضرور ہے بلکہ سب کو جو علم ملا وہ حضور علیہ السلام ہی کی تقسیم سے ملا۔ جو علم شاگرد استاد سے لے ضروری ہے کہ استاد بھی اس کا جاننے والا ہو۔ انبیاء میں حضرت آدم علیہ السلام بھی ہیں۔ اس لئے ہم حضرت آدم و حضرت خلیل اللہ علیہما السلام کے علم سے بھی بحث کریں گے۔

(۳) قرآن اور لوح محفوظ میں سارے واقعات کل ما کان و ما یکون میں ہیں اور اس پر ملائکہ اور بعض اولیاء و انبیاء کی نظریں ہیں اور ہر وقت وہ حضور علیہ السلام کے پیش نظر ہے۔ اس کے حوالہ بھی آتے ہیں۔ اس لئے ہم لوح محفوظ اور قرآنی علوم کا بھی ذکر کر دیں گے۔ اسی طرح کاتب تقدیر و فرشتہ کے علوم کا بھی ذکر کر دیں گے۔

یہ تمام بحثیں علم مصطفیٰ علیہ السلام کے ثابت کرنے کو ہیں۔

تیسری فصل علم غیب کے متعلق عقیدہ اور علم غیب کے مراتب کے بیان میں

علم غیب کی تین صورتیں ہیں اور ان کے علیحدہ علیحدہ احکام ہیں۔

(۱) اللہ عزوجل عالم بذات ہے۔ اس کے بغیر بتائے کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا۔

(خالص الاعتقاد ص ۶۔۷ مطبوعہ دار الرضا لاہور)

(۲) حضور علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام کو رب تعالیٰ نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔

(۳) حضور علیہ السلام کا علم ساری خلقت سے زیادہ ہے۔ حضرت آدم و خلیل علیہما السلام اور ملک الموت و شیطان بھی خلقت ہیں۔ یہ تین باتیں ضروریات دین میں سے ہیں ان کا انکار کفر ہے۔

(۱) قسم دوم:۔ اولیائے کرام کو بھی بالواسطہ انبیائے کرام کچھ علوم غیاب ملتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پانچ غیبوں میں سے بہت سے جزئیات کا علم دیا۔ جو اس قسم دوم کا منکر ہے وہ گمراہ اور بد مذہب ہے کہ صدہا احادیث کا انکار کرتا ہے۔

(۱) قسم سوم:۔ حضور علیہ السلام کو قیامت کا بھی علم ملا کہ کب ہو گی۔

(۲) تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات جو لوح محفوظ میں ہیں ان کا بلکہ ان سے بھی زیادہ کا علم دیا گیا۔

(۳) حضور علیہ السلام کو حقیقت روح اور قرآن کے سارے متشابہات کا علم دیا گیا۔

چوتھی فصل:۔

جب علم غیب کا منکر اپنے دعوے پر دلائل قائم کرے تو چار باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(ازاحۃ العیب ص ۴ مطبوعہ دار الرضا لاہور)

(۱) وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو۔

(۲) اس آیت یا حدیث سے علم کے عطا کی نفی ہو کہ ہم نے نہیں دیا۔ یا حضور علیہ السلام فرمادیں مجھ کو یہ علم نہیں دیا گیا۔

حاشیہ.....☆

عقیدہ اہل سنت و جماعت

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو بے شمار فضائل و کمالات سے نوازا ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کو تمام اولین و آخرین کے علوم سے زیادہ علوم عطا فرمائے اور آپ کو بہت سی مخفی چیزوں پر آگاہی عطا فرمائی اور یہ اللہ تعالیٰ کی عادت شریفہ ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام پر مخفی چیزیں فرماتا ہے۔ علم ایک نعمت ہے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو دیگر نعمتوں کے علاوہ علم کی اس خاص نعمت سے بھی خوب نوازا مگر ہمارے حضور ﷺ تو اللہ پاک کے خاص محبوب اور اس کی بارگاہ میں سب سے زیادہ مکرم ومقرب ہیں اس لئے اللہ پاک نے جتنا علم آپ ﷺ کو عطا فرمایا وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آیا۔

معزز قارئین......! حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عقیدہ علم غیب کی وضاحت سے اظہر من الشمس کی طرح واضح ہوا کہ اہل سنت و جماعت حضور ﷺ کے لیے عطائی کلی علم غیب مانتے ہیں نہ کہ ذاتی۔ دیوبندی اہل سنت و جماعت کو اس عقیدہ کی وجہ سے کافر و مشرک کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے لیے کلی علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ محمد سرفراز گکھڑوی جو بڑے فخر سے کہتا ہے کہ چالیس سال سے کتابیں پڑھا کر بوڑھا ہو گیا ہوں۔ لیکن افسوس گکھڑوی پر اور تمام روئے زمین کے دیوبندیوں پر کہ ان کو شرک کی تعریف بھی معلوم نہیں۔ گکھڑوی صاحب آپ نے چالیس سال مسلمانوں کو کافر اور مشرک کہنے میں گزار دی مگر آپ کو شرک کی تعریف بھی نہیں آتی۔ دیوبندیوں کو اور خصوصاً گکھڑوی کو اچھی طرح معلوم ہیں کہ اہل سنت و جماعت عطائی کلی علم غیب کے قائل ہیں اور یہ ہمارا متفقہ فیصلہ ہے غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اور جو مانے وہ کافر ہیں۔ امام اہل سنت شیخ الاسلام والمسلمین احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

بلاشبہ غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر۔ (خالص الاعتقاد ص ۴۶)

اب بتاؤ دیوبندیوں تمہارے نزدیک شرک کی تعریف کیا ہے؟ جس کی وجہ سے تم مسلمانوں کو کافر کہتے ہو۔ اگر آپ لوگوں کے نزدیک (معاذ اللہ) عطائی کلی علم غیب صفت بھی اللہ کی ہے تب تو تمہارا دعویٰ صحیح ہے اگر نہیں تو پھر تم لوگوں اپنے دماغ کا علاج کراؤ جو

(۳) صرف کسی بات کا ظاہر نہ فرمانا کافی نہیں ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم تو ہو مگر کسی مصلحت سے ظاہر نہ کیا ہو اسی طرح حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ خدا ہی جانے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یا مجھے کیا معلوم وغیرہ کافی نہیں کہ یہ کلمات کبھی علم ذاتی کی نفی اور مخاطب کو خاموش کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔

(۴) جس کے لئے علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہوا اور قیامت تک کا ہو ورنہ کل صفات الٰہیہ اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعوے نہیں کرتے یہ چار فصلیں خوب خیال میں رکھی جائیں۔

حاشیہ.....☆

بلا وجہ مسلمانوں کو کافر اور مشرک کہتے ہو۔ گکھڑوی اپنی کتاب تنقید متین میں لکھتے ہیں:

شاہ صاحب فرماتے ہیں:

والشرك ان يثبت لغير الله سبحنه وتعالى شيئاً من صفاته المختصته به۔

شرک یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کی صفات مختصہ میں سے کوئی صفت اس کے غیر کے لئے ثابت کی جائے۔

دیوبندیوں جواب دو کیا عطائی کلی علم غیب اللہ کی صفت مختصہ ہے، کیا حادث، متناہی، محدود اللہ عزوجل کی صفات مختصہ ہے۔ اگر دیوبندیوں کے نزدیک یہ اللہ عزوجل کی صفت مختصہ ہے تب تو حضور ﷺ کے لیے یہ صفات ماننا شرک و کفر ہوگا اس لیے کے برابری ہوگئی۔ اور دیوبندیوں اگر آپ لوگوں کے نزدیک یہ صفات اللہ عزوجل کی نہیں ہیں تو پھر کس وجہ سے تم لوگ مسلمانوں کو کافر کہتے ہو۔ اور ان صفات کو حضور ﷺ کے لیے ماننے کو پھر کیوں شرک کی نسبت کرتے ہو۔ جب برابری نہ رہی تو پھر شرک بھی نہ رہا تو پھر ایسے مسلمانوں کو کافر کہنا خود کافر بننا ہے اس لیے کہ ہم بتا چکے ہے کہ جب برابری نہ رہی تو پھر شرک تو تصور بھی نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ اس کو شرک قرار دیا جائے۔ اہل سنت و جماعت حضور ﷺ کے عطائی کلی علم غیب کے قائل ہیں اور عطائی کلی علم غیب اللہ عزوجل کی صفت نہیں۔ جب یہ صفت اللہ عزوجل کی نہیں تو پھر اس کو حضور ﷺ کے لیے ماننے کو شرک قرار دینا دیوبندیوں کا ظلم اور مسلمانوں کو کافر اور مشرک قرار دے کر خود کافر اور مشرک بننا نہیں تو اور کیا ہے؟

دیوبندیوں کا یقیناً یہی عقیدہ ہوگا کہ عطائی کلی علم غیب اللہ عزوجل کی صفت مختصہ ہے حادث، متناہی، محدود یہ سب (معاذ اللہ) اللہ عزوجل کی صفات مختصہ ہے۔ یقیناً دیوبندیوں کا یہی عقیدہ ہوگا اسی وجہ سے تو کہتے ہے کہ بریلویوں نے علم عزوجل اور حضور ﷺ کے علم کو برابر کر دیا ہے اسی وجہ سے بریلوی کافر اور مشرک ہیں۔ اور ایسا عقیدہ رکھنا دیوبندیوں کے لیے کوئی بعید نہیں۔ اسماعیل دہلوی قتیل کی ایک عبارت اسی عقیدہ کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ لکھتا ہے۔

پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی طرف سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے ہے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔
(تقویۃ الایمان ص ۱۰)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک اس طرح کے عقیدے رکھنا کوئی محال نہیں۔

اس عقیدے کے بعد وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ یعنی اہل سنت و جماعت کو کافر اور مشرک کہنے میں اس لیے اب اللہ عزوجل اور حضور ﷺ کے علم برابر ہوا اور یہی شرک ہے۔ دیوبندی اس عقیدے کے بعد اہل سنت و جماعت کو کافر اور مشرک قرار دینے میں تو کامیاب ہوگئے ہیں لیکن اس عقیدے کے بعد وہ کس چوٹی پر پہنچ گئے ہیں اور دیوبندیوں نے کونسا درجہ پایا ہے یہ دیوبندیوں کو معلوم ہوگیا ہوگا۔

پہلا باب

علم غیب کے ثبوت کے بیان میں

اس میں چھ فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں آیات قرآنیہ سے ثبوت۔ دوسری میں احادیث سے ثبوت تیسری میں احادیث کے شارحین کے۔ چوتھی میں علمائے امت اور فقہاء کے اقوال۔ پانچویں میں خود منکرین کی کتابوں سے ثبوت۔ چھٹی میں عقلی دلائل اولیاء اللہ کے علم غیب کا بیان۔

پہلی فصل...... آیات قرآنیہ میں۔

وعلم ادم الاسمآء کلها ثم عرضهم علی الملائکة۔

ترجمہ: اوراللہ تعالیٰ نے آدم کوتمام اشیاء کے نام سکھائے پھرسب اشیاء ملائکہ پر پیش کیں۔

(پارہ۱سورہ۲آیت نمبر۳۱)

حاشیہ......☆

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

و حدثنا الحسن بن یحیی قال حدثنا عبدالرزاق قال حدثنا معمر عن قتادة فی قوله وعلم ء ادم الاسماء کلها قال علمه اسم کل شئ هذا بحر و هذا جبل و هذا کذا وهذا کذا لکل شئ ثم عرض تلك الاسماء علی الملائکة فقال انبونی باسماء هؤلاء ان کنتم صدقین۔

ترجمہ: قتادہ رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ "وعلم ءادم الاسماء کلها" کے تحت فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کو ہر ایک چیز کے اسماء بتائے گئے کہ یہ دریا ہے یہ پہاڑ ہے اس طرح تمام چیزوں کے بتائے۔ پھر یہی اسماء ملائکہ پر پیش کردی گئی اور فرمایا انبونی باسماء هؤلاء ان کنتم صدقین۔

(تفسیر عبدالرزاق ج۱ص۴۳مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

☆امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس قال علم الله آدم الاسماء کلها وهی هذه الاسماء التی یتعارف بها الناس انسان ودابة وارض وسهل وبحر وجبل وحمار واشباه ذلك من الامم وغیرها۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھا دیئے اور وہ نام یہی ہیں جو لوگ جانتے ہیں جیسے انسان، چوپایہ، زمین، میدان، سمندر، پہاڑ، گدھا اور اس کی مانند دیگر مخلوقات کے۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن، المعروف تفسیر طبری ج۱ص۱۷۰مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اس آیت کے تحت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ، عکرمہ، قتادہ، مجاہد اور ابن جبیر رحمہم اللہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

علمه اسماء جمیع الاشیاء کلها جلیلها وحقیرها۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء موجودات کے نام سکھا دیئے خواہ بڑی تھیں یا چھوٹی۔

(الجامع لاحکام القرآن ج۱ص۲۸۲مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر مدارک میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

و معنی تعلیمه اسمآء المسمیات انه تعالی اراه الاجناس التی خلقها و علمه ان هذا اسمه فرس وهذا اسمه بعیر و هذا اسمه کذا و عن ابن عباس علمه اسم کل شئی حتی القصعة و الغرفة۔

ترجمہ: حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بتانے کے معنی یہ ہیں کہ رب تعالیٰ نے ان کو وہ تمام جنسیں دکھادیں جس کو پیدا کیا ہے اور ان کو بتادیا کہ اس کا نام گھوڑا اور اس کا نام اونٹ اور اس کا نام فلاں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کو ہر چیز کے نام سکھادیئے۔ یہاں تک کہ پیالی اور چلو کے بھی۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۴۵ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

تفسیر خازن میں اسی آیت میں یہ ہی مضمون بیان فرمایا اتنا اور بھی زیادہ فرمایا۔

و قیل علم ادم اسمآء الملئکة و قیل اسمآء ذریته و قیل علمه اللغات کلها۔

ترجمہ: کہا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں کے نام سکھادیئے اور کہا گیا ہے کہ ان کی اولاد کے نام اور کہا گیا کہ ان کو تمام زبانیں سکھادیں۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قوله ای علمه صفات الاشیآء و نعوتها و هو المشهور ان المراد اسمآء کل شئی من خلق من اجناس المحدثات من جمیع اللغات المختلفة التی یتکلم بها ولد ادم الیوم من العربیة و الفارسیة و الرومیة و غیرها۔

ترجمہ: آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے اوصاف اور ان کے حالات سکھادیئے اور یہ ہی مشہور ہے کہ مراد مخلوق میں سے ہر حادث کی جنس کے سارے نام ہیں جو مختلف زبانوں میں ہونگے۔ جن کو اولاد آدم آج تک بول رہی ہے۔ عربی۔ فارسی۔ رومی وغیرہ۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ ☆ ......

اس کے بعد امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ ہیں۔

قلت و قد روی هذا المعنی مرفوعا علی مایاتی و هو الذی یقتضیه لفظ کلها اذ هو اسم موضوع للاحاطة و العموم و فی البخاری من حدیث انس عن النبی ﷺ قال و یجتمع المومنون یوم القیامة فیقولون لو استشفعنا الی ربنا فیاتون ادم فیقولون انت ابو الناس خلقك الله بیده و اسجدلك ملائکته و علمك اسماء کل شئ۔

ترجمہ: اور یہ معنی جیسا کہ آگے آرہا ہے مرفوعاً بیان کہا گیا ہے اور اسی معنی کا لفظ کلھا مقتضی ہے کیونکہ یہ اسم احاطہ اور عموم کے لئے موضوع ہے صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ایمان والے اکٹھے ہوں گے اور عرض کریں گے کاش ہمارے رب کے حضور کوئی ہماری سفارش کردے پس وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے "آپ لوگوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے بنایا اور آپ کو اپنے فرشتوں سے سجدہ کروایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھادیئے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر ابوالسعو د میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقیل اسمآء ما کان ومایکون وقیل اسمآء خلقه من المعقولات والمحسوسات والمتخیلات والموهومات والهمه معرفة ذوات الاشیآء واسمآء ها وخواصها ومعارفها اصول العلم وقوانین الصنعات وتفاصیل الاتها وکیفیة استعما لاتها۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ حضرت آدم کو گزشتہ اور آئندہ چیزوں کے نام بتائیے اور کہا گیا ہے کہ اپنی ساری مخلوق کے نام بتائیے عقلی، حسی، خیالی، وہمی چیزیں بتادیں ان چیزوں کی ذات، ان کے نام ان کے خاصے ان کی پہچان علم کے قواعد ہنر و نکے قانون ان کے اوزاروں کی تفصیل اوران کے استعمال کے طریقے کا علم حضرت آدم کو الہام فرمایا۔

(تفسیر ابی السعود ج ۱ ص ۸۴ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ......☆

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔

المراد بها اسماء ما کان وما یکون الی یوم القیامة۔

ترجمہ: اس سے مراد جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کے نام ہیں۔

(تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۲۲۴ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

امام ابی سعود محمد العمادی متوفی ۹۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وقیل اسماء ما کان وما یکون الی یوم القیامة۔

ترجمہ: اور یہ قول بھی ہے کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کے نام مراد ہیں۔

(تفسیر ابی السعود ج ۱ ص ۸۴ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

وقیل اسماء ما کان وما یکون الی یوم القیامة۔

ترجمہ: اور یہ قول بھی ہے کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کے نام مراد ہیں۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۶۱ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)

غیر مقلدوں کے امام محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں۔

والتا کید بقوله (کلها) یفید انه علمه جمیع الاسماء ولم یخرج عن هذا شئ منها کائنا وما کان۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے فرمان "کلھا" کی تاکید کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھا دیئے اور اس سے جو کچھ ہونے والا ہے اور جو کچھ ہو چکا ہے کوئی شے بھی خارج نہیں۔

(تفسیر فتح القدیر ج ۱ ص ۶۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

الصحیح انه علمه اسماء الاشیاء کلها ذواتها وصفاتها و افعالها۔

ترجمہ: صحیح یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام ان کی شکلیں اوران کے افعال کا علم عطا فرمادیا تھا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۷۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وعلمه احوالها وما يتعلق بها من المنافع الدينة والدنيوية وعلم اسمآء الملئكة و اسماء ذريته واسمآء الحيوانات والجمادات وصنعة كل شئى واسمآء المدن والقرى و اسمآء الطير والشجر وما يكون واسمآء كل شئى خلقها الى يوم القيمة واسمآء المطعومات والمشروبات وكل نعيم فى الجنة واسمآء كل شئى وفى الخبر علمه سبع مائة الف لغات۔

ترجمہ: اور حضرت آدم علیہ السلام کو چیز ونکے حالات سکھائے اور جو کچھ ان میں دینی ودنیاوی نفع ہیں وہ بتائے ان کو فرشتو نکے نام ان کی اولاد اور حیوانات اور جمادات کے نام بتائے اور ہر چیز کا بنانا بتانا تمام شہروں اور گاؤں کے نام پرندوں اور درختوں کے نام جو ہو چکا یا جو کچھ بھی ہوگا ان کے نام اور جو قیامت تک پیدا فرمائے گا ان کے نام اور کھانے پینے کی چیزوں کے نام جنت کی ہر نعمت غرضیکہ ہر چیز کے نام بتائے حدیث میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سات لاکھ زبانیں سکھائی گئیں۔

(تفسیر روح البیان ج ا ص ۱۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ان تفسیروں سے اتنا معلوم ہوا ما کان اور ما یکون کے سارے علوم حضرت آدم علیہ السلام کو دیئے گئے زبانیں چیزوں کے نفع وضرر بنانے کے طریقے۔ آلات کا استعمال سب دکھایئے۔ لیکن اب میرے آقا ومولیٰ ﷺ کے علوم تو دیکھو۔ حق یہ ہے کہ یہ علم آدم میرے آقا کے علم کے دریا کا ایک قطرہ یا میدان کا ایک ذرہ ہیں۔

شیخ ابن عربی فتوحات مکیہ باب دہم میں فرماتے ہیں۔

اول نائب كان له ﷺ وخليفته ادم عليه السلام۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کے پہلے خلیفہ اور نائب آدم علیہ السلام ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام حضور علیہ السلام کے خلیفہ ہیں۔ خلیفہ اس کو کہتے ہیں جو اصل کی غیر موجودگی میں اس کی جگہ کام کرے۔ حضور علیہ السلام کی پیدائش پاک سے قبل سارے انبیاء حضور علیہ السلام کے نائب تھے یہ مولوی قاسم صاحب نے بھی تحذیر الناس میں لکھا ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کریں گے خلیفہ کے علم کا یہ حال ہے۔

نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں ہے۔

انه عليه السلام عرضت عليه الخلائق من لدن ادم الى قيام السـعة فعرفهم كلهم كما علم ادم الاسمآء كلها۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام پر ساری مخلوقات از حضرت آدم علیہ السلام تا روز قیامت پیش کی گئیں پس ان سب کو پہچان لیا جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سب نام سکھائے۔

(نسیم الریاض الباب الثالث فصل فیما ورد من ذکر مکانتہ ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ گجرات ہند)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام سب کو جانتے پہچانتے ہیں۔

ويكون الرسول عليكم شهيدا۔

ترجمہ: اور یہ رسول تمہارے نگہبان وگواہ ہوں۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۴۳)

تفسیر عزیزی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

رسول علیہ السلام مطلع است بنور نبوت بر دین ہر متدین بدین خود کہ در

کدام درجه از دین من رسیده و حقیقت ایمان او چیست و حجابی که بدان از ترقی محجوب مانده است کدام است پس ادمی شناسد گناهان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال بد و نیك شمارا اخلاق و نفاق شمارا لهذا شهادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول واجب العمل است۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام اپنے بنور نبوت کی وجہ سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ تک پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ اور کون سا حجاب اس کی ترقی سے مانع ہے پس حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمانی درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال اور تمہارے اخلاص اور نفاق کو پہچانتے ہیں۔ لہذا ان کی گواہی دنیا میں بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔

(تفسیر عزیزی پارہ دوم رکوع اول زیر آیت ویکون الرسول علیکم شھیدا ج۱ص۵۱۸ مطبوعہ ہند)

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

هذا مبنى على تضمين الشهيد معنى الرقيب و المطلع والوجه فى اعتبار تضمين الشهيد الاشارة الى ان التعديل و التزكية انما يكون عن خبرة و مراقبة بحال الشاهد۔ ومعنى شهادة الرسول عليهم اطلاعه رتبه كل متدين بدينه فهو يعرف ذنوبهم وحقيقة ايمانهم واعمالهم وحسناتهم وسيئاتهم واخلاصهم ونفاقهم وغير ذلك بنور الحق وامته يعرفون ذلك من سائر الامم بنوره عليه السلام۔

ترجمہ: یہ اس بنا پر ہے کہ کلمہ شہید میں محافظ اور خبردار کے معنے بھی شامل ہیں اور اس معنی کے شامل کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ کسی کو عادل کہنا اور صفائی کی گواہی دینا گواہ کے حالات پر مطلع ہونے سے ہو سکتا ہے اور حضور علیہ السلام کی مسلمانوں پر گواہی دینے کے معنے یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام ہر دیندار کے دینی مرتبہ کو پہچانتے ہیں پس حضور علیہ السلام مسلمانو کے گناہوں کو ان کو ایمان کی حقیقت کو ان کے اچھے برے اعمال کو ان کے اخلاص اور نفاق وغیرہ کو نور حق سے پہچانتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی امت بھی قیامت میں ساری امتوں کے یہ حالات جانے گی مگر حضور السلام کے نور سے۔

(تفسیر روح البیان ج۱ص۱۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ثم يوتى بمحمد عليه السلام فيسأله عن امته فيزكيهم ويشهد بصدقهم۔

ترجمہ: پھر قیامت میں حضور علیہ السلام کو بلایا جاوے گا پس رب تعالیٰ حضور علیہ السلام سے آپ کی امت کے حالات پوچھے گا تو آپ ان کی صفائی کی گواہی دیں گے اور ان کی سچائی کی گواہی دینگے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج۱ص۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر مدارک پارہ۲ سورہ بقرہ میں اسی آیت ۱۴۳ کے ماتحت ہے۔

فيؤتى بمحمد عليه السلام فيسأل عن حال امته فيزكيهم ويشهد بعدالتهم...... ويزكيهم ويعلم بعد التكم۔

ترجمہ: پھر حضور علیہ السلام کو بلایا جاوے گا اور آپ کی امت کے حال پوچھے جائیں گے پس آپ اپنی امت کی صفائی بیان کرینگے اور ان کے عادل ہونے کی گواہی دے گے لہذا حضور تمہاری عدالت کو جانتے ہیں۔

(تفسیر مدارک ج۱ص۸۸ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنۃ پشاور)

اس آیت اوران تفاسیر میں یہ فرمایا گیا کہ قیامت کے دن دوسرے انبیائے کرام کی امتیں بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گی کہ ہمارے پاس تیرا کوئی پیغمبر نہ پہنچا۔ ان امتوں کے نبی عرض کریں گے کہ خدایا ہم ان میں گئے تیرے احکام پہنچائے مگران لوگوں نے قبول نہ کیئے۔ رب تعالیٰ کا انبیاء کوحکم ہوگا کہ چونکہ تم مدعی ہواپنا کوئی گواہ لاؤ۔ وہ اپنی گواہی کے لئے امت مصطفیٰ علیہ السلام کو پیش فرمائے گے مسلمان گواہی دیں گے کہ خدایا تیرے پیغمبر سچے ہیں انہوں نے تیرے احکام پہنچائے تھے۔

اب دو باتیں تحقیق کے لائق ہیں۔ اول یہ کہ یہ مسلمان گواہی کے قابل ہیں یانہیں (فاسق وفاجراور کافر کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔ مسلمان پرہیزگار کی گواہی قبول ہوتی ہے) دوسرے یہ کہ ان لوگوں نے اپنے سے پہلے پیغمبروں کا دیکھا نہ تھا۔ پھر گواہی کس طرح دے رہے ہیں مسلمان عرض کریں گے کہ خدایا ہم سے تیرے محبوب محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ پہلے پیغمبروں نے تبلیغ کی تھی اس کوسن کر ہم گواہی دے رہے ہیں تب حضور علیہ السلام کو بلایا جاوے گا اور حضور علیہ السلام دوباتوں کی گواہی دیں گے ایک یہ کہ یہ لوگ فاسق یا کافرنہیں تاکہ ان کی گواہی قبول نہ ہو۔ بلکہ مسلمان اور پرہیزگار ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہاں ہم نے ان سے کہا تھا کہ پہلے نبیوں نے اپنی قوم تک احکام الٰہیہ پہنچائے۔ تب ان پیغمبروں کے حق میں ڈگری ہوگی۔

اس واقعہ سے چند باتیں حاصل ہوئیں۔ ایک یہ کہ حضور علیہ السلام قیامت تک کے مسلمان کے ایمان اعمال روزہ، نماز ونیت سے بالکل خبردار ہیں ورنہ پہلی یعنی صفائی کی گواہی کیسی ممکن نہیں کہ ایک مسلمان کا بھی کوئی حال آپ سے چھپا رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی آنے والی نسل کا حال معلوم فرمالیا کہ خدایا ان کی اولاد بھی اگر ہوئی تو کافر ہوگی۔ **ولا یلدوا الا فاجراً کفاراً** (پارہ ۲۹ سورہ ۷۱ آیت نمبر ۲۷) لہذا توان کو غرق کردے حضرت خضر علیہ السلام نے جس بچہ کو قتل فرمایا اس کا آئندہ حال معلوم کرلیا تھا کہ آئندہ اگر زندہ رہا تو سرکش ہوگا تو سید الانبیاء علیہ السلام پر کسی کا حال کیونکر چھپ سکتا ہے دوسرے یہ کہ گذشتہ پیغمبروں اوران کی امتوں کے حالات حضور علیہ السلام نے بنور دیکھے تھے اور آپ کی گواہی دی ہوئی تھی اگر سنی ہوئی ہوتی تو ایسی گواہی تواس سے پہلے مسلمان بھی دے چکے تھے سنی گواہی کی انتہاء دیکھی گواہی پر ہوتی ہے تیسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ تو جانتا ہے کہ نبی سچے ہیں مگر پھر بھی گواہیاں لے کر فیصلہ فرماتا ہے اسی طرح حضور علیہ السلام مقدمات میں تحقیق فرمادیں اور گواہیاں وغیرہ لیں تو اس سے لازم یہ نہیں آتا کہ حضور علیہ السلام کو خبر نہ ہو۔ بلکہ مقدمات کا قاعدہ یہی ہوتا ہے اور زیادہ تحقیق اس کی دیکھنا ہو تو ہماری کتاب شان حبیب الرحمان من آیات القرآن میں دیکھ اس گواہی کا ذکر آئندہ آیت میں بھی ہے۔

وجئنابك علی هؤلآء شهیداً۔

ترجمہ: اور اے محبوب تم کو ان سب پر نگہبان بنا کر ہم لا دینگے۔

(پارہ ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۴۱)

تفسیر نیشاپوری میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

لان روحه علیه السلام شاهد علی جمیع الارواح والقلوب والنفوس بقوله علیه السلام اول ما خلق الله نوری۔

ترجمہ: اس لئے حضور علیہ السلام کی روح مبارک تمام روحوں اور دلوں اور نفسوں کے دیکھنے والی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے جو پہلے پیدا فرمایا وہ میرا نور ہے۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

واعلم انه یعرض علی النبی علیه السلام اعمال امته غدوة وعشیة فیعرفهم بسیماهم اعمالهم فلذلك یشهد علیهم۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام پر آپ کی امت کے اعمال صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں لہذا آپ امت کو ان کی علامات سے جانتے ہیں اور ان کے اعمال کو بھی اس لئے آپ ان پر گواہی دینگے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر مدارک میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ای شاهدا علی من امن بالایمان وعلی من کفر بالکفر وعلی من نافق بالنفاق۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام گواہ ہیں مومنوں پر ان کے ایمان کے کافروں پر ان کے کفر کے اور منافقوں پر ان کے نفاق کے۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۵۳ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام از اول تا روز قیامت تمام لوگوں کے کفر وایمان ونفاق واعمال وغیرہ سب کو جانتے ہیں اسی لئے آپ سب کے ہی گواہ ہیں یہ ہی تو علم غیب ہے۔

من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه یعلم ما بین ایدیهم وما خلفهم۔

ترجمہ: وہ کون ہے جو اس کے یہاں شفاعت کرے بغیر اس کے حکم کے جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔

(سورہ البقرہ پارہ ۳ آیت نمبر ۲۵۵)

تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

یعلم محمد ﷺ ما بین ایدیهم من اولیات الامر قبل الخلائق وما خلفهم من احوال القیامة۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام مخلوق کے پہلے کے اول معاملات بھی جانتے ہیں اور جو مخلوق کے بعد قیامت کے احوال ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

یعلم محمد ﷺ ما بین ایدیهم من الامور الاولیات قبل الخلائق وما خلفهم من احوال القیامة وفزع الخلق وغضب الرب۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام مخلوق کے پہلے کے حالات جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے مخلوقات کو پیدا کرنے کے پہلے کے واقعات اور ان کے پیچھے کے حالات بھی جانتے ہیں قیامت کے احوال مخلوق کی گھبراہٹ اور رب تعالیٰ کا غضب وغیرہ۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۴۴۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ آیت الکرسی میں من ذا الذی سے لے کر الا بما شاء تک تین صفات حضور علیہ السلام کے بیان ہوئیں۔ باقی اول وآخر میں صفات الہیہ ہیں۔ اس میں فرمایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاس کوئی بغیر اجازت کسی کی شفاعت نہیں کر سکتا اور جن کو شفاعت کی اجازت ہے وہ حضور علیہ السلام ہیں اور شفیع کے لئے ضروری ہے کہ گنہگاروں کے انجام اور ان کے حالات سے واقف ہوتا کہ نا اہل کی شفاعت نہ ہو جاوے اور مستحق شفاعت سے محروم نہ رہ جائیں جیسے طبیب کے لئے ضروری ہے کہ قابل علاج اور لاعلاج

مریضوں کو جانتے تو فرمایا گیا **یعلم ما بین ایدیھم** کہ جس کو ہم نے شفیع بنایا ہے۔اس کو تمام کا علم بھی دیا ہے کیوں کہ شفاعت کبریٰ کے لئے علم غیب لازم ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام قیامت میں منافقین کو نہ پہچانیں گے۔یا حضور علیہ السلام کو اپنی بھی خبر نہیں کہ میرا کیا انجام ہوگا محض غلط اور بے دینی ہے جیسا کہ آئندہ آتا ہے **و لا یحیطون بشی ء من علمه الا بما شآء** اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں مگر جتنا وہ چاہے۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

یحتمل ان تکون الهاء کناية عنه عليه السلام يعني هو شاهد علي احوالهم يعلم ما بين ايديهم من سيرهم ومعاملاتهم وقصصهم و ماخلفهم من امور الاخرة واحوال اهل الجنة والنار وهم لايعلمون شيئا من معلوماته الا بماشآء من معلوماته علم الاولياء من علم الانبيآء بمنزلة قطرة من سبعة ابحر وعلم الانبيآء من علم نبينا عليه السلام بهذه المنزلة فكل رسول ونبي و ولي اخذون بقدر القابلية والاستعداد مما لديه وليس لاحد ان يعدوه او يتقدم عليه۔

ترجمہ: احتمال یہ بھی ہے اس ضمیر سے حضور علیہ السلام مراد ہوں یعنی حضور علیہ السلام لوگوں کے حالات کو مشاہدہ فرمانے والے ہیں اوران کے سامنے کے حالات جانتے ہیں ان کے اخلاق ان کے معاملات اوران کے قصے وغیرہ اوران کے پیچھے کے حالات بھی جانتے ہیں آخرت کے احوال جنتی و دوزخی لوگوں کے حالات اور وہ لوگ حضور علیہ السلام کے معلومات میں سے کچھ بھی نہیں جانتے مگر اس قدر جتنا کہ حضور چاہیں اولیاء اللہ کا علم علم انبیاء کے سامنے ایسا ہے جیسے ایک قطرہ سات سمندروں کے سامنے اور انبیاء کا علم حضور علیہ السلام کے علم کے سامنے اسی درجہ کا ہے اور ہمارے حضور علیہ السلام کا علم رب العٰلمین کے سامنے اسی درجہ کا۔ پس ہر نبی اور ہر رسول اور ہر ولی اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق حضور علیہ السلام سے ہی لیتے ہیں اور کسی کو یہ ممکن نہیں کہ حضور علیہ السلام سے آگے بڑھ جائے۔

(تفسیر روح البیان ج۲ص۲۵۷مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

يعني ان يطلعهم عليه وهم الانبياء والرسل وليكون ما يطلعهم عليه من علم غيبه دليلاً علي نبوتهم كما قال الله تعالیٰ فلا يظهر علي غيبه احد الا من ارتضي من رسول۔

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اپنے علم پر اطلاع دیتا ہے اور وہ انبیاء ورسول ہیں تا کہ ان کا علم غیب پر مطلع ہونا ان کی نبوت کی دلیل ہو جیسے رب نے فرمایا ہے کہ پس نہیں ظاہر فرماتا اپنے غیب خاص پر کسی کو سوائے اس رسول کے جس سے رب راضی ہے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج۱ص۱۹۰مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ......☆ ••

تفسیر کبیر میں ہے۔

اما قوله "الا بماشاء" ففيه قولان (احدهما) انهم لايعلمون شيئا من معلومات الا ما شاء هو ان يعلمهم كما حكي عنهم قالوا (لا علم لنا الا ما علمتنا) والثاني انهم لا يعلمون الغيب الا عند اطلاع الله بعض انبيائه علي بعض الغيب كما قال (عالم الغيب فلا يظهر علي غيبه احدا الا من ارتضي من رسول۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے فرمان "الا بما شاء" کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معلومات میں سے کچھ نہیں جانتے مگر اس

تفسیر معالم التنزیل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

یعنی لا یحیطون بشئی من علم الغیب الا بماشآء مما اخبر به الرسل۔

ترجمہ: یعنی یہ لوگ علم غیب کو نہیں گھیر سکتے مگر جس قدر کہ خدا چاہے جس کی خبر رسولوں نے دی۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ا ص ۲۳۹ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس آیت اوران تفاسیر سے اتنا معلوم ہوا کہ اس آیت میں یا تو خدا کا علم مراد ہے کہ خدا کا علم کسی کو حاصل نہیں ہاں جس کو رب ہی دینا چاہے تو اس کو علم غیب حاصل ہوتا ہے اور رب نے تو انبیاء کو دیا اور انبیاء کے ذریعہ سے بعض مومنین کو دیا۔ لہذا ان کو بھی بہ عطائے الٰہی علم غیب حاصل ہوا۔ کتنا دیا اس کا ذکر آئندہ آوے گا۔

یا یہ مراد ہے کہ حضور علیہ السلام کے علم کو کوئی نہیں پا سکتا۔ مگر جس کو حضور علیہ السلام ہی دینا چاہیں تو عطا فرمادیں۔ لہذا از آدم تا روز قیامت جس کو جس قدر علم ملا۔ وہ حضور علیہ السلام کے علم دریا کے دریا کا قطرہ ہے اس میں حضرت آدم اور فرشتوں وغیرہ کا علم بھی شامل ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی وسعت ہم علم ادم کی آیت کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

وما کان الله لیطلعکم علی الغیب ولکن الله یجتبی من رسله من یشاء۔

ترجمہ: اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تم کو غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے۔

(پارہ ۴ آیت نمبر ۱۷۹)

حاشیہ ☆

قدر جتنا اللہ انہیں علم عطا فرمادے جیسا کہ فرشتوں نے عرض کیا۔ "ہمیں کچھ علم نہیں مگر اسی قدر جو تو نے ہمیں سکھایا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ غیب کو نہیں جانتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ بعض انبیاء کو بعض غیب پر مطلع فرمادے جیسا کہ فرمایا۔ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول۔

(التفسیر الکبیر ج ۷ ص ۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

(ولکن الله یجتبی) ای یختار (من رسله) لاطلاع غیبه (من یشاء)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے غیب کی اطلاع کے لئے چن لیتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۲۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابوالحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ علم الغیب سے جس پر چاہے اپنے رسولوں کو مطلع فرماتا ہے پس رسول کا غیب پر مطلع ہونا اللہ تعالیٰ کی اس کی طرف وحی کے ذریعہ ہے سو اللہ تعالیٰ غیب سے یہ خبر دیتا ہے کہ فلاں شخص میں اخلاص ہے اور فلاں میں نفاق ہے اور یہ ان کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے خود بہ خود بغیر واسطہ وحی کے معلوم نہیں ہوتا۔

(البحر المحیط ج ۳ ص ۴۴۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن ابی حاتم عن الحسن فی قوله ﴿وما کان الله لیطلعکم علی الغیب﴾ قال: ولا یطلع علی الغیب الا رسول۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۲ ص ۱۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

وما کان الله لیؤتی احدکم علم الغیب فیطلع علی ما فی القلوب من کفر وایمان ولکن الله یجتبی لرسالته من یشاء فیوحی الله ویخبره بعض المغیبات اوینصب له ما یدل علیه۔

ترجمہ: خدا تعالیٰ تم میں سے کسی کو علم غیب نہیں دینے کا کو مطلع کرے اس کفر وایمان پر جو کہ دلوں میں ہوتا ہے لیکن اللہ اپنی پیغمبری کے لئے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس اس کی طرف وحی فرماتا ہے اور بعض غیوب کی ان کو خبر دیتا ہے یا ان کے لئے ایسے دلائل قائم فرماتا ہے جو غیب پر راہبری کریں۔

(انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۰۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

تفسیر خازن میں ہے۔

لکن الله یصطفی ویختار من رسله من یشاء فیطلعه علی بعض علم الغیب۔

ترجمہ: لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے پس ان کو خبردار کرتا ہے بعض علم غیب پر۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۰۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حاشیہ.....☆

علامہ سلیمان بن عمر جملی متوفی ۱۲۰۴ھ لکھتے ہیں۔

والمعنی ولکن الله یصطفی ویختار من رسله من یشاء فیطلعه علی الغیب۔

ترجمہ: ولکن الله یجتبی کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے پھر اسے غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

(تفسیر الفتوحات الالٰھیہ ج ۱ ص ۳۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

یشکل علی هذا ان الله تعالی قد یطلع علی الغیب بعض اهل الکشف ذوی الانفس القدسیة لان ذلک بطریق الوراثة لا استقلالا وهم یقولون ان المختص بالرسول علیهم السلام۔

ترجمہ: یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ نفوس قدسیہ میں سے بعض اہل کشف کو بھی غیب پر مطلع فرماتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بطور وراثت ہے یعنی انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے اور انبیاء السلام کو بلاواسطہ غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

(تفسیر روح المعانی ج ۴ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں۔

من خفیات الامور او من امور الدین والاحکام۔

ترجمہ: یعنی امور خفیہ کا علم یا امور دینیہ اور احکام کا علم۔

(انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۸۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

علامہ الفاضل الکامل الشیخ اسمٰعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں۔

(وعلمک) بالوحی من الغیب و خفیات الامور (مالم تکن تعلم) ذلک الی وقت التعلیم۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعہ غیب کا اور پوشیدہ باتوں کا وہ علم جو آپ نہ جانتے تھے عطا فرمادیا اور نہ جاننا اللہ تعالیٰ

تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فاما معرفة ذلك على سبيل الاعلام من الغيب فهو من خواص الانبيآء۔

ترجمہ: لیکن ان باتوں کا بطریق غیب پر مطلع ہونے کے جان لینا یہ انبیاء کرام کی خصوصیت ہے۔

(التفسیر الکبیر ج ۹ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر جلالین میں ہے۔ **المعنى لكن الله يجتبى ان يصطفى من رسله من يشآء فيطلعه على الغيب۔**

ترجمہ: معنی یہ ہیں کہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس ان کو غیب پر مطلع کرتا ہے۔

وما كان الله ليطلعكم على الغيب فتعرفوا المنافق قبل التميز لكن الله يجتبى يختار من يشآء فيطلع على غيبه كما اطلع النبى عليه السلام على حال المنافقين۔

ترجمہ: خداتعالیٰ تم کو غیب پر مطلع نہیں کریگا تاکہ فرق کرنے سے پہلے منافقوں کو جان لو۔ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے چھانٹ لیتا ہے تو اس کو اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام کو منافقین کے حال پر مطلع فرمایا۔

(تفسیر جلالین ص ۹۲ مطبوعہ دار الحدیث القاہرۃ)

روح البیان میں ہے۔ **فان غيب الخلائق والاحوال لاينكشف بلا واسطة الرسول۔**

ترجمہ: کیونکہ حقیقتوں اور حالات کے غیب نہیں ظاہر ہوتے بغیر رسول علیہ السلام کے واسطے سے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدا کا خاص علم غیب پیغمبر پر ظاہر ہوتا ہے بعض مفسرین نے جو فرمایا کہ بعض غیب اس سے مراد ہے علم الٰہی کے مقابلہ میں بعض اور کل ما کان وما یکون بھی خدا کے علم پر بعض ہے۔

وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما۔

ترجمہ: اور تم کو سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

(سورہ النساء آیت نمبر ۱۱۳)

اى من الاحكام والغيب۔

ترجمہ: یعنی احکام اور علم غیب۔

(تفسیر جلالین ص ۹۷)

تفسیر خازن میں ہے۔

انزل الله عليك الكتاب والحكمة واطلعك على اسرار هما وواقفك علي حقائقهما۔

ترجمہ: اللہ نے آپ پر قرآن اتارا اور حکمت اتاری اور آپ کو ان کے بھیدوں پر مطلع فرمایا اور ان کی حقیقتوں پر واقف کیا۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۰۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حاشیہ......☆ ••

کے تعلیم فرمانے کے وقت تھا۔ (جب تعلیم فرمادیا تو سب کچھ جان گئے)

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۸۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

(وعلمك مالم تكن تعلم) من الاحكام وقيل من علم الغيب۔

ترجمہ: (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ سب علم عطا کردیا جو آپ نہیں جانتے تھے) یعنی احکام میں سب اور علم غیب میں سے۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۴۷۹ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

مدارک میں ہے۔

یعنی من احکام الشرع وامور الدین وقیل علمك من علم الغیب مالم تکن تعلم وقیل معناہ علمك من خفیات الامور واطلعك علی ضمائر القلوب وعلمك من احوال المنافقین وکیدھم۔

ترجمہ: یعنی شریعت کے احکام اور دین کی باتیں سکھائیں اور کہا گیا ہے کہ آپ کو علم غیب میں وہ وہ باتیں سکھائیں جو آپ نہ جانتے تھے اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو چھپی چیزیں سکھائیں اور دلوں کے راز پر مطلع فرمایا اور منافقین کے مکر وفریب آپ کو بتادیئے۔

من امور الدین والشرائع او من خفیات الامور وضمائر القلوب۔

ترجمہ: دین اور شریعت کے امور سکھائے اور چھپی ہوئی باتیں دلوں کے راز بتائے۔

(تفسیر مدارک ج۱ص۲۸۲ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

تفسیر حسینی بحر الحقائق سے اسی آیت کے ماتحت نقل فرماتے ہیں۔

آں علم ما کان وما یکون هست که حق سبحانه در شب اسرا بداں حضرت عطا فرمود۔ چنانچه در حدیث معراج هست که من در زیر عرش بودم قطره در حلق من ریختند فعلمت ما کان وما یکون۔

ترجمہ: یہ ما کان وما یکون کا علم ہے کہ حق تعالیٰ نے شب معراج میں حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ چنانچہ معراج شریف کی حدیث میں ہے کہ ہم عرش کے نیچے تھے ایک قطرہ ہمارے حلق میں ڈالا پس ہم نے سارے گزشتہ اور آئندہ کے واقعات معلوم کر لئے۔

(تفسیر قادری اردو ترجمہ تفسیر حسینی ج۱ص۱۹۲ مطبوعہ)

جامع البیان میں ہے

قبل نزول ذالك من خفیات الامور۔

ترجمہ: یعنی آپ کو وہ سب باتیں بتادیں جو قرآن کے نزول سے پہلے آپ نہ جانتے تھے۔

(تفسیر طبری ج۵ص۲۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو تمام آئندہ اور گزشتہ واقعات کی خبر دے دی گئی۔ کلمہ ما عربی زبان میں عموم کے لئے ہوتا ہے تو آیت سے یہ معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام دنیا کے سارے واقعات لوگوں کے ایمانی حالات وغیرہ جو کچھ بھی آپ کے علم میں نہ تھا سب ہی بتادیا اس میں یہ قید لگانا کہ اس سے مراد صرف احکام ہیں اپنی طرف سے قید ہے جو قرآن وحدیث اور امت کے عقیدے کے خلاف ہے۔ جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

ما فرطنا فی الکتاب من شئی۔

ترجمہ: ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔

(سورہ الانعام آیت نمبر ۳۸)

ان القرآن مشتمل علی جمیع الاحوال۔

ترجمہ: قرآن کریم تمام حالات پر شامل ہے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج۲ص۱۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر انوار التنزیل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

یعنی اللوح المحفوظ فانه مشتمل علی ما یجری فی العالم من جلیل ودقیق لم یهمل فیه امر حیوان ولا جماد۔

ترجمہ: کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے کیونکہ یہ لوح محفوظ ان باتوں پر مشتمل ہے جو عالم میں ہوتا ہے ہر ظاہر اور باریک اس میں کسی حیوان اور جماد کا معاملہ چھوڑا نہ گیا۔

تفسیر عرائس البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ای ما فرطنا فی الکتاب ذکر احد من الخلق لکن لا یبصر ذکرہ فی الکتاب الا المویدون بانوار المعرفۃ۔

ترجمہ: یعنی اس کتاب میں مخلوقات میں سے کسی کا ذکر نہ چھوڑا ہے لیکن اس ذکر کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ مگر وہ جن کی معرفت کے انوار سے تائید کی گئی ہو۔

امام شعرانی طبقات کبریٰ میں فرماتے ہیں۔ ماخوذ از وخال السنان ص ۵۵۔

لو فتح اللہ عن قلوبکم اقفال السدد لا طلعتم علی ما فی القرآن من العلوم و استعنیتم عن النظر فی سواہ فان فیہ جمیع ما رقم فی صفحات الوجود قال اللہ تعالیٰ ما فرطنا فی الکتاب من شئی۔

ترجمہ: اگر خدا تعالیٰ تمہارے دلوں کے بند قفل کھول دے تو تم ان علموں پر مطلع ہو جاؤ جو قرآن میں ہیں اور تم قرآن کے سوا دوسرے چیزوں سے بے پرواہ ہو جاؤ۔ کیونکہ قرآن میں تمام وہ چیزیں ہیں جو وجود کے صفحوں میں لکھی ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ما فرطنا فی الکتاب من شی ء۔**

اس آیت اور ان تفسیروں سے معلوم ہوا کہ کتاب میں دنیا و آخرت کے سارے حالات موجود ہیں اب کتاب سے مراد یا تو قرآن ہے یا لوح محفوظ۔ اور قرآن بھی حضور علیہ السلام کے علم میں ہے اور لوح محفوظ بھی جیسا کہ آئندہ آوے گا۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ تمام دنیا و آخرت کے حالات حضور علیہ السلام کے علم میں ہوئے۔ کیونکہ سارے علوم قرآن اور لوح محفوظ ہیں۔ اور قرآن و لوح محفوظ حضور کے علم میں۔

ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔

ترجمہ: اور نہیں ہے کوئی تر اور خشک جو روشن کتاب میں نہ لکھا ہو۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۵۹)

روح البیان میں ہے۔

ھو اللوح المحفوظ فقد ضبط اللہ فیہ جمیع المقدورات الکونیۃ لفوائد ترجع الی العباد یعرفھا العلمآء باللہ۔

ترجمہ: وہ لوح محفوظ ہے کہ اللہ نے اس میں ساری ہوسکنے والی چیزیں جمع فرما دیں ان فائدوں کی وجھوں سے جو بندوں کی طرف لوٹتے ہیں۔ ان کو علمائے ربانی جانتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(تفسیر کبیر یہ ہی آیت) **وفائدۃ ھذا الکتاب امور احدھا انہ تعالیٰ کتب ھذہ الاحوال فی اللوح المحفوظ لتقف الملٰئکۃ علی نفاذ علم اللہ فی المعلومات فیکون ذلک عبرۃ تامۃ کاملۃ للملٰئکۃ الموکلین باللوح المحفوظ لانھم یقابلون بہ ما یحدث فی صحیفۃ ھذا العالم فیجدونہ موافقالہ۔**

ترجمہ: اس لکھنے میں چند فائدے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان حالات کو لوح محفوظ میں اس لئے لکھا تھا۔ تا کہ ملائکہ خبردار ہوجائیں ان معلومات میں علم الٰہی جاری ہونے پر پس یہ بات ان فرشتوں کے لئے پوری پوری عبرت بن جائے جو لوح محفوظ پر مقرر ہیں کیونکہ وہ فرشتے ان واقعات کا اس تحریر سے مقابلہ کرتے ہیں جو عالم میں نئے نئے ہوتے رہتے ہیں تو اس کو لوح محفوظ کے موافق پاتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(تفسیر خازن یہی آیت) والثانی ان المراد بالکتاب المبین هو اللوح المحفوظ لان الله کتب فیه علم ما یکون وما قد کان قبل ان یخلق السموت والارض وفائدة احصاء الاشیآء کلها فی هذا الکتاب لتقف الملئکة علی انفاذ علمه۔

ترجمہ: دوسری توجیہ یہ ہے کہ کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں جو کچھ ہوگا اور جو کچھ آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے ہو چکا سب کا علم لکھ دیا اوران تمام چیزوں کے لکھنے سے اس کتاب میں فائدہ یہ ہے کہ فرشتے اس کے علم کے جاری کرنے پر واقف ہو جائیں۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(تفسیر مدارک یہی آیت) هو علم الله او اللوح۔

ترجمہ: وہ کتاب یا تو علم الٰہی ہے یا لوح محفوظ۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۶۳ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

تفسیر تنویر المقیاس میں تفسیر ابن عباس میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

کل ذلك فی اللوح المحفوظ مبین مقدارها وقتها۔

ترجمہ: یہ تمام چیزیں لوح محفوظ میں ہیں کہ ان کی مقدار اوران کا وقت بیان کر دیا گیا ہے۔

(تفسیر تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس ص ۱۴۲ مطبوعہ المکتبۃ حقانیہ پشاور)

اس آیت اوران تفاسیر سے معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں ہر خشک وتر ادنیٰ واعلیٰ چیز ہے اورلوح محفوظ کو فرشتے اوراللہ کے خاص بندے جانتے ہیں اور علم مصطفیٰ علیہ السلام ان سب کو محیط ہے لہذا یہ تمام علوم علم مصطفیٰ علیہ السلام کے دریا کے قطرے ہیں۔

نزلنا علیك الکتاب تبیاناً لکل شیء۔

ترجمہ: اورہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

(پارہ ۱۴ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۸۹)

تفسیر حسینی یہی آیت نزلنا فرستادیم علیك الکتاب بر تو قرآن تبیاناً لکل شئی بیان روشن برائے همه چیز از امور دین و دنیا تفصیل واجمال۔

ترجمہ: ہم نے آپ پر یہ کتاب قرآن دین ودنیا کی ہر چیز کا روشن بیان بنا کر بھیجی تفصیلی واجمالی۔ (پارہ ۱۴ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۸۹)

(تفسیر روح البیان یہی آیت) یتعلق بامور الدین من ذالك احوال الامم وانبیآء هم۔

ترجمہ: اس کے بیان کے لئے جو دینی چیزوں سے تعلق رکھتی ہوں اوراس میں سے امتوں اوران کے پیغمبروں کے حالات ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۸۵ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

(تفسیر اتقان یہی آیت) قال المجاهد یوماً ما من شئی فی العالم الا هو فی کتاب الله فقیل له فاین ذکر الخانات فقال فی قوله لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتاً غیر مسکونة فیها متاع لکم۔

ترجمہ: حضرت مجاہد نے ایک دن فرمایا کہ عالم میں کوئی شے ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو تو ان سے کہا گیا کہ سرایوں کا ذکر کہاں ہے انہوں نے فرمایا کہ اس آیت میں ہے کہ تم پر گناہ نہیں کہ تم ان گھروں میں داخل ہو جس میں کوئی رہتا نہ ہو اور تمہارا وہاں سامان ہو۔

(الاتقان ج ۲ ص ۱۶۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

[illegible] آیت اوران تفاسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں ہر ادنیٰ واعلیٰ چیز ہے اورقرآن رب تعالیٰ نے محبوب علیہ السلام کو سکھایا [illegible] حصہ علم [illegible] قرآن یہ تمام چیزیں علم مصطفیٰ علیہ السلام میں آ گئیں۔

وتفصیل الکتاب لاریب فیہ۔

ترجمہ: اورلوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے قرآن سب کی تفصیل ہے۔اس میں کچھ شک نہیں۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۱۰ آیت نمبر ۳۷)

(جلالین یہ ھی آیت) تفصیل الکتاب تبین ما کتب اللہ تعالیٰ من الاحکام وغیرھا۔

ترجمہ: یہ تفصیلی کتاب ہے اس میں وہ احکام اوران کے سوادوسری چیزیں بیان کی جاتی ہیں جواللہ تعالیٰ نے لکھ دیں۔

(تفسیر جلالین ص ۲۷۲ مطبوعہ دارالحدیث القاہرۃ مصر)

(جمل یہ ہی آیت) ای فی اللوح المحفوظ۔

ترجمہ: یعنی لوح محفوظ میں تفصیل ہے۔

(روح البیان یہ ہی آیت) ای وتفصیل ما حقق واثبت من الحقائق والشرائع و فی التاویلات النجمیة ای تفصیل الجملة التی ھی المقدر المکتوب فی الکتب الذی لا یتطرق الیہ المحو والاثبات لانہ ازلی ابدی۔

ترجمہ: یعنی یہ قرآن ان شرعی اور حقیقت کی چیزوں کی تفصیل ہے جو ثابت کی جاچکی ہیں اور تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس تمام کی تفصیل ہے جو تقدیر میں آچکی ہیں اوراس کتاب میں لکھی جاچکی ہیں جس میں ردوبدل نہیں ہوتا کیونکہ وہ کتاب ازلی وابدی ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۴ ص ۶۴ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت وتفسیر سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں احکام شرعیہ اورتمام علوم موجود ہیں۔اس آیت سے پتہ لگا کہ قرآن میں سارے لوح محفوظ کی تفصیل ہےاورلوح محفوظ میں سارےعلوم ہیں۔ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔اورقرآن حضورعلیہ السلام کےعلم میں ہے۔الرحمٰن علم القرآن لہذا سارالوح محفوظ حضورعلیہ السلام کےعلم میں ہے کیونکہ قرآن لوح محفوظ کی تفصیل ہے۔

ما کان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شی ء۔

ترجمہ: یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں اپنے سے اگلی کلاموں کی تصدیق ہےاور ہر چیز کا مفصل بیان۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۱۱۱)

(تفسیر خازن یہ ہی آیت) یعنی ان ھذا القرآن المنزل علیك یا محمد تفصیل کل شئی تحتاج الیہ من الحلال والحرام والحدود والاحکام و القصص والمواعظ والامثال وغیر ذلك مما یحتاج الیہ العباد فی امر دینھم ودنیاھم۔

ترجمہ: یعنی اس قرآن میں جوآپ پراتاراگیا۔اے محمد ﷺ ہراس چیز کی تفصیل ہے جس کی آپ کوضرورت ہوحلال اورحرام سزائیں اوراحکام اور قصے اور نصیحتیں اورمثالیں ان کےعلاوہ اوروہ چیزیں جن کے بندوں کواپنے دینی ودنیاوی معاملات میں ضرورت پڑتی ہے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۵۶۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر حسینی میں ہے۔

وتفصیل کل شئی وبیان ھمہ چیزھا کہ محتاج باشد دردین ودنیا۔

ما من شئی فی العالم الا ھو فی کتاب اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: یعنی اس قرآن میں ہراس چیز کا بیان ہے جس کی دین ودنیا میں ضرورت ہو۔(کتاب الاعجاز لابن سراقہ میں ہے،عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جوقرآن میں نہ ہو۔

الرحمن 0 علم القرآن 0 خلق الانسان 0 علمه البیان 0

ترجمہ: رحمان نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا ما کان وما یکون اس کو سکھایا۔ اللہ نے انسان یعنی محمد ﷺ کو پیدا فرمایا اور ان کو بیان یعنی ساری اگلی پچھلی باتوں کا بیان سکھا دیا۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۵ آیت نمبر ۱ تا ۴)

تفسیر خازن یہی آیت۔

قیل اراد بالانسان محمداً ﷺ علمه البیان یعنی بیان ما کان وما یکون لانه علیه السلام نبیء عن خبر الاولین والاخرین وعن یوم الدین۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں کہ ان کو اگلے پچھلے امور کا بیان سکھا دیا گیا کیونکہ حضور علیہ السلام کو اگلوں اور پچھلوں کی اور قیامت کے دن کی خبر دے دی گئی۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

روح البیان یہی آیت۔

وعلم نبینا علیه السلام القرآن واسرار الالوهیة کما قال وعلمك مالم تکن تعلم۔

ترجمہ: یعنی ہمارے نبی علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے قرآن اور اپنی ربوبیت کے بھید سکھا دیئے جیسا کہ خود رب تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کو سکھا دیں وہ باتیں جو آپ نہ جانتے تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ......☆

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

وقال ابن کیسان (خلق الانسان) یعنی محمد ﷺ (وعلمه البیان) یعنی بیان ما کان وما یکون لانه کان یبین عن الاولین والآخرین وعن یوم الدین۔

ترجمہ: ابن کیسان فرماتے ہیں! اس آیت کریمہ میں انسان سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور بیان سے مراد جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے کیونکہ حضور نبی ﷺ اولین وآخرین اور یوم حشر کی خبر دیتے ہیں۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۴ ص ۲۶۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ لکھتے ہیں۔

وقیل هو محمد ﷺ لانه الانسان الکامل والمراد بالبیان علم ما کان وما یکون وما هو کائن۔

ترجمہ: اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے کیونکہ وہی انسان کامل ہیں اور بیان سے مراد ہے ہر اس واقعے کا علم جو ہو چکا ہے اور اور جو ہوگا اور (قیامت تک) ہونے والا ہے۔

(الصاوی علی الجلالین ج ۴ ص ۱۵۳ مطبوعہ القاہرہ مصر)

امام ابی الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

انه محمد ﷺ علمه البیان ما کان وما یکون وقاله ابن کیسان۔

ترجمہ: انسان سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور بیان سے مراد ہے جو کچھ پہلے ہو چکا ہے اور جو آئندہ ہونے والا ہے اور یہ ابن کیسان کا قول ہے۔

(زاد المسیر ج ۸ ص ۱۰۶ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

(تفسیر مدارک یہ ہی آیت) الانسان ای الجنس او ادم او محمداً علیه السلام۔

ترجمہ: انسان سے مراد جنس انسانی ہے یا آدم علیہ السلام یا حضور علیہ السلام۔

(تفسیر مدارک ج۲ ص۲۶۵ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

(معالم التنزیل یہ ہی آیت) وقیل الانسان ھھنا محمد علیه السلام وبیانه علمك مالم تکن تعلم۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اس آیت میں انسان سے مراد حضور علیہ السلام ہیں اور بیان سے مراد ہے کہ آپ کو وہ تمام باتیں سکھائیں جو نہ جانتے تھے۔

(تفسیر معالم التنزیل ج۴ ص۲۶۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

تفسیر حسینی یہ ہی آیت یا وجود محمد را بیا موزا نیدد ے۔

ترجمہ: یا مراد ہے کہ پیدا فرمایا حضور علیہ السلام کی ذات کو اور سکھایا ان کو جو ہو چکا ہے یا ہوگا۔

ان آیتوں اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب کچھ ہے اور اس کا سارا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا۔

ما انت بنعمة ربك بمجنون۔

ترجمہ: تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

(پارہ ۲۹ سورہ ۶۸ آیت نمبر ۲)

تفسیر روح البیان یہ ہی آیت۔

ای لیس بمستور علما کان فی الازل وما سیکون الی الابد لان الجن هو الستربل انت عالم بما کان وخبیر بما سیکون۔

ترجمہ: یعنی آپ سے وہ باتیں چھپی ہوئی نہیں ہیں جو ازل میں تھیں اور وہ جو ابد تک ہونگی۔ کیونکہ جن کے معنی ہیں چھپنا بلکہ آپ اس کو جانتے ہیں جو ہو چکا اور خبردار ہیں اس سے جو ہوگا۔

(تفسیر روح البیان ج۹ ص۳۴۰۔۳۴۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت و تفسیر سے علم غیب کلی ثابت ہوا۔

ولئن سالتهم لیقولن انما کنا نخوض و نلعب۔

ترجمہ: اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو گے تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل میں تھے۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۶۵)

حاشیہ.....☆

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس ایضاً وابن کیسان الانسان ھاھنا یراد به محمد ﷺ والبیان بیان الحلال من الحرام والهدی من الضلال وقیل ما کان وما یکون لانه بین عن الاولین والآخرین ویوم الدین۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن کیسان فرماتے ہیں کہ یہاں انسان سے مراد تاجدار کائنات ﷺ کی ذات گرامی ہے اور بیان سے مراد حلال و حرام اور ہدایت و گمراہی کو جدا کرنے والا بیان ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہوگا کیونکہ حضور ﷺ اولین آخرین اور یوم حشر کی خبر دیتے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن ج۷ ا ص۱۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(تفسیر درمنثور وطبری یہی آیت) عن مجاهد انه قال فی قوله تعالی ولئن سالتهم الخ قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقة فلان بواد کذا و کذا وما یدریه بالغیب۔

ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اس آیت کے نزول کے بارے میں ولئن سالتھم کہ ایک منافق نے کہا تھا کہ محمد (ﷺ) خبر دیتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں جنگل میں ہے ان کو غیب کی کیا خبر۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور سورۃ توبہ آیت نمبر ۶۵ ج ۳ ص ۴۵۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام مجاہد بن جبر المخزومی التابعی متوفی ۱۰۴ھ لکھتے ہیں۔

انا عبدالرحمن انا ابراهیم نا ورقاء عن ابن ابی نجیح عن مجاهد ولئن سالتهم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قال قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادی کذا و کذا فی یوم کذا و کذا وما یدریه ما الغیب۔

ترجمہ: امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اس آیت ولئن سالتھم لیقولن کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک منافق نے کہا محمد (ﷺ) ہمیں یہ حدیث سناتے ہیں کہ فلاں شخص کی اونٹنی فلاں وادی میں فلاں فلاں دن ہے یہ غیب کو کیا جانیں۔

(تفسیر مجاہد تحت سورۃ التوبہ آیت نمبر ۶۶ ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ المنشورات العلمیہ بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔

انه قال فی قوله تعالی ولئن سألتهم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادی کذا و کذا وما یدریه بالغیب۔

ترجمہ:......انہوں نے فرمایا کے قول "ولئن سالتھم "الخ کی تفسیر میں کہ منافقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد (ﷺ) ہم سے بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں فلاں وادی میں ہے بھلا وہ غیب کی باتیں کیا جانیں۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری سورۃ توبہ آیت نمبر ۶۵ ج ۱۰ ص ۱۹۶ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخرج البیهقی وابونعیم عن موسی بن عقبة و عروة ان النبی ﷺ قدم من غزوة بنی المصطلق فلما کان قرب المدینة هاجت ریح تکاد تدفن الراکب فقال رسول الله ﷺ بعثت هذه الریح لموت منافق فلما قدمنا المدینة اذا هو قد مات عظیم من عظماء المنافقین ای وهو رفاعة بن زید بن التابوت وسکنت الریح آخر النهار فجمع الناس ظهر هم وفقدت راحلة رسول الله ﷺ من بین الابل فسعی لها الرجال یلتمسونها فقال رجل من المنافقین فی مجلس من الانصار ان محمدا لیحدثنا بما هو اعظم من شان الناقة افلا یحدثه الله بمکان راحلته ثم قام المنافق وترکهم فعمد لرسول الله ﷺ یستمع الحدیث فوجدالله قد حدثه حدیثه فقال رسول الله ﷺ والمنافق یسمع ان رجلا من المنافقین شمت ان ضلت ناقة رسول الله وقال افلا یحدثه الله بمکان ناقته وان الله اخبرنی بمکانها ولا یعلم الغیب الا الله هی فی الشعب المقابل لکم وقد تعلق زمامها بشجرة فعمدوا الیها فجاؤوا بها واقبل المنافق سریعاً حتی اتی النفر الذین قال عندهم ما قال فاذا هم جلوس مکانهم لم یقم احد منهم فقال انشدکم بالله هل اتی احد منکم محمدا فاخبره بالذی قلت قالوا اللهم لا ولا قمنا من مجلسنا هذا بعد قال فانی وجدت عنده حدیثی وان کنت لفی شك من شانه فاشهد انه رسول الله۔ ووقع نحو ذلك فی غزوة تبوك۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن عقبہ اور عروہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ غزوہ بنی مصطلق سے لوٹے تو مدینہ شریف کے قریب سخت آندھی آئی قریب تھا کہ سارا لشکر ریت میں دب کر دفن ہو جاتا۔ حضور ﷺ نے اس مقام پر فرمایا: یہ آندھی ایک منافق کی موت کے لئے بھیجی گئی ہے چنانچہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو منافقین کا ایک سردار مر چکا تھا اس منافق کا نام رفاعہ بن زید بن تابوت تھا۔ شام کے وقت یہ آندھی تھی تو لوگوں نے اپنی سواریوں کو اکٹھا کیا ان میں سے نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی گم ہو چکی تھی جس کی وجہ سے لوگوں میں اس کے تلاش کے لئے بھاگ دوڑ پڑ گئی۔ ایک منافق نے انصار کی مجلس میں کہا محمد (ﷺ) تو ہمیں بڑے بڑے واقعات کی خبریں دیتے ہیں اب اللہ انہیں ان کی اونٹنی کے بارے میں کیوں نہیں بتاتا؟ پھر وہ منافق اٹھ کھڑا ہوا اور نبی کریم ﷺ کے پاس گیا تا کہ آپ ﷺ کی گفتگو سنے تو اس نے دیکھا کہ اللہ نے اس کی یہ بات نبی اکرم ﷺ کو بتا دی ہے۔ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا: جبکہ وہ منافق سن رہا تھا کہ ایک منافق شخص نے یہ ہرزہ سرائی کی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی گم ہوگئی ہے اللہ آپ ﷺ کو کیوں نہیں بتلا دیتا کہ وہ اونٹنی اس وقت کہاں ہے؟ سن لو! اللہ نے مجھے آگاہ فرما دیا ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کوئی بالذات غیب کی بات نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے سن لو! وہ اونٹنی سامنے کی گھاٹی میں ہے اور اس کی مہار ایک درخت میں اٹکی ہوئی ہے۔ یہ سن کر لوگ اس اونٹنی کے پاس گئے اور اسے پکڑ کر لے آئے۔ وہ منافق بھاگتا ہوا ان لوگوں کے پاس آیا جن کی موجودگی میں اس نے وہ بات کہی تھی وہ لوگ ابھی اسی جگہ بیٹھے تھے اور ان میں سے کوئی بھی اٹھ کر نہ گیا تھا۔ اس نے کہا: میں تمہیں قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں سے کوئی ابھی تک اس مجلس سے اٹھا نہیں وہ کہنے لگا میری بات جا کر انہیں بتائی ہے۔ انہوں نے کہا: نہیں ہم میں سے کوئی ابھی تک اس مجلس سے اٹھا نہیں وہ کہنے لگا میری بات تو محمد ﷺ بیان فرما رہے تھے بخدا میں اب تک محمد ﷺ کے امر نبوت میں شک کرتا تھا۔ میں اب گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی باب ھبوب الریح التی ولت رسول اللہ علی موت عظیم من عظماء المنافقین الخ ج ۴ ص ۵۹۔۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوۃ بنی المصطلق من الآیات والخصائص ج ۱ ص ۳۹۱۔۳۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدیٰ والرشاد ذکر اخبارہ ﷺ بموت کبیر من المنافقین الخ ج ۴ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۶۸۔۴۶۹ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر ص ۲۴۰۔۲۴۱ مطبوعہ دار المعارف القاھرۃ مصر)

امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

ان قائلا قال یزعم محمد انه یاتیه خبر السماء و لا یدری این ناقته و الله ما اعلم الا ما علمنی الله وقد ولنی الله علیها فهی فی هذا الشعب قد حبستها شجرة بزمامها فذهب رجال من المسلمین فوجدوها حیث قال رسول الله ﷺ وکما وصف۔

ترجمہ: ایک کہنے والا کہتا ہے کہ محمد (مصطفیٰ ﷺ) یہ گمان کرتے ہیں کہ آسمان سے ان کے پاس وحی آتی ہے مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے قسم بخدا! میں وہی جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ مجھے سکھاتا ہے۔ اب اس نے مجھے اس اونٹنی کے متعلق بتا دیا ہے وہ اس گھاٹی میں ہے اس کی نکیل ایک درخت کے ساتھ الجھی ہوئی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس گھاٹی میں گئے انہوں نے وہی اونٹنی کو پایا جہاں حضور ﷺ نے فرمایا اور بالکل اسی حالت میں پایا جس

اس آیت اور تفسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے غیب کا انکار کرنا منافقین کا کام تھا۔ جس کو قرآن نے کفر قرار دیا۔

حاشیہ.....☆

طرح حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۲۰ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

ذکر ابن قتیبة فی اعلام النبی ﷺ قال اعلام نبوته ان ناقة له ضلت فاقبل یسأل الناس عنها قال المنافقون هذا محمد یخبرکم عن خبر السماء وهو لایدری این ناقته فحمدالله واثنی علیه وحکی قولهم ثم قال وانی لا اعلم الا ما علمنی ربی وقد اخبرنی انها فی وادی کذا متعلق زمامها بشجرة فبادر الناس فوجدوها کذلک۔

(دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۱۳۷ رقم الحدیث ۱۴۸ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ ان رجلا قال کذا وکذا وانی والله لا اعلم الا ما علمنی الله هی فی الودای قد حبستها شجرة بزمامها فذهبوا فوجدوها۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ زید بن لصیت ج ۲ ص ۶۱۹ رقم ۲۹۲۴ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله ان منافقا یقول الیس محمد یزعم انه نبی و یخبرکم بخبر السماء ولا یدری این ناقته والله لا اعلم الا ما علمنی ربی وقد اعلمنی انها فی الوادی فی شعب کذا کذا حبستها شجرة بزمامها فبادر الناس فوجدوها کذلک۔

(اعلام النبوۃ ص ۱۵۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

فقال زید بن اللصیت وکان منافقا الیس یزعم انه نبی ویخبرکم عن خبر السماء وهو لا یدری این ناقته فقال رسول الله ان رجلا یقول وذکر مقالته وانی والله اعلم الا ما علمنی الله وقد دلنی الله علیها وهی فی الوادی فی شعب کذا وکذا قد حبستها الشجرة بزمامها وهی فانطلقوا حتی تاتونی بها فذهبوا فاتوه۔

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد فصل فی غزوۃ تبوک ج ۳ ص ۵۳۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

قال حین ضلت ناقة رسول الله یزعم محمد انه یاتیه خبر السماء وهو لا یدری این ناقته فقال رسول الله والله لا اعلم الا ما علمنی الله وقد دلنی الله علیها فهی فی هذا الشعب قد حبستها شجرة بزمامها فذهب رجال من المسلمین فوجدوها۔

(البدایۃ والنہایہ ج ۳ ص ۲۲۰ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واخرج البیهقی وابونعیم من طریق ابن اسحاق عن عاصم بن عمر بن قتادة قال اخبرنی رجال

فلا یظهر علی غیبه احد الا من ارتضی من رسول۔

ترجمہ: تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(پارہ۲۹سورہ۷۲آیت نمبر۲۶)

تفسیر کبیر یہی آیت

ای وقت وقوع القیمة من الغیب الذی لایظهره الله لاحد فان قیل فاذا احملتم ذلك علی القیمة فکیف قال الا من ارتضی من رسول مع انه لا یظهر هذا الغیب لاحد قلنا بل یظهره عند قریب القیمة۔

ترجمہ: یعنی قیامت کے آنے کا وقت ان غیبوں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ کسی پر ظاہر نہیں فرماتا پس اگر کہا جاوے کہ جب تم نے اس غیب کو قیامت پر محمول کرلیا تو اب رب تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا مگر پسندیدہ رسولوں کو حالانکہ یہ غیب تو کسی پر بھی ظاہر نہیں کیا جاتا تو ہم کہیں گے کہ رب تعالیٰ قیامت کے قریب ظاہر فرماوے گا۔

(تفسیر کبیر ج۱۰ص۶۷۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر عزیزی ص۱۷۳۔ آنچہ بہ نسبت ہمہ مخلوقات غائب است غائب مطلق است مثل وقت آمدن قیامت واحکام تکوینیہ وشرعیہ باری تعالیٰ در ہر روز وہر شریعت ومثل حقائق ذات وصفات او تعالیٰ علی سبیل التفصیل ایں قسم را غیب خاص او تعالیٰ نیز می نامند فلایظهره علی غیبه احدا پس مطلع نمی کند بر غیب خاص خود ہیچکس را مگر کسی را کہ پسند میکند وآں کس رسول باشد خواہ از جنس ملک وخواہ از جنس بشر مثل حضرت محمد علیہ السلام اور اظہار بعضے از غیوب خاصہ خود می فرماند۔

ترجمہ: جو چیز تمام مخلوقات سے غائب ہو وہ غائب مطلق ہے جیسے قیامت کے آنے کا وقت اور روزانہ اور ہر چیز کے پیدائشی اور شرعی احکام اور جیسے پروردگار کی ذات وصفات بطریق تفصیل اس قسم کو رب تعالیٰ کا خاص غیب کہتے ہیں پس اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اس کے سوا جس کو پسند فرماوے اور وہ رسول ہوتے ہیں خواہ فرشتے کی جنس سے ہوں یا انسان کی جنس سے جیسے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام ان کو اپنے بعض خاص غیب ظاہر فرماتا ہے۔

حاشیہ.....☆

من قومی یعنی الانصار ان ناقة رسول الله ا ضلت یوم تبوك فقال رجل من المنافقین کان معروفاً نفاقه الیس محمد یزعم انه نبی ویخبرکم خیر السماء ولا یدری این ناقته فقال رسول الله ا وعنده عمارة بن حزن ان رجلا قال هذا محمد یخبرکم انه نبی ویخبرکم بامر السماء وهو لا یدری این ناقته وانی والله ما اعلم الا ما علمنی الله وقد دلنی الله علیها هی بالوادی من شعب کذا قدحبستها الشجرة بزمامها فانطلقوا فجاؤوا بها فرجع عمارة الی رحله فحدثهم عما قال رسول الله ا من خبر الرجل فقال رجل کان فی رحل عمارة انما قال المنافق والله هذه المقالة قبل ان تاتی۔

ترجمہ: بیہقی اور ابونعیم عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے انصار کے کچھ لوگوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ کی اونٹنی تبوک کی جنگ میں گم ہوگئی تو ایک منافق نے جس کا نفاق مشہور ومعروف تھا کہا کیا محمد ﷺ نبوت کے مدعی نہیں؟ وہ تمہیں آسمان کی خبریں دیتے ہیں حالانکہ انہیں پتہ نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا (عمارہ بن حزن بھی اس وقت وہاں موجود تھا) کہ ایک شخص نے کہا کہ محمد ﷺ تمہیں بتاتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور تمہیں آسمان کی خبریں دیتے ہیں حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ خود ان کی اپنی اونٹنی کہاں ہے

(تفسیر خازن یہی آیت) الا من یصطفیه لرسالة و نبوته فیظهره علی من یشآء من الغیب حتی یستدل علی نبوته بما یخبر به من المغیبات فیکون ذلك معجزة له۔

ترجمه: سوااس کے جس کو اپنی نبوت اور رسالت کے لئے چن لیا پس ظاہر فرماتا ہے۔ جس پر چاہتا ہے غیب تاکہ ان کی نبوت پر دلیل پکڑی جاوے ان غیب چیزوں سے جس کی وہ خبر دیتے ہیں پس یہ ان کا معجزہ ہوتا ہے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج۴ص۳۱۹ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

(روح البیان یہی آیت) قال ابن الشیخ انه تعالی لا یطلع علی الغیب الذی یختص به تعالیٰ علمه الا لمرتضی الذی یکون رسولا وما لا یختص به یطلع علیه غیر الرسول۔

ترجمه: ابن شیخ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ اس غیب پر جواس سے خاص ہے کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے برگزیدہ رسول کے اور جو غیب کہ رب سے خاص نہیں اس پر غیر رسول کو بھی مطلع فرمادیتا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج۱۰ص۲۳۶ مطبوعہ داراحیاءالتراث العربی بیروت)

اس آیت اوران تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدائے قدوس کا خاص علم غیب حتیٰ کہ قیامت کا علم بھی حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا اب کیا شے ہے جو علم مصطفیٰ علیہ السلام سے باقی رہ گئی۔

فاوحی الی عبده ما اوحی۔

ترجمه: اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

(پارہ۲۷سورہ۵۳آیت نمبر۱۰)

مدارج النبوۃ جلداول وصل رویۃ الٰہی میں ہے۔

فاوحی الآیة بتمام علوم و معارف وحقائق و بشارات واشارات اخبار وآثار و کرامات و کمالات دراحیطه ایں ابهام داخل است که مبهم آورد و بیان نه کرد اشارات بآنکه جز علم علام الغیوب ورسول محبوب به آں محیط نتواند شد مگر آں چه آں حضرت بیان کرده۔

ترجمه: معراج میں رب نے حضور علیہ السلام پر جو سارے علوم اور معرفت اور بشارتیں اور اشارے اور خبریں اور کرامتیں و کمالات وحی فرمائے وہ اس ابہام میں داخل ہیں اور سب کو شامل ہیں ان کی زیادتی اور عظمت ہی کی وجہ سے ان چیزوں کو بطور ابہام ذکر کیا بیان نہ فرمایا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان علوم غیبیہ کو سوائے رب تعالیٰ اور محبوب علیہ السلام کے کوئی نہیں احاطہ کر سکتا۔ ہاں جس قدر حضور نے بیان فرمایا وہ معلوم ہے۔

(مدارج النبوۃ فارسی ج۱ص۱۷۰ مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلشنگ بلال گنج لاہور)

اس آیت اور عبارت سے معلوم ہوا کہ معراج میں حضور علیہ السلام کو وہ علوم عطا ہوئے جن کو نہ کوئی بیان کر سکتا ہے اور نہ کسی کے خیال میں آسکتے ہیں ما کان وما یکون تو صرف بیان کے لئے ہے ورنہ اس سے بھی کہیں زیادہ کی عطا ہوئی۔

حاشیہ......☆

بخدا! میں تو وہی جانتا ہوں جو مجھے خدا بتاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتادیا ہے کہ میری اونٹنی فلاں گھاٹی میں ہے اس کی نکیل ایک درخت میں پھنسی ہوئی ہے۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گئے اور اسے پکڑ کر لے آئے۔ عمارہ لوٹ کر گھر آئے اور اہل خانہ کو نبی اکرم ﷺ کی منافق کے متعلق گفتگو بیان کی تو ایک شخص نے جو کہ عمارہ کے گھر میں تھا بتایا کہ واقعی ایک منافق نے آپ کے آنے سے پہلے یہ بات کی تھی۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص۳۶۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

وما هو على الغيب بضنين۔

ترجمہ: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

(پارہ۳۰سورہ۸۱آیت نمبر۲۴)

یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہو۔اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کو اس سے مطلع فرما دیتے ہوں۔

(معالم التنزیل یہ ہی آیت) على الغيب وخبر السمآء وما اطلع عليه من الاخبار والقصص بضنين اى ببخيل يقول انه ياتيه علم الغيب فلا يبخل به عليكم بل يعلمكم ويخبر كم ولا يكتمه كما يكتم الكاهن۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام غیب پر اور آسمانی خبروں پر اور ان خبروں وقصوں پر بخیل نہیں ہیں۔مراد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس علم غیب آتا ہے پس وہ اس میں تم پر بخل نہیں کرتے بلکہ تم سکھاتے ہیں اور تم کو خبر دیتے ہیں جیسے کہ کاہن چھپاتے ہیں ویسے نہیں چھپاتے۔

(معالم التنزیل ج۴ص۴۲۲مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(خازن یہ ہی آیت) يقول انه عليه السلام ياتيه علم الغيب فلا يبخل به عليكم بل يعلمكم۔ ☆

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس علم غیب آتا ہے تو تم پر اس میں بخل نہیں فرماتے۔بلکہ تم کو سکھاتے ہیں۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج۴ص۳۵۷مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

اس آیت وعبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام لوگوں کو علم غیب سکھاتے ہیں۔اور سکھائے گا وہ ہی جو خود جانتا ہے۔

وعلمنه من لدنا علماً۔

ترجمہ: اور ان کو اپنا علم لدنی عطا کیا یعنی حضرت خضر کو۔

(پارہ۱۵سورہ۱۸آیت نمبر۶۵)

(بیضاوی میں یہ ہی آیت) اى مما يختص نباه لايعلم الا بتوفيقنا وهو علم الغيب۔

ترجمہ: حضرت خضر کو وہ علم سکھائے جو ہمارے ساتھ خاص ہیں بغیر ہمارے بتائے کوئی نہیں جانتا اور وہ علم غیب ہے۔

(تفسیر بیضاوی ج۳ص۵۱۰مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر ابن جریر میں سیدنا عبد اللہ ابن عباس سے روایت ہے۔

قال انك لن تستطيع معى صبراً كان رجلاً يعلم علم الغيب قد علم ذلك۔

ترجمہ: حضرت خضر نے فرمایا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے وہ خضر علم غیب جانتے تھے کہ انہوں نے جان لیا۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج۱۵ص۳۲۳مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان یہ ہی آیت۔

هو علم الغيوب والاخبار عنها باذنه تعالى كما ذهب اليه ابن عباس۔

ترجمہ: حضرت خضر کو جو لدنی علم سکھایا گیا وہ علم غیب ہے اور اس غیب کے متعلق خبر دینا ہے خدا کے حکم سے جیسا کہ اس طرف ابن عباس رضی اللہ عنہما گئے ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج۵ص۳۲۱مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(تفسیر مدارک یہ ہی آیت) يعنى الاخبار بطريق الالهام۔

ترجمہ: یعنی حضرت خضر کو غیب کی خبریں دیں اور کہا گیا ہے کہ علم لدنی وہ ہوتا ہے جو بندے کو الہام کے طریقہ پر حاصل ہو۔

(تفسیر مدارک ج۲ص۲۲مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

(تفسیر خازن یہی آیت) ای علم الباطن الهاماً۔

ترجمہ: یعنی حضرت خضر کو علم باطن الہام کے طریقہ پر عطا فرمایا۔

اس آیت وتفسیری عبارتوں سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے حضرت خضر کو بھی علم غیب عطا فرمایا تھا جس سے لازم آیا کہ حضور علیہ السلام کو بھی علم غیب عطا ہوا۔ کیونکہ آپ تمام مخلوق الہی سے زیادہ عالم ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام بھی مخلوق ہیں۔

وکذلک نری ابراهیم ملکوت السموت والارض۔

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں۔ ساری بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۷۵)

تفسیر خازن یہی آیت۔ اقیم علی صخرة و کشف له عن السموت حتی رای العرش والکرسی وما فی السموت وکشف له عن الارض حتی نظر الی اسفل الارضین ورای ما فیها من العجائب۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صخرہ پر کھڑا کیا گیا اور ان کے لئے آسمان کھول دیئے گئے یہاں تک کہ انہوں نے عرش وکرسی اور جو کچھ آسمانوں میں ہے دیکھ لیا اور آپ کے لئے زمین کھولدی گئی یہاں تک کہ انہوں نے زمینوں کی نچلی زمین اور ان عجائبات کو دیکھ لیا جو زمینوں میں ہیں۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(تفسیر مدارک یہی آیت) قال مجاهد فرجت له السموت السبع فنظر الی ما فیهن حتی انتهی نظره الی العرش وفرجت له الارضون السبع حتی نظر الی ما فیهن۔

ترجمہ: مجاہد نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے ساتوں آسمان کھول دیئے گئے پس انہوں نے دیکھ لیا۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے یہاں تک کہ ان کی نظر عرش تک پہنچ گئی اور ان کے لئے سات زمینیں کھولی گئیں کہ انہوں نے وہ چیزیں دیکھ لیں جو زمینوں میں ہیں۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۷۳ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

روح البیان یہی آیت عجائب وبدائع آسمانها وزمین ها از درده عرش تا تحت الثری بروے منکشف ساخته۔

ترجمہ: ابراہیم کو آسمان وزمین کی عجائبات وغرائبات دکھائے اور عرش کی بلندی سے تحت الثری تک کھول دیا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر ابن جریر ابن ابی حاتم میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

انه جل له الامر سره وعلانیته فلم یخف علیه شئی من اعمال الخلائق۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم پر کھلی وپوشیدہ تمام چیزیں کھل گئیں پس ان پر مخلوق کے اعمال میں سے کچھ بھی چھپا نہ رہا۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۷ ص ۲۴۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ......☆

امام ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں۔

(وما هو) وما محمد علیه الصلوة والسلام (علی الغیب) علی من الوحی الیه وغیره من الغیوب (بضنین) بالضاد وهو البخل ای لا یبخل بالتبلیغ والتعلیم۔

(تفسیر کبیر یہی آیت) ان اللہ شق له السموت حتی رای العرش والکرسی والی حیث ینتھی الیه فوقیة العالم الجسمانی ورای ما فی السموت من العجائب والبدائع ورای ما فی بطن الارض من العجائب والغرائب۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے لئے آسمانوں کو چیر دیا یہاں تک کہ انہوں نے عرش وکرسی اور جہاں تک جسمانی عالم کی فوقیت ختم ہوتی ہے دیکھ لیا۔ اور وہ عجیب وغریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو آسمانوں میں ہیں۔ اور وہ عجیب وغریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو زمین کے پیٹ میں ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت اور ان تفسیری عبارات سے معلوم ہوا کہ از عرش تا تحت الثریٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے گئے اور مخلوق کے اعمال کے بھی ان کو خبر دی گئی اور حضور علیہ السلام کا علم ان سے کہیں زیادہ ہے تو ماننا پڑے گا کہ حضور علیہ السلام کو بھی یہ علوم عطا ہوئے۔

خیال رہے کہ عرش کے علم میں لوح محفوظ بھی آ گئی اور لوح محفوظ میں کیا لکھا ہے اس کو ہم پہلے بیان کر چکے۔ لہٰذا ما کان وما یکون کا علم تو ان کو بھی حاصل ہوا اور علم ابراہیمی اور علم حضرت آدم علیہ السلام حضور علیہ السلام کے علم کے دریا کا قطرہ ہے۔

یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا

لا یاتیکما طعام ترزقانه الا نبأتکما بتأویله۔ ☆

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۳۷)

حاشیہ ...... ☆

ترجمہ: ...... اور محمد ﷺ وحی اور اس کے علاوہ غیوب کی تبلیغ اور تعلیم میں بخل نہیں فرماتے۔

(ضنین) ضاد کے ساتھ ہے اور اس میں بخل کا معنی پایا جاتا ہے۔

(انوار التنزیل ج ۴ ص ۳۸۹ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)

☆ امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں۔

والمعنی انه لا یاتیکما طعام ترزقانه الا اخبر تکما ای طعام هو وای لون هو وکم هو وکیف یکون عاقبته ای اذا اکله الانسان فهو یفید الصحة او السقم وفیه وجه آخر قیل کان الملك اذا اراد قتل الانسان صنع له طعام فارسله الیه فقال یوسف لا یاتیکما طعام الا اخبر تکما ان فیه سما ام لا هذا هو المراد من قوله (لا یاتیکما طعام ترزقانه الا نبأتکما بتاویله) وحاصله راجع الی انه ادعی الاخبار عن الغیب وهو یجری مجری قول عیسی علیه السلام وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون۔

ترجمہ: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ کھانا جو تمہیں دیا جاتا ہے تمہارے پاس ابھی آنے بھی نہیں پائے گا کہ میں تمہیں اس کے بارے میں خبر دے دوں گا کہ وہ کیا ہے کس رنگ کا ہے کتنا ہے اور اس کا انجام کیا ہوگا یعنی جب کوئی انسان اسے کھائے گا تو آیا وہ اس کی صحت کو فائدہ دے گا یا نقصان پہنچائے گا اس میں دوسرا قول یہ ہے کہ بادشاہ جب کسی شخص کو قتل کرنا چاہتا تو اس کے لئے کھانا تیار کروا کر بھیجتا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے پاس وہ کھانا ابھی آئے گا بھی نہیں کہ میں تمہیں بتا دوں گا کہ اس میں زہر ہے یا نہیں مذکورہ آیت سے یہی مراد ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے غیب کی خبر دینے کی بات کی تھی اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول "اور جو کچھ تم کھا کر آئے ہو اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو میں تمہیں (وہ سب کچھ) بتا دیتا ہوں" کی طرح ہے۔

(التفسیر الکبیر ج ۱۸ ص ۱۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس کی تفسیر روح البیان وکبیر وخازن میں ہے اس کے معنے یہ ہیں کہ میں تمہیں کھانے کے گزشتہ وآئندہ کے سارے حالات بتا سکتا ہوں کہ غلہ کہاں سے آیا اور اب کہاں جائے گا تفسیر کبیر نے تو فرمایا کہ یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ یہ کھانا نفع دے گا یا نقصان۔ یہ چیزیں وہ ہی بتا سکتا ہے جو ہر ذرہ کی خبر رکھتا ہو پھر فرماتے ہیں۔

ذلکما مما علمنی ربی۔

ترجمہ: یہ علم تو میرے علوم کا بعض حصہ ہے۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۳۷)

اب بتاؤ کہ حضور علیہ السلام کا علم کتنا ہوگا۔ علم یوسفی تو علم مصطفیٰ کے سمندر کا قطرہ ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

وانبئکم بماتا کلون وما تدخرون فی بیوتکم۔

ترجمہ: میں تمہیں بتا سکتا ہوں جو کچھ تم اپنے گھروں میں کھاتے اور جو کچھ جمع کرتے ہو۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۴۹)

حاشیہ.....☆

امام علی بن محمد الخازن متوفی ۷۲۵ھ لکھتے ہیں۔

انه علیه السلام اراد ان یبین لهما درجة فی العلم اعلی واعظم مما اعتقدا فیه وذلك انهما طلبا منه علم التعبیر ولا شك ان هذا العلم مبنی علی الظن والتخمین فاراد ان یعلمهما انه یمکنه الاخبار عن المغیبات علی سبیل القطع والیقین وذلك مما یعجز الخلق عنه و اذا قدر علی الاخبار عن المغیبات کان اقدر علی تعبیر الرؤیا بطریق الاولی انما عدل عن تعبیر رؤیاهما الی اظهار المعجزة لانه علم ان احدهما سیصلب فاراد ان یدخله فی الاسلام ویخلصه من الکفر ودخول النار۔

ترجمہ: حضرت یوسف علیہ السلام ان کے سامنے اس درجہ علم سے بلند درجہ کو بیان کرنا چاہتے تھے جس کا انہیں آپ کی نسبت اعتقاد تھا کیونکہ انہوں نے آپ سے علم تعبیر کا مطالبہ کیا تھا اور اس میں شک نہیں یہ علم ظن اور اندازے پر مبنی ہے سو آپ نے چاہا کہ انہیں اس بات سے آگاہ کیا جائے کہ آپ غیب کی قطعی اور یقینی خبر دینے کی استطاعت بھی رکھتے ہیں تو خوابوں کی تعبیر بطریق اولی بیان کر سکتے ہیں آپ دیکھو کھانا گھر میں کھایا اور رکھا گیا۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام موجود نہیں تھے اور اس کی خبر آپ باہر دے رہے ہیں یہ ہے علم غیب۔ نے اظہار معجزہ کی خاطر ان کی خوابوں کی تعبیر بتانے سے وقتی طور پر اقرار فرمایا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ایک کو سولی چڑھا دیا جائے گا سو آپ نے کفر اور آگ سے چھٹکارا دلا کر اسے اسلام میں داخل کرنا چاہا۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام علی بن محمد الخازن متوفی ۷۲۵ھ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

(الا نباتکم بتاویله) یعنی اخبرتکما بقدره ولونه والوقت الذی یصل الیکما فیه قبل ان یاتیکما یعنی قبل ان یصل الیکما و ای طعام اکلتم وکم اکلتم ومتی اکلتم۔

ترجمہ: یعنی میں تمہیں اس کی مقدار اس کا رنگ اور پہنچنے کا وقت کھانا پہنچنے سے قبل ہی بتا دوں گا اور یہ کہ کونسا کھانا تم نے کب اور کتنا کھایا ہے تمہیں اس کی بھی خبر دوں گا۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حاشیہ......☆

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

و آیتنا عیسی ابن مریم البینات ای الآیات التی وضعت علی یدیه من احیاء الموتی و خلقه من الطین کهیئة الطیر ثم ینفخ فیه فیکون طیرا باذن اللہ و ابراء الاسقام و الخبر بکثیر من الغیوب مما یدخرون فی بیوتهم۔

ترجمہ: آیات سے مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست اقدس سے ظہور پذیر ہوتے تھے۔ آپ علیہ السلام مردوں کو زندہ کردیتے تھے وہ مٹی سے پرندے کی شکل بناتے پھر اس پر پھونک مارتے تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا مریض کو شفایاب فرمادیتے تھے وہ لوگ جو کچھ اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے تھے آپ اس کے متعلق انہیں بتادیتے بہت سے علوم غیبیہ کا اظہار فرماتے۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۷۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عبدالرزاق قال نا معمر عن قتادة و انبئکم بما تاکلون و ما تدخرون فی بیوتکم قال انبئکم بما تاکلون من المائدة و ما تدخرون منها قال و کان اخذ علیهم فی المائدة حین نزلت ان یاکلوا و لا یدخروا فادخروا و خانوا فجعلوا خنازیر حین ادخروا فذلك قوله تعالی فمن یکفر بعد منکم فانی اعذبه عذابا لا اعذبه احد من العلمین۔

ترجمہ: قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ "وانبئکم الخ....." کے تحت فرمایا میں تمہیں خبر دیتا ہوں ان چیزوں کا جو تم کھائے ہو اور جو تم دسترخوان میں بچاتے ہو۔

(تفسیر عبدالرزاق ج ا ص ۱۲۱۔۱۲۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں۔

فی هذه الایة قولان (احدهما) انه علیه الصلوة و السلام کان من اول مرة یخبر عن الغیوب روی السدی انه کان یلعب مع الصبیان ثم یخبرهم بافعال آبائهم و امهاتهم و کان یخبر الصبی بان امك قد خبات لك کذا فیرجع الصبی الی اصله و یبکی الی ان یاخذ فذلك الشی ثم قالوا لصبیانهم لا تلعبوا مع هذا الساحر و جمعوهم فی بیت فجآء عیسی علیه السلام یطلبهم فقالوا لیسوا فی البیت فقال فمن فی هذا البیت قالوا خنازیر قال عیسی علیه السلام کذلك یکونون فاذاهم خنازیر (و القول الثانی) ان الاخبار عن الغیوب انما ظهر وقت نزول المائدة و ذلك لان القوم نهوا عن الادخار فکانوا یخزنون و یدخرون فکان عیسی علیه السلام یخبرهم بذلك۔

ترجمہ: اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں پہلا یہ کہ آپ نے پہلی مرتبہ غیبوں کی خبر اس وقت دی سدی نے روایت کیا ہے کہ آپ بچوں کے ساتھ کھیلتے پھر انہیں ان کے والدین کے افعال کی خبر دے دیتے آپ بچے کو خبر دیتے کہ اس کی ماں نے فلاں شے اس کے لیے فلاں جگہ چھپا کر رکھی ہے۔ بچہ گھر لوٹ آتا اور رورو کر وہ شے حاصل کرلیتا۔ ان لوگوں نے بچوں سے کہا کہ وہ اس جادوگر کے ساتھ نہ کھیلا کریں۔ انہوں نے تمام بچوں کو ایک مکان میں جمع کردیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے بچوں کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا

یایها الذین امنوا لاتسئلوا عن اشیآء ان تبدلکم تسوکم۔

ترجمہ: اے ایمان والوایسی باتیں ہمارے محبوب سے نہ پوچھو کہ اگرتم پر ظاہر کر دی جاویں تو تمہیں ناگوار ہوں۔

(پارہ ۷سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰۱)

بخاری شریف میں سیدنا عبداللہ ابن عباس سے روایت کی:

عن ابن عباس قال کان قوم یساء لون رسول الله ﷺ استهزاء فیقول الرجل من ابی ویقول الرجل تضل ناقته این ناقتی فانزل الله فیهم هذه الایة یا ایها الذین امنو لاتسألوا عن اشیآء......

(صحیح البخاری کتاب التفسیر ج ۲ ص ۶۶۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حاشیہ......☆

کہ وہ اس مکان میں نہیں ہیں۔ آپ نے پوچھا تو پھر اس مکان میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا خنزیر ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ دیکھا تو وہ بچے خنزیر بن چکے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کا معجزہ اخبار غیب بوقت نزول مائدہ ظاہر ہوا۔ وہ ایسے کہ آپ کی قوم کو (مائدہ) کے جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے سے منع کیا گیا تھا اس کے باوجود وہ لوگ جمع کر لیتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں اس کی خبر دے دیتے۔

(التفسیر الکبیر ج ۸ ص ۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام علی بن محمد الخازن متوفی ۷۲۵ھ لکھتے ہیں۔

انبئکم یعنی واخبرکم (بما تاکلون) ای مما لم اعاینه (وما تدخرون فی بیوتکم) ای وما ترفعونه فتخبؤنه فی بیوتکم لتاکلوه فیما بعد ذلك قیل وکان عیسی علیه السلام یخبر الرجل بما اکل البارحة و بما یاکل الیوم و بما یدخره للعشاء۔

ترجمہ: اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو کچھ تم کھا کر آئے ہو یعنی اس شے کے بارے میں بتاتا ہوں جسے میں نے دیکھا بھی نہیں اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو یعنی جو کچھ تم آئندہ کل کے لئے اٹھا کر جمع کرتے ہو کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی شخص نے جو گزشتہ کل کھایا تھا اور جو آج کھائے گا اور جو رات کے کھانے کے لئے جمع کرے گا سب کی خبر دے دیتے تھے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

ای اخبرکم بما اکل احدکم الان وما هو مدخر له فی بیته لغد۔

ترجمہ: میں تمہیں اس شے کی خبر دیتا ہوں جو تم میں سے کسی نے ابھی ابھی کھائی ہے اور اس شے کی بھی جو آئندہ کل کے لئے ذخیرہ کی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

اگر کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام غیب کی خبر دیا کرتے تھے اور وہ کچھ بتلا دیتے جو لوگ گھروں میں کھا کر آتے اور جو کچھ گھر میں چھوڑ کر آتے تھے تو نبی کریم ﷺ نے اس سے بھی کہیں عجیب تر خبریں دی ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو یہی بتلاتے تھے کہ لوگ گھر کی دیوار کے پیچھے کیا کھاتے اور کیا چھوڑ کر آتے ہیں مگر نبی کریم ﷺ ایک ماہ یا اس سے بھی زائدہ مسافت پر واقع ہونے والے حوادث سے آگاہی دے دیتے تھے جیسے آپ نے نجاشی کے وصال اور غزوہ موتہ میں زید جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی اطلاع دی

حاشیہ...... ☆

بسا اوقات آپ کے پاس کوئی شخص کچھ پوچھنے آتا تو آپ فرماتے اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتلا دوں کہ تم کیا سوال کرنا چاہتے ہو۔ وغیر ذالک۔
(دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص۵۵۱۔۵۵۲ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ آیت کریمہ لاتسئلوا عن اشیاء الخ کا شان نزول بیان فرماتے ہیں۔

قال رجل یا نبی اللہ من ابی قال ابوک فلان ونزلت هذه الایة یا ایها الذین امنوا لا تسألوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم (الایة)۔

ترجمہ: ایک شخص نے کہا اے اللہ کے نبی میرا باپ کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ فلاں ہے اور پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اے ایمان والو ایسی باتیں مت پوچھا کرو کہ اگر تمہارے آگے بیان کردی جائیں تو تمہیں برا لگے۔
(صحیح البخاری کتاب الاعتصام ج ۲ ص۱۰۸۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جب معاندین حق کی گستاخیاں حد سے بڑھ گئیں اور ان کی طرف سے اٹھائے گئے سوالات کا سلسلہ طول پکڑ گیا تو حضور ﷺ کے رخ انور پر ناراضگی اور برہمی کے آثار نمودار ہوئے روایات میں ہے کہ آپ ﷺ جلال میں آکر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور یہ اعلان فرمایا جس کا ذکر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بایں الفاظ کیا گیا ہے:

سئل النبی ﷺ عن اشیاء کرهها فلما اکثر علیه غضب ثم قال للناس سلونی عما شئتم فقال رجل من ابی یا رسول اللہ قال ابوک حذافه فقام اخر فقال من ابی یارسول اللہ قال ابوک سالم مولی شیبة فلما رای عمر فی وجهه قال یارسول اللہ انا نتوب الی اللہ عزوجل۔

ترجمہ: حضور ﷺ سے کچھ چیزوں کے بارے میں پوچھا گیا جنہیں آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ جب سوالات کا سلسلہ طوالت اختیار کر گیا تو آپ ﷺ ناراض ہو گئے پھر لوگوں سے فرمایا تم مجھ سے جس شے کے بارے میں چاہو سوال کرو ایک شخص نے کہا میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ شیبہ کا غلام سالم ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرے انور پر ناراضگی کی کیفیت دیکھی تو کہا یارسول اللہ! ہم اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔
(صحیح البخاری کتاب العلم ج ۱ ص۱۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۸ ص۱۳۶ رقم الحدیث ۳۱۶۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (مسند ابی یعلی ج ۱۳ ص۲۸۸۔۲۸۹ رقم الحدیث ۷۳۰۳) مسلم شریف فی الفضائل باب توقیرہ ﷺ ج ۴ ص۱۸۳۴۔۱۸۳۵ رقم الحدیث ۲۳۶۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

ان رسول اللہ ﷺ خرج حین زاغت الشمس فصلی الظهر فقام علی المنبر فذکر الساعة وذکر ان فیها امور عظاما ثم قال من احب ان یسال عن شئ الا اخبرتکم مادمت فی مقامی هذا فاکثر الناس فی البکاء و اکثر ان یقول سلونی فقام عبداللہ بن حذافة السهمی فقال من ابی قال ابوک حذافة ثم اکثر ان یقول سلونی فبرک عمر رضی اللہ عنه علی رکبتیه فقال رضینا باللہ ربا وبالاسلام دیناً و بمحمد نبیا فسکت ثم قال عرضت علی الجنة والنار انفا فی عرض هذا الحائط فلم ار کالخیر والشر۔
(صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوۃ ج ۱ ص۷۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حاشیہ.....☆

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وروی معمر عن وهب بن عبدالله عن ابی الطفیل قال شهدت علیاً یخطب وهو یقول سلونی فوالله لا تسالونی عن شیٔ الا اخبرتکم وسلونی عن کتاب الله فوالله ما من آیة الا وانا اعلم ابلیل نزلت ام بنهار ام فی سهل ام فی جبل۔

(الاستیعاب ذکر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۰۷ برقم ۱۸۵۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال سلونی عما شئتم۔

(الاستیعاب ذکر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۸۸۹ برقم ۱۵۰۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان رسول الله ﷺ خرج فقام عبدالله بن حذافة ثم اکثر ان یقول سلونی فبرك عمر علی رکبتیه فقال رضینا بالله ربا وبالاسلام دینا و بمحمد ﷺ نبیا ثلاثا فسکت۔

ترجمہ: حضور ﷺ (منبر پر) تشریف لائے اور خطبہ دیا عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا؟ میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر آپ ﷺ بار بار فرمانے لگے مجھ سے پوچھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوزانو بیٹھ کر عرض کی ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے آپ نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے پھر حضور ﷺ نے سکوت اختیار فرمایا۔

(صحیح البخاری کتاب العلم ج ۱ ص ۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان النبی ﷺ خرج حین زاغت الشمس فصلی الظهر فلما سلم قام علی المنبر فذکر الساعة وذکر ان بین یدیها امورا عظاما ثم قال من احب ان یسال عن شیٔ فلیسال عنه فوالله لا تسالونی عن شیٔ الا اخبرتکم به ما دمت فی مقامی هذا قال انس فاکثر الناس البکآء واکثر رسول الله ﷺ ان یقول سلونی قال انس فقام الیه رجل فقال این مدخلی یا رسول الله قال النار فقام عبدالله بن حذافة فقال من ابی یارسول الله؟ قال ابوك حذافة ثم اکثر ان یقول سلونی سلونی قال فبرك عمر علی رکبتیه فقال رضینا بالله ربا وبالاسلام دیناً و بمحمد رسولا قال فسکت رسول الله ﷺ حین قال عمر ذلك۔

(صحیح البخاری کتاب الاعتصام ج ۲ ص ۱۰۸۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

فوالله لا تسالونی عن شیٔ الا اخبرتکم به ما دمت فی مقامی هذا۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۵۷ برقم ۴۶۲۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبهانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

قال من احب ان یسالنی عن شیٔ فلیسئلنی عنه فوالله لا تسالونی عن شیٔ الا اخبرتکم به ما دمت فی مقامی هذا۔

(دلائل النبوۃ للاصبهانی ص ۸۷ رقم الحدیث ۶۶ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان الناس سالوا نبی الله ﷺ حتی احفوه بالمسئلة فخرج ذات یوم فصعد المنبر فقال سلونی لا

تتمہ:۔ مخالفین سے ان دلائل کے جواب کچھ نہیں بنتے صرف یہ کہہ دیتے ہیں کہ جن آیات میں کل شئی کا ذکر ہوا یا فرمایا گیا مالم تکن تعلم (پارہ۵ سورہ۴ آیت نمبر۱۱۳) ان میں مراد شریعت کے احکام ہیں نہ کہ اور چیزیں اس کے لئے چند دلائل لاتے ہیں۔

(۱) کل شئی غیر متناہی (بے انتہا) اور غیر متناہی چیزوں کا علم خدا کے سوا کسی کو ہونا منطقی قاعدے سے بالکل باطل ہے دلیل تسلسل سے۔

(۲) بہت سے مفسرین نے بھی کل شئی کے معنے کئے ہیں من امور الدین یعنی دین کے احکام جیسے جلالین وغیرہ۔

(۳) قرآن پاک میں بہت جگہ کل شئی فرمایا گیا ہے مگر اس سے بعض چیزیں مراد ہیں جیسے واوتیت من کل شئی (پارہ۱۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر۲۳) بلقیس کو کل شئی دی گئی۔ حالانکہ بلقیس کو بعض چیزیں ہی دی گئی تھیں۔

مگر یہ دلائل نہیں صرف غلط فہمی ہے اور دھوکا۔ ان کے جوابات یہ ہیں۔

عربی زبان میں کلمہ کل اور کلمہ ما عموم کے لئے آتے ہیں اور قرآن کا ایک ایک کلمہ قطعی ہے اس میں کوئی قید لگانا محض اپنے قیاس سے جائز نہیں۔ قرآن پاک کے عام کلمات کو حدیث احاد سے بھی خاص نہیں بنا سکتے۔ چہ جائیکہ محض اپنی رائے سے۔

حاشیہ......☆ ••

تسئلونعین شیئ الا بینته لکم فلما سمع ذٰلك القوم ارموا ورهبوا ان یسالوه ان یکون بین یدی امر قد حضر قال انس فجعلت التفت یمیناً وشمالاً فاذا کل رجل لاف راسه فی ثوبه یبکی فانشا رجل من المسجد کان یلاحی فیدعی لغیر ابیه فقال یانبی الله من ابی قال ابوك حذافة ثم انشا عمر الخطاب فقال رضینا بالله ربا وبالاسلام دینا و بمحمد رسولا عائذا بالله من سوء الفتن فقال رسول الله ﷺ لم ارکالیوم قط فی الخیر والشر انی صورت لی الجنة والنار فرایتها دون هذا الحائط۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل ج۲ ص۲۶۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال سلونی فوالله لاتسالونی الیوم عن شیئ ما دمت فی مقامی هذا الا حدثتکم به فقام رجل فقال من ابی یارسول الله فقال ابوك حذافة۔

(تفسیر عبدالرزاق ج۱ ص۱۹۵ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابوبکر الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ لکھتے ہیں۔

لا تسالونی عن شیئ الا اخبرتکم به فقام عبدالله بن حذافة فقال یارسول الله من ابی فقال ابوك حذافة۔

(الآحاد والمثانی ومن ذکر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ ج۲ ص۱۱۵ رقم الحدیث ۸۱۸ مطبوعہ دارالرایۃ الریاض)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال لاتسالونی عن شیئ الا بینته لکم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا تم مجھ سے جس چیز کے متعلق سوال کرو گے میں تمہیں اس چیز کے متعلق بیان کروں گا۔

(مسند احمد ج۳ ص۱۷۷ رقم الحدیث ۱۲۸۴۳ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال سلونی فوالله لا تسالونی عن شیئ الا انباتکم به فقام رجل فقال یارسول الله من ابی قال ابوك حذافة......

(الاحادیث المختارۃ ج۶ ص۲۱۶۔۲۱۷ رقم الحدیث ۲۲۲۹ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمۃ)

(۱) کل شئی غیر متناہی نہیں۔ بلکہ متناہی ہیں۔ تفسیر کبیر زیر آیت واحصی کل شئی عدداً (پارہ۲۹سورہ۷۲آیت نمبر۲۸) ہے۔
قلنا لاشك ان احصاء العدد انما يكون في المتناهي فاما لفظة كل شيء فانها لاتدل على كونه غير متناه لان الشئي عندنا ه الموجودات والموجودات متناهية في العدد۔

ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ عدد سے شمار کرنا متناہی چیز میں ہوسکتا ہے لیکن لفظ کل شئی اس شئی کے غیر متناہی ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ ہمارے نزدیک شئی موجودات ہی ہیں اور موجود چیزیں متناہی میں شمار ہیں۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت واحصی کل شئی (پارہ۲۹سورہ۷۲آیت نمبر۲۸) کے ماتحت فرمایا:
وهذه الاية مما يستدل به على ان المعدوم ليس بشئى لانه لو كان شيئاً لكانت الاشيآء غير متناهية وكونه احصى عددها يقتضى كونها متناهية لان احصاء العدد انما يكون في المتناهي۔

ترجمہ: اس آیت سے اس پر بڑی دلیل پکڑی جاتی ہے کہ معدوم (غیر موجود) شئی نہیں ہے کیونکہ اگر وہ بھی شئی ہوتی تو چیزیں غیر متناہی (بے انتہاء) ہو جاتیں۔ اور چیزوں کا شمار میں آنا چاہتا ہے کہ چیزیں متناہی ہوں کیونکہ عدد سے شمار متناہی ہوسکتی ہے۔
(تفسیر روح البیان ج ص مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) اگر بہت سے مفسرین نے کل شئی سے صرف شریعت کے احکام مراد لئے ہیں تو بہت سے مفسرین نے کلی علم غیب بھی مراد لیا ہے اور جبکہ بعض دلائل نفی کے ہوں۔ اور بعض ثبوت کے۔ تو ثبوت والوں کو ہی اختیار کیا جاتا ہے۔

نورالانوار بحث تعارض میں ہے۔ والمثبت اولی من النافی ثابت کرنے والے دلائل نفی کرنے والے سے زیادہ بہتر ہیں۔ تو جن تفسیروں کے حوالہ ہم پیش کر چکے ہیں۔ چونکہ ان میں زیادہ کا ثبوت ہے لہذا وہ ہی قابل قبول ہیں۔ نیز کل شئی کی تفسیر خود احادیث اور علمائے امت کے اقوال سے ہم بیان کریں گے کہ کوئی ذرہ کوئی قطرہ ایسا نہیں جو حضور علیہ السلام کے علم میں نہ آ گیا ہو اور ہم مقدمہ کتاب میں لکھ چکے ہیں کہ تفسیر قرآن بالحدیث اور تفسیروں سے بہتر ہے لہذا حدیث ہی کی تفسیر مانی جاوے گی۔

نیز مفسرین نے امور دین سے تفسیر کی انہوں نے بھی دوسری چیزوں کی نفی تو نہ کی۔ لہذا تم نفی کہاں سے نکالتے ہو؟ کسی چیز کے ذکر نہ کرنے سے اس کی نفی کیسے ہوگی۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ تقیکم الحر یعنی تمہارے کپڑے تم کو گرمی سے بچاتے ہیں۔ تو کیا کپڑے سردی سے نہیں بچاتے؟ مگر ایک چیز کا ذکر نہ فرمایا۔ نیز دین تو سب ہی کو شامل ہے۔ عالم کی کون سے چیز ایسی ہے۔ جس پر دین کے احکام حرام حلال وغیرہ جاری نہیں ہوتے تو ان کا یہ فرمانا کہ دینی علم مکمل کر دیا سب کو شامل ہے۔

(۳) بلقیس وغیرہ کے قصہ میں جو کل شئی آیا ہے۔ وہاں قرینہ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کل شیء سے اد سلطنت کے کاروبار کی چیزیں ہیں۔ اس لئے وہاں گویا مجازی معنی مراد لئے گئے یہاں کونسا قرینہ ہے جس کی وجہ سے کل شئی کے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی مراد لئے جاویں خیال رہے۔ کہ قرآن کریم نے ہدہد کا قول نقل فرمایا کہ اس نے کہا اوتیت من کل شئی بلقیس کو ہر چیز دی گئی خود رب نے یہ خبر نہ دی۔ ہدہد سمجھا کہ بلقیس کو دنیا کی تمام چیزیں مل گئیں۔ مگر مصطفیٰ علیہ السلام کے لئے خود رب تعالیٰ نے فرمایا۔ تبیاناً لکل شئی ہدہد غلطی کرسکتا ہے رب کا کلام غلط نہیں ہوسکتا اس نے تو یہ بھی کہا ولھا عرش عظیم کیا تخت بلقیس عرش عظیم تھا۔ بلکہ قرآن کی اور آیتیں تو بتا رہی ہیں کہ کل شئی سے مراد یہاں عالم کی تمام چیزیں ہیں۔ فرماتا ہے۔ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں جو لوح محفوظ یا قرآن کریم میں نہ ہو پھر آنے والی احادیث اور علماء اور محدثین کے قول بھی اسی کی تائید کرتے ہیں کہ عالم کی ہر چیز کا حضور علیہ السلام کو علم دیا گیا۔ ہم حاضر و ناظر کی بحث میں انشاءاللہ بتائیں گے کہ تمام عالم ملک الموت کے سامنے ایسا ہے۔ جیسا ایک طشت۔ اور ابلیس آن کی آن میں تمام زمین کا چکر لگا لیتا ہے۔ اور یہ دیوبندی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ساری مخلوقات سے زیادہ

حضور علیہ السلام کا علم ہے۔لہذا ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کو بھی ان چیزوں کا علم ہو۔حضرت آدم اور کاتب تقدیر فرشتہ کا علم ہم علوم خمسہ کی بحث میں بتائیں گے جس سے معلوم ہوگا کہ سارے علوم خمسہ ان کو حاصل ہوتے ہیں۔اور حضور علیہ السلام تو ساری مخلوق سے زیادہ عالم لہذا حضور علیہ السلام کو بھی یہ علوم بلکہ اس سے زیادہ ماننا پڑیں گے۔ہمارا مدعی ہر حال میں ثابت ہے۔ وللہ الحمد۔

دوسری فصل ...... علم غیب کی احادیث کے بیان میں

اس فصل میں ہم نمبروار احادیث بیان کرتے ہیں۔پھر اسی نمبروں کی ترتیب سے تیسری فصل میں ان حدیثوں کی شرح بیان کریں گے۔

(۱) بخاری کتاب بداء الخلق اور مشکوۃ جلد دوم باب بدء الخلق وذکر الانبیاء میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم حفظ ذلک من حفظہ ونسیہ من نسیہ۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے ایک جگہ قیام فرمایا پس ہم کو ابتداء پیدائش کی خبر دے دی۔ یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی منزلوں میں پہنچ گئے اور جہنمی اپنی میں جس نے یاد رکھا۔اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

(صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی قول اللہ وھوالذی یبدأ الخلق الخ ج۱ ص۴۵۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)،(صحیح مسلم کتاب الفتن ج۲ ص۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)،(مشکوۃ المصابیح ص۵۰۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس جگہ حضور علیہ السلام نے دو قسم کے واقعات کی خبر دی (۱) عالم کی پیدائش کی ابتداء کس طرح ہوئی (۲) پھر عالم کی انتہاء کس طرح ہوگی۔یعنی از روز اول تا قیام قیامت ایک ایک ذرہ بیان کر دیا۔

حاشیہ......☆

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدان بن احمد ثنا عیسی بن یونس الرملی ثنا ضمرۃ بن ربیعۃ عن شوذب عن ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدری قال ثم خطبنا رسول اللہ ﷺ فما ترک شیئا بین یدی الساعۃ الا حدثنا بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ۔

(مسند الشامیین ج۲ ص۲۴۷ رقم الحدیث۱۲۷۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابوبکر الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ لکھتے ہیں۔

وقام رسول اللہ فی ذلک المقام فاخبر بما کائن الی قیام الساعۃ۔

(الآحاد والمثانی ج۳ ص۱۸۱ رقم الحدیث۱۵۱۰ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)

امام ابوعمرو عثمان بن سعید المقری الدانی متوفی ۴۴۴ھ لکھتے ہیں۔

قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاما حدثنا فیہ بما ھو کائن الی ان تقوم الساعۃ۔

(السنن الواردۃ فی الفتن باب اعلام النبی ﷺ الخ ج۱ ص۱۸۰ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

قام فینا رسول اللہ مقاما فحدثنا بما ھو کائن الی قیام الساعۃ۔

(سیر اعلام النبلاء فصل فی بقیۃ کبراء الصحابۃ ج۲ ص۳۶۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن عمرو وقال فينا رسول الله ﷺ مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذالك من حفظه ونسيه من نسيه۔

ترجمہ: حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ایک مجلس میں کھڑے ہوئے پھر آپ نے ابتداء خلق سے خبریں بیان کرنا شروع کیں حتیٰ کہ جنتیوں کے اپنے ٹھکانوں تک جانے اور جہنمیوں کو اپنے ٹھکانوں تک جانے کی خبریں بیان کیں جس شخص نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے اس کو بھلا دیا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۵۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی زید قال صلى بنا رسول الله ﷺ الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتى حضرت الظهر فنزل فصلى ثم صعد المنبر فخطبنا حتى غربت الشمس فاخبرنا بما كان وما هو كائن فاعلمنا احفظنا۔

ترجمہ: حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر کا وقت آگیا پھر منبر سے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر کا وقت آگیا پھر آپ منبر سے اترے اور عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہوگیا پھر آپ نے ہمیں تمام ماکان وما یکون کی خبریں دیں سو جو ہم میں زیادہ حافظہ والا تھا اس کو ان کا زیادہ علم تھا۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسند احمد ج ۳ ص ۱۵)، مسند عبد بن حمید ج ص رقم الحدیث ۱۰۲۹)، (صحیح مسلم الجنۃ رقم الحدیث ۲۸۹۲)، (مسند عبد بن حمید رقم الحدیث ۱۰۲۹)، (مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۵)، (مسلم شریف کتاب الفتن ج ۲ ص ۳۹۰ رقم الحدیث ۲۲۱۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۲۱۷ رقم الحدیث ۲۸۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۱۳۔۳۱۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۸۹ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمۃ)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۸۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سیدالمرسلین ص ۳۳۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۲۸۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (مستدرک ج ۴ ص ۴۸۷)، (السنن الواردۃ فی الفتن باب اعلام النبی ﷺ الخ ج ۱ ص ۱۸۱ مطبوعہ دارالعاصمۃ الریاض)

امام ابوعمرو عثمان بن سعید المقری متوفی ۴۴۴ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالرحمن بن عثمان بن عفان لصاحب قراءة علي وانا اسمع حدثنا جرير عن عطاء بن السائب عن بريد عن ابى مريم عن ابيه قال قام فينا رسول الله ﷺ مقاما حدثنا فيه بما هو كائن الى ان تقوم الساعة۔

(السنن الواردۃ فی الفتن ج ۱ ص ۱۷۹۔۱۸۰ رقم الحدیث ۱ مطبوعہ دارالعاصمۃ الریاض)

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری قال صلى بنا رسول الله ﷺ يوماً صلوة العصر بنهار ثم كان خطيبا فلم يدع شيا يكون الى قيام الساعة الا اخبرنا به حفظهمن حفظه ونسيه من نسيه۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ نے ہمیں نماز عصر پڑھائی پھر آپ ﷺ نے خطاب فرمایا پس آپ ﷺ نے قیامت تک واقع ہونے والی ہر شے کے بارے میں ہمیں خبر دے دی۔ جس نے یاد رکھا سو یاد رکھا جس نے

حاشیہ ☆ ••

بھلا دیا سو بھول گیا۔

(جامع سنن الترمذی ابواب الفتن باب ما اخبر النبی ﷺ اصحابہ بما ھو کائن الی یوم القیامۃ ص ج ۲ ص ۴۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)

امام نعیم بن حماد المروزی ابو عبداللہ متوفی ۲۸۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا نعيم بن حماد المروزی حدثنا عبدالله بن المبارك عن معمر عن علی بن زيد عن ابی نضرة عن ابی سعيد الخدری وابن عيينة عن علی بن زيد عن ابی نضرة عن ابی سعيد الخدری رضی الله عنه قال صلی بنا رسول الله ﷺ صلاة العصر بنهار ثم خطب الی ان غابت الشمس فلم يدع شيئا هو كائن الی يوم القيامة الا حدثنا به حفظه من حفظه ونسيه من نسيه۔

(الفتن لنعیم بن حماد ما کان من رسول اللہ ﷺ من التقدم ومن اصحابہ فی الفتن التی ھی کائنۃ ج ۱ ص ۲۲ رقم الحدیث ۱ مطبوعہ مکتبۃ التوحید القاہرۃ)

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وعن المغيرة بن شعبة انه قال قام فينا رسول الله ﷺ مقاما خبرنا بما يكون فی امته الی يوم القيامة وعاه من وعاه و نسيه من نسيه رواه احمد والطبرانی ورجال احمد ورجال الطبرانی رجال عمر بن ابراهيم بن محمد وقد وثقة ابن حبان۔

(مجمع الزوائد باب فیما اوتی من العلم ﷺ ج ۸ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۱۹۸)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد والبخاری فی "تاريخه" والطبرانی عن المغيرة بن شعبة قال: قام فينا رسول الله ﷺ مقاماً فاخبرنا بما يكون فی امته الی يوم القيامة وعاه من وعاه ونسيه من نسيه۔

ترجمہ: امام احمد و بخاری رحمہما اللہ نے اپنی "تاریخ" میں اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ایک جگہ کھڑے ہوئے اور قیامت تک جو کچھ آپ کی امت کرے گی، آپ نے ان سب کی خبر ہمیں دے دی جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اصبح رسول الله ﷺ ذات يوم فصلی الغداة ثم جلس حتی اذا كان من الضحی ضحك رسول الله ﷺ جلس مكانه حتی صلی الاولی والعصر والمغرب كل ذلك لا يتكلم حتی صلی العشاء الآخرة ثم قام الی اهله فقال الناس لابی بكر لاتسال رسول الله ﷺ ما شانه صنع اليوم شيالم يصنعه قط قال فساله فقال نعم عرض علی ما هو كائن من امر الدنيا و امر الآخرة۔

ترجمہ: ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر ادا فرمائی پھر آپ ﷺ اسی جگہ بیٹھ گئے حتی کہ چاشت کا وقت آ گیا حضور ﷺ اسی جگہ بیٹھے مسکرائے یہاں تک کہ آپ نے نماز ظہر عصر اور مغرب ادا فرمائی (اس دوران) کسی کے ساتھ کوئی گفتگو نہ فرمائی پھر عشاء ادا فرمائی پھر اٹھ کر اہل خانہ کے پاس تشریف لے گئے لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کیا آپ حضور ﷺ سے آج کے عمل

حاشیہ......☆

کے بارے میں دریافت نہیں کریں گے کہ پہلے کبھی آپ نے ایسا عمل نہیں فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورﷺ سے دریافت کیا تو آپﷺ نے فرمایا ہاں! دنیا وآخرت میں ہونے والے تمام امور میرے اوپر پیش کیے گئے (یعنی مجھے ان کے بارے میں پیشگی آگاہ کیا گیا)

(مسند احمد ج ۱ ص ۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد عن سمرة بن جندب قال: كسفت الشمس فصلى النبى ﷺ ثم قال انى و الله لقد رأيت منذ قمت أصلى ما انتم لاقوه من امر دنيا كم و آخرتكم۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔انہوں نے کہا آفتاب کو گہن لگا اور نبی کریمﷺ نے نماز پڑھا کر فرمایا خدا کی قسم! جب سے میں نماز کے لئے کھڑا ہوا میں تمہاری دنیا اور تمہاری آخرت کی ان باتوں کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو پیش آئیں گی۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک مرتبہ سورج گرہن کے موقع پر حضورﷺ نے صلوۃ الکسوف کے بعد ارشاد فرمایا۔

ما من شئ لم اكن اريته الا رايته فى مقامى هذا حتى الجنة والنار۔

ترجمہ: ہر وہ شے جو مجھے پہلے نہیں دکھائی گئی تھی میں نے اپنی اس جگہ کھڑے دیکھ لی ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ بھی۔

(صحیح البخاری کتاب العلم ج ۱ ص ۱۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (خصائص الکبریٰ باب تجلی ملکوت السموات والارض لہﷺ ج ۲ ص ۱۴۷۔۱۴۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فلم يقبض النبى ﷺ حتى علم كل شئ يمكن العلم به۔

ترجمہ: رسول اللہﷺ کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک کہ آپ نے ہر اس چیز کو نہیں جان لیا جس کا علم ممکن تھا۔

(روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۵۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

صحابی رسول **سواد بن قارب** رضی اللہ عنہ کا کلی علم غیب کا عقیدہ

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا محمد بن ابى طاهر الخرقى انا ابوسعيد النقاش انا ابو جعفر احمد ابن ابراهيم بن يوسف الضرير ثنا ابوبكر عبدالله بن محمد بن النعمان التيمى ثنا بشر ابن حجر السيامى ثنا على بن منصور هو الابناوى عن عثمان بن عبدالرحمن هو الوقاصى عن محمد بن كعب القرظى قال بينما عمر بن الخطاب رضى الله عنه جالس فى مسجد المدينة ومعه ناس اذ مر رجل فى ناحية المسجد فقال له رجل من القوم يا امير المومنين اتعرف هذا قال لا فمن هو قال هذا رجل من اهل اليمن له فيهم شرف وموضع يقال له يخلو بن قارب وهو الذى اتاه رئيه التابع من الجن بظهور رسول الله ﷺ قال عمر على به فدعى الرجل فقال له عمر انت يخلو بن قارب قال نعم يا امير المومنين قال انت الذى اتاك رئيك بظهور رسول الله ﷺ قال نعم

حاشیہ......☆

قال فانت علی ما کنت علیہ من کہانتك فغضب الرجل غضباً شدیدا وقال یا امیر المومنین ما استقبلنی احد بھذا منذ اسلمت فقال عمر رضی اللہ عنہ یا سبحان ما کنا علیہ من الشرك اعظم مما کنت علیہ من کہانتك اخبرنی یاتیانك رئیك بظھور رسول اللہ ﷺ قال نعم یا امیر المومنین بینما انا ذات لیلۃ بین النائم والیقظان اذ اتانی رئیی فضربنی برجلہ وقال قم یخلو بن قارب فافھم واعقل ان کنت تعقل انہ قد بعث رسول من لؤی بن غالب یدعو الی دین اللہ الی عبادتہ ثم الجنی یقول:

عجبت للجن وتجساسها ورشدها العیس باحلاسها
تھوی الی مکۃ تبغی الھدی ما خیر الجن کانجاسها
فارحل الی الصفوۃ من ھشام واسمر بعینیك الی راسها

قال فلم ارفع راسا فقلت دعنی انام فانی امسیت ناعسا فلما ان کان اللیلۃ الثانیۃ اتانی فضربنی برجلہ وقال قم یا یخلو بن قارب فافھم واعقل انہ قد بعث رسول اللہ ﷺ من لوئ بن غالب یدعو الی اللہ والی عبادتہ ثم انشاء یقول الجنی:

عجبت للجن واخبارها ورشدها العیس باکوارها
تھوی الی مکۃ تبغی الھدی ما مومن الجن ککفارها
فارحل الی الصفوۃ من ھاشم بین روابیها واحجارها

قال فلم ارفع بقولہ راسا فقلت دعنی فانی امسیت ناعسا فلما کان اللیلۃ الثالثۃ اتانی فضربنی برجلہ وقال قم یا یخلو بن قارب فافھم واعقل ان کنت تعقل انہ قد بعث رسول من لؤی بن غالب یدعو الی اللہ والی عبادتہ ثم انشا الجنی یقول:

عجبت للجن وتطلابها ورشدها العیس باقتابها
تھوی الی مکۃ تبغی الھدی ما صادق الجن ککذابها
فارحل الی الصفوۃ من ھاشم لیس قداماها کاذنابها

قال فوقع فی قلبنی حب الاسلام ورغبت فیہ فلما اصبحت شددت علی راحلتی رحلها وانطلقت متوجھا الی مکۃ فلما کنت ببعض الطریق اخبرت ان النبی ﷺ قد ھاجر الی المدینۃ فقدمت المدینۃ فسالت عن النبی ﷺ فقیل ھو فی المسجد فانتھیت الی المسجد فعلقت ناقتی ودخلت المسجد فاذا رسول اللہ ﷺ والناس حولہ فقلت اسمع مقالتی یارسول اللہ فقال ادنہ فلم یزل یدنینی حتی صرت بین یدیہ فقال ھات فاخبرنی یاتیانك رئیك فقلت اتانی نجیی بعد ھداء ورقدۃ ولم یك فیما قد بلوت بکاذب ثلاث لیال قولہ کل لیلۃ اتاك رسول اللہ من لوئ بن غالب فشمرت من ذیل الازار ووسطت بی

حاشیہ.....☆

الذعلب الوجناء بین السبا سب فاشهد ان الله لا رب غیره وانك مامون علی کل غائب

وانك ادنی المرسلین وسیلة الی الله یا ابن الاکرمین الاطایب

فمرنا بما یاتیك یاخیر من مشی وان کان فیما جاء شیب الذوائب

وکن لی شفیعاً یوم لا ذو شفاعة سواك بمغن عن یخلو بن قارب

ففرح النبی ﷺ واصحابه بمقالتی فرحاً شدیداًحتی روی ذلك فی وجوههم قال فوثب الیه عمر رضی الله عنه فالتزمه وقال لقد کنت احب ان اسمع هذا الحدیث منك فاخبرنی عن رئیك هل یاتیك الیوم فقال اما منذ قرات کتاب الله فلا ونعم العوض کتاب الله من الجن۔

ترجمہ: حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک روز تشریف فرما تھے کہ ان کے پاس سے ایک آدمی گزرا عرض کیا گیا اے امیر المومنین! کیا آپ اس گزرنے والے شخص کو پہچانتے ہیں؟ فرمایا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ ہے جس کے پاس اس کی جنیہ رسول اللہ ﷺ کے ظہور کی خبر لائی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ان کے اس خطبے کے بعد ہے جس میں انہوں نے منبر شریف پر کھڑے ہوکر پوچھا تھا کہ تم میں سواد بن قارب موجود ہیں؟ تو مجمع میں سے کسی نے جواب نہ دیا جب اگلے سال لوگ آفاق سے زیارت کے لئے مدینہ شریف آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا لوگو! کیا تم میں سواد بن قارب موجود ہیں؟ کیونکہ ان کے آغاز اسلام کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم اسی حالت میں تھے کہ حضرت سواد رضی اللہ عنہ آگئے لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ یہ حضرت سواد رضی اللہ عنہ تو انہوں نے ایک آدمی بھیج کر حضرت سواد رضی اللہ عنہ کو بلوالیا وہ جب آئے تو پوچھا کیا تم سواد بن قارب ہو؟ انہوں نے کہا ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے اس تمہاری جنیہ نبی کریم ﷺ کے ظہور کی خبر لائی تھی کہا ہاں پوچھا کیا تم اب بھی کہانت کا شغل کرتے ہو؟ حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے ناراض ہوکر کہا اے امیر المومنین جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے کسی نے مجھ سے ایسا کلام نہیں کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ! ہمارا عقیدہ شرک اس کہانت سے کہیں بڑا گناہ تھا ایک اور روایت میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ معاف فرما۔ ہم زمانہ جاہلیت میں اس سے بڑے گناہ میں مبتلا تھے کہ ہم بتوں کی پرستش کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے رسول اللہ ﷺ کے طفیل اور اسلام کی برکت سے عزت عطا فرمائی۔ پھر فرمایا اے سواد! ہمیں اپنے آغاز اسلام کی تفصیل بیان کرو۔ عرض کیا ہاں اے امیر المومنین! میں ایک رات سونے اور جاگنے کے درمیان تھا کہ اچانک میری جنیہ آئی اس نے اپنے پاوں سے مجھے ٹھوکر ماری اور کہا اے سواد کھڑا ہو اور میری بات سن اور اگر تجھ میں عقل ہے تو سمجھ لے کہ لوی بن غالب میں ایک رسول مبعوث ہو چکا ہے جو اللہ کے دین اور اس کی عبادت کی دعوت دیتا ہے پھر اس نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔ میں نے جنوں سے تعجب کیا اور ان کی طلب اور ان کے سفید اونٹوں پر کجاوے کسنے سے تعجب کیا (جو) تیزی سے مکہ کی طرف جارہے ہیں ہدایت کے متلاشی ہیں سچے جن جھوٹے جنوں کی مانند نہیں ہو سکتے پس بنی ہاشم کے ایک برگزیدہ شخص کی طرف کوچ کر جس کا مستقبل اس کے ماضی کی طرح نہیں۔ میں نے کہا مجھے چھوڑ دو تا کہ سولوں میری ساری شام بے خوابی میں گئی ہے میں نے اس کی بات پر سر اوپر نہ اٹھایا جب دوسری رات ہوئی وہ میرے پاس آئی اور پاؤں کی ٹھوکر لگا کر کہنے لگا کہنے لگی

حاشیہ......☆

کہ سواد اٹھ اور میری بات غور سے سن اور ذہن نشین کر لے کہ لوی بن غالب میں سے ایک رسول مبعوث ہوا ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔ میں نے جنوں سے اور ان کی حیرانی سے تعجب کیا اور ان کے سفید اونٹوں پر کاٹھی کس کر دوڑانے سے وہ ہدایت کی تلاش میں مکہ کی طرف اڑتے جا رہے ہیں ایمان لانے والے جن کافر جنوں کی طرح نہیں ہیں لہذا تو بنی ہاشم کے اس چیدہ کی طرف روانہ ہو جو ریت کے ٹیلوں اور پتھروں کے درمیان ہے۔ میں نے اس سے کہا مجھے سونے دو کیونکہ میں شام سے سو نہیں سکا پس جب تیسری رات آئی تو اس نے مذکورہ بالا بات دہرائی اور یہ اشعار پڑھے۔ میں نے جنوں، ان کی تلاش و جستجو اور اونٹوں پر پالان کس کر دوڑانے سے حیرانی کا اظہار کیا جو ہدایت کے متلاشیوں کو لیکر مکہ کی جانب دوڑ رہی ہے۔ اچھے جن نجس جنوں کی مثل نہیں ہوتے لہذا تو بنو ہاشم کے اس ممتاز فرد کی طرف سفر اختیار کر اور اپنی آنکھیں اس کے چہرہ اقدس کی طرف اٹھا۔

سواد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اس جنیہ کے یہ اشعار سنے تو فوراً کھڑا ہو گیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو امتحان میں ڈال دیا ہے۔ میں نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا حتیٰ کے مکہ شریف آ گیا اور دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اور آپ ﷺ کے آس پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہیں جب آپ ﷺ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا خوش آمدید اے سواد! ہمیں تمہارے آنے کا علم ہو چکا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے کچھ اشعار کہے لہذا میرا کلام سنئے۔ فرمایا ہاں پڑھو تو میں نے یہ اشعار پڑھنے شروع کئے۔ میرے پاس میری جنیہ آئی جبکہ رات آ چکی تھی اور نیند کا غلبہ تھا اور جو کچھ میں نے بیان کیا میں اس میں جھوٹا نہیں۔ وہ تین رات لگاتار آئی اور ہر رات یہی کہتی تھی کہ تیرے پاس ایک رسول لوی بن غالب میں تشریف لایا ہے تو میں نے لنگوٹ کس لیا اور میری تیز رفتار موٹے رخسارے والی اونٹنی مجھے ٹیلوں کے درمیان غباروں میں لے آئی سو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہے اس کے بغیر کوئی رب نہیں اور آپ ہر غیب پر امین بنائے گئے ہیں بے شک آپ تمام رسولوں سے زیادہ قریب کا وسیلہ ہیں اے معزز اور اچھے آباؤ اجداد کے نور نظر! لہذا آپ ہم کو اس بات کا حکم دیجئے جو آپ کے پاس آتی ہیں اے بہترین رسول! اگر چہ اس حکم کی تعمیل میں بال سفید ہو جائیں اور اس روز آپ میرے شفیع بنیں جس دن آپ کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور کوئی سواد بن قارب کی طرف سے مستغنی نہ کر سکے گا۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب میرے اس کلام سے بہت خوش ہوئے یہاں تک کہ اس خوشی کے آثار ان کے چہروں پر ظاہر ہو گئے۔ رسول اکرم ﷺ مسکراتے حتیٰ کہ آپ کی مبارک داڑھیں نظر آنے لگیں۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سواد رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا مجھے بڑی خواہش تھی کہ تم سے تمہارے ایمان لانے کی داستان سنوں کیا اب بھی تمہارے پاس تمہاری جنیہ آتی ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جب سے میں نے قرآن حکیم پڑھنا شروع کیا وہ نہیں آئی اور جنوں کے بدلے اللہ تعالیٰ کی کتاب کیا ہی خوب عوض ہے۔

(دلائل النبوۃ للاصبھانی ص ۱۳۱۔۱۳۲۔۱۳۳ رقم الحدیث ۱۴۳ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (اعلام النبوۃ فصل فی ھتوف الجن ص ۲۴۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

☆......☆

حاشیہ.....☆

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں۔

فاشھد ان اللہ لا شیء غیرہ — وانک مامون علی کل غائب
وانک ادنی المرسلین وسیلۃ — الی اللہ یا بن الاکرمین الاطایب
فمرنا بما یاتیک من وحی ربنا — وان کان فیما جئت شیب الذوائب
وکن لی شفیعاً یوم لاذو شفاعۃ — بمغن فتیلا عن سواد بن قارب

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی شئی نہیں اور آپ ہر غیب پر امین بنائے گئے ہیں۔
بے شک آپ تمام رسولوں سے زیادہ قریب کا وسیلہ ہیں اے معزز اور اچھے آباؤ اجداد کے نور نظر!۔
اے رسول محترم ﷺ آپ ﷺ کے پاس ہمارے رب کی طرف سے جو وحی آتی ہے ہمیں اس کا حکم فرمائیں اگرچہ اس حکم کی تعمیل میں بال سفید ہو جائیں۔اور اس روز آپ میرے شفیع بنیں جس دن آپ کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور کوئی سواد بن قارب کی طرف سے مستغنی نہ کر سکے گا۔

(روض الانف ج ۱ ص ۳۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۱۳۵۔۱۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

اتانی رئیی بعد لیل وھجعۃ — ولم یک فیما قد بلوت بکاذب
ثلاث لیال قولہ کل لیلۃ — اتاک رسول من لؤی بن غالب
فشمرت عن ذیل الازار ووسطت — بی الذعلب الوجناء بین السباسب
فاشھد ان اللہ لا رب غیرہ — وانک مامون علی کل غائب
وانک ادنی المرسلین وسیلۃ — الی اللہ یا ابن الاکرمین الاطایب
فمرنا بما یاتیک یا خیر مرسل — وان کان فیما جاء شیب الذوائب
وکن لی شفیعاً یوم لا ذو شفاعۃ — سواک بمغن عن سواد بن قارب

ترجمہ: میرے پاس میری جنیہ آئی جبکہ رات آ چکی تھی اور نیند کا غلبہ تھا اور جو کچھ میں نے بیان کیا میں اس میں جھوٹا نہیں۔وہ تین رات لگاتار آئی اور ہر رات یہی کہتی تھی کہ تیرے پاس ایک رسول لوی بن غالب میں تشریف لایا ہے تو میں نے لنگوٹ کس لیا اور میری تیز رفتار موٹے رخسارے والی اونچے ٹیلوں کے درمیان غباروں میں لے آئی۔پس میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی رب نہیں ہے اور آپ جملہ غیوب واسرار پر اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔بے شک آپ تمام رسولوں سے زیادہ قریب کا وسیلہ ہیں اے معزز اور اچھے آباؤ اجداد کے نور نظر! لہٰذا آپ ہم کو اس بات کا حکم دیجئے جو آپ کے پاس آتی ہیں اے بہترین رسول! اگرچہ اس حکم کی تعمیل میں بال سفید ہو جائیں اور

(۲) مشکوۃ باب المعجزات میں مسلم سے بروایت عمرو ابن خطب اسی طرح منقول ہے مگر اس میں اتنا اور ہے۔
فاخبرنا بما هو كائن الى يوم القيمة فاعلمنا احفظنا۔
ترجمہ: ہم کو تمام ان واقعات کی خبر دے دی جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔ پس ہم میں بڑا عالم وہ ہے جو ان باتوں کا زیادہ حافظ ہے۔
(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حاشیہ......☆

اس روز آپ میرے شفیع بنیں جس دن آپ کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور کوئی سواد بن قارب کی طرف سے مستغنی نہ کر سکے گا۔
یہ سن کر رسول اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب میرے اس کلام سے بہت خوش ہوئے یہاں تک کہ اس خوشی کے آثار ان کے چہروں پر ظاہر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر حضرت سواد رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگا لیا اور کہا یہ قصہ تم سے پھر سننا چاہتا ہوں۔
(دلائل النبوۃ اردو ص ۱۰۹۔۱۱۰۔۱۱۱ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (الوفا باحوال المصطفیٰ باب الاول فی ذکر الھواتف بنبوۃ نبینا ﷺ ج ۱ ص ۱۵۱۔۱۵۲ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)، (السیرۃ النبویۃ باب فی ھواتف الجان خبر سواد بن قارب ج ۱ ص ۲۸۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما سمع من الکھان والاصوات بظھور النبی ﷺ عند بعثتہ ج ۱ ص ۱۷۰۔۱۷۱۔۱۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۱۹ برقم ۳۵۸۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام شامی صالحی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فاشهد ان الله لا شيء غيره ۔۔۔ وانك مامون على كل غائب
وانك ادنى المرسلين شفاعة ۔۔۔ الى الله يا ابن الاكرمين الاطايب
فمرنا بما ياتيك يا خير من مشى ۔۔۔ وان كان فيما جاء شيب الذوائب
وكن لي شفيعاً يوم لا ذو شفاعة ۔۔۔ سواك بمغن فتيلاً عن سواد بن قارب

قال: ففرح رسول الله ﷺ واصحابه بمقالتي فرحاً شديداً حتى رئى الفرح في وجوههم۔
ترجمہ: پس میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی رب نہیں ہے اور آپ جملہ غیوب و اسرار پر اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔
بے شک آپ تمام رسولوں سے زیادہ قریب کا وسیلہ ہیں اے معزز اور اچھے آباؤ اجداد کے نور نظر! لہذا آپ ہم کو اس بات کا حکم دیجئے جو آپ کے پاس آتی ہیں اے بہترین رسول! اگرچہ اس حکم کی تعمیل میں بال سفید ہو جائیں۔
اور اس روز آپ میرے شفیع بنیں جس دن آپ کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور کوئی سواد بن قارب کی طرف سے مستغنی نہ کر سکے گا۔
حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے جب ایمان افروز قصیدہ پڑھا اور شرف اسلام سے مشرف ہوئے تو رسول اکرم ﷺ کا چہرہ انور خوشی سے چودھویں کے چاند کی طرح چمکنے لگا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی انتہائی فرحت و مسرت کا اظہار فرمانے لگے۔
(سبل الھدی والرشاد الباب الرابع فی بعض ما سمع من الھواتف وتنکس الاصنام ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الاستیعاب ذکر سواد بن قارب رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۶۸۵ برقم ۱۱۰۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ لابن حجر عسقلانی مختصراً ج ۳ ص ۲۲۰ برقم ۳۵۵۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (عمدۃ القاری للعینی ج ۱۷ ص ۸)(طبرانی کبیر ج ۷ ص ۹۱ تا ۹۴ رقم الحدیث ۶۴۷۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (فنون العجائب لابی سعید النقاش ج ۱ ص ۸۴ رقم الحدیث ۶۷)

(۳) مشکوۃ باب الفتن میں بخاری ومسلم سے بروایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہے۔

ماترك شيئا يكون في مقامه الى يوم القيمة الا حدث به حفظه من حفظه ونسيه من نسيه۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے اس جگہ قیامت تک کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اس کی خبر دے دی جس نے یاد رکھا یاد رکھا جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

(صحیح البخاری ج ۲ص ۹۷۷ مطبوعہ کراچی)(دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواھب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (ابوداؤد رقم الحدیث ۴۲۴۰)، بخاری کتاب القدر (صحیح مسلم کتاب الفتن رقم الحدیث ۲۲۱۷ ج ۲ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۸۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۶۔۳۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ص ۲۰۶۔۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ص ۲۰۵ مطبوعہ دار المرفۃ بیروت)، (مشکوۃ المصابیح کتاب الفتن الفصل الاول ص ۴۶۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسند احمد ج ۵ص ۳۸۵۔۳۸۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبھانی ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۲۷۳ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض) (خصائص الکبری ج ۲ص ۱۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۸۹ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ص ۲۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ج ۲ص ۴۴ برقم ۱۶۴۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

(۴) مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین میں مسلم سے بروایت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

ان الله زوى لي الارض فرءيت مشارق الارض ومغاربها۔

ترجمہ: اللہ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی پس میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔

(صحیح مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ باب ہلاک ہذہ الامۃ بعضھم بعض ج ۲ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۴ص ۲۲۱۶ رقم الحدیث ۲۸۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، جامع الترمذی ابواب الفتن باب افضل الجہاد کلمۃ عدل عند سلطان جائر ج ۲ص ۴۰ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۸ص ۴۱۳۔۴۱۴ رقم الحدیث ۳۴۸۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب فی قولہ تعالیٰ او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم باس بعض ج ۷ص ۲۲۴ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (مواھب اللدنیہ ج ۳ص ۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۹۵۲۔ اتحاف السادۃ المتقین ج ۲ص ۲۱۰۔ المغنی للعراقی ج ۴ص ۳۸۷۔ الشفاء ج ۱ص ۵۱۹۔ البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۶ص ۲۹۹)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ص ۲۰۹ مطبوعہ دار المرفۃ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ص ۳۰۷ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)، (کنز العمال ج ۱۱ص ۲۳۹۔۲۴۰ رقم الحدیث ۳۱۳۷۹ ص ۲۶۳ رقم الحدیث ۳۱۷۶۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۸۷ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (کشف الاستار کتاب الفتن ج ۴ ص ۱۰۰۔۱۰۱ رقم الحدیث ۳۲۹۱)، مسند احمد ج ۴ص ۱۲۳)، (سنن ابوداؤد باب الفتن باب ذکر الفتن ودلائلھا ج ۴ص ۹۵ رقم الحدیث ۴۲۵۲ مطبوعہ بیروت)، (سنن الترمذی باب الفتن باب سوال النبی ﷺ ثلاثا فی امتہ قال ھذا حدیث حسن صحیح)، (دلائل النبوۃ للاصبھانی ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۲۷۴ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (مسند احمد ج ۵ص ۲۷۸ مطبوعہ کتب اسلامی بیروت)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۵۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (تفسیر عبد الرزاق ج ۲ص ۲۱۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (الآحاد والمثانی ذکر ثوبان مولی رسول اللہ ﷺ ج ۱ص ۳۳۲۔۳۳۳ رقم الحدیث ۴۵۶۔۴۵۷ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)، (اعلام النبوۃ الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ص ۲۳ رقم الحدیث ۱۵۵۰۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ص ۳۱۲ رقم الحدیث ۳۳۶۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السنن الواردۃ فی الفتن باب اعلام النبی ﷺ الخ ج ۱ص ۱۸۴۔۱۸۵ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر ابی قلابۃ رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ص ۲۸۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۵ص ۲۸۴ رقم الحدیث ۲۲۵۰۵ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (سنن ابوداؤد اول کتاب الفتن والملاحم باب ذکر الفتن ودلائلھا ج ۴ص ۹۷ رقم الحدیث ۴۲۵۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۸۸۹)، سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۴۲۵۲)، سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۱۸۲، سنن النسائی رقم الحدیث ۱۶۳۷، صحیح ابن حبان ج ۱۶ رقم الحدیث ۷۲۳۶، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۹۵۲، طبری ج ۷ص ۲۹۱)

(۵) مشکوۃ باب المساجد میں عبدالرحمٰن بن عائش سے روایت ہے۔

رء یت ربی عزوجل فی احسن صورۃ فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدبی فعلمت ما فی السموت والارض۔

ترجمہ: ہم نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا رب تعالیٰ نے اپنا دست قدرت ہمارے سینہ پر رکھا۔ جس کی ٹھنڈک ہم نے اپنے قلب میں پائی پس تمام آسمان وزمین کی چیزوں کو ہم نے جان لیا۔

(سنن الدارمی کتاب الرؤیا باب فی رویۃ الرب تعالیٰ فی النوم ج ۲ ص ۵۱ رقم الحدیث ۲۱۵۵ مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

حاشیہ.....☆

امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں۔

رایت ربی فی احسن صورۃ قال فیم یختصم الملا الا علی قلت انت اعلم یا رب قال: فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیی فعلمت ما فی السموات والارض۔

ترجمہ: میں نے اپنے رب عزوجل کو بہترین صورت میں دیکھا رب ذوالجلال نے مجھ سے فرمایا کہ ملائکہ مقربین کس بات پر جھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی مولا تو ہی خوب جانتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا میں نے اس کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں۔

(سنن الدارمی کتاب الرؤیا باب فی رویۃ الرب تعالیٰ فی النوم ج ۲ ص ۵۱ رقم الحدیث ۲۱۵۵ مطبوعہ نشر السنہ ملتان)، (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۳۷۸۔ تفسیر الطبری ج ۷ ص ۱۶۲۔ الدر المنثور ج ۳ ص ۲۴۔ الطبقات الکبری لابن سعد ج ۷ ص ۱۵۰ زاد المسیر ج ۱ ص ۱۵۵۔ اتحاف السادۃ المتقین ج ۱ ص ۳۱۶۔۳۱۴)

امام محمد بن ھارون الرویانی متوفی ۳۰۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابن اسحاق حدثنا ابو صالح حدثنی معاویۃ بن صالح عن ابی یحیی عن ابی یزید عن ابی سلام الاسود عن ثوبان مولی رسول اللہ ﷺ انہ قال خرج الینا رسول اللہ بعد صلاۃ الصبح فقال ان ربی اتانی اللیلۃ فی احسن الصورۃ فقال لی یا محمد ھل تدری فیم یختصم الملا الاعلی قال قلت لا اعلم یارب قال فوضع کفہ بین کتفی حتی وجدت انا ملہ فی صدری فتجلی لی ما بین السماء والارض......

(مسند الرویانی ج ۱ ص ۴۲۹ رقم الحدیث ۶۵۶ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ القاھرۃ مصر)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا عبدالرزاق انا معمر عن ایوب عن ابی قلابۃ عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال اتانی ربی عزوجل اللیلۃ فی احسن صورۃ احسبہ یعنی فی النوم فقال یا محمد ھل تدری فیم یختصم الملأ الاعلی قال قلت لا قال النبی ﷺ فوضع یدیہ بین کتفی حتی وجدت بردھا بین ثدیی او قال نحری فعلمت ما فی السموات والارض۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا آج رات کو نیند میں میرا رب عزوجل حسین صورت میں میرے پاس آیا اور فرمایا اے محمد! کیا تم جانتے ہو کہ ملا اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اپنے سینے میں اس

حاشیہ.....☆

کی ٹھنڈک محسوس کی اور میں نے ان تمام چیزوں کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸ رقم الحدیث ۳۴۸۴ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (السنۃ لابن ابی عاصم ج ۱ ص ۲۰۴ رقم الحدیث ۴۶۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

فوضع يديه بين كتفي حتى وجدت بردها بين ثديي او قال نحري فعلمت ما في السموات والارض۔

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دوکندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اپنے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور میں نے ان تمام چیزوں کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔

(مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۲۲۸ رقم الحدیث ۶۸۲ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاھرۃ)

امام عبد الباقی بن قانع ابو الحسین متوفی ۳۵۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فوضع يديه بين كتفي فوجدت بردها بين ثديي فعلمت ما في السموات والارض۔

(معجم الصحابۃ ج ۲ ص ۱۰۲ رقم ۵۵۲ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

فوضع يده بين كتفي فوجدت بردها بين ثديي فعلمت ما في السماوات والارض۔

(مسند الشامیین ج ۱ ص ۳۳۹۔۳۴۰ رقم الحدیث ۵۹۷ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۰ ص ۱۰۹ رقم الحدیث ۲۱۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مسند البزار ج ۷ ص ۱۱۰۔۱۱۱ رقم الحدیث ۲۶۶۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فوضع كفه بين كتفي فوجدت بردها بين ثديي فعلمت ما في السموات والارض۔

(جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۸۲ رقم الحدیث ۱۵۶۸۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۳ رقم الحدیث ۱۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

رايت ربي تبارك وتعالى في احسن صورة قال فيم يختصم الملا الاعلى قال قلت لا اعلم اى رب قال: فوضع كفه بين كتفي فوجدت بردها بين ثديي فعلمت ما في السموات والارض۔

ترجمہ: میں نے اپنے رب عزوجل کو بہترین صورت میں دیکھا رب ذوالجلال نے مجھ سے فرمایا کہ ملائکہ مقربین کس بات پر جھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی مولا تو ہی خوب جانتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا میں نے اس کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں۔

(العلل المتناھیۃ باب فی ذکر صورۃ ج ۱ ص ۳۱ رقم الحدیث ۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج ۵ ص ۳۶۰ رقم الحدیث ۳۲۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (العلل المتناھیۃ باب فی ذکر صورۃ لابن جوزی ج ۱ ص ۳۲ رقم الحدیث ۱۲ و ص ۳۲ رقم الحدیث ۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (تھذیب الکمال ج ۷ ص ۲۰۴۔۲۰۵ رقم ۳۸۶۴ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال احتبس عنا رسول اللہ ا ذات غداۃ عن صلاۃ الصبح حتی کدنا نتراء ی عین الشمس فخرج سریعا فثوب بالصلاۃ فصلی رسول اللہ ا وتجوز فی صلاتہ فلما سلم دعا بصوتہ قال لنا علی مصافکم کما انتم ثم انفتل الینا ثم قال اما انی ساحدثکم ما حبسنی عنکم الغداۃ انی قمت من اللیل فتوضات وصلیت ما قدرلی فنعست فی صلاتی حتی استثقلت فاذا انا بربی تبارک وتعالی فی احسن صورۃ فقال یا محمد قلت لبیک رب قال فیم یختصم الملاء الا علی؟ قلت لا ادری قالھا ثلاثا قال فرأیتہ وضع کفہ بین کتفی حتی وجدت برد انا ملہ بین ثدیی فتجلی لی کل شئ وعرفت۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے وقت حضور ﷺ کو دیر ہوگئی اور ہم لوگوں نے آپ کا انتظار اس حد تک کیا کہ قریب تھا کہ آفتاب کی شعاع نظر آنے لگے اتنے میں حضور ﷺ تیزی سے تشریف لائے چنانچہ تکبیر کہی گئی اور آپ نے اختصار سے نماز پڑھائی۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ نے با آواز بلند فرمایا جس طرح تم بیٹھے ہو اسی طرح صف بندی کیے ہوئے بیٹھے رہو پھر فرمایا میں اپنی تاخیر کا واقعہ تم کو سناتا ہوں پھر واقعہ سنایا (واقعہ یہ ہے) رات کے وقت وضو کرکے جس قدر نماز میرے لیے مقدور تھی میں نے پڑھی اس کے بعد مجھے نیند آگئی اور میں نماز میں ہی سوگیا۔ یکا یک کیا دیکھتا ہوں کہ میں اپنے رب کے حضور میں ہوں اور میں نے اپنے رب کو (اس کی شان کے لائق) نہایت اچھی شکل میں دیکھا (مجھ سے) ارشاد ہوا اے محمد ﷺ میں نے عرض کی لبیک اے میرے پروردگار میں حاضر ہوں فرمایا اس وقت ملائکہ آسمانی کیا گفتگو کررہے ہیں؟ میں نے عرض کی مجھے معلوم نہیں تین مرتبہ یہی ارشاد ہوا حضور ﷺ فرماتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے سینہ پر رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے کے درمیان محسوس کی پس ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔

(جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج ۵ ص ۳۶۸۔۳۶۹ رقم الحدیث ۳۲۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الدارمی رقم الحدیث ۲۱۵۳۔ طبرانی کبیر ج ۲۰ رقم الحدیث ۲۱۶۔ الکامل ابن عدی ج ۶ ص ۲۳۴۴۔ مسند البزار رقم الحدیث ۲۶۶۸۔ مستدرک ج ۱ ص ۵۲۱۔ شرح السنۃ رقم الحدیث ۹۱۹ مسند احمد ج ۸ رقم الحدیث ۲۲۷۰)، (تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ج ۴ ص ۱۷۵ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)، (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

فوضع کفہ بین کتفی فوجدت برد اناملہ بین ثدیی فتجلی لی کل شئ وعرفتہ۔

ترجمہ: پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے سینہ پر رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے کے درمیان محسوس کی پس ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور سورہ ص آیت نمبر ۶۹ ج ۵ ص ۵۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

فوضع یدہ بین کتفی حتی وجدت بردھا بین ثدیی او فی نحری فعلمت ما فی السموات وما فی الارض۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور سورہ ص آیت نمبر ۶۹ ج ۵ ص ۵۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

حاشیہ......☆

قال فوضع کفیه بین کتفی حتی وجدت انامله فی صدری فتجلی لی بین السماء والارض۔
(الدرالمنثور فی التفسیر الماثور سورہ ص آیت نمبر ۶۹ ج ۵ ص ۵۹۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:
فوضع یده بین ثدیی وبین کتفی فوجدت بردها بین ثدیی فعلمنی کل شئ۔
(الدرالمنثور فی التفسیر الماثور سورہ ص آیت نمبر ۶۹ ج ۵ ص ۵۹۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔
فعلمت ما بین المشرق والمغرب۔
ترجمہ: میں مشرق ومغرب کے درمیان ہر شے کو جان لیا۔
(جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج ۲ ص ۱۵۶ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث ۴۶۹۔ جامع المسانید والسنن لابن کثیر مسند ابن عباس رقم الحدیث ۱۳۵۱)، (مسند ابویعلی رقم الحدیث ۲۶۰۸)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے۔
فعلمت ما فی السموات والارض۔
ترجمہ: پس میں نے آسمانوں اور زمین کی ہر شے کو جان لیا۔
(جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج ۵ ص ۳۶۸۔۳۶۹ رقم الحدیث ۳۲۳۳ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، تفسیر عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۶۹۔ مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸۔ السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث ۴۶۹۔ جامع المسانید والسنن لابن کثیر مسند ابن عباس رقم الحدیث ۱۳۵۱)

محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔
فوضع یده بین کتفی فعلمت ما بین السماء والارض الحدیث وهو فی الترمذی وسئل عنه البخاری فقال صحیح۔
(زادالمعاد فصل فی ملابسہ ﷺ ج ۱ ص ۱۳۶۔۱۳۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ترمذی فرماتے ہیں۔
هذا حدیث حسن سألت محمد بن اسمٰعیل عن هذا الحدیث فقال صحیح۔
ترجمہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا حال پوچھا فرمایا صحیح ہے۔
(سنن الترمذی کتاب التفسیر رقم الحدیث ۳۲۴۶ ج ۵ ص ۱۶۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔
فعلمت بسبب وصول ذلك الفیض ما فی السموت والارض یعنی اعلمه الله ما فیها من الملائكة والاشجار و غیرها وهو عبارة عن سعة علمه الذی فتح الله و قال ابن حجر ای جمیع الكائنات التی فی السموت بل وما فوقها كما یستفاد من قصة المعراج والارض هی بمعنی الجنس و جمیع ما فی الارضین السبع بل وما تحتها كما افاده اخبار علیه السلام عن الثور والحوت الذی علیهما والارضون۔
ترجمہ: اس فیض ربانی کی بدولت میں نے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے جان لیا یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے اندر پائے جانے والے

(۶) شرح مواہب لدنیہ للزرقانی میں حضرت عبداللہ ابن عمر کی روایت سے ہے۔

ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیمة کانما انظر الی کفی ھذا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ساری دنیا کو پیش فرمادیا پس ہم اس دنیا کو اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے اس ہاتھ کو دیکھتے ہیں۔

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث القسم الثانی ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار المرفۃ بیروت)

(۷) مشکوۃ باب المساجد بروایت ترمذی ہے۔

فتجلی لی کل شئی وعرفت۔

ترجمہ: پس ہمارے لئے ہر چیز ظاہر ہوگئی اور ہم نے پہچان لی۔

(جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج ۵ ص ۱۶۰ رقم الحدیث ۳۲۴۶ مطبوعہ دار النشر بیروت)

حاشیہ.....☆

فرشتوں درختوں اور دیگر چیزوں کا علم عطا فرمادیا۔ یہ حدیث آپ ﷺ کی اس وسعت علم سے عبارت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے آسمانوں کی بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام مخلوقات کو جان لیا جیسا کہ حدیث معراج سے ثابت ہے اور زمین جنس کے معنی میں ہے معنی آپ ﷺ نے سات زمینوں کی بلکہ ان سے بھی نیچے کی تمام چیزوں کو جان لیا جیسا کہ قرآن اور احادیث ﷺ نے بیل اور مچھلی کی خبر دی جن پر زمینیں قائم ہیں۔

(مرقاۃ شرح المشکوۃ ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی ھذہ جلیانا جلاہ اللہ لنبیه کما جلاہ للنبیین من قبله۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل نے ساری دنیا کو اٹھا کر میرے پیش نظر کردیا ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں اور قیامت تک جو کچھ اس میں ہونے والا ہے میں اسے اس طرح واضح طور پر دیکھ رہا ہوں جیسے میری یہ ہتھیلی ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے نبی کے لئے اس طرح منکشف فرمایا جس طرح آپ سے پہلے نبیوں کے لئے منکشف کیا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواھب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب اخبارہ ﷺ بالمغیبات ج ۸ ص ۲۹۰ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ترجمۃ ۳۳۸ حدید بن کریب ج ۶ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، جمع الجوامع رقم الحدیث ۴۸۴۹، (کنز العمال رقم الحدیث ۳۱۸۱۰۔۳۱۹۷۱ ج ۱۱ ص ۳۷۸ و ۴۲۰ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۰۴۔۲۰۵ مطبوعہ دار المرفۃ بیروت) (جامع الکبیر الحدیث رقم الحدیث ۴۸۴۹)، (الترغیب والترھیب للاسماعیل الاصبھانی ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الحدیث القاھرۃ مصر)، (جمع الجوامع للسیوطی رقم الحدیث ۴۸۴۹)

امام نعیم بن حماد المروزی ابو عبداللہ متوفی ۲۸۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحکم بن نافع عن سعید بن سنان حدثنا ابو الزاھریة عن کثیر بن مرة ابی شجرة عن ابن

(۸) مسند امام احمد بن حنبل میں بروایت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے۔

لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ مایحرك طائر جناحیه الا ذکر لنا منه علماً۔

ترجمہ: ہم کو حضور علیہ السّلام نے اس حال پر چھوڑا کہ کوئی پرندہ اپنے پر بھی نہیں ہلاتا۔ مگر اس کا ہم کو علم بتا دیا۔ ☆

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳ رقم الحدیث ۲۱۳۹۹ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)

حاشیہ..... ☆

عمر رضی اللہ عنهما قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ما هو کائن فیها الی یوم القیامة کما انظر الی کفی هذه جلیان من اللہ جلاه لنبیه کما جلا للنبیین قبله۔

(الفتن لنعیم بن حماد ما کان من رسول اللہ ﷺ من التقدم ومن اصحابه فی الفتن التی هی کائنة ج ۱ ص ۲۷ رقم الحدیث ۲ مطبوعہ مکتبۃ التوحید القاهرة)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۱۶ رقم الحدیث ۳۳۹۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واخرج احمد وابن سعد والطبرانی عن ابی ذر قال: لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما یحرك طائر جناحیه فی السماء الا ذکر لنا منه علما۔

ترجمہ: امام احمد و ابن سعد اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ فضائے آسمانی میں جو پرندہ پر مارتا ہے آپ نے از روئے علم ہم سے اس کا ذکر کر دیا ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواهب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث القسم الثانی ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (مجمع الزوائد کتاب علامات النبوۃ باب فیما اوتی من العلم الخ ج ۸ ص ۲۶۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۲، ۳۸۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (نسیم الریاض القسم الاول فی تعظیم العلی الاعلی لقدر النبی ﷺ ج ۳ ص ۱۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

(وقال ابوذر) الصحابی المشهور فی حدیث رواه احمد والطبرانی وغیرهما بسند صحیح۔ لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ ای ذهب عنا وانتقل الی الآخرة من بین اظهرنا ولم یدع شیئا الا بینه لنا بحیث لا یخفی علینا شیء من بعده وکان قد خطب قبل موته خطبا اطال فیها مرة من الصباح الی الظهر ومرة من الظهر الی قبیل الغروب لم یدع شیئا الا بینه لا صحابه (وما یحرك طائر جناحیه فی السماء) ای فی الجو وهو کنایة نسخة الا ذکرنا منه علما ای تذکرنا من طیر انه علما یتعلق به فکیف بغیره مما یهمنا فی الارض؟ وهذا تمثیل لبیان کل شیء تفصیلا تارة واجمالا اخری۔

(نسیم الریاض فصل فیما اطلع علیه من الغیوب وما یکون ج ۴ ص ۱۵۱۔۱۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن احمد بن جمیع الصیداوی متوفی ۴۰۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن مخلد الشیخ الصالح ببغداد حدثنا عیسی بن ابی حرب حدثنا یحیی بن ابی بکر حدثنا سفیان عن فطر عن ابی الطفیل عن ابی ذر قال: لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما من طائر یقلب جناحیة فی السماء الا وهو یذکرنا منه علما۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ فضائے آسمانی میں جو پرندہ پر مارتا ہے آپ نے از روئے علم ہم سے اس کا ذکر کر دیا ہے۔

(معجم الشیوخ ص ۱۴۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وعن ابی الدرداء قال لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما فی السماء طائر یطیر بجناحیہ الا ذکرنا منہ علما رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح۔

(مجمع الزوائد باب فیما اوتی من العلم ﷺ ج ۸ ص ۲۶۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی ثنا محمد بن عبداللہ بن یزید المقری ثنا سفیان بن عیینۃ عن فطر عن ابی الطفیل عن ابی ذر قال ثم ترکنا رسول اللہ ﷺ وما طائر یقلب جناحیہ فی الھواء الا وھو یذکرنا منہ علما قال فقال رسول اللہ ﷺ ما بقی شیء یقرب من الجنۃ ویباعد من النار الا وقد بین لکم۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲ ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۱۶۴۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

امام ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حدثنا محمد بن ابی بکر حدثنا یحیی عن فطر بن خلیفۃ عن عطاء قال قال ابو الدرداء ثم لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما فی السماء طیر یطیر بجناحیہ الا ذکرنا منہ علما۔

(مسند ابو یعلی ج ۹ ص ۴۶ رقم الحدیث ۵۱۰۹ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا بن نمیر ثنا الاعمش عن منذر ثنا اشیاخ من التیم قالوا قال ابو ذر ثم لقد ترکنا محمد ﷺ وما یحرک طائر بجناحیہ فی السماء الا ذکرنا منہ علما۔

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں چھوڑا کہ فضا میں جو بھی اپنے پروں سے اڑنے والا پرندہ تھا آپ نے ہمیں اس سے متعلق علم کا ذکر کیا۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳ رقم الحدیث ۲۱۳۹۹ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

رواہ احمد والطبرانی وزاد فقال النبی ﷺ ما بقی شیء یقرب الجنۃ ویباعد من النار الا وقد بین لکم ورجال الطبرانی رجال محمد بن عبداللہ بن یزید المقری وھو ثقۃ وفی اسناد احمد من لم یسم۔

(مجمع الزوائد باب فیما اوتی من العلم ﷺ ج ۸ ص ۲۶۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام بزار رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

کتب الی محمد بن عبداللہ بن یزید المقری یخبرنی فی کتابہ ثنا ان ابن عیینۃ حدثہ عن فطر بن خلیفۃ عن ابی الطفیل عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال لقد ترکنا رسول اللہ وما طائر فی ما سماء یقلب جناحیہ الا وقد اوجدنا فیہ علما۔

(مسند البزار ج ۹ ص ۳۴۱ رقم الحدیث ۳۸۹۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقال ابو ذر لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما یحرک طائر جناحیہ فی السماء الا ذکرنا منہ علما۔

(الاستیعاب ذکر ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۶۵۵ ابرقم ۲۹۴۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

(۹) مشکوۃ باب الفتن فصل ثانی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

ماترك رسول الله ﷺ من قائد فتنة الى ان تنقضي الدنيا يبلغ من معه ثلث مائة فصاعداً قد سماه لنا باسمه و اسم ابيه و اسم قبيلته رواه ابو داؤد۔

ترجمہ: نہیں چھوڑا حضور علیہ السلام نے کسی فتنہ چلانے والے کو دنیا کے ختم ہونے تک جن کی تعداد تین سو سے زیادہ تک پہنچے گی مگر ہم کو اس کا نام اس کے باپ کا نام اس کے قبیلے کا نام بتا دیا۔

(مشکوۃ المصابیح باب الفتن فصل ثانی ص ۴۶۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۱۰) مشکوۃ باب ذکر الانبیاء میں بخاری سے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

خفف عن داود القرآن فكان يامر دوابه تسرج فيقرء القرآن قبل ان تسرج۔

ترجمہ: حضرت داؤد علیہ السلام پر قرآن (زبور) کو اس قدر ہلکا کر دیا گیا تھا کہ وہ اپنے گھوڑوں کو زین لگانے کا حکم دیتے تھے تو آپ ان کی زین سے پہلے زبور پڑھ لیتے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب الانبیاء ج اص ۴۸۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ حدیث اس جگہ اس لئے بیان کی گئی کہ اگر حضور علیہ السلام نے ایک وعظ میں از اول تا آخر واقعات بیان فرمادیئے تو یہ بھی آپ کا معجزہ تھا۔ جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام آن کی آن میں ساری زبور شریف پڑھ لیتے تھے۔

(۱۱) مشکوۃ باب مناقب اہل البیت میں ہے۔

تلد فاطمة ان شآء الله غلاماً يكون في حجرك۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے خبر دی کہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے فرزند پیدا ہوگا۔ جو تمہاری پرورش میں رہے گا۔

(مشکوۃ المصابیح باب مناقب اھل بیت النبی الفصل الاول ص ۵۷۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۱۲) بخاری باب اثبات عذاب القبر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل ہے۔

مر النبي ﷺ بقبرين يعذبان فقال انهما يعذبان وما يعذبان في كبير اما احدهما فكان لا يستنزه من البول واما الاخر فكان يمشي بالنميمة ثم اخذ جريدة رطبة فشقها بنصفين ثم غرز في كل قبر واحدة وقال لعله ان يخفف عنهما ما لم ييبسا۔

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

واخرج ابويعلى وابن منيع والطبراني مثله، عن ابي الدرداء۔

ترجمہ: ابویعلی، وابن منیع، اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

الشیخ علامہ احمد بن محمد القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

لا شك ان الله تعالى قد اطلعه على ازيد من ذلك والقى عليه علوم الاولين والأخرين۔

ترجمہ: کچھ شک نہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی زائد حضور کو علم دیا اور تمام اگلے پچھلوں کا علم حضور پر القا فرمایا۔

(مواھب اللدنیہ المقصد الثامن الفصل الثالث ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: حضور علیہ السلام دو قبروں پر گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا تو فرمایا کہ ان دونوں شخصوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی دشوار بات میں عذاب نہیں ہو رہا ہے ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا پھر ایک تر شاخ کو لے کر اس کو آدھا آدھا چیرا پھر ہر قبر میں ایک ایک کو گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہوں گے ان دونوں شخصوں سے عذاب میں کمی کی جاوے گی۔

(صحیح البخاری ج۱ص۶۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج۱ص۱۴۱ مطبوعہ)، (سنن ابی داؤد باب الاستبراء من البول ج۱ص۶ رقم الحدیث ۲۰۔۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی ج۱ص۷ مطبوعہ)، (سنن الکبری امام بیہقی ج۱ص۱۰۴ مطبوعہ)، (صحیح ابن خزیمہ ج۱ص۳۲۔۳۳ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ص۳۷۷ مطبوعہ)، (مسند ابی عوانہ ج۱ص۱۹۶ مطبوعہ)، (صحیح ابن حبان ج۶ص۵۲ مطبوعہ)، (مسند ابی یعلی ج۴ص۴۳ مطبوعہ)، (مسند اسحاق بن راھویہ ج۱ص۲۴۹ مطبوعہ)، (مسند احمد ج۱ص۲۲۵ رقم الحدیث ۱۹۸۰ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (طبرانی الاوسط ج۳ص۱۰۲ رقم الحدیث ۲۴۳۳ مطبوعہ)، (مسند عبد بن حمید ج۱ص ۲۲۶ رقم الحدیث ۴۰۴ مطبوعہ)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج۲ص۴۲ مطبوعہ)، (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج۲ص ۴۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مصنف عبد الرزاق ج۳ص۵۸۸ رقم الحدیث ۶۷۵۳ مطبوعہ)، (خصائص الکبری باب ماوقع فی غزوۃ ذات الرقاع من الآیات والمعجزات ج۱ص۳۷۱۔۳۷۲ ج۲ص۱۴۸۔۱۴۹ باب فیما اطلع علیہ من احوال البرزخ والجنۃ والنار غیر ما تقدم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المنتقی لابن الجارود باب التنزہ فی الابدان والثیاب عن النجاسات ج۱ص۴۲ رقم الحدیث ۱۳۰ مطبوعہ مؤسسۃ الکتاب الثقافیہ بیروت)، (معجم الصحابۃ ج۳ص۱۴۲۔۱۴۳ رقم ۱۱۱۷ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (سنن الدارمی باب الاتقاء من البول ج۱ص۲۰۵ رقم الحدیث ۷۳۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ باب التشدید فی البول ج۱ص۱۲۵ رقم الحدیث ۳۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(۱۳) بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ اور تفسیر خازن میں زیر آیت لاتسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم (پارہ۷ سورہ۵ آیت نمبر۱۰۱) ہے۔

قام علی المنبر فذکر الساعۃ وذکر ان بین یدیھا امور اعظاما ثم قال ما من رجل احب ان یسئال عن شئی فلیسئل عنہ فواللہ لاتسئلونی عن شئی الا اخبرتکم ما دمت فی مقامی ھذا فقام رجل فقال این مدخلی قال النار فقام عبد اللہ ابن حذافۃ فقال من ابی قال ابوک حذافۃ ثم کثیر ان یقول سلونی سلونی۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام منبر پر کھڑے ہوئے پس قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں پھر فرمایا کہ جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھ لے قسم خدا کی جب تک ہم اس جگہ یعنی منبر پر ہیں تم کوئی بات ہم سے نہ پوچھو گے مگر ہم تم کو اس کی خبر دیں گے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میرا ٹھکانا کہاں ہے؟ فرمایا جہنم میں عبد اللہ ابن حذافہ نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے فرمایا حذافہ۔ پھر بار بار فرماتے رہے کہ پوچھو پوچھو۔

(صحیح البخاری کتاب الاعتصام ج۲ص۱۰۸۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حاشیہ.....☆

نسیم الریاض میں ہے۔

ھذا تمثیل لبیان کل شئ تفصیلاً تارۃً واجمالاً اخری۔

ترجمہ: یہ ایک مثال دی ہے اس کی کہ نبی ﷺ نے ہر چیز بیان فرمائی کبھی تفصیلاً کبھی اجمالاً۔

(نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض فصل ومن ذلک ما اطلع علیہ من الغیوب ج۳ص۱۵۳ مطبوعہ گجرات ہند)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث القسم الثانی ج۷ص۲۰۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

خیال رہے کہ جہنمی یا جنتی ہونا علوم خمسہ میں سے ہے کہ سعید ہے یا شقی اسی طرح کون کس کا بیٹا ہے یہ ایسی بات ہے کہ جس کا علم سوائے اس کی ماں کے اور کسی کو نہیں ہوسکتا قربان ان نگاہوں کے جو کہ اندھیرے اجالے دنیا و آخرت سب کو دیکھتی ہیں۔

(۱۴) مشکوۃ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ میں ہے۔

قال یوم خیبر لاعطین هذه الرایة غدا رجلاً یفتح الله علی یدیه یحب الله و رسوله۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے خیبر کے دن فرمایا کہ ہم کل یہ جھنڈا اس کو دیں گے جس کے ہاتھ پر اللہ خیبر فتح فرمادے گا اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح ص ۵۶۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (صحیح البخاری کتاب فضائل الصحابۃ باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۳۵۷ رقم الحدیث ۳۴۹۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۸۷۲ رقم الحدیث ۲۴۰۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۳۶۲ رقم الحدیث ۱۲۸۳۷ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۷۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح البخاری کتاب الجہاد کتاب المناقب۔ کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر ج ۲ ص ۵۰۶۔۶۰۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۴۴۔۳۴۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۳ ص ۳۸۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۱۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی صغیر باب المیم من اسمہ محمد ج ۲ ص ۱۰۔۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند سعد ص ۵۱ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)، (زاد المعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی غزوۃ خیبر ج ۳ ص ۳۲۰ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۵۶۹ برقم ۵۶۹۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حاشیہ.....☆

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال قال رسول الله ﷺ یوم خیبر لادفعن الرایة الی رجلاً یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله و یفتح علیه۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا کہ میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اسے دوست رکھتے ہیں اور وہ محصور یہود کے قلعہ کو فتح کرے گا۔

(طبقات الکبری ابن سعد غزوۃ خیبر ج ۲ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ لاعطین الرایة غداً رجلاً یحبه الله و رسوله یفتح الله علی یدیه لیس بفرار۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا میں کل ایسے آدمی کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائے گا وہ بھاگنے گا نہیں۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ذکر المسیر الی خیبر ج ۴ ص ۳۰۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (روض الانف للسہیلی غزوۃ خیبر ج ۴ ص ۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

قال یوم خیبر ثم لادفعن الرایة الی رجل یحبه الله ورسوله اویحب الله ورسوله فدعا علیا وانه لارمد ما یبصر موضع قدمه فتفل فی عینه ثم دفعها الیه یفتح الله علیه۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۵۸۴ رقم الحدیث ۹۸۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند احمد ج ۴ ص ۵۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۲۸۲ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله لاعطین الرایة رجلا یحب الله ورسوله یفتح الله علی یدیه...... قال فما رجع حتی فتح علی یدیه۔

(بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث ﷺ وائد الھیثمی کتاب المغازی باب ما جاء فی شان خیبر ج ۲ ص ۷۰۸ رقم الحدیث ۶۹۶ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

لاعطینها غدا رجلا یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله۔

(تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری غزوۃ خیبر ج ۲ ص ۱۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں۔

قال یوم خیبر لاعطین هذه الرایة غدا یفتح الله علی یدیه یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا یا وہ شخص جھنڈا پکڑے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں یا فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

(فضائل الصحابۃ للنسائی ص ۱۵۔۱۶ رقم الحدیث ۴۶۔۴۷۔۴۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الذریۃ الطاهرۃ النبویۃ ص ۷۸ رقم الحدیث ۱۳۱ مطبوعہ الدار السلفیۃ الکویت)

امام محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم التمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

لاعطین الرایة غدا رجلا یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله یفتح الله علی یدیه۔

(السیرۃ النبویۃ واخبار الخلفاء لابن حبان السنۃ السابعۃ من الھجرۃ غزوۃ خیبر ص ۳۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الثقات لابن حبان السنۃ السابعۃ من الھجرۃ ج ۲ ص ۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال یوم خیبر لاعطین هٰذه الرایة رجلا یفتح الله علی یدیه یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا یا وہ شخص جھنڈا پکڑے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں یا فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر علی بن ابی طالب ج ۱ ص ۶۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

قال رسول الله ﷺ لاعطین الرایة غدا رجلا یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله لیس بفرار یفتح الله عزوجل علی یدیه۔

(الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبدالبر ص ۱۹۸ مطبوعہ دار المعارف القاہرۃ مصر)

(۱۵) مشکوۃ باب المساجد میں ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

عرضت علی اعمال امتی حسنها وسيتها فوجدت فی محاسن اعمالها الاذی یماط عن الطریق۔

ترجمہ: ہم پر ہماری امت کے اعمال پیش کئے گئے اچھے بھی اور برے بھی ہم نے ان کے اچھے اعمال میں وہ تکلیف دہ چیز بھی پائی جو راستے سے ہٹادی جائے۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن البصاق فی المسجد ج۱ص۲۰۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسند احمد ج۵ص۱۸۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبھانی ص۲۰۶ رقم الحدیث ۲۸۰ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (مسند ابوعوانہ ج۱ص۴۰۶ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج۲ص۲۹۱ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

حاشیہ.....☆ ••

امام حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ یفتح اللہ علیہ۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور وہ محصور یہود کے قلعہ کو فتح کرے گا۔

قال رسول اللہ ﷺ لاعطین الرایۃ غدا اولیاخذن الرایۃ غدا رجل یحبہ اللہ ورسولہ او قال یفتح اللہ علیہ۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا یا وہ شخص جھنڈا پکڑے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں یا فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

(دلائل النبوۃ باب ماجاء فی بعث السرایا الی حصون خیبر واخبار النبی ﷺ بفتحہا علی یدی علی بن ابی طالب الخ ج۴ص۲۰۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبھانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

قال یوم خیبر لاعطین ھذہ الرایۃ غدا رجلا یفتح اللہ علی یدیہ یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اسے دوست رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

(دلائل النبوۃ للاصبھانی ص۱۴۴ رقم الحدیث ۱۳۳ و ص۱۸۹ رقم الحدیث ۲۴۴ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (صفوۃ الصفوۃ ذکر محبۃ اللہ عزوجل لہ ومحبۃ رسول اللہ ﷺ ج۱ص۳۱۱ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

امام ابی الربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۴ھ لکھتے ہیں۔

قال قال رسول اللہ یوم خیبر لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ یفتح اللہ علی یدیہ۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء غزوۃ خیبر ج۲ص۱۹۱ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (سنن الترمذی باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج۵ص۶۳۸ رقم الحدیث ۳۷۲۴ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر اختصاصہ باعطاء الرایۃ یوم خیبر وفتحہا علی یدیہ ص۷۲-۷۳ مطبوعہ دارالکتب المصریۃ)، (تخریج الدلالات السمعیۃ ص۲۷۵ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)، (البدایۃ والنھایۃ غزوۃ خیبر فی اولھا ج۴ص۱۸۵ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر غزوۃ خیبر فی اولھا ج۳ص۳۴۷ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص۱۰۶ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)، (خصائص الکبری باب ماوقع فی غزوۃ خیبر من الآیات المعجزات ج۱ص۴۱۷-۴۱۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الاستیعاب ذکر عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ ج۲ص۷۸۷ برقم ۱۳۱۷ مطبوعہ دارالجیل بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیۃ غزوۃ خیبر ج۲ص۷۳۶-۷۳۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے یہ بھی بتادیا کہ کل کیا ہوگا (ما فی غد) اور یہ بھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کل کیا کریں گے (ماذا تکسب غدا)

(۱۶) مسلم جلد دوم کتاب الجہاد باب غزوہ بدر میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ هذا مصرع فلان يضع يده على الارض ههنا ههنا قال فما ماط احدهم عن موضع يد رسول اللہ ﷺ۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ فلاں شخص کے گرنے کی جگہ ہے اور اپنے دست مبارک کو ادھر ادھر زمین پر رکھتے تھے راوی نے فرمایا کہ کوئی بھی مقتولین میں سے حضور علیہ السلام کے ہاتھ کی جگہ سے ذرا بھی نہ ہٹا۔

(صحیح مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ بدر ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۸۔۳۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مختصر سیرۃ الرسول عبدالوہاب نجدی ص ۱۰۲ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۰۶ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)، (سبل الھدیٰ والرشاد غزوۃ بدر الکبریٰ ج ۴ ص ۵۴۔۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایۃ والنھایۃ غزوۃ بدر العظمیٰ ج ۳ ص ۲۷۶ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر الطریق الی بدر ج ۲ ص ۳۴۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول لابن کثیر ص ۱۱۷ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ لامام سخاوی باب مناقبہ ومحاسنہ ج ۱ ص ۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ باب غزوۃ بدر الکبریٰ ج ۲ ص ۳۹۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ذکر طرف من اخبارہ بالغائبات ﷺ ج ۱ ص ۱۰۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (طبرانی الاوسط ج ۸ ص ۲۱۹ رقم الحدیث ۸۴۵۳ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)

خیال رہے کہ کون کس جگہ مرے گا۔ یہ علوم خمسہ میں سے ہے جس کی خبر حضور علیہ السلام جنگ بدر میں ایک روز پہلے دے رہے ہیں۔

حاشیہ ......☆

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

قال انس قال رسول اللہ ﷺ هذا مصرع فلان غدا ووضع يده على الارض وهذا مصرع فلان غدا ووضع يده على الارض وهذا مصرع فلان غدا ووضع يده على الارض فقال والذى نفسى بيده ما جاوز احد منهم عن موضع يد رسول اللہ ﷺ فاخذ بارجلهم فسحبوا فالقوا فى قليب بدر۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (جنگ بدر کے دن) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور آپ نے زمین پر ہاتھ رکھا اور کل یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور زمین پر ہاتھ رکھا اور کل یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور زمین پر ہاتھ رکھا تھا کوئی شخص اس سے بالکل متجاوز نہیں ہوا (اسی جگہ گر کر مرا) پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان کو گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں ڈال دیا گیا۔

(سنن ابی داؤد باب فی الاسیر ینال منہ ویضرب ویقرن ج ۳ ص ۵۸ رقم الحدیث ۲۶۸۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

وفيه معجزتان من اعلام النبوة احدهما اخباره ﷺ بمصرع جبابرتهم فلم يتعد مصرعه الثانية اخبار ﷺ بان الغلام الذى كانوا يضربونه يصدق اذا تركوه ويكذب اذا ضربوه وكان كذلك فى نفس الامر۔

ترجمہ: اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ کے دو معجزوں کا ذکر ہے جو کہ آپ کی نبوت کی نشانیاں ہیں۔ ایک آپ ﷺ کا ان کے جابر سرداروں کی قتل گاہوں کی خبر دینا کہ کسی نے اپنی قتل گاہ سے تجاوز نہ کیا۔ دوسرا معجزہ آپ ﷺ کا یہ بتانا کہ جس لڑکے کو وہ مار رہے تھے۔ جب اسے چھوڑتے تو وہ سچ بولتا اور جب اسے مارتے تو وہ جھوٹ بولتا اور یہی حقیقت تھی۔ (سچ کیا تھا اور جھوٹ کیا؟ اس کو صحابہ کرام رضی

(۱۷) مشکوۃ باب المعجزات میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔☆

فقال رجل تالله ان رءيت كاليوم ذئب يتكلم فقال الذئب اعجب من هذا رجل فى النخلات بين الحرتين يخبركم بما مضى وما هو كائن بعدكم۔

ترجمہ: شکاری آدمی نے کہا کہ میں نے آج کی طرح کبھی نہ دیکھا کہ بھیڑیا باتیں کررہا ہے تو بھیڑیا بولا کہ اس سے عجیب بات یہ ہے کہ (ایک صاحب (حضور) دو میدانوں کے درمیانی نخلستان (مدینہ منورہ) میں ہیں اور تم کو گزشتہ اور آئندہ کی خبریں دے رہے ہیں۔

(سیرۃ ابن اسحاق اعلام النبوۃ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۴۳۳ مطبوعہ معہد الدراسات والابحاث للتعریب) (طبقات الکبری ابن سعد ذکر علامات النبوۃ بعد نزول الوحی علی رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۱۷۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (اعلام النبوۃ فی معجزہ بما ظہر من البھائم ص ۱۸۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۸۳ رقم الحدیث ۱۱۸۰۹ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (الاستیعاب ج ۲ ص ۶۳۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبھانی ص ۱۱۲۔۱۱۳ رقم الحدیث ۱۱۶ و ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۲۴۴ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

حاشیہ......☆

اللہ عنہم نہ سمجھ سکے اور آقا علیہ السلام نے واضح فرما دیا یہی غیب بتانا سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کا دوسرا معجزہ تھا)

(صحیح مسلم مع نووی کتاب الجہاد باب غزوۃ بدر ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

يقول هذا مصرع فلان وهذا مصرع فلان فما عدا واحد منهم مصرعه ذلك الذى حده رسول الله ﷺ

(الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر ص ۱۰۵ مطبوعہ دار المعارف القاہرۃ مصر)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطیب متوفی ۸۱۰ھ لکھتے ہیں۔

واخبر عن مصارع المشركين يوم بدر فوجد كل واحد فى مصرعه الذى اخبر به۔

(وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۳۳ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وجعل يشير بيده هذا مصرع فلان وهذا مصرع فلان وهذا مصرع فلان ان شاء الله فما تعدى احد منهم مضوع اشارته۔

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد ج ۳ ص ۱۷۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۴۶ھ لکھتے ہیں۔

يقول هذا مصرع عتبة بن ربيعة وهذا مصرع شيبة بن ربيعة وهذا مصرع امية بن خلف وهذا مصرع ابى جهل بن هشام وهذا مصرع فلان غدا ان شاء الله تعالى اى ويضع ﷺ يده الشريفة على الارض فما تنحى احدهم عن موضع يده۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ باب غزوۃ بدر الکبری ج ۲ ص ۴۳۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

☆ امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

قال الذئب اعجب من هذا رجل فى النخلات بين الحرتين يخبركم بما مضى وما هو كائن من بعدكم۔

ترجمہ: بھیڑیئے نے کہا یہ تو کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے دراصل حیرت وتعجب کا موجب تو یہ بات ہے کہ سنگستانوں کے درمیان نخلستان میں ایک ہستی جلوہ فرما ہے جو گزرے ہوئے واقعات بھی بتلاتے ہیں اور آنے والے بھی۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ باب الثانی فی ذکر اعلام الوحش بنبوتہ ج ۱ ص ۱۵۹ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

حاشیہ......☆

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

فقال الذئب اعجب من هذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبرکم بما مضی وما هو کائن بعدکم۔

ترجمہ: بھیڑیا کہنے لگا اے بکریوں والے! اس سے کہیں زیادہ عجیب بات تو یہ ہے کہ ان دوسنگستانوں کے درمیان کھجوروں کے باغات والے شہر میں ایک مرد خدا جلوہ فرما ہے جو تمہیں ماضی کی خبریں بھی دیتا ہے اور جو کچھ تمہارے بعد مستقبل میں ہونے والا ہے ان واقعات کی خبریں بھی دیتا ہے۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب امور تکون بین یدی الساعۃ ج ۲ ص ۵۲۷ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال الذئب اعجب من هذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبرکم بما مضی وما هو کائن بعد کم۔

ترجمہ: بھیڑیئے نے کہا اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ ایک آدمی دو میدانوں کے درمیان واقع نخلستان (مدینہ) میں بیٹھ کر بتلا رہا ہے کہ کیا ہو چکا ہے اور آئندہ کیا ہوگا۔

(البدایۃ والنھایۃ قصۃ الذئب وشھادتہ بالرسالۃ ج ۶ ص ۱۴۴ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

امام اسحاق بن ابراہیم راھویہ متوفی ۲۳۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال الذئب او اعجب من ذلك رجل بین النخلات بین الحرتین یخبرکم بما مضی وما هو کائن بعدکم۔

(مسند اسحاق بن راھویہ ج ۱ ص ۳۵۷ رقم الحدیث ۳۶۰ مطبوعہ مکتبۃ الایمان المدینۃ المنورۃ)

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال اعجب من هذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبر بما مضی وما هو کائن بعد کم۔

ترجمہ: بھیڑیئے نے کہا اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ ایک آدمی دو میدانوں کے درمیان واقع نخلستان (مدینہ) میں بیٹھ کر بتلا رہا ہے کہ کیا ہو چکا ہے اور آئندہ کیا ہوگا۔

(دلائل النبوۃ امام ابونعیم اصفہانی اردو ص ۳۳۷۔۳۳۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج احمد وابن سعد والبزار والحاکم والبیهقی وصححاه وابونعیم من طرق عن ابی سعید الخدری قال: بینما راع یرعی بالحرة اذ عرض ذئب لشاة من شیاهه فحال الراعی بین الذئب وبین الشاة فاقعی الذئب علی ذنبه ثم قال للراعی الا تتقی الله تعالی تحول بینی وبین رزق ساقه الله تعالی الی فقال الراعی العجب من الذئب یتکلم بکلام الانس فقال الذئب الا احدثك باعجب من ذلك رسول الله ﷺ بین الحرتین یحدث الناس بانباء ما قد سبق فساق الراعی غنمه حتی قدم المدینة فدخل علی النبی ﷺ فحدث بحدیث الذئب فقال رسول الله ﷺ صدق صدق الا انه من اشراط الساعة کلام السباع للانس والذی نفسی بیده لا تقوم الساعة حتی تکلم السباع الانس ویکلم الرجل شراك نعله وعذبة سوطه ویخبره فخذه بما احدث اهله من بعده۔

ترجمہ: امام احمد وابن سعد وبزار رحمہم اللہ اور حاکم وبیہقی رحمہما اللہ دونوں نے صحیح بتا کر اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد سندوں کے

(۱۸) تفسیر خازن پارہ ۴ زیر آیت ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ (پارہ ۴ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۷۹) ہے۔

قال رسول اللہ علیہ السلام عرضت علی امتی فی صورھا فی الطین کما عرضت علی ادم و اعملت من یومن بی و من یکفر بی فبلغ ذلک المنافقین قالوا استھزاء زعم محمدا انہ یعلم من یومن بہ و من یکفر ممن لم یخلق بعد و نحن معہ و ما یعرفنا فبلغ ذلک رسول اللہ ﷺ فقام علی المنبر فحمداللہ اثنی علیہ ثم قال ما بال اقوام طعنوا فی علمی لاتسئلونی عن شئی فیما بینکم و بین الساعۃ الا انباتکم بہ۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم پر ہماری امت پیش فرمائی گئی اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش ہوئی تھی ہم کو بتادیا گیا کون ہم پر ایمان لاویگا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگا کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی پیدائش سے پہلے ہی کافر و مومن کی خبر ہوگئی ہم تو ان کے ساتھ ہیں اور ہم کو نہیں پہچانتے یہ خبر حضور علیہ السلام کو پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ قوموں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم میں طعنے کرتے ہیں اب سے قیامت تک کسی چیز کے بارے میں جو بھی تم ہم سے پوچھو گے ہم تم کو خبر دیں گے۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ حضور علیہ السلام کے علم میں طعنے کرنا منافقوں کا طریقہ ہے۔ دوسرے یہ کہ قیامت تک کے واقعات سارے حضور علیہ السلام کے علم میں ہیں۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱۹) مشکوۃ کتاب الفتن باب الملاحم فصل اول میں مسلم سے بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔

انی لاعرف اسمآء ھم و اسمآء اباء ھم و الوان خیولھم خیر فوارس او من خیر فوارس علی ظھر الارض۔

ترجمہ: ہم ان (دجال سے جہاد کی تیاری کرنے والوں) کے نام ان کے باپ دادوں کے نام ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتے ہیں۔

حاشیہ.....☆ ••••••••••••••••••••••••••••••

ساتھ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حرہ میں ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا اچانک بھیڑیا اس کی بکریوں میں سے ایک بکری پر لپکا تو چرواہا بکری اور بھیڑئے کے درمیان حائل ہوگیا۔ بھیڑیا اپنی دم پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد اس نے چرواہے سے کہا کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا کہ میرے اور اس رزق کے درمیان جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجا حائل ہوتا ہے؟ چرواہے نے کہا تعجب ہے کہ بھیڑیا انسان جیسی بات کرتا ہے۔ بھیڑئے نے کہا کیا میں اس سے زیادہ تعجب کی بات نہ بتاؤں وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان گزشتہ واقعات کی خبریں لوگوں کو بتا رہے ہیں۔ یہ سن کر اس چرواہے نے اپنی بکریوں کو ہانک دیا اور خود مدینہ منورہ چل دیا اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے بھیڑئے کی بات بیان کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس نے سچ کہا اس نے سچ کہا لوگو سن لو انسانوں سے درندوں کا بات کرنا قیامت کی علامتوں میں سے ایک ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک درندے انسانوں سے بات نہ کریں اور مرد سے اس کی جوتی کا تسمہ اور اس کے کوڑے کا پھندنا بات کرے گا اور اس کی ران اسے وہ بات بتائے گی جو اس کے جانے کے بعد اس کی بیوی سے رونما ہوئی ہوگی۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصوصیات مصطفیٰ ﷺ محمد ہارون معاویہ دیوبندی ج ۲ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب اخبار الذئب بنوتہ ﷺ ج ۸ ص ۲۹۴ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین الباب السادس فی معجزاتہ ﷺ المتعلقۃ بتکلیم البھائم لہ وشھادتھا برسالۃ الخ ص ۳۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وہ روئے زمین پر بہترین سوار ہیں۔

(مسلم رقم الحدیث ۷۲۲۴ کتاب الفتن باب فصل فی اشراط الساعۃ ج ۲ ص ۳۹۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)۔ مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۵۔ مستدرک للحاکم ج ۴ ص ۴۷۷۔ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث ۲۰۸۱۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۳۹۔ (مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث ۵۴۲۲ کتاب الفتن باب الملاحم الفصل الاول ص ۴۶۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (مواھب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲۰) مشکوۃ شریف باب مناقب ابی بکر و عمر میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ کیا کوئی ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہوں فرمایا ہاں وہ عمر ہیں۔

(مشکوۃ المصابیح باب مناقب ابی بکر و عمر الفصل الثالث ص ۵۶۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت تک کے سارے لوگوں کے تمام ظاہری اور پوشیدہ اعمال کی پوری خبر ہے اور آسمانوں کے تمام ظاہر و پوشیدہ تاروں کا بھی تفصیلی علم ہے۔ حالانکہ بعض بعض تارے اب تک فلاسفہ کو سائنسی آلات سے بھی معلوم نہ ہو سکے۔ حضور علیہ السلام نے ان دونوں چیزوں کو ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ عمر کی نیکیاں تاروں کے برابر ہیں۔ دو چیزوں کی برابری یا کمی بیشی وہ ہی بتا سکتا ہے جسے دونوں چیزوں کا علم بھی ہو اور مقدار بھی معلوم ہو۔

ان کے علاوہ اور بہت سے احادیث پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر اختصاراً اسی قدر پر کفایت کی گئی ان احادیث سے اتنا معلوم ہوا کہ تمام عالم حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے سامنے اس طرح ہے جیسے اپنی کف دست۔ خیال رہے کہ عالم کہتے ہیں ماسواء اللہ کو تو عالم اجسام عالم ارواح عالم امر عالم امکان عالم ملائکہ عرش وفرش غرضیکہ ہر چیز پر حضور علیہ السلام کی نظر ہے اور عالم میں لوح محفوظ بھی ہے۔ جس میں سارے حالات ہیں۔ دوسرے یہ معلوم ہوا کہ اگلے پچھلے سارے واقعات پر بھی اطلاع رکھتے ہیں۔ تیسرے یہ معلوم ہوا کہ تاریک راتوں میں تنہائی کے اندر جو کام کئے جاویں وہ بھی نگاہ مصطفیٰ علیہ السلام سے پوشیدہ نہیں کہ عبداللہ کے والد حذیفہ کو بتا دیا۔ چوتھے یہ معلوم ہوا کہ کون کب مرے گا ہے یہاں مرے گا۔ کس حال میں مرے گا۔ کافر یا مومن عورت کے پیٹ میں کیا ہے یہ بھی میرے حضور علیہ السلام پر مخفی نہیں غرضیکہ ذرہ ذرہ اور قطرہ قطرہ علم میں ہے ﷺ۔



تیسری فصل......شارحین احادیث کے اقوال میں درباہ علم غیب

(۱) عینی شرح بخاری۔ فتح الباری ارشاد الساری شرح بخاری۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں حدیث نمبر ا کے ماتحت ہے۔

فیه دلالة علی انه اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدآء ها الی انتهانها۔

ترجمہ: اس حدیث میں دلالت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک ہی مجلس میں ساری مخلوقات کے سارے حالات کی ازابتداء تا انتہاء خبر دے دی۔

(مرقاۃ شرح المشکوۃ ج ۱۱ ص ۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)، (ارشاد الساری ج ۵ ص ۲۵۰)، (حاشیہ صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۵۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۲۹۱ مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور)، (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ اور شرح شفا لملا علی قاری وزرقانی شرح مواہب۔ نسیم الریاض شرح شفا میں حدیث نمبر ۴ میں ہے۔

وحاصله انه طوی له الارض وجعلها مجموعة کهیئة کف فیه مرء ة ینظر الی جمعها وطواها بنقریب بعیدها الی قریبها حتی اطلعت علی ما فیها۔

ترجمہ: اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے لئے زمین سمیٹ دی گئی اور اس کو ایسا جمع فرمادیا گیا جیسے ایک ہاتھ میں آئینہ ہو اور وہ شخص اس پورے آئینے کو دیکھتا ہے اور زمین کو اس طرح سمیٹا کہ دور والی کو قریب کر دیا اس کے قریب کی طرف۔ یہاں تک کہ ہم نے دیکھ لیا ان تمام چیزوں کو جو زمین میں ہیں۔

حاشیہ......☆

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد الساری میں اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ میں امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

قال الطیبی حتی غایة اخبرنا ای اخبرنا مبتدئاً من بدء الخلق حتی انتهی الی دخول اهل الجنة الجنة ووضع الماضی موضع المضارع للتحقق المستفاد من قول الصادق الامین ودل ذلك علی انه اخبر بجمیع احوال المخلوقات منذ ابتدئت الی ان تفنی الی ان تبعث۔

ترجمہ: طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حتی اخبرنا کی غایت کے لئے ہے یعنی آپ ﷺ نے ہمیں مخلوق کی پیدائش سے لے کر لوگوں کے جنت میں داخل ہونے تک کے بارے میں خبر دے دی اور یہاں ماضی مضارع کی جگہ آیا ہے صادق اور امین نبی ﷺ کے فرمان گرامی سے حاصل ہونے والے تحقق کی وجہ سے یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے تمام مخلوقات کے تمام احوال از ابتدا تا انتہا اور دوبارہ اٹھائے جانے تک کے بارے میں خبر دے دی۔

(مرقاہ شرح المشکوۃ ج ۱۱ ص ۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

حافظ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

وفی تیسیر ایراد ذلك فی مجلس واحد من خوارق العادة امر عظیم و یقرب ذلك مع كون معجزاته لامریة فی كثرتها انه ﷺ اعطی جوامع الكلم و مثل هذا من جهة اخری ما رواه الترمذی من حدیث عبدالله بن عمرو ابن العاص خرج علینا رسول الله ﷺ و فی یده كتابان فقال الذی فی یده الیمنی هذا الكتاب من رب العالمین فیه اسماء اهل الجنة واسماء آبائهم وقبائلهم ثم اجمل علی آخرهم فلا یزاد فیهم ولا ینقص منهم ابدا ثم قلل للذی فی شماله مثله فی اهل النار۔

ترجمہ: حضور ﷺ ایک ہی مجلس میں روز قیامت تک کے احوال وواقعات کا بیان فرمانا آپ کا عظیم معجزہ ہے اور آپ ﷺ کی شان جوامع

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں حدیث نمبر ۵ کے ماتحت ہے۔

فعلمت بسبب وصول ذلك الفيض ما فى السموت والارض يعنى ما اعلمه الله مما فيهما من الملئكة والاشجار وغيرها وهو عبارة عن سعة علمه الذى فتح الله وقال ابن حجر اى جميع الكائنات التى فى السموت بل وما فوقها كما يستفاد من قصة المعراج والارض هى بمعنى الجنس وجميع ما فى الارضين السبع بل وما تحتها كما افاده اخباره عليه السلام عن النور والحوت الذى عليهما الارضون۔

ترجمہ: اس فیض کے پہنچنے سے ہم نے تمام وہ چیزیں جان لیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں یعنی آسمان و زمین میں وہ چیزیں جو اللہ نے بتائیں فرشتے اور درخت وغیرہ یہ آپ کے اس وسیع علم کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر فرمایا۔ ابن حجر نے فرمایا کہ جان لی وہ تمام مخلوقات جو آسمانوں (بلکہ جو اس کے اوپر ہے) جیسا کہ حدیث معراج سے معلوم ہوتا ہے) اور زمین میں ہے اور تمام وہ چیزیں جو ساتوں زمین بلکہ جو اس نیچے ہیں جیسا کہ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے جن میں حضور علیہ السلام نے گائے اور مچھلی کی خبر دی جن پر زمینیں قائم ہیں۔

(مرقاۃ شرح المشکوۃ ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں اسی حدیث ۵ کے ماتحت ہے۔

دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمینہا بود عبارت ست از حصول تمامہ علوم جزئی و کلی و احاطہ آں۔

ترجمہ: یہ حدیث تمام جزئی و کلی علموں کے حاصل ہونے اور اس کے احاطہ کا بیان ہے۔

(اشعۃ اللمعات فارسی الفصل الثانی باب المساجد ج ۱ ص ۳۵۷ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

حاشیہ......☆ ••

الکلم (طویل کلام کو چند جملوں میں بیان کرنا) کا آئینہ دار ہے۔ اور اس کی مثال ایک دوسری جہت سے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ کہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے درآنحالیکہ آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں دائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں اہل جنت اور ان کے آباء اور ان کے قبیلوں کے نام ہے ان پر کبھی بھی نہ کوئی نام زیادہ ہوسکتا ہے اور نہ کوئی نام کم ہوسکتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں اہل دوزخ کی نسبت اسی کی مثل بیان فرمایا۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۲۹۱ مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

امام بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

وفى ايراد ذلك كله فى مجلس واحد امر عظيم من خوارق العادة و كيف وقد اعطى جوامع الكلم مع ذلك۔

ترجمہ: حضور ﷺ ایک ہی مجلس میں روز قیامت تک کے احوال و واقعات کا بیان فرمانا آپ ﷺ کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ ﷺ کو اس کے ساتھ جوامع الکلم بھی عطا کیے گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

و هذا من خوارق العادة ففيه تيسيرا القول الكثير فى الزمن القليل۔

ترجمہ: اور آپ ﷺ کا ابتدائے خلق سے قیامت تک کے احوال کی ایک ہی مجلس میں خبر دینا آپ ﷺ کے معجزات میں سے ایک ہے اس حدیث میں کثیر کلام کر کے تھوڑے وقت میں بیان کر دینے کا معجزہ ہے۔

(ارشاد الساری ج ۵ ص ۲۵۰)

اشعۃ اللمعات میں حدیث نمبر ۷ کے ماتحت بیان فرمایا۔

پس ظاهر شد مراهر چیز از علوم دشناختم همه را۔

ترجمہ: ہم پر ہر قسم کا علم ظاہر ہوگیا اور ہم نے سب کو پہچان لیا۔

(اشعۃ اللمعات فارسی مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

علامہ زرقانی شرح مواہب میں اسی حدیث نمبر ۷ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ای اظهر و کشف لی الدنیا بحیث احطت بجمیع ما فیها فانا انظر الیها والی ما هو کائن فیها الی یوم القیمة کانما انظر الی کفی هذه اشارة الی انه نظر حقیقة دفع به انه ارید بالنظر العلم۔

ترجمہ: یعنی ہمارے سامنے دنیا ظاہر کی گئی اور کھولی گئی کہ ہم نے اس کی تمام چیزوں کا احاطہ کرلیا پس ہم اس دنیا کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے حقیقۃً ملاحظہ فرمایا یہ احتمال دفع ہوگیا کہ نظر سے مراد علم ہے۔

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث القسم الثانی ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

(۸) امام احمد قسطلانی مواہب شریف میں زیر حدیث نمبر ۸ فرماتے ہیں۔

ولا شك ان الله قد اطلعه علی ازید من ذلك والقی علیه علم الاولین والاخرین۔

ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ اللہ نے حضور کو اس سے بھی زیادہ پر مطلع فرمایا اور آپ کو سارے اگلے پچھلے حضرات کا علم دیا۔

(مواھب اللدنیہ المقصد الثامن الفصل الثالث ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ملا علی قاری مرقاۃ میں حدیث نمبر ۱۷ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

یخبرکم بما مضی ای سبق من خبر الاولین من قبلکم وما هو کائن بعدکم ای من نبا الاخرین فی الدنیا ومن احوال الاجمعین فی العقبی۔

ترجمہ: تم کو حضور علیہ السلام اگلوں کی گزری ہوئی خبریں دیتے ہیں اور جو کچھ تمہارے بعد پچھلوں کی خبریں ہیں وہ بھی بتاتے ہیں۔ دنیاوی حالات اور آخرت کے سارے حالات۔

(۹) مرقاۃ میں حدیث نمبر ۱۹ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

فیه مع کونه من المعجزات دلالة علی ان علمه علیه السلام محیط بالکلیات والجزئیات من الکائنات وغیرها۔

ترجمہ: اس حدیث میں معجزہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ اس پر بھی دلالت ہے کہ حضور علیہ السلام کا علم کلی اور جزئی واقعات کو گھیرے ہوئے ہے۔

(مرقاۃ شرح المشکوۃ ج ۱۰ ص ۱۵۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

محدثین کے ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام تمام عالم کو اور اس میں ازل تا ابد ہونے والے واقعات کو اس طرح ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ جیسے کوئی اپنے ہاتھ میں آئینہ لے کر اس کو دیکھتا ہے اس عالم میں لوح محفوظ بھی ہے دوسرے یہ معلوم ہوا کہ تمام اولین و آخرین یعنی انبیاء و ملائکہ و اولیاء کا علم آپ کو عطا فرمایا گیا۔ انبیاء میں حضرت آدم و حضرت خلیل و حضرت خضر علیہم السلام داخل ہیں۔ اور ملائکہ میں حاملین عرش اور حاضرین لوح محفوظ بھی شامل ہیں اور ان کا علم تو سارے ما کان وما یکون کو محیط ہے۔ تو حضور علیہ السلام کے علم کا کیا پوچھنا۔ اس وسعت علم میں علوم خمسہ بھی آگئے۔

حاشیہ.....☆

چند مزید احادیث سے علم غیب کا ثبوت

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے چند احادیث بیان فرمائی فقیر ناچیز علم غیب کے ثبوت میں مزید ۴۰ احادیث پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

حدیث نمبر﴿۱﴾......نجاشی رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر دینا

نجاشی ملک حبشہ کے بادشاہ کا لقب تھا جو کوئی وہاں کا بادشاہ ہوتا تھا اسے نجاشی کہتے تھے اس نجاشی کا نام اصحمہ رضی اللہ عنہ تھا جو پہلے عیسائی تھا لیکن جب حضور ﷺ کا نامہ مبارک جس میں اس کو دعوت اسلام دی گئی تھی ملا تو حضور ﷺ پر ایمان لے آیا اور آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا۔

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۷۸۹ھ لکھتے ہیں۔

فاسلم النجاشی وشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله۔

ترجمہ: نجاشی رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور گواہی دی توحید و رسالت کی۔

(تخریج الدلالات السمعیۃ ص ۲۹۷ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام ابی الفرج عبدالرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

نجاشی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

ولولا ما انا فيه من الملك لاتيته حتى اقبل نعله۔

ترجمہ: اگر میں ملک (حکمرانی) کے مسائل میں نہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کے پاس آ کر آپ ﷺ کے نعلین کو چومتا۔

(صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۵۱۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ ایک طویل روایت میں لکھتے ہیں۔

فقام رسول الله ﷺ فتوضأ ثم دعا اللهم اغفر للنجاشی فقال المسلمون آمين۔

ترجمہ: حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور پھر تین مرتبہ یہ دعا کی اے اللہ نجاشی کی مغفرت فرما پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آمین کہا۔

(المعجم الکبیر طبرانی ما اسند جعفر رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۱۰ رقم الحدیث ۱۴۷۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

فقام رسول الله ﷺ فتوضا ثم دعا ثلاث مرات اللهم اغفر للنجاشی فقال المسلمون آمين۔

ترجمہ: حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور پھر تین مرتبہ یہ دعا کی اے اللہ نجاشی کی مغفرت فرما پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آمین کہا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۳۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

عن عائشة رضی الله عنها قالت لما مات النجاشی كنا نتحدث انه لا يزال يرى على قبره نور۔

حاشیہ......☆

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں ہم گفتگو کیا کرتے تھے کہ نجاشی رضی اللہ عنہ کی قبر پر ہمیشہ ایک نور نظر آتا ہے۔

(سنن ابوداؤد کتاب الجھاد باب فی النور عند قبر الشھید ج ۱ص ۳۴۱۔۳۴۲ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)، (سنن ابی داود کتاب الجھاد باب فی النور یری عند قبر الشھید ج ۳ ص ۱۶ رقم الحدیث ۲۵۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (دلائل النبوۃ باب نعی رسول اللہ ﷺ النجاشی النجاشی فی الیوم الخ ج ۴ ص ۴۱۱۔۴۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سیرۃ ابن اسحاق حدیث الھجرۃ الاولی الی الحبشۃ ج ۴ ص ۲۰۱ رقم الحدیث ۲۹۲ مطبوعہ معھد الدراسات والابحاث للتعریب)، (روض الانف للسھیلی باب النور الذی کان علی قبر النجاشی ج ۲ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۳۰ وص ۴۳۹۔۴۴۰ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر اصحمۃ بن ابجر النجاشی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۰۶ برقم ۴۷۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء ذکر الھجرۃ الی ارض الحبشۃ ج ۱ ص ۲۴۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر باب ھجرۃ من ھاجر من اصحاب رسول اللہ ﷺ من مکۃ الی ارض الحبشۃ فرارا بدینھم من الفتنۃ ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

اور جب نجاشی رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو حضور ﷺ اسی دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی وفات کی خبر سنائی اور ان پر نماز جنازہ پڑھا اور نماز جنازہ کے بعد حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے لئے دعا بھی فرمائی۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

و حدثنی عبد الملک بن شعیب بن اللیث قال حدثنی ابی عن جدی قال نا عقیل بن خالد عن ابن شھاب عن سعید بن المسیب و ابی سلمۃ بن عبدالرحمن انھما حدثاہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انہ قال نعی لنا رسول اللہ ﷺ النجاشی صاحب الحبشۃ فی الیوم الذی مات فیہ فقال استغفروا لأخیکم۔

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی وفات کی اسی دن خبر دی جس دن اس کا انتقال ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

(مسلم شریف ج ۱ ص ۳۰۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۸۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواھب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں۔

انبأ قتیبۃ بن سعید قال ثنا سفیان عن الزھری عن ابی سلمۃ عن ان ابی ھریرۃ قال ثم لما مات النجاشی قال النبی ﷺ استغفروا لہ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان کے لئے استغفار کرو۔

(سنن الکبری للنسائی ج ۱ ص ۶۵۷ رقم الحدیث ۲۱۶۸۔۲۱۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسائی شریف ج ۱ ص ۲۸۷ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۴۱ رقم الحدیث مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۱ رقم الحدیث ۷۲۸۱ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (مسند ابی ھریرہ ج ۱ ص ۳۱۰ رقم الحدیث ۱۸۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الفتح الربانی مع شرحہ بلوغ الامانی ج ۷ ص ۲۲۰۔۲۲۱ رقم الحدیث ۱۷۳ مطبوعہ مصر)، (المنتقی لابن الجارود کتاب الجنائز ج ۱ ص ۱۴۱ رقم الحدیث ۵۴۳ مطبوعہ مؤسسۃ الکتاب الثقافیۃ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر جریر بن عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۴۷۵ برقم ۱۱۳۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۱ رقم الحدیث ۷۲۸۱ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عبدالرحمن بن مھدی رحمۃ اللہ علیہ ج ۹ ص ۲۸۔۲۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حاشیہ......☆

امام ابی منصور محمد بن محمد محمود الماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں۔

وعن الحسن قال: لما مات النجاشي، قال رسول الله ﷺ: استغفروا لأخيكم۔

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

(تاویلات اہل السنۃ تفسیر الماتریدی ج ۲ ص ۵۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا العباس بن احمد ان الحنفي ثنا محمد بن عبيد بن شعبلة حدثنا ابی ثنا شريك عن الشيبانی عن الشعبی عن جرير قال قال له النبی ﷺ ان اخاكم النجاشی قدمات فاستغفروا له۔

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی وفات پا گیا ہے ان کے لئے استغفار کرو۔

(المعجم الکبیر طبرانی ج ۱ ص رقم الحدیث ۲۳۴۷۔۲۳۴۸۔۲۳۵۰ مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی عراق)، (المعجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۳۱۳ رقم الحدیث ۲۳۴۷۔۲۳۵۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مسند الشامیین ج ۱ ص ۸۵ رقم الحدیث ۱۱۶ و ص ۱۰۴ رقم الحدیث ۱۵۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عبد الرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ ج ۹ ص ۲۸۔۲۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا يونس قال ثنا بن وهب قال اخبرنی مالك عن بن شهاب عن سعيد بن المسيب عن ابی هريرة ثم ان رسول الله ﷺ نعی للناس النجاشی فی اليوم الذی مات فيه ثم خرج الی المصلی فصف بهم و كبر عليه اربع تكبيرات۔

(شرح معانی الآثار باب التکبیر علی الجنائز ج ۱ ص ۴۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی هريرة انه قال نعی لنا رسول الله ﷺ النجاشی صاحب الحبشة فی اليوم الذی مات فيه فقال استغفروا لا خيكم۔

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی وفات کی اسی دن خبر دی جس دن اس کا انتقال ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

(السنن الکبری ج ۴ ص ۵۷ رقم الحدیث ۶۹۳۲ ص ۸۲ رقم الحدیث ۷۰۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ باب نعی رسول اللہ ﷺ النجاشی النجاشی فی الیوم الخ ج ۴ ص ۴۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاستیعاب ج ۱ ص ۱۶۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ج ۱۰ ص ۴۴ رقم الحدیث ۱۳۱۷۶ و ص ۱۳۱ رقم الحدیث ۱۳۲۱۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند الربیع باب صلاۃ الجنائز ص ۱۹۴ رقم الحدیث ۴۷۹ مطبوعہ دار الحکمۃ بیروت)، (شرح السنۃ ج ۳ ص ۲۳۹ رقم الحدیث ۱۴۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۵ ص ۴۰ رقم الحدیث ۱۶۴۹ و ج ۶ ص ۶۱۔۶۲۔۶۳ رقم الحدیث ۲۰۳۷۔۲۰۳۸ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمۃ)، (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۴۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع المسانید والسنن ج ۲۱ ص ۵۹۰۹ رقم الحدیث ۴۸۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تحفۃ المحتاج ج ۲ ص ۱۳ رقم الحدیث ۸۸۴ مطبوعہ دار حراء مکۃ المکرمۃ) (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ذکر اصحمۃ بن ابحر النجاشی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۰۶ برقم ۴۷۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (عمدۃ الاحکام کتاب الجنائز ج ۲ ص ۱۵۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خلاصۃ البدر المنیر ج ۱ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۹۲۹ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (تلخیص الحبیر کتاب الجنائز ج ۲ ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۷۷۳ مطبوعہ المدینۃ المنورۃ)،

حاشیہ .....☆

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۲ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فتح الوهاب کتاب الجنائز فصلی فی صلاۃ المیت ج ۱ ص ۱۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (روض الانف مع سیرۃ النبویۃ لامام ابن ہشام ج ۲ ص ۱۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء، ذکر الهجرۃ الی ارض الحبشۃ ج ۱ ص ۲۴۹ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (شرح زرقانی علی الموطاء ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۱۰۔۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواهب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار المرفۃ بیروت) (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الرابع فی ذکر ارسال رسول اللہ ﷺ الی النجاشی وکتابہ الیہ ج ۲ ص ۷۳۶ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (اعلام النبوۃ الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (معجم الصحابۃ ج ۱ ص ۱۳۹ برقم ۱۵۵ وص ۱۹۲ برقم ۲۱۶ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (السیرۃ النبویۃ واخبار الخلفاء لابن حبان ص ۳۶۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قوله ولا اراه الا قد مات يريد والله اعلم قبل بلوغ الهدية اليه وهذا القول صدر منه قبل موته ثم لما مات نعاه في اليوم الذي مات فيه وصلى عليه۔

ترجمہ: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ "میں نہیں دیکھتا مگر یہ کہ وہ فوت ہو گیا ہے" واللہ اعلم آپ نے ہدیوں کو اس کی طرف بھیجنے سے پہلے خبر دینے کا ارادہ فرمایا اور اس کے فوت ہونے سے پہلے آپ نے ان کلمات کو صادر فرمایا۔ اس کے بعد جب وہ فوت ہوا تو حضور ﷺ نے اسی دن اس کے فوت ہونے کی خبر دیدی اور اس پر نماز پڑھی تھی۔

(دلائل النبوۃ باب نعی رسول اللہ ﷺ النجاشی النجاشی فی الیوم الخ ج ۴ ص ۴۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب اخبارہ ﷺ بالمغیبات ج ۸ ص ۲۹۲ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبهانی ص ۱۵۰ رقم الحدیث ۱۶۲ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

وروى الحافظ البيهقي من طريق مسلم بن خالد الزنجي عن موسى بن عقبة عن ابيه عن ام كلثوم قالت: لما تزوج النبي ﷺ ام سلمة قال قد اهديت الى النجاشي اواقي من مسك وحلة واني لااراه قد مات ولا ارى الهدية الا سترد علي فان ردت علي اظنه قال فسمتها بينكن او فهي لك قال فكان كما قال رسول الله ﷺ مات النجاشي وردت الهدية......

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو آپ نے فرمایا، میں نے نجاشی کی طرف سے چند مشک کے اوقیے اور جوڑے بھیجے ہیں۔ میں اسے نہیں دیکھتا مگر یہ کہ وہ فوت ہو گیا ہے اور میں ان ہدیوں کو نہیں دیکھتا مگر یہ کہ اسے میری طرف واپس کر دیا ہے تو یہ غیبی خبر ایسے ہی واقع ہوئی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نجاشی فوت ہو گیا اور ہدیہ واپس آ گئے۔

(السیرۃ النبویۃ نعی رسول اللہ ﷺ النجاشی فی الیوم الذی مات فیہ بارض الحبشۃ ج ۳ ص ۲۹۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

علم غیب مصطفیٰ ﷺ

اس حدیث مبارکہ سے نبی کریم ﷺ کا علم غیب ثابت ہوا جو قال نعی لنا رسول اللہ ﷺ النجاشی صاحب الحبشة في اليوم الذي مات فيه سے واضح ہے۔ حضور ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات کی اسی دن خبر دی جس دن اس کا انتقال ہوا تھا۔

حاشیہ.....☆

حدیث نمبر ﴿۲﴾.....حضور ﷺ نے پہلے سے بتادیا تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا احمد بن علی بن خلف انا ابو عبدالرحمن السلمی انا ابوبکر الربویخی انا الحسن بن سفیان ثنا حرملة انا ابن وهب حدثنی معاویة عن ابی عبدالله محمد الاسدی انه سمع وابصة الاسدی قال جئت لاسأل النبی ﷺ عن البر والاثم، فقال: من قبل ان أسأله عنه یا وابصة: اخبرك بما جئت تسألنی عنه؟ قلت: اخبرنی یا رسول الله۔ قال: جئت تسألنی عن البر والاثم۔ قلت: ای والذی بعثك بالحق، فقال: البر ما انشرح له صدرك والاثم ما حاك فی نفسك وان أفتاك عنه الناس۔

ترجمہ: حضرت وابصہ اسدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا، میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اس لئے آیا کہ میں نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھوں مگر میرے پوچھنے سے قبل حضور ﷺ نے فرمایا:

اے وابصہ رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں بتادوں جو تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! مجھے بتائیے۔ فرمایا تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔آپ نے بالکل صحیح فرمایا۔

فرمایا نیکی وہ عمل ہے جس سے انشراح صدر تمہیں حاصل ہو اور بدی وہ ہے جس سے تمہارے دل میں انقباض ہو۔اگر چہ لوگوں نے تم سے اس کے کرنے کو کہا ہو۔

(دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۱۱۹ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن وابصة بن معبد الاسدی ان رسول الله ﷺ قال لوابصة ثم جئت تسال عن البر والاثم قال قلت نعم۔

ترجمہ: حضرت وابصہ بن معبد الاسدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وابصہ سے فرمایا تم نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھنے آئے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔

(سنن الدارمی باب دع ما یریبک الی ما لا یریبک ج ۲ ص ۳۲۰ رقم الحدیث ۲۵۳۳ دار الکتاب العربی بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال لی ادن یا وابصة ادن یا وابصة فدنوت منه حتی مست رکبتی رکبته فقال یاوابصة اخبرك ما جئت تسألنی عنه او تسألنی فقلت: یا رسول الله فاخبرنی قال: جئت تسألنی عن البر والاثم قلت نعم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے وابصہ رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں بتادوں جو تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! مجھے بتائیے۔فرمایا تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنے آئے وابصہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے بالکل صحیح فرمایا۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۸ مطبوعہ مؤسسہ قرطبیہ مصر)،(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر وابصۃ بن معبد الجہنی ج ۲ ص ۲۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد و البزار، و ابویعلی، والبیهقی و ابو نعیم، عن وابصة الاسدی قال: جئت لاسأل النبی ﷺ عن البر والاثم، فقال: من قبل ان أسأله عنه یا وابصة: اخبرك بما جئت تسألنی عنه؟ قلت: اخبرنی یا رسول الله۔ قال: جئت تسألنی عن البر والاثم۔ قلت: ای والذی بعثك بالحق، فقال: البر ما انشرح له صدرك والاثم ما حاك فی نفسك وان أفتاك عنه الناس۔

ترجمہ: امام احمد و بزار، ابویعلی، بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت وابصہ اسدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا، میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اس لئے آیا کہ میں نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھوں مگر میرے پوچھنے سے قبل حضور ﷺ نے فرمایا:

اے وابصہ رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں بتادوں جو تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بتائیے۔ فرمایا تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ آپ نے بالکل صحیح فرمایا۔

فرمایا نیکی وہ عمل ہے جس سے انشراح صدر تمہیں حاصل ہو اور بدی وہ ہے جس سے تمہارے دل میں انقباض ہو۔ اگرچہ لوگوں نے تم سے اس کے کرنے کو کہا ہو۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصوصیات مصطفی ﷺ محمد ہارون دیوبندی ج ۲ ص ۲۵۱ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)، (المطالب العالیہ ج ۱ ص ۳۱۲-۳۱۴ مطبوعہ مکہ مکرمۃ)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۳ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں۔

وهو الاخبار بالغيب۔

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۳﴾...... یہ بکری بغیر اجازت ذبح ہوئی ہے

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج البیهقی، عن رجل من الانصار: دعت امراة النبی ﷺ الی طعام، فلما وضع اخذ النبی ﷺ لقمة، فجعل یلوکها فی فمه ثم قال: اجد لحم شاة اخذت بغیر حق، فسألت المراة فذکرت ان جارتها ارسلتها بغیر اذن زوجها۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انصاری سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کے کھانے کی دعوت کی۔ جب کھانا رکھا گیا تو حضور ﷺ نے لقمہ لے کر منہ میں اسے چبایا تو فرمایا' میں اس گوشت کو اس بکری کا پاتا ہوں جسے ناحق پکڑ لیا گیا تھا۔ اس عورت سے پوچھا گیا' اس عورت نے کہا کہ اس کی ہمسایہ نے اس گوشت کو اپنے شوہر کی اجازت لئے بغیر بھیجا تھا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۸۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمۃ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن العلاء اخبرنا ادریس اخبرنا عاصم بن کلیب عن ابیه عن رجل من الانصار قال ثم خرجنا مع رسول الله ﷺ فی جنازة فرأیت رسو ل الله ﷺ وهو علی القبر یوصی الحافر اوسع من قبل رجلیه اوسع من قبل رأسه فلما رجع استقبله داعی امراة فجاء وجئ بالطعام فوضع یده ثم وضع القوم فاکلوا فنظر آباونا رسول الله ﷺ یلوك لقمة فی فمه ثم قال اجد لحم شاة اخذت بغیر اذن اهلها فارسلت المرأة قالت یارسول الله انی ارسلت الی البقیع یشتری لی شاة فلم اجد فارسلت الی جار لی قد اشتری شاة ان ارسل الی بها بثمنها فلم یوجد فارسلت الی امرأته فارسلت الی بها فقال رسول الله ﷺ اطعمیه الاساری۔

ترجمہ: انصار کے ایک آدمی سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے آپ قبر کھودنے والے کو وصیت فرما رہے تھے کہ پیروں کی جانب سے قبر کو کشادہ کرو اور سر کی جانب سے قبر کو کشادہ کرو جب آپ واپس ہوئے تو ایک عورت کی طرف سے دعوت دینے والا آیا آپ نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے پس کھانا لایا گیا آپ نے اپنا ہاتھ رکھا پھر قوم نے اپنا ہاتھ رکھا سب نے کھایا ہم نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا آپ اپنے منہ میں ایک لقمہ چبا رہے تھے آپ نے فرمایا مجھے یہ علم ہوا کہ یہ اس بکری کا گوشت ہے جس کو اس کے مالک کی مرضی کے بغیر لیا گیا ہے پھر اس عورت کو بلایا گیا اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے کسی کو منڈی کی طرف بھیجا تھا تا کہ میرے لیے بکری خرید لی جائے تو بکری نہیں ملی میں نے اپنے پڑوسی کو پیغام بھیجا جس نے ایک بکری خریدی تھی کہ وہ بکری مجھے قیمت کے عوض بھیج دے تو وہ پڑوسی نہیں ملا میں نے اس کی بیوی کو پیغام بھیجا تو اس نے اس وہ بکری مجھے بھیج دی تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔

(سنن ابی داؤد باب فی اجتناب الشبہات ج ۳ ص ۲۴۴ رقم الحدیث ۳۳۳۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام علی بن عمر الدارقطنی البغدادی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ اجد لحم شاة اخذت بغیر اذن اهلها۔

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا میں اس گوشت کو اس بکری کا پاتا ہوں جسے اس کے مالک کی اجازت کے ذبح کیا گیا ہے۔

(سنن الدارقطنی ج ۴ ص ۲۸۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۷۶ امطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

قال لحم شاة اخذت بغیر اذن اهلها۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا یہ اس بکری کا گوشت ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کر کے ذبح کی گئی ہے۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۴ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)، (التحقیق فی احادیث الخلاف ج ۲ ص ۲۱۲ رقم الحدیث ۱۵۵۵ امطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۴﴾.....تمہارے پاس اہل جنت کا ایک شخص آ رہا ہے

محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حاشیہ......☆

کنا عند النبی ﷺ فقال النبی ﷺ یطلع علیکم رجل من اهل الجنة فاطلع ابوبکر فسلم ثم اجلس۔

ترجمہ: ہم نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس اہل جنت کا ایک شخص آ رہا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔

(المستدرک کتاب معرفۃ الصحابۃ ج ۳ ص ۱۳۷ رقم الحدیث ۴۴۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاكم وصححه، عن ابن مسعود قال: قال النبی ﷺ یطلع علیکم رجل من هل الجنة فاطلع ابوبکر فسلم ثم جلس۔

ترجمہ: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس اہل جنت کا ایک شخص آ رہا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ روایت کرتے ہیں۔

محمد بن العباس بن الحسین ابوبکر القاص کان شیخاً فقیرا یقص فی جامع المنصور وفی الطرقات والاسواق وسمعته یقول حدثنا ابوبکر محمد بن احمد المفید حدثنا الحسن بن علی بن زید حدثنا حاجب بن سلیمان حدثنا وکیع بن الجراح حدثنا سفیان بن سعید الثوری قال حدثنی سفیان بن عیینة عن عمرو بن دینار عن جابر بن عبدالله قال کنا ثم النبی ﷺ یطلع علیکم رجل لم اصحهما الله بعدی احدا هو خیر منه ولا افضل وله شفاعة مثل شفاعة النبیین فما برحنا حتی طلع ابوبکر الصدیق فقام النبی ﷺ فقبله والتزامه۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس وقت تم پر وہ شخص چمکے گا کہ اللہ نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہیں بنایا اور اس کی شفاعت انبیاء کی شفاعت کی مثل ہوگی پس ہم حاضر ہی تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے قیام فرمایا پھر ان کو بوسہ دیا اور گلے لگایا۔

(تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۲۳-۱۲۴ رقم ۱۱۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

و عن جابر بن عبدالله قال کنا ثم النبی ﷺ فقال یطلع علیکم رجل لم اصحهما الله بعدی احدا هو خیر منه ولا افضل وله شفاعة مثل شفاعة النبیین فما برحنا حتی طلع ابوبکر فقام النبی ﷺ فقبله والتزامه۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس وقت تم پر وہ شخص چمکے گا کہ اللہ نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہیں بنایا اور اس کی شفاعت انبیاء کی شفاعت کی مثل ہوگی پس ہم حاضر ہی تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے قیام فرمایا پھر ان کو بوسہ دیا اور گلے لگایا۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج ۲ ص ۲۸ رقم الحدیث ۴۳۵ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

حاشیہ.....☆

حدیث نمبر ﴿۵﴾......سب سے بد بخت انسان کون ہے؟

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوۂ عشیرہ میں ہم رکاب تھے ایک جگہ ہم نے پڑاؤ کیا وہاں ہم نے چند چھوٹی سی کھجوروں کو دیکھا اور ان کے نیچے مٹی کی دھول پر ہی سو گئے ہمیں نبی ﷺ کے سوا کسی نے بیدار نہ کیا آپ تشریف لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو آہستہ سے ٹٹولا اور حالت یہ تھی کہ ہم مٹی سے لت پت تھے آپ ﷺ نے فرمایا علی اٹھو! کیا میں تمہیں بتلاؤں نہیں کہ سب سے بد بخت انسان کون ہے؟ ایک تو قوم ثمود کا وہ مرد احمر جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پاؤں کاٹے تھے اور دوسرا وہ جو تم پر اس جگہ وار کرے گا۔ آپ نے اپنی سر کی ایک جانب اشارہ کیا اور یہ تر ہو جائے گی آپ نے اپنی داڑھی مبارک پکڑ لی۔ (یعنی سر سے لے کر داڑھی تک خون ہی خون ہوگا)

(دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۷ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۱۴-۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۶۸۶-۶۸۷ رقم الحدیث ۱۱۷۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الآحاد والمثانی ذکر علی بن ابی طالب ج ۱ ص ۱۴۷ رقم الحدیث ۱۷۵ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی نا وکیع قال حدثنی قتیبة بن قدامة الرؤاسی عن ابیه عن الضحاك بن مزاحم قال قال رسول اللہ ﷺ یا علی تدری من شر الاولین وقال وکیع مرة عن الضحاك عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ ثم یا علی تدری من اشقی الاولین قلت واللہ ورسوله اعلم قال عاقر الناقة قال تدری من شر وقال مرة من اشقی الآخرین قلت اللہ ورسوله اعلم قال قاتلك۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۵۶۶ رقم الحدیث ۹۵۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر وصف قاتلہ باشقی الآخرین ص ۱۱۵ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

امام ابو عبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال علی ان رسول اللہ ﷺ عهد الی انی لا اموت حتی اومر ثم تخضب هذه یعنی لحیته من دم هذه یعنی هامته فقتل وقتل ابو فضالة مع علی یو م صفین اسناده ضعیف۔

ترجمہ: تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عہد فرمایا کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک میں خلیفہ نہ بن جاؤ پھر میرے داڑھی کو میرے چہرے کے خون سے رنگ دیا جائے۔

تو آپ رضی اللہ عنہ بھی قتل ہوئے اور ابو فضالہ رضی اللہ عنہ بھی یوم صفین کے روز قتل ہوئے۔

(الاحادیث المختارۃ ج ۲ ص ۳۲۴ رقم الحدیث ۷۰۲ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمہ)

امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

لا اموت حتی تخضب هذه من هذه وضرب بیده علی لحیتهو هامته۔

ترجمہ: میں نہیں مروں گا جب تک میرے داڑھی کو میرے چہرے کے خون سے رنگ نہ دیا جائے۔

(اعلام النبوۃ الباب الثانی عشر فی انذارہ بما سیحدث بعدہ ص ۷۹ او الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حاشیہ......☆

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخبرنا عبیداللہ ان النبی ﷺ قال لعلی یا علی من شقی الاولین والآخرین قال اللہ ورسولہ اعلم قال اشقی الاولین عاقر الناقۃ واشقی الآخرین الذی یطعنک یا علی واشار الی حیث یطعن قال اخبرنا الفضل بن دکین قال اخبرنا سلیمان بن القاسم الثقفی قال حدثتنی امی عن ام جعفر سریۃ علی قالت انی لاصب علی یدیہ الماء اذا رفع رأسہ فاخذ بلحیتہ فرفعھا الی کلاھما فقال واھا لک لتخضبن بدم قالت فاصیب یوم الجمعۃ۔

ترجمہ: حضرت عبیداللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ اگلوں اور پچھلوں میں بدبخت ترین کون ہے۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتا ہے فرمایا اگلوں کا سب سے زیادہ بدبخت ذالح علیہ السلام کی اونٹنی کے ہاتھ پاؤں کاٹنے والا تھا اور پچھلوں کا بدبخت ترین وہ ہوگا جو تمہیں نیزہ مارے گا اور آپ ﷺ نے اس مقام پر اشارہ کیا جہاں وہ نیزہ مارے گا۔

ام جعفر سریہ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھی یکا یک انہوں نے اپنا سر اٹھایا پھر اپنی داڑھی پکڑ کر اسے ناک تک بلند کیا کہ تیرے لئے خوشی ہے کہ تو ضرور ضرور خون میں رنگی جائے گی پھر جمعے کے دن ان پر حملہ کیا گیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۵ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۱۸۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الآحاد والمثانی ذکر علی بن ابی طالب ج ۱ ص ۱۴۵ رقم الحدیث ۱۷۳ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ص ۹۸ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)، (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۱۰۶ رقم الحدیث ۱۷۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (دلائل النبوۃ للاصبھانی ص ۱۳۰ رقم الحدیث ۱۴۳ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (الاحادیث المختارۃ ج ۲ ص ۲۵۔۲۶ رقم الحدیث ۴۰۵ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمۃ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاکم وصححہ عن علی قال قال لی رسول اللہ ﷺ انک ستضرب ضربۃ ھھنا وضربۃ ھھنا واشار الی صدغیہ فیسیل دمھما حتی تخضب لحیتک ولہ طرق کثیرۃ عن علی۔

ترجمہ: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے کہا مجھ سے رسول اللہ ﷺ فرمایا تمہیں اس جگہ اور اس جگہ ضرب لگائی جائے گی اور حضور ﷺ نے دونوں کنپٹیوں کی طرف اشارہ کیا اور ان دونوں زخموں سے خون بہہ کر تمہاری داڑھی کو رنگین کر دے گا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۹۷ رقم الحدیث ۳۱۵۶۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۷ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۲۸۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۸۵۔۱۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۷ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (الاستیعاب ذکر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۲۵ برقم ۱۸۵۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (مسند البزار ج ۴ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۱۴۲۴ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواھب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۳۸ رقم الحدیث ۱۵۵۴۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حاشیہ......☆

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی ثنا ابو کریب وحدثنا القاسم بن عباد الخطابی ثنا سوید بن سعید قالا ثنا رشیدین بن سعد عن یزید بن عبداللہ بن الھاد عن عن عثمان بن صھیب عن ابیہ عن النبی ﷺ ثم انہ قال یوما لعلی رضی اللہ عنہ من اشقی الاولین؟ قال الذی عقر الناقۃ یارسول اللہ ﷺ قال صدقت فمن اشقی الآخرین؟ قال لا علم لی یارسول اللہ قال: الذی یضرب علی ھذہ واشار النبی ﷺ بیدہ الی یا فوخہ۔

فکان علی رضی اللہ عنہ یقول لاھل العراق: اما واللہ لوددت انہ قد فخضب ھذہ یعنی لحیتہ من ھذہ ووضع یدہ علی مقدم راسہ۔ واللفظ لحدیث سوید بن سعید وقال الحضرمی فی حدیث واشار بیدہ الی یافوخہ۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن صہیب اپنے باپ صہیب رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک دن حبیب کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا یہ بتلاؤ پہلے لوگوں میں سے بد بخت شخص کون تھا۔ آپ نے عرض کیا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کیا اور پاؤں کاٹے آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک جواب دیا ہے۔ یہ بتلاؤ پچھلے لوگوں اور آنے والوں میں سے بد بخت کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا معلوم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص آپ کو کنپٹی پر وار کر کے شہید کر دے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل عراق کو فرماتے تھے بخدا میں چاہتا ہوں اور پسند کرتا ہوں کہ کوئی بد بخت اٹھتا اور اس اور اس جگہ (یعنی داڑھی مبارک اور سر اقدس کی اسی جانب) کو خون آلود کرتا اور میں درجۂ شہادت کو پالیتا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۸ ص ۳۸ رقم الحدیث ۷۳۱۱ و ج ۲ ص ۲۴۷ رقم الحدیث ۲۰۳۷۔۲۰۳۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۵ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (صفوۃ الصفوۃ ذکر مقتلہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (البدایۃ والنھایۃ ذکر مقتل امیر المؤمنین علی بن ابی طالب وماورد من الاخبار بمقتلہ وکیفیۃ ج ۷ ص ۳۲۴ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (مسند الحارث زوائد الھیثمی کتاب المناقب باب فضل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۹۰۵ رقم الحدیث ۹۸۵ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)، (مسند ابی یعلی مسند علی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۷۷ رقم الحدیث ۴۸۵ مطبوعہ دارالمأمون للتراث دمشق)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

ا اشقی رجلین ثم قال الاحدثکما کما باشقی الناس رجلین قلنا بلی یارسول اللہ قال احمیر ثمود الذی عقر الناقۃ والذی یضربک یا علی علی ھذہ وضع یدہ علی قرنہ حتی یبل منھا ھذہ واخذ بلحیتہ۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں تمام لوگوں میں سے دو بد بخت آدمیوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کی ضرور یارسول اللہ ﷺ۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایک قوم ثمود کا وہ شخص جس نے اونٹنی کو نچیں کاٹ دی تھیں اور دوسرا وہ شخص اے علی! تیرے اس مقام پر ضرب لگائے گا (حضور ﷺ نے اپنا دست اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر کی چوٹی پر رکھا) یہاں تک کہ اس مقام کے خون سے یہ جگہ بھی تر ہو جائے گی۔

(السیرۃ النبویۃ المعروف سیرت ابن ہشام غزوۃ العشیرۃ ج ۳ ص ۱۴۴ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں۔

اشقی الناس

وذکر اشقی الناس قال وھو احمیر ثمود الذی عقر الناقۃ صالح واسمہ قدار بن سالف وامہ قذیرۃ وھو من التسعۃ رھط المذکورین فی سورۃ النمل وقد ذکرت اسماء ھم فی التعریف والاعلام۔

حاشیہ......☆

سب سے بڑا بد بخت انسان

ترجمہ: علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے بڑا بد بخت انسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ قوم ثمود کا وہ شخص ہے جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں۔ اس کا نام قدار بن سالف ہے اور اس کی ماں قدیرہ ہے۔ یہ ان نو اشخاص میں سے ہے جن کا ذکر سورہ نحل میں ہے۔ میں نے ان کے اسماء کتاب التعریف والاعلام میں ذکر کر دیے ہیں۔

(روض الانف للسہیلی تکملۃ علی بن ابی تراب ج ۳ ص ۴۰۔۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۷۸۹ھ لکھتے ہیں۔

وھو من معجزات النبی ﷺ وھو من باب اخبارہ بالغیوب۔

ترجمہ: یہ معجزات النبی ﷺ میں سے ہیں اور یہ اخبار الغیب کے باب میں سے ہے۔

(تخریج الدلالات السمعیہ الفصل الثانی فی ذکر سہم واخبارھم رضی اللہ عنہم ص ۱۸۸ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

حدیث نمبر ﴿۶﴾......زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھو

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ومن انذارہ ما رواہ عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ من احب ان ینظر الی شھید یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی طلحۃ بن عبیداللہ۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جو ارادہ رکھتا ہو کہ میں زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھوں تو اسے چاہئے کہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔

(اعلام النبوۃ الباب الثانی عشر فی انذارہ بما سیحدث بعدہ ص ۱۸۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان رسول اللہ ﷺ نظر الیہ فقال من احب ان ینظر الی شھید یمشی علی وجہ الارض فلینظر طلحۃ ثم شھد طلحۃ بن عبیداللہ یوم الجمل۔

ترجمہ: بے شک حضور ﷺ نے فرمایا جو چاہے کہ زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھوں تو اسے چاہئے کہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔ پھر طلحہ رضی اللہ عنہ یوم جمل میں شہید ہوئے۔

(الاستیعاب ذکر طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۷۶۶ برقم ۱۲۸۰ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (تلخیص الحبیر لابن حجر عسقلانی ج ۱ ص ۱۳۱ رقم الحدیث ۱۹ مطبوعہ المدینۃ المنورۃ)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایۃ والنھایۃ طلحہ بن عبید اللہ ج ۷ ص ۲۴۹ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۲۵۔۲۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

عن موسی بن طلحۃ عن ابیہ قال کان النبی ﷺ اذا رآنی قال من احب ان ینظر الی شھید یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی طلحۃ بن عبیداللہ اسنادہ حسن۔

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' جو محبوب رکھتا ہے کہ زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھے تو اسے چاہئے کہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔ اس حدیث مبارکہ کی اسناد حسن ہے۔

(الاحادیث المختارۃ ج ۳ ص ۴۴ رقم الحدیث ۸۵۰ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمۃ)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ......☆

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا علی بن محمد و عمرو بن عبداللہ الاودی قالا ثنا وکیع ثنا الصلت الازدی ثنا ابو نضرۃ عن جابر ان طلحۃ مر علی النبی ﷺ فقال ثم شہید یمشی علی وجہ الارض۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا شہید زمین پر چل رہا ہے۔

(سنن ابن ماجہ فضل طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۴۶ رقم الحدیث ۱۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۲۱۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (تخریج الدلالات السمعیۃ ص ۲۳۶ وص ۲۷۰ ذکر طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۶۹۶ رقم الحدیث ۳۳۳۷۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف المیم ج ۲ ص ۵۰۷ رقم الحدیث ۸۳۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر منذر بن مالک رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۱۰۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن ہشام و ذکر عبدالعزیز بن محمد الدراوردی ان النبی ﷺ قال من احب ان ینظر الی شہید یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی طلحۃ بن عبیداللہ۔

ترجمہ: حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ دراوردی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی شہید کو زمین پر چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۲۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۳۸۳ برقم ۲۲۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

من سرہ ان ینظر الی شہید یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی طلحۃ بن عبیداللہ۔

ترجمہ: جو شخص شہید کو زمین پر چلتے پھرتے دیکھنے سے خوش ہو وہ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

(سنن الترمذی باب مناقب طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۴۴ رقم الحدیث ۳۷۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ فضل طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۴۶ رقم الحدیث ۱۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۰۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیہ باب غزوۃ بدر الکبری ج ۲ ص ۴۰۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حدیث نمبر (۷) امام حسین رضی اللہ عنہ اور علم غیب مصطفیٰ ﷺ

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن عساکر عن محمد بن عمرو بن حسن قال: کنا مع الحسین رضی اللہ عنہ بنہر کربلاء فنظر الی شمر بن ذی الجوشن فقال: صدق اللہ ورسولہ قال رسول اللہ ﷺ کانی انظر الی کلب ابقع یلغ فی دماء اہل بیتی و کان شمر ابرص۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عمرو بن حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا ہم امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا کی نہر پر تھے۔ آپ نے شمر بن ذی الجوشن کو دیکھ کر فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا۔ گویا میں چتکبرے کتے کو دیکھ رہا

حاشیہ......☆

ہوں جو میری اہل بیت کا خون پی رہا ہے۔ چونکہ شمر ملعون برص کے مرض میں مبتلا تھا۔

(خصائص الکبری باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البیھقی عن الشعبی قال: ان ابن عمر قدم المدینۃ فاخبر ان الحسین قد توجہ الی العراق فلحقہ فی مسیرۃ لیلتین من المدینۃ فقال لہ: ان اللہ تعالی خیر نبیہ بین الدنیا وبین الآخرۃ فاختار الآخرۃ ولم یرد الدنیا وانکم بضعۃ منہ واللہ لا یلیھا احد منکم ابدا وما صرفھا اللہ عنکم الا للذی ھو خیر لکم فارجعوا فابی فاعتنقہ ابن عمر وقال: استودعک اللہ من قتیل۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے۔ انہیں معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ عراق کی طرف روانہ ہو چکے ہیں تو وہ مدینے سے دو دن کی مسافت پر جا کر ان سے ملے اور ان سے کہا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار کرنے کو فرمایا تو حضور ﷺ نے آخرت کو اختیار کیا اور دنیا کو رد کیا چونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے جزو ہیں۔ خدا کی قسم آپ میں سے کسی کو دنیا کبھی نہیں حاصل ہو گی اور اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات سے اس دنیا کو اس چیز کے ساتھ پھیر دیا ہے جو آپ حضرات کے لئے اس سے بہتر ہے لہذا آپ واپس چلے مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے واپسی سے انکار کر دیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے یہ کہتے ہوئے معانقہ کیا کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں کیونکہ آپ شہید ہیں۔

(خصائص الکبری باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۶ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۷۰۔۴۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر انس بن الحارث رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۲۱ رقم ۲۲۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو الحسن علی بن احمد بن عبدان، اخبرنا احمد بن عبید الصفار، قال حدثنا بشر بن موسی الاسدی، اخبرنا الحسن بن موسی الاشیب، اخبرنا حماد عن عمار بن ابی عمار، عن عبداللہ بن عباس قال: رأیت رسول اللہ ﷺ فیما یری النائم نصف النھار اشعث اغبر فی یدہ قارورۃ فیھا دم فقلت بابی انت یارسول اللہ ما ھذہ؟ قال: ھذا دم الحسین واصحابہ لم ازل التقطہ منذ الیوم قال: فاحصوا ذلک الیوم فوجد قد قتل ذلک الیوم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک دن دوپہر کے وقت خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ آپ کے بال مبارک گرد آلود ہیں اور آپ کے دست مبارک میں خون کی بوتل ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے۔ آج میں شروع دن سے اس خون کو اس وقت تک جمع کرتا رہا ہوں تو میں نے اپنے خواب کے وقت کو یاد رکھا تو یہ وہی وقت تھا جس دن وہ شہید کئے گئے۔

حاشیہ......☆

(دلائل النبوۃ باب ماجاء رؤیۃ النبی ﷺ فی المنام ج ۷ ص ۴۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ماجاء فی بیان مقتل الحسین رضی اللہ عنہ ولا رضی عن قاتلہ ج ۲ ص ۴۷۴۔۵۷۴ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۷۷۸ رقم الحدیث ۱۳۸۰۔۱۳۸۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر مقتل الحسین رضی اللہ عنہ وذکر قاتلہ وابن قتل ومتی قتل ص ۱۴۸۔۱۴۹ مطبوعہ دارالکتب المصریہ)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر حسین بن علی رضی اللہ عنہما ج ۲ ص ۸۱ برقم ۱۷۲۶ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا عبدالرحمن ثنا حماد بن سلمۃ عن عمار بن ابی عمار عن بن عباس قال ثم رأیت النبی ﷺ فی المنام بنصف النہار اشعث اغبر معہ قارورۃ فیہا دم یلتقطہ اویتتبع فیہا شیئا قال قلت یارسول اللہ ما ھذا قال دم الحسین واصحابہ لم ازل اتتبعہ منذ الیوم قال عمار فحفظنا ذلک الیوم فوجدناہ قتل ذلک الیوم۔

ترجمہ: حضرت عمار بن ابی عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں اور آپ دوپہر کے وقت ایک شیشی اٹھائے ہوئے ہیں جس میں خون بھرا ہوا ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ حسین رضی اللہ عنہ اوران کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا خون ہے میں آج دن سے لے کر اب تک یہ خون جمع کرتا رہا ہوں۔ حضرت عمار بن ابی عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے وہ دن یاد رکھا پھر معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اسی دن شہید کیا گیا تھا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۲ رقم الحدیث ۲۱۶۵ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)

امام حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ اخبرنا احمد بن علی المقری اخبرنا ابو عیسی الترمذی اخبرنا ابوسعید الاشج اخبرنا ابو خالد الاحمر قال:حدثنا رزیق قال:حدثنی سلمی قالت دخلت علی ام سلمۃ وھی تبکی فقلت ما یبکیک؟ قالت رأیت رسول اللہ ﷺ فی المنام وعلی راسہ ولحیتہ التراب فقلت مالک یارسول اللہ قال:شھدت قتل الحسین آنفا۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر مبارک اور آپ کی داڑھی شریف گرد آلود ہے۔ یہ حال دیکھ کر میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا ابھی ابھی مقتل حسین سے آرہا ہوں۔

(دلائل النبوۃ باب ماجاء رؤیۃ النبی ﷺ فی المنام ج ۷ ص ۴۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر مقتل الحسین رضی اللہ عنہ وذکر قاتلہ وابن قتل ومتی قتل ص ۱۴۸ مطبوعہ دارالکتب المصریہ)، (تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ج ۱۳ ص ۴۸ رقم الحدیث ۱۸۲۷۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر حسین بن علی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۹۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۸﴾......بے شک امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابوداؤد الحفری عن سفیان عن زید بن ابی زیاد عن بن ابی نعم

حاشیہ......☆

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ثم الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنة ھذا حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

(سنن الترمذی باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام قال ابوعیسیٰ ھذا حدیث حسن صحیح ج ۵ ص ۶۵۶ رقم الحدیث ۳۷۶۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۳ رقم حدیث ۱۱۰۱۲ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (تاریخ بغداد ج ۶ ص ۳۷۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (مسند الحارث زوائد الہیثمی کتاب المناقب باب فضل فاطمۃ بنت رسول اللہ ﷺ والحسن والحسین ج ۲ ص ۹۰۸ رقم الحدیث ۹۸۹ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر قول رسول اللہ من سرہ ان ینظر الی رجل من اھل الجنۃ فلینظر الی الحسین ص ۱۲۹۔۱۳۰ مطبوعہ دارالکتب المصریۃ)، (معجم الصحابۃ ج ۱ ص ۱۴۳ برقم ۱۴۹ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (سیر اعلام النبلاء ذکر حسین بن علی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۸۲۔۲۸۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

قال النبی ﷺ فیه وفی الحسن انھما سیدا شباب اھل الجنة۔

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے بڑے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا: بے شک امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ماجاء فی بیان مقتل الحسین رضی اللہ عنہ ولا رضی عن قاتلہ ج ۲ ص ۲۷۲۔۲۷۳ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)، (ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۱۸)، (مسند احمد ج ۳ ص ۶۲۳)، (للحاکم ج ۳ ص ۱۶۶۔۱۶۷)، (ابن حبان رقم الحدیث ۲۲۲۹)، (حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۳۹)، (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۰۷)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر انھما سیدا شباب اھل الجنۃ ص ۱۲۹ مطبوعہ دارالکتب المصریۃ)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۷۸ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۴ رقم الحدیث ۱۳۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (مختصر المختصر ماجاء فی معجزاتہ ﷺ ج ۱ ص ۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر حسن بن علی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۵۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ج ۱ ص ۵۲۲ برقم ۱۲۵۳ وذکر حسن بن علی رضی اللہ عنہما ج ۲ ص ۱۷ برقم ۱۷۲۱ مطبوعہ دارالجیل بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۲ ص ۵۲۹ رقم الحدیث ۸۷۷۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر﴿۹﴾......سب سے پہلے مجھ سے وہ ملے گی جو تم سب میں دراز دست ہے

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اخرج مسلم عن عائشة قالت قال رسول اللہ ﷺ اسرعکن لحوقا بی اطولکن یداً فکن یتطاولن ایھن اطول یدا فکانت زینب اطول یدا لانھا کانت تعمل بیدھا وتتصدق۔

ترجمہ: مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ازواج میں سے وہ زوجہ مجھے سب سے پہلے ملے گی جو تم سب میں دراز دست ہے۔ تو ہم ناپتی تھیں کہ کس کے ہاتھ طویل ہیں تو وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے ہاتھ طویل تھے کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے عمل کرتیں اور صدقہ دیا کرتی تھیں۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۱۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (مواھب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۰۱۔ حاکم مستدرک ج ۴ ص ۹۵۔ طحاوی مشکل الآثار ج ۱ ص ۸۲۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۷۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۱۸۵۔ کنز العمال رقم الحدیث ۱۵۹۵۲۔ (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،

حاشیہ......☆

(نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج۴ص۲۰۵مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(الشفا بعریف حقوق المصطفیٰ ج۱ص۲۱۱مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج۲ص۳۸۶مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج۸ص۳۴۰۔۳۴۱مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج۷ص۲۱۲مطبوعہ دارالمرفتہ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب اخبارہ ﷺ بالمغیبات ج۸ص۲۹۲مطبوعہ موسستہ المعارف بیروت)،(البدایۃ والنھایۃ تزویجہ بزینب بنت جحش ج۴ص۱۴۹مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)،(السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ذکر نزول الحجاب صبیحۃ عرسھا الذی ولی اللہ عقد نکاحہ ج۳ص۲۷۶مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)،(صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ج۲ص۴۹مطبوعہ دارالمعرفتہ بیروت)،(الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج۱ص۲۷۱رقم الحدیث ۱۷۹۷مطبوعہ دارالفکر بیرونت)،(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ج۲ص۵۴مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)،(طبقات ابن سعد ج۸ص۵۵مطبوعہ دارصادر بیروت)

قال محمد بن عمر هذا الحديث وهل في سودة وانما هو في زينب بنت جحش وكانت اول نساء رسول الله ﷺ لحوقا به وتوفيت في خلافة عمر بن الخطاب وبقيت سودة بنت زمعة فيما حدثنا محمد بن عبدالله بن مسلم عن ابيه ان سودة توفيت في شوال سنة اربع وخمسين بالمدينة في خلافة معاوية بن ابي سفيان قال محمد بن عمر وهذا الثبت عندنا۔

ترجمہ: لیکن محمد بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں راوی کو وہم ہوگیا ہے آپ ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا اور یہ انتقال دور فاروقی میں ہوا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال محمد بن عبداللہ بن مسلم کی روایت کے مطابق دور معاویہ میں شوال ۵۴ھ کو ہوا اور یہی روایت ہمارے نزدیک زیادہ صحیح وقابل اعتماد ہے۔

(طبقات ابن سعد ج۸ص۵۵مطبوعہ دارصادر بیروت)

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

وهي اول نساء رسول الله ﷺ وفاة۔

ترجمہ: وہ (زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) رسول اللہ ﷺ کے وفات ہونے والی سب سے پہلی بیوی تھی۔

(الثقات ج۳ص۱۴۴برقم ۴۸۵مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وكانت اول نساء النبي ﷺ وفاة بعده ولحوقا به ﷺ روى اسماعيل بن ابي خالد عن الشعبي عن عبدالرحمن بن ابزى قال صليت مع عمر على ام المؤمنين زينب بنت جحش وكانت اول نساء النبي ﷺ وفاة۔

حدثنا عبدالوارث حدثنا قاسم بن اصبغ حدثنا احمد بن زهير حدثنا معاوية بن عمرو حدثنا المسعودي عن القاسم قال كانت زينب بنت جحش وكانت اول نساء النبي ﷺ لحوقا به۔

ترجمہ: وہ (زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) سب سے پہلی ملنے والی بیوی تھی۔

(الاستیعاب ذکر ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ج۴ص۱۸۵۰برقم ۳۳۵۵مطبوعہ دارالجیل بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اول من يلحقني من اهلي انت يافاطمة واول من يلحقني من ازواجي زينب وهي اطولكن كفا۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج۱ص۱۶۸رقم الحدیث ۲۸۳۲مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج۱ص۴۳۵رقم الحدیث ۴۶۸۸مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حاشیہ......☆

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں۔

وفی الحدیث انه قال لازواجه اسرعکن بی اطولکن یدا فاجتمعن یتطاولن فطالتهن سودة فماتت زینب تلك صفة زینب بنت جحش۔

ترجمہ: حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے کہا تم میں سب سے پہلے مجھے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ایک جگہ جمع ہوکر اپنے ہاتھوں کی پیمائش کرنے لگیں۔حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ طویل تھے مگر ان میں سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے وصال فرمایا۔حضور ﷺ نے ہاتھ کی طوالت سے صدقہ اور نیکی میں زیادتی مراد لی تھی اور یہ خوبی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔

(روض الانف من شرح شعرہ ج ۲ ص ۳۶۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن ابراهیم ثنا محمد بن سفیان بن موسی الصفار ثنا محمد بن آدم ثنا محمد بن السماك عن اسماعیل بن ابی خالد عن عامر ثنا عبدالرحمن بن ابزی قال صلیت خلف ابن عمر علی زینب زوج النبی ﷺ بالمدینة وکانت اول نسائه بعده موتا فکبر علیها اربعا۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن ابزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے زینب رضی اللہ عنہا زوج نبی ﷺ کی نماز جنازہ پڑھی آپ ﷺ کی پردہ فرمانے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا پہلی زوجہ مطہرہ تھیں جنہوں نے وفات پائی۔چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہی۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر محمد بن صبیح بن سماک رحمۃ اللہ علیہ ج ۸ ص ۲۱۱ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

وهی اول نساء رسول اللہ ﷺ وفاة بعده۔

ترجمہ: وہ (زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) رسول اللہ ﷺ کے وفات ہونے والی سب سے پہلی بیوی تھی۔

(دلائل النبوۃ امام بیہقی باب تسمیۃ ازواج النبی ﷺ واولادہ رضی اللہ عنہم ج ۷ ص ۲۸۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطیب متوفی ۸۱۰ھ لکھتے ہیں۔

وهی اول ازواجه لحوقا به۔

ترجمہ: وہ (زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) سب سے پہلی ملنے والی بیوی تھی۔

(وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۵۷ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)

امام محمد بن عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں۔

وروی البزار عن عبدالرحمن بن ابزی انه صلی مع عمر علی زینب فکبر اربعا وکانت اول نساء النبی ﷺ موتا۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن ابزی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھی چار تکبیرات کہی اور یہ آپ ﷺ کے سب سے پہلی بیوی تھی جس کی وفات ہوئی تھی۔

(شرح الزرقانی علی الموطاء ج ۲ ص ۸۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ......☆

علامہ سید محمد بن محمد مرتضی حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبرانی من طریق الشعبی ان عبدالرحمن بن ابزی اخبره انه صلی مع عمر علی زینب نبت جحش و کانت اول نساء النبی ﷺ ماتت بعده۔

(اتحاف سادة المتقین ج ۸ ص ۳۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

قال الواقدی وغیره من اهل السیر والمغازی والتواریخ توفیت سنة عشرین من الهجرة وصلی علیها امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی الله عنه ودفنت بالبقیع وهی اول امراة صنع لها النعش۔

(البدایة والنهایة تزویجه بزینب بنت جحش ج ۴ ص ۱۴۹ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرة النبویة لابن کثیر ذکر نزول الحجاب صبیحۃ عرسھا الذی ولی اللہ عقد نکاحہ ج ۳ ص ۲۷۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حدیث نمبر (۱۰)......اویس قرنی رضی اللہ عنہ اور علم غیب مصطفیٰ ﷺ

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج مسلم عن عمر قال: ان رسول الله ﷺ حدثنا ان رجل من اهل الیمن یقدم علیکم ولا یدع بها الا اماله قد کان به بیاض فدعا الله ان یذهبه عنه فاذاهبه عنه الا موضع الدینار یقال له اویس فمن لقیه منکم فلیامره فلیستغفر له۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے ارشاد فرمایا کہ اہل یمن کا ایک شخص تمہارے پاس آئے گا اور یمن میں صرف اپنی والدہ کو ہی چھوڑ کر آئے گا۔ اس کے جسم پر سفیدی تھی تو اس نے اللہ عزوجل سے اسے دور کرنے کی دعا کی تو وہ سفیدی اس سے جاتی رہی۔ صرف ایک دینار کے برابر سفیدی باقی ہے۔ اس کا نام اویس رحمۃ اللہ علیہ ہے تو تم میں سے جو کوئی اس سے ملاقات کرے تو اسے چاہئے کہ اس سے مغفرت کی دعا کی درخواست کرے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۰۔۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (تھذیب التھذیب ج ۱ ص ۳۸۶۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۷۸)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البیهقی من وجه آخر عن عمر ان رسول الله ﷺ سیکون فی التابعین رجل من قرن یقال له: اویس بن عامر یخرج به رضح فیدعو الله ان یذهبه عنه فیذهبه فیقول: اللهم دع لی فی جسدی منه ما اذکر به نعمتك علی فیدع له فی جسده فمن ادرکه منکم فاستطاع ان یستغفرله فلیستغفر له۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تابعین میں قرن کا ایک شخص ہوگا۔ اس کا نام اویس بن عامر رحمۃ اللہ علیہ ہوگا۔ اس کے جسم میں سفیدی ظاہر ہوگی وہ اللہ عزوجل سے اسے دور کرنے کی دعا کرے گا اور وہ دور ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ دعا کرے گا ''اللهم دع لی فی جسدی منه ما اذکر به نعمتك علی '' اے خدا میرے جسم سے اس سفیدی کو دور کردے اور میرے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے کہ میں تیری نعمت کو یاد رکھوں تو اللہ عزوجل اس کے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے گا لہٰذا تم میں سے کوئی اگر اس سے ملے تو اور وہ استطاعت رکھتا ہو کہ اس سے استغفار

حاشیہ......☆

کرائے تو اسے لازم ہے کہ اس سے استغفار کی درخواست کرے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴۔۳۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر اویس بن عامر القرنی سید العباد وعلم الاصفیاء ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر اویس القرنی رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۲۰ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قالوا یارسول اللہ کیف لنا برجل منھم قال ذاك اویس القرنی قالوا وما اویس القرنی قال اشھل ذا صھوبة بعید ما بین المنکبین معتدل القامة آدم شدید الادمة ضارب بذفنه الی صدره رام بذقنه الی موضع سجوده واضع یمینه علی شماله یتلو القرآن یبکی علی نفسه ذو طمرین لا یؤبه له متزر بازار صوف ورداء صوف مجھول فی اھل الارض معروف فی اھل السماء لو اقسم علی اللہ لا بر قسمه الا وان تحت منکبه الا یسر لمعة بیضاء الا وانه اذا کان یوم القیامة قیل للعباد ادخلوا الجنة ویقال لاویس قف فاشفع فیشفع اللہ عزوجل فی مثل عدد ربیعة ومضر یا عمرو و یا علی اذا انتما لقیتماہ فاطلبا الیه ان یستغفر لکما یغفر اللہ لکما۔

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ ان بزرگوں میں سے ہمیں کوئی آدمی مل سکتا ہے؟ فرمایا ہاں "اویس قرنی" ہے جس سے تمہاری ملاقات ہوگی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی علامات پوچھیں ارشاد فرمایا اس کی آنکھیں سرخ مائل ہوں گی سرخ بالوں والا ہوگا۔ کشادہ کاندھوں والا میانے قد والا گندم گوں، سینے پر بالوں والا، دایاں بائیں پر رکھتا ہوگا قرآن کی تلاوت کرے گا اور اپنے پر بہت روتا ہوگا اہل سماء میں مشہور ہے اگر اللہ پر کسی کام کے کرنے کی قسم کھالے تو اللہ اسے اپنی قسم میں بری کر دیتا ہے سنو اس کے بائیں کاندھے کے نیچے ایک چمک ہوگی اہل زمین میں اسے کوئی نہیں جانتا اون کا ازار باندھا ہوگا اون ہی کی چادر اوڑھی ہوگی خوب سن لو۔ قیامت کے دن عام لوگوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اویس رضی اللہ عنہ سے کہا جائے گا کہ ادھر کھڑے ہو جاؤ اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی اے عمر و علی رضی اللہ عنہما جب تمہاری ان سے ملاقات ہوگی تو ان سے استغفار کرانا اللہ تمہاری مغفرت فرمائے گا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر اویس بن عامر القرنی سید العباد وعلم الاصفیاء ج ۲ ص ۸۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر اویس بن عامر رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۱۹ رقم ۵۰۰ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

سیکون فی امتی رجل یقال له اویس بن عبداللہ القرنی وان شفاعة فی امتی مثل ربیعة ومضر۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف السین ج ۱ ص ۲۹۳ رقم الحدیث ۴۷۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۶۹۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ خلیلی من ھذہ الامة اویس القرنی۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اس امت میرا خلیل اویس قرنی ہے۔

(طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۲۴۰ رقم الحدیث ۳۹۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۸۵ رقم الحدیث ۶۰۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن سعد والحاکم عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال: نادی رجل من اهل الشام یوم صفین فقال فیکم اویس القرنی؟ قالوا: نعم قال انی سمعت رسول الله ﷺ یقول ان من خیر التابعین اویس القرنی ثم ضرب دابته فدخل فیهم۔

ترجمہ: ابن سعد و حاکم رحمہما اللہ نے عبدالرحمٰن بن ابولیلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ جنگ صفین کے روز اہل اشام کے ایک آدمی نے پکارا کہ کیا تم میں اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا ہاں ہیں۔ اس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ خیر التابعین ہیں۔ اس کے بعد وہ شخص اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اپنے لشکر میں چلا گیا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) حاکم مستدرک ج ۳ ص ۴۰۲۔ ، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۵۴۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۲۴۴ رقم الحدیث ۴۰۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۹۱ رقم الحدیث ۶۱۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابوبکر بن مالك ثنا عبدالله بن احمد بن حنبل حدثنی ابی وعبیدالله بن عمر قالا ثنا عبدالله بن الاشعث بن سوار عن محارب بن دثار قال قال رسول الله ﷺ ان من امتی من لا یستطیع ان یاتی مسجده او مصلاه من العری یحجزه ایمانه ان یسال الناس منهم اویس القرنی وفرات بن حیان۔

ترجمہ: حضرت محارب بن دثار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ میری امت میں سے ایسے لوگ ہیں جو ننگے ہونے کی وجہ سے اپنی مسجد اور عیدگاہ میں نہیں جا سکتے اور ان کا ایمان ان کو لوگوں سے مانگنے سے روکتا ہے ان میں سے اویس قرنی اور فرات بن حیان رضی اللہ عنہما ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عبدالرحمٰن بن مھدی رحمۃ اللہ علیہ ج ۹ ص ۳۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر اویس بن عامر رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۲۱ برقم ۵۰۰ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن سعد والحاکم من طریق أسیر بن جابر عن عمر انه قال لاویس القرنی استغفرلی قال: کیف استغفر لك وانت صاحب رسول الله ﷺ قال سمعت رسول الله ﷺ یقول ان خیر التابعین رجل یقال له اویس القرنی۔

ترجمہ: ابن سعد و حاکم رحمہما اللہ نے بطریقہ اسیر بن جابر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں آپ کے لئے کیونکر استغفار کروں جبکہ آپ خود رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے

حاشیہ.....☆

فرمایا خیر التابعین وہ شخص ہے جس کا نام اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۱۱﴾......دو عظیم گروہوں کے درمیان اللہ عزوجل اس کے ذریعہ صلح کرائے گا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

للحسن ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔

ترجمہ: بخاری رحمۃ ا یہ نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بابت فرمایا میرا یہ فرزند سردار ہے اور توقع ہے کہ اللہ عزوجل مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان اس کے ذریعہ صلح کرائے گا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواھب اللدنیہ ج ۳ ص ۱۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۴۔۲۱۵ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۲۸۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۱۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۰۹ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ماجاء فی الصلح وما کان بعدہ ج ۷ ص ۲۵۰ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبھانی ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۱۱۴ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۷۶۸ رقم الحدیث ۱۳۵۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (فضائل الصحابۃ للنسائی ص ۱۹۔۲۰ رقم الحدیث ۶۲۔۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۵ ص ۲۲۳ رقم الحدیث ۱۸۵۲ وقال اسناد صحیح مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثہ مکہ مکرمۃ)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر وصف قاتلہ باشقی الآخرین ص ۱۲۵ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)، (اعلام النبوۃ الباب الثانی عشر فی انذارہ بما سیحدث بعدہ ص ۱۸۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۳۳ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول لابن کثیر فصل الاخبار بالغیوب المستقبلیۃ ص ۲۱۲ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ج ۱ ص ۷۲۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۳۲ رقم الحدیث ۲۱۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۲۸۷۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۵۳۱ رقم الحدیث ۱۷۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر حسن بن علی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۵۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر حسن بن علی رضی اللہ عنہما ج ۲ ص ۷۱ برقم ۱۷۲۱ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (صحیح بخاری رقم الحدیث ج ۴ رقم الحدیث ۶۳۲۹)، (سنن الترمذی ج ۵ رقم الحدیث ۳۷۹۸)، (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ج ۴۶۶۲۳)، سنن النسائی ج ۲ رقم الحدیث ۱۴۰۹، صحیح ابن حبان ج ۱۵ رقم الحدیث ۶۹۶۴، مسند احمد ج ۵ ص ۵۱، ۴۴، طبرانی کبیر ج ۳ رقم الحدیث ۲۵۹۱، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۷۵) (طبرانی صغیر باب المیم ج ۱ ص ۱۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبھانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

قال الامام رحمہ اللہ فی ھذا الحدیث من دلالۃ النبوۃ انہ کان الامر کما ذکر ﷺ اصلح اللہ بہ بین جند العراق و جند الشام۔

ترجمہ: امام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نبوۃ پر دلالت کرتی ہے کہ اسی طرح ہوا جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ عزوجل نے اس کے ذریعے عراقی اور شامی لشکروں میں صلح فرما دیا۔

(دلائل النبوۃ للاصبھانی ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۱۱۴ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

حاشیہ.....☆

حدیث نمبر﴿۱۲﴾.....ام ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہا شہیدہ ہے

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخبرنا ابو الحسن علی بن احمد بن عمر بن حفص المقری بن الحمامی رحمہ اللہ ببغداد ثنا احمد بن سلمان النجار ثنا جعفر بن محمد بن شاکر ثنا ابونعیم ثنا الولید بن جمیع حدثتنی جدتی عن ام ورقة بنت عبداللہ بن الحارث ثم وکان رسول اللہ ﷺ یزورھا ویسمیھا الشھیدة وکانت قد جمعت القرآن وکان رسول اللہ ﷺ حین غزا بدرا قالت تاذن لی فاخرج معك امرض مرضکم لعل اللہ تعالٰی یھدی لی شھادة قال ان اللہ تعالٰی مھد لك شھادة فکان یسمیھا الشھیدة وکان النبی ﷺ قد امرھا ان تؤم اھل دارھا وانھا غمتھا جاریة لھا وغلام کانت قد دبرتھما فقتلاھا فی امارة عمر فقیل ان ام ورقة قتلتھا جاریتھا و غلامھا وانھما ھربا فاتی فکانا اول مصلوبین بالمدینة فقال عمر رضی اللہ عنہ صدق رسول اللہ ﷺ کان یقول انطلقوا نزور الشھیدة۔

ترجمہ: حضرت ام ورقہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی ملاقات کے لیے رسول اللہ ﷺ تشریف لے جاتے اور آپ نے ان کا نام الشہیدۃ رکھا تھا، وہ قرآن کی حافظہ تھیں جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر کے لیے تشریف لے گئے تو انہوں نے کہا آپ مجھے اجازت دیں تو میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں اور زخمیوں کی مرہم پٹی اور بیماریوں کی تیمارداری کروں، شاید اللہ تعالٰی مجھے شہادت عطا فرمائے آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالٰی تم کو شہادت عطا فرمائے گا اور آپ ان کو الشہیدۃ کہتے تھے اور نبی کریم ﷺ نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر کی خواتین کی امامت کیا کریں ان کو مال غنیمت میں سے ایک باندی اور ایک غلام ملا تھا جن کو انہوں نے مدبر کر دیا تھا (یعنی ان سے کہہ دیا تھا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان دونوں نے حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو قتل کر دیا اور دونوں بھاگ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان کو پکڑ لیا گیا اور ان دونوں کو سولی پر لٹکایا، مدینہ طیبہ میں ان کو سب سے پہلی سولی دی گئی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا آپ فرماتے تھے چلو الشہیدہ کی زیارت کے لیے چلیں۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی جماع ابواب اثبات امامۃ المرأۃ وغیرھا ج ۳ ص ۱۳۰ رقم الحدیث ۵۱۳۶ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ لابن حجر عسقلانی ج ۸ ص ۳۲۱ برقم ۱۲۲۹۴ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۴۰۵ رقم الحدیث ۲۷۳۲۳ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (صحیح ابن خزیمۃ جماع ابواب صلاۃ النساء فی الجماعۃ باب امامۃ المرأۃ النساء فی الفریضۃ ج ۳ ص ۸۹ رقم الحدیث ۱۶۷۶ مطبوعہ المکتب السلامی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج ابوداود وابونعیم عن جمیع وعبدالرحمن بن خلاد الانصاری عن ام ورقة بنت نوفل ان النبی ﷺ لما غزا بدرا قالت: یارسول اللہ ائذن لی فی الغزو معك لعل اللہ تعالی ان یرزقنی شھادة قال قری فی بیتك فان اللہ یرزقك الشھادة فکانت تسمی الشھیدة وکانت قد قرات القرآن ثم انھا دبرت غلاما لھا و جاریة فقاما الیھا من اللیل فغماھا بقطیفة حتی ماتت وذلك فی امارة عمر فامر بھا فصلبا فکانا اول مصلوب بالمدینة

ترجمہ: ابوداؤد وابونعیم رحمہما اللہ نے جمیع اور عبدالرحمٰن بن خلاد انصاری رضی اللہ عنہما سے ان دونوں نے ام ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ جب بدر گئے تو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے غزوہ بدر میں اپنی معیت میں جانے کی اجازت دیجئے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالٰی مجھے شہادت نصیب فرمائے۔ آپ نے فرمایا تم اپنے گھر میں بیٹھی رہو۔ اللہ عزوجل تمہیں شہادت نصیب فرمائے گا۔ تو ان کو لوگ شہیدہ کے نام سے پکارتے تھے۔

حاشیہ......☆

اس کی شہادت کا واقعہ یہ ہوا کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کررہی تھیں اور انہوں نے ایک غلام اور باندی کو مدبر کیا تھا۔ وہ دونوں رات کے وقت ان کے پاس آئے اور ایک چادر سے ان کا گلا گھونٹا یہاں تک کہ وہ فوت ہوگئیں۔ یہ واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان دونوں کو حکم دیا اور دونوں کو سولی دی گئی۔ یہ دونوں مدینہ منورہ میں سب سے پہلے سولی چڑھنے والے تھے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۸۔۲۲۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۸۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) مسند احمد ج ۶ ص ۴۰۵) الاصابہ ج ۴ ص ۵۰۵)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۷ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)، (اعلام النبوۃ ص ۱۶۵ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقال صدق رسول اللہ ﷺ حین کان یقول انطلقوا بنا نزور الشھیدۃ۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ نے سچ فرمایا تھا چنانچہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ شہیدہ کے گھر چلو۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب باب الواو ج ۴ ص ۱۹۶۵ برقم ۴۲۲۴ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

امام محمد ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فقال عمر صدق رسول اللہ کان یقول انطلقوا بنا نزوروا لشھیدۃ۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ نے سچ فرمایا تھا چنانچہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ آؤ شہیدہ کی ملاقات کے لئے چلیں۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۷۵ مطبوعہ دارصادر بیروت)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال عمر رضی اللہ عنہ صدق رسول اللہ ﷺ کان یقول انطلقوا فزوروا لشھیدۃ۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ نے سچ فرمایا تھا چنانچہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ شہیدہ کے گھر چلو۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر ام ورقۃ انصاریہ رضی اللہ عنہا ج ۲ ص ۶۳ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

امام ابی الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔ (آؤ ام فرقہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کریں)

فقال عمر صدق رسول اللہ کان یقول انطلقوا بنا نزور الشھیدۃ رحمھا اللہ۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا آؤ شہیدہ کی زیادت کریں۔

(صفوۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۳۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرجہ ابن راھویہ وابن سعد والبیھقی وابونعیم من وجہ آخر وزاد فی آخرہ فقال عمر: صدق رسول اللہ ﷺ وکان یقول انطلقوا نزور الشھیدۃ۔

ابن راہویہ ابن سعد بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے دوسری سند کے ساتھ اسے روایت کیا۔ اس میں اسنا زیادہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حاشیہ......☆

نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا آؤ شہیدہ کی زیادت کریں۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۹ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۱۳﴾......لیکن وہ شخص نعلین مبارک کو سینے والا شخص ہے یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

امام محب الدین ابو العباس احمد بن عبد اللہ متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ یقول ان منکم من یقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ قال ابوبکر رضی اللہ عنہ انا ہو یارسول اللہ قال لا ولکن خاصف النعل فی الحجرۃ وکان اعطی علیا نعلہ یخصفھا۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ بے شک تم میں سے ایک تاویل قرآن پر جھگڑا کرے گا جیسے کہ اس کے نزول پر جھگڑا کیا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کیا وہ میں ہوں اے اللہ کے رسول ﷺ تو حضور ﷺ فرمانے لگے نہیں بلکہ جوتے کے سینے والا حجرے میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جوتا مبارک دیا تھا تا کہ اس کو سی لے۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ص ۷۶ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد اللہ قال حدثنی ابی قثنا یحیی بن آدم نا یونس عن ابی اسحاق عن زید بن یثیع قال قال رسول اللہ ﷺ لینتھین بنو ولیعۃ او لا بعثن الیھم رجلا کنفسی یمضی فیھم امری یقتل المقاتلۃ ویسبی الذریۃ قال فقال ابوذر فما راعنی الا برد کف عمر فی حجزتی من خلفی فقال من تراہ یعنی قلت ما یعنیک ولکن خاصف النعل۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۵۷۱ رقم الحدیث ۹۶۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فقال ابوبکر انا ہو یارسول اللہ قال لا قال لہ عمر انا ہو یارسول اللہ قال لا ولکنہ خاصف النعل قال وفی کف علی نعل یخصفھا لرسول اللہ ﷺ۔

(تاریخ بغداد ج ۸ ص ۴۳۳ برقم ۴۵۴۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج الحاکم وصححہ والبیھقی عن ابی سعید قال: کنا مع رسول اللہ ﷺ فانقطعت نعلہ فتخلف علی یخصفھا فمشی قلیلا ثم قال ان منکم من یقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ فقال ابوبکر انا قال: لا قال عمر: انا قال: لا ولکن خاصف النعل۔

ترجمہ: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ کی نعلین مبارک ٹوٹ گئی تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پیچھے رہ کر اسے سینے لگے پھر کچھ دور چل کر فرمایا تم میں سے ایک شخص وہ ہے جو قرآن کی تاویل پر جنگ کرے گا جس طرح کہ میں اس کی تنزیل پر جنگ کرتا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حاشیہ.....☆

نے عرض کیا کیا وہ میں ہوں؟ فرمایا نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ہوں؟ فرمایا نہیں۔ لیکن وہ شخص نعلین مبارک کو سینے والا شخص ہے یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۶۱۳ رقم الحدیث ۳۲۹۶۷ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۱۴﴾.....سب سے پہلے جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنی امیہ کا آدمی ہوگا یعنی یزید

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن ابی شیبة وابویعلی والبیهقی عن ابی ذر سمعت رسول الله ﷺ یقول ان اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیة۔

قال البیهقی: یشبه ان یکون هو یزید بن معاویة۔

ترجمہ: ابن ابی شیبہ وابویعلی اور بیہقی رحمہم اللہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے پہلے جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنی امیہ کا آدمی ہوگا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا شبہ ہوتا ہے کہ غالباً وہ آدمی یزید بن معاویہ ہے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۲۸۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۴۳۵ رقم الحدیث ۴۶۸۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۲۸۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحکم بن موسی ثنا الولید بن مسلم عن الاوزاعی عن مکحول عن ابی عبیدة بن الجراح قال قال رسول الله لا یزال امر امتی قائما بالقسط حتی یکون اول من یثمله رجل من بنی امیة یقال له یزید۔

ترجمہ: حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دین ہمیشہ معتدل اور عدل وانصاف پر قائم رہے گا البتہ بنی امیہ کا ایک آدمی جس کا نام یزید ہے اس میں رخنہ ڈالے گا۔

(بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث ﷺ وائد الہیثمی کتاب الامارۃ باب فی ولاۃ السوء ج ۲ ص ۶۴۲ رقم الحدیث ۶۱۶ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن منیع والبیهقی وابونعیم عن ابی عبیدة بن الجراح قال قال رسول الله ﷺ لا یزال هذا الامر معتدلاً قائما بالقسط حتی یثلمه رجل من بنی امیة یقال له یزید۔

ترجمہ: ابن منیع وابویعلی وبیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دین ہمیشہ معتدل اور عدل وانصاف پر قائم رہے گا البتہ بنی امیہ کا ایک آدمی جس کا نام یزید ہے اس میں رخنہ ڈالے گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۴ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابو نعیم عن معاذ بن جبل ان النبی ﷺ قال اتتکم الفتن کقطع اللیل المظلم کلما ذهب رسل جاء رسل تناسخت النبوة فصارت ملکا امسک یا معاذ واحص فلما بلغت خمسة قال یزید لا یبارك الله فی یزید ثم ذرفت عیناه فقال نعی الی حسین واتیت بتربته واخبرت بقتله فلما بلغت عشرة قال الولید اسم فرعون هادم شرائع الاسلام یبؤ بدمه رجل من اهل بیته۔

ترجمہ: ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم پر اندھیری رات کے ٹکڑے کی مانند فتنے آئے جب ایک رسول گیا دوسرا رسول آ گیا اور نبوت منسوخ ہوگئی اور بادشاہت آ گئی۔اے معاذ رضی اللہ عنہ یاد رکھو اور گنو۔پھر جب پانچ تک پہنچے تو فرمایا یزید۔اللہ عزوجل یزید میں برکت نہ دے اس کے بعد آپ کے چشمان مبارک سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا مجھے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی اور ان کے مقتل کی مٹی لائی گئی ہے اور مجھے ان کے قاتل کی خبر دی گئی۔اس کے بعد جب شمار دس تک پہنچی تو فرمایا ولید۔یہ فرعون کا نام ہے۔وہ اسلامی شریعت کا ڈھانے والا ہوگا۔اس کے اہلبیت کا ایک آدمی اس کا خون بہائے گا۔
(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر﴿۱۵﴾......عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہیں باغی جماعت شہید کرے گی

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج الشیخان عن ابی سعید ومسلم عن ام سلمة وابی قتادة ان رسول الله ﷺ قال لعمار تقتلك الفئة الباغیة هذا الحدیث متواتر رواه من الصحابة بضعة عشر کما بینت ذلك الاحادیث المتواترة۔

ترجمہ: شیخین رحمہما اللہ نے ابوسعید و مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہیں باغی جماعت شہید کرے گی۔یہ حدیث متواتر ہے اسے دس صحابیوں نے روایت کیا ہے جیسا کہ احادیث متواترہ میں میں نے اسے بیان کیا ہے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(طبرانی صغیر باب العین من اسمہ عمر ج۱ ص ۱۸۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (مواھب اللدنیہ ج ۳ ص ۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۴۷۔۲۸۱۲۔صحیح مسلم رقم الحدیث ۷۰۔۷۲۔۷۳۔مسند الطیالسی ص ۲۸۸ رقم الحدیث ۲۰۶۸)،ودلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۲ ص ۵۴۶۔(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب فیما کان بینھم یوم صفین رضی اللہ عنھم ج ۷ ص ۲۴۴۔۲۴۵ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)،(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۳۲۰ رقم الحدیث ۹۵۴ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)،(کنز العمال رقم الحدیث ۳۶ ۳۳۷ ۔۳۳۵۵۱)،(البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۰ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)،(سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۱۵۱۔۱۵۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۲۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۷۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۳۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(مسند ابن جعد ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۱۱۷۵ و ص ۲۳۵۔۲۳۶ رقم الحدیث ۱۶۲۱۔۱۶۲۲ مطبوعہ موسسۃ نادر بیروت)،(احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۵ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)،(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۲۰ مطبوعہ دارالمرفۃ بیروت)،(الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۰۸ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)،(کنز العمال ج ۱۱ ص ۳۴۴۔۳۴۵ رقم الحدیث ۳۱۶۹۸ ص ۳۵۱ رقم الحدیث ۳۱۷۱۸۔۳۱۷۱۹ ص ۲۲۷ رقم الحدیث ۳۳۵۳۲۔۳۳۵۳۳ ص ۲۵۷ رقم الحدیث ۳۳۵۴۹۔۳۳۵۵۰۔۳۳۵۵۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)،(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج ۱ ص ۱۹۷ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)

حاشیہ.....☆

(فضائل الصحابۃ للنسائی ص ۵۱ رقم الحدیث ۱۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (معجم الشیوخ ص ۲۸۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الآحاد والمثانی ذکر ابی قتادۃ الانصاری ج ۳ ص ۴۳۶ رقم الحدیث ۱۸۷۰ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)، (البدایۃ والنھایۃ ج ۷ ص ۳۱۲ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ النبویۃ فصل بناء مسجدہ الشریف فی مدۃ مقامہ علیہ السلام بدار ابی ایوب رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۶۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (معجم الصحابۃ ج ۱ ص ۲۳۶ برقم ۲۶۷ و ج ۲ ص ۳۷۶ برقم ۹۲۲ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (تخریج الدلالات السمعیۃ ص ۹۷ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۷۸ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول لابن کثیر فصل الاخبار بالغیوب المستقبلیۃ ص ۲۱۲ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (الثقات لابن حبان ذکر قدوم النبی المدینۃ ج ۱ ص ۱۳۵ و ص ۱۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الذریۃ الطاھرۃ النبویۃ ص ۱۷ رقم الحدیث ۱۰۹ مطبوعہ الدار السلفیۃ الکویت)، (السیرۃ النبویۃ واخبار الخلفاء لابن حبان ص ۱۴۳ و ص ۵۴۲ ذکر قدوم النبی ﷺ المدینۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف العین ج ۱ ص ۳۴۶ رقم الحدیث ۵۵۹۸ و حرف العین حدیث صحیح ج ۱ ص ۳۴۶ رقم الحدیث ۵۶۰۷ و ج ۲ ص ۵۷۲ رقم الحدیث ۹۶۴۰ حرف الواو مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ج ۱۳ ص ۴۰ رقم الحدیث ۱۸۲۵۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۴۸۲ رقم الحدیث ۱۷۸۹۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۳۳ رقم الحدیث ۵۴۱۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۱۹ ۔ ۴۲۰ ۔ ۴۲۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۵۲ ۔ ۲۵۳ ۔ ۲۵۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (الاستیعاب ذکر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۳۹ برقم ۱۸۶۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۱۷۲ ذکر عبد اللہ بن ابی الھذیل رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۳۶۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر اسماعیل بن عبد الرحمٰن انصاری تابعی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۳۴ برقم ۵۳۰ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (مسند الحارث زوائد الھیثمی کتاب المناقب باب فضل عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۹۲۴ رقم الحدیث ۱۰۱۷ ۔ ۱۰۱۸ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)، (الاستیعاب ج ۲ ص ۵۳۳ برقم ۸۳۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وتواترت الآثار عن النبی ﷺ انہ قال تقتل عمار الفئۃ الباغیۃ وھذا من اخبارہ بالغیب واعلام النبوتہ ﷺ وھو من اصح الاحادیث۔

ترجمہ: حضور ﷺ سے متواتر آثار اس بارے میں نقل کی گئی ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور یہ رسول اللہ ﷺ کا اخبار الغیب ہے اور یہ اعلام النبوۃ ہے۔ اور یہ حدیث مبارک صحیح ہے۔

(الاستیعاب ذکر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۴۰ برقم ۱۸۶۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطیب متوفی ۸۱۰ھ لکھتے ہیں۔

ومن معجزاتہ الاخبار بالغیوب والتکلم علی ما فی الضمائر وذلک فی غیر ما موطن بما ھو کثیر شائع ومن ذلک قولہ لعمار بن یاسر تقتلک الفئۃ الباغیۃ وآخر شربۃ شربھا من الدنیا شربۃ لبن وتقدم للقتال یوم صفین وقاتل حتی قتل۔

(وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۳۳ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقال قبل ان یقتل ائتونی بشربۃ لبن فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول آخر ثم ثم شربۃ تشربھا من الدنیا شربۃ لبن وثبت فی الصحیحن ان رسول اللہ ﷺ قال ویح عمار تقتلہ ثم الفئۃ الباغیۃ۔

(تھذیب الاسماء ج ۲ ص ۳۵۱ برقم ۴۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حاشیہ......☆

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابوبکر الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا بن کاسب نا یوسف بن الماجشون عن ابیه عن ابی عبیدة بن محمد بن عمار بن یاسر عن عمار بن یاسر قال حدثنی حبیبی رسول اللہ ان آخر زادی من الدنیا مذقة لبن۔

(الآحاد والمثانی ذکر عمار بن یاسر ج۱ص ۲۰۷ رقم الحدیث ۲۷۱ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان رسول اللہ ﷺ عهد الی ان آخر شربة تشربها من الدنیا شربة لبن۔

(الاستیعاب ذکر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۳۹ برقم ۱۸۶۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال فشرب ثم قال قال رسول اللہ ﷺ ان آخر شربة تشربها من الدنیا شربة لبن ثم تقدم فقتل۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۲۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ممد احمد بن الحسن ثنا عبداللہ بن احمد بن حنبل حدثنی ابی ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن عمرو ابن دینار عن رجل من اهل مصر یحدث ان عمرو بن العاص اهدی الی ناس هدایا ففضل عمار بن یاسر فقیل له فقال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول تقتل عمارا الفئة الباغیة۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مصری شخص نے فرمایا کہ ایک بار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں ہدایا تقسیم کیے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ دیا۔ ان سے ان کی وجہ پوچھی گئی انہوں نے فرمایا میں ان کے متعلق حضور ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا اے عمار تیرا قاتل ایک باغی گروہ ہوگا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ج ۷ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ان کے علاوہ محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ نے دو سندوں کے ساتھ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اور چار سندوں کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور ایک سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے اور ایک سند کے حنظلہ بن سوید رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ج ۷ ص ۱۹۶۔۱۹۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

یہی محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا جعفر بن محمد بن عمرو ثنا الوحصین الوادعی ثنا یحی بن الحمانی ثنا خالد بن عبداللہ عن عطاء بن السائب عن ابی الیختری ومیسرة ان عمارا یوم صفین اتی بلبن فشربه ثم قال ان النبی ﷺ قال هذه آخر شربة اشربها من الدنیا فقام فقاتل حتی قتل۔

ترجمہ: عطاب بن سائب کے سلسلہ سند سے ابوالبختری اور میسرہ کا قول مروی ہے:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین کے روز دودھ پیش کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نوش کر کے فرمایا حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق اس کے بعد میرے بطن میں کوئی چیز نہیں جائے گی۔ اس کے بعد عمار رضی اللہ عنہ قتال میں مشغول ہوگئے اور بالآخر

حاشیہ.....☆

قتال کرتے کرتے دنیا سے چلے گئے۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عمار بن یاسر ج ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۵۲)، (اتحاف السادۃ المتقین ج ۱۰ ص ۲۳۰)، (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۹۸)، (کنز العمال رقم الحدیث ۳۳۵۳۹)، (جامع الصغیر للسیوطی رقم الحدیث ۴۲۹۶)

امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

عمار والفئة الباغية قال فدخل عمار بن ياسر وقد اثقلوه باللبن فقال يارسول الله قتلوني يحملون علي ما لا يحملون قالت ام سلمة زوج النبي ﷺ فرأيت رسول الله ﷺ ينفض وفرته بيده وكان رجلا جعدا وهو يقول ويح ابن سمية ليسوا بالذين يقتلونك انما تقتلك الفئة الباغية۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور باغی گروہ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ مسجد کی جگہ میں داخل ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان پر بہت زیادہ اینٹیں رکھی تھی انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ انہوں نے مجھے ہلاک کر دیا ہے اور مجھ پر اتنا بوجھ ڈالا ہے جسے میں اٹھا نہیں سکتا۔ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ اپنی زلف مبارک کو دست اقدس سے صاف فرما رہے تھے آپ ﷺ کے بال مبارک گھنگھریالے تھے آپ ﷺ نے فرمایا اسے سمیہ کے نور نظر یہ لوگ تمہیں قتل نہیں کریں گے تمہیں تو ایک باغی گروہ شہید کرے گا۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

علامہ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

وفي جامع معمر بن راشد ان عمارا كان ينقل في بنيان المسجد لبنة عنه ولبنة عن رسول الله والناس ينقلون لبنة واحدة فقال له النبي اجر ولك اجران وآخر زادك من الدنيا شربة لبن وتقتلك الفئة الباغية۔

ترجمہ: جامع معمر بن راشد میں ہے کہ تعمیر مسجد نبوی کے وقت حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیک وقت دو دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے۔ ایک اینٹ اپنی طرف سے اور دوسری اینٹ حضور ﷺ کی طرف سے جب کہ باقی لوگ ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا لوگوں کے لئے ایک گنا جب کہ تمہارے لئے دوگنا اجر ہے اور دنیا سے تمہاری آخری خوراک دودھ ہوگا اور تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

(روض الانف ذکر سمیہ ام عمار ج ۲ ص ۳۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابو بکر الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابوبكر ثنا وكيع عن سفيان عن حبيب بن ابي ثابت عن ابي البختري قال لما كان يوم صفين واشتدت الحرب قال عمار ائتوني بشراب اشربة ثم قال اني سمعت رسول الله يقول ان آخر شربة تشربها شربة لبن قال ثم تقدم فقتل۔

(الآحاد والمثانی ذکر عمار بن یاسر ج ۱ ص ۲۰۸ رقم الحدیث ۲۷۲ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال اخبرنا وكيع بن الجراح قال اخبرنا سفيان عن حبيب بن ابي ثابت عن ابي البختري قال قال عمار يوم صفين ائتوني بشربة لبن فان رسول الله ﷺ قال لي ان آخر شربة تشربها من الدنيا شربة لبن فاتي بلبن فشربه ثم تقدم فقتل۔

حاشیہ......☆

قال اخبرنا الفضل بن دکین اخبرنا سفیان عن حبیب بن ابی ثابت عن البختری قال اتی عمار یومئذ بلبن فضحك وقال وقال لی رسول اللہ ﷺ ان آخر شراب تشربه لبن حتی تموت۔

ترجمہ۔ بختری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ صفین میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس دودھ کا شربت لاؤ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ دنیا کا آخری شربت جو تم پیو گے وہ دودھ کا شربت ہوگا دودھ لایا گیا اس دودھ کو انہوں نے نوش فرمایا پھر آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔

ابی البختری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں اس روز عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس دودھ لایا گیا تو وہ مسکرائے اور کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے آخری مشروب جو تم پیو گے وہ دودھ ہوگا یہاں تک کہ (اسے پی کر) تم اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ گے۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

وقال لعمار تقتلك الفئة الباغية و آخر زادك من الدنيا صاع من لبن۔

(اعلام النبوۃ الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۷۸۹ھ لکھتے ہیں۔

وهو من اخبار بالغیب واعلام النبوته ﷺ وهو من اصح الاحادیث وکانت صفین فی ربیع الآخر سنة سبع وثلاثین ودفن فی ثیابه ولم یغسل۔

(تخریج الدلالات السمعیہ ص ۹۷ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا علی بن احمد بن عبدان اخبرنا احمد بن عبید الاسفاطی حدثنا ابومصعب حدثنا یوسف الماجشون عن ابیه عن ابی عبیدة بن محمد بن عمار بن یاسر عن مولاۃ لعمار قالت: اشتکی عمار شکوی ارق منها فغشی علیه فأفاق ونحن نبکی حوله فقال ما تبکون اتخشون ان اموت علی فراشی؟ اخبرنی حبیبی ﷺ انه تقتلنی الفئة الباغیة وان آخر ادمی من الدنیا مذقة من لبن۔

ترجمہ: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی کنیز سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو سخت بیماری لاحق ہوئی اور ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ پھر انہیں افاقہ ہوا تو دیکھا کہ ہم سب ان کے گرد رو رہے ہیں۔ اس وقت انہوں نے فرمایا کیا لوگ ڈر رہے تھے کہ میں اپنے بستر پر مر جاؤں گا مجھے میرے حبیب رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ مجھے باغی جماعت قتل کرے گی اور دنیا میں میری آخری غذا پانی ملا ہوا دودھ ہوگا۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۰ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۹۔ حاکم مستدرک ج ۳ ص ۳۸۹)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۷۲۶ رقم الحدیث ۳۳۵۵۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب فیما کان بینھم یوم صفین رضی اللہ عنھم ج ۷ ص ۲۴۶ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد وابن سعد والطبرانی والحاکم وصححه والبیهقی وابونعیم عن ابی البختری ان عمار بن یاسر اتی یوم صفین بشربة من لبن فضحك فقیل له: مم تضحك؟ فقال ان رسول الله ﷺ قال آخر شراب تشربه من الدنیا شربة لبن ثم تقدم فقتل۔

ترجمه: امام احمد وابن سعد اور طبرانی وحاکم رحمہم اللہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی وابونعیم رحمہما اللہ نے ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ یوم صفین حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا اور اسے دیکھ کر انہوں نے تبسم کیا۔ لوگوں نے ان سے پوچھا اس میں ہنسنے کی کون سی بات ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا میں آخری غذا جسے تم پیو گے وہ دودھ کا شربت ہے۔ اس کے بعد وہ آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۰ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (دلائل النبوۃ اما م بیہقی ج ۶ ص ۴۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله قال حدثنی ابی قثنا وکیع قال قال سفیان وقال ابوقیس عن الهذیل قال ثم اتی النبی ﷺ فقیل ان عمارا وقع فمات فقال ما مات عمار۔

ترجمه: حضرت ہذیل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے لوگوں نے عرض کیا حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر چھت گر گئی ہے اور وہ فوت ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا حضرت عمار رضی اللہ عنہ فوت نہیں ہوئے ہیں۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۸۵۷ رقم الحدیث ۱۵۹۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن سعد عن هذیل قال اتی النبی ﷺ فقیل له ان عمارا وقع علیه حائط فمات فقال ما مات عمار۔

ترجمه: ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ہذیل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے لوگوں نے عرض کیا حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر چھت گر گئی ہے اور وہ فوت ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا حضرت عمار رضی اللہ عنہ فوت نہیں ہوئے ہیں۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۱۶﴾......عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور علم غیب مصطفیٰ ﷺ

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

یطلع علیکم رجل من اهل الجنة فطلع عمر ثم قال یطلع علیکم رجل من اهل الجنة فطلع عثمان۔

ترجمه: تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے پھر فرمایا تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔

(طبرانی الاوسط ج ۷ ص ۵۰۴ رقم الحدیث ۶۶۹۹۸ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)

حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد والطبرانی وابو نعیم عن ابن عمر وان رسول اللہ ﷺ کان فی حش من حشان المدینة فاستاذن رجل خفیض الصوت فقال ائذن له وبشره بالجنة علی بلوی تصیبه فاذا هو عثمان۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۶ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۱۵ مطبوعہ دار المرفۃ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۳۵۸۔ ۳۵۹ رقم الحدیث ۱۵۸۱۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۸۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۶۔ ۴۹۷ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الطبرانی عن زید بن ثابت سمعت رسول اللہ ﷺ یقول مر بی عثمان وعندی ملك من الملائکة فقال شهید یقتله قومه انا لنستحی منه۔

ترجمہ: طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا میرے ساتھ عثمان رضی اللہ عنہ چلے۔ اس وقت میرے پاس ایک فرشتہ تھا۔ اس نے کہا یہ شہید ہوں گے اور ان کی قوم ان کو شہید کرے گی اور ہم تمام فرشتے ان سے حیاء کرتے ہیں۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۵۹۶ رقم الحدیث ۳۲۸۶۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البزار والطبرانی فی (الاوسط) عن الزبیر بن العوام قال: قتل النبی ﷺ یوم الفتح رجلا من قریش صبرا ثم قال لایقتل قرشی بعد هذا الیوم صبرا الا رجل قتل عثمان بن عفان قتلوه فان لاتفعلوا تقتلوا قتل الشاء۔

ترجمہ: بزار و طبرانی رحمہما اللہ نے "اوسط" میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن ایک قریشی آدمی کو قتل کر کے فرمایا آج کے بعد جبر کے ساتھ کسی قریشی کو قتل نہیں کیا جائے گا مگر ایک آدمی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا لہذا تم اس آدمی کو قتل کر دینا۔ اگر تم نے اسے قتل نہ کیا تو تم بکریوں کی مانند قتل کئے جاؤ گے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاکم وصححه والبیهقی عن ابی هریرة انه قال و عثمان محصور سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ستکون فتنة واختلاف قلنا یارسول اللہ ﷺ ما تامرنا قال علیکم بالامیر واصحابه واشار الی عثمان۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے اس وقت فرمایا جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوائیوں نے محصور کر رکھا تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا فتنہ واختلاف رونما ہوگا۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمارے لئے اس وقت کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا تم امیر اور ان اصحاب کے دامن سے وابستہ رہنا اور

حاشیہ......☆

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالوهاب الثقفي حدثنا ايوب عن ابي قلابة عن ابي الاشعث الصنعاني ثم ان خطباء قامت بالشام وفيهم رجال من اصحاب رسول الله ﷺ فقام آخرهم رجل يقال له مرة بن كعب فقال لو لا حديث سمعته من رسول الله ﷺ ما قمت وذكر الفتن فقربها فمر رجل مقنع في ثوب فقال هذا يومئذ على الهدى فقمت اليه فاذا هو عثمان بن عفان قال فاقبلت عليه بوجهه فقلت هذا قال نعم۔ قال هذا حديث حسن صحيح وفي الباب عن ابن عمر وعبدالله بن حوالة وكعب بن عجرة۔

ترجمہ: حضرت کعب مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ عنقریب واقع ہونے والے ہیں اس وقت ایک شخص کپڑے سے اپنے آپ کو ڈھانپے ہوئے گزرا نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ شخص اس وقت ہدایت پر ہوگا میں نے کھڑے ہو کر دیکھا تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے میں نے پھر آپ کی طرف رخ کر کے پوچھا یہ؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

(سنن الترمذی باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۲۸ رقم الحدیث ۳۷۰۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عمر قال ثم ذكر رسول الله ﷺ فتنة فقال يقتل فيها هذا مظلوماً لعثمان۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فتنوں کا ذکر کیا۔ پھر آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ یہ شخص فتنوں میں مظلوماً قتل کیا جائے گا۔

(سنن الترمذی باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۳۰ رقم الحدیث ۳۷۰۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عائشة ان النبي ﷺ قال ثم ياعثمان انه لعل الله يقمصك قميصاً فان ارادوك على خلعه فلا تخلعه لهم۔

(سنن الترمذی باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۲۸ رقم الحدیث ۳۷۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۴۹۴ رقم الحدیث ۸۰۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء مقتل عثمان رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۴۳۳ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (البدایۃ والنھایۃ ج ۷ ص ۱۸۱ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (التمھید والبیان فی مقتل الشھید عثمان ص ۱۲۴ مطبوعہ دار الثقافۃ الدوحۃ قطر)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عثمان بن عفان ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۱۳)، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱۲ ص ۴۵ مطبوعہ کراچی)، (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۴۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن ماجة والحاكم وصححه والبيهقي وابونعيم عن عائشة ان رسول الله ﷺ دعا عثمان فجعل يشير اليه ولون عثمان يتغير فلما كان يوم الدار قلنا الا تقاتل قال: لا ان رسول الله ﷺ عهد الى امرا فانا صابر نفسي عليه۔

ترجمہ: ابن ماجہ وحاکم رحمہما اللہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی وابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور آپ نے ان کی طرف اشارہ فرما رہے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ متغیر

حاشیہ.....☆

ہو رہا تھا۔ چنانچہ جب یوم الدار یعنی وہ دن آیا جس میں انہیں محصور کیا گیا تو ہم نے عرض کیا' کیا آپ جنگ نہیں کریں گے؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے اس امر کا عہد لیا ہے لہذا میں اس پر اپنی جان کا خیال نہ کروں گا۔ صابر رہوں گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۲۰۲ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاکم وابن ماجۃ وابونعیم عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ لعثمان ان اللہ مقصمك قمیصاً فان ارادك المنافقون علی خلعہ فلا تخلعہ۔

ترجمہ: حاکم وابن ماجہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا' بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۱۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۵۸۷ رقم الحدیث ۳۲۸۰۲ ص ۵۹۷ رقم الحدیث ۳۲۸۶۹ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۴۵۳ رقم الحدیث ۲۸ ے و ص ۵۰۰ رقم الحدیث ۸۱۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء مقتل عثمان رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۴۴۳ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۱۸۰ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ذکر جملۃ من فضائلہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۹۸۔۲۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۱۵ رقم الحدیث ۳۷۶۵۵ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۹ رقم الحدیث ۲۵۲۰۳ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب عثمان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۲۸ رقم الحدیث ۳۷۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۵ ص ۳۴۶ رقم الحدیث ۶۹۱۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (موارد الظمآن ج ۱ ص ۵۳۹ رقم الحدیث ۲۱۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (سنن ابن ماجہ المقدمۃ ج ۱ ص ۴۱ رقم الحدیث ۱۱۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند الشامیین ج ۲ ص ۴۴۶ رقم الحدیث ۱۲۳۴ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا یحیی عن اسماعیل قال ثنا قیس عن ابی سھلۃ عن عائشۃ قالت قال لی رسول اللہ ﷺ ادعوا الی بعض اصحابی قلت ابوبکر قال لا قلت عمر قال لا قلت ابن عمك علی قال لا قالت قلت عثمان قال نعم فلما جاء قال تنحی فجعل یسارہ ولون عثمان یتغیر فلما کان یوم الدار وحصر فیھا قلنا یا امیر المومنین الا تقاتل قال لا ان رسول اللہ ﷺ عھد الی عھداً وانی صابر نفسی علیہ۔

ترجمہ: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا میرے بعض صحابہ کو میرے پاس بلاؤ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤں؟ آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ پھر میں نے عرض کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کو؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں پھر میں نے عرض کیا آپ کے چچا کے بیٹے علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں پھر میں نے عرض کیا عثمان رضی اللہ عنہ کو؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں پس جب وہ آگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا (اے عائشہ) ذرا پیچھے ہو کر بیٹھ جاؤ پھر آپ ﷺ ان سے سرگوشی فرمانے لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ تبدیل ہونے لگا پھر یوم دار آیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس میں محصور ہو گئے ہم نے کہا اے امیر المؤمنین آپ قتال نہیں کریں گے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بے شک حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے (اس دن کی) وصیت فرمائی

حاشیہ......☆

تھی اور میں اس وصیت پر صبر کرنے والا ہوں۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۵۱ رقم الحدیث ۲۴۲۹۸ مطبوعہ موٴسسۃ قرطبۃ مصر)، (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۰۶ رقم الحدیث ۴۵۴۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (مسند ابویعلی ج ۸ ص ۲۳۴ رقم الحدیث ۴۸۰۵ مطبوعہ دارالمامون للتراث دمشق)، (الاستیعاب ذکر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۰۴۳ رقم ۱۷۷۸ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حدثنا احمد بن داؤد المکی ثنا محمد بن اسماعیل الوساوسی ثنا ضمرة بن ربیعة عن ربیعة عن عبداللہ بن شوذب عن ابی الجویریة عن بدر بن خالد قال وقف علینا زید بن ثابت یوم الدار فقال الا تستحیون ممن تستحی منه الملائکة قلنا وماذاك؟ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول مر بی عثمان وعندی ملك من الملائکة فقال شهید یقتله قومه انا لنستحی منه قال بدر فانصرفنا عنه عصابة من الناس۔

ترجمہ: حضرت بدر بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یوم الدار کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہمارے پاس کھڑے ہوئے اور کہا کیا تم اس شخص سے حیاء نہیں کرتے جس سے ملائکہ بھی حیاء کرتے ہیں ہم نے کہا وہ کون ہے؟ راوی نے کہا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا فرشتوں میں سے ایک فرشتہ میرے پاس تھا جب عثمان رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرا تو اس نے کہا یہ شخص شہید ہے اس کی قوم اس کو قتل کرے گی اور ہم ملائکہ اس سے حیاء کرتے ہیں بدر بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے لوگوں کے ایک گروہ کو دور کیا۔

(طبرانی کبیر ج ۵ ص ۱۵۹ رقم الحدیث ۴۹۳۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مسند الشامیین للطبرانی ج ۲ ص ۲۵۸ رقم الحدیث ۱۲۹۷ مطبوعہ موٴسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۸۲ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان عهد رسول اللہ ﷺ الی عهدا وانا صابر نفسی علیه۔

(الاستیعاب ذکر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۰۴۳ رقم ۱۷۷۸ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن ابن عمر قال کنت مع رسول اللہ اذ جاء رجل الی النبی فصافحه فلم ینزع النبی یده من ید الرجل حتی انتزع الرجل یده ثم قال له یارسول اللہ جاء عثمان قال امرؤ من اهل الجنة۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ اس دوران ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ ﷺ کے ساتھ مصافحہ کیا تو حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ اس شخص کے ہاتھ سے اس وقت تک نہ چھڑایا جب تک خود اس آدمی نے آپ ﷺ کا ہاتھ نہ چھوڑا پھر اس آدمی نے آپ ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا وہ اہل جنت میں سے ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۱۲ ص ۳۰۵ رقم الحدیث ۱۳۴۹۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۹۸ رقم ۳۰۰ مطبوعہ دارالحرمین القاهرة)، (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۸۷ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنهما ان عثمان اصبح فحدث فقال انی رایت النبی ﷺ فی المنام اللیلة فقال یاعثمان افطر عندنا فاصبح عثمان صائما فقتل من یومه رضی اللہ عنه هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه۔

حاشیہ......☆

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ صبح کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہمیں فرمایا بے شک میں نے حضور ﷺ کو گزشتہ رات خواب میں دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عثمان آج ہمارے پاس روزہ افطار کرو۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے روزہ کی حالت میں صبح کی اور اسی روز انہیں شہید کر دیا گیا۔

(مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۱۰ رقم الحدیث ۴۵۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یوم یموت عثمان تصلی علیه ملائكة السماء۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس دن عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوگی اس دن آسمان کے فرشتے اس پر درود بھیجیں گے۔

(طبرانی الاوسط ج ۳ ص ۲۸۷ رقم ۳۱۷۲ مطبوعہ دار الحرمین القاہرۃ)، (الفردوس بماثور الخطاب ج ۵ ص ۵۳۳ رقم الحدیث ۸۹۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (لسان المیزان لابن حجر ج ۵ ص ۲۶۲ برقم ۷۹۸ مطبوعہ موسسۃ الاعلمی المطبوعات بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله قال حدثني ابي قثنا اسود بن عامر قثنا سنان بن هارون عن كليب بن وائل عن بن عمر قال ثم ذكر رسول الله ﷺ فتنة فمر رجل فقال يقتل هذا المقنع يومئذ مظلوما قال فنظرت فاذا هو عثمان بن عفان۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۴۵۱ رقم الحدیث ۷۲۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ذکر وفاۃ ابی ذر رضی اللہ عنہ ص ۱۷۷ مطبوعہ دار الثقافۃ الدوحہ قطر)

علامہ محمد بن یحیٰی بن ابی بکر الاندلسی متوفی ۷۴۱ھ لکھتے ہیں۔

فقال هذا واصحاب على الحق فاتبعته فاذا هو عثمان رضى الله عنه۔

(التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ص ۱۷۷ مطبوعہ دار الثقافۃ الدوحہ قطر)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن بن عباس رضى الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ يطلع عليكم رجل من اهل الجنة فطلع عثمان بن عفان رضى الله عنه وفى لفظ اول من يدخل عليكم من هذا الفج رجل من اهل الجنة فدخل عثمان بن عفان۔

(جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۱۸۸ رقم الحدیث ۱۶۲۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۴۵۴ رقم الحدیث ۷۳۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن عدى وابن عساكر عن انس قال قال رسول الله ﷺ يا عثمان انك ستؤتى الخلافة من بعدى وسيريدك المنافقون على خلعها فلا تخلعها وصم فى ذلك اليوم فانك تفطر عندى۔

ترجمہ: ابن عدی وابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ! میرے بعد تمہیں خلافت دی جائے گی اور منافقین چاہیں گے کہ تم اسے چھوڑ دو تو تم اسے نہ چھوڑنا اور تم اس دن روزہ

حاشیہ.....☆

رکھنا کیونکہ تم میرے پاس افطار کروگے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ص ۱۲۴ مطبوعہ دار الثقافۃ الدوحۃ قطر)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۴۱ ص ۲۹۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۵۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاکم وصححہ عن عبداللہ بن حوالۃ قال قال رسول اللہ ﷺ تھجمون علی رجل معتجر ببردۃ یبایع الناس من اھل الجنۃ فھجمت علی عثمان وھو معتجر ببردۃ حبرۃ یبایع۔

ترجمہ: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لوگ ایک ایسے شخص پر بلوہ کروگے جو چادر سے عمامہ باندھے گا اور وہ جنتی لوگوں کی بیعت لے گا تو جب لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بلوہ کیا تو وہ حبری چادر کا عمامہ باندھے بیعت لے رہے تھے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو عبداللہ الحافظ حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب حدثنا ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم المصری حدثنا ابی حبیب عن ربیعۃ بن لقط التجیبی عن عبداللہ بن حوالۃ عن رسول اللہ ﷺ قال من نجا من ثلاث فقد نجا قالوا ماذا یا رسول اللہ؟ قال موتی وقتل خلیفۃ مصطبر بالحق یعطیہ ومن الدجال۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو تین باتوں سے محفوظ رہا اس نے نجات پائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا باتیں ہیں؟ فرمایا میری رحلت ہے اور اس خلیفہ کا قتل ہے جو حق پر قائم رہ کر حق پر جان دے گا۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاکم وصححہ والبیھقی عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ ان رحی الاسلام ستدور بعد خمس او ست او سبع وثلاثین فان یھلکوا فسبیل من ھلک وان یقم لھم دینھم یقم سبعین قال عمر یا نبی اللہ مما مضی؟ قال: لابل مم بقی قال البیھقی وکذلک کان ملک بنی امیۃ الی ان دخلہ الوھن وظھرت الدعاۃ بخراسان نحو سبعین سنۃ۔

ترجمہ: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کی چکی پینتیس ۳۵ یا چھتیس ۳۶ یا سینتیس ۳۷ سال کے بعد گھومے گی تو اگر وہ لوگ ہلاک ہوئے تو راہ صواب ہلاک ہونے والوں میں ہے اور اگر ان کا دین ان کے لئے قائم رہا تو ستر سال تک قائم رہے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا نبی اللہ ﷺ یہ مدت گزشتہ سال سے ہے؟ فرمایا نہیں جو آئندہ آئے گا۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا۔ بنی امیہ کی حکومت اس سال میں رہی۔ یہاں تک کہ جب ان میں سستی در انداز ہوئی تو ۷۰ھ کے قریب خراسان سے دعویٰ کرنے والوں کا ظہور ہوا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۹۳۔۳۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

قال رأیت النبی ﷺ فی المنام فقال عثمان افطر عندنا صبح صائما وقتل من یومه۔

(البدایۃ والنھایۃ ج ۷ص ۱۸۲ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

علامہ محمد بن یحییٰ بن ابی بکر الاندلسی متوفی ۷۴۱ھ لکھتے ہیں۔

قال رأیت النبی ﷺ فقال یا عثمان افطر عندنا فاصبح صائما ثم قتل من یومه رحمه الله۔

(التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ص ۱۷۸ مطبوعہ دار الثقافۃ الدوحۃ قطر)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

و ذکر فتنة کائنة فمر رجل متقنع فقال هذا واصحابه یومئذ فاذا عثمان بن عفان۔

ترجمہ: آپ ﷺ قریب تر ہونے والے فتنوں کا ذکر فرما رہے تھے اسی اثناء میں ایک شخص گزرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس دن یہ شخص ہدایت پر ہوگا۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ص ۵۰۷ رقم الحدیث ۸۲۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

واخبرنا ابوبکر بن فورك اخبرنا عبدالله بن جعفر حدثنا یونس بن حبیب حدثنا ابو داود حدثنا اسماعیل بن جعفر عن عمرو بن ابی عمرو مولی المطلب عن المطلب هکذا قال ابو داود۔ عن حذیفة قال قال رسول الله ﷺ لاتقوم الساعة حتی تقتلوا امامکم وتجتلدوا باسیافکم ویرث دنیا کم شرار کم۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم اپنے امام کو قتل نہ کرو گے اور ایک دوسرے کو اپنی تلوار سے قتل کرو گے اور تمہارے شریر لوگ تمہاری دنیا کے وارث بن جائیں گے۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ص ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنھایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۰۲ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البیهقی وابونعیم فی (المعرفة) عن عبدالرحمن بن عدیس سمعت رسول الله ﷺ یقول یخرج اناس یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة یقتلون فی جبل لبنان قال ابن لهیعة کان عبدالرحمن بن عدیس البلوی سار باهل مصر الی عثمان فقتله ثم قتل ابن عدیس بعد ذلك بعام او عامین بجبل لبنان۔

ترجمہ: بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے "المعرفہ" میں عبد الرحمٰن بن عدیس سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے اور وہ لبنان کے پہاڑوں میں قتل کئے جائیں گے۔ ابن لہیعہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عبد الرحمٰن بن عدیس ان بلوائیوں میں شامل تھا جو اہل مصر کے ساتھ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کی غرض سے چلے تھے۔ ان بلوائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔ اس واقعہ کے ایک یا دو سال بعد لبنان کے پہاڑ میں ابن عدیس کو قتل کیا گیا۔

(خصائص الکبری ج ۲ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ص ۳۹۴۔۳۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۱ص ۵۲۷ رقم الحدیث ۳۹۴ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثہ مکہ کرمہ)

حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحارث بن ابی اسامة فی (مسنده) عن مهاجر بن حبیب قال: بعث عثمان الی عبدالله بن سلام وهو محصور فقال له ارفع راسك ترى هذه الكوة فان رسول الله ﷺ اشرف منها الليلة فقال يا عثمان احصروك قلت نعم فادلى لي دلوا فشربت منه فاني اجد برده على كبدي ثم قال لي ان شئت دعوت الله فينصرك عليهم وان شئت افطرت عندنا فاخترت الفطر عنده فقتل في يومه۔

ترجمہ: حارث بن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں مہاجر بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو کسی کو بھیج کر بلوایا اور وہ اس وقت محصور تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا اپنا سر اٹھا کر اس روزن کو دیکھو۔ آج رات رسول اللہ ﷺ اس روزن سے رونق افروز ہوئے اور فرمایا اے عثمان ﷺ کیا تم محصور ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں تو آپ نے ایک ڈول لٹکایا اور میں نے اس سے پانی پیا اور میں اپنے اندر اس کی ٹھنڈک اب تک پا رہا ہوں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں۔ وہ تمہیں ان پر غالب کر دے گا اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آ کر افطار کرو تو میں نے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہونے کو اختیار کیا ہے اور وہ اسی دن شہید کیے گئے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله حدثني ابي ثنا وكيع عن اسماعيل بن ابي خالد قال قال قيس فحدثني ابو سهلة ان عثمان قال يوم الدار حين حصر ثم ان النبي ﷺ عهد الي عهدا فانا صابر عليه قال قيس فكانوا يرونه ذلك اليوم۔

ترجمہ: حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو سہلہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یوم الدار (محاصرہ کے دن) کو فرمایا جب وہ محصور تھے کہ بے شک حضور ﷺ نے مجھے ایک وصیت فرمائی تھی پس میں اسی پر صابر ہوں اور حضرت قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اس کا انتظار کیا کرتے تھے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۶۹ رقم الحدیث ۵۰۱ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (صحیح ابن حبان ج ۱۵ ص ۳۵۶ رقم الحدیث ۶۹۱۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاحادیث المختارہ للمقدسی ج ۱ ص ۵۲۵ رقم الحدیث ۳۹۱ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکۃ المکرمۃ)، (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن منيع في (مسنده) من طريق النعمان بن بشير عن نائلة بنت الفرافصة امراة عثمان قالت لما حصر عثمان ظل صائما فلما كان عند الافطار سالهم الماء العذب فمنعوه فبات فلما كان في السحر قال: ان رسول الله ﷺ اطلع علي على هذا السقف ومعه دلو من ماء فقال اشرب يا عثمان فشربت حتى رويت ثم قال ازدد فشربت حتى امتلات۔

ترجمہ: ابن منیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مسند" میں بطریق نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہو گئے تو روزے سے رہنے لگے۔ ایک دن افطار کا وقت آیا تو انہوں نے بلوائیوں سے افطار کے لئے شیریں پانی مانگا مگر انہوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا۔ آپ نے تشنگی کے عالم میں رات بسر کی۔ پھر جب سحر کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اس چھت سے رونق افروز ہوئے۔ آپ کے ساتھ پانی کا ڈول تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ! پانی پیو تو میں نے پیا یہاں تک کہ میں سیراب ہو گیا۔ پھر فرمایا اور زیادہ پیو تو میں نے پیا۔ یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ......☆

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

قال وذاك انه راى من الليل ان نبى الله ﷺ يقول: افطرنا عندنا الليلة۔

(تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۱۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال انى رأيت رسول الله ﷺ فى منامى هذا فقال انك شاهد معنا الجمعة۔

(دلائل النبوۃ باب ماجاء رؤیۃ النبی ﷺ فی المنام ج ۷ ص ۴۷۔۴۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۱۷﴾

......منافق کی خبر دینا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج مسلم عن ابى حميد قال: خرجنا مع رسول الله ﷺ فى غزوة تبوك فاتينا وادى القرى على حديقة لامراة فقال اخرصوها فخرصناها وخرصها رسول الله عشرة اوسق وقال احصيها حتى نرجع اليك ان شاء الله تعالى فانطلقنا حتى قدمنا تبوك فقال رسول الله ﷺ ستهب عليكم الليلة ريح شديدة فلا يقم فيما احد منكم ومن كان له بعير فليشد عقاله فهبت ريح شديدة فقام رجل فحملته الريح حتى القته بجبل طئ ثم اقبلنا حتى قدمنا وادى القرى فسال رسول الله ﷺ المراة عن حديقتها كم بلغ تمرها فقالت بلغ عشرة اوسق۔

ترجمہ: مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابی حمید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نصرانیوں کے حملہ کی خبر سن کر تبوک کی طرف روانہ ہوئے دوران سفر وادی قریٰ میں ایک خاتون کے باغ کے پاس سے گزرے سرور کونین ﷺ نے فرمایا تم اس باغ کی کھجوروں کا تخمینہ لگاؤ۔ ہم نے تخمینہ لگایا حضور ﷺ کا اندازہ دس وسق تھا۔ اس عورت سے کہا تم اپنی کھجوروں کا ناپ تول کر لینا اور ہم انشاء اللہ تمہارے پاس واپس آئیں گے۔ ہم میدان تبوک میں تھے کہ ایک روز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا آج رات میں شدید ہوا اور سخت جھکڑ چلیں گے۔

(خصائص الکبری باب ماوقع فی غزوۃ تبوک من المعجزات ج ۱ ص ۴۵۸ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۵۵ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۷۔۳۸۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۰۷ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)، (دلائل النبوۃ امام لابی نعیم اصفہانی اردو غزوہ تبوک کے معجزات ص ۴۷۳ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۱۷۱ رقم الحدیث ۲۱۲ مطبوعہ دار طیبہ الریاض)، (السیرۃ النبویہ ابن کثیر ذکر مرورہ علیہ السلام فی ذھابہ الی تبوک بمساکن ثمود وصرھم بالحجر ج ۴ ص ۲۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۴۔۴۲۵)، (البدایۃ والنھایۃ ذکر غزوۃ تبوک فی رجب منھاج ۵ ص ۱۲ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (تخریج الدلالات السمعیہ ص ۵۵۴ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (زاد المعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی غزوۃ تبوک ج ۳ ص ۵۳۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

بعثت هذه الريح لموت منافق فلما قدم المدينة فاذا منافق عظيم من المنافقين قد مات۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کی علامت ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا منافقین کا پیشوا مر چکا تھا۔

(مسلم شریف کتاب صفات المنافقین)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی باب خرص النبی ﷺ فی مسیرہ واخبارہ عن الریح الخ ج ۵ ص ۲۳۸۔۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۵۰۔۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ......☆

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

حین مات قد مات الیوم عظیم من عظماء المنافقین ورفاعة بن زید التابوت قال له رسول الله ﷺ حین هبت علیه الریح وهو الذی قافل من غزوة بنی المصطلق فاشتدت علیه حتی اشفق المسلمون منها فقال لهم رسول الله ﷺ لاتخافوا فانما هبت لموت عظیم من عظماء الکفار فلما قدم رسول الله ﷺ المدینة وجد رفاعة بن زید التابوت مات ذلك الیوم الذی هبت فیه الریح۔

ترجمہ: منافقین کے سرداروں میں سے ایک سردار آج مر گیا ہے۔ رفاعہ بن زید بن تابوت کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا۔ جب حضور ﷺ غزوہ بنی مصطلق سے واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں شدید آندھی کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمان اسے دیکھ کر گھبرا گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں یہ آندھی کفار کے عظیم سرداروں میں سے ایک سردار کی موت کے لئے آئی ہے۔ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہو گئے تو معلوم ہوا کہ رفاعہ بن زید اسی دن مرا تھا جب شدید آندھی آئی تھی۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۶۰۔۶۱ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

یہی امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ لاتخافوها فانما هبت لموت عظیم من عظماء الکفار فلما قدموا المدینة وجدوا رفاعة بن زید بن التابوت احد بنی قینقاع وکان عظیما من عظماء الیهود وکهفا للمنافقین مات فی ذلك الیوم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اس آندھی سے نہ ڈرو یہ آندھی ایک بڑے منافق کی وجہ سے چلی ہے۔ جب صحابہ مدینہ طیبہ پہنچے تو انہوں نے رفاعہ بن زید کی موت کی خبر سنی جو بنی قینقاع سے تعلق رکھتا تھا یہ یہودیوں کا ایک سردار تھا اور منافقوں کی پناہ گاہ تھا یہ اسی دن مرا تھا جس روز آندھی چلی تھی۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام غزوۃ بنی المصطلق فی شعبان سنہ ست ج ۳ ص ۲۵۵ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قال بعثت هذه الریح لموت منافق قال فقدم المدینة فاذا منافق عظیم من المنافقین قد مات۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کی علامت ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا منافقین کا پیشوا فوت ہو گیا۔

لفظ حدیث حفص وفی روایة ابی معاویة قال هبت ریح شدیدة والنبی ﷺ فی بعض اسفاره فقال هذه لموت منافق قال فلما قدمنا المدینة اذا هو قد مات عظیم من عظماء المنافقین۔

(دلائل النبوۃ باب هبوب الریح التی دلت رسول الله علی موت عظیم من عظماء المنافقین الخ ج ۴ ص ۶۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال هذه لموت منافق قال فلما قدمنا المدینة اذا هو قد مات منافق عظیم من عظماء المنافقین۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا ایک منافق کی موت کی وجہ سے یہ آندھی بھیجی گئی ہے جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو ایک بہت بڑا منافق مر چکا تھا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۵ رقم الحدیث ۱۴۴۱۸ مطبوعہ مؤسسہ قرطبہ مصر)

حاشیہ......☆

امام عبد بن حمید بن نصر ابو محمد الکسی متوفی ۲۴۹ھ لکھتے ہیں۔

ثنا ابراهيم بن الاشعث ثنا فضيل بن عياض عن سليمان عن ابي سفيان عن جابر لم كنا مع النبي ﷺ سفر هاجت ريح تكاد تدفن الراكب فقال رسول الله ﷺ بعثت هذه الريح لموت منافق فلما رجعنا الى المدينة وجدنا مات في ذلك اليوم منافق عظيم النفاق فسمعت اصحابنا بعد يقولون هو رافع بن التابوت۔

(مسند عبد بن حمید ج ا ص ۳۱۵ رقم الحدیث ۱۰۲۹ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاھرۃ)

امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله هذا الموت منافق عظيم النفاق قد مات في ذلك الوقت۔

(اعلام النبوۃ الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فوجدوا رفاعة بن زيد بن التابوت مات في ذلك اليوم وكان من بني قينقاع وكان اظهر الاسلام وكان كهفا للمنافقين۔

(دلائل النبوۃ باب هبوب الریح التی دلت رسول اللہ علی موت عظیم من عظماء المنافقین الخ ج ۴ ص ۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ هبت هذه الريح لموت منافق مات بالمدينة فقدم المدينة فاذا منافق عظيم من المنافقين مات ذلك اليوم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی مدینہ منورہ میں ایک منافق کے مرنے کی وجہ سے چل رہی ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو واقعی منافقین میں سے ایک بہت بڑا منافق اسی دن جہنم واصل ہو چکا تھا۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ا ص ۳۱۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

امام ابی الربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۴ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله لاتخافوها فانما هبت لموت عظيم من الكفار فلما قدموا المدينة وجدوا رفاعة بن زيد بن التابوت احد بني قينقاع وكان من عظماء يهود وكهفا للمنافقين مات ذلك اليوم۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء غزوۃ بنی المصطلق وھی غزوۃ المریسیع ج ۲ ص ۱۶۲۔۱۶۳ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله لاتخافوها فانما هبت لموت عظيم من الكفار فلما قدموا المدينة وجدوا رفاعة بن زيد بن التابوت احد بني قينقاع وكان من عظماء يهود وكهفا للمنافقين مات ذلك اليوم۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۱۵۸ غزوۃ بنی المصطلق من خزاعۃ وج ۳ ص ۲۴۰ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر غزوۃ بنی المصطلق من خزاعۃ ج ۳ ص ۲۹۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطیب متوفی ۸۱۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال هذه بعثت لموت منافق فمات بالمدينة رجل من عظماء المنافقين۔

(وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۳۳ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول اللہ ﷺ بعثت ھذہ الریح لموت منافق فلما قدمنا المدینۃ اذا ھو قد مات من عظماء المنافقین۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کی علامت ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا منافقین کا پیشوا فوت ہو گیا۔

(خصائص الکبری باب ما وقع فی غزوۃ بنی المصطلق من الآیات والخصائص ج ا ص ۳۹۱ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول اللہ ﷺ بعثت ھذہ الریح لموت منافق فلما قدمنا المدینۃ اذن قد مات من عظیم من عظماء المنافقین۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کی علامت ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا منافقین کا پیشوا فوت ہو گیا۔

(سبل الھدی والرشاد ذکر اخبارہ ﷺ بموت کبیر من المنافقین الخ ج ۴ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہی علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

وھو رفاعۃ بن زید بن التابوت مات ذلک الیوم کان کھفاً للمنافقین۔

(سبل الھدی والرشاد ذکر اخبارہ ﷺ بموت کبیر من المنافقین الخ ج ۴ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال النبی ﷺ ھذا لموت منافق قال فقدمنا المدینۃ فوجدنا منافقاً عظیم النفاق مات یومئذ۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر وھب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۹۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۴۶ھ لکھتے ہیں۔

ھذہ الریح لموت عظیم من الکفار وفی روایۃ لموت منافق وفی لفظ مات الیوم منافق عظیم النفاق فی المدینۃ فکان کما قال علیہ الصلاۃ والسلام مات فی ذلک الیوم زید بن رفاعۃ بن التابوت وکان کھفا للمنافقین۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۵۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

محمد ہارون معاویہ دیوبندی لکھتے ہیں۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو ایک شدید ہوا چلی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہوا ایک منافق کی موت کے لئے چلی ہے چنانچہ جب آپ مدینے میں داخل ہوئے تو لوگوں نے خبر دی کہ آج رفاعہ بن یزید مر گیا ہے۔ یہ شخص فی الحقیقت بہت بڑا منافق تھا۔

(خصوصیات مصطفی ﷺ ج ۲ ص ۲۵۰ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

فقال النبی ء انما ھبت لموت منافق عظیم النفاق وھو رفاعۃ بن التابوت۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ رفاعۃ بن تابوت ج ۲ ص ۲۸۸ برقم ۲۶۶۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حاشیہ......☆

حدیث نمبر﴿۱۸﴾......وہ مال کہاں جو تم مکہ میں دفن کر کے آئے ہو

امام ابی عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری متوفی ۲۷۶ھ لکھتے ہیں۔

قال انه ليس لي مال۔ قال فاين المال الذى وضعته عند ام الفضل بمكة حين خرجت وليس معكما احد ثم قلت ان اصبت في سفرى هذا فللفضل كذا ولعبدالله كذا؟ قال والذى بعثك بالحق نبيا ما علم بهذا احد غيرها وانى لاعلم انك رسول الله ففدى نفسه بمائة اوقية۔ وكل واحد باربعين اوقية۔ هكذا قال ابن اسحاق۔

(المعارف ص۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله حدثنى ابى ثنا زيد قال قال محمد يعنى بن اسحاق حدثنى من سمع عكرمة عن بن عباس قال ثم كان الذى اسر العباس بن عبدالمطلب ابااليسر بن عمرو وهو كعب بن عمرو احد بنى سلمة فقال له رسول الله ﷺ كيف اسرته يا ابا اليسر قال لقد اعانتى عليه رجل ما رأيته بعد ولا قبل هيئته كذا هيئته كذا قال فقال رسول الله لقد اعانك عليه ملك كريم وقال للعباس يا عباس افد نفسك وابن اخيك عقيل بن ابى طالب ونوفل بن الحرث وحليفك عتبة بن حجدم احد بنى الحرث بن فهر قال فابى وقال انى قد كنت مسلما قبل ذلك وانما استكرهونى قال الله اعلم بشانك ان يك ماتدعى حقا فالله يجزيك بذلك واما ظاهر التابعين فقد كان علينا فافد نفسك وكان رسول الله قد اخذ منه عشرين اوقية ذهب فقال يارسول الله احسبها لى من فداى قال لا ذاك شئ اعطاناه الله منك قال فانه ليس لى مال قال فاين المال الذى وضعته بمكة حيث خرجت ثم ام الفضل وليس معكما احد غير كما فقلت ان اصبت فى سفرى هذا فللفضل كذا ولقثم كذا ولعبدالله كذا قال فوالذى بعثك بالحق ما علم بهذا احد من الناس غيرى وغيرها وانى لاعلم انك رسول الله۔

ترجمہ: امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ جس شخص نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا اس نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے (جنگ بدر میں) عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا وہ ابوالیسر کعب بن عمرو تھے۔ ان کا تعلق بنو سلمہ سے تھا۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ابوالیسر تم نے اس کو کیسے گرفتار کیا تھا؟ انہوں نے کہا اس معاملہ میں ایک ایسے شخص نے میری مدد کی تھی جس کو میں نے اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد اس کی ایسی ایسی ہیئت تھی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری مدد ایک مکرم فرشتہ نے کی تھی۔ اور عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عباس تم اپنا فدیہ بھی دو اور اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن الحارث کا فدیہ بھی دو اور اپنے حلیف عتبہ بن حجدم کا فدیہ بھی دو جن کا تعلق بنو الحارث بن فہر سے ہے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا فدیہ دینے سے انکار کیا اور کہا میں اس غزوہ سے پہلے اسلام قبول کر چکا تھا یہ لوگ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تمہارے معاملہ کو خوب جاننے والا ہے اگر تمہارا دعویٰ برحق ہے تو اللہ تم کو اس کی جزا دے گا۔ لیکن تمہارا ظاہر حال یہ ہے کہ تم ہم پر حملہ آور ہوئے ہو سو تم اپنا فدیہ ادا کرو۔ اور رسول اللہ ﷺ اس سے بیس اوقیہ سونا (بطور مال غنیمت) وصول کر چکے تھے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اس بیس اوقیہ سونے کو میرے فدیہ میں کاٹ لیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں! یہ وہ مال ہے جو اللہ نے ہمیں تم سے لے کر دیا ہے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس اور مال تو نہیں ہے حضور ﷺ نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ سے روانگی کے وقت ام الفضل کے پاس رکھا تھا اس وقت تم دونوں کے پاس اور کوئی نہیں تھا اور تم نے یہ کہا تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آ گیا تو

حاشیہ......☆

اس مال میں سے اتنا فضل کو دینا اتنا قثم کو دینا اور اتنا عبداللہ کو دینا تب عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میرے اور ام الفضل کے سوا اس کو اور کوئی نہیں جانتا اور اب مجھے یقین ہو گیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۳ رقم حدیث ۳۳۱۰ مطبوعہ مؤسسہ قرطبیہ مصر)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۱۴۳۔۱۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۱۳ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (فتح القدیر غیر مقلد شوکانی ج ۲ ص ۳۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں۔

فقال این الذهب الذی دفعته الی ام الفضل وقت خروجك وقلت لها انی لا ادری ما یصیبنی فی وجهی هذا فان حدث بی حدث فهو لك ولعبدالله وعبیدالله والفضل وقثم فقال العباس وما یدریك قال اخبرنی به ربی تعالٰی قال فاشهد انك صادق وان لا اله الا الله وانك رسوله والله لم یطلع علیه احد الا الله۔

(انوار التنزیل ج ۳ ص ۱۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (زاد المسیر فی علم التفسیر لابن جوزی ج ۳ ص ۳۸۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (تفسیر ابو سعود ج ۴ ص ۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ فاین الذهب الذی دفعته الی ام الفضل وقت خروجك من مكة وقلت لها انی لا ادری ما یصیبنی فی وجهی هذا فان حدث بی حدث فهو لك ولعبدالله ولعبیدالله وللفضل وقثم یعنی الاربعة فقال له العباس وما یدریك قال اخبرنی به ربی عزوجل قال العباس اشهد انك صادق وقال لا اله الا الله وانك عبده رسوله ولم یطلع علیه احد الا الله عزوجل۔

(تفسیر بغوی ج ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (تفسیر روح المعانی ج ۱۰ ص ۳۶۔۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثنا زیدقال قال محمد یعنی بن اسحاق حدثنی من سمع عكرمة عن بن عباس قال ثم كان الذی اسر العباس بن عبدالمطلب اباالسیر بن عمرو وهو كعب بن عمرو احد بنی سلمة فقال له رسول الله ﷺ كیف اسرته یا ابا السیر قال لقد اعانتی علیه رجل ما رأیته بعد ولا قبل هیئته كذا هیئته كذا قال فقال رسول الله لقد اعانك علیه ملك كریم الخ۔

ترجمہ: امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ جس شخص نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا اس نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے (جنگ بدر میں) عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا وہ ابوالیسر کعب بن عمرو تھے۔ ان کا تعلق بنو سلمہ سے تھا۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ابوالیسر تم نے اس کو کیسے گرفتار کیا تھا؟ انہوں نے کہا اس معاملہ میں ایک ایسے شخص نے میری مدد کی تھی جس کو میں نے اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد اس کی ایسی ایسی ہیئت تھی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری مدد ایک مکرم فرشتہ نے کی تھی۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۳ رقم حدیث ۳۳۱۰ مطبوعہ مؤسسہ قرطبیہ مصر)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال فاین المال الذی وضعت بمكة حین خرجت ثم ام الفضل بنت الحارث لیس معكما احد ثم قلت لها ان اصبت فی سفری هذا فللفضل كذا وكذا ولعبدالله كذا وكذا قال والذی بعثك بالحق ما علم بهذا احد غیری وغیرها وانی لاعلم انك رسول الله ففدی العباس نفسه وابن اخیه وحلیفه۔

حاشیہ......☆

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ مال کہاں ہے جو تم نے روانگی کے وقت مکہ میں ام الفضل بنت الحارث کے پاس رکھا تھا جب کہ تم دونوں کے ساتھ کوئی نہ تھا؟ تم نے ان سے کہا تھا کہ اگر مجھے اس سفر میں موت آ گئی تو فضل کے لئے اتنا اتنا اور عبداللہ کے لئے اتنا اتنا ہے انہوں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا کہ اس کا سوائے میرے اور ام الفضل کے کسی کو علم نہ تھا۔
(طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال العباس :یا رسول الله احسبها لی فی فدائی قال:لا ذاك شئ اعطاناه الله عزوجل منك قال: فانه لیس لی مال قال فاین المال الذی وضعته بمكة حیث خرجت من عند ام الفضل بنت الحارث لیس معكما احد۔ثم قلت لها:ان اصبت فی سفری هذا فللفضل كذا وكذا ولعبدالله كذا وكذا ولقثم كذا وكذا ولعبیدالله كذا كذا!قال:والذی بعثك بالحق ما علم هذا احد غیری وغیرها وانی لاعلم انك رسول الله، ففدی العباس نفسه وابنی اخیه وحلیفه۔
(تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(دلائل النبوۃ لابی نعیم اردو ص ۴۲۳ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

علامہ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں۔

وكان العباس عم النبی فی الاسری ففدی نفسه وفدی اخیه فقال للنبی لقد تركتنی اتكفف قریشاً فقیرا معدما فقال النبی این الذهب التی عند ام الفضل وعددها كذا وكذا وقلت لها كیت وكیت فقال من اعلمك بهذا یا ابن فقال الله۔

ترجمہ: غزوہ بدر کے قیدیوں میں نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا تم اپنا اور اپنے دو بھتیجوں کا فدیہ ادا کرو۔ اس پر وہ نبی کریم ﷺ سے کہنے لگے۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں فقیر اور کنگال ہو کر قریش کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھروں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ سونا کہاں گیا جو تم نے ام فضل رضی اللہ عنہا کے پاس چھوڑا جس کی مالیت اتنی ہے اور تم نے اسے فلاں فلاں بات بھی کہی تھی؟ اس پر عباس رضی اللہ عنہ گویا ہوئے اے میرے بھتیجے تجھے یہ سب کچھ کس نے بتایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔
(روض الانف سہیلی حول غنائم بدر ج ۳ ص ۱۳۲۔۱۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی متوفی لکھتے ہیں۔

(ومن ذلك اخباره علیه الصلاة والسلام بالمال) ای الذهب (الذی تركه عمه العباس) لما خرج الی بدر ومعه عشرون اوقیة من ذهب لیطعم بها المشركین فاخذت منه فی الحرب (عند ام الفضل) زوجته لتربیة الاولاد ان مات (بعد ان كتمه) وسال ان یحسب العشرین اوقیة من فدائه فاتی ﷺ فقال تتركنی اتكفف قریشا فقال فاین الذهب الذی دفعته الی ام الفضل وقت خروجك من مكة فقال ما علمه غیری وغیرها وما یدریك فقال اخبرنی ربی۔
(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواهب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

وروی ابو داؤد عن ابن عباس رضی الله عنهما ان النبی ﷺ جعل فداء اهل الجاهلیة یوم بدر اربعمائة وادعی العباس انه لا مال عنده فقال له رسول الله ﷺ فاین المال الذی دفنته انت وام الفضل وقلت لها ان اصبت فی سفری هذا لبنی الفضل وعبدالله وقثم؟ فقال والله انی لاعلم انك رسول الله ان هذا الشی ما علمه الا انا وام الفضل۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جنگ بدر کے دن اہل جاہلیت کا فدیہ چار سو (درہم) مقرر کیا اور حضرت عباس نے یہ دعویٰ کیا کہ ان کے پاس بالکل مال نہیں ہے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا تو وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے مل کر دفن کیا تھا اور تم نے کہا تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آ گیا تو یہ مال میرے ان بیٹوں کا ہے الفضل، عبداللہ اور قثم۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم مجھے اب یقین ہو گیا کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں اس بات کا میرے اور ام فضل کے سوا کسی کو علم نہیں تھا۔

(سبل الھدی والرشاد غزوۃ بدر الکبری ج ۴ ص ۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

فقال العباس فانه ليس لي مال فقال رسول الله ﷺ فاين المال الذي وضعته بمكة حين خرجت عند ام الفضل وليس معكما احد وقلت ان اصبت في سفري هذا فللفضل كذا ولقثم كذا ولعبدالله كذا۔ قال والذي بعثك بالحق ما علم بهذا احد من الناس غيري وغيرهما واني اعلم انك رسول الله۔

ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے پاس تو مال نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا عباس وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت ام فضل کے پاس رکھا اور اس وقت صرف تم دونوں میاں بیوی تھے اور تیسرا کوئی فرد تمہارے ساتھ نہیں تھا۔ اور تم کہہ رہے تھے کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں اور جنگ میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا مال فضل کے لئے ہے اتنا حصہ تیرا ہے اور اتنا حصہ عبداللہ کا۔ انہوں نے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس مال کو میرے اور آپ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کو اس کا علم تھا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ﷺ۔

(الثقات ج ۱ ص ۱۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (اعلام النبوۃ ص ۱۶۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبھانی ص ۱۳۷ رقم الحدیث ۱۵۰ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

قال فاين المال الذي دفنته انت وام الفضل وقلت لها ان اصبت في سفري فهذا لبني الفضل و عبدالله وقثم فقال والله اني لاعلم انك رسول الله ان هذا شيء ما علمه الا انا وام الفضل۔

(البدایۃ والنھایۃ غزوۃ بدر العظمی ج ۳ ص ۲۹۹ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر فصل حکم اساری بدر ج ۲ ص ۳۰۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول لابن کثیر ص ۲۰۸ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۰۲ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۴۴ھ لکھتے ہیں۔

فقال له رسول الله ﷺ فاين المال الذي دفعته لام الفضل يعني زوجته وقلت لها ان اصبت فهذا لبني الفضل وعبدالله وقثم وفي كلام ابن قتيبة فللفضل كذا ولعبدالله كذا وقثم كذا فقال والله اني لاعلم انك رسول الله ان هذا شيء ما علمه الا انا وام الفضل زاد في رواية وانا اشهد ان لا اله الا الله وانك عبده ورسوله۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ باب غزوۃ بدر الکبری ج ۲ ص ۴۵۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن اسحاق والبیهقی عن الزهری وجماعة ان العباس قال لرسول الله ﷺ ما عندی ما افتدی به قال فاین المال الذی دفنته انت وام الفضل فقلت لها ان اصبت فی سفری هذا فهذا المال لابنی الفضل وقثم فقال العباس والله انی لاعلم انك رسول الله والله ان هذا شیء ما علمه احد غیری وغیر ام الفضل۔

ترجمہ: ابن اسحاق اور بیہقی امام زہری سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ نہیں آپ نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے دفن کیا تھا اور تم نے دم رخصت یہ کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں فضل اور قثم کے لئے ہے۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے! اللہ کی قسم مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ بخدا اس معاملے کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو قطعاً علم نہ تھا۔

(خصائص الکبری باب ما وقع فی غزوۃ بدر من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۳۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الدر المنثور فی التفسیر الماثور تحت آیت نمبر ۷۰ سورۃ الانفال ج ۳ ص ۳۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس قال: لما اسر العباس وطلب منه الفداء قال لیس لی مال فقال له رسول الله ﷺ فاین المال الذی وضعته بمکة حین خرجت عند ام الفضل ولیس معکما احد وقلت ان اصبت فی سفری هذا فللفضل کذا ولقثم کذا ولعبدالله کذا۔ قال والذی بعثك بالحق ما علم بهذا احد من الناس غیری وغیرك وانی اعلم انك رسول الله۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جنگ بدر میں ستر کفار کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی قید ہو گئے تھے اور سرور عالم ﷺ نے ان سے فدیہ طلب فرمایا تو انہوں نے عرض کیا میرے پاس تو مال نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا عباس وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت ام فضل کے پاس رکھا اور اس وقت صرف تم دونوں میاں بیوی تھے اور تیسرا کوئی فرد تمہارے ساتھ نہیں تھا۔ اور تم کہہ رہے تھے کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں اور جنگ میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا مال فضل کے لئے ہے اتنا حصہ تیرا ہے اور اتنا حصہ عبد اللہ کا۔ انہوں نے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس مال کو میرے اور آپ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کو اس کا علم تھا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ﷺ۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۷ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج ابونعیم بسند صحیح عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال العباس حین اخذ رسول الله ﷺ منه الفداء بعد وقعة بدر لقد ترکتنی فقیر قریش ما بقیت قال کیف تکون فقیر قریش وقد استودعت بنادق الذهب ام الفضل وقلت لها ان قتلت لقد ترکتك غنیة ما بقیت فقال العباس اشهد ان الذی تقوله قد کان وما اطلع علیه الا الله۔

واخرج ابن اسحاق والبیهقی عن الزهری وجماعة ان العباس قال لرسول الله ﷺ ما عندی ما افتدی به قال فاین المال الذی دفنته انت وام الفضل فقلت لها ان اصبت فی سفری هذا فهذا المال لابنی الفضل وقثم فقال العباس والله انی لاعلم انك رسول الله والله ان هذا شیء ما علمه احد غیری وغیر ام الفضل۔

حاشیہ......☆

ترجمہ: حاکم نے یہ روایت اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فدیہ لیا گیا تو انہوں نے کہا یارسول اللہ! جب تک میں زندہ رہوں گا آپ مجھ کو قریش کا فقیر بنا کے چھوڑیں گے آپ ﷺ نے جواب دیا آپ قریش کے فقیر کیونکر بنیں گے آپ نے تو سونے کے ڈھیر ام الفضل کے حوالے کئے ہیں اور ان سے کہا کہ اگر میں مارا جاوں تو تا حیات تیرے لئے یہ سونا تجھ کو غنی رکھے گا یہ سن کر عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ جس بات کی آپ خبر دے رہے ہیں اس پر سوائے اللہ کے اور کوئی مطلع نہیں کر سکتا۔

ابن اسحاق اور بیہقی امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ میرے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ نہیں آپ نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے دفن کیا تھا اور تم نے دم رخصت یہ کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں فضل اور قثم کے لئے ہے۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے! اللہ کی قسم! مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس معاملے کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو قطعاً علم نہ تھا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

محمد ھارون معاویہ دیوبندی لکھتے ہیں۔

آپ ﷺ کا پوشیدہ دفینے کا حال بتا دینا

حضرت عبداللہ بن عباس اور ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں کافروں کو شکست ہوئی تو حضور ﷺ کے چچا عباس بن عبدالمطلب جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے بھی اسیر ہو کر آئے تھے۔ حضور ﷺ نے قیدیوں کے عوض فدیہ طلب کیا تو انہوں نے عرض کی کہ میرے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ زرفدیہ ادا کر سکوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ مال کیا ہوا؟ جو تم ام الفضل (حضرت عباس کی زوجہ) کے پاس دفن کیا ہے اور اس سے کہہ آئے تھے کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ مال میری اولاد کے لئے ہے حضرت عباس نے کہا یارسول اللہ! خدا کی قسم اس مال کی میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو خبر نہ تھی۔ (مسند احمد)

(خصوصیات مصطفیٰ ﷺ ج ۲ ص ۲۵۰۔۲۵۱ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

حدیث نمبر ﴿۱۹﴾......ان نیزوں سے فدیہ ادا کرو جو جدے میں ہیں

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال اخبرنا علی بن عیسی النوفلی عن ابیه عن عمه اسحاق بن عبدالله بن الحارث بن نوفل قال لما اسر نوفل بن الحارث ببدر قال له رسول الله ﷺ افد نفسك یا نوفل قال ما لی شئ افدی به نفسی یا رسول الله قال افد نفسك برماحك التی بجدة قال اشهد انك رسول الله۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن الحارث بن نوفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نوفل بن الحارث بدر میں گرفتار کئے گئے تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے نوفل اپنی جان کا فدیہ دو عرض کی یارسول اللہ! میرے پاس تو کچھ بھی نہیں جس سے میں اپنی جان کا فدیہ دوں فرمایا کہ اپنی جان کا فدیہ ان نیزوں سے ادا کرو جو جدے میں ہیں۔ عرض کی میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۴۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حاشیہ......☆

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۷۸۹ھ لکھتے ہیں۔

قال لما اسر نوفل بن الحارث یوم بدر قال له رسول الله ﷺ افد نفسك قال مالی شیٔ افتدی به قال افد نفسك برماحك التی بجدة قال والله ما علم احد ان لی زماحا بجدة غیری بعدالله اشهد انك رسول الله ففدی نفسه بها و کانت الف رمح۔

(تخریج الدلالات السمعیہ ص ۶۹۶ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام محب الدین ابو العباس احمد بن عبداللہ متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں۔

عن عبدالله بن الحرث بن نوفل قال لما اسر نوفل بن الحارث ببدر قال له رسول الله افد نفسك قال مالی شیٔ افتدی به قال افد نفسك برماحك التی بجدة فقال والله ما علم احد ان لی بجدة رماحا غیری بعدالله اشهد انك رسول الله وفدی نفسه بها فکانت الف رمح ذکره ابو عمر۔

(ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ص ۲۴۳ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطیب متوفی ۸۱۰ھ لکھتے ہیں۔

ومنهم نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب ابن عم النبی اسر یوم بدر فیمن اسر من المشرکین وقال له النبی افد نفسك فقال ماعندی شیٔ فقال له ورماحك التی بجدة فقال والله ما علم بها احد اشهد انك رسول الله وففدی بها نفسه وکانت الف رمح۔

(وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۸۱ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج ابن سعد والبیهقی عن عبدالله بن الحارث بن نوفل قال لما اسر نوفل بن الحارث ببدر قال له رسول الله ﷺ افد نفسك یا نوفل قال ما لی شی ء افدی به نفسی قال افد نفسك من مالك الذی بجدة قال اشهد انك رسول الله ﷺ ففدی نفسه بها۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں کہ جب نوفل بن حارث بدر کے مقام پر قیدی ہوئے تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اپنا فدیہ دیکر آزادی حاصل کرلو تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے پاس تو جان چھڑانے کے لئے کوئی چیز نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس مال سے فدیہ دو جو جدہ میں ہے یہ سن کر نوفل پکارا ٹھے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں پھر اس مال کا فدیہ دیکر رہائی حاصل کرلی۔

(خصائص الکبری باب ماوقع فی غزوۃ بدر من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۳۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

عن عبدالله بن الحارث بن نوفل قال لما اسر نوفل بن الحارث ببدر قال له رسول الله ﷺ افد نفسك قال ما لی شیٔ افتدی به قال افد نفسك برماحك التی بجدة قال والله ما علم احد ان لی بجدة رماحا غیری بعد الله اشهد انك رسول الله ففدی نفسه بها و کانت الف رمح۔

(الاستیعاب ذکر نوفل بن الحارث رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۵۱۲۔۱۵۱۳ برقم ۲۶۴۴ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (سبل الھدی والرشاد غزوۃ بدر الکبری ج ۴ ص ۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

واخرج بن سعد من طریق اسحاق بن عبدالله بن الحارث بن نوفل عن ابیه قال لما اسر نوفل یوم

حاشیہ.....☆

بدر قال له النبی ﷺ افد نفسك برماحك التی بجدة فقال والله ما علم احد ان لی بجدة رماحا بعد غیری اشهد انك انك رسول الله ففدی نفسه بها وكانت الف رمح۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ ج ۶ ص ۴۷۹ برقم ۸۸۳۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

علامہ ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

نوفل بن الحارث

ومنهم نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب یقال اسلم عام الخندق وهاجر وقیل بل اسلم حین وذلك ان النبی قال له افد نفسك قال لیس لی مال افتدی به قال افد نفسك التی بجدة قال والله ما علم احد ان لی بجدة ارحاما الله اشهد انك رسول الله۔

ترجمہ: مسلمان ہونے والے اسیران بدر میں سے ایک حضرت نوفل بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے غزوۂ خندق کے سال اسلام قبول کیا اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اسی وقت اسلام لے آئے تھے جب آپ کو قید کیا گیا۔ واقعہ یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا اپنا فدیہ ادا کرو۔ انہوں نے عرض کی میرے پاس فدیہ کی ادائیگی کے لئے مال نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان نیزوں کے ذریعے فدیہ ادا کرو جو تم نے جدہ میں رکھے ہیں۔ حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن کر وہ کہنے لگے قسم بخدا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس بات کا علم نہ تھا کہ جدہ میں میرے نیزے پڑے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں ﷺ۔

(روض الانف تسمیۃ من اسر من المشرکین یوم بدر ج ۳ ص ۱۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج ابن سعد والبیهقی عن عبدالله بن الحارث بن نوفل قال لما اسر نوفل بن الحارث ببدر قال له رسول الله ﷺ افد نفسك یا نوفل قال ما لی شیء افدی به نفسی قال افد نفسك من مالك الذی بجدة قال اشهد انك رسول الله ﷺ ففدی نفسه بها۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں کہ جب نوفل بن حارث بدر کے مقام پر قیدی ہوئے تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اپنا فدیہ دیکر آزادی حاصل کرلو تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے پاس تو جان چھڑانے کے لئے کوئی چیز نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس مال سے فدیہ دو جو جدہ میں ہے یہ سن کر نوفل پکار اٹھے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں پھر اس مال کا فدیہ دیکر رہائی حاصل کرلی۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۲۰﴾.....تو اسے بیل کا شکار کرتے ہوئے پائے گا

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج البیهقی وابن منده من طریق ابن اسحاق حدثنی یزید بن رومان وعبدالله بن ابی بكر ان رسول الله ﷺ بعث خالد بن الولید الی اكیدر رجل من كندة كان ملكا علی دومة وكان نصرانیا فقال النبی ﷺ انك ستجده یصید البقر فخرج خالد حتی اذا كان من حصنه منظر العین فی لیلة مقمرة صافیة وهو علی سطح ومعه امراته فاتت البقرة بقرونها باب القصر فقالت له امراته هل رایت مثل هذا قط قال لا والله قالت فمن ترك مثل هذا قال لا احد فنزل فامر بفرسه فاسرج وركب معه نفر من اهل بیته فخرجوا بمطارد هم فتلقتهم خیل رسول الله ﷺ فاخذته فقال رجل من طیئ یقال له بجیر بن بجرة فی ذلك:

حاشیہ.....☆

تبارك سائق البقرات انی — رایت اللہ یهدی کل هادی
فمن یك حائداً عن ذی تبوك — فانا قد امرنا بالجهاد

فقال له النبی ﷺ لا یفضض اللہ فاك فاتی علیه تسعون سنة فما تحرك له ضرس و لا سن۔

ترجمہ: حضرت یزید بن رومان اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دومہ کے حکمران اکیدر کی طرف بھیجا اکیدر نصرانی تھا۔ حضور ﷺ نے پیش گوئی فرمائی کہ تم اسے اس حالت میں پاؤں گے کہ وہ جنگلی گائے کے شکار میں مصروف ہوگا چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قلعے کے اتنے قریب پہنچ گئے جہاں سے آدمی نظر آسکتا تھا رات چاندنی تھی۔ اکیدر اپنی بیوی کے ہمراہ قلعہ کی چھت پر تھا۔ اسی اثناء میں ایک جنگلی گائے قلعہ کے دروازہ کے ساتھ سر ٹکرانے لگی۔ اکیدر کی بیوی نے اس سے کہا کیا آپ نے کبھی ایسا منظر دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں اس کی بیوی نے کہا کیا اس طرح کے شکار کو چھوڑا جاسکتا ہے؟ اکیدر نے کہا نہیں کوئی یہ موقع ہاتھ سے ضائع نہیں کرسکتا۔ وہ قلعہ کی چھت سے نیچے آیا۔ حکم دیا کہ گھوڑے پر زین رکھی جائے۔ پھر اس پر سوار ہوا اس کے ہمراہ اس کے گھرانے کے چند آدمی تھے۔ وہ اپنے شکار کے لئے روانہ ہوئے تو نبی اکرم ﷺ کے قافلے سے ان کی مڈبھیڑ ہوگئی۔ انہوں نے اسے گرفتار کرلیا اور اس کے بھائی حسان کو قتل کردیا جس پر دیباج کی سنہری قباء تھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے چھین کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اکیدر کے ہمراہ بھیج دیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اکیدر کو لیکر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے انہیں جاں بخشی فرمائی اور جزیہ پر صلح کرلی۔ پھر اسے رہا کردیا۔ بنوطے کے ایک شخص بجیر نے اس واقعہ کا یوں ذکر کیا ہے۔

بابرکت ہے وہ جو نیل گائیوں کو ہنکا کر لانے والا ہے میں نے دیکھا کہ اللہ ہر طالب ہدایت کو ہدایت دیتا ہے۔
پس جو شخص تبوک والے نبی سے منحرف ہوتا ہو تو ہو ہمیں تو جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شاعر کو دعا دیتے ہوئے فرمایا اللہ تمہارے منہ کو سلامت رکھے اس دعا کا ثمرہ یہ ہے کہ نوے سال کی عمر میں اس شخص کی نہ تو داڑھ میں حرکت ہوئی نہ اس کا کوئی دانت ٹوٹا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۲۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی باب بعث النبی ﷺ خالد بن الولید الی اکیدر دومۃ الخ ج ۵ ص ۲۵۰۔۲۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۱ ص ۴۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۷۸۔۴۷۹ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (طبقات الکبری ابن سعد ج ۲ ص ۱۶۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

ثم ان رسول اللہ ﷺ دعا خالد بن الولید فبعثه الی اکیدر دومة وهو اکیدر بن عبدالملك رجل من کندة کان ملکا علیها و کان نصرانیا فقال رسول اللہ ﷺ لخالد انك ستجده یصید البقر۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اسے دومہ کے اکیدر کی طرف بھیجا یہ اکیدر بن عبدالملک تھا۔

حاشیہ......☆

یہ بنو کندہ کا ایک فرد تھا اور دومہ کا بادشاہ تھا یہ نصرانی تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو اسے بیل شکار کرتے ہوئے پائے گا۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۵ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول اللہ ﷺ لخالد انك ستجده يصيد البقر الوحش۔

(السیرۃ النبویۃ واخبار الخلفاء لابن حبان ص ۳۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ ابو عمر و ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

و قال له يا خالد انك ستجده يصيد البقر۔

(الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر ص ۲۴۱ مطبوعہ دار المعارف القاہرۃ مصر)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول اللہ لخالد انك ستجده يصيد البقر۔

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی بعث رسول اللہ خالد بن الولید الی اکیدر دومۃ ج ۳ ص ۵۳۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

و قال رسول اللہ ﷺ لخالد انك ستجده يصيد البقر۔

(السیرۃ النبویۃ بعثہ علیہ السلام خالد بن الولید الی اکیدر دومۃ ج ۴ ص ۳۰۔۳۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (البدایۃ والنہایۃ بعثہ علیہ السلام خالد بن الولید الی اکیدر دومۃ ج ۵ ص ۱۷ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

و من اعلامه انه بعث خالد بن الوليد من تبوك فى اربعمائة و عشرين فارسا الى اكيدر بن عبدالملك بدومة الجندل من كندة فقال خالد يا رسول اللہ كيف لى به وسط بلاد كلب و انما انا فى عدد يسير فقال ستجده يصيد البقر فتاخذه۔

(اعلام النبوۃ ص ۱۶۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حدیث نمبر ﴿۲۱﴾......وہ دو اونٹ کہاں ہیں جنہیں تم نے عقیق میں فلاں فلاں وادی میں چھپا دیا ہے

امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن هشام و يقال لما انصرف رسول اللہ ﷺ من غزوة بنى المصطلق و معه جويرية بنت الحارث و كان بذات الجيش دفع جويرية الى رجل من الانصار وديعة و امره بالاحتفاظ بها و قدم رسول اللہ ﷺ المدينة فاقبل ابوها الحارث بن ابى ضرار بفداء ابنته فلما كان بالعقيق نظر الى الابل الت جاء بها للفداء فرغب فى بعيرين منها فغيبهما فى شعب من شعب العقيق ثم التى الى النبى ﷺ و قال يا محمد اصبتم ابنتى و هذا فداؤها فقال رسول اللہ ﷺ فاين البعيران اللذان غيبتهما بالعقيق فى شعب كذا و كذا فقال الحارث اشهد ان لا اله الا اللہ و انك محمد رسول اللہ فو اللہ ما اطلع على ذلك الا اللہ فاسلم الحارث و اسلم معه ابنان له و ناس من قومه و ارسل الى البعيرين فجاء بهما فدفع الابل الى النبى ﷺ و دفعت اليه ابنته جويرية فاسلمت و حسن اسلامها فخطبها رسول اللہ ﷺ الى ابيها فزوجه اياها و احد قها اربعمائة درهم۔

حاشیہ......☆

ترجمہ: حضرت ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ کہا جاتا ہے کہ جب حضور ﷺ غزوہ بنی مصطلق سے واپس ہوئے جبکہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ تھیں آپ ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بطور امانت ایک انصاری کو دے دیں اور حفاظت کا حکم دیا۔ حضور ﷺ مدینہ طیبہ پہنچے تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا باپ حارث اپنی بیٹی کا فدیہ لے کر پہنچا جب عقیق کے مقام پر پہنچا تو اپنے اونٹوں کو دیکھا جو فدیہ کے طور پر لایا تھا اسے دو اونٹ بہت اچھے لگے اور عقیق کی وادیوں میں انہیں چھپا دیا پھر حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ عرض کی اے محمد ﷺ آپ نے میری بیٹی کو پکڑ لیا ہے یہ اونٹ اس کا فدیہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ دو اونٹ کہاں ہیں جنہیں تم نے عقیق میں فلاں فلاں وادی میں چھپا دیا ہے حارث نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! اس بات پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آگاہ نہیں۔ حارث مسلمان ہوگیا ساتھ ہی اس کے دو بیٹے بھی مسلمان ہو گئے اور اس کی قوم کے کئی لوگ بھی مسلمان ہو گئے حارث نے دونوں اونٹوں کو لانے کے لئے ایک آدمی بھیجا جو ان دونوں اونٹوں کو لے آیا۔ اونٹ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کئے۔ حضور ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو حارث کے حوالے کر دی۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا اور بہت اچھی مسلمان ثابت ہوئیں۔ حضور ﷺ نے ان کے والد کو دعوت نکاح دی، ان کے والد نے اپنی بیٹی کا نکاح حضور ﷺ سے کر دیا اور حضور ﷺ نے چار سو درہم مہر عطا کیا۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام غزوۃ بنی المصطلق فی شعبان سنہ ست ج ۴ ص ۲۵۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

یہی امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ فاين البعيران اللذان غيبتهما بالعقيق في شعب كذا و كذا فقال الحارث اشهد ان لا اله الا الله و انك محمد رسول الله فوالله ما اطلع على ذلك الا الله۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا وہ دو اونٹ کہاں ہیں جنہیں تم نے عقیق میں فلاں فلاں وادی میں چھپا دیا ہے حارث نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! اس بات پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آگاہ نہیں۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ذکر ازواجہ ﷺ ج ۶ ص ۵۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

قال فلما كان بالعقيق نظر الى الابل فرغب في بعيرين منها فغيبهما في شعب ثم جاء فقال يا محمد هذا فداء ابنتي فقال فاين البعيران اللذان غيبتهما بالعقيق فقال الحارث اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله و الله ما يتحقق على ذلك الا الله۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر الحارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۵۷۹ برقم ۱۴۲۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (خصائص الکبری باب ماوقع فی غزوۃ بنی المصطلق من الآیات والخصائص ج ۱ ص ۳۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد غزوۃ بنی المصطلق ج ۴ ص ۳۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۴۴ھ لکھتے ہیں۔

عن عبدالله بن زياد رضي الله عنه قال افاء اى غنم رسول الله تعالى ﷺ في غزوة بنى المصطلق جويرية بنت الحارث وقدم رسول الله ﷺ المدينة فاقبل ابوها في فدائها فلما كان بالعقيق نظر الى ابله التي يفدى بها ابنته فرغب في بعيرين منها كانا من افضلها فغيبها في شعب من شعاب العقيق ثم اقبل على رسول الله ﷺ فقال يا محمد اصبتم ابنتي هذا فداؤها فقال له رسول الله ﷺ فاين البعيران اللذان غيبت بالعقيق في شعب كذا و كذا فقال الحارث اشهد انك رسول الله ما اطلع على ذلك الا الله و اسلم۔

حاشیہ......☆

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زیاد بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ غزوہ بنی مصطلق میں جویریہ بنت حارث بطور غنیمت عطا فرمائی توان کا باپ حارث ان کی رہائی کے لئے فدیہ لے کر آیا جب وادی عقیق میں پہنچا توان اونٹوں کی طرف دیکھا جواپنی بیٹی کے فدیے میں دیئے تھے اسے دو اونٹ ان میں سے بہت پسند آئے پس ان دونوں اونٹوں کو وادی عقیق کی ایک گھاٹی میں غائب کر دیا پھر دیگر اونٹوں کو ہنکا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا محمد! میری بیٹی آپ کے ہاں گرفتار ہے یہ اس کا فدیہ ہے فرمایا: وہ دونوں اونٹ کہاں ہیں جو تم نے وادی عقیق میں غائب کئے ہیں یہ سن کر حارث نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ واقعی میں نے ان دونوں اونٹوں کو عقیق میں غائب کیا اور اس بات پر سوائے اللہ کے کوئی آگاہ نہ تھا۔ اس کے بعد حارث نے اسلام قبول کرلیا۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۵۸۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر﴿۲۲﴾......اس طرف سے کچھ سوار تمہارے پاس آئیں گے جو اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابوعلی الحسین بن محمد الروذباری انبانا اسماعیل بن محمد ابن اسماعیل الصفار حدثنا الحسین بن الفضل بن السمح حدثنا قیس بن حفص الدارمی حدثنا طالب بن حجیر العبدی حدثنا هود بن عبدالله بن سعید انه سمع مزیدة العصری قال بینما النبی ﷺ یحدث اصحابه اذ قال لهم سیطلع علیکم من هاهنا رکب هم خیر اهل المشرق فقام عمر فتوجه نحوهم فلقی ثلاثة عشر راکبا فقال من القوم؟ قالوا من بنی عبدالقیس الخ۔

ترجمہ: مزیدہ العصری بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محو گفتگو تھے کہ دوران گفتگو فرمایا: عنقریب اس طرف سے کچھ سوار تمہارے پاس آئیں گے جو اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں۔ یہ ارشاد سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور اس جانب روانہ ہو گئے تو 13 افراد پر مشتمل ایک وفد ان سے ملا پوچھا: کس قبیلہ سے تمہارا تعلق ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہم بنی عبدالقیس سے ہیں۔

(دلائل النبوۃ باب وفد عبدالقیس واخبار النبی ﷺ بطلوعھم قبل قدومھم ج ۵ ص ۳۲۶۔۳۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۵ ص ۴۷ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ): (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۲۵۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن شاهین من طریق حسین بن محمد قال حدثنا ابی حدثنا جعفر بن الحاکم العبدی عن صخار بن العباس ومزیلة بن مالك فی نفر من عبدالقیس قالوا کان الاشج اشج عبدالقیس صدیقا لراهب بدارین فلقیه عاما فاخبره ان نبیا یخرج بمکة یاکل الهدیة ولا یاکل الصدقة بین کتفیه علامة یظهر علی الادیان ثم مات الراهب فبعث الاشج ابن اخته فاتی مکة عام الهجرة فلقی النبی ﷺ ورای صحة العلامة فاسلم الاشج وکتم اسلامه حینا ثم خرج فی ستة عشر رجلا وقدم المدینة فخرج النبی ﷺ فی اللیلة التی قدموا فی صبحها فقال لیاتین رکب من قبل المشرق م یکرهوا علی الاسلام لصاحبهم علامة فقدم اشج عبدالقیس فی نفر من قومه کان قدومهم عام الفتح۔

حاشیہ......☆

ترجمہ: ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ صحار بن عباس اور مزیدہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں (یہ مزیدہ وفد عبد القیس کے ایک رکن تھے) وہ کہتے ہیں کہ اشج عبد القیس دارین کے راہب کا دوست تھا۔ ایک سال اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا کہ مکہ شریف میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے جو ہدیہ قبول کرتا ہے مگر صدقہ نہیں کھاتا اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشانی ہے اور وہ سارے ادیان پر غالب آجائے گا۔ اس کے بعد راہب کی موت واقع ہوگئی۔ اس کے بعد اشج نے تحقیق حال کے لئے اپنے بھانجے کو مکہ شریف بھیجا وہ ہجرت کے سال آیا اور نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اور نبوت کی نشانیوں کو صحیح پا کر اسلام لے آیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سورہ الحمد اور سورہ العلق کی تعلیم دی۔ اس کے بعد اسے حکم دیا کہ اب جا کر اپنے ماموں کو اسلام کی دعوت دو چنانچہ اس نے لوٹ کر اپنے ماموں کو تمام حالات سے آگاہ کیا جس کی وجہ سے اشج اسلام لے آیا مگر مگر ایک عرصہ تک اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا پھر سولہ مردوں کے ساتھ روانہ ہوا اور مدینہ آیا جس صبح یہ وفد مدینہ پہنچا اسی رات نبی کریم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی کہ مشرق کی طرف سے ایک قافلہ آنے والا ہے جنہیں اسلام کے لئے مجبور نہیں کیا گیا بلکہ برضا و رغبت آرہے ہیں ان کے رہنما کی ایک علامت ہے، چنانچہ اشج عبد القیس اپنی قوم کے چند نفوس کے ساتھ آیا یہ فتح مکہ کے سال کا واقعہ ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

نظر رسول اللہ ﷺ الی الافق صبیحة لیلة قدموا وقال لیاتین رکب من المشرکین لم یکرھوا قبد انضوا الرکاب وافنوا الزاد بصاحبھم علامة اللھم اغفر لعبد آلاف اتونی لا یسالونی مالاھم خیر اھل المشرق۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے اس رات جس کی صبح بنو عبد القیس کا وفد آیا تھا۔ افق کی طرف دیکھ کر فرمایا: مشرکین کی ایک جماعت آئے گی جنہیں اسلام کے لئے مجبور نہیں کیا گیا ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ سفر کی صعوبتوں نے ان کے جانوروں کو دبلا کر دیا ہے۔ ان کا زادراہ ختم ہو چکا ہے اور ان کے سردار کی ایک نشانی ہے پھر دعا فرمائی ہے اے اللہ! عبد القیس کو معاف فرما وہ حصول مال کے لئے میرے پاس نہیں آئے وہ اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں۔

(طبقات الکبری ابن سعد وفود قبیلۃ ربیعۃ وفد عبد القیس ج ا ص ۳۱۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابو بکر الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ لکھتے ہیں۔

سیطلع علیکم من ھذا الوجه رکب ھم خیر اھل المشرق......

(الآحاد والمثانی ج ۳ ص ۳۱۴ رقم الحدیث ۱۶۹۰ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)

امام عبد الباقی بن قانع ابو الحسین متوفی ۳۵۱ھ روایت کرتے ہیں۔

وخیر اھل المشرق عبدالقیس۔

(معجم الصحابۃ ج ۲ ص ۳۴۶ برقم ۸۸۳ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ا ص ۲۴۷ رقم الحدیث ۴۰۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

حاشیہ......☆

سیطلع من ھاھنا رکب ھم خیر اھل المشرق۔

(السیرۃ النبویۃ وفد بنی عبدالقیس ج۴ص۸۰ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (مجمع الزوائد ج۹ص۳۹۱۔ بزار رقم الحدیث ۲۷۴۶۔ الاصابۃ ج۱ص۲۱۶ برقم ۱۰۴۲۔ الاستیعاب ج۱ص۲۴۷۔۲۴۹)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج۳ص۲۵۱ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (خصائص الکبری ج۲ص ۲۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج۵ص۴۶۔۴۷ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (السیرۃ النبویۃ وفد بنی عبدالقیس ج۴ص۸۰ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء وفد عبدالقیس ج۲ص۳۴۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (الآحاد والمثانی ذکر الوازع بن الزارع ج۳ص۳۰۴۔۳۰۵۔۳۰۶ رقم الحدیث ۱۶۸۴ مطبوعہ دارالرایۃ الریاض)، (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبدالبر ج۱ص۱۴۱ مطبوعہ دارالجیل بیروت)، (معجم الصحابۃ ج۱ص۲۴۱ برقم ۲۷۵ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (زادالمعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی قدوم وفد عبدالقیس ج۳ص۶۰۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الحاکم عن انس ان وفد عبدالقیس من اھل ھجر قدموا علی رسول اللہ ﷺ فبینما ھم قعود عندہ اذ اقبل علیھم فقال لکم تمرۃ تدعونھا کذا حتی عدّ الوان تمرھم اجمع فقال لہ رجل من القوم بابی انت وامی یارسول اللہ واللہ لو کنت ولدت فی جوف ھجر ما کنت باعلم منک الساعۃ اشھد انک رسول اللہ فقال ﷺ ان ارضکم رفعت لی منذ قعدت الی فنظرت من ادناھا الی اقصاھا فخیر تمراتکم البرنی یذھب الداء ولا داء فیہ۔

ترجمہ: حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اہل ہجر سے عبدالقیس کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں باریاب ہوا وہ بیٹھے تھے کہ اچانک آپ ﷺ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تمہارے ہاں کئی قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں اور تم فلاں رنگ کی کھجور کو اس نام سے پکارتے ہو یہ سن کر ایک شخص بولا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اگر آپ ﷺ کی ولادت مقام ہجر میں ہوتی تو اس سے زیادہ آپ ان کھجوروں کے متعلق علم نہ رکھتے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میرے پاس بیٹھے تو تمہاری سرزمین اٹھا کر میرے سامنے کردی گئی اور میں نے اسے ایک سرے سے دوسرے تک بالتفصیل دیکھا تمہاری کھجوروں میں سے بہترین کھجور "برنی" ہے جو بیماری کو دور کرتی ہے اور خود اس میں کوئی بیماری نہیں۔

(خصائص الکبری ج۲ص۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

محدث کبیر امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا قیس بن حفص قال حدثنا طالب بن حجیر العبدی قال حدثنی ھود بن عبداللہ بن سعد سمع جدہ مزیدۃ العبدی قال ثم جاء اشج یمشی حتی اخذ بید النبی ﷺ فقبلھا فقال لہ النبی ﷺ اما ان فیک لخلقین یحبھما اللہ ورسولہ قال جبلا جبلت علیہ او خلقا معی؟ قال لا بل جبلت علیہ قال الحمد للہ الذی جبلنی علی ما یحب اللہ ورسولہ۔

ترجمہ: مزیدہ عبدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اشج رضی اللہ عنہ پیدل چلتے ہوئے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کو پکڑ کر بوسہ دیا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ پسند کرتے ہیں۔ اس نے عرض کیا کیا وہ ایسی چیزیں ہیں؟ جن پر میں پیدا ہوا ہوں۔ (یعنی فطرتی) یا وہ بعد میں پیدا کی گئیں ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلکہ وہ فطری ہیں جن پر تم پیدا کیے گئے ہو۔ اشج رضی اللہ عنہ نے کہا سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے میرے اندر

حاشیہ......☆

ایسی خصلتیں پیدا فرمائیں جن کو اللہ تعالی اور اس کا رسول ﷺ پسند فرماتے ہیں۔

(الادب المفرد ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۵۸۷ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری مختصرا ج ۸ ص ۳۰۔ ۳۱ برقم ۲۰۴۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۰ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۸۱۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

امام ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یطلع علیکم من هذا الوجه رکب من خیر اهل المشرق۔

(مسند ابی یعلی ج ۱۲ ص ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷ رقم الحدیث ۶۸۵۰ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)

امام حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

انه سیطلع علیکم من هذا الوجه رکب هم من خیر اهل المشرق۔

(نوادر الاصول فی احادیث الرسول ج ۴ ص ۷۴ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حدیث نمبر ﴿۳۲﴾...... اسی ترتیب سے خلفاء ہوں گے

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۲۸۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا یحیی بن عبدالحمید الحمانی ثنا حشرج بن نباتة حدثنی سعید بن جمهان عن سفینة مولی رسول الله قال لما بنی رسول الله المسجد وضع حجرا ثم قال لیضع ابوبکر حجره الی جنب حجری ثم قال لیضع عمر حجره الی جنب حجر ابی بکر ثم قال لیضع عثمان حجره الی جنب حجر عمر ثم قال هؤلاء الخلفاء من بعدی۔

(بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث ﷺ زوائد الہیثمی کتاب الامرۃ باب ماجاء فی الخلفاء ج ۲ ص ۶۲۱ رقم الحدیث ۵۹۳ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

وقد قال الحافظ البیهقی فی الدلائل حدثنا ابو عبدالله الحافظ املاء حدثنا ابو بکر بن اسحاق اخبرنا عبید بن شریك حدثنا نعیم بن حماد حدثنا عبدالله بن المبارك اخبرنا حشرج بن نباتة عن سعید بن جمهان عن سفینة مولی رسول الله ﷺ قال جاء ابوبکر بحجر فوضعه ثم جاء عمر بحجر فوضعه ثم جاء عثمان بحجر فوضعه فقال رسول الله ﷺ هؤلاء ولاة الامر بعدی۔

ثم رواه من حدیث یحیی بن عبدالحمید الحمانی عن حشرج عن سعید عن سفینة قال لما بنی رسول الله ﷺ المسجد وضع حجرا ثم قال لیضع ابوبکر حجرا الی جنب حجری ثم لیضع عمر حجره الی جنب حجر ابی بکر ثم لیضع عثمان حجره الی جنب حجر عمر فقال رسول الله ﷺ هؤلاء الخلفاء من بعدی۔

(السیرۃ النبویۃ فصل بناء مسجدہ الشریف فی مدۃ مقامہ علیہ السلام بدار ابی ایوب رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۶۹۔ ۲۷۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۵۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، مستدرک ج ۳ ص ۱۳ مطبوعہ مصر)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابویعلی والحاکم وابونعیم عن عائشة قالت: اول حجر حمله النبی ﷺ لبناء المسجد ثم حمل ابوبکر حجرا ثم حمل عثمان حجرا فقال رسول الله ﷺ هؤلاء الخلفاء بعدی۔

ترجمہ: ابویعلی وحاکم اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے

حاشیہ......☆

مسجد کی بنیاد کے لئے سب سے پہلے خود پتھر اٹھایا۔ آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پتھر اٹھایا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پتھر اٹھایا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پتھر اٹھایا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد (اسی ترتیب سے) یہ حضرات خلفاء ہوں گے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۰۰ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابويعلي والحارث بن اسامة وابن حبان والحاكم وصححه والبيهقي وابونعيم عن سفينة قال: لما بنى رسول الله ﷺ المسجد جاء ابوبكر بحجر فوضعه ثم جاء عمر بحجر فوضعه ثم جاء عثمان بحجر فوضعه فقال النبي ﷺ هؤلاء ولاة الامر بعدي۔

ترجمہ: وابویعلی وحارث بن اسامہ، ابن حبان وحاکم رحمہم اللہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی وابونعیم رحمہما اللہ نے سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ جب نبی کریم ﷺ نے مسجد کی بنیاد رکھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پتھر لائے۔ آپ نے اسے رکھا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پتھر لائے آپ نے اسے رکھا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پتھر لائے اور آپ نے اسے رکھا اس وقت آپ نے فرمایا میرے بعد اسی ترتیب سے خلفاء ہوں گے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابونعيم عن قطبة بن مالك قال: مررت برسول الله ﷺ ومعه ابو بكر وعمر وعثمان وهو يؤسس مسجد قباء فقلت يارسول الله تبني هذا البناء وانما معك هؤلاء الثلاثة قال ان هؤلاء اولياء الخلافة بعدي۔

ترجمہ: ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم تھے اور آپ مسجد قبا کی تعمیر فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اس کی تعمیر فرما رہے ہیں در آں حالیکہ آپ کے ساتھ صرف یہی تین حضرات ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے بعد یہی تین صاحبان خلافت ہیں۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر﴿۲۴﴾...... سب سے پہلے مجھ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ملے گی

امام ابوعیسی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن بشار حدثنا عثمان بن عمرو اخبرنا اسرائيل عن ميسرة بن حبيب عن المنهال بن عمرو عن عائشة بنت طلحة عن عائشة ام المؤمنين ثم قالت ما رأيت احد اشبه سمتا ودلا وهديا برسول الله في قيامها وقعودها من فاطمة بنت رسول الله ﷺ قالت وكانت اذا دخلت على النبي ﷺ قام اليها فقبلها واجلسها في مجلسه وكان النبي ﷺ اذا دخل عليها قامت من مجلسها فقبلته واجلسته في مجلسها فلما مرض النبي ﷺ دخلت فاطمة فاكبت عليه فقبلته ثم رفعت راسها فبكت ثم اكبت عليه ثم رفعت راسها فضحكت قلت ان كنت لاظن ان هذه من اعقل نسائنا فاذا هي من النساء فلما توفي النبي ﷺ قالت لها ارايت حين

حاشیہ......☆

۱۰کبیت علی النبی ﷺ فرفعت راسک فبکیت ثم اکبیت علیه فرفعت راسک فضحکت ما حملک علی ذلک قالت انی اذا لبذرة اخبرنی انه میت من وجعه هذا فبکیت ثم اخبرنی انی اسرع اهله لحوقاً به فذاك حین ضحکت۔

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے قریب کسی کو نہیں دیکھا جو اپنی نشست، برخواست اور زندگی کے عام معمولات میں آپ کے سب سے زیادہ مشابہ ہو، جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آتیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے ان کو بوسہ دیتے اور ان کو اپنے پاس بٹھاتے جب نبی کریم ﷺ بیمار ہو گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور جھک کر آپ ﷺ کو بوسہ دیا اور سر اٹھا کر رونے لگیں پھر دوبارہ آپ ﷺ پر جھکیں اور سر اٹھا کر ہنسنے لگیں جب نبی کریم ﷺ فوت ہو گئے تو میں نے ان سے کہا جب آپ پہلی بار نبی کریم ﷺ پر جھکی تھیں تو رونے لگیں تھیں پھر جب آپ دوبارہ جھکیں اور سر اٹھایا تو آپ ہنسنے لگیں تھیں۔ اس کا کیا سبب تھا؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں آپ کا راز بتا رہی ہوں پہلی بار آپ ﷺ نے یہ بتایا تھا کہ آپ اس درد اور اس بیماری سے فوت ہو جائیں گے تو میں رونے لگی پھر دوسری بار آپ ﷺ نے یہ بتایا تھا کہ آپ کے اہل میں سے سب سے پہلے میں آپ کے ساتھ ملوں گی تو میں ہنسنے لگی۔

(سنن الترمذی باب فضل فاطمۃ بنت محمد ﷺ ج ۵ ص ۷۰۰ رقم الحدیث ۳۸۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی باب ما جاء فی نعیہ نفسہ ﷺ الی ابنتہ فاطمۃ رضی اللہ عنہا الخ ج ۷ ص ۱۶۴۔۱۶۵ ج ۶ ص ۳۶۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواھب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۶۲۴۔ صحیح مسلم رقم الحدیث ۹۹۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۶۲۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۱۲۹۔ طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۳۳۰)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۴۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۴۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۱۲ مطبوعہ دار المرفۃ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ ج ۲ ص ۷۸۱ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۴۶۹۔۴۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فاخبرنی انی اول من یتبعه من اهله فضحکت۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۷۵۴ رقم الحدیث ۱۳۴۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابراهیم بن عبدالله نا سلیمان بن داود نا عباد بن العوام نا هلال بن حباب عن عکرمة عن بن عباس قال قال رسول الله ﷺ لفاطمة ثم انت اول لحوقا بی۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۷۶۴ رقم الحدیث ۱۳۴۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں۔

فاخبرنی انی اسرع اهله به لحوقا وانی سیدة نساء اهل الجنة الا مریم بنت عمران فرفعت راسی فضحکت۔

(فضائل الصحابۃ للنسائی ص ۷۶۔۷۷ رقم الحدیث ۲۶۱۔۲۶۲۔۲۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (کتاب الوفاۃ للنسائی ص ۲۳ رقم الحدیث ۲ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی القاھرۃ مصر)، (الذریۃ الطاھرۃ النبویۃ ص ۱۰۰ رقم الحدیث ۱۸۵ مطبوعہ الدار السلفیۃ الکویت)

حاشیہ......☆

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ومن انذاره ماروی انه قال لفاطمة رضی اللہ تعالی عنها انك اول اهل بیتی لحاقا بی ونعم السلف انا لك فکانت اول من مات بعده من اهل بیته۔

(اعلام النبوۃ الباب الثانی عشر فی انذارہ بما سیحدث بعدہ ص ۱۸۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

وانك اول اهل بیتی لحوقا بی ونعم السلف انا لك فبکیت لذلك ثم قال الا ترضین ان تکونی سیدة نساء هذه الامة او نساء المومنین قالت فضحکت لذلك۔

(مسند احمد احادیث فاطمۃ بنت رسول اللہ ﷺ ج ۶ ص ۲۸۲ رقم الحدیث ۲۶۴۵۶ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر ذکر وفاۃ النبی ﷺ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار المعارف القاھرۃ مصر)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال یا فاطمة اما ترضین ان تکونی سیدة نساء العالمین او نساء هذه الامة فضحکت۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم جہانوں اور اس امت کی عورتوں کی سردار ہو؟ میں یہ بات سن کر ہنس پڑی۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر فاطمۃ بنت رسول اللہ ﷺ ج ۲ ص ۴۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۹۸ رقم الحدیث ۹۳ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (صفوۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۱۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ص ۴۰ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۳۳ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (الاستیعاب ذکر سیدۃ النساء فاطمۃ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ ج ۴ ص ۱۸۹۳ رقم ۴۰۵۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابن جریج عن الزهری عن عروة قال: توفیت فاطمة بعد النبی ﷺ بستة اشهر۔

(تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

وقال انت اسرع اهلی بی لحوقا قالت فبکیت لذلك۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

وماتت فاطمة رضی اللہ عنها بنت رسول اللہ ﷺ وکانت اول اهله لحوقا به وصلی علیها علی بن ابی طالب۔

(الاستیعاب ذکر سیدۃ النساء فاطمۃ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ ج ۴ ص ۱۸۹۸ رقم ۴۰۵۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

علامہ سید محمد بن محمد مرتضی حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں۔

من معجزاته ﷺ (اخبر فاطمة ابنته رضوان اللہ علیها) وهی الزهراء تکنی بام ابیها ولدت سنة احدی واربعین من ولد ابیها ﷺ وهی اصغر البنات (بانها اول اهله لحاقا به فکان کذلك) فانها توفیت بعده بستة اشهر۔

(اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۴۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

حدیث نمبر ﴿۲۵﴾ ......بے شک یہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آواز ہے جو مجھے ریحانہ کے قبول اسلام کی خوشخبری دینے آرہے ہیں

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اخرج البیھقی من طریق ابن اسحاق قال حدثنی عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم ان النبی ﷺ اصفطی لنفسه من نساء بنی قریظة ریحانة بنت عمرو فابت ان تسلم فعزلها ووجد فی نفسه لذلك فبینما هو فی مجلس من اصحابه اذ سمع وقع نعلین خلفه فقال ان هاتین لنعلا ابن سعیة یبشرنی باسلام ریحانة۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے بنی قریظہ کی عورتوں میں سے ریحانہ بنت عمرو کو اپنی زوجیت کے لئے پسند فرمایا تو اس نے اسلام لانے سے انکار کردیا۔ اس سے آپ کبیدہ خاطر ہوئے۔ ابھی آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آواز سنی فرمایا: یہ دونوں جوتے ابن سعیہ کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دے رہا ہے۔

(خصائص الکبریٰ باب ماوقع فی غزوۃ بنی قریظہ من الآیات ج ۱ ص ۳۸۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

فبینا هو مع اصحابه اذ سمع وقع نعلین خلفه فقال ان هذا ثعلبة بن سعیة یبشرنی باسلام ریحانة فجاءه فقال یارسول اللہ قد اسلمت ریحانة فسره ذلك من امرها۔

ترجمہ: ایک موقع پر حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اپنے پیچھے کسی آنے والے کے جوتوں کی آواز سنی۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا بے شک یہ ثعلبہ بن سعیہ رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آواز ہے جو مجھے ریحانہ کے قبول اسلام کی خوشخبری دینے آرہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حاضر خدمت ہو کر بتایا یارسول اللہ ﷺ ریحانہ نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ اس کے اس عمل پر آپ ﷺ کو بہت زیادہ خوشی ہوئی۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۲۰۵۔۲۰۶ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

فبینا رسول اللہ ﷺ فی اصحابه اذ سمع وقع نعلین فقال ان هاتین لنعلا ابن سعیة یبشرنی باسلام ریحانة فجاء یقول یارسول اللہ قد اسلمت ریحانة فسر بذلك۔

(السیرۃ النبویہ ج ۳ ص ۵۰۳ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، ابن عساکر سیرۃ ج ۱ ص ۱۹۵۔ کتاب المغازی واقدی ج ۲ ص ۵۲۰)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فبینما هو فی مجلس مع اصحابه اذ سمع وقع نعلین خلفه فقال ان هذا لثعلبة بن سعیة یبشرنی باسلام ریحانة الخ۔

ترجمہ: ابھی آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آواز سنی فرمایا: یہ دونوں جوتے ابن ثعلبہ کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دے رہا ہے۔

(دلائل النبوۃ باب نزول بنی قریظہ علی حکم سعید بن سعد رضی اللہ عنہ الخ ج ۴ ص ۲۴۔۲۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ......☆

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۴۴ھ لکھتے ہیں۔

فبینما هو ﷺ فی مجلس من اصحابه اذ سمع وقع نعلین خلفه فقال ان هاتین لنعلا مبشری باسلام ریحانة۔

ترجمہ: ابھی آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آواز سنی فرمایا: یہ دونوں جوتے ابن ثعلبہ کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دے رہا ہے۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیہ غزوۃ بنی قریظہ ج ۲ ص ۶۷۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج البیهقی من طریق ابن اسحاق قال حدثنی عبدالله بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم ان النبی ﷺ اصطفی لنفسه من نساء بنی قریظة ریحانة بنت عمرو فابت ان تسلم فعزلها ووجد فی نفسه لذلك فبینما هو فی مجلس من اصحابه اذ سمع وقع نعلین خلفه فقال ان هاتین لنعلا ابن سعیة یبشرنی باسلام ریحانة۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے بنی قریظہ کی عورتوں میں سے ریحانہ بنت عمرو کو اپنی زوجیت کے لئے پسند فرمایا تو اس نے اسلام لانے سے انکار کر دیا۔ اس سے آپ کبیدہ خاطر ہوئے۔ ابھی آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آواز سنی فرمایا: یہ دونوں جوتے ابن ثعلبہ کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دے رہا ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۳۔۳۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۲۶﴾......ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کے دل کی بات بتانا

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

وروینا باسناد عن عبدالله بن ابی بکر قال خرج النبی علی ابی سفیان وهو فی المسجد فلما الیه ابو سفیان قال فی نفسه لیت شعری بای شئی غلبتنی فاقبل النبی حتی ضرب بین کتفیه وقال بالله غلبتك یا اباسفیان فقال ابو سفیان اشهد انك رسول الله۔

ترجمہ: ہم نے ایک متصل سند سے عبداللہ بن ابی بکر سے روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ ابوسفیان کی طرف تشریف لے گئے۔ جب ابوسفیان نے آپ کو دیکھا تو دل میں کہا کاش میں جانتا کہ تو نے کس وجہ سے مجھ پر غلبہ پایا ہے۔ حضور ﷺ تشریف لائے۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ مارا اور فرمایا اے ابوسفیان اللہ تعالیٰ کی مدد سے تم پر غالب آیا ہوں تو ابوسفیان نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(روض الانف عن اسلام ابی سفیان وصاحبیہ ج ۴ ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی اسحاق السبیعی ان ابا سفیان بن حرب بعد فتح مکة کان جالساً فقال فی نفسه لو جمعت لمحمد جمعاً انه لیحدث نفسه بذلك اذ ضرب النبی ﷺ بین کتفیه وقال اذا یخزیك الله قال فرفع راسه فاذا النبی ﷺ قائم علی راسه فقال ما ایقنت انك نبی حتی الساعة ان کنت لاحدث نفسی بذلك۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: ابوسفیان بن حرب فتح مکہ کے بعد ایک دن بیٹھا تھا کہ اس نے اپنے دل میں کہا اے کاش میں محمد ﷺ کے مقابل ایک لشکر اکٹھا کرسکوں ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضور ﷺ نے اس کی پیٹھ پر تھپکی دیکر فرمایا اگر ایسا ہوا تو اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کرے گا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو نبی اکرم ﷺ اس کے سر پر کھڑے تھے کہنے لگا بخدا میں اب تک یہ یقین نہیں کرتا تھا کہ آپ نبی ہیں اور یہ (لشکر جمع کرنے کی) بات تو میرے دل ہی میں آئی تھی جس سے آپ آگاہ ہوگئے۔

(دلائل النبوۃ باب اسلام ھند بنت عتبۃ بن ربیعۃ ج ۵ ص ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری باب ما وقع فی فتح مکۃ من المعجزات والخصائص ج ۱ ص ۴۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۶۔۳۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

وقال محمد بن سعد عن الواقدی عن محمد بن حرب عن اسماعیل بن ابی خالد عن ابی اسحاق ان ابا سفیان بن حرب بعد فتح مکة کان جالسا فقال فی نفسه لو جمعت لمحمد جمعا فانه لیحدث نفسه بذلك اذ ضرب رسول الله ﷺ بین کتفیه وقال اذا یخزیك الله قال فرفع راسه فاذا رسول الله ﷺ قائم علی راسه فقال ما ایقنت انك نبی حتی الساعة۔

ترجمہ: ابوسفیان بن حرب فتح مکہ کے بعد ایک دن بیٹھا تھا کہ اس نے اپنے دل میں کہا اے کاش میں محمد ﷺ کے مقابل ایک لشکر اکٹھا کرسکوں ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضور ﷺ نے اس کی پیٹھ پر تھپکی دیکر فرمایا اگر ایسا ہوا تو اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کرے گا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو نبی اکرم ﷺ اس کے سر پر کھڑے تھے کہنے لگا بخدا میں اب تک یہ یقین نہیں کرتا تھا کہ آپ نبی ہیں اور یہ (لشکر جمع کرنے کی) بات تو میرے دل ہی میں آئی تھی جس سے آپ آگاہ ہوگئے۔

(السیرۃ النبویۃ خطبۃ النبی ﷺ عام الفتح ج ۳ ص ۵۴۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام حارث بن ابی اسامۃ متوفی ۱۸۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحکم بن موسی ثنا ابی الرجال انبا عبدالله بن ابی بکر قال کان ابوسفیان بن حرب جالساً فی ناحیة المسجد فخرج النبی ﷺ من بعض بیوته ملتحفا فی ثوب فقال ابوسفیان وهو فی مجلسه لیت شعری بای شئ غلبتنی قال فاقبل النبی ﷺ حتی ضرب ظهره بیده وقال بالله غلبتك قال اشهد انك رسول الله ثم۔

(مسند الحارث زوائد الہیثمی کتاب علامات النبوۃ باب انتصار باللہ تعالیٰ ج ۲ ص ۸۷۴ رقم الحدیث ۹۳۹ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وابوسفیان ابن حرب، وعتاب بن اسید، والحارث بن هشام واشراف قریش جلوس بفناء الکعبة۔ فقال عتاب: لقد اکرم الله اسید ان لا یکون سمع هذا فیسمع منه ما یغیظه فقال الحارث: اما والله لو اعلم انه حق لاتبعته فقال ابوسفیان: اما والله لا اقول شیاً لو تکلمت لاخبرت عنی هذه الحصباء فخرج علیهم النبی فقال قد علمت الذی قلتم ثم ذکر ذلك لهم۔ الحارث وعتاب نشهد انك رسول الله والله ما اطلع علی هذا احد کان معنا۔ فنقول اخبرك۔

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی الفتح الاعظم ج ۳ ص ۴۱۰ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۶۲۱۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۳۷ مطبوعہ دار القلم بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

وعن سعید بن المسیب قال لما کان لیلة دخل الناس مکة لیلة الفتح لم یزالوا فی تکبیر وتهلیل

حاشیہ.....☆

و طواف بالبیت حتی اصبحوا فقال ابو سفیان لهند اترین هذا من الله؟ ثم اصبح فغدا ابو سفیان الی رسول الله ﷺ فقال له رسول الله ﷺ قلت لهند اترین هذا من الله! نعم هو من الله فقال ابو سفیان اشهد انك عبدالله ورسوله والذی یحلف به ابو سفیان ما سمع قولی هذا احد من الناس الا الله عزوجل و هند۔

ترجمہ: حضرت سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جس رات مکہ فتح ہوا تو مسلمان مکہ میں داخل ہوئے وہ ساری رات تسبیح وتہلیل اور طواف کعبہ میں مشغول رہے۔ یہ منظر دیکھ کر ابوسفیان نے اپنی بیوی ہند سے کہا: کیا تجھے اللہ کی یہ شان بے نیازی نظر آرہی ہے؟ جب صبح ہوئی تو دربار رسالت میں حاضر ہوا نبی اکرم ﷺ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا ہاں واقعی یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ابوسفیان نے یہ سن کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جب میں نے یہ بات کہی تھی تو سوائے اللہ اور ہند کے اسے سننے والا کوئی اور نہ تھا۔

(دلائل النبوۃ باب اسلام هند بنت عتبة بن ربیعة ج ۵ ص ۱۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری باب ما وقع فی فتح مکة من المعجزات والخصائص ج ۱ ص ۴۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الهدی والرشاد ج ۵ ص ۳۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

ثم روی البیهقی من طریق ابن خزیمة وغیره عن ابی حامد بن الشرقی عن ابی محمد بن یحیی الدهلی حدثنا موسی بن اعین الجزری حدثنا ابی عن اسحاق بن راشد عن سعید بن المسیب قال لما کان لیلة دخل الناس مکة لیلة الفتح لم یزالوا فی تکبیر وتهلیل و طواف بالبیت حتی اصبحوا فقال ابو سفیان لهند اتری هذا من الله؟ قالت نعم هذا من الله قال ثم اصبح ابو سفیان فغدا الی رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ قلت لهند اتری هذا من الله؟ قالت نعم هذا من الله فقال ابو سفیان اشهد انك عبدالله ورسوله والذی یحلف به ما سمع قولی هذا احد من الناس غیر هند۔

ترجمہ: حضرت سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جس رات مکہ فتح ہوا تو مسلمان مکہ میں داخل ہوئے وہ ساری رات تسبیح وتہلیل اور طواف کعبہ میں مشغول رہے۔ یہ منظر دیکھ کر ابوسفیان نے اپنی بیوی ہند سے کہا: کیا تجھے اللہ کی یہ شان بے نیازی نظر آرہی ہے؟ جب صبح ہوئی تو دربار رسالت میں حاضر ہوا نبی اکرم ﷺ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا ہاں واقعی یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ابوسفیان نے یہ سن کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جب میں نے یہ بات کہی تھی تو سوائے اللہ اور ہند کے اسے سننے والا کوئی اور نہ تھا۔

(السیرۃ النبویۃ خطبۃ النبی ﷺ عام الفتح ج ۳ ص ۵۴۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال لقی رسول الله ﷺ ابا سفیان بن حرب فی الطواف فقال یا ابا سفیان اما کان بینك وبین هند کذا و کذا؟ فقال ابو سفیان فی نفسه افشت علی هند سری لافعلن بها ولافعلن فلما فرغ رسول الله ﷺ من طوافه لحق اباسفیان فقال یا اباسفیان لا تظلم هندا فانها لم تفش من سرك شیئا فقال ابو سفیان اشهد انك رسول الله فمن انباك بما فی نفسی۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی دوران طواف ابوسفیان اور ہند کے درمیان ملاقات

حاشیہ......☆

ہوگئی۔ آپ ﷺ فرمایا ابوسفیان تمہارے اور ہند کے درمیان ایسی ایسی باتیں ہوئی ہیں۔ ابوسفیان نے دل میں کہا کہ ہند نے میرا راز فاش کر دیا۔ میں اس کا ایسا ایسا حشر کروں گا جب نبی کریم ﷺ طواف سے فارغ ہوئے تو ابوسفیان سے ملے اور فرمایا ابوسفیان! ہند سے اس قسم کی گفتگو نہ کرنا ہند نے تمہارا راز فاش نہیں کیا یہ سن کر ابوسفیان کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ کو کس نے بتلایا کہ میں دل ہی میں ہندہ پر ظلم وزیادتی اور تشدد وسختی کا سوچ رہا تھا۔

(الوفا با حوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ا ص ۳۱۳۔۳۱۴ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری باب ما وقع فی فتح مکۃ من المعجزات والخصائص ج ا ص ۴۴۱۔۴۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال العلامة السيد احمد دحلان رحمه الله تعالى والحاصل ان ابا سفيان كان في اول الامر مستكرها فلم يزل رسول الله ﷺ يترفق به ويتالفه حتى تمكن الإسلام من قلبه وقد فقئت عينه في غزوة الطائف فجاء بها في يده الى النبي ﷺ فقال له ان شئت ارجعها الله اليك خيرا مما كانت وان شئت خيرا منها في الجنة فرمى بها وقال خيرا منها في الجنة وفقئت عينه الاخرى يوم اليرموك في خلافة عمر رضى الله عنه وكان يحث الناس ويحرضهم على القتال ويقول هذا يوم من ايام الله انصروا الله ينصركم۔

ترجمہ: علامہ سید احمد دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ابوسفیان کو شروع شروع میں یہ انقلاب ناگوار گزرا مگر نبی اکرم ﷺ اس کے ساتھ نرمی اور تالیف قلب سے کام لیتے رہے ہاں تک کہ اسلام اس کے دل میں جم گیا۔ بعد میں غزوہ طائف کے دوران اس کی ایک آنکھ پھوٹ گئی تو وہ اسے ہتھیلی پر اٹھا کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھ کو پہلے سے بہتر صورت میں لوٹا دے یا یہ پسند کرو کہ اللہ تعالیٰ جنت میں تمہیں اس سے بہتر آنکھ عطا کر دے۔ یہ سن کر ابوسفیان نے اپنی آنکھ پھینک دی اور کہا میں جنت کی اس سے اچھی آنکھ پسند کرتا ہوں اس کی دوسری آنکھ خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں یرموک کی لڑائی کے دوران پھوٹ گئی۔ وہ مجاہدین کو جہاد وقتال پر برانگیختہ کرتے اور ترغیب دیتے ہوئے کہہ رہا تھا لوگو! یہ اللہ کے عظیم ایام میں سے ایک دن ہے۔ تم اللہ کی دین کی مدد کرو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۲۷﴾......عمیر بن وھب رضی اللہ عنہ کا خفیہ منصوبہ ظاہر کر دیا

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال له ما لك والسلاح فقال انسيته علي لما دخلت قال ولم قدمت قال قدمت في فدى ابني قال فما جعلت لصفوان بن امية في الحجر فقال وما جعلت له قال جعلت له ان تقتلني على ان يعطيك كذا وكذا وعلى ان يقضي دينك ويكفيك مؤونة وعيالك فقال عمير اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله فوالله يا رسول الله ما يتحقق على هذا احد غيرى وغير صفوان وانى اعلم ان الله اخبرك به۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے عمیر سے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا کہ ہتھیار لئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ حاضر ہوتے وقت میں بھول کے تلوار لئے چلا آیا۔ فرمایا کہ تم کیوں آئے؟

عمیر نے کہا کہ میں اپنے لڑکے کے فدیے میں آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے حرم میں صفوان بن امیہ سے عہد کیا کہ؟ عرض کی میں نے کچھ نہیں کیا۔ فرمایا تم نے یہ کیا کہ مجھے اس شرط پر قتل کرو گے کہ وہ تمہیں یہ چیزیں دے گا۔ تمہارا قرض ادا کرے گا اور تمہارے عیال کا خرچ برداشت کرے گا۔

حاشیہ.....☆

عمیر نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ یارسول اللہ واللہ میرے اور صفوان کے سوا کسی کو اطلاع نہ تھی۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ نے آپ کو آگاہ کر دیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

قال فما ذا شرطت لصفوان في الحجر ففزع عمير وقال ماذا شرطت له قال تحملت له بقتلي على ان يعول اولادك ويقضي دينك والله حائل بينك وبين ذلك فقال عمير اشهد انك رسول الله واشهد ان لا اله الا الله۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۷۲۷ برقم ۶۰۶۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال له فما شرطت لصفوان بن امية في الحجر ففزع عمير وقال ماذا شرطت له قال تحملت له بقتلي على ان يقضي دينك والله تعالى حائل بينك وبين ذلك قال عمير اشهد انك لرسول الله وانك صادق واشهد ان لا اله الا الله كنا نكذبك بالوحي وبما ياتيك من السماء وهذا الحديث كان بيني وبين صفوان كما قلت لم يطلع عليه احد غيري۔

(اعلام النبوۃ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبھانی ص ۱۴۰۔۱۴۱ رقم الحدیث ۱۵۳ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

قال اصدقني ما الذي جئت له قال ما جئت الا لذلك قال بل قعدت وصفوان بن امية في الحجر فذكرتما اصحاب القليب من قريش ثم قلت لو لا دين علي وعيال عنده لخرجت حتى اقتل محمدا فتحمل لك صفوان بدينك وعيالك على ان تقتلني له والله حائل بينك وبين ذلك قال عمير اشهد انك رسول الله۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا مجھے سچی بات بتاؤ تم کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا میں تو اسی مقصد کے لئے آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بلکہ تو اور صفوان بن امیہ نے حجر میں بیٹھ کر کنویں میں ڈالے جانے والے قریش کا تذکرہ کیا پھر تو نے کہا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور میرے ہاں اہل وعیال نہ ہوتے تو میں محمد (ﷺ) کو قتل کرنے کے لئے ضرور روانہ ہوتا۔ صفوان بن امیہ نے تیرے قرض اور تیرے اہل وعیال کی ذمہ داری اس شرط پر اٹھالی کہ تو اس کی خاطر مجھے قتل کرے گا حالانکہ تیرے اور اس کے ارادے کی تکمیل کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے۔ عمیر کہہ اٹھا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام اسلام عمیر بن وہب بعد تحریض صفوان لہ علی قتل الرسول ج ۳ ص ۲۱۴ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء غزوۃ بدر الکبری ج ۲ ص ۴۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ باب غزوۃ بدر الکبری ج ۲ ص ۴۵۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۴۔۳۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۳۸ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۴۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۸۔۳۱۹ مطبوعہ مصطفے البابی مصر)، (خصوصیات مصطفیٰ ﷺ محمد ہارون معاویہ دیوبندی ج ۲ ص ۲۴۷ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب اخبارہ ﷺ بالمغیبات ج ۸ ص ۲۸۷۔۲۸۸ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۳۴۴۔۳۴۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السیرۃ النبویہ لابن کثیر اسلام عمیر بن وہب وتحریض صفوان لہ علی قتل الرسول ﷺ ج ۲ ص ۴۲۸۔۴۲۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول لابن کثیر ص ۲۰۸ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (الاستیعاب ذکر حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۲۲۲ برقم ۱۹۹۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الاستیعاب ذکر صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۷۲۰ برقم ۱۲۱۴ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حاشیہ......☆

حدیث نمبر﴿۲۸﴾......تو نے اس کے رخسار میں ایک تل دیکھا ہے جس وجہ سے تیرے جسم کا ہر بال کھڑا ہو گیا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن سعد عن عبدالرحمن بن سابط قال: خطب رسول الله ﷺ امراة من كلب فبعث عائشة تنظر اليها فذهبت ثم رجعت فقال لها رسول الله ﷺ: مارأيت؟ قالت: ما رأيت طائلاً فقال لها رسول الله ﷺ لقد رأيت طائلا لقد رأيت خالاً بخدها اقشعرت كل شعرة منك فقالت يا رسول الله: ما دونك سر۔

ترجمہ: ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرحمن بن سابط رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی کلب کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے کے لئے بھیجا تو وہ گئیں۔ جب وہ واپس آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا، تم نے کیا دیکھا؟ انہوں کہا میں نے کوئی خاص بات نہیں دیکھی۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا تم نے ایک خاص بات دیکھی ہے تم نے دیکھا کہ اس کے رخسار پر ایک تل ہے۔ جس کو دیکھ کر تمہارے بدن کے تمام رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس پر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے یعنی آپ کو ہر شے کا علم ہے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبدالرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

عن عائشة ان النبی ﷺ ارسل عائشة الى امراة فقالت: ما رأيت طائلاً قال لقد رأيت خالاً بخدها اقشعرت ذؤابتك فقالت: ما دونك سر ومن يستطيع ان يكتمك۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو اس عورت کو دیکھنے بھیجا جس کے لئے آپ نے پیغام نکاح دیا تھا تو انہوں نے آکر کہا میں نے کوئی خاص بات نہیں دیکھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اس کے رخسار پر تل دیکھا ہے جس سے تمہارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا آپ ﷺ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہتی۔ خواہ کوئی آپ سے کتنا ہی چھپائے۔ کسی میں یہ جرأت ہے۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ا ص ۳۱۴ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابو القاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

قد روی انه السلام انه خطب امراة فارسل عائشة لتنظر اليها فلما رجعت اليه قالت ما رايت فقال بلى لقد رايت خالاً قد خدها اقشعرت منه كل شعرة فى جسدك۔

ترجمہ: روایت کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک عورت کو دعوت نکاح دی اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے کے لئے بھیجا جب حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں تو عرض کی میں تو اس میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتی تو حضور ﷺ نے فرمایا تو نے اس کے رخسار میں ایک تل دیکھا ہے جس وجہ سے تیرے جسم کا ہر بال کھڑا ہو گیا۔

(روض الانف للسہیلی غیرۃ النساء النبی والنظر الی المراۃ ج ۴ ص ۲۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ......☆

حدیث نمبر ﴿۲۹﴾......میری امت میں ایک شخص وھب نامی ہوگا

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۲۸۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحکم بن موسی ثنا الولید عن مروان بن سالم من اهل قرقیسیا ثنا الاحوص بن حکیم عن خالد بن معدان عن عبادة بن الصامت یکون فی امتی رجلان رجل یقال له وهب یهب الله له الحکمة ورجل یقال له غیلان هو اضر علی امتی من ابلیس۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام وہب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے حکمت عطا فرمائے گا اور ایک شخص ہوگا جس کا نام غیلان ہوگا۔ وہ شیطان سے زیادہ لوگوں کو ضرر پہنچائے گا۔ (غیلان دمشقی قدریہ فرقہ کا سردار ہے۔ اسی نے سب سے پہلے قدر کے باب میں اختراعات کیں)

(بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث ﷺ وائد الھیثمی ﷺ کتاب الامارۃ باب فی ولاۃ السوء ج ۲ ص ۶۳۱ رقم الحدیث ۶۱۵ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عبادة بن الصامت قال: قال رسول الله ﷺ :یکون فی امتی رجل یقال له وهب یهب الله له الحکمة ورجل یقال له غیلان هو اضر علی امتی من ابلیس۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام وہب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے حکمت عطا فرمائے گا اور ایک شخص ہوگا جس کا نام غیلان ہوگا۔ وہ شیطان سے زیادہ لوگوں کو ضرر پہنچائے گا۔ (غیلان دمشقی قدریہ فرقہ کا سردار ہے۔ اسی نے سب سے پہلے قدر کے باب میں اختراعات کیں)

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۴۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۴۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب ج ۵ ص ۴۵۴ رقم الحدیث ۸۷۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جمع الجوامع ج ۹ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۲۸۸۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۳۱۱۶۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۴ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمۃ)، (جامع الکبیر الاحادیث ج ۹ ص ۳۳۷۔۳۳۸ رقم الحدیث ۲۸۸۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۶۔۲۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱۹ ص ۴۸۹۔۴۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)؛ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳۳ جز ۶۶ ص ۲۷۵ رقم الحدیث ۱۴۲۹۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

واخبرنا علی بن احمد بن عبدان، اخبرنا احمد بن عبید الصفار، حدثنا احمد بن العباس، حدثنا هشام بن عمار، حدثنا الولید هو ابن مسلم، حدثنا ابن لهیعة، عن موسی بن وردان، عن ابی هریرة قال: قال رسول الله ﷺ ینعق الشیطان بالشام نعقة یکذب ثلثاهم بالقدر۔ وفی هذا ان اصح اشارة الی غیلان القدری وما ظهر بالشام بسببه من التکذیب بالقدر حتی قتل۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک شیطان شام میں پکارے گا اور دو تہائی شامی قدر کو جھٹلائیں گے۔ اس حدیث میں غیلان قدری کی طرف اشارہ ہے۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۹۶۔۴۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۴ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمۃ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

حدیث نمبر ﴿۳۰﴾......اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ کس چیز نے تمہیں وہیں روکے رکھا؟

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں۔

وروی الزبیر فی حدیث اسنده ان رسول الله بعث رجلا الی عثمان ورقیة فاحتبس علیه الرسول فقال له ان شئت اخبرتك ما قال نعم قال وقفت تنظر الی عثمان ورقیة تعجب من حسنهما۔

ترجمہ: علامہ زبیر (بن بکار رحمۃ اللہ علیہ) نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو کچھ تحائف دے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ وہ قاصد کافی عرصہ وہیں ٹھہرا رہا جب وہ واپس آیا تو حضور ﷺ نے اسے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ کس چیز نے تمہیں وہیں روکے رکھا؟ اس نے عرض کی ہاں! حضور ﷺ نے فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال نے تجھے وہاں روکے رکھا۔ اس نے عرض کی حضور ﷺ نے سچ فرمایا۔ میں ان کے حسن و جمال کی دلکشی میں کھویا رہا۔

(روض الانف باب الھجرۃ الی ارض الحبشۃ ج ۲ ص ۹۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

قال الزبیر بن بکار حدثنی محمد بن سلام الجمحی قال حدثنی ابو المقدام مولی عثمان قال بعث النبی ﷺ مع رجل بلطف الی عثمان فاحتبس الرجل له النبی ﷺ ما حبسك الا کنت تنظر الی عثمان ورقیة تعجب من حسنهما وجاء من اوجه متواترة ان رسول الله ﷺ بشره بالجنة وعده من اهل الجنة وشهد له بالشهادة۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۳۵۶ برقم ۵۴۵۲ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

اخرج ابن عساکر من طریق ابی عاصم قال:حدثنی مولی لعثمان بن عفان ان رسول الله ﷺ بعث الی عثمان بهدیة فاحتبس الرسول ثم جاء فقال له رسول الله ﷺ ما حبسك؟ ثم قال:ان شئت اخبرتك بما حبسك کنت تنظر الی عثمان مرة والی رقیة مرة ایهما احسن۔ قال:ای والذی بعثك بالحق انه الذی حبسنی۔

ترجمہ: ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق ابی عاصم رضی اللہ عنہ روایت کی۔ کہا کہ مجھ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی چیز ہدیتاً بھیجی اور وہ قاصد کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ پھر وہ قاصد آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا، تم کس لئے ٹھہرے رہے؟ پھر فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ کس بنا پر تم ٹھہرے رہے؟ فرمایا تم ایک نظر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ڈالتے تھے اور ایک نظر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پر اور یہ دیکھتے تھے کہ ان میں سے کون زیادہ حسین ہے۔ اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اسی بات نے مجھے ٹھہرائے رکھا تھا۔

(سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۲۴۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

یہی علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن عساکر من طریق الزبیر بن بکار قال:حدثنی محمد بن سلام الجمحی قال:حدثنی ابو المقدام مولی عثمان بن عفان قال:بعث النبی ﷺ مع رجل بظلف الی عثمان بن عفان فاحتبس الرجل فقال النبی ﷺ: ان شئت اخبرتك ما حبسك قال:نعم یارسول الله۔ قال:تنظر الی عثمان ورقیة تعجب من حسنهما۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق زبیر بن بکار رضی اللہ عنہ روایت کی کہ مجھ سے محمد بن سلام رحمۃ اللہ نے حدیث بیان کی کہا کہ مجھ سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے غلام ابوالمقدام نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ بکری کے پائے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے یہاں بھیجے وہ آدمی کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا اگر تم چاہو تو میں بتادوں کہ کس لئے تم وہاں ٹھہرے رہے اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ! ضرور بتایئے۔ آپ نے فرمایا تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر ان کے حسن پر تعجب کر رہے تھے۔

(سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۴۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۳۱﴾..... یہ شیما بنت نفیلہ ازدیہ اپنے خچر شہباء پر کالا دوپٹہ اوڑھے موجود ہے

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

وخزیم من المهاجرین وهو الذی لما ان اخبر النبی اصحابه ان الحیرة رفعت له فرای الشیماء بنت بقیلة معتجرة بخمار اسود علی بغلة شهباء قال یارسول الله ان نحن فتحناها فوجدناها علی هذه الصفة وهی لی قال هی لك ثم سار مع خالد بن الولید الی مسیلمة فقتلوا مسیلمة ثم سار معه نحو الطف حتی دخلوا الحیرة فکان اول من لقیهم فیها بنت بقیلة علی البغلة الشهباء کما نعتها رسول الله ﷺ فتعلق بها خزیم وادعاها فشهد له محمد بن مسلمة وعبدالله بن عمر فسلمها الیه خالد بن الولید فنزل الیها اخوها عبدالمسیح فقال له بعنیها فقال لا انقصها والله من عشر مائة فدفع الیه الفا وقال لو قلت مائة الف لدفعتها الیك فقال ما کنت احسب ان مالا اکثر من عشر مائة۔

ترجمہ: حضرت خزیم رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے ہیں یہ وہی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا یہ حیرہ بیٹھا ہے جسے میرے سامنے لایا گیا ہے اور یہ شیما بنت نفیلہ ازدیہ اپنے خچر شہباء پر کالا دوپٹہ اوڑھے موجود ہے خزیم رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہم نے حیرہ کو فتح کرلیا اور ہم نے شیماء کو اسی حالت میں پایا تو کیا وہ میری ہوگئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں وہ تیری ہوگئی پھر حضرت خزیم رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے چل پڑے چنانچہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسیلمہ کذاب کو جہنم واصل کیا پھر حضرت خزیم رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ حیرہ کی طرف چل دیئے۔ جب مسلمانوں کا لشکر حیرہ میں داخل ہوا تو سب سے پہلے انہیں (شیماء) بنت بقیلہ سیاہی مائل ایک طاقتور خچر پر سوار ملی جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی حالت بیان فرمائی تھی چنانچہ اسے دیکھتے ہی خزیم رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ چمٹ گئے اور اس کا دعویٰ کرنے لگے ان کے متعلق حضور ﷺ کے فرمان کی گواہی حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے دی۔ لہذا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شیماء حضرت خزیم رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی۔ پھر شیماء کے پاس اس کا بھائی عبدالمسیح قلعے سے نیچے اتر کر آیا اور خزیم رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا شیماء کو مجھے بیچ دے۔ خزیم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا بخدا میں ایک ہزار سے کم نہیں کروں گا چنانچہ عبدالمسیح نے ایک ہزار دے کر شیماء کو لے لیا اور پھر کہنے لگا اگر تم ایک لاکھ بھی مانگتے میں وہ بھی دینے کو تیار تھا۔ حضرت خزیم رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں تو یہ سمجھتا رہا کہ مال دس سو (یعنی ایک ہزار) سے زیادہ ہوتا ہی نہیں۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر حضرت خزیم بن اوس رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۶۴ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (السیرۃ النبویۃ ذکر ما کان من الحوادث بعد رجوعہ علیہ السلام الی المدینۃ منصرفہ من تبوک ج ۴ ص ۴۶۔۴۷ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج البخاری فی "تاریخه" والطبرانی والبیهقی وابونعیم عن خذیم بن اوس ابن حارثة بن لام قال:هاجرت الی رسول الله ﷺ منصرفه من تبوك فقال رسول الله ﷺ:هذه الحیرة البیضاء قد رفعت لی وهذه الشهباء بنت نفیلة الازدیة عل بغلة شهباء معتجرة بخمار اسود فقلت یارسول الله:ان نحن دخلنا الحیرة فوجدتها کما تصف فهی لی۔ قال:هی لك فلما کان زمن ابی بکر وفرغنا من مسیلمة اقبلنا الی الحیرة فاول من تلقانا حین دخلناها الشهباء بنت نفیلة کما قال رسول الله ﷺ علی بغلة شهباء معتجرة خمار اسود فتعلقت بها وقلت:هذه وهبها لی رسول الله ﷺ فدعانی خالد بن الولید علیها بالبینة فاتیته بها وکانت البینة محمد بن مسلمة ومحمد بن بشیر الانصار یین فسلمها الی فنزل الینا اخوها یرید الصلح، فقال:بعنیها۔ قلت:لا انقصها والله من عشرة مائة درهم فاعطانی الف درهم فقیل لی:لو قلت مائة الف لدفعها الیك فقلت:ما کنت احسب ان عددا اکثر من عشر مائة۔

ترجمہ: بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "تاریخ" میں اور طبرانی نے بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے خریم بن اوس بن حارثہ بن لام رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کی جانب اس وقت ہجرت کی جب کہ آپ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے رسول اللہ ﷺ نے اس وقت فرمایا یہ حیرۂ بیضا ہے جسے میرے سامنے لایا گیا ہے اور یہ شیما بنت نفیلہ ازدیہ اپنے خچر شہباء پر کالا دوپٹہ اوڑھے موجود ہے۔میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم حیرۂ میں داخل ہوں اور میں اسے ویسا ہی پاؤں جیسا کہ آپ نے صفت بیان کی تو کیا وہ میرے لئے ہوگی۔حضور ﷺ نے فرمایا وہ تمہارے لئے ہے۔چنانچہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت آیا اور ہم مسلیمہ کذاب کے استیصال سے فارغ ہوئے تو حیرۂ کی طرف متوجہ ہوئے۔ہمارے داخل ہونے کے بعد جو عورت سب سے پہلے ہمیں ملی وہ شیما بنت نفیلہ تھی اور اسی حال میں تھی جس حالت کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی تھی یعنی وہ اپنے خچر شہباء پر سوار کالا دوپٹہ اوڑھے تھی اور میں اس کے ساتھ متعلق ہوگیا اور میں نے کہا یہی وہ عورت ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مجھے عطا فرمایا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس پر مجھ سے شہادت طلب فرمائی اور میں نے اس کی شہادت پیش کی۔وہ شہادت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن بشر انصاری رضی اللہ عنہ کی تھی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے میرے حوالہ کردیا۔پھر اس کا بھائی ہمارے پاس صلح کی غرض سے آیا اور اس نے کہا اسے فروخت کردو۔خدا کی قسم دس سو درہم سے کم نہ کروں گا تو اس نے مجھے ایک ہزار درہم دے دیئے۔پھر مجھ سے کسی نے کہا اگر تم ایک لاکھ درہم مانگتے تو ضرور دیتا۔میں نے کہا میں دس سو درہم سے زیادہ گنتی جانتا ہی نہ تھا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۸۶۔۱۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۱ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)،(سبل الهدی والرشاد ج ۱۰ ص ۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۶۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب اخبار ﷺ بالمغیبات ج ۸ ص ۲۹۱۔۲۹۲ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)،(دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۳۸۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)،(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر خریم بن اوس رضی اللہ عنہاج ۲ ص ۲۷۴ برقم ۲۲۲۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)،(دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۱۵۰ رقم الحدیث ۱۶۱ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

حدیث نمبر ﴿۳۲﴾......زید بن صوحان رضی اللہ عنہ کے اعضاء جنت میں پہلے داخل ہوں گے

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو سعد المالینی اخبرنا ابواحمد بن عدی اخبرنا ابویعلی حدثنا ابراهیم بن سعید الجوهری

حاشیہ......☆

حدثنا حسین بن محمد عن الھذیل بن بلال عن عبدالرحمن بن مسعود العبدی عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ من سرہ ان ینظر الی رجل یسبقہ بعض اعضائہ الی الجنۃ فلینظر الی زید بن صوحان۔

ترجمہ: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اس سے خوش ہوتا ہے کہ وہ ایسے شخص کو دیکھے جس کے بعض اعضاء جنت میں پہلے داخل ہوں گے اسے چاہئے کہ وہ زید بن صوحان رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۰۹ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) الاصابہ ج ۱ ص ۵۸۲)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) حاکم ج ۱ ص ۳۴۷۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۸۸۔ ابن عدی ج ۷ ص ۲۵۸۳)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال اخبرنا یعلی بن عبید قال حدثنا الاجلح عن عبید بن لاحق قال کان رسول اللہ ﷺ فی سفر فنزل رجل من القوم فساق بھم ورجز ثم نزل آخر ثم بدا لرسول اللہ ﷺ ان یواسی اصحابہ فنزل فجعل یقول جندب وما جندب والاقطع الخیر زید ثم رکب فدنا منہ اصحابہ فقالوا یارسول اللہ سمعناک اللیلۃ تقول جندب وما جندب والاقطع الخیر زید فقال رجلان یکونان فی ھذہ الامۃ یضرب احدھما حصول تفرق بین الحق والباطل والآخر تقطع یدہ فی سبیل اللہ ثم یتبع اللہ آخر جسدہ باولہ قال یعلی قال الاجلح اما جندب فقتل الساحر ثم الولید بن عقبۃ واما زید فقطعت یدہ یوم جلولاء وقتل یوم الجمل۔

ترجمہ: آپ ﷺ اگلے روز جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے قریب ہوئے تو انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ رات ہم نے آپ سے یہ سنا جندب کیا ہے جندب؟ زید نے اس سے خیر قطع کر دیا اس کی کیا حقیقت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں دو آدمی ہوں گے ان میں سے ایک دوسرے کو تلوار مارے گا جس سے حق و باطل کے درمیان تفریق ہو جائے گی دوسرے کا ہاتھ اللہ کے راستے میں کاٹا جائے گا اور دوسرے موقع پر وہ قتل ہوگا۔

اجلح کہتے ہیں کہ جندب رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کے موجود ایک جادوگر کو قتل کیا اور زید رضی اللہ عنہ کا ہاتھ یوم جلولاء کے موقع پر ہاتھ کاٹا گیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۲۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (الاستیعاب ذکر زید بن صوحان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۵۵۶۔ ۵۵۷ برقم ۸۵۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

عن عبدالرحمن بن مسعود العبدی قال سمعت علیا یقول قال رسول اللہ ﷺ من سرہ ان ینظر الی من یسبقہ بعض اعضائہ الی الجنۃ فلینظر الی زید بن صوحان۔ وروی بن مندہ من طریق الجریری عن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال ساق رسول اللہ ﷺ باصحابہ فجعل یقول جندب وما جندب والاقطع الحبر زید فسئل عن ذلک فقال اما جندب فیضرب حصول یکون فیھا امۃ وحدہ واما زید فرجل من امتی تدخل الجنۃ یدہ قبل بدنہ فلما ولی الولید بن عقبۃ الکوفۃ فی زمن عثمان فذکر قصۃ جندب فی قتلہ الساحر واما زید بن صوحان فقطعت یدہ یوم القادسیۃ وقتل یوم الجمل۔

ترجمہ: عبدالرحمن بن مسعود العبدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو چاہے کہ ایسے آدمی کو دیکھے جسکے بعض اعضا جنت میں پہلے داخل ہوں گے تو وہ زید بن صوحان کو دیکھے۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابۃ زید بن صوحان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۶۲۷ برقم ۲۹۹۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حاشیہ......☆

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ما وی ان النبی ذکر زید بن صوحان فقال زید و ما زید یسبقه عضو منه الی الجنة فقطعت یده یوم نهاوند فی سبیل الله۔

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کونسا زید جس کا ایک عضو جنت میں پہلے داخل ہوگا تو نہاوند کے دن زید رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اللہ کے راستے میں کٹ گیا۔

(اعلام النبوۃ الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۸ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن عساکر عن الحارث الاعور قال: کان مما ذکره رسول الله ﷺ زید الخیر وهو زید بن صوحان قال رسول الله ﷺ سیکون بعدی رجل من التابعین وهو زید الخیر یسبقه بعض اعضائه الی الجنة بعشرین سنة فقطعت یده الیسری بنهاوند وعاش بعد ذلك عشرین سنة ثم قتل یوم الجمل بین یدی علی وقال قبل ان یقتل: انی رایت یدی خرجت من السماء تشیر الی ان تعال وانا لاحق بها۔

ترجمہ: ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حارث اعور رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے جن زید الخیر کا ذکر فرمایا تھا وہ زید بن صوحان رضی اللہ عنہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد تابعین میں سے ایک شخص ہوگا اور وہ زید الخیر ہے۔ وہ اپنے جسم کا ایک حصہ بیس سال پہلے جنت کی طرف بھیجے گا چنانچہ ان کا بایاں ہاتھ نہاوند میں قطع ہوا۔ اس کے بعد وہ بیس سال زندہ رہے۔ پھر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے سامنے یوم الجمل میں شہید ہوئے۔ زید بن صوحان رضی اللہ عنہ نے شہید ہونے سے پہلے فرمایا کہ میں اپنے ہاتھ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ آسمان سے نکلا ہے اور اپنی طرف آنے کا اشارہ کر رہا ہے اور میں اس سے ملنے والا ہوں۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۳۳﴾......سراقہ تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج البیهقی عن الحسن ان عمر اتی بسواری کسری فالبسهما سراقة بن مالك فبلغا منکبیه فقال الحمد لله سواری کسری بن هرمز فی یدی سراقة بن مالك اعرابی من بنی مدلج۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے کنگن لائے گئے اور ان دونوں کنگنوں کو سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو پہنایا گیا اور وہ کنگن اس کے شانوں تک پہنچے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ کسریٰ بن ہرمز کے کنگن سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ بنی مدلج کے اعرابی کے ہاتھوں میں ہے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۹۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۲۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۱ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۲۰۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۳۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء ذکر الحدیث عن الخروج رسول اللہ وابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ مہاجرین الی المدینۃ ج ۱ ص ۳۴۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

حاشیہ.....☆

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قال الشافعي: وانما البسهما سراقة لان النبي ﷺ قال لسراقة ونظر الى ذراعيه: كاني بك قد لبست سواري كسرى۔

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کنگنوں کو اس بنا پر پہنا کہ نبی کریم ﷺ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے کسریٰ کے کنگن پہن رکھے ہیں۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۱ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ومن اعلامه انه رأى ذراعي سراقة بن مالك بن جعشم دقيقين اشعرين فقال كيف بك اذا البست بعدي سواري كسرى فلما تحت فارس دعاه عمر والبسه سواري كسرى وقال له قل الحمدلله الذي سلبها كسرى بن هرمز والبسهما سراقة بن جعشم۔

(اعلام النبوۃ الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوال فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج من طريق ابن عتبة عن اسرائيل ابي موسى عن الحسن ان رسول الله ﷺ قال لسراقة بن مالك كيف بك اذا لبست سواري كسرى قال: فلما اتى عمر بسواري كسرى دعا سراقة فالبسه وقال: قل الحمد لله الذي سلبهما كسرى ابن هرمز والبسهما سراقة الاعرابي۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت ابن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ اسرائیل بن ابوموسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ کسریٰ کے کنگن پہنتے وقت تمہارا کیا حال ہوگا راوی نے کہا کہ جب کسریٰ کے کنگن دربار فاروقی میں لائے گئے تو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو بلا کر پہنایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ جس نے کسریٰ بن ہرمز سے ان کنگنوں کو چھین کر سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ اعرابی کو پہنایا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار المرفۃ بیروت)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

وانما فعلها عمر لان رسول الله قد بشر بها سراقة حين اسلم واخبره ان الله سيفتح عليه بلاد فارس ويغنمه ملك كسرى فاستعبد ذلك سراقة في نفسه وقال اكسرى ملك الملوك فاخبره النبي ان حليته ستجعل عليه تحقيقا للوعد كان اعرابيا بوالا على عقبيه ولكن الله يعز بالاسلام اهله ويسبغ على محمد نعمته وفضله۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو اس لئے پہنایا تھا کیونکہ حضور ﷺ نے انہیں اس وقت شارت دی تھی جب انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا عنقریب ایران کے شہر فتح ہو جائیں گے اور کسریٰ کا ملک مسلمانوں

حاشیہ......☆

کے زیر نگین ہوگا لیکن حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے دل میں اسے ناممکن سمجھا اور کہا کیا وہ کسریٰ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے؟ حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا عنقریب اس کے زیورات اسے پہنائے جائیں گے آپ ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا تھا کہ آپ ﷺ کی خبر کی تحقیق ہو جائے۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ اگر چہ ایک بدو تھے لیکن اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسلام کے ساتھ اعزاز بخشتا ہے اور حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی امت مرحومہ پر فضل وکرم کا ابر رحمت برساتا ہے۔

(روض الانف ج ۲ ص ۳۲۳ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

وقال بن عيينة عن اسرائيل عن ابی موسی عن الحسن ان رسول الله ﷺ قال لسراقة بن مالك كيف بك اذا لبست سواری كسری قال فلما اتی عمر بسواری كسری ومنطقته وتاجه دعا سراقة فالبسه وكان رجلا ازب كثير شعر الساعدين فقال له ارفع يديك وقل الحمدلله الذی سلبهما كسری بن هرمز والبسهما سراقة الاعرابی۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۴۱ برقم ۳۱۱۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

وروی عن سفيان بن عيينة عن ابی موسی عن الحسن ان رسول الله ﷺ قال لسراقة بن مالك كيف بك اذا لبست سواری كسری قال فلما اتی عمر بسواری كسری ومنطقته وتاجه دعا سراقة بن مالك فالبسه اياهما۔

(الاستیعاب ذکر سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۵۸۱ برقم ۹۱۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حدیث نمبر ﴿۳۴﴾ ......میری امت میں سے ایک شخص موت کے بعد کلام کرے گا

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا القاضی ابو احمد محمد بن احمد بن ابراهيم ثنا علی بن علی بن العباس البجلی ثنا جعفر بن محمد بن رباح الاشجعی حدثنی ابی عن عبيدة عن عبدالملك ابن نمير فی مع عبدالملك بن عمرو الصحيح عبدالملك بن عمير الفرسی بفتح الفاء ابو عمرو الكوفی القبطی عن ربعی بن حراش قال كنا اربع اخوة وكان الربيع اخونا اكثرنا صلاة واكثرنا صياما فی الهواجر وانه توفی فبينا نحو حوله وقد بعثنا من يبتاع لنا كفنا اذ كشف الثوب عن وجهه فقال السلام عليكم فقال القوم وعليكم السلام يا اخا بنی عبس ابعد الموت قال نعم انی لقيت ربی عزوجل بعدكم فلقيت غضبان واستقبلنی بروح وريحان واستبرق الا وان القاسم ﷺ ينتظر الصلاة علی فعجلونی ولا تؤخرونی ثم كان بمنزلة حصاة رمی بها فی طست فنمی الحديث الی عائشة رضی الله عنها فقالت اما انی سمعت رسول الله ﷺ يقول يتكلم رجل من امتی بعد الموت۔

ترجمہ: حضرت ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چار بھائی تھے الربیع رحمۃ اللہ علیہ ہم سے زیادہ نمازیں پڑھنے والا اور سخت روزے رکھنے والا تھا اس کی وفات ہوگئی ہم اس کے اردگرد کھڑے تھے اور کسی کو کفن خریدنے کے لئے بھیج چکے تھے کہ اچانک اس نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا اور سب کو سلام کیا لوگوں نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا اے بنی عبس کے بھائی! کیا تم موت کے بعد گفتگو کر رہے ہو؟ اس نے کہا ہاں میں تمہارے بعد اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملا کہ اللہ تعالیٰ بالکل غصے میں نہ تھا اس نے میرا پھولوں

حاشیہ......☆

خوشبو اور ریشم کے بچھونوں سے استقبال کیا سنو! ابوالقاسم ﷺ میری نماز جنازہ کے منتظر ہیں لہذا جلدی کرو اور مجھے دیر نہ ہونے دو۔ پھر ایسے ہوا جیسے ایک کنکر کو طشت میں پھینکا جاتا ہے۔

(یعنی تکفین وتدفین میں بہت جلدی کی گئی) اس کے بعد یہ معاملہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ میری امت میں سے ایک شخص موت کے بعد کلام کرے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو ان کے آنسو بہنے لگے آپ ﷺ نے اپنی جدائی کی اطلاع دی حتیٰ کہ جدائی کا وقت قریب آ گیا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۳۶۷۔۳۶۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج الطبرانی فی (الاوسط) بسند جید عن حذیفۃ: سمعت النبی ﷺ یقول یکون فی امتی رجل یتکلم بعد الموت۔

ترجمہ: طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اوسط'' میں بسند حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص ہوگا جو مرنے کے بعد کلام کرے گا۔

واخرج البیھقی وصححہ وابونعیم من طرق عن ربعی بن حراش قال: مات اخی الربیع وکان اصومنا فی الیوم الحار واقومنا فی اللیلۃ الباردۃ فسجیتہ فضحک فقلت یا اخی: احیاۃ بعد الموت؟ قال: لا ولکنی لقیت ربی فلقینی بروح وریحان ووجہ غیر غضبان فقلت کیف رایت الامر؟ قال: ایسر مما تظنون فذکر لعائشۃ فقالت: صدق ربعی، سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من امتی من یتکلم بعد الموت۔ وفی لفظ یتکلم رجل من امتی بعد الموت من خیر التابعین۔

قلت: لھذا الحدیث طرق وقد استوفیت اخبار من تکلم بعد الموت فی (کتاب البرزخ)۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق ربعی بن خراش رحمۃ اللہ علیہ روایت کی انہوں نے کہا کہ میرا بھائی ربیع فوت ہوگیا۔ وہ ہم میں گرمی کے دنوں میں زیادہ روزہ دار اور سردی کی راتوں میں زیادہ قیام کرنے والا تھا۔ میں نے اس کے جسد پر چادر ڈالی تو وہ ہنسنے لگا اس پر میں نے کہا اے بھائی! کیا مرنے کے بعد بھی (دنیاوی) زندگانی ہے؟ اس نے کہا نہیں بات یہ ہے کہ میں نے اپنے رب سے ملا اور میرا رب مجھ سے روح وریحان اور ایسے وجہ کریم کے ساتھ ملا جو غضب ناک نہ تھا میں نے پوچھا تم نے امر کو کیسا دیکھا اس نے کہا جتنا تم گمان کر سکتے ہو اس سے زیادہ آسان میں نے دیکھا اس کے بعد یہ واقعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا۔ تو انہوں نے فرمایا ربیع رضی اللہ عنہ نے سچ کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص مرنے کے بعد کلام کرے گا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ میری امت میں ایک شخص مرنے کے بعد کلام کرے گا اور وہ خیر التابعین سے ہوگا۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس روایت کی بکثرت سندیں ہیں جن کو میں نے ''کتاب البرزخ'' میں مرنے کے بعد کلام کرنے والوں کی خبروں کے ضمن میں جمع کیا ہے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ اردو ص ۵۲۲ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۵۶ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور امام سیوطی ص ۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۶۷)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب اخبارہ ﷺ بالمغیبات ج ۸ ص ۲۹۴ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حاشیہ......☆

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

هذا اسناد صحيح لا يشك حديثي في صحته۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فنمي الحديث الى عائشة رضي الله عنها فقالت اما اني سمعت رسول الله ﷺ يقول يتكلم رجل من امتي بعد الموت۔

ترجمہ: اس کے بعد یہ معاملہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ میری امت میں سے ایک شخص موت کے بعد کلام کرے گا۔

(سیر اعلام النبلاء ذکر ربعی بن حراش ج ۴ ص ۳۶۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وعدت رسول الله ﷺ ان لا يذهب في ادركه قال فما شبهت خروج نفسه الا كحصاة القيت في ماء فرسبت فذكر ذلك لعائشة فصدقت بذلك وقالت قد كنا نتحدث ان رجلا من هذه الامة يتكلم بعد الموت۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ مجھ سے ملے بغیر نہ جائیں گے اس کے بعد اس کی جان کا نکلنا اتنی ہی تیزی سے ہوا جیسے ایک پتھر کو پانی میں پھینکا جائے اور گرتے ہی وہ ڈوب جائے۔ اس کے بعد یہ واقعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں سنایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے اس واقع کی تصدیق فرمائی اور فرمایا کہ ہم آپس میں باتیں کررہے تھے کہ اس رات شخص اپنی موت کے بعد گفتگو کرے گا۔

(سیر اعلام النبلاء ذکر ربعی بن حراش ج ۴ ص ۳۶۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ دوسری سند سے روایت کرتے ہیں۔

ووعدني رسول الله ﷺ ان لا يذهب في ادركه قال فما شبهت خروج نفسه الا كحصاة القيت في ماء فرسبت فذكر ذلك لعائشة فصدقت بذلك وقالت قد كنا نتحدث ان رجلاً من هذه الامة يتكلم بعد الموت۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ مجھ سے ملے بغیر نہ جائیں گے اس کے بعد اس کی جان کا نکلنا اتنی ہی تیزی سے ہوا جیسے ایک پتھر کو پانی میں پھینکا جائے اور گرتے ہی وہ ڈوب جائے۔ اس کے بعد یہ واقعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں سنایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے اس واقع کی تصدیق فرمائی اور فرمایا کہ ہم آپس میں باتیں کررہے تھے کہ اس رات شخص اپنی موت کے بعد گفتگو کرے گا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ابن ابی حاتم ۳۲۷ھ لکھتے ہیں۔

ربيع بن حراش اخو ربعي بن حراش الذي تكلم بعد الموت وذكره امره لعائشة فقالت سمعت رسول الله ﷺ يقول انه يتكلم رجل من امتي بعد الموت من خير التابعين۔

(الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۴۵۶ رقم ۲۰۶۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ.....☆

حدیث نمبر﴿۳۵﴾...... یہ بچہ ایک قرن تک زندہ رہے گا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاکم والبیهقی وابونعیم من طریق محمد بن زیاد الالهانی عن عبدالله بن بسر ان النبی ﷺ وضع یده علی راسه وقال یعیش هذا الغلام قرنا فعاش مائة سنة وکان فی وجهه ثولول فقال لایموت هذا حتی یذهب الثولول من وجهه فلم یمت حتی ذهب۔

ترجمہ: حاکم وبیہقی اورابونعیم رحمہم اللہ نے بطریق محمد بن زیاد الہانی رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا دست اقدس ان کے سر پر رکھا اور فرمایا یہ بچہ ایک قرن تک زندہ رہے گا تو وہ ۱۰۰ ھ تک زندہ رہے اور ان کے چہرے پر مہاسہ تھا حضور ﷺ نے فرمایا یہ بچہ اس وقت تک نہ مرے گا جب تک یہ مہاسہ اس کے چہرے سے دور نہ ہو جائے تو وہ فوت نہ ہوئے جب تک وہ مہاسہ دور نہ ہوا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۴۲ ۔ ۲۴۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۵ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن عمرو بن عبدالخالق عتکی بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابراهیم بن سعید قال:نا یحیی بن صالح قال:نا محمد ابن القاسم الطائی قال:سمعت عبدالله بن بسر رضی الله عنه یقول:قال لی رسول الله ﷺ لتدرکن قرنا قال:فبلغنا انه اتت علیه مائة سنة۔

(البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۸ ص ۴۳۰ رقم الحدیث ۳۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، التاریخ الکبیر ج ۱ ص ۲۱۴ ۔ الجرح والتعدیل ج ۴ ص ۶۴ ۔ ۶۵ ۔ کشف الاستار مناقب عبداللہ بن بسر ج ۳ ص ۲۸۰ رقم الحدیث ۲۷۴۷ ۔ حاکم مستدرک الفتن والملاحم ج ۴ ص ۵۰۰)

امام حارث بن ابی اسامۃ متوفی ۱۸۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا داؤد بن رشید ثنا ابوحیوة عن ابراهیم بن محمد بن زیاد عن ابیه عن عبدالله بن بسر ثم ان النبی ﷺ وضع یده علی رأسه وقال یعیش هذا الغلام قرنا قال فعاش مائة سنة وکان فی وجهه ثالول فقال لا یموت هذا حتی یذهب هذا الثالول من وجهه فلم یمت حتی ذهب الثالول من وجهه۔

(مسند الحارث زوائد الہیثمی کتاب المناقب باب مناقب عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۹۳۷ رقم الحدیث ۱۰۳۳ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابوجعفر محمد ان فاطمة اخبرتهم ابنا محمد بن ریذة ابنا سلیمان الطبرانی ثنا ابوزرعة عبدالرحمن بن عمرو الدمشقی ثنا یحیی بن صالح الوحاظی ثنا الحسن بن ایوب الحضرمی عن عبدالله بن بسر انه کان فی راسه شامة فقال له النبی ﷺ لیدرکن هذا قرنا۔

(الاحادیث المختارۃ ج ۹ ص ۵۶ ۔ ۵۷ رقم الحدیث ۳۷ ۔ ۳۸ ۔ ۳۹ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکۃ مکرمۃ)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابوجعفر ایضا ان فاطمة بنت عبدالله اخبرتهم ابنا محمد بن عبدالله بن ریذه ابنا سلیمان بن احمد الطبرانی ثنا عبدالله بن احمد بن حنبل ثنا داود بن رشید ثنا ابوحیوة شریح بن یزید عن ابراهیم بن محمد بن زیاد الالهانی عن ابیه عن عبدالله بن بسر قال وضع رسول الله ﷺ یده علی راسه وقال یعیش هذا الغلام قرنا فعاش مائة سنة وکان فی وجهه ثالول فقال لایموت حتی یذهب الثالول من وجهه فلم یمت حتی ذهب الثالول من وجهه۔

(الاحادیث المختارۃ ج ۹ ص ۹۰ رقم الحدیث ۷۲ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکۃ مکرمۃ)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۳۵۲ رقم الحدیث ۱۲۵۷۶ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حاشیہ......☆

حدیث نمبر ﴿۳۶﴾ ... آج وہ کوئی غیب کی بات کہہ دیتے ہیں تو وہ تو آج ہی یا کل وقت چاشت ضرور رونما ہو جاتی ہے

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

نبی یری ما لا الناس حولہ ویتلو کتاب اللہ فی کل مشھد

وان قال فی یوم مقالۃ غائب فتصدیقہ فی الیوم اوفی ضحوۃ الیوم اوغد

لیھنئی ابابکر سعادۃ جدہ بصحبتہ من یسعد اللہ یسعد

ترجمہ: وہ ایسے نبی محترم ﷺ ہیں جوان چیزوں کا مشاہدہ فرماتے ہیں جنہیں لوگ نہیں دیکھ سکتے وہ ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اگر آج وہ کوئی غیب کی بات کہہ دیتے ہیں تو وہ تو آج ہی یا کل وقت چاشت ضرور رونما ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی رفاقت کی سعادت مبارک ہو۔ درحقیقت جسے اللہ تعالیٰ سعادت مند کرتا ہے وہی سعید ہوتا ہے۔

(السیرۃ النبویۃ واخبار الخلفاء لابن حبان ص ۱۳۷ ذکر ھجرۃ رسول اللہ ﷺ الی یثرب فاجابہ حسان بن ثابت مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

لقد نزلت منہ الی اھل یثرب رکاب ھدی حلت علیھم باسعد

نبی یری ما لا الناس حولہ ویتلو کتاب اللہ فی کل مشھد

وان قال فی یوم مقالۃ غائب فتصدیقہ فی الیوم اوفی ضحی الغد

لیھن ابابکر سعادۃ جدہ بصحبتہ من یسعد اللہ یسعد

ترجمہ: آپ ﷺ کے طفیل اہل یثرب کو ہدایت نصیب ہوئی اور تمام سعادتیں ان کا مقدر ہو گئیں۔ وہ ایسے نبی محترم ﷺ ہیں جوان چیزوں کا مشاہدہ فرماتے ہیں جنہیں لوگ نہیں دیکھ سکتے وہ ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اگر آج وہ کوئی غیب کی بات کہہ دیتے ہیں تو وہ تو آج ہی یا کل وقت چاشت ضرور رونما ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی رفاقت کی سعادت مبارک ہو۔ درحقیقت جسے اللہ تعالیٰ سعادت مند کرتا ہے وہی سعید ہوتا ہے۔

(روض الانف حدیث ام معبد ج ۲ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وفینا رسول اللہ یتلو کتابہ اذا انشق معروف من الصبح ساطع

اور ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو اس کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں جب اٹھنے والی صبح سے بھلائی پھوٹتی ہے۔

حاشیہ.....☆

ارانا الهدی بعد العمی فقلوبنا بہ موقنات ان ما قال واقع

آپ نے ہمیں اندھے پن کے بعد راستہ دکھایا پس ہمارے دل یہ یقین رکھتے ہیں کہ آپ جو فرمائیں گے لامحالہ وہ واقع ہو کر رہے گا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

نبی یری مالا یری الناس حوله ویتلو کتاب اللّٰه فی کل مشهد

نبی علیہ السلام اپنے ارگرد وہ کچھ دیکھتے ہیں جو لوگ نہیں دیکھ سکتے آپ ہر مجلس میں اللہ کی کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں۔

فان قال فی یوم مقالة غائب فتصدیقها فی ضحوة الیوم او غد

اگر آپ نے کسی روز غائب کی بات بتائی تو اس کی تصدیق اسی روز چاشت کے وقت آجاتی ہے یا اگلے روز واقع ہو جاتی ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (مختصر سیرۃ الرسول ص ۸۸ مطبوعہ دار القلم بیروت)

حدیث نمبر ﴿۲۷﴾.....حضور ﷺ نے مجھے میرے تمام دلی ارادوں سے مطلع فرمایا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج ابن سعد وابن عساکر عن عبدالملك بن عبید وغیره قالوا کان شیبة ابن عثمان یحدث عن اسلامه قال لما کان عام الفتح ودخل رسول الله ﷺ مکة عنوة قلت اسیر مع قریش الی هوازن بحنین فعسی ان اختلطوا ان اصیب من محمد غرة فاکون انا الذی قمت بثار قریش کلها واقول لو لم یبق من العرب والعجم احد الا اتبع محمدا ما اتبعته ابدا فکنت مترصدا لما خرجت له لا یزداد الامر فی نفسی الا قوة فلما اختلط الناس اقتحم رسول الله ﷺ عن بغلته واصلت السیف ودنوت ارید ما ارید منه ورفعت سیفی حتی کدت اسوره فرفع لی شواظ من نار کالبرق کاد یمحشنی فوضعت یدی علی بصری خوفا علیه والتفت الیّ رسول الله ﷺ فنادانی یا شیبة ادن منی فدنوت فمسح صدری ثم قال اللهم اعذه من الشیطان قال فوالله لهو کان ساعتئذ احب الیّ من سمعی وبصری ونفسی واذهب الله ما کان بی ثم قال ادن فقاتل فتقدمت امامه اضرب بسیفی الله یعلم انی احب ان اقیه بنفسی کل شیٔ ولو لقیت تلك الساعة ابی لو کان حیا لاوقعت به السیف حتی رجع الی معسکره فدخل خباء ه فدخلت علیه فقال یا شیب الذی اراد الله بك خیر مما اردت بنفسك ثم حدثنی بکل ما اضمرت فی نفسی مما لم اذکره لاحد قط فقلت انی اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله ثم قلت استغفر لی یارسول الله قال غفر الله لك۔

ترجمہ: عبدالملک بن عبید وغیرہ محدثین بیان کرتے ہیں کہ شیبہ بن عثمان اپنے اسلام لانے کی داستان (مندرجہ ذیل الفاظ میں) بیان کرتے تھے۔ وہ کہتے کہ جب فتح مکہ کا سال آیا اور نبی اکرم ﷺ نے بزور مکہ پر قبضہ کرلیا، تو میں نے کہا کہ میں بنو قریش کے ہمراہ بنو ہوازن کے پاس حنین میں چلا جاتا ہوں، ہو سکتا ہے، کہ جلد ہی یہ دونوں گروہ محمد ﷺ کا باہم ملکر مقابلہ کریں اور میں موقع پا کر تمام قریش کی ہزیمت کا بدلہ لے لوں۔ میں کہا کرتا تھا کہ اگر عرب و عجم میں کوئی شخص بھی باقی نہ رہے۔ سب محمد (ﷺ) کی اطاعت اختیار کرلیں تب بھی میں آپ ﷺ کی اتباع نہ کروں گا چنانچہ میں اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے منتظر تھا۔ آتش انتقام سینے میں بھڑک رہی تھی پھر جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا۔ نبی کریم ﷺ اپنے خچر سے نیچے آئے میں تلوار سونت کر اپنے ارادے کی تکمیل کے لئے ان کے قریب ہوا۔ میں نے تلوار ابھی لہرائی ہی تھی کہ بجلی کی طرح آگ کے شعلے بلند ہوئے جنہوں نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ میں نے بینائی چھن جانے کے

حاشیہ......☆

خوف سے اپنے ہاتھ آنکھوں پر رکھ لئے۔اسی اثناء میں نبی اکرم ﷺ نے میری جانب التفات فرمایا اور صدا دی۔اے شیبہ! میرے قریب آؤ۔میں آپ ﷺ کے قریب گیا، تو آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس میرے سینہ پر پھرا اور فرمایا: اے اللہ! اسے شیطان کے شر سے محفوظ فرما۔شیبہ بیان کرتے ہیں بخدا! وہ گھڑی مجھے اپنی آنکھ، کان اور جان سے زیادہ عزیز اور پیاری ہے۔میرے سینہ کا بغض و کینہ جاتا رہا۔نبی اکرم ﷺ نے پھر فرمایا: میرے قریب آجاؤ اور قتال کرو، چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر تیغ زنی شروع کی۔خدا جانتا ہے، کہ اس وقت مجھے سب سے زیادہ یہ عزیز تھا کہ میں اپنی جان کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا دفاع کروں۔اس گھڑی میری یہ حالت تھی کہ میرا والد بھی میرے سامنے آتا، تو اس کو بھی تہ تیغ کر دیتا۔اس کے بعد حضور ﷺ اپنی لشکرگاہ کی طرف لوٹے اور خیمہ میں تشریف لائے۔میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ ﷺ نے فرمایا: اے شیبہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ جس چیز کا ارادہ فرمایا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تمہارے دل میں آئی تھی اس کے بعد حضور ﷺ نے مجھے میرے تمام دلی ارادوں سے مطلع فرمایا: حالانکہ میں نے ان ارادوں سے کسی کو قطعاً آگاہ نہیں کیا تھا میں نے عرض کیا "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ (محمد ﷺ) اللہ کے رسول ہے۔پھر میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیے۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت فرمادی ہے۔

(خصائص الکبری باب ماوقع فی غزوۃ حنین من المعجزات ج۱ ص۴۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص۷۱ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال لی الذی اراد اللہ بك خیر مما اردته لنفسك وحدثنی بجمیع ما زورته فی نفسی فقلت ما اطلع علی هذا احد الا اللہ فاسلمت۔

(اعلام النبوۃ ص۱۶۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام محمد بن اسحاق بن العباس الفاکہی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال مالك یا شیب ادن فدنوت فوضع رسول اللہ ﷺ یده علی صدری قال فستخرج اللہ عزوجل الشیطان من قلبی فرفعت الیه بصری وهو واللہ احب الی من سمعی ومن بصری ومن ابی وامی۔

(اخبار مکۃ فی قدیم الدهر وحدیثه ذکر المواضع التی دخلها رسول اللہ ﷺ واصحابہ رضی اللہ عنہم ج۵ ص۹۲ رقم الحدیث ۲۸۹۷ مطبوعہ دار خضر بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

وقال یا شیبة ادنه فدنوت فوضع یدیه علی صدری فستخرج اللہ الشیطان من قلبی فرفعت الیه بصری فلهو احب الیّ من سمعی وبصری۔

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے میری جانب التفات فرمایا اور صدا دی۔اے شیبہ! میرے قریب آؤ۔میں آپ ﷺ کے قریب گیا، تو آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس میرے سینہ پر پھرا اور فرمایا: اے اللہ! اسے شیطان کے شر سے محفوظ فرما۔شیبہ بیان کرتے ہیں بخدا! وہ گھڑی مجھے اپنی آنکھ، کان اور جان سے زیادہ عزیز اور پیاری ہے۔میرے سینہ کا بغض و کینہ جاتا رہا۔

(دلائل النبوۃ للاصبہانی ص۱۸۲۔۱۸۳ رقم الحدیث ۲۳۶ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

امام ابی الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

فقال یا شیب الذی اراد اللہ بك خیر مما اردت نفسك ثم حدثنی بکل ما اضمرت فی نفسی مما لم اذکره لاحد قط فقلت انی اشهد ان لا اله الا اللہ وانك رسول اللہ ثم قلت استغفر لی یارسول اللہ قال غفر اللہ لك۔

حاشیہ......☆

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا: اے شیبہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ جس چیز کا ارادہ فرمایا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تمہارے دل میں آئی تھی اس کے بعد حضور ﷺ نے مجھے میرے تمام دلی ارادوں سے مطلع فرمایا: حالانکہ میں نے ان ارادوں سے کسی کو قطعاً آگاہ نہیں کیا تھا میں نے عرض کیا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ (محمد ﷺ) اللہ کے رسول ہے۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے دعائے مغفرت فرمایئے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت فرمادی ہے۔

(صفوۃ الصفوۃ ج ا ذکر شیبۃ بن عثمان بن طلحۃ رضی اللہ عنہ ص ۷۲۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۲۸ رقم الحدیث ۱۵۵۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الاستیعاب ذکر شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۲ ۷ برقم ۱۲۰۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی۔ ج ۵ ص ۱۴۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فخطب الناس یومئذ ودعا عثمان بن طلحۃ تالدۃ خالدۃ لاینزعھا منکم احد الا السھو۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے اس روز لوگوں کو نصیحت کی عثمان بن طلحہ کو بلا کر چابی دے دی اور فرمایا کہ اولادِ ابی طلحہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لے لو وہ تم سے سوائے ظالم کے اور کوئی نہ چھینے گا۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد سریۃ رسول اللہ ﷺ عام الفتح ج ۲ ص ۱۳۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاستیعاب ذکر شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۳ ۷ برقم ۱۲۰۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (تخریج الدلالات السمعیۃ ص ۱۶۱ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبرانی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ خذوھا یا بنی طلحۃ خالدۃ تالدۃ لا ینزعھا منکم الا ظالم یعنی حجابۃ الکعبۃ۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور تحت سورۃ النساء آیت نمبر ۵۸ ج ۲ ص ۳۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر ص ۲۲۰ مطبوعہ دار المعارف القاھرۃ مصر)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

وکان شیبۃ من خیار المسلمین ودفع لہ رسول اللہ ﷺ مفتاح الکعبۃ والی ابن عمہ عثمان بن طلحۃ بن ابی طلحۃ وقال خذوھا خالدۃ مخلد تالدۃ الی یوم القیامۃ یا بنی ابی طلحۃ لا یاخذھا منکم الا ظالم وھو جد ھؤلاء بنی شیبۃ الذین یلون حجابۃ البیت الذین بایدھم حجابۃ الکعبۃ ومفتاحھا الی یومنا ھذا انتھی کلام ابن اثیر قلت وبنوشیبۃ ھذا ھم الذین یلون مفتاح الکعبۃ الی یومنا ھذا وھو العام السابع عشر من القرن الرابع عشر وفی قولہ ﷺ خذوھا خالدۃ مخلدۃ تالدۃ الی یوم القیامۃ ا بنی ابی طلحۃ معجزۃ اخری لہ ﷺ لاطلاعہ علی بقاء سلالتھم حتی یتوارثوھا وبشارۃ لھم بان سلالتھم تبقی الی یوم القیامۃ یتوارثونھا الا ان یسلط اللہ علیھم ظالماً ینزعھا من ایدھم ولم یسلط الی الآن۔

ترجمہ: حضرت شیبہ رضی اللہ عنہ کا شمار بہترین مسلمانوں میں ہوتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے کعبہ شریف کی کنجی انہیں اور ان کے چچا زاد بھائی عثمان بن طلحہ کو عطا فرمائی اور فرمایا: یہ کنجی لے لو اے اولادِ ابی طلحہ! یہ تمہارے پاس ابدالآباد تک رہے گی اور سوائے ظالم کے کوئی تم سے چھین نہ سکے گا۔ ابو طلحہ ان بنوشیبہ کا جد ہے جو بیت اللہ شریف کے دربان ہیں۔ کعبہ شریف کی کنجی آج انہی کے پاس ہے۔ انتھی کلام ابن اثیر۔

حاشیہ......☆

امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ آج تک یعنی 1317ھ تک کنجی برداری کا منصب اسی گھرانے کے پاس ہے نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کہ یہ کنجی ابدالاباد تک ابی طلحہ کے گھرانے میں رہے گی میں ایک اور معجزہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو اس بات کا بھی علم تھا کہ ابو طلحہ کی نسل باقی رہے گی اور وہ نسل درنسل اس منصب کے وارث بنیں گے۔ نیز یہ بشارت ہے کہ ان سے سوائے کسی ظالم کے کوئی یہ چابی چھین نہ سکے گا۔ چنانچہ یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی اور آج تک کوئی اس منصب پر تسلط نہیں جما سکا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۳۸﴾ ......اے عثمان یاد رکھو وہ وقت کچھ دور نہیں کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک صاحب اختیار کی حیثیت سے میرے پاس ہوگی

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وذكر ابن سعد في الطبقات عن عثمان بن طلحة قال كنا نفتح الكعبة في الجاهلية يوم الاثنين والخميس فاقبل رسول الله يوما يريد ان يدخل الكعبة مع الناس فغلظت له ونلت منه فحلم عني ثم قال يا عثمان لعلك ستري هذا المفتاح يوما بيدي اضعه حيث شئت فقلت: لقد هلكت قريش وذلت فقال: بل عمرت وعزت يومئذ ودخل الكعبة فوقعت كلمته مني موقعاً ظننت ان الامر سيصير الى ما قالة فلما كان يوم الفتح قال يا عثمان ائتني بالمفتاح فاتيته به فاخذه مني ثم دفعه الي وقال خذوها خالدة تالدة لا ينزعها منكم الا ظالم۔

ترجمہ: ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں دوشنبہ اور پنج شنبہ کو کعبہ طواف کے لئے کھولا جاتا تھا۔ ان دونوں کے علاوہ ایک روز آپ ﷺ تشریف لائے اور کعبۃ اللہ میں داخل ہونا چاہا مگر میں نے سختی سے روک دیا۔ آپ ﷺ نے تحمل و برداشت سے کام لیا اور فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ یاد رکھو وہ وقت کچھ دور نہیں ہے کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک صاحب اختیار کی حیثیت سے میرے پاس ہوگی اور میں جسے چاہوں گا تولیت کے ساتھ چابی عطا کروں گا۔ میں نے کہا تھا کہ اے محمد (ﷺ) کیا اس وقت قریش مر چکے ہوں گے یا پھر وہ ذلت رسوائی کو برداشت کرلیں گے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا تھا عثمان رضی اللہ عنہ! ایسا نہیں ہے اس دن قریش کو عزت اور معافی ملے گی یہ فرما کر آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہوگئے اس کے بعد میں آپ ﷺ کو کعبہ کے اندر داخلہ سے نہ روک سکا۔ لیکن آپ ﷺ کی باتیں میرے دل میں گھر کرگئی تھیں۔ مجھے یقین ہوگیا تھا کہ حضور ﷺ نے جو فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا پھر میں نے مسلمان ہوجانے کا ارادہ کیا تو میری قوم نے مجھے جھڑکا اور سختی کے ساتھ خائف کردیا۔ فتح مکہ کے روز حضور ﷺ نے کعبۃ اللہ کی چابی مجھ سے طلب فرمائی میں نے چابی دی اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں لے کر پھر مجھ ہی کو عطا فرمادی اور کہا یہ چابی ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی۔ تم سے کسی کا چابی لینا دراصل ظلم سے چھین لینے کے مترادف ہوگا۔

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی الفتح الاعظم ج ۳ ص ۴۰۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

قال يا عثمان لعلك ستري هذا المفتاح يوما بيدي اضعه حيث شئت فقلت: لقد هلكت قريش وذلت فقال: بل عمرت يومئذ وعزت ودخل الكعبة فوقعت كلمته مني موقعاً ظننت ان الامر سيصير الى ما قال فاردت الاسلام فاذا قومي يزبرونني زبرا شديدا فلما كان يوم فتح مكة قال لي يا عثمان ائت

حاشیہ......☆

بالمفتاح فاتیته به فاخذه منی ثم دفعه الی وقال خذها خالدة تالدة لا ینزعها منکم الا ظالم فلما ولیت نادانی فرجعت الیه فقال الم یکن الذی قلت لك؟ فذکرت قوله لی بمکة قبل الهجرة لعلك ستری هذا المفتاح یوما بیدی اضعه حیث شئت فقلت: بل اشهد انك رسول الله۔

(خصائص الکبری باب ما وقع فی فتح مکة من المعجزات والخصائص ج ۱ص ۴۴۲۔۴۴۳مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج۱۰ص ۶۵۔۶۶مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۴۶ھ لکھتے ہیں۔

قال یا عثمان لعلك ستری هذا المفتاح یوما بیدی اضعه حیث شئت۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ یاد رکھو وہ وقت کچھ دور نہیں ہے کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک صاحب اختیار کی حیثیت سے میرے پاس ہوگی اور میں جسے چاہوں گا تولیت کے ساتھ چابی عطا کروں گا۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیہ ج۳ص۹۵مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

حدیث نمبر﴿۳۹﴾...... تو اپنے دل میں کیا خیال کر رہا تھا؟

حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

فقال له ما تحدث به نفسك قال لا شیٔ کنت اذکر الله عزوجل فضحك النبی علیه السلام وقال استغفر الله لك ووضع یده علیه السلام علی صدر فضالة فکان فضالة یقول والله ما رفع یده عن صدری حتی ما اجد علی ظهر الارض احب الی منه۔

(الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبدالبر ص۲۲۲مطبوعہ دارالمعارف القاہرۃ مصر)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

أفضالة؟ — کیا تو فضالہ ہے؟

اس نے جواب دیا:

نعم — جی ہاں میں فضالہ ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

ماذا کنت تحدث نفسك؟ — تو اپنے دل میں کیا خیال کر رہا تھا؟

اس نے کہا:

لا شیٔ کنت اذکر الله فضحك النبی ثم قال استغفر الله — میں اللہ سے (تمہارے لئے) مغفرت طلب کرتا ہوں۔

ثم وضع یده علی صدری فسکن قلبه فکان فضالة یقول والله ما رفع یده عن صدری حتی ما من خلق الله شیٔ احب الی منه۔

اللہ کی قسم آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے سے ہٹایا نہیں تھا کہ مجھے آپ ﷺ کی ذات کائنات کی ہر شے سے زیادہ محبوب ہوگئی۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج۵ص۸۰مطبوعہ دارالجیل بیروت)

حاشیہ......☆

امام ابی الربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۴ھ لکھتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

ماذا كنت تحدث نفسك؟ تو اپنے دل میں کیا خیال کر رہا تھا؟

اس نے کہا:

لا شئ كنت اذكر الله فضحك النبی ثم قال استغفر الله میں اللہ سے (تمہارے لئے) مغفرت طلب کرتا ہوں۔

ثم وضع يده على صدرى فسكن قلبه فكان فضالة يقول والله ما رفع يده عن صدرى حتى ما من خلق الله شئ احب الى منه۔

اللہ کی قسم آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے سے ہٹایا نہیں تھا کہ مجھے آپ ﷺ کی ذات کائنات کی ہر شے سے زیادہ محبوب ہو گئی۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء غزوۃ الفتح ج ۲ ص ۲۳۰ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وهم فضالة بن عمير بن الملوح ان يقتل رسول الله وهو يطوف بالبيت فلما دنا منه قال له رسول الله افضالة؟ قال نعم فضالة يارسول الله قال ما ذا كنت تحدث به نفسك؟ قال لاشئ كنت اذكر الله قال: فضحك النبی ﷺ ثم قال استغفر الله ثم وضع يده على صدره فسكن قلبه۔ وكان فضالة يقول والله ما رفع يده عن صدرى حتى ما خلق الله شئ احب الى منه۔

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی الفتح الاعظم ج ۳ ص ۴۱۲۔۴۱۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

وقال ابن هشام وحدثنى يعنى بعض اهل العلم ان فضالة بن عمير بن الملوح يعنى الليثى اراد قتل النبی ﷺ وهو يطوف بالبيت عام الفتح فلما دنا منه قال رسول الله ﷺ افضالة؟ قال نعم فضالة يارسول الله قال ما ذا كنت تحدث به نفسك؟ قال لاشئ كنت اذكر الله قال: فضحك النبی ﷺ ثم قال استغفر الله ثم وضع يده على صدره فسكن قلبه۔

فكان فضالة يقول والله ما رفع يده عن صدرى حتى ما من خلق الله شئ احب الى منه......۔

(السیرۃ النبویۃ خطبۃ النبی ﷺ عام الفتح ج ۳ ص ۵۴۸۔۵۴۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۵ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص ۵۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حدیث نمبر (۴۰) ......اسی شب کسریٰ کو قتل کر دیا گیا جس روز آپ ﷺ نے یہ خبر دی تھی

اخرج البزار وابونعيم والبيهقى عن دحية رضى الله عنه ان كسرى لما كتب اليه النبی ﷺ كتب كسرى الى صاحبه بصنعاء يتوعده ويقول الا تكفينى رجلا خرج بارضك يدعونى الى دينه لتكفينه او لا فعلن بك فبعث صاحب صنعاء الى النبی ﷺ فلما قرأ النبی ﷺ كتاب صاحبهم تركهم خمس عشرة ليلة ثم قال اذهبوا الى صاحبكم فقولوا ان ربى قتل ربك الليلة فانطلقوا فاخبروه قال دحية ثم جاء الخبر بان كسرى قتل تلك الليلة۔

ترجمہ: حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے شہنشاہ ایران کو گرامی نامہ لکھا تو اس نے صنعاء کے گورنر کو دھمکی آمیز خط لکھا اور کہا کہ کیا تم میری طرف سے اس شخص کا بندوبست نہیں کرو گے جو تمہارے علاقے میں ظاہر ہوا اور اپنے دین

حاشیہ......☆

کی طرف دعوت دیتا ہے تم یہ کام سرانجام دو گے یا پھر میں تمہیں اس کی پاداش میں سزا دوں گا چنانچہ صنعاء کے گورنر نے اپنا ایلچی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا جب نبی اکرم ﷺ نے حاکم صنعاء کا خط پڑھا تو پندرہ دن تک اس ایلچی کو کوئی جواب نہ دیا پھر آپ نے اس ایلچی اور اس کے ساتھیوں کو فرمایا تم اپنے حاکم کے پاس چلے جاؤ اور اسے بتاؤ کہ میرے پروردگار نے تمہارے حکمران کو قتل کر دیا ہے۔ پس وہ روانہ ہو گئے اور عامل صنعاء کو جا کر نبی اکرم ﷺ کی اس غیبی خبر سے آگاہ کیا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ خبر آ گئی کہ اسی شب کسریٰ کو قتل کر دیا گیا جس روز آپ ﷺ نے یہ خبر دی تھی۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب اخبارہ ﷺ بالمغیبات ج ۸ ص ۲۹۰۔ ۲۹۱ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)

امام حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قد كان كتب الى كسرى فكتب كسرى الى صاحبه بصنعاء يتوعده ويقول الا تكفيني رجلا خرج بارضك يدعوني الى دينه لتكفينه او لافعلن بك فبعث صاحب صنعاء الى النبي ﷺ فلما قرأ النبي ﷺ كتاب صاحبهم تركهم خمس عشرة ليلة ثم قال لهم اذهبوا الى صاحبكم فقولوا ان ربي قد قتل ربك الليلة فانطلقوا فاخبروه قال دحية ثم جاء الخبر بان كسرى قتل تلك الليلة۔

ترجمہ: جب نبی کریم ﷺ نے شہنشاہ ایران کو گرامی نامہ لکھا تو اس نے صنعاء کے گورنر کو دھمکی آمیز خط لکھا اور کہا کہ کیا تم میری طرف سے اس شخص کا بندوبست نہیں کرو گے جو تمہارے علاقے میں ظاہر ہوا اور اپنے دین کی طرف دعوت دیتا ہے تم یہ کام سرانجام دو گے یا پھر میں تمہیں اس کی پاداش میں سزا دوں گا چنانچہ صنعاء کے گورنر نے اپنا ایلچی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا جب نبی اکرم ﷺ نے حاکم صنعاء کا خط پڑھا تو پندرہ دن تک اس ایلچی کو کوئی جواب نہ دیا پھر آپ نے اس ایلچی اور اس کے ساتھیوں کو فرمایا تم اپنے حاکم کے پاس چلے جاؤ اور اسے بتاؤ کہ میرے پروردگار نے تمہارے حکمران کو قتل کر دیا ہے۔ پس وہ روانہ ہو گئے اور عامل صنعاء کو جا کر نبی اکرم ﷺ کی اس غیبی خبر سے آگاہ کیا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ خبر آ گئی کہ اسی شب کسریٰ کو قتل کر دیا گیا جس روز آپ ﷺ نے یہ خبر دی تھی۔

(دلائل النبوۃ باب ما جاء فی موت کسری واخبار النبی ﷺ بذلک ج ۴ ص ۳۹۰۔۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

ان رجلا من اھل فارس اتی النبی ﷺ فقال ﷺ (دلائل النبوۃ باب ما جاء فی موت کسری واخبار النبی ﷺ بذلک ج ۴ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فجاء اه من الغد فقال لهما ابلغا صاحبكما ان ربي قد قتل ربه كسرى في هذه الليلة لسبع الثلاثاء لعشر ليال مضين من جمادى الاولى سنة سبع۔

ترجمہ: دوسرے دن وہ دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں اپنے صاحب (باذان) کو یہ خبر پہنچا دو کہ اسی شب کو جو شب سہ شنبہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ھ تھی سات بجے میرے رب نے اس کے رب (کسریٰ) قتل کر دیا ہے۔

(طبقات الکبری ابن سعد ج ۱ ص ۲۶۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

چوتھی فصل......علمائے امت کے اقوال کے بیان میں درباره علم غیب

مدارج النبوۃ کے خطبہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شئی عليم۔

ترجمہ: وہ ہی اول ہے وہ ہی آخر وہ ہی ظاہر وہ ہی پوشیدہ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۷ آیت نمبر ۳)

یہ خدا کی حمد بھی ہے اور نعت مصطفیٰ علیہ السلام بھی۔

حاشیہ......☆

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

فقتل الله كسرى فی اليوم الذی قال رسول الله ﷺ۔

قال ابن هشام قتل علی يدی ابنه شيرويه وقال خالد بن حق الشيبانی۔

وكسرى اذ تقسمه بنوه ... باسياف كما اقسم اللحام

تمخضت المنون له بيوم ... انى ولكل حاملة تمام

ترجمہ: کسری اسی دن قتل ہوا جس دن کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا اس کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کیا تھا خالد بن حق الشیبانی نے اسی واقعہ کے متعلق کہا ہے۔ اور کسری کو اس کے بیٹے اس طرح طرح تقسیم کرر ہے تھے جس طرح گوشت تقسیم کیا جاتا ہے اس کی موت کے لئے ایک دن مختص تھا وہ دن آ گیا اور حاملہ کے وضع حمل کا وقت آ ہی جاتا ہے۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۹۱۔۱۹۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبهانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

ان ربی قد قتل ربه الغداة۔

(دلائل النبوۃ للاصبهانی ص ۲۳۴ رقم الحدیث ۳۴۲ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

امام ابی الربیع سلیمان بن موسی الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۴ھ لکھتے ہیں۔

ان ربی عزوجل قد قتل كسرى فی هذه الليلة فانطلقنا حتی قدما علی باذان فاخبراه بذلك۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء ج ۲ ص ۳۸۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله ان ربی قد قتل الليلة ربك۔

(البدایہ والنھایہ بعثہ الی کسری ملک الفرس ج ۴ ص ۲۷۰ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

و فی هذا الخبر من آيات الغيوب ما لا يعلمه الا الله او من اطلعه عليه۔

(اعلام النبوۃ الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وویے ا دانا است بہمہ چیز از شیونات واحکام وصفات حق واسماء وافعال وآثار وبجمیع علوم ظاہر وباطن واول وآخر احاطہ نمودہ ومصداق فوق کل ذی علم علیم شد۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام تمام چیزیں کے جاننے والے ہیں اور انہوں نے خدائے پاک کی شانیں اس کے احکام حق تعالیٰ کے صفات اور افعال اور سارے ظاہری باطنی اول وآخر کے علوم کا احاطہ فرمالیا ہے۔

(مدارج النبوۃ مقدمۃ الکتاب ج۱ص۲۔۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

اسی مدارج جلد اول باب پنجم درذکر فضائل آنحضرت صفحہ ۱۴۴ میں ہے۔

از زمان آدم تا نفخہ اولیٰ بروے علیہ السلام منکشف ساختند تاھمہ احوال اودا از اول و آخر معلوم گردو و یاران خود رانیز از بعضے احوال خبرداد۔

ترجمہ: حضرت آدم علیہ السلام سے صور پھونکنے تک تمام حضور علیہ السلام پر ظاہر فرمادیا تا کہ اول سے آخر تک کے سارے حالات آپ کو معلوم ہو جائیں اور حضور علیہ السلام نے بعض حالات کی خبر اپنے صحابہ کو بھی دی۔

(مدارج النبوۃ باب پنجم وصل خصائص آنحضرت ﷺ ج۱ص۱۴۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں۔

وقد تواترت الاخبار واتفقت معانیھا علی اطلاعہ علیہ السلام علی الغیب ولاینا فی الایت الدالۃ علی انہ لایعلم الغیب الا اللہ لان المنفی علمہ علیہ السلام من غیر واسطۃ اما اطلاعہ علیہ باعلام اللہ فمحقق بقولہ تعالی الا من ارتضی من رسول۔

ترجمہ: احادیث اس پر متواتر ہیں اور ان کے معانی اس پر متفق ہیں کہ حضور علیہ السلام کو غیب پر اطلاع ہے اور یہ مسئلہ ان آیتوں کے خلاف نہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ خدا کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا کیونکہ جس غیب کی نفی ہے وہ علم بغیر واسطہ ہے (ذاتی) لیکن حضور کا غیب پر مطلع ہونا اللہ کے بتانے سے وہ ثابت ہے رب کے اس قول سے کہ سوائے پسندیدہ رسول کے۔

شفا شریف میں قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں (ماخوذ از خرپوتی شرح قصیدہ بردہ)

خص اللہ تعالیٰ بہ علیہ السلام بالاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین ومصالح امتہ وکان فی الامم وماسیکون فی امتہ من النقیر والقطمیر وعلی جمیع فنون المعارف کاحوال القلب والفرائض والعبادۃ والحساب۔

ترجمہ: اللہ نے حضور علیہ السلام کو خاص فرمایا تمام دینی و دنیاوی مصلحتوں پر مطلع فرما کر اور اپنی امت کے مصلحت اور گزشتہ امتوں کے واقعات اور اپنی امت کے اونیٰ سے ادنیٰ واقعہ پر خبردار فرمادیا۔ اور تمامی معرفت کے فنون پر مطلع فرمادیا جیسے دل کے حالات و فرائض عبادات اور علم حساب۔

قصیدہ بردہ میں ہے۔

فان من جودك الدنيا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم

ترجمہ: دنیا و آخرت آپ ہی کے کرم سے ہے اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا بعض حصہ ہے

(قصیدۃ البردۃ ص۱۰ مطبوعہ الشئون الدینیۃ دولۃ قطر)

شرح قصیدہ بردہ مصنفہ علامہ ابراہیم بیجوری میں اس شعر کے ماتحت ہے۔

فان قیل اذا کان علم اللوح والقلم بعض علومه علیه السلام فما البعض الاخر اجیب بان البعض الاخر هو ما اخبره الله تعالی من احوال الاخرة لان القلم انما کتب فی اللوح ما هو کائن الی یوم القیمة۔

ترجمہ: اگر کہا جاوے کہ جب لوح و قلم کا علم حضور کے علوم کا بعض ہوا تو دوسرے بعض کون سے علوم ہیں جواب دیا جاوے گا کہ وہ بعض آخرت کے حالات کا علم ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو خبر دی کیونکہ قلم نے تو لوح میں وہ ہی لکھا ہے جو قیامت تک ہونے والا ہے۔

ملا علی قاری حل العقد شرح قصیدہ بردہ میں اسی شعر کے ماتحت فرماتے ہیں۔

و کون علومها من علومه علیه السلام ان علومه تتنوع الی الکلیات والجزئیات و حقائق ومعارف وعوارف تتعلق بالذات والصفات وعلمها یکون نهرا من بحور علمه وحرفا من سطور علمه۔

ترجمہ: اور لوح و قلم کے علوم حضور علیہ السلام کے علوم کے بعض اس لئے ہیں کہ حضور کے علوم منقسم ہیں جزئیات اور کلیات اور حقائق اور معرفت اور ان معرفتوں کی طرف جس کا تعلق ذات اور صفات سے ہے لہذا لوح و قلم کا علم حضور کے علم دریاؤں کی ایک نہر ہے اور حضور علیہ السلام کے علم کی سطروں کا ایک حرف۔

(الزبدة العمدة فی شرح البردة ص ۱۱۷ مطبوعہ جمیعۃ علماء سکندریہ خیر پور سندھ)

ان عبارتوں نے فیصلہ فرمادیا کہ وہ لوح و قلم جن کے علوم کو قرآن نے فرمایا کہ۔

ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔

ترجمہ: کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۵۹)

اس کے علوم علم مصطفیٰ ﷺ کے سمندروں کا ایک قطرہ ہے تو معلوم ہوا کہ ما کان و ما یکون کا علم حضور علیہ السلام کے علم کے دفتر کا ایک نقطہ ہے۔

امام بوصیری صاحب قصیدہ بردہ اپنے دوسرے قصیدہ ام القرٰی میں فرماتے ہیں۔

وسع العالمین علما وحلما فهو بحر لم تعیها الاعباء

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے اپنے علم و اخلاق سے جہانوں کو گھیر لیا۔ پس آپ ایسے سمندر ہیں کہ اس کو گھیرنے والے نہ گھیر سکے۔

(مجموع المتون متن قصیدة الهمزیة فی مدح خیر البریة ص ۱۸ مطبوعہ قطر)

شیخ سلیمان جمل اس شعر کی شرح میں فتوحات احمدیہ میں فرماتے ہیں۔

ای وسع علمه علوم العلمین الانس والجن والملئکة لان الله تعالیٰ اطلعه علی العالم کله فعلم علم الاولین والاخرین وما کان و ما یکون وحسبك علمه علم القرآن وقد قال الله تعالی ما فرطنا فی الکتب من شئی۔

ترجمہ: فرشتوں آپ کا علم تمام جہانوں یعنی جن و انسان اور فرشتوں کے علم کو گھیرے ہوئے ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کو تمام عالم پر خبردار فرمایا پس اگلے پچھلوں کا علم سکھایا اور ما کان و ما یکون بتایا اور حضور علیہ السلام کے علم کے لئے علم قرآن کافی ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی۔

امام ابن حجر مکی اس شعر کی شرح میں افضل القری میں فرماتے ہیں۔

لان اللہ تعالیٰ اطلعه علی العالم فعلم الاولین و الاخرین و ما کان وما یکون۔

ترجمہ: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام جہان پر خبردار فرمایا پس آپ نے اولین وآخرین کو اور جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اس کو جان لیا۔

(انباء المصطفیٰ بحوالہ سرّ واخفیٰ ص۱۹۔۲۰ مطبوعہ دارالرضا لاہور)

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ سارے جہان والوں کا علم حضور علیہ السلام کو دیا گیا۔ جہان والوں میں حضرت آدم وملائکہ اور ملک الموت اور شیطان وغیرہ سب ہی ہیں۔ اور ملک الموت وشیطان کے لئے علم غیب تو دیوبندی بھی جانتے ہیں۔

امام بوصیری قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں۔

و کلھم من رسول اللہ ملتمس — غرفاً من البحر ادر شفا من الدیم

تمام رسول حضور علیہ السلام سے ہی لینے والے ہیں — سمندر سے ایک چلو یا تیز بارش سے چھینٹا

علامہ خرپوتی شرح قصیدہ بردہ میں اس شعر کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ان جمیع الانبیآء کل واحد منھم طلبوا واخذ والعلم من علمه علیه السلام الذی کالبحر فی السعة والکرم من کرمه علیه السلام الذی ھو کالدیم لانه علیه السلام مفیض وھم مستفاضون لانه تعالی خلق ابتداء روحه علیه السلام ووضع علوم الانبیاء وعلم ما کان و ما یکون ثم خلقھم فاخذوا علومھم منه علیه السلام۔

ترجمہ: ہر نبی نے حضور علیہ السلام کے اس علم سے مانگا اور لیا جو وسعت میں سمندر کی طرح ہے اور سب نے کرم حضور علیہ السلام کے اس کرم سے حاصل کیا جو تیز بارش کی طرح ہے کیونکہ حضور علیہ السلام فیض دینے والے ہیں اور وہ نبی فیض لینے والے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے اولاً حضور علیہ السلام کی روح پیدا فرمائی پھر اس روح میں نبیوں کے اور ما کان و ما یکون کے علم رکھے پھر ان رسولوں کو پیدا فرمایا پس ان سب نے اپنے علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لئے۔

(عصیدۃ الشھدۃ شرح قصیدۃ بردۃ از علامہ خرپوتی ص۸۳ مطبوعہ نور محمد کراچی)

حافظ سلیمان ابریز شریف صفحہ ۲۵۸ فرماتے ہیں۔

یعلم علیه السلام من العرش الی الفرش ویطلع علی جمیع ما فیھا وھذا العلوم بالنسبة الیه علیه السلام کالف من ستین جزء التی ھی القرآن العزیز۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام عرش سے فرش تک کو جانتے ہیں اور جو کچھ ان میں ہے اس کی خبر رکھتے ہیں اور یہ سارے علوم حضور علیہ السلام کی نسبت سے ایسے ہیں جیسے الف ۶۰ جزو کی نسبت ہے جو قرآن کریم ہیں۔

اما قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں۔

النبوۃ ماخوذۃ من النبا بمعنی الخبر ای اطلعه اللہ علی الغیب۔

ترجمہ: نبوت نبا سے مشتق ہے جس کے معنے ہیں خبر یعنی اللہ نے ان کو غیب پر خبردار فرمایا۔

(مواھب اللدنیه المقصد الثانی الفصل الاول ج۲ ص۴۵۔۴۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

مواہب لدنیہ جلد دوم صفحہ ۱۹۲ القسم الثانی فیما اخبر به علیه السلام من الغیوب میں ہے۔

لاشك ان اللہ تعالیٰ قد اطلعه علی ازید من ذلك والقی علیه علم الاولین والاخرین۔

ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ پر اطلاع دی اور آپ پر اگلوں پچھلوں کا علم پیش کر دیا۔
(مواہب اللدنیہ المقصد الثامن الفصل الثالث ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات شریف جلد اول مکتوب ۳۱۰ میں فرماتے ہیں۔

ہر علم کہ مخصوص بہ اوست سبحانہ خاص رسل را اطلاع مے بخشند مدارج النبوۃ جلد اول میں ہے۔ از بعضے صلحا از اہل فضل شنیدہ شدہ کہ بعضے از عرفا کتابے نوشتہ امدا ثبات کردہ اند کہ آں حضرت را تمام علوم الٰہی معلوم ساختہ بود ندو ایں سخن بظاہر مخالف بسیارے از اولہ است

ترجمہ: جو علم رب تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس پر خاص رسولوں کو اطلاع دیتے ہیں۔ بعض علمائے صالحین میں سے سنا گیا ہے کہ بعض عارفین نے کوئی کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو تمام علوم الٰہیہ معلوم کرا دیئے گئے تھے۔ یہ کلام بظاہر تو بہت سے دلائل کے خلاف ہے نہ معلوم کہ قائل نے اس سے کیا معنی ہے۔

یہ عبارت اس لئے پیش کی گئی کہ بعض لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کا علم خدا کے علم کے برابر مانا اور فرق صرف ذاتی اور عطائی کا جانا۔ مگر شیخ عبد الحق نے ان کو مشرک نہ مانا۔ بلکہ عارف کہا۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب ماننا شرک نہیں۔ میر زاہد رسالہ کے خطبہ میں ہے۔

کان صوادق التصدیقات بطبائعها متوجهته الی حضرته الا قدس و حقائق التصورات بانفسها مائلته الی جناب المقدس فروجه المعلی مر کز المعقولات تصوراتها وتصدیقاتها ونفسه العلیا منبع العقلیات نظریاتها وفطریا تها۔

اس کی شرح لواء الہدیٰ مصنفہ غلام یحییٰ میں اس عبارت کے ماتحت ہے۔ **فذاته علیه السلام جامع بین جمیع انحاء العلوم**۔ سبحان اللہ اس عبارت نے پردے اٹھا دیئے۔ منطقیوں نے بھی بارگاہ نبوت میں پیشانی رگڑ دی۔

مولانا بحر العلوم عبد العلی لکھنوی علیہ الرحمۃ خطبہ حواشی میر زاہد رسالہ میں فرماتے ہیں۔

علمه علوما ما احتوی علیه العلم الا علی وما استطاع علی إحاطتها اللوح الاوفی لم یلد الدهر مثله من الازل ولم یلد الی الابد فلیس له من فی السوت والارض کفوا احد۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کو رب نے وہ علوم سکھائے جن پر علم اعلیٰ بھی مشتمل نہیں اور جس کے گھیرنے پر لوح محفوظ قادر نہیں نہ تو آپ کی مثل زمانے میں پیدا ہوا ازل سے اور نہ ابد تک ہو اور آسمانوں وزمین میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں۔

علامہ شنوائی جمع النہایہ میں فرماتے ہیں۔

قد وارد ان الله تعالٰی لم یخرج النبی علیه السلام حتی اطلعه علی کل شئی۔

ترجمہ: یہ وارد ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو دنیا سے نہ نکالا یہاں تک کہ آپ کو ہر چیز پر مطلع فرما دیا۔
(خالص الاعتقاد ۲۷ مطبوعہ دار الرضا لاہور)

شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۷۵ میں ہے۔

بالجملة العلم بالغیب امر تفرد به الله تعالی لا سبیل الیه للعباد الا باعلام منه او الهاما بطریق المعجزة او الکرامة۔

ترجمہ: خلاصہ کلام یہ ہے کہ غیب جاننا ایک ایسی بات ہے جو خدا سے خاص ہے بندوں کو اس تک کوئی راہ نہیں بغیر رب کے بتائے یا

الہام فرمائے معجزے یا کرامت کے طریقہ پر۔

درمختار شروع کتاب الحج میں ہے۔

فرض الحج سنة تسع وانما اخره عليه السلام العشر لعذر مع علمه ببقاء حيوته ليكمل التبليغ۔

ترجمہ: حج سنہ ۹ ھ میں فرض ہوا اور حضور علیہ السلام نے اس کو سنہ ۱۰ ھ تک موخر فرمایا کسی عذر کی وجہ سے اور حضور علیہ السلام کو اپنی زندگی پاک کے باقی رہنے کا علم بھی تھا۔ تاکہ تبلیغ پوری ہو جائے۔

(الدر المختار کتاب الحج ص ۱۵۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور پاکستان)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کب وفات ہوگی اس کا جاننا علوم خمسہ سے ہے مگر حضور علیہ السلام کو اپنی وفات کی خبر تھی۔ کہ سنہ ۹ ھ میں نہ ہوگی۔ اسی لئے اس سال حج نہ فرمایا۔ ورنہ حج فرض ہوتے ہی اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ ہم کو موت کی خبر نہیں۔

خرپوتی نے شرح قصیدہ بردہ میں اس شعر کے ماتحت بیان فرمایا۔

و واقفون لديه عند حدهم وفي حديث يروى عن معاوية انه كان يكتب بين يديه عليه السلام فقال له الق الدواة وحرف القلم و اقم الباء وفرق السين ولا تعور الميم مع انه عليه السلام لم يكتب ولم يقرء من كتاب الاولين۔

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کے سامنے لکھا کرتے تھے۔ پس حضور علیہ السلام نے ان کو فرمایا کہ دوات اس طرح رکھو۔ قلم کو پھیرا اب کو سیدھا کرو سین میں فرق کرو اور میم کو ٹیڑھا کرو۔ باوجودیکہ حضور علیہ السلام نے لکھنا نہ سیکھا اور نہ اگلوں کی کتاب پڑھی۔

تفسیر روح البیان میں زیر آیت **ولا تخطه بيمينك** (پارہ ۲۱ سورہ ۲۹ آیت نمبر ۴۸) ہے۔

كان عليه السلام يعلم الخطوط ويخبر عنها۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام خطوں کو جانتے تھے اور اس کی خبر بھی دیتے تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۶ ص ۶۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام علم خط بھی بخوبی جانتے تھے۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن بآیات القرآن میں دیکھو۔ مثنوی شریف میں ہے۔

سرمہ کن در چشم خاک اولیاء — تا ببینی ز ابتداء تا انتہا

کاملاں از دور نامت بشنوند — تا بقعر تار و پودت در روند

بلکہ پیش از زادن تو سالہا — دیدہ باشندت بچندیں حالہا

حال تو دانند یک یک مو بمو — زانکہ پر ہستند از اسرار ہو

اسی مثنوی شریف میں مولانا کفار قیدیوں کا ایک واقعہ نقل فرما کر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے ارشاد فرمایا:

بنگرم سر عالم بینم نہاں — آدم و حوا نرستہ از جہاں

من شمارا وقت ذرات الست — دیدہ ام پابستہ و منکوس و پست

از حدوث آسمان بے عمد آنچہ دانستہ بدمر افزوں نہ شد

یعنی ہم سارے جہان کو اس وقت سے دیکھ رہے ہیں جب آدم وحوا پیدا بھی نہ ہوئے تھے اے کافر قید یو ہم نے تمہیں میثاق کے دن مومن اور نمازی دیکھا تھا۔ اس لئے تمہیں قید کیا ہے کہ تم ایمان لاؤ۔ بے ستون آسمان کی پیدائش ہم نے دیکھی ہے اس سے کچھ نہ زیادہ ہوا۔

علمائے کرام کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے سارے انبیاء ملائکہ سے زیادہ علوم عطا فرمائے لوح محفوظ و قلم کے علوم حضور علیہ السلام کے علموں کا قطرہ ہے اور عالم کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اس چشم حق بین سے مخفی رہی ہو۔

پانچویں فصل...... مخالفین کی تائید کے بیان میں

اب تک تو موافقین کی عبارات سے علم غیب حضور علیہ السلام کے لئے ثابت کیا گیا۔ اب مخالفین کے اکابر کی وہ عبارات پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے مسئلہ علم غیب بخوبی حل ہو جاتا ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب شمائم امدادیہ صفحہ ۱۱۰ میں فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء واولیاء کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں۔ دریافت وادراک مغیبات کا ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت علیہ السلام کو حدیبیہ اور حضرت عائشہ کے معاملات کی خبر نہ تھی۔ اس کو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے۔

(ماخوذ از انوار غیبیہ صفحہ ۲۵)

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لطائف رشیدیہ صفحہ ۲۷ میں فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہ السلام کو ہر دم مشاہدہ امور غیبیہ اور تیقظ (حضور حق تعالیٰ کا رہتا ہے) **کما قال النبی علیہ السلام لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلاً ولبکیتم کثیراً** اور فرمایا **انی اری مالاً ترون**۔

(انوار غیبیہ صفحہ ۳۲)

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی تکمیل الیقین مطبوعہ ہندوستان پرنٹنگ پریس صفحہ ۱۳۵ میں فرماتے ہیں کہ شریعت میں وارد ہوا ہے کہ رسل واولیاء غیب اور آئندہ کی خبر دیا کرتے ہیں۔ کیونکہ جب خدا غیب اور آئندہ کے حوادثات کو جانتا ہے اس لئے کہ ہر حادث اس کے علم سے اسی کے ارادے کے متعلق ہونے سے اسی کے فعل سے پیدا ہوتا ہے تو پھر اس سے کون امر مانع ہو سکتا ہے۔ کہ یہ ہی خدا ان رسل واولیاء میں سے جسے چاہے اسے غیب یا آئندہ کی خبر دے دے۔ اگر چہ ہم اس کے قائل ہیں کہ فطرت انسانی کا یہ مستقضی نہیں کہ وہ بذاتہ اور خود مغیبات میں سے کسی شے کو جان سکے لیکن اگر خدا کسی کو بتادے تو اس کو کون روک سکتا ہے۔ پس ان لوگوں کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ خدا کے بتائے سے ہی معلوم ہوتا ہے اور پھر وہ لوگ اوروں کو خبر دے دیتے ہیں۔ ان میں سے ایسا کوئی نہیں جو بذاتہ علم غیب کا دعویٰ کرتا ہو۔ چنانچہ شریعت محمدیہ بالذات علم غیب کے دعویٰ کرنے کو اعلیٰ درجہ کے ممنوعات میں شمار کرتی ہے۔ اور جو اس کا دعویٰ کرے اس کو کافر بتاتی ہے۔

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی تحذیر الناس کے صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں۔ علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب علم رسول اللہ میں مجتمع ہیں۔ اسی طرح سے عالم حقیقی رسول اللہ ہیں اور انبیاء باقی اور اولیاء بالعرض ہیں۔

اس آخری عبارت پر غور کرنا چاہئے کہ مولوی قاسم صاحب نے حضور علیہ السلام میں اولین اور آخرین کا علم جمع مانا ہے۔ اور اولین میں حضرت آدم وحضرت خلیل وحضرت ابراہیم علیہم السلام اسی طرح سارے ملائکہ حاملان عرش وحاضرین لوح محفوظ بھی شامل ہیں لہذا ان سب کے علوم سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا علم زیادہ ہونا چاہئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے علم کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

چھٹی فصل...... علم غیب کے عقلی دلائل اور اولیاء کے علم غیب کے بیان میں

چند عقلی دلائل سے بھی علم ما کان وما یکون کا ثابت ہے وہ دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضور سید عالم ﷺ سلطنت الٰہیہ کے وزیر اعظم بلکہ خلیفہ اعظم ہیں۔حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ بنایا گیا۔تو حضور علیہ السلام اس سلطنت کے خلیفہ اعظم اور زمین میں نائب رب العلمین ہیں۔اور سلطنت کے مقرر کردہ حاکم میں دو وصف لازم ہیں۔ایک تو علم دوسرے اختیارات۔اس دنیاوی سلطنت کے حکام جس قدر بڑا درجہ رکھتے ہیں۔اسی قدر ان کی معلومات اور اختیارات زیادہ ہوتے ہیں۔کلکٹر کو سارے ضلع کا علم واختیارات۔وائسرائے کو سارے ملک کے متعلق علم واختیارات ضروری ہیں کہ ان دو وصفوں کے بغیر وہ حکومت کر ہی نہیں سکتا۔اور سلطانی قانون رعایا میں جاری ہی نہیں کر سکتا۔اسی طرح حضرات انبیاء میں جن کا جس قدر بڑا درجہ اسی قدر ان کے اختیارات اور علم زیادہ۔حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کی رب العالمین نے ان کے علم ہی سے ثابت فرمایا کہ چونکہ ان کو اتنا وسیع علم دیا ہے وہ ہی خلافت الٰہیہ کے لئے موزوں ہیں پھر ملائکہ سے سجدہ کرانا ان کے اختیارات خصوصیہ کا ثبوت تھا کہ ملائکہ بھی ان کے سامنے جھک گئے۔چونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سارے عالم کے نبی اور عرش وفرش کے لوگ آپ کے امتی ہیں۔لہٰذا ضروری تھا کہ آپ کو تمام انبیاء سے زیادہ علم اور زیادہ اختیارات دیئے جاویں۔اسی لئے بہت سے معجزات دکھائے گئے۔چاند اشارے سے پھاڑا۔ڈوبا ہوا سورج واپس فرمایا۔بادل کو حکم دیا۔پانی برسا،پھر حکم دیا۔کھل گیا۔یہ سب اپنے خداداد اختیارات کا اظہار تھا۔

(۲) مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے تحذیر الناس میں لکھا ہے کہ انبیاء امت سے علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔رہا عمل۔اس میں بظاہر کبھی امتی نبی سے بڑھ جاتے ہیں۔جس سے معلوم ہوا کہ عمل میں امتی نبی سے بڑھ سکتے ہیں۔مگر علم میں نبی کا زیادہ ہونا ضروری ہے اور حضور علیہ السلام کے امتی تو ملائکہ بھی ہیں لیکون للعلمین نذیرا (پارہ۱۸ سورہ۲۵ آیت نمبر۱) تو علم میں حضور علیہ السلام کا ملائکہ سے زیادہ ہونا ضروری ہے ورنہ پھر حضور علیہ السلام کس وصف میں امت سے افضل ہوں گے اور ملائکہ حاضرین لوح محفوظ کو تو ما کان وما یکون کا علم ہے۔لہٰذا ضروری ہے کہ حضور علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ علم ہو۔

(۳) چند سال کامل استاد کی صحبت میں رہ کر انسان عالم بن جاتا ہے۔حضور علیہ السلام قبل ولادت پاک کروڑوں برس رب تعالیٰ کی بارگاہ خاص میں حاضر رہے تو حضور کیوں نہ کامل عالم ہوں۔روح البیان نے لقد جاءکم کی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت جبریل نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ ایک تارہ ستر ہزار سال بعد چمکتا تھا۔اور میں نے اسے بہتر ہزار دفعہ چمکتے دیکھا۔فرمایا وہ تارا ہم ہی تھے۔حساب لگالو۔کتنے کروڑ برس دربار خاص میں حاضری رہی۔

(۴) اگر شاگرد کے علم میں کچھ کمی رہے تو اس کی صرف چار ہی وجہ ہو سکتی ہیں۔اولاً تو یہ کہ شاگرد نااہل تھا۔استاذ سے پورا فیض لے نہ سکا۔دوم یہ کہ استاذ کامل نہ تھا کہ مکمل سکھا نہ سکا۔سوم یہ کہ استاد یا بخیل تھا کہ پورا پورا علم اس شاگرد کو نہ دیا یا اس سے زیادہ کوئی اور پیارا شاگرد تھا کہ اس کو سکھانا چاہتا ہے۔چوتھے یہ کہ جو کتاب پڑھائی وہ ناقص تھی۔ان چار وجہوں کے سوا اور کوئی وجہ ہو سکتی ہی نہیں۔یہاں سکھانے والا پروردگار سیکھنے والے محبوب علیہ السلام۔کیا سکھایا قرآن اور اپنے خاص علوم بتاؤ آیا رب تعالیٰ کامل استاذ نہیں۔یا رسول اللہ علیہ السلام لائق شاگرد نہیں؟ حضور علیہ السلام سے زیادہ کوئی اور پیارا ہے؟ یا کہ قرآن مکمل نہیں؟ جب ان میں سے کوئی نہیں۔رب تعالیٰ کامل عطا فرمانے والا محبوب علیہ السلام کامل لینے والے۔قرآن کریم کامل کتاب۔الرحمٰن علم القرآن وہ ہی سب سے زیادہ مقبول بارگاہ۔پھر علم کیوں ناقص۔

(۵) رب تعالیٰ نے ہر بات لوح محفوظ میں کیوں لکھی۔ لکھنا تو اپنی یادداشت کے لئے ہوتا ہے کہ بھول نہ جائیں۔ یا دوسروں کے بتانے کے لئے رب تعالیٰ تو بھول سے پاک لہذا اس نے دوسروں ہی کے لئے لکھا اور حضور علیہ السلام تو دوسروں سے زیادہ محبوب لہذا وہ تحریر حضور کے لئے ہے۔

(۶) غیبوں کی غیب رب تعالیٰ کی ذات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی تمنا فرمائی تو فرمادیا گیا۔ لن ترانی تم ہم کو دیکھ نہ سکو گے۔ جب محبوب علیہ السلام نے رب ہی کو معراج میں اپنی ان ظاہری مبارک آنکھوں سے دیکھ لیا۔ تو عالم کیا چیز ہے جو آپ سے چھپ سکے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا — جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

دیدار الٰہی کی بحث ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو۔☆

حاشیہ......☆

☆ جمہور کے نزدیک حضور ﷺ نے سر کی آنکھوں سے رب کا دیدار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ما كذب الفواد ما راى۔

ترجمہ: دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

(تفسیر نور العرفان ص۶۳۲ پارہ۲۷ سورۃ النجم آیت:۱۱ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

امام التفسیر حبر الامۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے رب عزوجل کو دیکھا۔

(تنویر المقباس ص۵۶۱ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ محلہ جنگی پشاور)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ولقد راه نزلة اخرى O عند سدرة المنتهى۔

ترجمہ: اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

(تفسیر نور العرفان ص۶۳۲ پارہ۲۷ سورۃ النجم آیت:۱۳۔۱۴ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حتى جاء سدرة المنتهى ودنا الجبار رب العزة فتدلى حتى كان منه قاب قوسين او ادنى۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر آئے اور جبار رب العزت آپ کے قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک۔

(صحیح البخاری ج۲ ص۱۱۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الترمذی وحسنة والطبرانی وابن مردویه والبيهقی فی الاسماء والصفات عن ابن عباس فی قول الله ولقد رآه نزلة اخرى قال ابن عباس قد راى النبی ﷺ ربه عزوجل۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور سورۃ النجم آیت نمبر۱۱ ج۶ ص۱۵۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حاشیہ.....☆

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں۔

بتحقیق دید آنحضرت پروردگار خود را جل وعلا دوبار یکے چوں نزدیک سدرۃ المنتہی بود ودوم چوں بالائے عرش بر آمد۔

ترجمہ: تحقیق آنحضرت ﷺ نے اپنے پروردگار جل وعلا کو دو بار دیکھا ایک بار جب آپ سدرہ کے قریب تھے اور دوسری بار جب آپ عرش پر جلوہ گر ہوئے۔

(اشعۃ اللمعات فارسی کتاب الفتن باب رویۃ اللہ تعالیٰ فصل الثانی ج ۴ ص ۴۵۳ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا ابومعاویة ثنا الاعمش عن زیاد بن الحصین عن ابی العالیة عن بن عباس ثم فی قوله عزوجل ما کذب الفواد ما رای قال رای محمد ربه عزوجل بقلبه مرتین۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۳ رقم الحدیث ۱۹۵۷ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)

امام علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں۔

وعن ابن عباس انه کان یقول ان محمداً ﷺ رای ربه مرتین مرة ببصره ومرة بفؤاده رواه الطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال الصحیح خلا جهور بن منصور الکوفی وجهور بن منصور ذکره ابن حبان فی الثقات۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ اپنی آنکھ کے ساتھ اور ایک بار اپنے دل کے ساتھ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اس کی سند صحیح ہے ماسوا جھور بن منصور کوفی کے امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کے رجال صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب فی الرؤیۃ ج ۱ ص ۷۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مواہب اللدنیۃ ج ۳ ص ۳۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبرانی فی (الاوسط) بسند صحیح عن ابن عباس انه کان یقول ان محمداً ﷺ رای ربه مرتین مرة ببصره و مرة بفؤاده۔

ترجمہ: امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاوسط'' میں بہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے دو مرتبہ اپنے رب کو دیکھا ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے۔

(خصائص الکبری باب خصوصیتہ ﷺ بالاسراء وما رای من آیات ربہ الکبری ج ۱ ص ۲۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۹ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا عفان ثنا عبدالصمد بن کیسان ثنا حماد بن سلمة عن قتادة عن عکرمة عن بن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ رایت ربی تبارك و تعالی۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۲۶۳۴ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)

(۷) شیطان دنیا کا گمراہ کرنے والا ہے اور نبی ﷺ دنیا کے ہادی۔ گویا شیطان وبائی بیماری ہے۔ اور نبی علیہ السلام طبیب مطلق۔ رب تعالیٰ نے شیطان کو گمراہ کرنے کے لئے اتنا وسیع علم دیا کہ دنیا کا کوئی شخص اس کی نگاہ سے غائب نہیں۔ پھر اسے یہ بھی خبر ہے کہ کون گمراہ ہوسکتا ہے۔ کون نہیں۔ اور جو گمراہ ہوسکتا ہے۔ وہ کس حیلہ سے۔ ایسے ہی وہ ہر دین کے ہر مسئلہ سے خبردار ہے اس لئے ہر نیکی سے روکتا ہے۔ ہر برائی کراتا ہے۔ اس نے رب تعالیٰ سے عرض کیا تھا۔ **لاغوینهم اجمعین الا عبادك منهم المخلصین**۔ (پارہ ۱۴ سورہ ۱۵ آیت نمبر ۳۹، ۴۰) جب گمراہ کرنے والے کو اتنا علم دیا گیا۔ تو ضروری ہے کہ دنیا کے طبیب مطلق ﷺ ہدایت دینے کے لئے اس سے کہیں زیادہ علم والے ہوں کہ آپ ہر شخص کو اس کی بیماری کو اس کی استعداد کو اس کے علاج کو جانیں۔ ورنہ ہدایت مکمل نہ ہوگی۔ اور رب تعالیٰ پر اعتراض پڑے گا کہ اس نے گمراہ کرنے والے کو قوی کیا اور ہادی کو کمزور رکھا۔ لہذا گمراہی تو کامل رہی اور ہدایت ناقص۔

حاشیہ.....☆

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الایمان بالقدر فصل اول کے آخر میں ہے۔

كما ان النبى ﷺ راه فى الدنيا لانقلابه نوراً۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے دنیا میں رب کو دیکھا۔ کیونکہ خود نور ہو گئے تھے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ا ص ۱۶۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

امام عمرو بن عاصم الضحاک الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ لکھتے ہیں۔

ثنا فضل بن سهل ثنا محمد عن اسماعيل بن زكريا عن عاصم عن الشعبى عن عكرمة عن ابن عباس قال رأى محمد ربه۔

(السنۃ لابن ابی عاصم ج ا ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۴۳۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

اس کے حاشیہ پر ہے۔

اسناده صحيح موقوف وهو على شرط البخارى۔

(السنۃ لابن ابی عاصم ج ا ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۴۳۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن عمرو بن نبهان بن صفوان البصرى الثقفى حدثنا يحيى بن كثير العنبرى ابو غسان حدثنا سلم بن جعفر عن الحكم بن ابان عن عكرمة عن بن عباس قال راى محمد ربه قلت اليس الله يقول لاتدركه الابصار وهو يدرك الابصار قال ويحك ذك اذا تجلى نوره الذى هو نوره وقال اريه مرتين۔

قال ابو عيسى هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه۔

ترجمہ: عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ اس وقت ہوگا جب وہ اپنے اس نور سے تجلی فرمائے گا جو اس کا خاص نور ہے آپ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔

(۸) رب تعالیٰ نے حضور ﷺ کو نبی کے خطاب سے پکارا یاایھا النبی اور نبی کے معنی ہیں۔ خبر دینے والا۔ اگر اس خبر سے صرف دین کی خبر مراد ہوتو ہر مولوی نبی ہے اور اگر دنیا کے واقعات مراد ہوں تو ہر اخبار۔ ریڈیو، خط، تار بھیجنے والا نبی ہو جاوے۔ معلوم ہوا کہ نبی میں غیبی خبریں معتبر ہیں یعنی فرشتوں کی اور عرش کی خبر دینے والا جہاں تار اخبار کام نہ آسکیں۔ وہاں تبی کا علم ہوتا ہے معلوم ہوا کہ علم غیب نبی کے معنی میں داخل ہے۔

یہاں تک تو حضور علیہ السلام کے علم غیب کی بحث تھی۔ اب یہ بھی جاننا چاہیئے کہ حضور علیہ السلام کے صدقے سے اولیائے کرام کو بھی علم غیب دیا جاتا ہے۔ مگر ان کا علم نبی علیہ السلام کے واسطے سے ہوتا ہے اور ان کے علم کے سمندر کا قطرہ۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں کتاب عقائد تالیف ابوعبداللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں۔

العبد ینقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیة فیعلم الغیب۔

ترجمہ: بندہ حالات میں منتقل ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ روحانیت کی صفت پالیتا ہے۔ پس غیب جانتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان الفصل الاول تحت حدیث ۲ ج۱ ص۱۲۸ مطبوعہ المکتبۃ الحسبیہ کوئٹہ)

اسی کتاب مرقاۃ میں کتاب عقائد سے نقل فرمایا:

یطلع العبد علی حقائق الاشیاء ویتجلی له الغیب وغیب الغیب۔

ترجمہ: کامل بندہ چیزوں کی حقیقتوں پر مطلع ہو جاتا ہے اس پر غیب اور غیب الغیب کھل جاتے ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان الفصل الاول تحت حدیث ۲ ج۱ ص۱۱۹ مطبوعہ المکتبۃ الحسبیہ کوئٹہ)

مرقاۃ جلد دوم صفحہ ۶ باب الصلوٰۃ علی النبی وفضلھا میں فرماتے ہیں۔

النفوس الزکیة القدسیة اذا تجردت عن العلائق البدنیة خرجت واتصلت بالملاء الاعلی ولم یبق له حجاب فتری الکل کالمشاهد بنفسها او باخبار الملك لها۔

ترجمہ: پاک وصاف نفس جبکہ بدنی علاقوں سے خالی ہو جاتے ہیں تو ترقی کر کے بزم بالا سے مل جاتے ہیں اور ان پر کوئی پردہ باقی نہیں رہتا۔ پس وہ تمام چیزوں کا مثل محسوس وحاضر کے دیکھتے ہیں خواہ تو اپنے آپ یا فرشتہ کے الہام سے۔

(مرقاۃ المفاتیح باب الصلوٰۃ علی النبی وفضلھا الفصل الثانی ج۲ ص۳۴۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی سورہ جن میں فرماتے ہیں۔

اطلاع بر لوح محفوظ ودیدن نقوش نیز از بعضے اولیاء بتواتر منقول است۔

حاشیہ ☆

یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(سنن الترمذی باب ومن سورۃ النجم ج۵ ص۳۹۵ رقم الحدیث ۳۲۷۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (السنۃ لابن ابی عاصم قال المحقق عن ابن عباس صحیح لانکرہ الامعتزلی ج۱ ص۱۸۸ رقم الحدیث ۴۳۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ج۲ ص۱۹۰۔۱۹۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (تفسیر مجاہد ج۲ ص۶۲۸ مطبوعہ المنشورات العلمیہ بیروت)، (اشعۃ اللمعات فارسی کتاب الفتن باب رویۃ اللہ تعالیٰ الفصل الثانی ج۴ ص۴۵۲ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)، (جامع المسانید والسنن لابن کثیر ج۳۱ ص۸۷۸۲ رقم الحدیث ۲۱۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج۳ ص۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (حاشیۃ التاودی بن سودۃ علی صحیح البخاری للتاودی مالکی ج۴ ص۵۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس مسئلہ کی پوری تحقیق فقیر ناچیز کی کتاب ''دیدار الٰہی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ (سعید اللہ)

لوح محفوظ کی خبر رکھنا اور اس کی تحریر دیکھنا بعض اولیاء اللہ سے بھی بطریق تواتر منقول ہے۔
(تفسیر عزیزی فارسی پارہ ۲۹ تحت سورہ جن ص ۲۱۶۔۲۱۷ مطبوعہ قندھار افغانستان)

امام ابن حجر کی کتاب الاعلام میں اور علامہ شامی سل الحسام میں فرماتے ہیں۔

الخواص یجوز ان یعلم الغیب فی قضیة او قضاء کما وقع لکثیر منهم واشتهر۔

ترجمہ: جائز ہے کہ خاص خاص حضرات کسی معاملہ یا فیصلے میں غیب جان لیں جیسا کہ بہت سے اولیاء اللہ سے واقع ہوا اور یہ مشہور بھی ہو گیا۔
(الاعلام بقواطع الاسلام لابن حجر مکی ص ۳۵۹ مطبوعہ مکتبة الحقیقة استنبول ترکی)(سل الحسام من مجموعة رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۳۱۱ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

شاہ ولی اللہ صاحب الطاف القدس میں فرماتے ہیں۔

نفس کلیہ بجائے جسد عارف مے شود وذات وعارف بجائے روح او ہمہ عالم بعلم حضوری مے بیند۔

ترجمہ: عارف کا نفس بالکل جسم بن جاتا ہے اور عارف کی ذات بجائے روح کے ہو جاتی ہے وہ تمام عارف کو علم حضوری سے دیکھتا ہے۔

زرقانی شرح مواہب جلد ۷ ص ۲۲۸ میں فرماتے ہیں۔

قال فی لطائف المنن اطلاع العبد علی غیب من غیوب اللہ بدلیل خبر اتقوا من فراسة المومن فانه ینظر بنور اللہ لایستغرب وهو معنی کنت بصره الذی یبصربه فمن الحق بصره فاطلاعه علی الغیب لایستغرب۔

ترجمہ: لطائف المنن میں فرمایا کہ کامل بندے کا اللہ کے غیبوں میں سے کسی غیب پر مطلع ہو جانا عجیب نہیں اس حدیث کی وجہ سے کہ مومن کی دانائی سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور یہی اس حدیث کے معنے ہیں کہ رب فرماتا ہے کہ میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے پس اس کا دیکھنا حق کی طرف سے ہوتا ہے لہذا اس کا غیب پر مطلع ہونا کچھ عجیب بات نہیں۔
(زرقانی شرح مواہب جلد ۷ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

امام شعرانی الیواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں۔

للمجتهدین القدم فی علوم الغیب۔

ترجمہ: غیبی علوم میں مجتہدین کا قدم مضبوط ہے۔
(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر المبحث الثالث والاربعون ج ۲ ص ۳۸۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

نظرت الی بلاد اللہ جمعا کخردلة علی حکم اتصالی

ترجمہ: ہم نے اللہ کے سارے شہروں کو اس طرح دیکھ لیا۔ جیسے چند رائی کے دانے جڑے ہوئے ہوں۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی زبدة الاسرار میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں۔

قال رضی اللہ عنه یا ابطال یا ابطال هلموا وخذوا عن هذا البحر الذی لا ساحل له وعزة ربی ان السعداء والاشقیاء یعرضون علی وان بوبوة عینی فی اللوح المحفوظ وانا غائص فی بحار علم اللہ۔

ترجمہ: اے بہادرو! اے فرزندو! آؤ اس دریا سے کچھ لے لو۔ جس کا کنارہ ہی نہیں۔ قسم ہے اپنے رب کی کہ تحقیق نیک بخت اور

بد بخت لوگ مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور ہمارا گوشہ چشم لوح محفوظ رہتا ہے اور میں اللہ کے علم کے سمندروں میں غوطے لگا رہا ہوں۔
(زبدۃ الاسرار مترجم ص مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

مولانا جامی نفحات الانس میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندیہ قدس سرہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ گفتہ اند کہ زمین در نظر این طائفہ چوں سفرہ ایست دمامی گویم کہ چوں ناخنے است ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست۔

ترجمہ: حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اس گروہ اولیاء کی نظر میں زمین دسترخوان کی طرح ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی طرح ہے کہ کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔

(نفحات الانس ترجمہ خواجہ بہاء الحق والدین النقشبندی ص ۳۸۷۔۳۸۸ مطبوعہ انتشارات کتاب فروشی)

امام شعرانی کبریت احمر میں فرماتے ہیں۔

واما شیخنا السید علی الخواص رضی اللہ عنہ فسمعتہ یقول لایکمل الرجل عندنا حتی یعلم حرکات مریدہ فی انتقالہ فی الاصلاب وھو من یوم الست الی استقرارہ فی الجنۃ اوفی النار۔

ترجمہ: ہم نے اپنے شیخ سید علی خواص رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے نزدیک اس وقت تک کوئی مرد کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے مرید کی حرکات نسبی کو نہ جان لے۔ یوم میثاق سے لے کر اس کے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک کو۔

(الکبریت الاحمر بھا مش الیواقیت والجواہر الباب الرابع والثمانین وماتین ج ۲ ص ۳۳۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں۔

ثم انہ ینجذب الی حیز الحق فیصیر عبداللہ فیتجلی لہ کل شئی۔

ترجمہ: پھر وہ مرد عارف بارگاہ حق کی طرف جذب ہو جاتے ہیں پس وہ اللہ کے بندے ہوتے ہیں اور ان کو ہر چیز ظاہر ہو جاتی ہے۔

(فیوض الحرمین ص ۱۷۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

مشکوۃ جلد اول کتاب الدعوات باب ذکر اللہ والتقرب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بروایت بخاری۔

فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصربہ ویدہ الذی یبطش بھا و رجلہ الذی یمشی بھا۔

ترجمہ: رب تعالیٰ فرماتا ہے پس جبکہ میں اس بندے سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں جس سے وہ چلتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق باب التواضع ج ۵ ص ۲۳۸۴ رقم الحدیث ۶۱۳۷ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۵۸ رقم الحدیث ۳۴۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۲۱۹ مطبوعہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (الزھد الکبیر للبیہقی ج ۲ ص ۲۶۹ رقم الحدیث ۶۹۶ مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت)

یہ بھی خیال رہے کہ حضرت خضر علیہ السلام والیاس علیہ السلام اس وقت زمین پر زندہ ہیں۔ اور یہ حضرات اب امت مصطفیٰ علیہ السلام کے ولی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے وہ بھی اس امت کے ولی کی حیثیت سے ہوں گے۔ ان کے علوم کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ ان کے علوم بھی اب حضور علیہ السلام کی امت کے اولیاء کے علوم ہیں۔

☆......حاشیہ

اولیاء کرام رحمہم اللہ کا تعلیم الٰہی سے غیب پر مطلع ہونا معجزات سید الانبیاء علیہم السلام سے ہے جو آپ کے صدق نبوت و رسالت اور دین اسلام کی حقانیت و صداقت کی دلیل ہے (اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار اور بے حد و حساب معجزات عطاء فرمائے ہیں) لہٰذا ایسے اولیاء کرام بھی بحمد للہ کثیر التعداد ہیں اور ہر دور اور ہر علاقہ میں موجود رہے ہیں اور ان شاء اللہ رہیں گے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن اسماعیل حدثنا احمد بن ابی الطیب حدثنا مصعب بن سلام عن عمرو بن قیس عن عطیۃ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ ثم اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ ثم قرأ ان فی ذلک لآیات للمتوسمین۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔ **ذلک لایات للمتوسمین۔**

(سنن الترمذی باب و من سورۃ الحجر ج ۵ ص ۲۹۸ رقم الحدیث ۳۱۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (المعجم الکبیر ج ۸ ص ۱۰۲ رقم الحدیث ۷۴۹۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (تاریخ بغداد حرف الکاف من اباء الحمدین ج ۳ ص ۱۹۱ رقم ۱۲۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۲۸۱۔۲۸۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں۔

حدثنی ابو شرحبیل الحمصی قال ثنا سلیمان بن سلمۃ قال ثنا المؤمل بن سعید بن یوسف الرحبی قال ثنا ابو المعلی اسد بن وداعۃ الطائی قال ثنا وھب بن منبہ عن طاؤس بن کیسان عن ثوبان قال قال رسول اللہ ﷺ احذروا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ وینطق بتوفیق اللہ۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اس کی توفیق سے بولتا ہے۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری تحت سورۃ الحجر آیت نمبر ۷۵ ج ۱۴ ص ۴۶۔۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا عبد الاعلی بن واصل قال ثنی سعید بن محمد الجرمی قال ثنا عبدالواحد بن واصل قال ثنا ابو بشر المزلق عن ثابت البنانی عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ عبادا یعرفون الناس بالتوسم۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو لوگوں کو توسم (فراست) سے پہچان لیتے ہیں۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری تحت سورۃ الحجر آیت نمبر ۷۵ ج ۱۴ ص ۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں۔

حدثنی احمد فتعبدوہ قال ثنا الحسن بن محمد قال ثنا الفرات بن السائب قال ثنا میمون بن مھران عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ اتقوا فراسۃ المؤمن فان المؤمن ینظر بنور اللہ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے

حاشیہ.....☆

دیکھتا ہے۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری تحت سورۃ الحجر آیت نمبر ۷۵ ج ۱۴ ص ۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ذکر میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۹۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ولیوں کے امام مشکل کشا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

اخرج ابن عساکر عن الحسن بن محمد العلوی قال: کنت بالکوفة وانا صبی فی المسجد الجامع وقد جاء القرامطة بالحجر الاسود وکان اهل الکوفة قد رووا عن امیر المومنین علی علیه السلام انه قال: کانی بالاسود الدندانی من اولاد حام قد دلی الحجر الاسود من القنطرة السابعة فی مسجدی هذا یقال له (رخمة) وذکروا اسمه بالحاء (رحمة) قال: فلما دخلوا المسجد قال السید القرمطی یا رخمة بالخاء قم فقام اسود دندانی من اولاد حام کما ذکر امیر المؤمنین فاعطاه الحجر وقال: اطلع الی سطح المسجد ودل الحجر فاخذه وطلع فجاء یدلیه من القنطرة الاولی وکان انسانا دفعه الی الثانیة وکان کلما اراد ان یدلیه من القنطرة مشی الی قنطرة اخری حتی وصل الی القنطرة السابعة ودلاه منها فکبر الناس لقول امیر المؤمنین وتصحیح قوله۔

ترجمہ: ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے الحسن بن محمد علوی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں بچپن میں کوفہ کی جامع مسجد میں تھا جب کہ قرامطہ (جو کہ ملاحدہ روافض کی قوم تھی اور خلافت عباسیہ میں انہوں نے خروج کیا تھا) حجر اسود کو لائے تو اہل کوفہ نے امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بیان کی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا گویا میں اسود دندانی کو جو کہ حام کی اولاد سے ہے دیکھ رہا ہوں کہ اس نے میری اس مسجد کے ساتویں کنگرے سے حجر اسود کو گرایا ہے۔ اس کا نام رخمہ ہے۔ (علماء اس کا نام رحمہ حاء کے ساتھ بتاتے ہیں) راوی نے بیان کیا جب قرامطہ مسجد کے اندر آئے تو ان کے سردار نے کہا اے رخمہ اٹھ تو اسود دندانی (جو کہ اولاد حام سے تھا جیسا کہ امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا) اٹھا اور اسے حجر اسود دے کر کہا اسے مسجد کی چھت پر لے جا اور اوپر سے اسے گرا دے تو وہ حجر اسود کو لے کر مسجد کی چھت پر چڑھا اور وہ پہلے کنگرے کے قریب سے اسے گرانے لگا تو ایک انسان نے دوسرے کنگرے کی طرف دھکیل دیا پھر جب وہ اسے وہاں سے گرانے لگا تو تیسرے کنگرے کی طرف دھکیل دیا۔ یہاں تک کہ وہ ساتویں کنگرے کے پاس پہنچا اور وہاں سے اس نے حجر اسود کو گرا دیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے قول کی صداقت پر لوگوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا کہ کس طرح ان کی غیبی خبر صحیح ثابت ہوئی۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۷۳-۲۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

قال شهدت علی بن ابی طالب یخطب فقال فی خطبته سلونی فواللہ لاتسألونی عن شیء الی یوم القیٰمة الا حدثتکم به۔

ترجمہ: میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے خطبہ میں حاضر تھا امیر المومنین نے خطبہ میں ارشاد فرمایا مجھ سے دریافت کرو خدا کی قسم قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے پوچھو میں بتا دوں گا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ باب فی ابتداء العالم جلساء بالفائدة وقولہ سلونی ج ۱ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ص ۸۳ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)

حاشیہ......☆

علامہ سید شریف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

الجفر والجامعة كتابان لعلى رضى الله عنه قد ذكر فيها على طريقة علم الحروف الحوادث التى تحدث الى انقراض العالم وكانت الائمة المعروفون من اولاده يعرفونهما ويحكمون بهما وفى كتاب قبول العهد الذى كتبه على بن موسى رضى الله عنهما الى المامون انك قد عرفت من حقوقنا ما لم يعرفه اباؤك فقبلت منك عهدك الا ان الجفر والجامعة يدلان على انه لايتم ولمشائخ المغاربة نصيب من علم الحروف ينتسبون فيه الى اهل البيت ورأيت انا بالشام نظما اشير فيه بالرموز الى احوال ملوك مصر و سمعت انه مستخرج من ذينك الكتابين اھ۔

ترجمہ: یعنی جفر و جامعہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دو کتابیں ہیں بے شک امیر المومنین نے ان دونوں میں علم الحروف کی روش پر ختم دنیا تک جتنے وقائع ہونے والے ہیں سب ذکر فرما دیئے ہیں اور ان کی اولاد امجاد سے ائمہ مشہورین رضی اللہ عنہم ان کتابوں کے رموز پہچانتے اور ان سے احکام لگاتے تھے۔ اور مامون رشید نے جب امام علی رضا ابن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما کو اپنے بعد ولی عہد کیا اور خلافت نامہ لکھ دیا امام رضی اللہ عنہ نے اس کے قبول میں فرمان بنام مامون رشید تحریر فرمایا اس میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تم نے ہمارے حق پہچانے جو تمہارے باپ دادا نے نہ پہچانے اس لئے میں تمہاری ولی عہد قبول کرتا ہوں۔ مگر جفر و جامعہ بتا رہی ہیں کہ یہ کام پورا نہ ہوگا۔ (چنانچہ ایسا ہی ہوا اور امام رضی اللہ عنہ نے مامون رشید کی زندگی ہی میں شہادت پائی) اور مشائخ مغرب اس علم سے حصہ اور اس میں اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم سے اپنے انتساب کا سلسلہ رکھتے ہیں۔ اور میں نے ملک شام میں ایک نظم دیکھی جس میں شاہان مصر کے احوال کی طرف رمزوں میں اشارہ کیا ہے میں نے سنا کہ وہ احکام انہی دونوں کتابوں سے نکالے ہیں۔ انتہی۔

(شرح المواقف النوع الثانی المقصد الثانی ج۶ ص۲۲ مطبوعہ ایران)

الشیخ کمال الدین الدمیری محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ متوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں۔

الجفر جلد كتبه جعفر الصادق كتب فيه لاهل البيت كل ما يحتاجون الى علمه وكل مايكون الى يوم القيمة۔

ترجمہ: جفر ایک جلد ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے لکھی اور اس میں اہل بیت کرام کے لئے جس چیز کے علم کی انہیں حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر فرما دیا۔

(حیاۃ الحیوان الکبری تحت لفظ الجفرۃ ج۱ ص۲۷۹ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (وفیات الاعیان ترجمہ عبدالمومن صاحب المغرب ۸۰۸ھ ج۳ ص۲۴۰ مطبوعہ دار الثقافت بیروت)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن انس بن مالك رضى الله عنه قال: دخلت على عثمان رضى الله عنه وكنت قد لقيت امراة فى طريقى فنظرت اليها شزرا وتاملت محاسنها فقال عثمان رضى الله عنه لما دخلت يدخل على احدكم واثر الزنا ظاهر على عينيه۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جا تا تھا راستہ میں ایک عورت ملی میں نے اس کو دیکھا اور اس کے حسن کا اچھی طرح معائنہ کیا جب میں خدمت عثمان میں حاضر ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ بعض آدمی میرے پاس ایسے آتے ہیں جن کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے۔

(احیاء علوم الدین ج۳ ص۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج۸ ص۳۷۹۔۳۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ......☆

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

ما ذکره التاج السبکی فی الطبقات وغیره انه دخل علیه رجل کان قد لقی امراة فی الطریق فتاملها فقال له عثمان رضی الله عنه یدخل احدکم وفی عینیه الزنا فقال الرجل اوحی بعد رسول الله ﷺ قال لا ولکنها فراسة المومن وانما ظهر عثمان هذا تادیبا لهذا الرجل وزجرا له عن شئ صنعه۔ قال واعلم ان المرء اذا صفا قلبه صار ینظر بنور الله فلا یقع بصره علی کدر اوصاف الا عرفه ثم تختلف المقامات فمنهم من یعرف ان هناك کدرا ولا یدری ما اصله ومنهم من یکون اعلی من هذا المقام فیدری اصله کما اتفق لعثمان رضی الله عنه فان تامل الرجل للمراة اورثه کدرا فابصره عثمان وفهم سببه۔

ترجمہ: امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علماء بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا راستے میں اسے ایک عورت ملی تو اس نے عورت کو نظر بھر دیکھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا تم میں سے کچھ لوگ ہمارے پاس اس حالت میں آتے ہیں کہ ان کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے یہ سن کر ایک شخص بولا کیا حضور انور ﷺ کے بعد بھی وحی کا سلسلہ قائم ہے فرمایا نہیں بلکہ یہ مومن کی فراست ہے (اور وہ ربانی نور سے دکھتا ہے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا اظہار اس لئے کیا کہ اس آدمی کی اصلاح ہو اور وہ اس قسم کی بے جا حرکت سے باز رہے۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی کا دل جب صاف ہو جاتا ہے تو وہ نوری خداوندی سے دیکھتا ہے اس کی نظر جس صاف یا گدلی چیز پر پڑتی ہے وہ اسے اچھی طرح پہچان لیتا ہے پھر اس صفائے قلبی کے مختلف مقامات ہوتے ہیں بعض حضرات کا مقام اس سے اعلیٰ ہوتا ہے تو وہ اس کے اصل سبب سے آگاہ ہوتے ہیں یہی مقام حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا جب اس شخص نے عورت کو گھور کر دیکھا تو اس کی نظریں میل کچیل سے بوجھل ہو گئیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب اس کی آنکھوں میں گندگی دیکھی تو اس کا سبب بھی معلوم کر لیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۶۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام شمس الدین السخاوی متوفی ۹۰۲ھ عبداللہ بن عمر بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وظهرت له فی الناس کرامات واخبار بالمغیبات۔

(التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ برقم ۲۱۸۱ ج ۲ ص ۶۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

نیز یہی امام شمس الدین السخاوی متوفی ۹۰۲ھ عبدالرحمٰن بن الجبرتی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ویخبر احیانا بالمغیبات۔

(التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ للسخاوی ترجمۃ عبدالرحمٰن بن الجبرتی ج ۲ ص ۱۶۰ برقم ۲۵۸۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں۔

الخامس وهو فی الاخبار عن المغیبات قوله تعالیٰ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احداً الا من ارتضیٰ من رسول خص الرسل من بین المرتضین بالاطلاع علی الغیب فلا یطلع غیرهم وان کانوا اولیاء مرتضین الجواب ان الغیب ههنا لیس للعموم بل مطلق او معین هو وقت وقوع القیٰمة بقرینة السباق ولا یبعدان یطلع علیه بعض الرسل من الملئکة او البشر فیصح الا ستثناء۔

ترجمہ: یعنی معتزلہ کی پانچویں دلیل خاص علم غیب کے بارے میں ہے وہ گمراہ کہتے ہیں کہ اولیاء کو غیب کا علم نہیں ہو سکتا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو جب غیب پر اطلاع رسولوں کے ساتھ خاص ہے تو

حاشیہ.....☆

اولیاء کیونکر غیب جان سکتے ہیں ائمہ اہل سنت نے جواب دیا کہ یہاں غیب عام نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ کوئی غیب رسولوں کے سوا کسی کو نہیں بتاتا جس سے مطلقاً اولیاء کے علوم غیب کی نفی ہو سکے بلکہ یہ تو مطلق ہے (یعنی کچھ غیب ایسے ہیں کہ غیر رسول کو نہیں معلوم ہوتے) یا خاص وقت وقوع قیامت مراد ہے (کہ خاص اس غیب کی اطلاع رسولوں کے سوا اوروں کو نہیں دیتے) اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں غیب قیامت ہی کا ذکر ہے (تو آیت سے صرف اتنا نکلا کہ بعض غیبوں یا خاص وقت قیامت کی تعیین پر اولیاء کو اطلاع نہیں ہوتی نہ یہ کہ اولیاء کوئی غیب نہیں جانتے اس پر اگر شبہ کیجئے کہ اللہ تو رسولوں کا استثناء فرما رہا ہے کہ وہ ان غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں جن کو اور لوگ نہیں جانتے اب اگر اس سے تعیین وقت قیامت لیجئے تو رسولوں کو بھی استثناء نہ رہے گا کہ یہ تو ان کو بھی نہیں بتایا جاتا۔ اس کا جواب یہ فرمایا کہ) ملائکہ یا بشر سے بعض رسولوں کو تعیین وقت قیامت کا علم ملنا کچھ بعید نہیں تو استثناء کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ضرور صحیح ہے۔

(شرح المقاصد المبحث الثامن الولی ہو العارف باللہ تعالیٰ ج ۳ ص ۲۰۴۔۲۰۵ مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

الحجة السادسة لاشك ان المتولي للافعال هو الروح لاالبدن ولهذا نرى ان كل من كان اكثر علماً باحوال عالم الغيب كان اقوىٰ قلباً ولهذا قال على كرم الله تعالى وجهه والله ماقلعت باب خيبر بقوة جسدانية ولكن بقوة ربانية وكذلك العبد اذاواظب على الطاعات بلغ الى المقام الذى يقول الله تعالى كنت له سمعاً وبصراً فاذا صار نور اجلال الله تعالى سمعاً له سمع القريب و البعيد واذا صار ذلك النور بصراً له راى القريب والبعيد واذا صار ذلك النوريدا له قدر على التصرف فى الصعب و السهل والبعيد والقريب۔

ترجمہ: یعنی اہل سنت کی چھٹی دلیل یہ ہے کہ بلاشبہ افعال کی متولی تو روح ہے نہ کہ بدن۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جسے احوال عالم غیب کا علم زیادہ ہے اس کا دل زیادہ زبردست ہوتا ہے ولہذا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا خدا کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسم کی قوت سے نہ اکھیڑا بلکہ ربانی طاقت سے اسی طرح بندہ جب ہمیشہ طاعت میں لگا رہتا ہے تو اس مقام تک پہنچتا ہے جس کی نسبت رب عزوجل فرماتا ہے کہ وہاں میں خود اس کے کان آنکھ ہو جاتا ہوں تو جب اجلال الٰہی کا نور اس کا کان ہو جاتا ہے۔ بندہ نزدیک و دور سب سنتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہو جاتا ہے بندہ نزدیک و دور سب دیکھتا ہے اور جب وہ نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے بندہ سہل و دشوار و نزدیک و دور میں تصرفات کرتا ہے۔

(مفاتیح الغیب تفسیر الکبیر تحت آیت ۱۸ سورۃ نمبر ۹ ج ۲۱ ص ۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

☆.................☆

دوسرا باب

علم غیب پر اعتراضات کے بیان میں

اس باب میں چار فصلیں ہیں۔ پہلی فصل ان آیات قرآنیہ کے بیان میں جو مخالفین پیش کرتے ہیں دوسری فصل احادیث کے بیان میں تیسری فصل اقوال علماء وفقہاء کے بیان میں۔ چوتھی فصل عقلی اعتراضات کے بیان میں۔

اس بات کے شروع سے پہلے بطور مقدمہ چند ضروری بحثیں قابل غور ہیں۔

(۱) جن آیات واحادیث یا اقوال فقہاء میں حضور علیہ السلام کے علم غیب کی نفی ہے ان میں یا تو ذاتی علم مراد ہے یا اتمامی معلومات یعنی رب تعالیٰ کے معلومات کے برابر عطائی علم کی نفی نہیں ورنہ پھر آیات واحادیث میں جو ہم اثبات میں بیان کر چکے ہیں مطابقت کیوں کر ہوگی۔

علامہ ابن حجر فتاویٰ حدیثیہ میں اس قسم کے تمام دلائل کے جواب میں فرماتے ہیں۔

معناها لا يعلم ذلك استقلالا و علم احاطة الا الله تعالىٰ اما المعجزات و الكرامات فباعلام الله تعالىٰ۔

ترجمہ: ان کے معنی یہ ہیں کہ مستقل طور پر (ذاتی) اور احاطہ کے طور پر کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے لیکن معجزات اور کرامات پس وہ خدا کے بتانے سے ہوتے ہیں۔

(فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۶۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر)

مخالفین کہتے ہیں کہ جن دلائل میں علم غیب کا ثبوت ہے اس سے مراد مسائل دینیہ کا علم ہے۔ اور جن میں نفی ہے ان سے مراد باقی دنیاوی چیزوں کے علوم ہیں۔ مگر یہ توجیہ ان آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ واقوال علمائے امت کے خلاف ہے۔ جو ہم نے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا علم۔ اسی طرح لوح محفوظ کا علم سب ہی چیزوں کو شامل ہے۔ پھر حضور علیہ السلام کا فرمانا کہ تمام عالم ہمارے سامنے مثل ہاتھ کے ہے لہذا یہ توجیہ بالکل باطل ہے۔

(۲) مخالفین کے پیش کردہ دلائل کہ رب فرماتا ہے کہ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یا حضور فرماتے ہیں کہ میں غیب نہیں جانتا یا فقہاء فرماتے ہیں کہ جو غیر خدا کے لئے علم غیب مانے وہ کافر ہے۔ وہ خود مخالفین کے بھی خلاف ہیں۔ کیونکہ بعض علوم غیبیہ کے تو وہ بھی قائل ہیں۔ صرف جمیع ما کان وما یکون میں اختلاف ہے ان آیات واقوال فقہاء سے تو یہ بھی نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ اگر ایک بات کا بھی علم مانا۔ ان دلائل کے خلاف ہوا سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے۔

(۳) مخالفین کہتے ہیں کہ ان دلائل میں کل علم غیب کی نفی ہے نہ کہ بعض کی تو جھگڑا ہی ختم ہو گیا۔ کیونکہ ما کان وما یکون علم الٰہی کے سمندروں کا قطرہ ہے۔ ہم بھی حضور علیہ السلام کے لئے علوم الٰہیہ کے مقابلہ میں بعض ہی علم کے قائل ہیں۔

(۴) مخالفین کہتے ہیں کہ علم غیب خدا کی صفت ہے لہذا غیر خدا کے لئے ماننا کفر ہے اس کفر میں وہ بھی داخل ہو گئے۔ کیونکہ صفت الٰہیہ میں اگر ایک میں شرکت مانی تو کفر ہوا جو شخص عالم کی ایک چیز کا خالق کسی بندے کو مانے وہ بھی بے دین ہے۔ تمام عالم کا خالق کسی کو مانے تو بھی کافر اور وہ بھی بعض علم غیب تو حضور علیہ السلام کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ پھر کفر سے کیسے بچے ہاں یہ کہو کہ ذاتی علم خدا کی صفت عطائی علم حضور علیہ السلام کی صفت لہذا شرک نہ ہوا۔ یہ ہی ہم کہتے ہیں۔

حاشیہ.....☆

ذاتی عطائی کا ثبوت

ہدایت دینے کون؟

ذاتی

ہدایت دینے والا اللہ عزوجل ہے۔

عطائی

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عبدالرحمن بن ابی عمیرة و کان من اصحاب رسول اللہ ﷺ عن النبی ﷺ ثم انه قال لمعاویة اللھم اجعله هادیا مهدیا واهد به۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔

(سنن الترمذی باب مناقب لمعاویة بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۸۷ رقم الحدیث ۳۸۴۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۶ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۰۸ برقم ۴۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (مسند الشامیین ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۳۱۱ و ص ۱۹۰ رقم الحدیث ۳۳۴ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ ج ۸ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۲۵-۱۲۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاستیعاب ذکر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۱۴ برقم ۱۸۵۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال ثم اللھم اجعله هادیا مهدیا واهد به۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔

(المعجم الاوسط ج ۱ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۶۵۶ مطبوعہ دار الحرمین القاھرة)، (الاستیعاب ذکر عبدالرحمٰن بن ابی عمیرة رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۸۴۳ برقم ۱۴۴۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

ذاتی

ان اللہ بالناس الرؤف رحیم۔

ترجمہ: بے شک اللہ لوگوں پر بہت مہربان رحم کرنے والا ہے۔

(سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۴۳)

وان اللہ بکم رؤف رحیم۔

ترجمہ: بے شک اللہ مہربان رحم کرنے والا ہے۔

(سورہ النور آیت نمبر ۲۰)

حاشیہ.....☆

وان اللہ بکم لرؤف رحیم۔

ترجمہ: اور بے شک اللہ تم پر مہربان رحم کرنے والا ہے۔

(سورہ الحدید آیت نمبر۹)

ربنا انک رء وف رحیم۔

ترجمہ: اے ہمارے رب بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے۔

(سورہ الحشر آیت نمبر۱۰)

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتوں کو واضح کیا گیا ہے کہ اللہ عزوجل رؤف بھی ہے اور رحیم بھی۔ وہ رب قدوس اپنے بندوں پر رحمت کرنے والا ہے۔ کائنات کے ذرے ذرے میں اس کی مہربانیوں کے بے شمار جلوے نظر آتے ہیں۔ مخلوق کے ہر فرد کی زندگی میں بے شمار نعمتیں اور آسائشیں اسی رب کریم و مہربان کی عنایت و رحمت سے ہیں۔

یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہیں اور اس نے اپنے بندوں کو یہ صفات عطا فرمائی ہیں ان کے لیے یہ صفات عطائی ہیں بالخصوص سرور عالم ﷺ تو جملہ عالمین کے لیے رحمۃ العلمین بنا کر بھیجے گئے اس لیے آپ رحیم بھی ہے اور رؤف بھی۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رء وف الرحیم۔

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول آیا جس پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہارا بڑا خیر خواہ مومنوں پر بڑا شفیق ورحیم۔

(سورہ توبہ آیت نمبر۱۲۸)

پچھلی آیات میں اللہ عزوجل شانہ کی صفات حسنہ کریمہ رؤف اور رحیم بتائی گئی ہیں۔ آیت مذکورہ میں رسول اللہ ﷺ کے لئے رؤف اور رحیم بتایا گیا ہے بس رب کریم کے لئے یہ صفات عالیہ حقیقی ذاتی ہیں اور حضور ﷺ کے لئے بطور صورت صفت عطائی ہیں یعنی حقیقتاً اللہ جل شانہ مومنوں کے لئے رؤف اور رحیم ہے اور حضور ﷺ اس کی عطا سے۔ یہ دونوں صفات رسول اکرم ﷺ کی قرآن میں مذکور ہیں جو انکار کرے کافر ہو جائے گا اب دونوں کو ملا کر کے اللہ بھی رؤف رحیم ہے اور حضور ﷺ بھی رؤف رحیم ہیں اب نتیجہ نکالے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر رؤف رحیم ہے حضور ﷺ اس کی عطا سے بلکہ اللہ جل شانہ کی رحمت اور فضل مومنوں کو رسول اللہ ﷺ کے وسیلے سے ملتا ہے۔

امام نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں۔

وعن جریر قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ارحم من فی الارض یرحمک من فی السماء۔ رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح۔

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ان پر رحم کرو جو زمین میں ہیں تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان میں ہے۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ما جاء رحمۃ الناس ج ۸ ص ۱۹۰ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (المعجم الکبیر طبرانی ج ۱ ص رقم الحدیث ۲۳۴۷۔۲۳۴۸۔۲۳۵۰ مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی عراق)، (المعجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۳۵۶ رقم الحدیث ۲۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل) حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۱۰۔ کنز العمال رقم الحدیث ۵۹۷۵۔ جامع المسانید والسنن جریر ابن عبداللہ رقم الحدیث ۱۵۸۷)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۶۲ رقم الحدیث ۹۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۶۱۹ مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)

حاشیہ.....☆

اللہ کریم ہے:

یایھا الانسان ما غرك بربك الكريم۔

ترجمہ: اے انسان تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے رب کریم کے بارے میں۔

(سورہ انفطار آیت نمبر ٦)

غیر اللہ بھی کریم ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولھم اجر کریم۔

ترجمہ: اوران کے لیے اجر کریم ہے۔

(سورہ الحدید آیت نمبر ١٨)

انہ القرآن کریم۔

ترجمہ: بے شک یہ عزت والا قرآن ہے۔

(سورہ الواقعہ آیت نمبر ٧٧)

لا الہ الا ھو رب العرش الكريم۔

ترجمہ: کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے عرش کا مالک ہے۔

(سورہ المومنون آیت نمبر ١١٦)

انہ لقول رسول کریم۔ 0 وما ھو بقول شاعر قليلاً ما تؤمنون 0 ولا بقول كاهن قليلاً ما تذكرون۔

(سورۃ الحاقہ آیت نمبر ٤٢-٤٠)

انہ لقول رسول کریم۔

ترجمہ: بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے۔

(سورہ التکویر آیت نمبر ١٩)

عطائی

قال رسول اللہ ﷺ اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ۔

(المراسیل لابی داؤد ص ٣٤٧ رقم الحدیث ٥١١ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج١ ص ١٧٦ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الاستیعاب ذکر عبداللہ بن ضمرۃ البجلی رضی اللہ عنہ ج٣ ص ٩٢٨ برقم ١٥٨٠ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (سنن ابن ماجہ ابواب الادب باب اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ ص ٢٦٣ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر جریر بن عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ ج١ ص ٤٧٥ برقم ١١٣٨ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (طبرانی الاوسط ج٥ ص ٣٦٩ رقم الحدیث ٥٥٨٢ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کو ایک ذمی کے بدلہ میں قتل کر دیا اور فرمایا جو لوگ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں میں ان میں سب سے زیادہ کریم ہوں۔

(سنن دار قطنی ج٣ رقم الحدیث ٣٢٣٢)

حاشیہ.....☆

وقال انا اکرم من وفی بذمته هذا خطأ من وجهين احدهما وصلة بذكر بن عمر فيه وانما هو۔
(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

پچھلی آیات میں رسول کریم سے جبریل علیہ السلام مراد ہیں۔ آیات مذکورہ میں متعدد چیزوں کو کریم کہا گیا ہے اجر کریم قرآن کریم عرش کریم اور جبریل کریم جس سے معلوم ہوا کہ یہ اللہ عطا سے کریم ہیں۔

الله ولی الذين امنوا۔

ترجمہ: اللہ ولی ہے ایمان والوں کا۔

انما وليكم الله ورسوله والذين امنوا۔

ترجمہ: تمہارا ولی ہے اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے۔

ولی مددگار اور کارساز کو کہتے ہیں یعنی مدد کرنے والا اور کام بنانے والا۔

پہلی آیت کریمہ سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ مومنوں کا مددگار و کارساز ہے۔

دوسری آیت کریمہ میں بطور خلافت رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء کو بھی مسلمانوں کا مددگار و کارساز بتایا گیا ہے۔ اور حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بہ آواز بلند فرماتے ہوئے سنا کہ سنو فلاں شخص کی آل میرے ولی نہیں ہیں میرا ولی اللہ ہے اور نیک مومن میرے ولی ہیں۔
(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۸۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

عطائی

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

......من كنت وليه فعلي وليه۔

ترجمہ: جس کا میں مولیٰ ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کا مولیٰ ہے۔
(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۶۸۹ رقم الحدیث ۱۱۷۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو عبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

ثم اخذ بيد علي رضي الله عنه فاقامه وقال من كان الله ورسوله وليه فهذا وليه۔

ترجمہ: پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر حضور ﷺ نے فرمایا جس کا مولیٰ اللہ اور اس کا رسول ہے تو یہ اس کا مولیٰ ہوگا۔
(الاحادیث المختارۃ ج ۲ ص ۲۱۳ رقم الحدیث ۴۰۲ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمہ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

ان الله ولي المومنين و من كنت وليه فهذا وليه ..

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ مومنوں کا مولیٰ ہے اور جس کا میں مولیٰ ہوں تو یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا مولیٰ ہے۔
(السیرۃ النبویہ ج ۴ ص ۳۵۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حاشیہ.....☆

امام محب الدین ابو العباس احمد بن عبداللہ متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں۔

قال ان علیا منی وانا منه وهو ولی کل مومن بعدی۔

ترجمہ: فرمایا حضور ﷺ نے کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مولیٰ ہے اس کا جو مومن ہے میری بعد۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکر انہ من النبی وانہ ولی کل مومن من بعدہ ص ۶۸ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

من کنت ولیه فعلی ولیه۔ (حسن)

ترجمہ: جس کا میں مولیٰ ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کا مولیٰ ہے۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف المیم ج ۲ ص ۵۴۲ رقم الحدیث ۹۰۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

فان العزة لله جمیعا۔

ترجمہ: بے شک عزت تو سب اللہ کے لئے ہے۔

ولله العزة ولرسوله وللمومنین۔

ترجمہ: اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے۔

عزت میں عظمت شان وشوکت اور رعب ود بدبہ سب شامل ہیں۔ پہلی آیت کریمہ میں عزت ساری اللہ جل شانہ کے لئے بتائی گئی۔ دوسری آیت کریمہ میں عزت اللہ جل شانہ اس کے رسول ﷺ اور مومنین کاملین کے لئے بتائی گئی۔

الله یتوفی الانفس حین موتها

ترجمہ: اللہ قبض کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت۔

(سورہ الزمر آیت نمبر ۴۲)

قل یتوفکم ملك الموت الذی وکل بکم۔

ترجمہ: اے نبی فرما دو! کہ تمہاری جانوں کو ملک الموت قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

رسلنا یتوفونهم۔

ترجمہ: ہمارے رسول انہیں فوت کرتے ہیں۔

پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جان قبض کرنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے۔ دوسری تیسری آیت کریمہ میں موت کے فرشتے کی طرف۔ یعنی حقیقتاً جان قبض کرنے والا اللہ ہے اور حکم الٰہی سے فرشتہ۔

بہت سی صفات خداوندی اس کے بندوں میں ہیں۔ (۱) علیم (۲) سمیع (۳) بصیر (۴) خبیر۔ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں اپنے لئے ان کا ذکر فرمایا ہے۔

واعلموا ان الله بکل شیی علیم۔

ترجمہ: اور جان لو بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

(البقرۃ آیت نمبر ۲۳۱)

حاشیہ......☆

وهو السميع العليم۔

ترجمہ: بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

(سورہ انبیاء آیت نمبر ۴)

انه عليم بذات الصدور۔

ترجمہ: بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

(سورہ زمر آیت نمبر ۷)

وهو عليم بذات الصدور۔

ترجمہ: اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

والله خبير بما تعملون۔

ترجمہ: اللہ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے۔

ان الله عليم خبير۔

ترجمہ: اللہ بے شک علیم خبیر ہے۔

یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہیں اور بغیر کسی اسباب کے وہ دیکھتا ہے جانتا ہے سنتا ہے باخبر ہے یہ ہم سب کا عقیدہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ صفات اپنی مخلوق کو عطا فرمائی ہیں ان کے لئے یہ عطائی صفات ہیں۔

عطائی مثالیں

و بشروه بغلام عليم۔

(سورہ الذاریات پارہ ۲۶)

ترجمہ: اور اسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔ اسی آیت میں حضرت اسحاق علیہ السلام کو علیم کہا گیا ہے دوسری آیت کریمہ میں ہے:

فبشرناه بغلام حليم۔

(سورہ الصافات پارہ ۲۳)

یہاں حلیم سے حضرت اسماعیل علیہ السلام مراد ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے حلیم کی صفت سے نوازا۔ حالانکہ حلیم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تو وہی بات ہوئی کہ حلیم اللہ کا ذاتی صفت ہے اور اسماعیل علیہ السلام کی عطائی۔

انی حفيظ عليم۔

ترجمہ: بے شک میں حفیظ اور علیم ہوں۔

(سورہ یوسف آیت نمبر ۵۵)

اس آیت میں دو صفتیں اللہ تعالیٰ کی حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے بیان ہوئی ہیں حالانکہ یہ دونوں صفتیں اللہ کی ہیں۔

الرحمن فاسئل به خبيرا۔

ترجمہ: وہ بڑی مہر والا تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھیے۔

(سورہ الفرقان پارہ ۱۹)

حاشیہ......☆

اس آیت میں خبیر حضور ﷺ کے لیے کہا گیا ہے حالانکہ خبیر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تو ماننا پڑے گا کہ خبیر اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے اور نبی پاک ﷺ کے لئے عطائی۔

ہر انسان سمیع وبصیر ہے

انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلنه سميعاً بصيراً۔

(سورہ الدہر پارہ ۲۹)

اس آیت میں سمیع وبصیر ہر انسان کو کہا گیا ہے تو ثابت ہوا کہ سمیع وبصیر اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت اور انسان کی عطائی۔

هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شی عليم۔

ترجمہ: وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

(سورہ الحدید آیت نمبر ۳ پارہ ۲۷)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات کا ذکر ہے۔ (۱) اول (۲) آخر (۳) ظاہر (۴) باطن (۵) علیم۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوہ کے مقدمہ میں یہ جملہ صفات حضور ﷺ کے لیے ثابت فرمائی ہیں۔ وہ بھی اسی قاعدہ پر کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہیں لیکن یہی صفات اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائی ہیں مثلاً آپ ﷺ اول ہیں اس بنا پر کہ آپ کی تخلیق موجودات میں سب سے اولی ہے اور آخر میں اس لیے کہ آپ اللہ کے آخری نبی ہیں اور ظاہر اس لیے کہ آپ کے انوار نے سب کو گھیر رکھا ہے جس سے سارا جہان روشن ہے اور باطن اس لیے کہ آپ کے وہ اسرار ہیں جن کی حقیقت کا ادراک ناممکن ہے اور قرب وبعید کے لوگ آپ کے جمال وکمال میں دنگ ہوکر رہ گئے ہیں اور وھو بکل شئی علیم اس لیے کہ فوق کل ذی علم علیم کی صفات آپ ہی میں موجود ہیں۔

مولیٰ اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت:

قرآن مجید میں ہے:

بل الله مولكم۔

ترجمہ: بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔

(پارہ ۳ سورہ آل عمران)

ثم ردوا الى الله مولٰهم الحق۔

(سورہ الانعام پارہ ۷ آیت نمبر ۳۶)

ان الله مولكم نعم المولى ونعم النصير۔

ترجمہ: پس جان لو کہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے تو کیا ہی اچھا مولیٰ ہے اور کیا ہی اچھا مددگار۔

(پارہ ۱۹ سورہ الانفال آیت نمبر ۴۰)

هو مولٰنا۔

(سورہ تحریم آیت نمبر ۲)

هو مولكم۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: وہ تمہارا مولیٰ ہے۔

(سورہ حج آیت نمبر ۷۸)

واللہ مولکم۔

ترجمہ: اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔

(سورہ تحریم آیت نمبر ۲)

انت مولنا۔

ترجمہ: تو ہمارا مولیٰ ہے۔

(سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۸۶)

ذالک بان اللہ مولی الذین امنوا وان الکافرین لا مولی لھم۔

(سورہ محمد آیت نمبر ۱۱)

قرآن کی ان آیات سے واضح ہے کہ مولیٰ اللہ ہے مولیٰ اس وحدہ لاشریک کا صفاتی نام ہے اور سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی ایک جنگ کے موقع پر کفار سے فرمایا:

اللہ مولنا ولا مولیٰ لکم۔

ترجمہ: اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور (اے کافرو) تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۷۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک اور مقام پر فرمایا

لا یقل العبد السیدہ مولای فان مولکم اللہ عزوجل۔

ترجمہ: کوئی غلام اپنے آقا کو "میرا مولیٰ" نہ کہے کیونکہ بے شک سب کا مولیٰ اللہ عزوجل ہے۔

(مسلم شریف کتاب الالفاظ من الادب وغیرھا باب حکم اطلاق لفظۃ العبد والامۃ والمولی والسید ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

عطائی مثالیں

قرآن واحادیث وعرف عرب اور شریعت اسلام میں مولیٰ کا اطلاق غیر اللہ پر بار ہا ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فان اللہ ھو مولہ وجبریل وصالح المؤمنین والملائکۃ بعد ذالک ظھیر۔

ترجمہ: تو بے شک اللہ اس کا مولیٰ ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

(سورہ التحریم آیت نمبر ۴)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد قثنا علی بن الجعد قال سمعت مقاتلا یقول ثم فی قول اللہ عزوجل فان اللہ ھو مولاہ جبریل و صالح المومنین قال ابوبکر و عمر و علی۔

ترجمہ: علی بن جعد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے سنا جو کہتے تھے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ذکر فرمایا کہ فان اللہ ھو مولاہ جبریل وصالح المومنین۔ فرمایا ابوبکر، عمر، علی رضی اللہ عنہم۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۳۱۶ رقم الحدیث ۶۳۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام ابن اعرابی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وان تظاهر عليه فان الله هو مولاه و جبريل وصالح المومنين ابوبكر وعمر رضى الله عنهما۔

(معجم ابن الاعرابی ج ۳ ص ۴۴۴ رقم الحدیث ۱۳۳۰)

قرآن پاک نے اللہ تعالیٰ کو بھی مولیٰ کہا اور حضرت جبریل علیہ السلام اور صالح مومنین کو بھی۔ اگر قرآن و حدیث میں لفظ ولی اللہ کے لئے آیا ہے تو اس کے محبوب و مقبول بندوں کے لیے بھی آیا ہے۔

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوسعید ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

من كنت مولاه فعلي مولاه۔

ترجمہ: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۹ ص ۱۱۱ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (مشکوۃ المصابیح ص ۵۶۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۴۹۵ وص ۵۰۶ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان ج ۱ ص ۵۴۳ رقم الحدیث ۲۲۰۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر للسیوطی ج ۷ ص ۳۶۸ رقم الحدیث ۲۳۰۰۳۔۲۳۰۰۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (جمع الجوامع للسیوطی ج ۷ ص ۲۷۰ رقم الحدیث ۲۳۰۰۳۔۲۳۰۰۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (السنۃ لابن ابی عاصم ج ۲ ص ۶۰۲ رقم الحدیث ۱۳۵۴۔۱۳۵۵۔۱۳۵۶۔۱۳۵۷۔۱۳۵۸ ص ۶۰۵ تا ص ۶۰۷ رقم الحدیث ۱۳۵۹ تا ۱۳۷۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر للنبہانی ج ۳ ص ۲۲۵ رقم الحدیث ۱۲۲۶۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۵۶۹ رقم الحدیث ۹۵۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت)، (مسند احمد ج ۱ ص ۸۴ رقم الحدیث ۶۴۱ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۳ جز ۴۵ ص ۷۷ رقم الحدیث ۹۱۰۵۔ ص ۸۷ رقم الحدیث ۹۱۱۲ ص ۸۸ رقم الحدیث ۹۱۳۹۔۹۱۴۳ ص ۹۱ رقم الحدیث ۹۱۵۱ ص ۱۳۲ رقم الحدیث ۹۳۱۱ ص ۱۴۳ رقم الحدیث ۹۳۱۳۔۹۳۱۴ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (الاستیعاب ابن عبدالبر ج ۳ ص ۱۰۹۹ رقم ۱۸۵۵ مطبوعہ دارالجیل بیروت)، (الاحادیث المختارۃ وقال اسنادہ حسن ج ۲ ص ۸۶۔۸۷ رقم الحدیث ۴۶۳ وص ۱۰۵ رقم الحدیث ۴۷۹۔۴۸۰ مطبوعہ و ج ۳ ص ۱۳۹ رقم الحدیث ۹۳۷ وقال اسنادہ صحیح مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمہ)، (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ج ۴ ص ۲۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (المستدرک ج ۳ ص ۱۱۸ رقم الحدیث ۴۵۷۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مسند ابی ہریرۃ ج ۲ ص ۲۸۲ رقم الحدیث ۵۰۵۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ ص ۱۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)، (جامع المسانید والسنن ابن کثیر ج ۱۹ ص ۲۱۶ و ج ۳۲ ص ۴۳ رقم الحدیث ۸۹۸۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (فضائل الصحابۃ للنسائی ص ۱۴ رقم الحدیث ۴۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۳ ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۳۰۳۹ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۶۰۲ وص ۶۰۹ وص ۶۱۰ رقم الحدیث ۳۲۹۰۴ و ۳۲۹۴۶ و ۳۲۹۵۰ و ۳۲۹۵۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت)، (طبرانی صغیر ج ۱ ص ۷۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الدر المنثور فی التفسیر بالماثور تحت آیت نمبر ۵۵ سورہ المائدہ ج ۲ ص ۵۱۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ج ۴ ص ۳۴۹ تا ۳۵۷ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ص ۶۹ مطبوعہ دارالکتب المصریہ)، (التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ص ۲۳۴ مطبوعہ دار الثقافۃ الدوحہ قطر)، (معجم الصحابۃ ج ۱ ص ۱۹۹ برقم ۲۲۵ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (تخریج الدلالات السمعیۃ ص ۷۴۲ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ذکر جمل من مناقبہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۱۲ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف العین ج ۱ ص ۳۴۶ رقم الحدیث ۵۵۹۸ وحرف المیم ج ۲ ص ۵۴۲ رقم الحدیث ۹۰۰۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ زید بن شراحیل رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۶۰۹ رقم ۲۹۰۸ مطبوعہ دارالجیل بیروت)، (نزھۃ الحفاظ ص ۱۰۲ مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۴ ص ۱۷ رقم الحدیث ۳۵۱۴ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

مددگار ذاتی:

مالك من دون الله من ولي ولا نصير۔

ترجمہ: اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی حمایتی نہ مددگار۔

وما النصر الا من عندالله۔

حاشیہ......☆

وان یخذلکم فمن ذالذی ینصرکم من بعدہ۔

(سورہ آل عمران ۱۶۰)

ولا یجدلہ من دون اللہ ولیاً ولا نصیراً۔

(سورہ النساء آیت نمبر ۱۲۳)

ولا یجدون لھم من دون اللہ ولیاً ولا نصیراً۔

(سورہ النساء سورہ الاحزاب ۱۷۰)

وما النصر الا من عنداللہ۔

(سورہ الانفال آیت نمبر ۱۰)

قرآن پاک کی ان آیات مبارکہ سے واضح ہورہا ہے کہ نصیر "اللہ" ہے وہی مددگار ہے کسی کی مدد و نصرت کرنا اسی کے دست قدرت میں ہے۔

مددگار عطائی:

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ۔

(سورہ آل عمران آیت نمبر ۵۲)

ولینصرن اللہ من ینصرہ۔

ترجمہ: اور بے شک اللہ ضرور مدد کرے۔اس کی جو اس کی مدد کرے گا۔

(سورہ الحج آیت نمبر ۴۰)

یایھا الذین امنوا ان تنصرو اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔

ترجمہ: اے ایمان والوں اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

(سورہ محمد آیت نمبر ۷)

واجعل لنا من لدنك ولیا واجعل من لدنك نصیراً۔

ترجمہ: اے اللہ ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے۔

(سورہ النساء آیت نمبر ۷۵)

ولی

یہ لفظ اللہ عزوجل کی صفت ہے اور بندگان خدا کے لیے اس کا استعمال مجازاً ہے گویا یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہے اور بندگان خدا کے لیے عطائی۔

اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور۔

ترجمہ: اللہ والی ہے ایمان والوں کا انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

(سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۵۷)

حاشیہ ..... ☆

وھوا الولی الحمید۔

(سورہ شوریٰ آیت نمبر ۲۸)

واللہ ولی المومنین۔

ترجمہ: اور ایمان والوں کا ولی اللہ ہے۔

(سورہ آل عمران آیت نمبر ۶۸)

عطائی مثالیں

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا.....الخ۔

ترجمہ: بے شک اللہ تمہارا ولی ہے اور اس کا رسول ﷺ اور ایمان والے۔

نحن اولیاء کم فی الحیوۃ الدنیا والاخرۃ۔

ترجمہ: ہم تمہارے ولی ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

ان الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ والذین او وّنصروا اولئک بعضھم اولیاء بعض۔

ترجمہ: بے شک جو ایمان لائے اللہ کے لیے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے اور وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے ولی ہیں۔

اس آیت میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اولیاء کا لفظ استعمال ہوا اور یہ بھی کہ ہر صحابی ولی ہیں۔

ان آیات اور احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ذاتی اور عطائی کا یہ عقیدہ اہل سنت و جماعت بریلوی کا اختراع نہیں بلکہ قرآن و احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔اور بالخصوص مسئلہ علم غیب کے بارے میں چند حوالا جات ملاحظہ فرمائیں:

عطائی علم غیب کا ثبوت

علامہ سید شریف رحمۃ اللہ علیہ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں۔

وانما لم یجز الاطلاق فی غیرہ تعالی لانہ یتبادر منہ تعلق علمہ بہ ابتداء فیکون تنا قضا اما اذا قید وقیل اعلمہ اللہ تعالی الغیب او اطلعہ علیہ فلا محذور فیہ۔

ترجمہ: علم غیب کا اطلاق غیر اللہ پر اس لئے ناجائز ہے کہ اس سے غیر اللہ کے علم کا غیب کے ساتھ ابتداء (بالذات) متعلق ہونا متبادر ہوتا ہے تو اس طرح تناقض لازم آتا ہے لیکن اگر علم غیب کے ساتھ کوئی قید لگا دی جائے اور یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا ہے تو اس صورت میں کوئی ممانعت نہیں۔

(حاشیۃ سید الشریف علی الکشاف ج۱ص۱۲۸مطبوعہ تہران)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واما الذی علیہ دلیل فلا یمتنع ان تقول نعلم من الغیب مالنا علیہ دلیل ویفید الکلام ولا یلتبس۔

ترجمہ: اور غیب جس پر دلیل ہے پس آپ کا یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس میں ہمارے لئے دلیل ہے۔یہ کلام مفید ہے اور اس میں کوئی التباس نہیں۔

(تفسیر الکبیر ج۲ص۲۸مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حاشیہ.....☆

تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان میں ہے۔

لم ینف الا الدرایة من قبل نفسه وما نفی الدرایة من جهة الوحی۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات سے جاننے کی نفی فرمائی ہے خدا کے بتائے سے جاننے کی نفی نہیں فرمائی۔

(تفسیر غرائب القرآن تفسیر النیساپوری ج ۸ ص ۲۶ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)

نسیم الریاض میں ہے۔

لم یکلفنا اللہ الایمان بالغیب الا وقد فتح لنا باب غیبه۔

ترجمہ: ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایمان بالغیب کا جب بھی حکم دیا ہے کہ اپنے غیب کا دروازہ ہمارے لئے کھول دیا ہے۔

(نسیم الریاض فصل ومن ذلک ما اطلع علیہ من الغیوب ج ۳ ص ۱۵۱)، (زرقانی علی المواہب ج ۷ ص ۲۰۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

تفسیر بیضاوی میں ہے۔

وهو قسمان قسم لا دلیل علیه وهو المعنی بقوله تعالی وعنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو وقسم نصب علیه دلیل کالصانع وصفاته والیوم الاخر واحواله۔

ترجمہ: غیب کی دو اقسام ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ فرمان باری تعالیٰ وعندہ مفاتح...... الخ سے یہی مفہوم ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم ہو جیسے صانع (ذات باری تعالیٰ) اور اس کی صفات، یوم آخرت اور احوال قیامت۔

(انوار التنزیل ج ۱ ص ۲۷ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ثم هذا الغیب ینقسم الی ما علیه دلیل والی ما لیس علیه دلیل۔

ترجمہ: غیب کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ ہے جس پر دلیل قائم ہو اور دوسری وہ جس پر دلیل قائم نہ ہو۔

(تفسیر الکبیر ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ الفاضل الکامل الشیخ اسمٰعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں۔

وهو قسمان قسم لا دلیل علیه وهو ارید بقوله سبحانه وعنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو وقسم نصب علیه دلیل کالصانع وصفاته۔

ترجمہ: غیب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ اور فرمان باری تعالیٰ وعندہ مفاتح...... الخ سے یہی مراد ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم ہو جیسے صانع اور اس کی صفات۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

☆.................☆

پہلی فصل...... آیات قرآنیہ کے بیان میں

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ و لا اعلم الغیب۔

ترجمہ: تم فرمادو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ کہو کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں۔
(پارہ ۷ سورہ الانعام آیت نمبر ۵۰)

اس آیت کی چار توجیہیں مفسرین نے کی ہیں اولاً تو یہ کہ علم غیب ذاتی کی نفی ہے۔ دوم یہ کہ کل علم غیب کی نفی ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ کلام تواضع انکسار کے طور پر بیان فرمادیا گیا ہے۔ چہارم یہ کہ آیت کے معنی یہ ہیں میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں غیب جانتا ہوں۔ یعنی دعویٰ علم غیب کی نفی نہ کہ علم غیب کی۔ ملاحظہ ہوں تفاسیر۔

تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

یحتمل ان یکون و لا اعلم الغیب عطفاً علی لا اقول لکم ای قل لا اعلم الغیب فیکون فیه دلالة ان الغیب بالاستقلال لایعلمه الا اللہ۔

ترجمہ: اس آیت میں یہ احتمال بھی ہے کہ لا اعلم کا عطف لا اقول پر ہو یعنی اے محبوب فرمادو کہ میں غیب نہیں جانتا تو اس میں دلالت اس پر ہوگی کہ غیب بالاستقلال یعنی ذاتی سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

(تفسیر نیشاپوری ج ٦ ص ١١٠ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

تفسیر بیضاوی یہ ہی آیت۔

لا اعلم الغیب مالم یوح الی او لم یتصب علیه دلیل۔

ترجمہ: میں غیب نہیں جانتا جب تک اس کی مجھ پر وحی نہ کی جاوے یا کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو۔
(انوار التنزیل ج ٢ ص ٤١٠ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یا اس سے مراد کل علم کی نفی ہے۔ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قوله لا اعلم الغیب یدل علی اعترافه بانه غیر عالم بکل المعلومات۔

ترجمہ: یہ فرمان کہ میں غیب نہیں جانتا حضور علیہ السلام کے اس اقرار پر دلالت کرتا ہے کہ آپ سارے معلومات نہیں جانتے۔
(تفسیر کبیر ج ٢ ص ٤١١ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یا یہ کلام بطور تواضع وانکسار فرمایا گیا۔ تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

و انما نفی عن نفسه الشریفة هذه الاشیاء تواضعاً للہ تعالی واعترافاً للعبودیة فلست اقول شئیا من ذالك و لا ادعیه۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے ان چیزوں کی اپنی ذات کریمہ سے نفی فرمائی رب کے لئے عاجزی کرتے ہوئے اور اپنی بندگی کا اقرار فرماتے ہوئے یعنی میں اس میں سے کچھ نہیں کہتا اور کسی چیز کا دعویٰ نہیں کرتا۔
(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ٢ ص مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر عرائس البیان میں ہے۔

وتواضع حین اقام نفسه مقام الانسانیة بعد ان کان اشرف خلق اللہ من العرش الی الثری و اطهر من الکر و بتین والروحانیین خضوعاً لجبروته وخشوعاً لملکوته۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے انکسار فرمایا کہ اپنی ذات کو انسانیت کی جگہ میں رکھا ورنہ آپ ازعرش تا فرش ساری مخلوق میں اشرف ہیں اور ملائکہ اور روحانیین سے زیادہ ستھرے ہیں۔ حق تعالیٰ کی شان جباری کے سامنے عاجزی کے طور پر اس کی سطوت کے سامنے پستی کے اظہار کے طریقہ پر یہ فرمایا۔

یہ دعویٰ علم غیب کی نفی ہے کہ میں علم غیب کا دعویٰ نہیں کرتا۔ تفسیر نیشاپوری میں ہے۔

ای لاادعی المقدرة علی کل المقدورات والعلم بکل المعلومات۔

ترجمہ: یعنی میں تمام مقدورات پر قدرت رکھنے اور تمام معلومات کے جاننے کا دعویٰ نہیں کرتا۔

تفسیر کبیر یہ ہی آیت۔

ای لا ادعی کونی موصوفاً بعلم اللہ و بمجموع ہذین الکلامین حصل انه لا یدعی الالهیة۔

ترجمہ: یعنی میں اللہ کے علم کے متصف ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا اور ان دونوں باتوں کے مجموعہ کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے۔

(تفسیر کبیر ج ۴ ص ۳۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان میں یہ ہی آیت۔

عطف علی عندی خزائن اللہ ولا مذیدۃ مذکرۃ للنفی ای ولا ادعی انی اعلم الغیب من افعاله تعالی علی انها عندی ولکن لا اقول لکم فمن قال ان نبی اللہ لا یعلم الغیب فقد اخطا فیما اصاب۔

ترجمہ: اس کا عطف عند خزائن اللہ پر ہے اور لا زائدہ ہے نفی کا یاد دلانے والے یعنی میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ خدا کے افعال میں غیب جانتا ہوں اس بنا پر کہ خزائن اللہ میرے پاس تو ہیں مگر میں یہ کہتا نہیں۔ تو جو شخص یہ کہے کہ نبی اللہ غیب نہیں جانتے تھے اس نے غلطی کی اس آیت میں جس میں یہ مصیب تھا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۵ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر مدارک یہ ہی آیت۔

ومحل لا اعلم الغیب النصب عطفا علی محل عندی خزائن اللہ لانه من جملة المقول کانه قال لا اقول لکم ہذا القول ولا ہذا القول ولا اعلم الغیب۔

ترجمہ: ولا اعلم الغیب کا اعراب زبر ہے عندی خزائن اللہ کے محل پر عطف کی وجہ سے کیونکہ یہ بھی کہی ہوئی بات میں سے ہے گویا آپ نے یوں فرمایا کہ میں تم سے نہ یہ کہتا ہوں اور نہ یہ۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

تفسیر نیشاپوری۔ **ای قل لا اعلم الغیب فیکون فیه دلالة علی ان الغیب باستقلال لا یعلم الا اللہ۔**

(تفسیر نیشاپوری ج ۶ ص ۱۱۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

نکتہ: اس آیت میں لا اقول دو جگہ پر ہے پہلے لا اقول کے بعد دو چیزوں کا ذکر ہے کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ غیب جانتا ہوں۔ دوسرے لا اقول کے بعد صرف ایک چیز کا ذکر ہے میں نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔ اس لئے کہ پہلے دو میں تو دعویٰ کی نفی ہے اور مدعیٰ کا ثبوت اور دوسرے قول میں دعویٰ اور مدعیٰ دونوں کی نفی ہے یعنی میرے پاس اللہ کے خزانے بھی ہیں اور میں غیب بھی جانتا ہوں۔ مگر ان کا دعوے نہیں کرتا۔ حدیث پاک میں ہے۔ اوتیت مفاتیح خزائن الارض۔ (مشکوۃ باب فضائل

سید المرسلین) یعنی مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں اور علم غیب کی احادیث ہم پیش کر چکے ہیں۔ اور نہ واقع میں فرشتہ ہوں اور نہ اس کا دعویٰ کرتا ہوں۔ اگر یہ نکتہ نہیں۔ تو ایک ہی جگہ لا اقول کافی تھا۔ دو جگہ کیوں لایا گیا اگر ہماری بیان کی ہوئی توجیہیں نہ کی جاویں تو یہ آیت مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ بعض علم غیب تو وہ بھی مانتے ہیں۔ اور یہ آیت بالکل نفی کر رہی ہے۔ نیز یہاں لکم میں کفار سے خطاب ہے یعنی اے کافرو میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانے ہیں تم تو چور ہو۔ چوروں کو خزانے نہیں بتائے جاتے۔ تم شیطانوں کی طرح اسرار کی چوری نہ کرلو۔ رب تعالیٰ نے بھی شیطان کو آسمان پر جانے سے اسی لئے روکا کہ وہ چور ہے۔ یہ تو صدیق سے کہا جاوے گا کہ مجھے خزائن الٰہیہ کی کنجیاں سپرد ہوئیں نیز یہاں عندی فرما کر بتایا کہ خزانہ میرے پاس نہیں میری ملک میں ہیں۔ کیوں کہ خزانہ خزانچی کے پاس اور مالک کی ملک میں ہوتا ہے۔ میں خزانچی نہیں کیا نہ دیکھا کہ ان کے اشارہ پر بادل برسا۔ ان کی انگلیوں سے چشمے جاری ہوئے۔

ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير۔

ترجمہ: اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی۔

(پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۸۸)

اس آیت کے بھی مفسرین نے تین مطلب بتائے ہیں۔ ایک یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کا یہ کلام بطور انکسار کے ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں تمام معلومات الٰہیہ جاننے کی نفی کرنا مقصود ہے۔ تیسرے یہ کہ علم غیب ذاتی کی نفی ہے۔

نسیم الریاض میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقوله ولو كنت اعلم الغيب فان المنفي علمه من غير واسطة واما اطلاعه عليه السلام باعلام الله تعالى فامر متحقق بقوله تعالى فلا يظهر على غيبه احداً الا من ارتضى من رسول۔

ترجمہ: علم غیب کا ماننا اس آیت کے منافی نہیں کہ ولو کنت اعلم الغیب الخ کیونکہ نفی علم بغیر واسطہ کی ہے لیکن حضور علیہ السلام کا غیب پر مطلع ہونا اللہ کے بتانے سے واقع ہے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے فلا یظہر علی غیبہ الخ کل معلومات الٰہیہ جاننے کی نفی ہے۔

(نسیم الریاض و من ذلک ما اطلع علیہ من الغیوب ج ۳ ص ۱۵۰ مطبوعہ گجرات ہند)

شرح مواقف میں میر سید شریف فرماتے ہیں۔

الاطلاع على جميع المغيبات لا يجب للنبي و لذا قال عليه السلام لو كنت اعلم الغيب (الاية) وجميع مغيبات الدنيا والاخرة فالجواب انه قال ذلك تواضعاً۔

ترجمہ: تمام غیبوں پر مطلع ہونا نبی کے لئے ضروری نہیں اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ولو کنت اعلم الغیب الآیہ تمام غیب غیر متناہی ہیں۔ (یہ کلام انکسار کے طور پر ہے اگر تم کہو کہ یہ آیت گزشتہ کلام کے خلاف ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کو تمام دینی و دنیاوی غیبوں پر مطلع کر دیا گیا تو جواب یہ ہے کہ یہ کلام لا اعلم الغیب بطور انکسار فرمایا گیا ہے۔

تفسیر خازن میں جمل حاشیہ جلال اسی آیت کے ماتحت نقل کیا۔

فان قلت قد اخبر النبي عليه السلام عن المغيبات قد جاء ت احاديث في الصحيح بذلك وهو من اعظم معجزاته فكيف الجمع بينه وبين قوله لو كنت اعلم الغيب قلت يحتمل ان يكون قاله تواضعاً وادبا والمعنى لا اعلم الغيب الا ان يطلعني الله عليه و يقدره لي ويحتمل ان يكون قال ذلك قبل ان يطلعه الله على الغيب فلما اطلعه الله اخبر به۔

ترجمہ: پس اگر تم کہو کہ حضور علیہ السلام نے بہت سے غیبوں کی خبر دی ہے اور اس کے متعلق بہت سی احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ اور علم

غیب تو حضور علیہ السلام کا بڑا معجزہ ہے تو ان باتوں میں اور اس آیت میں لوکنت اعلم الغیب میں مطابقت کس طرح ہوگی تو میں کہونگا کہ یہاں احتمال یہ ہے کہ یہ کلام انکسار کے طریقہ پر فرمایا ہو اور اس کے معنی یہ ہیں کہ میں غیب نہیں جانتا بغیر خدا کے بتائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ کلام غیب پر مطلع ہونے سے پہلے کا ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو غیب پر مطلع فرمادیا تو خبریں دیں۔

(تفسیر خازن ج۲ص۲۸۰)،(فتوحات الالہیہ تفسیر جمل ج۳ص۱۵۸)

علامہ سلیمان جمل نے فتوحات الہیہ حاشیہ جلالین جلد دوم صفحہ ۲۵۸ میں اسی کی مثل فرمایا۔

ای **قل لا اعلم الغیب فیکون فیہ دلالۃ علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلم الا اللہ۔**

ترجمہ: یعنی فرمادو کہ میں غیب نہیں جانتا الخ پس اس میں آیت اس پر دلالت ہے کہ غیب بالاستقلال یعنی ذاتی خدا کے سوائے کوئی نہیں جانتا۔

(فتوحات الہیہ حاشیہ جلالین جلد دوم ص ۲۱۷ مطبوعہ کراچی)

تفسیر صاوی یہ ہی آیت۔

او ان علمہ بالمغیب کلا علم من حیث انہ لا قدرۃ لہ علی تغیر ما قدر اللہ فیکون المعنے حینئذ لو کان لی علم حقیقی بان اقدر علی ما ارید وقوعہ لاستکثرت من الخبر۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کا علم غیب جاننا نہ جاننے کی طرح ہے۔ کیونکہ آپ کو اس چیز کے بدلنے پر قدرت نہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمادیں۔ تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھ کو علم حقیقی ہوتا اس طرح کہ میں اپنی مراد کے واقع کرنے پر قادر ہوتا تو خیر بہت سی جمع کر لیتا۔

(تفسیر صاوی ج۲ص۳۰۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یہ توجیہہ نہایت ہی نفیس ہے کیونکہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور مجھ کو تکلیف نہ پہنچتی۔ اور صرف کسی چیز کا جاننا خیر جمع کرنے اور مصیبت سے بچنے کے لئے کافی نہیں جب تک کہ خیر کے حاصل کرنے اور مصیبت سے بچنے پر مستقل قدرت نہ ہو۔ مجھ کو علم ہے کہ بڑھاپا آوے گا اور اس وقت مجھ کو یہ تکالیف پہنچیں گی۔ مگر مجھے بڑھاپے کے دفع کرنے پر قدرت نہیں۔ مجھے آج خبر ہے کہ غلہ چند روز کے بعد گراں ہو جاوے گا۔ کہ میرے پاس آج روپیہ نہیں کہ بہت سا غلہ خرید لوں خرید نہیں سکتا ۔ معلوم ہوا کہ خیر حاصل کرنا مصیبت سے بچنا علم اور قدرت دونوں پر موقوف ہے اور یہاں قدرت کا ذکر نہیں۔ تو علم غیب سے وہ علم مراد ہے جو قدرت حقیقی کے ساتھ ہو یعنی علم ذاتی جو لازم الوہیت ہے جس کے ساتھ قدرت حقیقی لازم ہے ورنہ آیت کے معنی نہیں درست ہوتے۔ کیونکہ مقدم اور تالی میں لزوم نہیں رہتا اور اس کے بغیر قیاس درست نہیں ہوتا۔

نیز دیوبندی تو اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ اگر میں غیب جانتا تو بہت خیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی مصیبت نہ پہنچتی۔ مگر چونکہ نہ میرے پاس خیر ہے اور نہ مصیبت سے بچا لہذا غیب نہیں جانتا۔

ہم یہ ترجمہ کر سکتے ہیں کہ غور کر لو اگر میرے پاس خیر ہو اور میں مصیبت سے بچوں تو سمجھ لو کہ مجھے علم غیب بھی ہے میرے پاس بہت خیر تو ہے۔ من یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا (پارہ۳ سورہ۲ آیت نمبر ۲۶۹) نیز انا اعطینک الکوثر ۔ نیز یعلمھم الکتب والحکمۃ۔ (پارہ۶ سورہ۵ آیت نمبر ۶۷) اور میں مصیبت سے بھی محفوظ کہ رب تعالیٰ نے فرمایا واللہ یعصمک من الناس لہذا مجھے علم غیب بھی ہے۔ یہ آیت تو علم غیب کے ثبوت میں ہے نہ کہ انکار میں۔

روح البیان یہ ہی آیت۔

وقد ذهب بعض المشائخ الی ان النبی علیه السلام کان یعرف وقت الساعة باعلام الله وهو لاینا فی الحصر فی الایة کما لا یخفی۔

ترجمہ: بعض مشائخ اس طرف گئے ہیں کہ نبی علیہ السلام قیامت کا وقت بھی جانتے تھے اللہ کے بتانے سے اور ان کا یہ کلام اس آیت کے حق کے خلاف نہیں۔ جیسا کہ مخفی نہیں اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی ان کو وہ ہی جانتا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱۰ص ۳۸۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

مفسرین نے فرمایا ہے کہ مفاتح الغیب (غیب کی کنجیوں) سے مراد یا تو غیب کے خزانے ہیں۔ یعنی سارے معلومات الہیہ کا جاننا یا اس سے مراد ہے غیب کو حاضر کرنے یعنی چیزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہونا۔ کیونکہ کنجی کا کام یہ ہی ہوتا ہے کہ اس سے قفل کھولا جائے اور اندر کی چیز باہر اور باہر کی چیز اندر کردی جائے اسی طرح حاضر کو غائب اور غائب کو حاضر کرنا یعنی پیدا کرنے اور موت دینے کی قدرت پروردگار ہی کو ہے۔ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فکذلك ههنا لما کان عالما بجمیع المعلومات عبر هذا المعنی بالعبارة المذکورة وعلی التقدیر الثانی المراد منه القدرة علی کل الممکنات۔

ترجمہ: جب کہ پروردگار تمام معلومات کا جاننے والا ہے تو اس مطلب کو اس عبارت سے بیان کیا اور دوسری صورت پر مراد اس سے سارے ممکنات پر قادر ہونا ہے۔

(تفسیر کبیر مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقلم تصویرها الذی هو مفتاح یفتح به باب علم تکوینها علی صورتها وکونها هو الملکوت فبقلم ملکوت کل شئی یکون کل شئی وقلم الملکوت بید الله لان الغیب هو علم التکوین۔

ترجمہ: ان چیزوں کے نقش باندھنے کا قلم جو ایسی کنجی ہے جس سے ان چیزوں کے پیدائش کا دروازہ کھولا جاتا ہے (ان کی مناسب صورتوں پر) وہ ہی ملکوت ہے پس ہر چیز کے ملکوت کے قلم سے ہر چیز کی ہستی ہوتی ہے اور ملکوت کا قلم اللہ کے ہاتھ میں اس لئے کہ غیب سے مراد پیدا کرنے کا جاننا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ص ۵۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

لان الله تعالی لما کان عالما بجمیع المعلومات عبر هذا المعنی بهذا العبادة وعلی التفسیر الثانی یکون المعنی وعنده خزائن الغیب والمراد منه القدرة الکاملة علی کل الممکنات۔

ترجمہ: کیونکہ رب تعالی جب تمام معلومات کا جاننے والا ہے تو اس کے معنی کو اس عبارت سے بیان کیا اور دوسری تفسیر پر اس کے معنے یہ ہو گئے کہ اس کے نزدیک غیب کے خزانے ہیں اور اس سے مراد ہے ہر ممکن چیز پر قدرت کاملہ۔

(تفسیر خازن مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

یا اس سے مراد ہے کہ غیب کی کنجیاں بغیر تعلیم الہی کوئی نہیں جانتا۔ تفسیر عرائس البیان میں ہے۔

قال الحریری لایعلمها الا هو ومن یطلعه علیها من خلیل وحبیب ای لایعلمها ولون و الاخرون قبل اظهاره تعالی ذلك لهم۔

ترجمہ: حریری نے فرمایا کہ ان کنجیوں کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور سوائے ان محبوبوں کے جن کو اللہ خبردار کرے کوئی نہیں جانتا یعنی ان کو اگلے پچھلے اللہ کے ظاہر فرمانے سے پہلے نہیں جانتے۔

تفسیر عنایت القاضی یہ ہی آیت۔

وجه اختصاصها به تعالى انه لا يعلمها كما هى ابتداء الا هو۔

ترجمہ: ان غیب کی کنجیوں کے خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جیسی وہ ہیں اس طرح ابتداء خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(عنایۃ القاضی علی التفسیر البیضاوی ج ۴ ص ۷۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)

اس آیت کے اگر وہ مطلب نہ بیان کئے جاویں جو ہم نے بتائے تو یہ مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ بعض علم غیب وہ بھی مانتے ہیں۔ اور اس میں علم غیب کی بالکل نفی ہے۔

نکتہ: بعض صاحبوں نے مجھ سے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس جگہ ایک نکتہ لکھا ہے وہ یہ کہ اس آیت میں ہے۔ **عنده مفاتح الغيب** (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۵۹) دوسری میں ہے **له مقاليد السموت والارض** (پارہ ۲۴ سورہ ۳۹ آیت نمبر ۶۳) مفاتح اور مقالید دونوں کے معنے ہیں کنجیاں اور اگر مفاتح کا اول و آخر حرف یعنی م، ح، لو اور مقالید کا اول و آخر حرف یعنی م، د لو تو بنتا ہے محمد (ﷺ) جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ ذات رسول اللہ ﷺ ہی ظہور عالم کی کنجی ہے **لا يعلمها الا هو** میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام جیسے ہیں ویسا کوئی نہیں جانتا۔ حقیقت محمد یہ کو رب ہی جانے مفاتح جمع اس لئے بولا کہ آپ کی ہر ادا رحمت کی کنجی ہے آپ کا نور عالم کی کنجی **كل الخلق من نورى** قیامت میں آپ کا سجدہ شفاعت کی کنجی ہے جنت میں آپ کا نام ہر نعمت کی کنجی اور جنت میں آپ کا جانا سب کے لئے جنت کے کھلنے کی کنجی ہے۔ دیکھو ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن۔

نکتہ: اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں اب یہ سوال ہے کہ اس کنجی سے کسی کے لئے دروازہ غیب کھولا بھی گیا یا نہیں؟ یا کسی کو کوئی کنجی دی گئی یا نہیں؟ اس کا جواب قرآن و حدیث سے پوچھو قرآن فرماتا ہے۔ **انا فتحنا لك فتحا مبينا** (پارہ ۲۶ سورہ ۴۸ آیت نمبر ۱) ہم نے آپ کے لئے ظاہر طور پر کھول دیا۔ کیا کھول دیا؟ اس کی نفیس توجیہیں ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن میں دیکھو۔ قفل اور کنجی میں وہ ہی چیز رکھی جاتی ہے۔ جو کھول کر نکالنی ہو اور جسے نکالنا نہ ہو۔ وہ زمین میں دفن کر دی جاتی ہے۔ پتہ لگا کہ غیب کسی کو دینا تھا اس لئے کنجی بھی بھیجی۔

حدیث میں ہے۔ **اوتيت مفاتيح خزائن الارض** ۔ مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو کنجی دی بھی گئی آپ ﷺ کے لئے فتح باب بھی ہوا۔

قل لا يعلم من فى السموت والارض الغيب الا الله۔

ترجمہ: تم فرماؤ خود غیب نہیں جانتے وہ آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ۔

(پارہ ۲۰ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۶۵)

اس آیت کے بھی مفسرین نے دو مطلب بیان فرمائے غیب ذاتی کوئی نہیں جانتا۔ کلی غیب کوئی نہیں جانتا۔

تفسیر المودج جلیل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

معناه لا يعلم الغيب بلا دليل الا الله او بلا تعليم او جميع الغيب۔

ترجمہ: اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ بغیر دلیل یا بغیر بتائے یا سارے غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(خالص الاعتقاد ۱۵ مطبوعہ دار الرضا لاہور)

تفسیر مدارک یہ ہی آیت۔

والغیب مالم یقم علیه دلیل ولا اطلع علیه مخلوق۔

ترجمہ: غیب وہ ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور کسی مخلوق کو اس پر مطلع نہ کیا گیا ہو۔

(تفسیر مدارک ج ۳ ص ۲۴۶ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

مدارک کی اس توجیہ سے معلوم ہوا کہ ان کی اصطلاح میں جو علم عطائی ہو وہ غیب نہیں کہا جاتا غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں۔ اب کوئی اشکال ہی نہیں رہا۔ جس آیات میں غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے اس آیت کے کچھ آگے ہے۔ **ما من غآئبة فی السمآء والارض الا فی کتب مبین۔** (پارہ ۲۰ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۷۵) جس سے معلوم ہوا کہ ہر غیب لوح محفوظ یا قرآن میں محفوظ ہے۔

فتاوی امام نووی میں ہے۔

ما معنی قول اللہ لایعلم من فی السموت و اشباہ ذلك مع انه قد علم ما فی غد فی الجواب معناہ لا یعلم ذلك استقلالا واما المعجزات والکرامات فحصلت باعلام اللہ لا استقلالا۔

ترجمہ: آیت **لایعلم من فی السموت** وغیرہ کے کیا معنی ہیں۔ حالانکہ حضور علیہ السلام آئندہ کی باتیں جانتے ہیں جواب اس کے معنے یہ ہیں کہ غیب کو مستقل طور پر (ذاتی) کوئی نہیں جانتا لیکن معجزات اور کرامات پس یہ رب کے بتانے سے حاصل ہوئے نہ کہ بالاستقلال۔

(فتاوی الامام النووی ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر مکی فتاوی حدیثیہ میں فرماتے ہیں۔

ما ذکرناہ فی الایت صرح به النووی فی فتاواہ فقال لایعلم ذلك استقلالا وعلم احاطة بکل المعلومات۔

ترجمہ: ہم نے اس آیت کے بارے میں جو کچھ کہا اس کی امام نووی نے اپنے فتاوی میں تصریح کی ہے انہوں نے کہا کہ غیب مستقل طور پر سارے معلومات الہیہ کو کوئی نہیں جانتا۔

(فتاوی حدیثیہ ص ۲۶۸ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)

شرح شفاء خفاجی میں ہے۔

ھذا الاینا فی الایت الدالة علی انه لا یعلم الغیب الا اللہ فان النفی علما من غیر واسطة اما اطلاعه علیه باعلام اللہ فامرہ متحقق۔

ترجمہ: کلام ان آیات کے خلاف نہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کیونکہ نفی بے واسطہ علم کی ہے لیکن اللہ کی تعلیم سے جاننا یہ ثابت ہے۔

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اگر اس آیت کے یہ مطلب نہ مانے جاویں تو مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ بھی بعض غیبوں کا علم حضور علیہ السلام کو مانتے ہیں۔ اور اس میں بالکل نفی ہے۔ نیز انہوں نے شیطان و ملک الموت کو علم غیب مانا ہے دیکھو براہین قاطعہ صفحہ ۵ پھر اس آیت کا کیا مطلب

بتائیں گے قرآن کریم میں ہے ان الحکم الا للہ حکم خدا کے سوا کسی کا نہیں لہ ما فی السموت وما فی الارض (پارہ ۶ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۷۱) خدا کی ہی وہ تمام چیزیں ہیں جو آسمان وزمین میں ہیں۔ و کفی باللہ شہیداً۔ (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۷۹) اللہ کافی گواہ ہے۔ و کفیٰ باللہ و کیلاً (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۸۱) اللہ کافی وکیل ہے۔ و کفی باللہ حسیباً (پارہ ۴ سورہ ۴ آیت نمبر ۶) اللہ کافی حساب لینے والا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حکومت ملکیت گواہی، وکالت حساب لینا سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اب بادشاہ کو حاکم ہر شخص کو اپنی چیزوں کا ملک مشرکین کو وکیل محاسب اور عام لوگوں کو مقدمات کا گواہ مانا جاتا ہے۔ یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ ان آیات میں حکومت ملکیت وغیرہ سے حقیقی اور ذاتی مراد ہے اور دوسروں کے لئے یہ اوصاف بہ عطائے الٰہی مانے گئے اسی طرح آیات غیب میں بھی توجیہ کرنا لازم ہے کہ حقیقی کی غیر سے نفی ہے اور عطائی کا ثبوت۔

وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ ان ھو الا ذکر وقرآن مبین۔

ترجمہ: اور ہم نے اس کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

(پارہ ۲۳ سورہ یٰس آیت نمبر ۶۹)

مفسرین نے اس آیت کے تین مطلب بتائے ہیں اولاً یہ کہ علم کے چند معنی ہیں۔ جاننا بلکہ (مشق وتجربہ وغیرہ) اس جگہ علم کے دوسرے معنی مراد ہیں۔ یعنی ہم نے نبی کریم ﷺ کو شعر گوئی کا ملکہ نہ دیا نہ یہ کہ ان کو اچھا برا صحیح غلط شعر پہچاننے کا شعور نہ دیا۔ دوسرے یہ کہ شعر کے دو معنی ہیں ایک تو وزن وقافیہ والا کلام (غزل) دوسرے جھوٹی اور وہمی وخیالی باتیں چاہے نظم ہوں یا نثر اس آیت میں یہ دوسرے معنی ہی مراد ہیں۔ یعنی ہم نے ان کو جھوٹی اور وہمی باتیں نہ سکھائیں وہ جو کچھ فرماتے ہیں حق ہے۔ تیسرے یہ کہ شعر سے مراد اس جگہ اجمالی کلام ہے۔ یعنی ہم نے ان کو ہر چیز کی تفصیل بتائی ہے نہ کہ معمے اور جمالی باتیں و تفصیلاً لکل شئی علم بمعنی ملکہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ وعلمنہ صنعۃ لبوس لکم (پارہ ۱۷ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۸۰) اور ہم نے ان کو تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھایا۔

دیلمی نے حضرت جابر سے روایت کیا۔

علموا بینکم الرمی۔

ترجمہ: یعنی اپنی اولاد کو تیر اندازی سکھاؤ۔

(الفردوس بماثور الخطاب ج ۳ ص ۱۱ رقم الحدیث ۴۰۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

والاصح انہ کان یحسنہ ولکن کان یمیز جید الشعر وردیہ۔

ترجمہ: زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ شعر بخوبی پڑھتے نہ تھے لیکن اچھے اور ردی شعر میں فرق فرما لیتے تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۵۰۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان یہ ہی آیت ان المحرم علیہ انما ھو انشاء الشعر آپ کے لئے شعر بنانا منع تھا۔ شعر کے معنے ہیں جھوٹا کلام کفار مذبذبا کرتے تھے کہ قرآن کریم شعر ہے اور حضور علیہ السلام شاعر ہیں بل ھو شاعر اس شعر سے مراد بھی جھوٹا کلام ہو تو ان کے اس کلام کی تردید اسی آیت نے کر دی کیونکہ فرمایا گیا ہے۔ ان ھو الا ذکر وقرآن مبین۔ (پارہ ۲۳ سورہ ۳۶ آیت نمبر ۱۹) وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن یہاں اگر شعر سے مراد منظوم کلام ہو تو اس عبارت سے آیت کا کیا تعلق ہوگا۔

مدارک یہی آیت۔ (پارہ ۲۳ سورہ یٰس آیت نمبر ۶۹)

ای و ما علمنا النبی علیہ السلام قول الشعر او ما علمناہ بتعلیم القرآن الشعر علی معنی ان القرآن لیس بشعر۔

ترجمہ: یعنی ہم نے نبی علیہ السلام کو شعر کہنا نہ سکھایا یا ہم نے ان کو قرآن کی تعلیم سے شعر نہ سکھایا۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم شعر نہیں۔
(تفسیر مدارک التنزیل ج ۲ ص ۴۰۴ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنۃ پشاور)

خازن یہی آیت۔

ولما نفی ان یکون القرآن من جنس الشعر قال اللہ تعالیٰ ان ھو الا ذکر و قرآن مبین۔

ترجمہ: جبکہ اس کی تردید فرمادی کہ قرآن کریم شعر کی جنس سے ہو تو رب تعالیٰ نے فرمادیا کہ نہیں ہے وہ مگر نصیحت اور روشن کتاب۔
(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

قیل ان کفار قریش قالوا ان محمداً شاعر وما یقولہ شعر فانزل اللہ تکذیباً لھم وما علمناہ الشعر۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ کفار قریش نے کہا تھا کہ حضور علیہ السلام شاعر ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں (قرآن) وہ شعر ہے اس کی تکذیب کے لئے رب تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تنبیھہ:۔ اس جگہ مخالفین یہ سوال کرتے ہیں کہ روایات میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام کی زبان پاک شعر کے موافق نہ تھی یعنی آپ کو شعر پڑھتے تھے تو وزن بگڑ جاتا۔ دیکھو اسی خازن میں ہے۔

ای مایسھل لہ ذلك وما یصلح منہ بحیث لو اراد نظم شعر لم یتات لذلك۔

ترجمہ: یعنی آپ کو شعر پڑھنا آسان نہ تھا اور آپ سے درست نہ ادا ہوتا تھا اگر کسی شعر کو نظم فرمان نے کا ارادہ فرماتے تو نہ ہوسکتا تھا یعنی ہم نے آپ کو اس طرح کیا ہے کہ اگر آپ شعر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو نہ ہوسکتا تھا۔
(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مدارک ای جعلناہ بحیث لو اراد قرء ۃ شعر لم یتات لہ ولم یستھل۔

ترجمہ: یعنی ہم نے آپ کو اس طرح کیا ہے کہ اگر آپ شعر پڑھنے کا ارادہ فرماویں تو آسان نہ ہو۔
(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۴۰۵ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنۃ پشاور)

تفسیر کبیر میں ہے۔

وما یستھل لہ حتی انہ ان تمثل لہ بیت شعر سمع منہ مزاحفاً۔

ترجمہ: آپ کو شعر آسان نہیں یہاں تک کہ اگر کسی کو ادا فرمانے کا ارادہ فرماویں تو آپ سے ٹوٹا ہوا سنا جاتا ہے۔
(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۰۴۔۳۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس کا جواب یہ ہے کہ شعر کا علم اور ہے شعر کا پڑھنا اور بڑے بڑے شعراور علماء گا کر پڑھ نہیں سکتے بہت سے نعت خواں اور اقوال علم شعر نہیں رکھتے مگر شعر پڑھنے پر پورے قادر ہوتے ہیں۔ آپ روٹی پکانا جانتے نہیں مگر اچھی بری موٹی باریک خوب جان لیتے ہیں۔

آپ کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو شعر پڑھنے کا ملکہ اور مشق نہ تھی۔ نہ کہ شعر کی پہچان نہ تھی۔ یہ ہی ہم نے کہا تھا۔ حضور علیہ السلام کو بعض شعر پسند تھے اور بعض ناپسند۔

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

كان احب الحديث عليه السلام الشعر وايضاً كان ابغض الحديث اليه عليه السلام الشعر۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کو شعر بہت پسند بھی تھا اور نہایت ناپسند بھی۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۵۰۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے بعض شعراء کے شعر پڑھے ہیں اور ان کی تعریف فرمائی ہے جیسے کہ **الا كل شئى ما خلا الله باطل** اگر اچھے برے شعر کی پہچان نہیں تو یہ تعریف فرمانا کیسا؟ شعر سے مراد اجمالی یعنی غیر مفصل کلام اور معمے ہیں۔ روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قال الشيخ الاكبر اعلم ان الشعر محل للاجمال واللغز والتورية اى مارمزنا محمداً عليه السلام شئيا ولا الغزنا ولا خطبناه بشئى ونحن نريد شئيا ولا جعلنا له الخطاب حيث لم يفهم۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ شعر اجمالی اور پہیلے اور اشاروں کا مقام ہے یعنی ہم نے حضور علیہ السلام کے لئے کسی چیز کے اشارے نہ کئے اور نہ یہ کیا کہ ہم ارادہ کچھ فرمائیں اور خطاب کچھ کریں اور ان سے اس طرح اجمالی کلام نہ فرمایا کہ سمجھ میں نہ آوے۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۵۰۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ.....☆

مناظر اہل سنت مفتی عبد المجید سعیدی رضوی مدظلہ العالی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں۔

علم شعر کی تحقیق

رہی سورۃ یٰسین شریف کی آیت **وما علمنه الشعر وما ينبغى له الاية** ۔ جس کا ترجمہ معترض نے اس طرح کیا ہے "اور نہ تو ہم نے اس پیغمبر کو شعر سکھائے اور نہ ہی اس کے لائق ہے۔ (ملاحظہ ص ۲۴) تو یہ بھی اس کی جہالت قبیحہ کا نتیجہ ہے کیونکہ اس کا دعویٰ علم غیب کے متعلق ہے جبکہ شعر کا علم غیب سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر شعر کی نفی علم غیب کی نفی کی دلیل ہے تو اس کا ثبوت علم غیب کا ثبوت ہوگا اور تمام شعراء معترض کے طور پر عالم الغیب قرار پائیں گے۔ پس شعر، علم غیب نہیں تو معترض کی دلیل غلط ہوئی۔ علم غیب ہے تو وہ بقلم خود بہت ہی بڑا مشرک ہوا کیونکہ وہ اس سے ایک دو، دس، بیس اور سو پچاس نہیں اربوں کھربوں شعراء کو علماء الغیوب مان چکا ہے۔

باقی اس سے یہ سمجھنا بھی اس کی سخت جہالت ہے کہ آپ ﷺ کو کلام منظوم کی پہچان نہیں دی گئی کیونکہ آیت ہذا میں بنیادی طور پر الشعر سے مراد کلام منظوم مراد نہیں بلکہ کلام منظوم کے ماخذ کی نفی مراد ہے جو وہم اور کذب ہے اور معنے یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو جس کلام سے نوازا ہے وہ وہمی خیالی نہیں کہ کذب ہو بلکہ وہ ترجمان حق و حقیقت ہے، جس کی دلیل اس آیت کا اگلا حصہ بھی ہے جسے معترض شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گیا ہے اور وہ یہ ہے "**ان هو الا ذكر وقرآن مبين**" یعنی وہ تو محض نصیحت اور قرآن مبین ہے اگر الشعر سے مراد کلام منظوم ہو تو آیت کا یہ آخری حصہ اس سے مربوط نہیں رہتا کیونکہ اشعار بھی تو نصیحت پر مبنی ہوتے ہیں جیسا کہ پند نامہ، نصیحت نامہ، اور تحفہ نصائح کتابیں اس کی واضح دلیل ہیں۔ جو منظوم ہیں ورنہ اس کا کیا مطلب بنے گا کہ قرآن شعر نہیں بلکہ نصیحت ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ہے کہ بعض کفار و مشرکین حضور ﷺ کو شاعر کہتے تھے جب یہ امر حقیقت ثابتہ اور نہایت واضح تھا کہ آپ ﷺ شاعری اور شعر گوئی بمعنی معروف کرتے ہی نہیں تھے تو ان کا آپ کو شاعر کہنے کا کیا معنے؟ کیا وہ لوگ اتنا بے وقوف تھے کہ انہیں نظم و نثر کا فرق بھی معلوم

حاشیہ......☆

نہیں تھا؟ چنانچہ پ ۱۷ الانبیاء آیت نمبر ۵ میں ہے بل ھو شاعر۔ نیز پ ۲۹ سورۃ الحاقہ آیت نمبر میں ہے۔ انه لقول رسول کریم وما هو بقول شاعر۔ نیز حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے قصہ میں ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی کو حضور ﷺ کے ہاں حالات کا جائزہ لے کر آنے کی غرض سے بوچھا ان کے بھائی نے واپس آ کر انہیں بتایا رایته یامر بمکارم اخلاق و کلاما ما هو بالشعر۔ یعنی میں نے آپ کو بزرگ اخلاق کا حکم دیتے دیکھا اور آپ سے ایسا کلام سنا جو شعر نہیں ملاحظہ ہو۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۵۴۴۔۵۴۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

وبطریق اخر

اسے یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ شعر گوئی میں چونکہ زیادہ تر تخیل کا دخل ہوتا ہے اور تخیلات غلط بھی ہو سکتے ہیں خصوصاً جب کہ کسی متعین کلام منثور سے ہٹ کر نظم کی زبان میں مضمون تشکیل دینا ہو اس لئے ایسے کلام عموماً جھوٹ پر مبنی یا کم از کم کذب آمیز ضرور ہوتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو شعر گوئی سے دور اور محفوظ رکھا پس اس صورت میں پیش نظر آیت شعر سے نتیجہ شاعری مراد

قرار پائے گا اور اس کا مفہوم یہ بنے گا کہ ہمارا یہ کلام ہمارے محبوب کا خود ساختہ اور شعر (جھوٹ و باطل) کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ ہم نے انہیں شعر گوئی کے فن کی مہارت اور اس کا ملکہ ہی نہیں دیا اس تقدیر پر علم بمعنی ملکہ ہوگا جو عربی میں مروج اور ثابت ہے چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وعلمنه صنعة لبوس لكم یعنی ہم نے اپنے پیغمبر داؤد علیہ السلام کو تمہارے لیے زرہیں بنانے کا ملکہ عطا فرمایا ملاحظہ ہو (پ ۱۷ الانبیاء آیت نمبر) جبکہ ملکہ کی نفی علم بمعنی دانستن کی نفی ہرگز نہیں سینکڑوں امور کو ہر شخص جانتا ہے کہ اس طرح سے کیے جاتے ہیں مگر جب انہیں کر کے دکھانے کو کہا جائے تو وہ نہیں کر سکتے۔ ہر ایک کو معلوم ہے روٹی بنا کر توے پر نہیں ڈال سکتے پس اسے معترض کا حضور ﷺ کی معاذ اللہ علم کی نفی کی دلیل سمجھنا خود اس کی اپنی کم علمی اور جہالت ہے جب کہ یہاں ملکہ کی نفی بھی آپ ﷺ کی عظمت ہے جیسے امی ہونا آپ کے لئے شان ہے۔ فافهم ولاتكن من الغافلين لاسيما الوهابيين۔

(علم النبی ﷺ ص ۷۸۔۸۰ مطبوعہ قادریہ پبلشرز کراچی)

احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے بعض شعراء کے شعر پڑھے ہیں اور بعض شعراء کی تعریف فرمائی ہے:

مشکوۃ شریف میں ہے۔

عن عائشة قالت ذكر عند رسول الله ﷺ الشعر فقال رسول الله ﷺ هو كلام فحسنه حسن وقبيحه قبيح رواه الدارقطني وروى الشعبي عن عروة مرسلاً۔

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور ﷺ کے حضور مبارک میں اشعار کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک ایسا کلام ہے کہ اس کا اچھا، اچھا ہے اور اس کا برا، برا ہے۔

(مشکوۃ شریف باب البیان والشعر الفصل الثانی ص ۴۱۰۔ ۴۱۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (کامل ابن عدی ج ۴ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الادب المفرد ص ۲۹۹ رقم الحدیث ۸۶۳ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیۃ بیروت)

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ غزوہ خندق کے دن مٹی کھود رہے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کا پیٹ مبارک

حاشیہ......☆

خاک آلود ہو گیا اور آپ ﷺ یہ منظوم کلام پڑھ رہے تھے۔

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

اللہ کی قسم اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے

فانزلن سکینة علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

پس تو ہم پر طمانیت نازل فرما اور دشمن کے مقابلہ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ

ان الاولی قد بغوا علینا ان ارادوا فتنة ابینا

بے شک پہلوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی اگر وہ ہم کو فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے اور رسول اللہ ﷺ ابینا ابینا کا تکرار کرتے اور اس پر آواز کو بلند فرماتے۔

(صحیح البخاری کتاب الجھاد والسیر باب الرجز فی الحرب ورفع الصوت فی حفر الخندق ج ۳ ص ۱۱۰۳ رقم الحدیث ۲۸۷۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۲۶۹ رقم الحدیث ۸۸۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۴۳۰ رقم الحدیث ۱۸۰۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۰ ص ۳۹۷ رقم الحدیث ۴۵۳۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۷۹ رقم الحدیث ۲۶۰۶۹ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ کان فی بعض المشاھد وقد دمیت اصبعہ فقال

ھل انت الا اصبع دمیت

وفی سبیل اللہ ما لقیت۔

ترجمہ: حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کسی جہاد میں تھے کہ آپ ﷺ کی انگشت مبارک خون آلود ہوگئی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

تو ایک انگلی ہے جو خون آلود ہوئی۔ اور تو نے جو پایا اللہ کی راہ میں پایا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجھاد ج ۳ ص ۱۰۳۱ رقم الحدیث ۲۶۴۸ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الترمذی ج ۵ ص ۴۴۲ رقم الحدیث ۳۳۴۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند ابو یعلی ج ۳ ص ۱۰۱ رقم الحدیث ۱۵۳۳ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۸۰ رقم الحدیث ۲۶۰۷۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن شریح عن عائشة رضی اللہ عنہا قال قیل لھا ھل کان النبی ﷺ یتمثل بشیء من الشعر؟ قالت کان یتمثل بشعر ابن رواحة رضی اللہ عنہ ویتمثل ویقول:

ویاتیك بالاخبار من لم تزود۔

وقال ابو عیسی ھذا حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: حضرت شریح روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا حضور نبی اکرم ﷺ شعر بھی پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا (ہاں) آپ ﷺ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہ شعر پڑھتے:

منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك۔

ترجمہ: ان نبیوں میں سے کسی کا احوال تم سے بیان فرمایا اور کسی کا احوال نہ بیان فرمایا۔

(پارہ ۲۴ سورہ ۴۰ آیت نمبر ۷۸)

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے چند توجیہیں فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں تمام انبیاء کے حالات کا علم دینے کی نفی نہیں۔ بلکہ قرآن کریم میں صراحۃً ذکر کی نفی ہے۔ یعنی بعض انبیاء کے واقعات صراحۃً بیان نہ فرمائے۔ دوسرے یہ کہ ذکر تفصیلی کی نفی ہے۔ اور اجمالی ذکر سب کا فر فرمایا گیا ہے۔ تیسرے یہ کہ وحی ظاہر میں سب کا بیان نہ ہوا۔ وحی خفی میں سب کا ذکر فرمایا گیا۔

تفسیر صاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ان النبی علیه السلام لم یخرج من الدنیا حتی علم جمیع الانبیآء تفصیلاً کیف لا وهم مخلوقون منه وخلفهم لیلة الاسرآء فی بیت المقدس ولکنه العلم المکنون وانما ترك بیان قصصهم لامته رحمة بهم فلم یکلفهم الا بما کانوا یطیقون۔

حاشیہ ..... ☆

تیرے پاس وہ شخص خبریں لے کر حاضر ہوگا جسے تو نے ان کے لانے کے لئے زادراہ بھی نہیں دیا ہوگا۔

(سنن الترمذی کتاب الادب ج ۵ ص ۱۳۹ رقم الحدیث ۲۸۴۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۲۴۸ رقم الحدیث ۱۰۸۳۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۷۲ رقم الحدیث ۲۶۰۱۴ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام مسلم بن حجاج متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عمرو بن الشرید رضی الله عنه عن ابیه قال ردفت رسول الله ﷺ یوماً فقال هل معك من شعر امیة بن ابی الصلت شیء؟ قلت نعم قال هیة فانشدته بیتا فقال هیه لم انشدته بیتا فقال هیه حتی انشدته مائة بیت۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شرید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور نبی اکرم ﷺ کے پیچھے سوار ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں امیہ بن الصلت کے اشعار میں سے کچھ یاد ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں (یارسول اللہ!) آپ ﷺ نے فرمایا سناؤ میں نے ایک شعر سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اور سناؤ میں نے ایک اور شعر سنایا آپ ﷺ نے فرمایا اور سناؤ حتیٰ کہ میں نے آپ ﷺ کو ایک سو اشعار کو سنائے۔

(صحیح مسلم کتاب الشعر ج ۴ ص ۱۷۶۷ رقم الحدیث ۲۲۵۵ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (الادب المفرد ج ۱ ص ۲۷۸ رقم الحدیث ۷۹۹ مطبوعہ دارالبشائر الاسلامیۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۲۴۸ رقم الحدیث ۱۰۸۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (عمل الیوم واللیلۃ للنسائی ج ۱ ص ۵۵۰ رقم الحدیث ۹۹۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۳ ص ۹۷ رقم الحدیث ۵۷۸۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۷ ص ۳۱۵ رقم الحدیث ۷۲۳۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

عن جابر بن سمرة رضی الله عنه قال کان اصحاب النبی ﷺ یتناشدون الشعر ورسول الله ﷺ یسمع۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو اشعار سنایا کرتے جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ بھی سماعت فرماتے۔

(طبرانی کبیر ج ۲ ص ۲۲۱ رقم الحدیث ۱۹۱۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

اور تاریخ واسط کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے:

ورسول الله ﷺ یتبسم۔

ترجمہ: کہ حضور نبی اکرم ﷺ ان کے اشعار کو سن کر تبسم ریز بھی ہوا کرتے۔

(تاریخ واسط ج ۱ ص ۱۵۶ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

ترجمہ: حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ تمام انبیاء کو تفصیلاً جان لیا۔ کیونکر نہ جانیں وہ سب پیغمبر آپ ہی سے پیدا ہوئے اور شب معراج بیت المقدس میں آپ کے مقتدی بنے لیکن یہ علم مکنون ہے اور ان پیغمبروں کے قصے چھوڑ دیئے امت کے لئے ان پر رحمت فرماتے ہوئے پس ان کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔

(تفسیر صاوی ج ۵ ص ۷ ۱۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اول صفحہ ۵۰ میں ہے۔

هذا لا ينا في قوله تعالى منهم من لم نقصص عليك لان المنفى هو التفصيل والثابت هو الاجمال او النفى مقيد بالوحى الجلى والثبوت متحقق بالوحى الخفى۔

ترجمہ: یہ کلام اس آیت کے خلاف نہیں کہ منهم من لم نقصص عليك کیونکہ نفی تو علم تفصیلی کی ہے اور ثبوت علم اجمالی کا ہے یا نفی وحی ظاہر (قرآن) کی ہے اور ثبوت وحی خفی (حدیث) کا ہے۔

(مرقاۃ ج ۱ ص ۵۰)

قرآن فرماتا ہے:

كلا نقصص عليك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك۔

ترجمہ: اور سب کچھ ہم تم کو رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۱۲۰)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يوم يجمع الله الرسل فيقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انك انت علام الغيوب۔

ترجمہ: جس دن اللہ جمع فرمادیگا رسولوں کو۔ پھر فرمادیگا کہ تم کو کیا جواب ملا۔ عرض کرینگے ہمیں کچھ علم نہیں بے شک تو ہی غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔

(پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰۹)

مفسرین نے اس آیت کریمہ کی دو توجیہیں فرمائی ہیں اولاً یہ کہ خدایا تیرے علم کے مقابلہ میں ہم کو علم نہیں۔ دوسرے یہ کہ ادباً یہ عرض کیا گیا۔ تیسرے یہ کہ قیامت میں جس وقت نفسی نفسی فرمانے کا وقت ہوگا اس وقت انبیائے کرام یہ فرمائیں گے۔ بعد میں پھر عرض کریں گے کہ ہم نے اپنی قوم کو تبلیغ احکام کی مگر انہوں نے نہ مانا۔ وہ کفار کہیں گے کہ ہم کو احکام نہ پہنچے۔ جس پر امت مصطفیٰ علیہ السلام انبیائے کرام کی گواہی دے گی۔ تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ (پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰۹)

فعلى هذا القول انما نفوا العلم عن انفسهم وان كانوا علمآء لان علمهم صار كلا علم عند علم الله۔

ترجمہ: پس اس قول کی بنا پر پیغمبروں نے اپنی ذات سے علم کی نفی کی اگرچہ وہ جانتے تھے کیونکہ علم اللہ کے علم کے سامنے مثل نہ ہونے کے ہوگیا۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مدارک میں ہے۔

قالوا ذلك تادبا اى علمنا ساقط مع علمك فكانه لا علم لنا۔

ترجمہ: ان انبیاء نے یہ عرض کیا ادباً یعنی ہمارا علم تیرے علم کے ساتھ ساقط ہے پس گویا ہم کو علم ہی نہیں۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۵۰ مطبوعہ مکتبہ القرآن والسنہ پشاور)

تفسیر کبیر میں ہے۔

ان الرسل علیهم السلام لما علموا ان الله عالم لایجهل حلیم لایسفه عادل لایظلم علموا ان قولهم لایفید خیراً ولا یدفع شراً فالادب فی السکوت و تفویض الامر الی الله وعدله فقالوا الا علم لنا۔

ترجمہ: (از خازن) انبیائے کرام نے جب جان لیا کہ اللہ عالم ہے بے علم نہیں۔ حلیم ہے سفیہ نہیں۔ انصاف والا ہے ظالم نہیں تو وہ سمجھ گئے کہ ان کی بات نہ تو بھلائی کا فائدہ دیگی اور نہ مصیبت کو دفع کرے گی۔ پس ادب خاموشی میں ہے اور معاملہ کو اللہ کے عدل کی طرف سپرد کردینے میں ہے لہٰذا انہوں نے عرض کردیا کہ ہم کو علم نہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۶۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

تفسیر بیضاوی یہ ہی آیت۔

وقیل المعنی لا علم لنا الی جنب علمك۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم کو تیرے علم کے مقابل علم نہیں۔

روح البیان میں ہے۔

ان هذا الجواب یکون فی بعض مواطن القیمة وترجع عقولهم الیهم فیشهدون علی قومهم انهم بلغوا الرسالة وان قومهم کیف ردوا علیهم۔

ترجمہ: یہ جواب قیامت کے بعض موقعوں میں ہوگا۔ اور اس کے بعد حواس قائم ہوں گے تو اپنی قوم پر گواہی دیں گے کہ ہم نے رسالت کی تبلیغ فرمادی اور ہمارے قوم نے کیا جواب دیا۔ (ملخصاً)

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۵۴۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

وما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔

ترجمہ: اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔

(پارہ ۲۶ سورہ الاحقاف آیت نمبر ۹)

اس سے مخالفین دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو نہ تو اپنی خبر تھی۔ نہ کسی اور کی کہ قیامت میں ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا۔ لیکن اس کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ اولاً یہ کہ اس آیت میں درائیت کی نفی ہے نہ کہ علم کی۔ درائیت انکل اور قیاس سے جاننے کو کہتے ہیں۔ یعنی میں بغیر وحی اپنے قیاس سے یہ امور نہیں جانتا۔ وحی سے جانتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ یہ آیت حضور علیہ السلام کو یہ باتیں بتانے سے پہلے کی ہے۔ لہٰذا یہ منسوخ ہے۔

تفسیر صاوی میں ہے یہ ہی آیت۔

ما خرج علیه السلا ممن الدنیا حتی علمه الله فی القرآن ما یعمل به وبالمومنین فی الدنیا الاخر اجمالاً وتفصیلاً۔

ترجمہ: کہ ان سے اور مومنین سے اور کافروں سے دنیا اور آخرت میں کیا کیا جاویگا۔ ان سے اور مومنین سے اور کافروں سے دنیا اور آخرت میں کیا کیا جاوے گا۔

(تفسیر صاوی ج ۵ ص ۸۷۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

ملا عبدالرحمان ابن محمد دمشقی رسالہ ناسخ ومنسوخ میں فرماتے ہیں۔ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم نسخ بقوله۔ انا

فتحنالك آیت ما ادری منسوخ ہے انا فتحنالك سے۔

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

لما نزلت هذه الاية فرح المشر كون فقالوا و اللات والعزى ما امرنا وامر محمد الا واحد او ماله علينا من مزية وفضل لولا انه ما ابتدع ما يقوله لاخبره الذى بعثه بما يفعل به فانزل الله عزوجل ليغفرلك الله ما تقدم من ذنبك (الاية) فقالت الصحابة هنيئا لك يا نبى الله قد علمت ما يفعل بك فما ذا يفعل بنا فانزل الله ليدخل المومنين والمومنات جنت (الاية) وانزل وبشر المومنين بان لهم من الله فضلا كبيرا وهذا قول انس وقتادة وعكرمة قالوا انما هذا قبل ان يخبر بغفران ذنبه وانما اخبر بغفران ذنبه عام الحديبية فنسخ ذلك۔

ترجمہ: جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعزیٰ کی قسم ہمارا اور حضور علیہ السلام کا یکساں حال ہے ان کو ہم پر کوئی زیادتی اور بزرگی نہیں اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتے ہوتے تو ان کو بھیجنے والا خدا انہیں بتا دیتا کہ ان سے کیا معاملہ کرے گا تو رب نے یہ آیت اتاری لیغفر لك الله ما تقدم پس صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو مبارک ہو آپ نے تو جان لیا جو آپ کے ساتھ ہوگا ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا تو یہ آیت اتری کہ داخل فرمائے گا اللہ مسلمان مرد اور عورتوں کو جنتوں میں (الآیۃ) اور یہ آیت اتری کہ مسلمانوں کو خوشخبری دیجئے کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے یہ حضرت انس اور قتادہ وعکرمہ کا قول ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت سے پہلے کی ہے جبکہ حضور علیہ السلام کو ان کی مغفرت کی خبر دی گئی مغفرت کی خبر آپ کو حدیبیہ کے سال دی گئی تو یہ آیت منسوخ ہوگئی۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج۴ص مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اگر کوئی کہے کہ آیت لا ادری خبر ہے اور منسوخ نہیں ہو سکتی تو اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ بہت سے علماء نسخ خبر جائز کہتے ہیں۔ جیسے وان تبدوا (الآیۃ) لایکلف الله نفسا (پارہ۳ سورہ۲ آیت نمبر۲۸۶) سے منسوخ ہے ایسے ہی لا ادری کو ابن عباس وانس وابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انا فتحنالك سے منسوخ مانا (تفسیر کبیر ج۱۰ص۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت درمنثور ج۷ص ۳۷۷۔۳۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت وابوسعود ج۶ص۶۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) دوسرے یہ کہ یہاں گویا فرمایا گیا۔ قل لاادری اور قل امر ہے۔ نسخ کا تعلق اسی سے ہے۔ تیسرے یہ کہ بعض آیات صورت میں خبر اور معنی میں حکم ہیں جیسے کتب علیکم الصیام (پارہ۲ سورہ۲ آیت نمبر۱۸۳) ولله علی الناس حج البیت (پارہ۴ سورہ۳ آیت نمبر۹۷) وغیرہ ان جیسی خبروں کا نسخ جائز ہے چوتھے یہ کہ اعتراض ہم پر نہیں بلکہ ان تفاسیر اور احادیث پر ہے جس سے نسخ ثابت ہے۔

اگر اس آیت کے مذکورہ بالا مطلب نہ بیان کئے جاویں تو صدہا احادیث کی مخالفت ہوگی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن لواء الحمد ہمارے ہاتھ میں ہوگا آدم وآدمیان ہمارے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ شفاعت کبریٰ ہم فرمائیں گے۔ ہمارا حوض ایسا ہوگا۔ اس کے برتن اس طرح کے ہوں گے وغیرہ وغیرہ ابوبکر جنتی ہیں۔ حسن وحسین جوانان جنت کے سردار ہیں۔ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا خواتین جنت کی سردار ہیں۔ کسی کو فرمایا کہ تو جہنمی ہے۔ ایک آدمی بہت اچھا جہاد کر رہا ہے صحابہ کرام نے اس کی تعریف کی فرمایا کہ وہ جہنمی ہے۔ آخر کار اس نے خودکشی کی۔ اگر معاذ اللہ حضور علیہ السلام کو اپنی بھی خبر نہ ہو تو اپنی اور دیگر حضرات کی یہ خبریں کس طرح سنا رہے ہیں وہ تو جس کے ایمان کی رجسٹری فرما دیں۔ وہ کامل مومن ہے۔ اس جگہ بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر اختصاراً اسی پر کفایت کرتا ہوں خدا درست سمجھ عطا فرماوے۔ آمین۔

لاتعلمهم نحن نعلمهم۔

ترجمہ: تم ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔

(پارہ۱۱سورہ۹ آیت نمبر۱۰۱)

اس آیت سے مخالفین دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور علیہ السلام دربار میں آنے والے منافقوں کو نہ پہچانتے تھے پھر علم غیب کیسا؟ مگر مفسرین نے اس آیت کی یہ توجیہ کی ہے کہ اس آیت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ولتعرفنهم فی لحن القول (پارہ۲۶ سورہ محمد آیت نمبر۳۰) اور ضرور تم ان کو بات کے طریقہ سے پہچان لوگے لہذا یہ آیت منسوخ ہے یا یہ توجیہ ہے کہ بغیر ہمارے بتائے ان کو نہیں پہچانتے۔ جمل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فان قلت کیف نفی عنه علم بحال المنافقین و اثبته فی قوله تعالی ولتعرفنهم فی لحن القول فالجواب ان اية النفی نزلت قبل اية الاثبات۔

ترجمہ: اگر تم کہو کہ حضور علیہ السلام کے منافقین کا حال جاننے کی نفی کیوں کی گئی حالانکہ آیت ولتعرفنهم فی لحن القول میں اس کے جاننے کا ثبوت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نفی کی آیت ثبوت کی آیت سے پہلے اتری ہے اس آیت کے بعد کوئی بھی منافق حضور علیہ السلام کی حرفت میں کلام نہ کرتا تھا۔ مگر حضور علیہ السلام ان کو پہچان لیتے تھے اور اس کے فساد باطن اور نفاق پر دلیل پکڑتے تھے۔

تفسیر بیضاوی یہ ہی آیت۔

خفی علیك حالهم مع كمال فطنتك وصدق فراستك۔

ترجمہ: آپ پر ان کا حال باوجود آپ کی کمال سمجھ اور سچی مردم شناسی کے مخفی رہ گیا۔

(تفسیر بیضاوی ج۳ص۱۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں اندازے سے پتہ لگا لینے کی نفی ہے۔ اگر اس آیت کی یہ توجیہیں نہ کی جاویں تو ان احادیث کی مخالفت ہوگی جن سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام منافقوں کو پہچانتے تھے۔ مگر پردہ پوشی سے کام لیتے تھے۔

عینی شرح بخاری جلد۴ صفحہ۲۲۱ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

خطب رسول الله ﷺ یوم الجمعة فقال اخرج یا فلان فانك منافق فاخرج منهم ناسا ففضحهم۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے جمعہ کے دن خطبہ پڑھا۔ پس فرمایا کہ اے فلاں نکل جا کیونکہ تو منافق ہے ان میں سے بہت سے آدمیوں کو رسوا کر کے نکال دیا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج۴ص۲۲۱)

شرح شفا ملا علی قاری جلد اول صفحہ۲۴۱ میں فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس كان المنفقون من الرجال ثلثة مائة ومن النساء مائة وسبعين۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ منافقین مرد تین سو تھے اور عورتیں ایک سو ستر۔

(شرح شفا للقاری ج۱ص۲۴۱)

حاشیہ......☆

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن یحیی الحلوانی قال حدثنا الحسین بن محمد بن عمرو العنقری قال حدثنا ابی

حاشیہ......☆

قال حدثنا اسباط بن نصر عن السدی عن ابی مالك عن بن عباس ثم فی قوله وممن حولكم من الاعراب منافقون ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين ثم يردون الى عذاب عظيم قال قام رسول الله ﷺ يوم جمعة خطيباً فقال قم يا فلان فاخرج فانك منافق اخرج يا فلان فانك منافقاً فاخرجهم بأسمائهم ففضحهم ولم يكن عمر بن الخطاب شهد تلك الجمعة لحاجة كانت له فلقيهم عمر وهم يخرجون من المسجد فاختبأ منهم استحياء انه لم يشهد الجمعة وظن الناس قد انصرفوا واختبؤا هم من عمر فظنوا انه قد علم بامرهم فدخل عمر المسجد فاذا الناس لم ينصرفوا فقال له رجل ابشر يا عمر فقد فضح الله المنافقين اليوم فهذا العذاب الاول والعذاب الثانی عذاب القبر۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ (التوبۃ ۱۰۱) کی تفسیر میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا اے فلاں تو نکل جا تو منافق ہے۔آپ ﷺ نے منافقوں کا نام لے لے کر ان کو مسجد سے نکال دیا اور ان کو رسوا کر دیا اسی دن کسی کام کی وجہ سے اس وقت تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں نہیں پہنچے تھے جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو وہ مسجد سے نکل رہے تھے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چھپ رہے تھے ان کا یہ گمان تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حقیقت واقعہ کا پتا چل گیا ہے ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کو خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے آج منافقین کو رسوا کر دیا یہ ان پر عذاب اول تھا اور عذاب ثانی عذاب قبر ہے۔

(المعجم الاوسط ج ا ص ۲۴۱۔۲۴۲ رقم الحدیث ۷۹۲ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

وروى الحافظ البيهقى من طريق ابى احمد الزبيرى عن عن سفيان الثورى عن سلمة بن كهيل عن عياض بن عياض عن ابيه عن ابى مسعود قال خطبنا رسول الله ﷺ فقال :ان منكم منافقين فمن سميت فليقم قم يا فلان قم يا فلان قم يا فلان حتى عد ستاً و ثلاثين۔

(السیرۃ النبویۃ ذکر اقوام تخلفوا من العصاۃ غیر ھؤلاء ج ۴ ص ۳۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج البيهقى، عن ابن مسعود قال :خطبنا رسول الله ﷺ فقال فى خطبته ايها الناس ان منكم منافقين فمن سميت فليقم قم يا فلان قم يا فلان حتى عد ستا و ثلاثين۔

ترجمہ: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! بلاشبہ تم لوگوں میں منافقین موجود ہیں تو میں جس کا نام لوں وہ اٹھ جائے۔اور فلاں اٹھ جا' اور فلاں اٹھ جا۔اس طرح چھتیس منافقوں کے نام لئے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۲۸۶ ج ۵ ص ۲۸۳۔۲۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۳ رقم الحدیث ۲۲۴۰۲ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)،(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا هاشم بن القاسم قال حدثنى سليمان عن ثابت يعنى البنانى قال :اجتمع المنافقون فتكلموا

حاشیہ.....☆

بینهم، فقال رسول الله ﷺ ان رجالا منکم اجتمعوا فقالوا کذا وقالوا کذا فقوموا فاستغفروا الله واستغفر لکم فلم یقوموا فقال ذلك ثلاث مرات، فقال لتقومن او لاسمینکم باسمائکم، فقال: قم یا فلان فقاموا خزایا متقنعین۔

ترجمہ: حضرت ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ منافقین مجتمع ہوئے اورانہوں نے آپس میں گفتگو کی۔اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم میں سے کچھ لوگ مجتمع ہوئے اور انہوں نے ایسا ایسا کیا' لہذا تم لوگ اٹھ جاؤاور اللہ تعالی سے استغفار کرو۔ میں بھی تمہارے لئے استغفار کروں گا مگر کوئی نہ اٹھا۔ پھر حضور ﷺ نے اس طرح تین مرتبہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا' تم لوگ خود اٹھ جاؤاور اللہ تعالی سے استغفار کروورنہ میں تمہارے نام لے کر پکاروں گا۔ بالاخر آپ نے فرمایا' او فلاں اٹھ جااور وہ تمام کے تمام ذلیل وخوار ہو کر اٹھے۔

(طبقات الکبری ابن سعد ذکر علامات النبوۃ بعد نزول الوحی علی رسول اللہ ﷺ ج ۱ص ۱۷۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)،(خصائص الکبری ج ۲ص ۱۷۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام رازی "**لا تعلمهم ونحن نعلمهم**" سورہ توبہ پارہ ۹ آیت نمبر ۱۰۱ کے تحت لکھتے ہیں۔

عن السدی عن انس بن مالك قام النبی ﷺ خطیباً یوم الجمعة فقال اخرج یا فلان فانك منافق اخرج یا فلان فانك منافق فاخرج من المسجد ناساً وفضحهم۔

ترجمہ: سدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے روز خطاب کے لئے کھڑے ہوئے پس فرمایا اے فلاں! تو نکل جا بے شک تو منافق ہے اے فلاں! تو (بھی) نکل جا بے شک تو (بھی) منافق ہے پس آپ نے (منافق) لوگوں کو مسجد سے رسوا کر کے نکال باہر کیا۔

(التفسیر الکبیر ج ۱۶ص ۱۷۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)،(تفسیر ابن کثیر ج ۲ص ۳۸۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام محمد بن محمد العمادی ابو سعود متوفی ۹۵۱ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما ان النبی ﷺ قام خطیباً یوم الجمعة فقال اخرج یا فلان فانك منافق اخرج یا فلان فانك منافق فاخرج ناسا وفضحهم فهذا هو العذاب الاول۔

(تفسیر ابو سعود ج ۴ص ۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں۔

قال قام رسول الله ﷺ خطیباً یوم الجمعة فقال اخرج یا فلان فانك منافق اخرج یا فلان فانك منافق فاخرج من المسجد۔

ترجمہ: حضور ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا اے فلاں تو نکل جا تو منافق ہے۔ آپ ﷺ نے منافقوں کا نام لے لے کر ان کو مسجد سے نکال دیا۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۱۱ص ۱۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت)،(الدر المنثور ج ۴ص ۲۸۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

قال الکلبی والسدی قام النبی ﷺ خطیباً یوم الجمعة فقال اخرج یا فلان فانك منافق اخرج ناسا من المسجد وفضحهم فهذا هو العذاب الاول۔

(تفسیر بغوی ج ۲ص ۳۲۳ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام ابی الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

قاله ابن عباس قال وقام رسول الله ﷺ يوم جمعة خطيباً فقال يا فلان اخرج فانك منافق ويا فلان اخرج ففضحهم۔

(زاد المسیر فی علم التفسیر لابن جوزی ج ۳ ص ۴۸۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

وقال السدى عن ابى مالك عن ابن عباس فى هذه الآية قال قام رسول الله ﷺ خطيباً يوم الجمعة فقال اخرج يا فلان انك منافق واخرج يا فلان فانك منافق فاخرج من المسجد ناسا منهم فضحهم۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج ابن ابى حاتم والطبرانى فى الاوسط وغيرهما عن ابن عباس رضى الله عنهما قال قام رسول الله ﷺ يوم جمعة خطيباً فقال قم فلان فاخرج فانك منافق اخرج يا فلان فانك منافق فاخرجهم باسمائهم ففضحهم۔

(تفسیر روح المعانی ج ۱۱ ص ۱۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

محقق اہل سنت مفتی محمد خان قادری مدظلہ العالی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں۔

اگر ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی **لاتعلمهم** (تم ان منافقین کو نہیں جانتے) واضح کر رہا ہے کہ آپ ﷺ کو منافقین کے احوال سے آگاہی نہ تھی اس کے باوجود کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو آگاہی تھی۔

اس سلسلہ میں چند گزارشات درج ذیل ہیں۔

(۱) بلاشبہ یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ آپ ﷺ کو منافقین کا علم نہ تھا مگر جب دیگر آیات قرآنیہ آشکار کر رہی ہیں کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرما دیا تھا جیسا کہ فرمایا **وعلمك مالم تكن تعلم** (اور اللہ نے تعلیم دیدی اس چیز کی جو تم نہیں جانتے تھے) تو یوں کہا جائے گا پہلے آپ ﷺ کو علم نہ تھا یہ علم بعد میں دیا گیا۔

(۲) مفسرین کرام نے ان الفاظ قرآنیہ کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ آپ ﷺ انہیں نہیں جانتے ہاں ہم جانتے ہیں اور ہم تمہیں ان پر مطلع کر دیں گے۔

امام ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۸۶ھ ان الفاظ کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لانى عالم السر والعلانية ونعلم نفاقهم نعرفك حالهم۔

ترجمہ: میں ظاہر و مخفی جانتا ہوں اور ان کے نفاق کو بھی جانتا ہوں اور ان کا حال تم پر آشکار کر دوں گا۔

(بحر العلوم ج ۲ ص ۸۴)

امام عبدالرحمٰن ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ کے الفاظ ہیں۔

لاتعلم انت حتى نعلمك بهم۔

ترجمہ: تم نہیں جانتے یہاں تک کہ ہم تم کو آگاہ نہیں کر دیتے۔

(زاد المسیر ج ۳ ص ۴۷۲)

حاشیہ.....☆

یہی الفاظ امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی متوفی ۴۵۰ھ کے ہیں۔

امام علاء الدین علی بن محمد خازن حضرت کلبی اور سدی سے روایت نقل کرنے کے بعد (کہ حضور ﷺ نے دوران خطبہ جمعہ متعدد منافقین کو مسجد سے ذلیل ورسوا کر کے نکال دیا) لکھتے ہیں۔

فان صح هذا القول فيحتمل ان يكون بعد ان اعلمه الله حالهم وسماهم له لان الله سبحانه و تعالى قال لا تعلمهم نحن نعلمهم ثم بعد ذالك اعلمه بهم۔

ترجمہ: اگر یہ روایت درست ہے تو ممکن ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے احوال اور ناموں پر آپ ﷺ کو مطلع فرمادیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں پھر اس کے بعد آپ ﷺ کو آگاہ فرمادیا۔

(لباب التاویل ج ۲ ص ۲۷۶)

شیخ محمد علی صابونی رقمطراز ہیں۔

ای لا تعلمهم انت يا محمد لمهارتهم فی النفاق بحيث يخفى امرهم على كثيرين ولكن نحن نعلمهم و نخبرك عن احوالهم۔

ترجمہ: اے محمد ﷺ ان کے ماہر نفاق ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ انہیں نہیں جان سکتے ان کا معاملہ بہت سوں پر مخفی ہے لیکن ہم جانتے ہیں اور ان کے احوال سے آپ ﷺ کو باخبر کردیں گے۔

(صفوۃ التفاسیر ج ۱ ص ۸۷۷)

شیخ مصطفےٰ المنصوری کے بھی تقریباً یہی الفاظ ہیں۔

لاتعرفهم باعيانهم لمهارتهم فی النفاق بحيث يخفى امرهم على كثير ولكن نحن نعلمهم ونخبرك عن احوالهم۔

(المقتطف ج ۲ ص ۴۲۷)

یہ آیت پہلے کی ہے

جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ یہ پہلے کا معاملہ ہے بعد میں حضور ﷺ کو منافقین کا علم عطا کر دیا گیا اس پر مفسرین کرام کی تصریحات بھی موجود ہیں۔ جب سوال پیدا ہوا کہ سورہ محمد کی آیت "ولتعرفنهم فی لحن القول" بتارہی ہے کہ آپ ﷺ منافقین کو جانتے تھے اس کی تفسیر میں آپ متعدد صحابہ کے اقوال بھی ملاحظہ کریں گے کہ اس کے بعد آپ ﷺ پر کوئی منافق مخفی نہ رہا تو اس کے جواب میں مفسرین نے کہا سورہ توبہ کی آیت مبارکہ "لاتعلمهم" پہلے کی اور سورہ محمد کی آیت بعد میں نازل ہوئی۔ آیئے چند مفسرین کرام کی تصریحات ملاحظہ کریں۔

(۱) امام سلیمان الجمل متوفی ۱۲۰۴ھ یہی اعتراض نقل کر کے امام کرخی کے حوالہ سے جواب دیتے ہیں۔

فان قلت كيف نفى علمه بحال المنافقين هنا واثبته فی قوله و لتعرفنهم فی لحن القول فالجواب ان آية النفی نزلت قبل آية الاثبات فلا تنافی اهکر خی۔

ترجمہ: سوال یہاں منافقین کے احوال کے علم کی نفی کیسے کردی حالانکہ ولتعرفنھم فی لحن القول میں اس کا اثبات ہے۔ جواب آیت نفی

حاشیہ......☆

اثبات سے پہلے کی ہے لہذا منافات نہیں ہے۔

(الفتوحات الالھیۃ ج ۲ ص ۳۱۲)

(۲) امام احمد صاوی متوفی ۱۲۴۱ھ نے بھی یہی الفاظ ذکر کیے۔

ان قلت کیف نفی علمه بحال المنافقین هنا و اثبته فی قوله (لتعرفنهم فی لحن القول) فالجواب ان آیة النفی نزلت قبل آیة الاثبات۔

ترجمہ: سوال یہاں احوال منافقین کی آپ ﷺ سے نفی کی جارہی ہے حالانکہ ولتعرفنھم فی لحن القول میں علم ثابت ہے جواب آیت نفی آیت اثبات سے پہلے کی ہے۔

(حاشیہ صاوی ج ۳ ص ۶۸)

(۳) شیخ صدیق حسن قنوجی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں۔

لاینا فی هذا قوله تعالی (ولعترفنهم فی لحن القول) لان آیة النفی نزلت قبل آیة الاثبات۔

ترجمہ: یہ ارشادگرامی ولتعرفنھم فی لحن القول کے منافی نہیں کیونکہ آیت نفی آیت اثبات سے پہلے کی ہے۔

(فتح البیان ج ۳ ص ۱۷۰)

(۴) شیخ ثناء اللہ امرتسری متوفی ۱۳۲۱ھ لاتعلمهم کے تحت لکھتے ہیں۔

ای الآن علما قطعیا۔

ترجمہ: آپ ابھی تک ان کے بارے میں علم قطعی نہیں رکھتے۔

اس پر حاشیہ لکھا۔

فیه اشارة الی ان ما یروی ان حذیفة صاحب سر رسول الله ﷺ کان یعلم المنافقین باعلامه ﷺ فهو بعد هذه الایة فلا تعارض لقوله تعالیٰ لعل الله یحدث بعد الك امرا۔

ترجمہ: اس میں اس طرف اشارہ ہے جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ صاحب سر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ حضور ﷺ کے بتانے کی وجہ سے منافقین کو جانتے تھے تو وہ اس آیت کے بعد کا معاملہ ہے لہذا کوئی تعارض نہیں۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کسی امر کو پسند فرمالے۔

سورہ محمد کی تفسیر میں ان کے الفاظ یہ ہیں۔

ولتعرفنهم الآن فی لحن القول۔

ترجمہ: تم ضرور اب لحن قول سے انہیں پہچان لو گے۔

(تفسیر القرآن ص ۳۳۳)

مولانا محمد نعیم دیوبندی (استاذ تفسیر دار العلوم دیوبند) نے اس اعتراض و جواب کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

لاتعلمھم دوسری آیت میں ولتعرفنھم الخ فرمایا گیا ہے ان دونوں آیتوں میں تعارض کا جواب یہ ہے کہ انکار کی آیت پہلے ہے اور اثبات کی بعد کی۔

(علم نبوی اور منافقین ص ۱۹۷ تا ۲۰۰ مطبوعہ کاروان اسلام پبلیکیشنز لاہور)

☆............☆

ہم اثبات علم غیب میں ایک حدیث پیش کر چکے ہیں۔ جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم پر ہماری امت پیش کی گئی۔ لہذا ہم نے منافقوں اور کفار اور مومنین کو پہچان لیا۔ اس پر منافقین نے اعتراض کیا اور قرآن کی آیت ان کے جواب کے لئے آئی۔ ان سب دلائل میں مطابقت کرنے کے لئے یہ توجیہ کرنا ضروری ہے۔ نیز یہ کلام اظہار غضب کے لئے ہوتا ہے اگر بچہ کو باپ مارنے لگے اور کوئی باپ سے بچائے تو وہ کہتا ہے کہ اس خبیث کو تم نہیں جانتے میں جانتا ہوں اس سے علم کی نفی نہیں۔

(۱۰) رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ولا تصل علی احد منهم مات ابدا** (پارہ۱۰ سورۃ التوبہ آیت نمبر۸۴) حضور علیہ السلام نے عبداللہ بن ابی منافق کی نماز جنازہ یا تو پڑھ لی یا پڑھنا چاہی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منع کیا۔ مگر ان کی عرض نہ سنی۔ تب یہ آیت اتری۔ جس میں آپ کو منافقین کی نماز جنازہ سے روکا گیا۔ اگر علم غیب تھا تو منافق کا جنازہ کیوں پڑھا؟

جواب:۔ اس منافق کا حضرت ابن عباس پر کچھ احسان تھا اور اس کا فرزند مخلص مومن تھا اور خود اس منافق نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ حضور پڑھائیں۔ اس وقت تک اس کی ممانعت نہ تھی۔ لہذا دینی مصلحت سے اجازت پر عمل فرمایا۔ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۱۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت و روح البیان نے فرمایا کہ اس کی وصیت علامت توبہ تھی اور شریعت کا حکم ظاہر پر ہے۔ جس پر حضور نے عمل فرمایا۔ رب کو منظور نہ تھا کہ حبیب کا دشمن ظاہری عزت بھی پاوے۔ لہذا قرآن کریم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تائید فرمادی غرض کہ اس مسئلہ کو علم غیب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا منافق ہونا ظاہر تھا۔ مگر اس نماز میں بہت سی مصلحتیں تھیں۔ کریم کا کرم غیر اختیاری ہوتا ہے۔ اور پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پتہ لگ جائے مگر حضور ﷺ کو پتہ نہ لگے۔

ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔

ترجمہ: اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ کہ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تم کو علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

(پارہ۱۵ سورہ۱۷ آیت نمبر۸۵)

مخالفین اس آیت سے دلیل لاتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو روح کا علم نہ تھا کہ روح کیا چیز ہے لہذا آپ کو علم غیب کلی نہ ہوا اس میں تین امور قابل غور ہیں۔ اولاً یہ کہ اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ ہم نے حضور علیہ السلام کو یہ علم نہیں دیا۔ یا حضور علیہ السلام نے کہاں فرمایا کہ مجھے روح کا علم نہیں ملا۔ لہذا اس آیت کو نفی علم روح کی دلیل بنانا محض غلط ہے۔ اس میں تو پوچھنے والے کافروں سے فرمایا گیا کہ تم کو علم بہت تھوڑا سا دیا گیا ہے تم کو روح کی حقیقت کا علم نہیں دوسرے یہ کہ **قل الروح من امر ربی** کے معنی حضرت قبلہ عالم شیخ مہر علی شاہ صاحب فاضل گولڑوی علیہ الرحمۃ نے سیف چشتیائی میں حضرت محی الدین ابن عربی سے یہ نقل فرمایا کہ **قل الروح من امر ربی** فرمادو کہ روح امر رب سے ہے۔ یعنی عالم بہت سے ہیں عالم عناصر عالم ارواح عالم امر عالم امکان وغیرہ تو روح عالم امر کی چیز ہے اور تم لوگ عالم عناصر کے تم اس کی حقیقت کو نہیں جان سکتے کیونکہ اے کافر تم کو تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ روح البیان میں زیر آیت۔ **لا تدرکه الابصار وهو یدرک الابصار** (پارہ۷ سورہ۶ آیت نمبر۱۰۳) ہے۔

لانه تجاوز فی تلک اللیلة عن عالم العناصر ثم عن عالم الطبعیة ثم عن عالم الارواح حتی وصل الی عالم الامر وعین الراس من عالم الاجسام فانسلخ عن الکل ورای ربه بالکل۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام معراج کی رات عالم عناصر سے آگے بڑھے پھر عالم طبیعت سے پھر عالم ارواح سے یہاں تک کہ عالم امر تک جا پہنچے اور سر کی آنکھ عالم اجسام سے ہے پس آپ ان تمام چیزوں سے علیحدہ ہوگئے اور رب تعالیٰ کو کل ذات سے دیکھا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۱۰۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ شب معراج میں حضور علیہ السلام نے عالم امر کی سیر ہی نہیں فرمائی بلکہ خود بھی عالم امر میں سے بن گئے ۔اور اپنے رب کو دیکھا۔ اور اسی عالم امر کی روح بھی ہے۔ پھر آپ پر روح کیونکر مخفی رہ سکتی ہے۔ جس طرح ہم جسموں کو جانتے پہچانتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام آدھے بشر اور آدھے روح تھے کیونکہ حضرت مریم علیہ السلام تو بشر تھیں اور حضرت جبریل علیہ السلام روح فارسلنا روحنا (پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۱۷) ہم نے حضرت مریم علیہ السلام کے پاس اپنی روح یعنی جبریل کو بھیجا۔ اور آپ کی پیدائش حضرت جبریل کی پھونک سے ہوئی۔ اس لئے دونوں امور آپ میں موجود ہیں۔ فتوحات مکیہ باب ۵۷۵ میں شیخ اکبر فرماتے ہیں۔

فکان نصفه بشرا ونصفه الاخر روحا مطهرا ملکا لان جبریل وهبه لمریم۔

ترجمہ: حضرت مسیح علیہ السلام نصف بشر اور نصف دوم پاک روح ہیں۔ کیونکہ جبریل نے حضرت مریم کو انہیں بخشا۔

اور ان کی پیدائش بھی حضور علیہ السلام کے نور سے ہے۔ تو گویا حضور علیہ السلام از سرتا پا روح ہیں۔

روح البیان نے اسی آیت لا تدرک کے ماتحت لکھا ہے۔

الحقیقت المحمدیة هی حقیقة الحقائق وهو الموجود العام الشامل۔

ترجمہ: حقیقت محمدیہ تمام حقیقتوں کی حقیقت ہے اور وہ ہی وجود عام ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

لہٰذا آیت کے معنی یہ ہوئے کہ روح وہ جو امر یعنی کن سے بلاواسطہ پیدا ہو۔ اور وہ تو حقیقت محمدیہ ہے۔ کہ بلاواسطہ ان کی پیدائش ہے اور سب کی پیدائش ان کے نور سے ہے مطلب یہ ہوا کہ عالم کی روح حقیقی میں ہوں۔ تفسیر کبیر نے اس جگہ فرمایا کہ یہاں روح سے قرآن یا جبریل مراد ہیں۔ کفار نے سوال کیا تھا کہ قرآن کیا ہے شعر ہے یا کہانت؟ جبریل کون ہیں؟ اور کیسے آتے ہیں؟ جواب دیا گیا کہ قرآن امر الٰہی ہے نہ شعر ہے نہ جادو۔ جبریل امر الٰہی سے آتے ہیں۔ وما نتنزل الا بامر ربك (پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۶۴) اسی کبیر میں ہے۔

فاذا کان معرفت الله تعالیٰ ممکنة بل حاصلة فای مانع یمنع من معرفة الروح۔

ترجمہ:.... جب حضور علیہ السلام خدا کو پہچانیں تو روح کو کیوں نہ پہچانیں۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۹۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تیسرے یہ کہ مفسرین و محدثین نے تصریح فرمائی ہے کہ حضور علیہ السلام کو روح کا علم تھا۔ تفسیر خازن نے اسی آیت کے ماتحت لکھا۔

قیل ان النبی علیه السلام علم معنی الروح لکن لم یخبر به لان ترك الاخبار کان علما لنبوته والقول الاصح ان الله استاثر بعلم الروح۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام کو حقیقت روح معلوم تھی لیکن اس کی خبر نہ دی کیونکہ یہ خبر نہ دینا آپ کی نبوت کی علامت اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علم روح سے خاص ہے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۴۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس عبارت میں علم روح ماننے والوں کو مشرک نہ کہا گیا اور نہ ان کے قول کو غلط بتایا۔

تفسیر روح البیان اسی آیت کی تفسیر میں ہے۔

جل منصب حبیب الله ان یکون جاهلا بالروح مع انه عالم بالله وقد من الله علیه بقوله وعلمك ما لم تکن تعلم۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کی شان اس سے بلند ہے کہ آپ روح سے ناواقف ہوں حالانکہ آپ اللہ سے واقف ہیں رب نے آپ پر احسان جتایا کہ فرمایا جو کچھ آپ نے جانتے تھے وہ آپ کو بتادیا۔

(تفسیر روح البیان ج۵ص۲۳۵مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر مدارک یہ ہی آیت۔

وقیل کان السوال عن خلق الروح یعنی مخلوق ام لا لقوله من امر ربی دلیل خلق الروح فکان جواباً۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ سوال روح کی پیدائش سے متعلق تھا کہ روح مخلوق بھی ہے یا نہیں اور رب کا فرمان من امر ربی روح کے مخلوق ہونے کی دلیل ہے لہذا یہ جواب ہو گیا۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج۱ص۲۷مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنۃ پشاور)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں روح کا علم ہونے نہ ہونے سے بحث ہی نہیں ہو رہی ہے یہاں تو ذکر مخلوقیت روح کا ہے۔

مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۴۰ وصل ایذا رسانی کفار فقراء صحابہ را میں شیخ فرماتے ہیں۔

چہ گونہ جرات کند مومن عارف کہ نفی علم بحقیقت روح از سید المرسلین وامام العارفین کند وداده است او را حق سبحانہ علم ذات وصفات خود وفتح کردہ برائے او فتح مبین از علوم اولین و آخرین روح انسانی چہ باشد کہ در جنب جامعیت وے قطرہ ایست از دریا و ذرہ ایست از بیدا۔

ترجمہ:...... مومن عارف یہ ہمت کس طرح کر سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام سے حقیقت روح کے علم کی نفی کرے حالانکہ رب نے ان کو اپنی ذات وصفات کا علم دیا ہے اور ان پر علوم اولین وآخرین کھول دیئے حضور علیہ السلام کے علم کے مقابل روح انسانی کی کیا حقیقت ہے وہ تو اس دریا کا ایک قطرہ اور جنگل کا ایک ذرہ ہے۔

(مدارج النبوت ج۲ص۴۰-۴۱مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ)

احیاء العلوم میں امام غزالی فرماتے ہیں:

ولا تظن ان ذلك لم يكن مكشوفا لرسول الله ﷺ فان من لم يعرف نفسه فكيف يعرف الله سبحنه فلا يبعد ان يكون ذلك مكشوفا لبعض الاولياء والعلماء۔

ترجمہ: تم یہ گمان نہ کرنا کہ روح حضور علیہ السلام کو ظاہر نہ تھی۔ کیونکہ جو اپنے کو نہ پہچانے گا۔ وہ اللہ کو کس طرح پہچان سکتا ہے یہ بھی بعید نہیں کہ روح بعض اولیاء وعلماء کو ظاہر ہو۔

(احیاء العلوم ج۳ص۱۱۲مطبوعہ مصر)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم روح عطا ہوا بلکہ حضور کے صدقے سے بعض علماء واولیاء کو بھی ملا۔ بعض لوگوں نے اس کا انکار بھی کیا۔ مگر وہ بلا دلیل ہے۔ نیز جب ثبوت ونفی کے دلائل ہوں تو ثبوت کو اختیار کرنا چاہیئے جیسا کہ ہم قاعدہ اصول کا بیان کر چکے ہیں۔

(۱۲) عفا الله عنك لما اذنت لهم (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۴۳) غزوہ تبوک میں بعض منافقین نے غلط بہانہ کر کے شرکت نہ کی۔ حضور علیہ السلام کو ان کی حیلہ سازی کا پتہ نہ لگا اور انہیں جہاد میں نہ جانے کی اجازت دے دی اس آیت میں آپ پر عتاب فرمایا گیا کہ کیوں اجازت دی۔ اگر آپ کو علم غیب ہوتا۔ تو اصل حال آپ پر ظاہر ہوتا۔

جواب:۔ نہ اس آیت آپ پر عتاب ہے اور نہ حضور ان کے فریب سے بے خبر تھے۔ بلکہ حضور علیہ السلام نے ان کی پردہ پوشی

فرماتے ہوئے اجازت دی۔ رب نے فرمایا کہ اے مجرموں کے پردہ پوش! آپ نے ان کو رسوا کیوں نہ کیا؟ عتاب غلطی پر ہوتا ہے یہاں غلطی کون سے ہوئی تھی؟ عفا اللہ کلمہ دعائیہ ہے نہ کہ عتاب۔

یسئلونك عن الساعة ایان مرسٰها فیم انت من ذکرها۔

ترجمہ: تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لئے ٹھہری ہوتی ہے تم کو اس بیان سے کیا تعلق۔

(پارہ ۳۰ سورہ ۷۹ آیت نمبر ۴۲۔۴۳)

اس آیت سے مخالفین دلیل لاتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم نہ تھا کہ کب ہوگی۔ لہذا آپ کو علم غیب کلی نہ ہوا۔ جواب صحیح یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو یہ علم بھی عطا فرمایا۔ مفسرین نے اس آیت کی چند توجیہیں کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ آیت علم قیامت عطا کرنے سے پہلے کی ہے دوم یہ کہ اس سے مقصود سائلین کو جواب دینے سے روکنا ہے نہ کہ آپ کے علم کی نفی۔ تیسرے یہ کہ اس آیت میں فرمایا گیا۔ **انت من ذکراها** (پارہ ۳۰ سورہ ۷۹ آیت نمبر ۴۳) آپ اس قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہیں آپ کو دیکھ کر ہی جان لینا چاہئے کہ قیامت قریب ہے۔ چوتھے یہ کہ اس میں فرمایا گیا ہے کہ دنیا میں آپ یہ باتیں بتانے نہیں بھیجے گئے۔

تفسیر صاوی یہ ہی آیت۔

وهذا قبل اعلامه بوقتها فلاینا فی انه علیه السلام لم یخرج من الدنیا حتی اعلمه الله بجمیع مغیبات الدنیا والاخرة۔

ترجمہ: یہ آیت حضور علیہ السلام کو قیامت کے وقت کی خبر دینے سے پہلے کی ہے لہذا یہ اس قول کے خلاف نہیں کہ حضور علیہ السلام دنیا سے نہ گئے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو دنیا و آخرت کے سارے علوم دے دیئے۔

(تفسیر صاوی ج ۶ ص ۲۳۱۔۲۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان میں یہ ہی آیت۔

قد ذهب بعض المشائخ الی ان النبی علیه السلام کان یعرف وقت الساعة باعلام الله وهو لاینا فی الحصر فی الایة۔

ترجمہ: بعض مشائخ ادھر گئے ہیں کہ نبی علیہ السلام قیامت کے وقت جانتے تھے اللہ کے بتانے سے اور یہ قول اس آیت کے حصر کے خلاف نہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۱۰ ص ۳۸۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان میں یہ ہی آیت پارہ ۹ زیر آیت **یسئلونك کانك حفی عنها** (پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۸۷) (تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۲۷۱۔۲۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) میں بھی ہے اور وہاں یہ بھی ہے کہ دنیا کی کل عمر ۷۰ ہزار سال ہے۔ یہ روایت صحیح ثابت ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم ہے۔

تفسیر خازن یہ ہی آیت۔

وقیل معناه فیم انکار لسوالهم ای فیم هذا السوال ثم قال انت یا محمد من ذکرها ای من علامتها لانك اخر الرسل فکفاهم ذلك دلیلا علی ذنوها۔

ترجمہ:...... کہا گیا ہے کہ فیما کفار کے سوال کا انکار ہے یعنی ان کا سوال کس شمار میں ہے پھر فرمایا کہ آپ اے محمد (ﷺ) اس قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ کیونکہ آپ آخری نبی ہیں پس ان کو یہ دلیل کافی ہے قیامت قریب ہونے پر۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۳۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر مدارک یہ ہی آیت۔

او کان رسول اللہ علیہ السلام لم یزل یذکر الساعۃ ویسئل عنھا حتی نزلت فھو تعجب من کثرۃ ذکرھا۔

ترجمہ: یا حضور علیہ السلام قیامت کا بہت ہی ذکر فرماتے تھے اور اس کے بارے میں سوال کئے جاتے تھے یہاں تک کہ آیت اتری پس یہ آیت تعجب ہے آپ کے زیادہ ذکر قیامت فرمانے پر۔

(تفسیر مدارک ج۴ص۴۵۴ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

اب اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کس قدر ذکر قیامت فرماتے ہیں۔

مدارک یہ ہی آیت۔

او فیم انکار لسوالھم عنھا ای فیم ھذا السوال ثم قال انت من ذکرتھا وانت اخر الانبیآء علامۃ من علامتھا فلا معنی لسوالھم عنھا۔

ترجمہ:...... یا فیما کفار کے سوال کا انکار ہے یعنی یہ سوال کس شمار میں ہے پھر فرمایا کہ آپ اس قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ کیونکہ آپ آخری نبی ہیں۔ قیامت کی علامت میں سے ایک علامت ہیں اب ان کے قیامت کے پوچھنے کے کوئی معنی ہی نہیں۔

(تفسیر مدارک ج۴ص۴۵۴ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

اب اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا قیامت کے متعلق پوچھنا لغو ہے آپ خود اس کی علامت ہیں وہ کیوں پوچھتے ہیں۔ مدارک یہ ہی آیت۔

قیل فیم انت من ذکرھا متصل بالسوال ای یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسھا ویقولون این انت من ذکرھا ثم استانف فقال الی ربک۔

ترجمہ:...... اور کہا گیا ہے کہ فیما انت سوال سے ملا ہوا ہے یعنی کفار آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کا قیام کب ہوگا؟ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کو اس کا علم کہاں سے آیا پھر رب تعالیٰ نے اپنی بات شروع کی الی ربک۔

(تفسیر مدارک ج۴ص۴۵۴ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

اب اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ کفار نے پوچھا کہ آپ کو یہ علم کہاں سے ہے۔ رب نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے تو یہ آیت علم قیامت کا ثبوت ہے۔ مدارک یہ ہی آیت۔

انما انت منذر من یخشھا ای لم تبعث لتعلمھم بوقت الساعۃ انما انت الخ۔

ترجمہ: یعنی آپ اس لئے نہیں بھیجے گئے کہ ان کو قیامت کے وقت کی خبر دیں۔

(تفسیر مدارک ج۴ص۴۵۴ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ کفار کا یہ کہنا کہ اگر آپ قیامت کی خبر دے دیں تو آپ نبی ہیں ورنہ نہیں۔ محض بیہودہ ہے کیونکہ قیامت کی خبر دینا نبوت کے فرائض میں سے نہیں۔ نبی کے لئے تبلیغ احکام ضروری ہے۔

مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۴۰ وصل ایذ رسانی کفار فقراء صحابہ میں ہے۔

وبعضے علماء علم ساعتہ نیز مثل ایں معنی گفتہ اند۔

ترجمہ: یعنی بعض علماء نے روح کی طرح حضور کو قیامت کا علم بھی مانا۔

(مدارج النبوت ج۲ص۴۰۔۴۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ)

یسئلونک کانک حفی عنھا قل انما علمھا عند اللہ۔

ترجمہ: تم سے ایسا پوچھتے ہیں گویا تم نے اس کو خوب تحقیق کر رکھا ہے تم فرماؤ کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

(پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۸۷)

مخالفین اس آیت کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم نہیں۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ آپ ﷺ کو قیامت کا علم نہیں دیا۔ اس میں تو یہ ہے کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ دینے کی نفی نہیں۔ دوم یہ کہ یہ علم قیامت دینے سے قبل کی آیت ہے۔

تفسیر صاوی یہ ہی آیت۔

والذی یجب الایمان به ان النبی علیه السلام لم ینتقل من الدنیا حتی اعلمه الله بجمیع المغیبات التی تحصل فی الدنیا والاخرة فهو یعلمها کما هی عین یقین لما ورد رفعت لی الدنیا فانا انظر فیما کما انظر الی کفی هذه وورد انه اطلع لی الجنة و ما فیها والنار وما فیها وغیر ذلک مما تواترت الاخبار ولکن امر بکتمان بعضها۔

ترجمہ: جس پر ایمان لانا ضروری ہے یہ ہے کہ نبی علیہ السلام دنیا سے منتقل نہ ہوئے یہاں تک کہ رب نے آپ کو وہ تمام غائب چیزیں بتادیں جو دنیا اور آخرت میں آیا کہ ہمارے سامنے دنیا پیش کی گئی۔ پس ہم اس میں اس طرح نظر کر رہے ہیں جیسے اپنے اس ہاتھ میں یہ بھی آیا ہے کہ ہم کو جنت اور وہاں کی نعمتوں اور دوزخ اور وہاں کے عذابوں پر اطلاع دی گئی علاوہ ازیں اور متواتر خبریں ہیں لیکن بعض کے چھپانے کا حکم دیا گیا۔

(تفسیر صاوی علی الجلالین تحت آیت یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا پارہ ۹ سورۃ الاعراف آیت ۱۸۷ ج ۲ ص ۳۳۷ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

تفسیر خازن میں اسی آیت میں ہے کہ اس کی اصل عبارت یہ ہے۔ یٰسئلونک عنھا کانک حفی یعنی یہ لوگ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں گویا آپ ان پر بڑے مہربان ہیں۔ اور آپ ان کو بتا ہی دیں گے حالانکہ یہ اسرار الٰہی میں سے ہے اغیار سے چھپانا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم ہے مگر اظہار کی اجازت نہیں۔

یسئلونک الناس عن الساعة قل انما علمها عند الله۔

ترجمہ: لوگ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

(پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۶۳)

جواب: تفسیر صاوی یہ ہی آیت۔

انما وقت السوال والا فلم یخرج نبینا علیه السلام حتی اطلعه الله علی جمیع المغیبات ومن جملتها الساعة۔

ترجمہ: یعنی اس قیامت پر کوئی مطلع نہیں اور یہ سوال کے وقت تھا اور نہ نبی علیہ السلام تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ آپ کو اللہ نے تمام غیبوں پر مطلع فرما دیا۔ جس میں سے قیامت بھی ہے۔

(حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین ج ۴ ص ۲۸۹ مطبوعہ قاہرہ مصر)

روح البیان یہ ہی آیت۔

ولیس من شرط النبی ان یعلم الغیب بغیر تعلیم من الله تعالیٰ۔

ترجمہ: اور نبی شرائط میں سے یہ نہیں ہے کہ اللہ کے بغیر بتائے غیب جانے۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۲۸۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت میں کسی کو علم قیامت دینے کی نفی نہیں ہے لہذا اس سے حضور علیہ السلام کے نہ جاننے پر دلیل پکڑنا غلط ہے۔ تفسیر صاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

المعنى لايفيد علمه غيره تعالى فلا ينافى ان رسول الله عليه السلام لم يخرج من الدنيا حتى اطلع على ما كان وما يكون وما هو كائن ومن جملته علم الساعة۔

ترجمہ: معنی یہ ہیں کہ قیامت کا علم خدا کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ پس یہ آیت اس کے خلاف نہیں کہ نبی علیہ السلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ رب تعالیٰ نے ان کو سارے اگلے پچھلے واقعات پر مطلع فرما دیا۔ ان میں سے قیامت کا علم بھی ہے۔

(تفسیر صاوی ج۵ ص۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مخالفین علم قیامت کی نفی کی دلیل میں شروع مشکوۃ کی وہ روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا اخبرنی عن الساعۃ مجھے قیامت کے متعلق خبر دیجئے تو فرمایا ما المسؤل عنها باعلم من السائل یعنی اس بارے میں ہم سائل سے زیادہ جاننے والے نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ کو قیامت کا علم نہیں۔

مگر دلیل بھی محض لغو ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ اس میں حضور علیہ السلام نے اپنے جاننے کی نفی نہیں کی بلکہ زیادتی علم کی نفی کی۔ ورنہ فرماتے لا اعلم میں نہیں جانتا اتنی دراز عبارت کیوں ارشاد فرمائی؟ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اے جبریل اس مسئلہ میں میرا اور تمہارا علم برابر ہے کہ مجھ کو بھی خبر ہے اور تم کو بھی اس مجمع میں یہ پوچھ کر راز ظاہر کرنا مناسب نہیں۔ دوسرے یہ کہ جواب سن کر حضرت جبریل نے عرض کیا۔ فاخبرنی عن اماراتھا تو قیامت کی نشانیاں ہی بتا دیجئے اس پر حضور علیہ السلام نے چند نشانیاں بیان فرمائیں کہ اولاد نافرمان ہوگی اور کمین لوگ عزت پائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ جس کو قیامت کا بالکل علم ہی نہ ہو۔ ان سے اس کے نشان پوچھنا کیا معنی؟ نشان اور پتہ تو جاننے والے سے پوچھا جاتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے قیامت قائم ہونے کا دن بتایا۔ مشکوۃ باب الجمعہ میں ہے۔

لاتقوم الساعة الا في يوم الجمعة۔

ترجمہ: قیامت قائم نہ ہوگی مگر جمعہ کے دن۔

(سنن ابی داؤد باب تفریع ابواب الجمعۃ باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ ج۱ ص۲۷۴ رقم الحدیث ۱۰۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

کلمہ اور بیچ کی انگلی ملا کر فرمایا۔

بعثت انا والساعة كهاتين۔

ترجمہ: ہم اور قیامت اس طرح ملے ہوئے بھیجے گئے ہیں۔ (مشکوۃ باب خطبہ یوم الجمعہ)

(صحیح البخاری کتاب الرقاق باب قول النبی ﷺ بعثت انا والساعۃ کھاتین ج۵ ص۲۳۸۵ رقم الحدیث ۶۱۳۸۔ ۶۱۳۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (مشکوۃ باب الخطبہ یوم الجمعہ الفصل الاول ص۱۲۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

یعنی ہمارے زمانہ کے بعد بس قیامت ہی ہے اور اس قدر علامات قیامت ارشاد فرمائیں کہ ایک بات بھی نہ چھوڑی۔ آج میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ابھی قیامت نہیں آسکتی کیونکہ نہ ابھی دجال آیا نہ حضرت مسیح و مہدی نہ آفتاب مغرب سے نکلا۔ ان علامات نے قیامت کو بالکل ظاہر فرما دیا۔ پھر قیامت کا علم نہ ہونے کے کیا معنی؟ پس زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ سنہ نہ بتایا کہ فلاں سنہ میں قیامت ہوگی۔ لیکن حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ پاک میں سنہ مقرر ہی نہ ہوئی تھی۔ سنہ ہجری عہد فاروقی میں مقرر ہوئی کہ ہجرت تو ربیع الاول

میں ہوئی مگر سنہ ہجری کا آغاز محرم سے ہوتا ہے بلکہ اس زمانہ میں قاعدہ یہ تھا کہ سال جو کوئی بھی اہم واقعہ ہوا اس سے سال منسوب کر دیا۔ سال فیل سال فتح سال حدیبیہ وغیرہ۔ تو سنہ ہجری کس طرح بتایا جاسکتا تھا۔ اس دن کی علامات وغیرہ سب بتا دیئے اور جوذات اس قدر تفصیلی علامتیں بیان کرے وہ بے علم کس طرح ہوسکتی ہے؟ نیز ہم ثبوت علم غیب میں وہ حدیث پیش کر چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے قیامت تک کے من وعن واقعات بیان کر دیئے۔ اب کیسے ممکن ہے کہ قیامت کا علم نہ ہو۔ کیونکہ دنیا ختم ہوتے ہی قیامت ہے اور حضور علیہ السلام کو یہ علم ہے کہ کونسا واقعہ کس کے بعد ہوگا تو جو آخری واقعہ ارشاد فرمایا وہ ہی دنیا کی انتہاء ہے اور قیامت کی ابتداء دو ملی ہوئی چیزوں میں سے ایک کی انتہاء کا علم دوسری کے ابتداء کا علم ہوتا ہے۔ اس پر خوب غور کر لیا جاوے۔ نہایت نفیس تحقیق ہے جو حضرت صدر الافاضل مرشدی استاذی مولانا سید نعیم الدین صاحب مرادآبادی نے ایک تقریر کے دوران میں ارشاد فرمائی۔

اعتراض۔ ۱۶ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔

ترجمہ: بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔

(پارہ ۲۱ سورہ لقمان آیت نمبر ۳۴)

اس آیت سے مخالفین کہتے ہیں کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں یہ اللہ کی صفت ہے جو کسی غیر کے لئے ثابت کرے وہ مشرک ہے اسی کو علوم خمسہ کہتے ہیں قیامت کب ہوگی بارش کب ہوگی عورت کے پیٹ میں لڑکا یا لڑکی اور کل کیا ہوگا اور کون کہاں مرے گا؟ اس آیت کی تائید میں شرح مشکوۃ کی روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نے حضور علیہ السلام سے قیامت کے متعلق دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ فی خمس لایعلم ھن الا اللہ ثم قرء ان اللہ عندہ علم الساعۃ یعنی پانچ چیزیں وہ ہیں جن کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ پھر یہ ہی آیت تلاوت فرمائی۔ ہم علوم خمسہ کے بارے میں نہایت منصفانہ تحقیق کرتے ہیں اور ناظرین سے انصاف کی توقع اور اپنے رب سے تمنائے قبول رکھتے ہیں۔ اولاً اس آیت کی تفسیریں مفسرین کے اقوال پھر متعلق حدیث کے متعلق محدثین کے اقوال پھر اپنی تحقیق پیش کرتے ہیں۔

تفسیرات احمدیہ زیر آیت مذکورہ۔

ولك ان تقول ان علم ھذہ الخمسۃ وان لا یعلمھا احد الا اللہ لکن یجوز ان یعلمھا من یشآء من محبیہ واولیآء بقرینۃ قولہ تعالی ان اللہ علیم خبیر بمعنی المخبر۔

ترجمہ: اور تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ان پانچوں باتوں کو اگر چہ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لیکن جائز ہے کہ خدا پاک اپنے ولیوں اور محبوبوں میں سے جس کو چاہے سکھائے اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ جاننے والا بتانے والا ہے خبیر بمعنی مخبر۔

(التفسیرات الاحمدیہ ص ۶۰۸ پارہ ۲۱ سورۃ لقمان تحت آیۃ ۳۴ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

تفسیر صاوی آیت ما ذا تکسب غداً (پارہ ۲۱ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۳۴) کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ای من حیث ذاتھا واما باعلام اللہ للعبد فلا مانع منہ کالانبیآء وبعض الاولیآء وقال تعالیٰ ولا یحیطون بشئی من علمہ الا بماشآء وقال تعالی فلایظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول فلا مانع من کون اللہ یطلع بعض عبادہ الصلحین علی بعض المغیبات فتکون معجزۃ للنبی وکرامۃ للولی ولذلك قال العلمآء الحق انہ لمہ یخرج نبینا من الدنیا حتی اطلعہ علی تلك الخمس۔

ترجمہ: یعنی ان باتوں کو کوئی اپنے آپ نہیں جانتا لیکن کسی بندے کا اللہ کے بتانے سے جاننا اس سے کوئی مانع نہیں جیسے انبیاء اور بعض اولیاء۔ رب نے فرمایا کہ یہ لوگ خدا کے علم کو نہیں گھیر سکتے مگر جس قدر رب چاہے اور فرمایا کہ اپنے غیب پر کسی کو ظاہر نہیں فرماتا سوائے برگزیدہ رسولوں کے پس اگر خدا تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کو بعض غیبوں پر مطلع فرمادے تو کوئی مانع نہیں پس یہ علم نبی کا معجزہ اور ولی کی کرامت ہوگا اسی لئے علماء نے فرمایا کہ حق یہ ہے کہ حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک ان کو ان پانچوں باتوں پر رب نے مطلع فرمادیا۔

(الصاوی علی الجلالین ج۳ص۲۶۰ مطبوعہ مصر)

تفسیر عرائس البیان زیر آیت ویعلم ما فی الارحام (پارہ۲۱ سورہ۳۱ آیت نمبر۳۴) ہے۔

وسمعت ایضا من بعض اولیاء اللہ انہ اخبر ما فی الرحم من ذکر وانثی ورأیت بعینی ما اخبر۔

ترجمہ: ہم نے بعض اولیاء کو سنا کہ انہوں نے پیٹ کے بچہ لڑکی یا لڑکے کی خبر دی اور ہم نے اپنی آنکھوں سے وہی دیکھا جس کی انہوں نے خبر دی تھی۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وما روی عن الانبیآء والاولیآء من الاخبار عن الغیوب فبتعلیم اللہ تعالیٰ اما بطریق الوحی او بطریق الالہام والکشف وکذا اخبر بعض الاولیآء عن نزول المطر واخبر عما فی الرحم من ذکر وانثی فوقع کما اخبر۔

ترجمہ: اور جو غیب کی خبریں انبیاء واولیاء سے مروی ہیں پس یہ اللہ کی تعلیم سے ہے یا وحی یا الہام کے طریقے سے۔ اوراسی طرح بعض اولیاء نے بارش آنے کی خبر دی اور بعض نے رحم کے بچہ لڑکے یا لڑکی کی خبر دی تو وہ ہی ہوا جو انہوں نے کہا تھا۔

(تفسیر روح البیان ج۷ص۱۰۵ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

قیامت کے علم کی تحقیق ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں۔ جو علوم خمسہ میں سے ہے۔

ان تفاسیر کی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے علوم خمسہ اپنے حبیب علیہ السلام کو دیئے اور اس آیت میں خبیر بمعنی مخبر ہے اس کے متعلق اور بھی تفاسیر کی عبارتیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اس پر اختصار کرتا ہوں۔ اب رہی مشکوٰۃ شروع کتاب الایمان کی حدیث کہ یہ پانچ چیزیں کوئی نہیں جانتا اس کی شرحیں ملاحظہ ہوں امام قرطبی امام عینی امام قسطلانی شرح بخاری میں اور ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل اول میں اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

فمن ادعیٰ علم شیٔ منھا غیر مسند الی رسول اللہ ﷺ کان کاذباً فی دعوھہ۔

ترجمہ: پس جو شخص ان پانچوں میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے حضور علیہ السلام کی طرف بغیر نسبت کئے ہوئے وہ اپنے دعوی میں جھوٹا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی ﷺ ج۱ص۲۹۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت)، (ارشاد الساری شرح البخاری کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی ﷺ ج۱ص۱۴۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (فتح الباری ج۱ص۱۲۴ مطبوعہ دار نشر الکتب لاہور)، (مرقاۃ المفاتیح ج۱ص۶۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)، (روح المعانی ج۲۱ص۱۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

لمعات میں شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

المراد لایعلم بدون تعلیم اللہ۔

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ ان پانچوں باتوں کو بغیر اللہ کے بتائے کوئی نہیں جانتا۔

(لمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح تحت الحدیث ج ۳ ص ۳۷ مطبوعہ مکتبہ المعارف العلمیہ شیش محل لاہور)

اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

مراد آنسب که بے تعلیم الٰهی بحساب عقل ایهنار اند امزاز امور الغیب امذکر که جز خدائے تعالیٰ کسے آں رامذ امذ مگر آنکه دے تعالیٰ ازنزد خود کسے رابوحی والهام بدنامذ۔

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ ان امور غیب کو بغیر اللہ کے بتائے ہوئے عقل کے اندازہ سے کوئی نہیں جان سکتا۔ کیونکہ ان کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مگر وہ جس کو اللہ اپنی طرف سے بتادے۔ وحی یا الہام سے۔

(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۴۴ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

امام قسطلانی شرح بخاری کتاب التفسیر سورہ رعد میں فرماتے ہیں۔

لا یعلم متی تقوم الساعة الا الله الا من ارتضی من رسول فانه یطلعه من یشاء من غیبه والولی التابع له یاخذ عنه۔

ترجمہ: کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی سوائے اللہ کے اور پسندیدہ رسول کے کیونکہ رب تعالیٰ اس کو اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے اور ان کا تابع ولی ان سے وہ غیب لیتا ہے۔

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الرعد ج ۷ ص ۱۸۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

انجاح الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ باب اشراط الساعۃ زیر حدیث خمس لایعلمهن الا الله ہے۔

اخبر الصدیق زوجته بنت خارجة انها حاملة بنت فولدت بعد وفاته ام کلثوم بنت ابی بکر فهذا من الفراسة والظن ویصدق الله فراسة المومن۔

ترجمہ: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی بنت خارجہ کو خبر دی کہ وہ بیٹی سے حاملہ ہیں۔ لہذا صدیق کی وفات کے بعد ام کلثوم بنت صدیق پیدا ہوئیں پس یہ فراست اور ظن ہے خدا تعالیٰ مومن کی فراست کو سچا کر دیتا ہے۔

(انجاح الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ ابواب الفتن باب اشراط الساعۃ ۲۹۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

سید شریف عبدالعزیز مسعود تاب الابریز میں فرماتے ہیں۔

هو علیه السلام لا یخفی علیه من شئی من الخمس المذکورة فی الایة وکیف یخفی ذلك والاقطاب السبعة من امته الشریفة یعلمونها وهم دون الغوث فکیف بالغوث فکیف بسید الاولین والاخرین الذی هو سبب کل شئی ومنه کل شئی۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام پر ان پانچ مذکورہ میں سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں اور حضور پر یہ امور مخفی کیونکر ہو سکتے ہیں حالانکہ آپ کی امت کے ساتھ قطب ان کو جانتے ہیں پس غوث کا کیا پوچھنا اور پھر سید الانبیاء ﷺ کا کیا کہنا جو ہر چیز کے سبب ہیں اور جن سے ہر چیز ہے۔

(الابریز الباب الثانی ص ۱۶۷۔۱۶۸ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر)

علامہ جلال الدین سیوطی روض النظر شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔

قوله علیه السلام الا هو معناه بانه لایعلمها احد بذاته الا هو لکن قد یعلم به باعلام الله فان لم من یعلمها وقد وجدنا ذلك بغیر واحد کمارء ینا جماعة علموا متی یموتون علموا ما فی الارحام۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کا فرمانا الا ھو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کو اپنے آپ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن کبھی اللہ کے بتانے سے

جان لیتے ہیں کیونکہ یہاں وہ لوگ ہیں جو جانتے ہیں ہم نے متعدد کو ایسا پایا جیسے ہم نے ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ جان لیتے ہیں کہ کب مرینگے اور جانتے ہیں شکم کے بچہ کو۔

(خالص الاعتقاد ص ۷۶ مطبوعہ دار الرضا لاہور)

یہی جلال الدین سیوطی خصائص شریف میں فرماتے ہیں۔

عرض فیه ما هو کائن فی امته حتی تقوم الساعة۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام پر تمام وہ چیزیں پیش کر دی گئیں جو آپ کی امت میں قیامت تک ہونے والی ہیں۔

علامہ بیجوری شرح قصیدہ بردہ صفحہ ۷۴ میں فرماتے ہیں۔

لم یخرج ﷺ من الدنیا الا یعد ان اعلمه الله تعالیٰ بهذه الامور ای الخمسة۔

ترجمہ: حضور ﷺ دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ان پانچ چیزوں کا علم بتا دیا۔

(حاشیۃ الباجوری علی البردۃ تحت البیت فان من جودک الدنیا الخ ص ۹۲ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

جمع النہایہ میں علامہ شنوائی فرماتے ہیں۔

قد ورد ان الله تعالیٰ لم یخروج النبی ﷺ حتی اطلعه علی کل شیء۔

ترجمہ: یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو دنیا سے خارج نہ کیا یہاں تک کہ ہر چیز پر مطلع کر دیا۔

(خالص الاعتقاد ص ۷۷۔۷۸ مطبوعہ دار الرضا لاہور)

یہ ہی علامہ شنوائی اسی جمع النہایہ میں فرماتے ہیں۔

قال بعض المفسرین لایعلم هذا الخمس علما لدنیا ذاتیا بلا واسطة الا الله فالعلم بهذا الصفة مما اختص الله به واما بواسطة فلا یختص به۔

ترجمہ: بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان پانچ باتوں کو ذاتی طور پر بلا واسطہ تو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا پس اس طرح کا علم خدا سے خاص ہے لیکن علم بالواسطہ وہ خدا سے خاص نہیں۔

فتوحات وہبیہ شرح اربعین نووی میں فاضل ابن عطیہ فرماتے ہیں۔

الحق کما قال جمع ان الله لم یقض نبینا علیه السلام حتی اطلعه علی کل ما ابهم عنه الا انه امر بکتم بعض والاعلام ببعض۔

ترجمہ: حق وہ ہی ہے جو ایک جماعت نے کہا ہے کہ اللہ نے حضور علیہ السلام کو وفات نہ دی یہاں تک کہ پوشیدہ چیزوں پر خبردار کر دیا لیکن بعض کے چھپانے اور بعض کے بتانے کا حکم دیا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب بستان المحدثین صفحہ ۱۱۴ میں فرماتے ہیں۔

نقل می کنند که والد شیخ ابن حجر دافرزند نمی ذیست کشیده خاطر بحضور شیخ رسید شیخ فرمود اذ پشت تو فرزند می خواهد بر آمد که بعلم دنیا را پر کند۔

ترجمہ: نقل ہے کہ شیخ ابن حجر کے والد کا کوئی بچہ نہ جیتا تھا۔ ملول دل ہو کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے شیخ نے فرمایا کہ تمہاری پشت سے ایسا فرزند ہوگا کہ اپنے علم سے دنیا کو بھر دے گا۔

(بستان المحدثین اردو فارسی ص ۳۰۴ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

یہاں تک تو علوم خمسہ کے نقلی دلائل تھے۔اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ مخالفین بھی مانتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا علم تمام مخلوق سے زیادہ ہے جس کا حوالہ ہم تحذیر الناس سے پیش کر چکے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی کو ان پانچ چیزوں کا علم دیا گیا یا نہیں۔مشکوۃ کتاب الایمان بالقدر میں ہے کہ شکم مادر میں بچہ بننے کا ذکر فرماتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ثم یبعث اللہ الیہ ملکا باربع کلمت فیکتب عملہ و اجلہ ورزقہ وشقی او سعید ثم ینفخ فیہ الروح۔

ترجمہ: یعنی پھر رب تعالیٰ ایک فرشتہ کو چار باتیں بتا کر بھیجتا ہے وہ فرشتہ لکھ جاتا ہے اس کا عمل اس کی موت اس کا رزق اور یہ کہ نیک بخت ہے یا بد بخت پھر روح پھونکی جاتی ہے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان بالقدر الفصل الاول ص ۲۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

یہ ہی علوم خمسہ ہیں اور تمام موجودہ اور گزشتہ لوگوں کی یہ پانچ باتیں وہ فرشتہ کاتب تقدیر جانتا ہے مشکوۃ اسی باب میں ہے۔

کتب اللہ مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السموت والارض بخمسین الف سنۃ۔

ترجمہ: اللہ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے بچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیریں لکھ دیں۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان بالقدر الفصل الاول ص ۱۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں علوم خمسہ ہیں۔ تو وہ ملائکہ جو لوح محفوظ پر مقرر ہیں اسی طرح انبیاء و اولیاء جن کی نظر لوح محفوظ پر رہتی ہے ان کو یہ علوم خمسہ حاصل ہوئے۔مشکوۃ کتاب الایمان بالقدر میں ہے کہ میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اولاد کی روحیں سیاہ و سفید رنگ میں دکھادی گئیں کہ سیاہ روحیں تو کافروں کی ہیں اور سفید مسلمانوں کی۔معراج میں حضور علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس طرح دیکھا کہ ان کے داہنے جانب سفید اور بائیں جانب سیاہ رنگ کی ارواح ہیں یعنی جنتی دوزخی لوگ مومنوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور کفار کو ملاحظہ فرما کر غمگین۔اسی مشکوۃ کتاب الایمان بالقدر میں ہے۔کہ ایک دن حضور علیہ السلام اپنے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں لئے ہوئے مجمع صحابہ میں تشریف لائے۔اور داہنے ہاتھ کی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ اس میں تمام جنتی لوگوں کے نام مع ان کے قبیلے کے ناموں کے ہیں۔اور دوسری کتاب میں تمام دوزخیوں کے نام مع ان کے قبائل کے ہیں۔اور آخر میں ان ناموں کا ٹوٹل بھی لگا دیا گیا ہے۔کہ کل کتنے۔اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے مرقات میں فرمایا۔ الظاھر من الاشارات انھما حسیان وقبل تمثیل۔اشارہ سے یہ ہی ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ کتابیں دیکھنے میں آرہی ہیں۔اسی مشکوۃ باب عذاب القبر میں ہے کہ جو مردہ نکرین کے امتحان میں کامیاب یا نام ہوتا ہے تو نکرین کہتے ہیں۔ قد کنا نعلم انك تقول ھذا ہم تو پہلے ہی سے جانتے تھے کہ تو یہ کہے گا۔ معلوم ہوا کہ نکرین کو امتحان میت سے پہلے ہی سعادت اور شقاوت کا علم ہوتا ہے۔امتحان تو فقط پابندی قانون یا معترض کا منہ بند کرنے کو ہوتا ہے حدیث میں ہے کہ جب کسی صالح آدمی کی بیوی اس سے لڑتی ہے تو جنت سے حور پکارتی ہے کہ یہ تیرے پاس چند دن کا مہمان ہے پھر ہمارے پاس آنے والا ہے اس سے جھگڑا نہ کر مشکوۃ کتاب النکاح فی عشرۃ النساء معلوم ہوا کہ حور کو بھی خبر ہوتی ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا حضور علیہ السلام نے جنگ بدر میں ایک دن پہلے زمین پر نشان لگا کر فرمایا کہ یہاں فلاں کافر مرے گا اور یہاں فلاں موت کی زمین کا علم ہوا۔(مشکوۃ کتاب الجہاد)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ علوم خمسہ کا علم اللہ نے بعض بندوں کو بھی دیا ہے پھر حضور علیہ السلام کا علم ان سب کے علموں کو محیط تو کس طرح ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو علوم خمسہ حاصل نہ ہوں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ پانچ علوم عطائی حادث ہو کر خدا کی صفت نہیں۔ورنہ کسی کو ان میں سے ایک بات کا بھی علم نہ ہوتا۔صفت الٰہی میں شرکت نہ تو کلاً جائز نہ بعضاً۔ان دلائل کے جواب انشاء اللہ مخالف سے نہ بن سکیں گے۔

حاشیہ.....☆

علوم خمسہ کے مزید دلائل

بارش کے نزول کا علم

ثم یاتی من بعد ذلك عام فیه یغاث الناس و فیه یعصرون۔

ترجمہ: اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں لوگوں پر خوب بارش نازل کی جائے گی اور اس سال انگور کا رس بھی خوب نچوڑیں گے۔

(سورۃ یوسف آیت نمبر ۴۹)

والصفت صفاً O فالزجرت زجراً O

(سورہ الصفت آیت نمبر ۱۔۲)

امام علی بن محمد الخازن متوفی ۷۲۵ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن عباس هم الملائکۃ یصفون کصفوف الخلق فی الدنیا للصلاۃ۔

ترجمہ: وہ فرشتے ہیں جو صف بستہ کھڑے ہوں گے جیسے دنیا میں لوگ نماز کے لئے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

دوسری آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی الملائکۃ تزجر السحاب وتسوقه۔

ترجمہ: آیت سے مراد ہے کہ فرشتے بادلوں کو چلاتے ہیں۔ (یعنی بارش برسانے کی غرض سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں)

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔

وذکر القسطلانی انه عزوجل اذا امر بالغیث وسوقه الی ماشاء من الاماکن علمته الملائکۃ الموکلون به ومن شاء سبحانه من خلقه عزوجل۔

ترجمہ: امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بارش کا حکم دیتا ہے اور جس جگہ چاہتا ہے بادلوں کو بھیج دیتا ہے تو وہ فرشتے جن کے سپرد یہ کام ہے۔ اس کے بارے میں جان لیتے ہیں اور اللہ کی مخلوق میں سے جسے اللہ چاہے وہ بھی جان جاتا ہے۔

(تفسیر روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ویرسل اللہ علیهم مطرا لا یکن منه بیت وبر ولا مدر فیغسل الارض یترکها کالزلفة۔

ترجمہ: اللہ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھودے گی اور ہر گھر خواہ مٹی کا بنا ہوا ہو یا کھال کا خیمہ ہو وہ آئینہ کی طرف صاف ہو جائے گا۔

(سنن الترمذی باب ماجاء فی فتنۃ الدجال قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث حسن صحیح غریب ج ۴ ص ۵۱۰ رقم الحدیث ۲۲۴۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

ثم یرسل اللہ علیهم مطرا لا یکن منه بیت مدر ولا وبر فیغسله حتی یترکه کالزلفة۔

ترجمہ: اللہ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھودے گی اور ہر گھر خواہ مٹی کا بنا ہوا ہو یا کھال کا خیمہ ہو وہ آئینہ کی طرف صاف ہو جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ بن مریم وخروج یاجوج وماجوج ج ۲ ص ۱۳۵۶ تا ۱۳۵۸ رقم الحدیث ۴۰۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۱ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)

حاشیہ......☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا ابو کامل وعفان قالا ثنا حماد عن سھیل قال عفان فی حدیثه قال انا سھیل بن ابی صالح عن ابیه عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ثم لا تقوم الساعة حتی یمطر الناس مطرا لا تکن منه بیوت المدر ولا تکن منه الا بیوت الشعر۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت تک قیامت واقع نہیں ہوگی جب تک کہ اتنی زبردست بارش نہ ہو جس سے کوئی پختہ بنا ہوا گھر محفوظ رہے نہ خیمہ۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۷۵۵۴ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

رواہ احمد ورجاله رجال الصحیح۔

ترجمہ: اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۳۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فیرغب نبی اللہ عیسی واصحابه الی اللہ فیرسل اللہ طیرا کاعناق البخت فتحملھم فتطرحھم حیث شاء اللہ ثم یرسل اللہ مطرا لا یکن منه بیت مدر ولا بر فیغسل الارض حتی یترکھا کالزلفة۔

ترجمہ: پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کی مانند پرندے بھیجے گا یہ پرندے ان لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا وہاں پھینک دیں گے پھر اللہ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھو دے گی اور ہر گھر خواہ مٹی کا بنا ہوا ہو یا کھال کا خیمہ ہو وہ آئینہ کی طرف صاف ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم باب ذکر الدجال وصفته وما معه ج ۴ ص ۲۲۵۰ تا ۲۲۵۴ رقم الحدیث ۲۹۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۷۳-۱۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس قال اصابتنا سحابة، ولم نطلع فیھا فخرج علینا النبی ﷺ فقال ان ملکاً موکلاً بالسحاب دخل علی آنفا فسلم علی فاخبرنی انه یسوق بالسحاب الی واد بالیمن یقال له صریح، فجاء نا راکب بعد ذلک فسالناہ عن السحابة فاخبر انھم مطروا فی ذلک الیوم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ ہم نے ایک بدلی دیکھی اور رسول اللہ ﷺ باہر ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا یہ بدلی کا موکل فرشتہ ابھی میرے پاس آیا اور اس نے مجھے سلام کر کے بتایا کہ اس بدلی کو یمن کی اس وادی کی طرف لے جا رہا ہوں جس کا نام صریح ہے۔ اس کے بعد ہمارے پاس ایک سوار آیا۔ اس نے اس سے اس بدلی کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ بدلی اسی دن برسی تھی۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۷۵ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے باب باندھا ہے۔

باب اخبارہ ﷺ عن السحابة التی مطرت بالیمن۔

بادل کو ملاحظہ فرما کر خبر دینا کہ یہ یمن میں برسے گا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۷۵ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

قال البیهقی: وله شاهد مرسل، عن بکر بن عبدالله المزنی ان النبی ﷺ اخبر عن ملك السحاب انه یجیء من بلد کذا وانهم مطروا یوم کذا وانه ساله متی تمطر بلدنا؟ فقال: یوم کذا وعنده ناس من المنافقین، فحفظوه ثم سالوا عن ذلك فوجدوا تصدیقه فآمنوا وذکروا ذلك للنبی ﷺ فقال لهم: زادکم الله ایمانا۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حدیث کی شاہد وہ مرسل روایت ہے جو بکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابر کے فرشتہ کی خبر دی کہ یہ فرشتہ فلاں شہر سے آرہا ہے اور فلاں دن ان پر بارش ہوئی ہے اور آپ نے پوچھا ہمارے شہر میں کب بارش ہوگی؟ اس نے کہا فلاں دن ہوگی۔ اس وقت کچھ منافقین موجود تھے۔ انہوں نے اس دن کو یاد رکھا کہ اس بات کی تصدیق کریں اور انہوں نے اس کی تصدیق کی اور وہ ایمان لائے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا آپ نے ان کو دعا دی کہ "زادکم اللّٰہ ایمانا"

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۷۵ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۴۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ما فی الارحام یعنی ماؤں کے رحم کا علم

قال انما انا رسول ربك لاهب لك غلاماً زکیا O

ترجمہ: جبریل نے کہا میں صرف آپ کے رب کا فرستادہ ہوں تاکہ آپ کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔

(سورہ مریم آیت نمبر ۱۹)

قالوا لا تخف و بشروه بغلم علیم O

ترجمہ: فرشتوں نے کہا آپ مت ڈریں اور ان کو علم والے لڑکے کی بشارت دی۔

(سورہ الذاریات آیت نمبر ۲۸)

حدیث نمبر (۱)......

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

ان الله عزوجل اذا اراد ان یخلق العبد قال الملك یارب ذکر ام انثی فیقول الرب ماشاء یکتب الملك یارب اشقی ام سعید فیقول الرب ماشاء ویکتب الملك ثم یقول یارب ما هو لاق فیقول الرب ماشاء ویکتب الملك ثم یقول الملك مارزقه فیقول الله ماشاء ویکتب الملك ثم یقول یارب ما اجله فیقول الرب ماشاء ویکتب الملك۔

ترجمہ: اللہ عزوجل جب کسی بندے کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو فرشتہ عرض کرتا ہے یارب! لڑکا یا لڑکی؟ رب تعالیٰ تو جو چاہتا ہے فرمادیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے یارب! بد بخت یا نیک بخت؟ پس رب (کائنات) جو چاہتا ہے فرمادیتا ہے اور فرشتہ

حاشیہ.....☆

لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے یارب! یہ کس کو ملنے والا ہے؟ پس رب کریم جو چاہتا ہے فرما دیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے اس کا رزق کتنا ہے؟ پس اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے فرما دیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے یارب! اس کی موت کب ہوگی؟ تو رب تعالیٰ جو چاہتا ہے فرما دیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۳ ص ۱۷۶ رقم الحدیث ۳۰۴۴ مطبوعہ مطبعۃ الزھراء الحدیثیہ عراق موصل)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۱۳ رقم الحدیث ۱۸۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یدخل الملك علی النطفة بعد ما تستقر فی الرحم باربعین او خمسة و اربعین لیلة فیقول یارب اشقی۔

(بخاری شریف کتاب الانبیاء باب خلق ادم و ذریتہ ج ۱ ص ۴۶۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان باب الایمان بالقدر الفصل الاول ص ۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (طبرانی صغیر باب من اسمہ احمد ج ۱ ص ۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام محمد بن احمد بن جمیع الصیداوی متوفی ۴۰۲ھ روایت کرتے ہیں۔

فیکتب رزقه و اجله و عمله و شقیا او سعیدا۔

(معجم الشیوخ ص ۶۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

قال ای رب شقی ام سعید ذکر او انثی فما الرزق فما الاجل فیکتب کذلك فی بطن امه۔

(الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۲۳ رقم الحدیث ۳۴۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حدیث مبارکہ میں لفظ **کلمات** واقع ہے جو **کلمة** کی جمع ہے اس سے قضاء و قدر کا ہر ایک علیحدہ علیحدہ باب مراد ہے مثلاً وہ فرشتہ انسان کا رزق اور اجل یعنی اس کے عالم دنیا میں رہنے کے کل لمحات اور اس کے اعمال اور پھر یہ کہ وہ بد بخت ہے یعنی ایسا کہ اس کے لیے دوزخ واجب اور نیک بخت یعنی اس کے لیے بہشت واجب ہوگی یہ تمام باتیں اس کی ماں کے پیٹ کے اندر موجودگی میں لکھی جاتی ہیں۔

یہ حدیث شریف اہلسنت و جماعت کے دلائل میں سے ایک ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ اور ان کے طفیل دیگر محبوبوں کو **ما فی الارحام** کا علم عطا فرماتا ہے۔ افسوس ان نادانوں پر کہ وہ ایک فرشتے کے لیے تو مانتے ہیں لیکن فرشتوں کے نبی ﷺ اور ان کے آقا ﷺ کے لئے شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

حدیث نمبر ﴿۲﴾......

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابوبکر ثنا معاذ بن هشام ثنا علی بن صالح عن سماك عن قابوس قال قالت ام الفضل ثا یا رسول الله رأیت کان فی بیتی عضوا من اعضائك قال خیرا رأیت تلد فاطمة غلاما فترضعیه فولدت حسینا او حسنا فارضعته بلبن قثم۔

ترجمہ: حضرت قابوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ہمارے گھر میں آپ کے اعضاء میں سے ایک عضو ہے آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا ہے عنقریب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور تم اس کو دودھ پلاؤ گی پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت امام حسین یا امام حسن رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے

حاشیہ.....☆

اورانہوں نے حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کو دودھ پلایا۔
(سنن ابن ماجہ باب تعبیر الرؤیا ج ۲ ص ۱۲۹۳ رقم الحدیث ۳۹۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (التحقیق فی احادیث الخلاف ج ا ص ۱۰۵ رقم الحدیث ۸۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن ابی بکر بن اسماعیل الکنانی متوفی ۸۴۰ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

هذا اسناد رجاله ثقات وهو صحيح۔

(مصباح الزجاجہ باب تعبیر الرؤیا ج ۴ ص ۱۵۷ مطبوعہ دار العربیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا عبدالله بن بكر بن حبيب السهمي حدثنا حاتم بن ابی صغيرة عن سماك بن حرب ان ام الفضل امراة العباس بن عبدالمطلب قالت يارسول الله رايت فيما يرى النائم كان عضوه من اعضائك فی بيتي قال خيرا رايت تلد فاطمة غلاماً وترضعيه بلبان ابنك قثم قال فولدت الحسين فكفلته ام الفضل۔

ترجمہ: سماک بن حرب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے خواب دیکھا کہ گویا آپ کے اعضاء میں سے کوئی عضو اڑ کر میرے گھر آ گیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ایک مبارک خواب دیکھا ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوگا اور تم اسے اپنے بچے قثم رضی اللہ عنہ کے ساتھ دودھ پلاؤ گی پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے ام فضل رضی اللہ عنہا نے انہیں اپنی کفالت میں لے لیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

تلد فاطمة غلاما ترضعيه بلبن لم ابنك فولدت حسينا۔

ترجمہ: فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوگا اور تم اسے اپنے بچے قثم رضی اللہ عنہ کے ساتھ دودھ پلاؤ گی پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حدیث نمبر﴿۳﴾......

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابو نعيم عن ابن عباس قال:حدثتني ام الفضل قالت:مررت بالنبي ﷺ فقال انك حامل بغلام فاذا ولدت فائتيني به قلت يا رسول الله انى ذاك وقد تحالفت قريش ان لاياتوا النساء قال هو ما قد اخبرتك قالت فلما ولدته اتيته به فاذن في اذنه اليمنى واقام في اليسر والباء من ريقه وسماه عبدالله وقال اذهبي بابى الخلفاء فاخبرت العباس فاتاه فذكر له فقال هو ما اخبرتك هذا ابو الخلفاء حتى يكون منهم السفاح حتى يكون منهم من يصلى بعيسى عليه السلام۔

ترجمہ: ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا مجھ سے ام فضل رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کے سامنے سے گزری تو آپ نے فرمایا تم ایک فرزند کی حاملہ ہو۔ جب وہ بچہ پیدا ہو تو

حاشیہ......☆

اسے میرے پاس لانا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے بچہ کیسے ہوگا۔ جب کہ قریش نے قسم اٹھائی رکھی ہے کہ وہ عورتوں کے پاس نہ آئیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ ایسا ہی ہوگا جیسا میں نے تم سے فرمایا۔ وہ کہتی ہیں جب میرے بچہ پیدا ہوا تو اسے آپ کے پاس لائی اور حضور ﷺ نے اس کے داہنے کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ اور اس بچے کے منہ میں لعاب دہن اقدس ڈالا اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ پھر فرمایا خلفاء کے باپ کو اب لے جاؤ۔ جب میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے واقعہ عرض کیا تو وہ حضور کی خدمت میں آئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا جو بات تم سے ام فضل رضی اللہ عنہا نے کہی ہے وہ حقیقت ہے۔ یہ ابوالخلفاء ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کچھ بدکار ہوں گے اور کچھ ان میں سے ہدایت یافتہ ہوں گے حتیٰ کہ ان میں سے ایک وہ ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھے گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۰ ص ۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۲۲۔۲۲۳ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۶ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

منا الذی یصلی عیسی ابن مریم خلفه۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف المیم ج ۲ ص ۵۰۴ رقم الحدیث ۸۲۶۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ قال حدثنی ابو عبداللہ محمد بن ابی خلف قثنا عثمان یعنی الحرانی عن سعید بن عبدالعزیز عن داود بن علی قال حملت ام الفضل فی الشعب فقال النبی ﷺ ثم انی لارجوا ان یبیض اللہ و جوهنا بغلام فولدت عبداللہ بن عباس۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۹۸۲ رقم الحدیث ۱۹۴۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام محب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں۔

فقال یا ام الفضل فقلت لبیك یارسول اللہ قال انك حامل بغلام۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکر انه ابوالخلفاء ص ۲۳۶ مطبوعہ دارالکتب المصریۃ)

امام محب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں۔

ذکر حدیث ام الفضل ان هذا ابنك ابوالخلفاء منهم من یصلی بعیسی بن مریم۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکر انه ابوالخلفاء ص ۲۳۶ مطبوعہ دارالکتب المصریۃ)

حدیث نمبر ﴿۴﴾......

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

وعن میسرۃ قال خرج رسول اللہ ﷺ فقال یاعباس هل تری فی السماء من نجم؟ فقلت نعم اری الثریا قال یملك هذه الامة من ولدك عددها۔

ترجمہ: حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا دیکھو کیا

حاشیہ......☆

آسمان میں کسی ستارہ کو دیکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں ثریا کو دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا سنو! ان ستاروں کی تعداد کے موافق تمہارے صلب کی اولاد اس امت کی حکمراں ہوگی۔

(دلائل النبوۃ للاصبہانی ص۲۲۶ رقم الحدیث ۳۲۶ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر ما جاء فی ان الخلافۃ فی ولدہ ص۲۰۵ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)

امام ابو عبداللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو طاهر المبارك بن ابى المعالى الحريمى ان هبة الله اخبرهم ابنا الحسن ابنا احمد ثنا عبدالله حدثنى ابى ثنا عبيد بن ابى قرة ثنا ليث بن سعد عن ابى قبيل عن ابى ميسرة عن العباس قال كنت ثم النبى ﷺ ذات ليلة فقال انظر هل ترى فى السماء من نجم؟ قال قلت نعم قال ما ترى قال قلت ارى الثريا قال اما انه يلى هذه الامة بعددها من صلبك اثنين فى فتنة ثم فى اسناده لاباس به ثم۔

(الاحادیث المختارۃ ج۸ ص۳۸۴۔۳۸۵۔۳۸۶ رقم الحدیث ۴۷۴۔۴۷۵۔۴۷۶ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمہ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد والحاكم والبيهقى وابو نعيم عن العباس قال: كنت عند النبى ﷺ ذات ليلة فقال انظر هل ترى فى السماء من نجم؟ قلت نعم ارى الثريا قال اما انه يلى هذه الامة بعددها من صلبك اثنين فى فتنة۔

ترجمہ: امام احمد وحاکم اور بیہقی وابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا ایک رات میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا۔ آپ نے فرمایا دیکھو کیا آسمان میں کسی ستارہ کو دیکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں ثریا کو دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا سنو! ان ستاروں کی تعداد کے موافق تمہارے صلب کی اولاد اس امت کی حکمراں ہوگی اور وہ فتنہ کے وقت حکمراں ہوں گے۔

(خصائص الکبری خلافۃ بنی العباس ج۲ ص۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص۳۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر﴿۵﴾......

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن انس قال مات ابن لابى طلحة من ام سليم فقال لاهلها لا تحدثوا ابا طلحة بابنه حتى اكون انا احدثه قال فجاء فقربت اليه عشاء فاكل وشرب قال ثم تصنعت له احسن ما كان تصنع قبل ذلك فوقع بها فلما رات انه قد شبع واصاب منها قالت يا ابا طلحة ارايت لو ان قوما اعار واعاريتم اهل بيت فطلبوا اعاريتم الهم ان يمنعوهم؟ قال لا قالت فاحتسب ابنك قال فغضب فقال تركتينى حتى تلطخت ثم اخبرتنى بابنى فانطلق حتى اتى رسول الله ﷺ فاخبره بما كان فقال رسول الله ﷺ بارك له لكما غابر ليلتكما قال فحملت۔

(مسلم شریف کتاب الفضائل باب فضائل ام سلیم رضی اللہ عنہا ج۲ ص۲۹۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین الباب الثامن فی المعجزات المتعلقۃ باستجابۃ دعاۂ ﷺ ص۴۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری باب دعاۂ ﷺ لحمل ام سلیم ج۲ ص۲۸۸۔۲۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر ارمیصاء ام سلیم رضی اللہ عنہا ج۲ ص۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

فقال لى ابو طلحة احمله حتى تاتى به النبى ﷺ فاتى به النبى ﷺ وبعثت معه بتمرات فاخذه

حاشیہ......☆

النبی ﷺ فقال امعه شيء قالوا نعم تمرات فاخذه النبی ﷺ فمضغها ثم اخذها من فيه فجعله فی الصبی ثم حنكه وسماه عبدالله و فی بعض الروايات فولد لعبدالله جماعة قراوا القرآن ببركة دعا رسول الله ﷺ۔

(دلائل النبوۃ للاصبہانی ص۲۰۷ رقم الحدیث ۲۱۳ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

حدیث نمبر﴿٦﴾......

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اخرج البیهقی عن علی قال قال لی رسول الله ﷺ سیولد لك بعدی غلام قد نحلته اسمی و کنیتی۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مرے بعد تم سے ایک بچہ پیدا ہوگا۔اس کا نام میرے نام پر اور اس کی کنیت میری کنیت پر تم رکھو گے۔

(دلائل النبوۃ امام بیہقی ج۶ص۳۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،حلیۃ الاولیاء ج۳ص۱۷۴۔ تاریخ الکبیر ج۱ص۱۸۲۔ تھذیب التھذیب ج۹ص۳۵۴۔طبقات ابن سعدج۵ص۹۱)،(سبل الھدیٰ والرشاد ج۱۰ص۱۰۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(خصائص الکبریٰ ج۲ص۲۲۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص۳۴۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(سیر اعلام النبلاء بقیۃ الطبقۃ الاولیٰ کن کبراء التابعین ابن الحنفیۃ ج۴ص۱۱۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)،(فضائل صحابہ لابن حنبل ج۲ص۶۷۶ رقم الحدیث ۱۱۵۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا المؤيد بن عبدالرحيم بن الاخوة باصبهان ان الحسين بن عبدالملك اخبرهم قراءة عليه انا ابراهيم سبط بحرويه انا محمد بن المقرى انا ابو يعلى الموصلى ثنا عبيدالله يعنى القواريرى ثنا يحيى عن فطر عن منذر ابى يعلى عن محمد بن الحنفية عن على انه استاذن رسول الله ﷺ فى ان ولد له بعده ان يسميه باسمه ويكنيه بكنيته قال فكانت رخصة من رسول الله ﷺ فكان اسمه محمدا و كنيته ابوالقاسم ورواه وكيع عن فطر.اسناده صحيح۔

(الاحادیث المختارۃ ج۲ص۳۴۳ رقم الحدیث ۷۲۰ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثہ مکہ مکرمۃ)،(صفوۃ الصفوۃ ذکر المصطفین من طبقات اھل المدینۃ من التابعین ومن بعدھم ج۲ص۷۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

حدیث نمبر﴿۷﴾......

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن عروة قال لقى رسول الله ﷺ رجلاً من اهل البادية وهو يتوجه الى بدر لقيه بالروحاء فسائله القوم عن خبر الناس فلم يجدوا عنده خبراً فقالوا اله سلم على رسول الله ﷺ فقال اوفيكم رسول الله ﷺ قالوا نعم قال الاعرابى فان كنت رسول الله فاخبرنى ما فى ناقتى هذه فقال له سلمة بن سلامة بن وقش وكان غلاماً حدثا لاتسال رسول الله ﷺ؟ انا اخبرك نزوت عليهما ففى بطنها سخلة منك۔

ترجمہ: عروہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بدر کی جنگ کو جا رہے تھے تو مقام روحا پر ایک بدوی ملا اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کچھ حالات پوچھے لیکن اس نے کچھ نہ بتایا پھر اسے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیجئے کہا کیا تم میں رسول اللہ ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہاں۔اعرابی بدوی نے کہا بتاؤ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے نہ پوچھو میری طرف متوجہ ہو میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں تیری نالائق حرکت کا نتیجہ ہے۔

حاشیہ.....☆

(مستدرک للحاکم منقبۃ شریفۃ لسلمۃ بن سلامۃ وقال ھذا صحیح مرسل ج۳ص ۵۱۸ رقم الحدیث ۵۸۲۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (عنوان غزوۃ البدر الکبریٰ الرجل اعترض رسول اللہ وجواب سلمۃ لہ ص ۲۵۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (امام الدمیری فی حیوۃ الحیوان تحت لفظ "السخلۃ" ج ۱ ص ۴۷۹ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

لقی رجلاً من الاعراب فسألوه عن الناس فلم يجدوا عنده خبرا فقال له الناس سلم على رسول الله ﷺ قال اوفيكم رسول الله ﷺ؟ قالوا نعم فسلم عليه ثم قال لئن كنت رسول الله فاخبرني عما في بطن ناقتي هذه قال له سلمة بن سلامة بن وقش لا تسأل رسول الله ﷺ واقبل علي فانا اخبرك عن ذلك نزوت عليها ففي بطنها منك سحلة فقال رسول الله ﷺ مه افحشت على الرجل ثم اعرض عن سلمة۔

(السیرۃ النبویۃ الطریق الی بدر ج ۲ ص ۳۴۴ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، الروض الانف ج ۳ ص ۴۴)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

فاخبرني عما في بطن ناقتي هذه فقال سلمة بن سلامة بن وقش لاتسال رسول الله ﷺ واقبل علي فانا اخبرك عن ذلك قد نزوت عليها ففي بطنها منك سخلة فقال رسول الله ﷺ مه افحشت على الرجل ثم اعرض عن سلمة۔

ترجمہ: اعرابی بدوی نے کہا بتاؤ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے نہ پوچھو میری طرف متوجہ ہو میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں تیری نالائق حرکت کا نتیجہ ہے۔

(سبل الھدی والرشاد غزوۃ بدر الکبریٰ ج ۴ ص ۲۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۴۴ھ لکھتے ہیں۔

قال ان كنت رسول الله فاخبرني بما في بطن ناقتي هذه فقال له سلامه بن سلامة بن وقش لاتسل رسول الله ﷺ اقبل علي انا اخبرك عن ذلك نزوت عليها ففي بطنها منك سخلة۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ باب غزوۃ بدر الکبریٰ ج ۲ ص ۳۸۵ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے نوعمر صحابی نے پیٹ کا حال بتادیا حضور نبی کریم ﷺ نے اعرابی کا یہ سوال سن کر خاموشی فرمائی تا کہ اس کی نالائق حرکت کا پردہ فاش نہ ہو لیکن اس نوعمر صحابی رضی اللہ عنہ نے اعرابی کو یہ بتادیا کہ اس اونٹنی کے پیٹ میں کس کا علقہ ہے۔

حضور ﷺ کی رؤف رحیمی پر قربان جنہوں نے علم ہونے کے باوجود اس اعرابی کا پردہ فاش کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس صحابی رضی اللہ عنہ کا یہ خبر دے دینا اسی بات کی دلیل ہے کہ آقا دو عالم ﷺ کے علم کی شان تو بہت بلند ہے بلکہ ان کی بدولت غلاموں کو بھی مافی الارحام کا علم ہوتا ہے یہی وجہ تھی کہ اعرابی حیران ہو گیا۔

حدیث نمبر ﴿۸﴾......

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال اخبرنا عارم بن الفضل قال اخبرنا حماد بن زيد عن اسحاق بن سويد ان ابا بكر اوصى

حاشیہ......☆

بالخمس قال اخبرنا الفضل بن دکین قال اخبرنا سفیان بن عیینة عن الزهری عن عروة عن عائشة قالت لما حضر ابابکر الوفاة جلس فتشهد ثم قال اما بعد یا بنیة فان احب الناس غنی الی بعدی انت وان اعز الناس علی فقرا بعدی انت وانی کنت نحلتك جداد عشرین وسقا من مالی فوددت والله انك حزته واخدته فانما هو مال الوارث وهما اخواك واختاك قالت قلت هذا اخوای فمن اختای قال ذات بطن ابنة خارجة فانی اظنها جاریة۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وقت قریب آیا تو وہ بیٹھے خطبہ وتشہد پڑھا پھر کہا کہ امابعد پیاری بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے اپنے بعد سب سے زیادہ تمہاری بے فکری بے نیازی محبوب ہے اور اپنے بعد تمہاری مفلسی محتاجی مجھے سب سے بے زیادہ گراں ہے میں نے اپنے مال کال بیس وسق غلہ تمہیں بخش دیا واللہ میں چاہتا تھا کہ تم اس پر قبضہ کرتیں اور اسے لے لیتیں لیکن وہ اب تو صرف وارثوں کا مال ہے اور وہ تمہارے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا یہ تو میرے دونوں بھائی ہیں بہنیں کون ہیں؟

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۹۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ لکھتے ہیں۔

انها قالت ان ابابکر الصدیق کان نحلها جاد عشرین

(موطا امام مالک کتاب الاقضیہ ج ۲ ص ۶۴۵)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال ابوبکر الصدیق رضی الله عنه لعائشة رضی الله عنها عند موته انما هما اخواك واختاك وکانت زوجته حاملا فولدت بنتا فکان قد عرف قبل الولادة انها۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ تیرے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں آپ کی زوجہ اس وقت حاملہ تھیں اور بعد میں بیٹی پیدا ہوئی تو پیدا ہونے سے پہلے ہی معلوم کرلیا کہ لڑکی پیدا ہوگی۔

(احیاء علوم الدین ج ۳ ص ۲۴۔۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

قال لما حضر ابابکر الوفاة جلس فتشهد ثم قال اما بعد یا بنیة فان احب الناس غنی الی بعدی انت وان اعز الناس علی فقرا بعدی انت وانی کنت نحلتك جداد عشرین وسقا من مالی فوددت والله انك حزته وانما هو اخواك واختاك قالت قلت هذان اخوای فمن اختای قال ذو بطن ابنة خارجة فانی اظنها جاریة و فی روایة قد القی فی روعی انها جاریة فولدت ام کلثوم۔

(صفوۃ الصفوۃ ذکر مرض ابی بکر ووفاتہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۲۵۔۲۲۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

وخبیب هو الذی خلف علی بنت خارجة بعد ابی بکر صدیق واسمها حبیبة وهی التی یقول ابوبکر عند وفاته ذوبطن بنت خارجة بن ابی زهیر ام کلثوم بنت ابی بکر۔

ترجمہ: حضرت خبیب رضی اللہ وہ ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت حبیبہ بنت خارجہ

حاشیہ ☆

رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا۔ یہ وہی خوش نصیب خاتون ہیں جن کے متعلق وقت وصال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ان کے بطن اقدس میں بچی ہے۔ یہ خارجہ بن ابی زہیر کی نور نظر تھیں اور وہ بچی حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما تھیں۔

(روض الانف نزول طلحۃ وصہیب علی خبیب بن اساف ج ۲ ص ۳۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

وصح من حدیث عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان ابابکر الصدیق رضی اللہ عنہ کان نحلها جداد عشرین وسقا من ماله بالغابة فلما حضرته الوفاة قال واللہ یابنیة ما من الناس احب الی غنی بعدی منك ولا اعز علی فقرا بعدی منك وانی کنت قد نحلتك جداد عشرین وسقا فلو کنت حزتیه کان لك وانما هو الیوم مال وارث وانما هما اخواك واختاك فاقتسموه علی کتاب اللہ قالت عائشة یا ابت واللہ لو کان کذا وکذا لترکته انما هی اسماء فمن الاخری فقال ابوبکر ذو بطن اراها جاریة فکان ذلك۔

قال التاج السبکی وفیه کرامتان لابی بکر رضی اللہ عنه احداهما اخباره انه یموت فی ذلك المرض حیث قال وانما هو الیوم مال وارث والثانیة اخباره بمولود یولد له وهو جاریة۔

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحیح حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے مقام غابہ کے مال سے بیس وسق کھجوریں بطور ہدیہ عطا فرمائیں جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بیٹی! میں اپنے وصال کے بعد تم سے زیادہ کسی کے مالدار ہونے کا متمنی ہوں نہ تم سے زیادہ کسی کی تنگ دستی کی فکر ہے میں نے تم کو کھجوروں کے جو بیس وسق دیئے تھے اگر تم اس پر قبضہ کر لیتیں تو وہ تمہاری ہو جاتیں مگر اب تو اس میں میراث جاری ہوگی اور ورثاء میں تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں شامل ہیں پس کتاب اللہ کے مطابق وراثت تقسیم کرنا عرض کیا اباجی اگر بہت سا مال بھی ہوتا تو چھوڑ دیتی لیکن میری تو صرف ایک بہن اسماء ہے یہ دوسری کون ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ابھی شکم مادر میں ہے اور میرے علم کے مطابق وہ لڑکی ہے چنانچہ جس طرح انہوں نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دو کرامتیں ہیں ایک تو یہ خبر دینا کہ اس مرض میں ان کا وصال ہو جائے گا کیونکہ فرمایا اب یہ کھجوریں وارثوں کا مال ہے دوسری یہ خبر دینا کہ جو بچہ پیدا ہوگا وہ لڑکی ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین المطلب الثالث فی ذکر جملۃ من کرامات اصحاب رسول اللہ ﷺ ص ۶۱۱۔۶۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۹﴾......

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابوعبداللہ الحافظ اخبرنا ابوحامد احمد بن علی المقریء حدثنا ابوعیسی الترمذی حدثنا احمد بن ابراهیم حدثنا عفان بن مسلم حدثنا عثمان بن الحمید بن لاحق عن جویریة بن اسماء عن نافع قال: بلغنا ان عمر بن الخطاب قال ان ولدی رجلا بوجهه شین یلی فیملا الارض عدلا قال نافع: لا احسبه الا عمر بن عبدالعزیز۔

ترجمہ: حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری نسل میں ایک شخص ہوگا جس کے چہرے پر بدنما نشان ہوگا مگر وہ زمین کو انصاف سے بھر دے گا۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں گمان نہیں رکھتا مگر یہ کہ وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حاشیہ......☆

(دلائل النبوۃ ج ٦ ص ٤٩٢ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ٢ ص ١٩٩ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ٦ ص ٢٢٣ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدی والرشاد ج ١٠ ص ١١٥ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابوعلی الحسین بن محمد الروذباری حدثنا ابوبکر محمد بن مھرویۃ بن عباس بن سنان الرازی قال قرات علی محمد بن ایوب قلت: اخبرکم عثمان بن طالوت اخبرنا سلیمان بن حرب حدثنا مبارک بن فضالۃ عن عبیداللہ بن عمر عن نافع قال: کان ابن عمر یقول کثیرا: لیت شعری ھذا الذی من ولد عمر بن الخطاب فی وجھہ علامۃ یملا الارض عدلاً۔

ترجمہ: حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں اس شخص کو جان لیتا کہ جو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی نسل میں سے ہے اور اس کے چہرے پر بدنما نشان ہے اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔

(دلائل النبوۃ ج ٦ ص ٤٩٢ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ٢ ص ١٩٩ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ٦ ص ٢٢٣ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (سبل الھدی والرشاد ج ١٠ ص ١١٥ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ٢٠ ص ٣٦٣ رقم الحدیث ١٨٢١٧ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ج ٥ ص ١٢٢ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ٤٣٠ھ روایت کرتے ہیں۔

و حدثنا ابوبکر بن مالک ثنا عبداللہ بن احمد بن حنبل حدثنی ابی ثنا سلیمان بن حرب ثنا مبارک بن فضالۃ عن عبیداللہ بن عمر عن نافع قال کنت اسمع ابن عمر کثیر یقول لیت شعری من ھذا الذی فی وجھہ علامۃ من ولد عمر یملا الارض عدلاً۔

ترجمہ: حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو فرماتے سنا تھا۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کس کے چہرے میں علامت ہے۔ جو زمین کو انصاف سے بھر دے گا؟

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ج ٥ ص ٢٥٤ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ج ٥ ص ١١٦ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ٥٧١ھ لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن دینار قال: قال ابن عمر: یا عجبا، یزعم الناس ان الدنیا لاتنقضی حتی یلی رجل من آل عمر یعمل بمثل عمل عمر، قال: فکانوا یرونہ بلال بن عبداللہ بن عمر، قال: و کان بوجھہ اثر، فلم یکن ھو، و اذا ھو عمر بن عبدالعزیز، و امہ ابنۃ عاصم بن عمر بن الخطاب۔

ترجمہ: عبداللہ بن دینار نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ کیسی عجیب بات ہے لوگوں کا خیال ہے کہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک آل عمر میں ایک ایسا شخص پیدا نہ ہوگا جو عمر رضی اللہ عنہ کی سی زندگی گزارے گا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ ایسا شخص بلال بن عبداللہ بن عمر ہو سکتے ہیں۔ اور اس کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے چہرہ پر نشان بھی ہوگا لیکن ایسا کوئی شخص بھی بجز عمر بن عبدالعزیز کے اور کوئی نہیں ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ٢٤ جز ٤٨ ص ١٠٤ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (خصائص الکبری ج ٢ ص ١٩٩ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل

حاشیہ......☆

النبوۃ امام بیہقی ج۶ ص۴۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج۱۰ ص۱۱۵۔۱۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج عبدالله بن احمد فی (زوائد الزهد) علی علی بن ابی طالب قال: لا تلعنوا بنی امیة فان فیهم امیراً صالحاً یعنی عمر بن عبدالعزیز رحمة الله علیه۔

ترجمہ: عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''الزوائد'' میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ بنی امیہ پر لعنت نہ کرو کیونکہ ان میں ایک امیر ایسا ہے جو مرد صالح ہے یعنی عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ۔

(خصائص الکبریٰ ج۲ ص۲۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج۱۰ ص۱۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البیهقی عن سعید بن المسیب انه قال: الخلفاء ابوبکر والعمران، فقیل له: من عمر الآخر؟ قال یوشك ان تعرفه۔ قال البیهقی: وابن المسیب مات قبل عمر بن عبدالعزیز بسنتین ولا یقوله الا توفیقاً۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ خلفاء حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دو عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ کسی نے ان سے پوچھا دوسرے عمر کون ہیں؟ فرمایا قریب ہے کہ تم اسے جان لوگے۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابن المسیب رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے دو سال پہلے فوت ہوئے اور انہوں نے یہ بات توفیق الٰہی سے سنائی۔

(خصائص الکبریٰ ج۲ ص۲۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج۶ ص۴۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج۱۰ ص۱۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ہندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان جبرئیل اتانی فبشرنی ان فی بطنها منی غلاماً و انه اشبه الخلق بی و امرنی ان اسمیه ابراهیم و کنانی بابی ابراهیم۔

ترجمہ: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے بشارت دی کہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ میں مجھ سے لڑکا ہے وہ تمام مخلوق سے زیادہ مجھ سے مشابہ تر ہے انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں اس کا نام ابراہیم رکھوں اور جبریل علیہ السلام نے میری کنیت ابوابراہیم رکھی۔

(کنز العمال ج۱۱ ص۴۷۱ رقم الحدیث ۳۲۲۱۴۔۳۲۲۱۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

ماذا تکسب غداً یعنی کل اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم

حدیث نمبر﴿۱﴾......

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

انکم ستاتون غدا ان شاء الله تعالی عین تبوك و انکم لن تاتوا بها حتی یضحی النهار فمن جاء فلا

حاشیہ.....☆

یمس من مائها شیا حتی اتی۔

ترجمہ: کل تم (اسلامی لشکر) تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے اور تم وہاں چاشت سے پہلے نہ پہنچ سکو گے پس جو کوئی پہلے پہنچ جائے تو وہ اس چشمہ کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے یہاں تک کہ میں آ جاؤں۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

انکم ستاتون غدا ان انشاء الله عین تبوك۔

ترجمہ: انشاء اللہ کل صبح چشمہ تبوک پر پہنچ جاؤ گے۔

(خصائص الکبری باب ماوقع فی غزوۃ تبوک من المعجزات ج ۱ ص ۴۵۳ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۲﴾......

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

ثم ننزل غدا ان شاء الله بخیف بن کنانة۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کل ان شاء اللہ ہماری منزل خیف بن کنانہ میں ہوگی۔

(صحیح مسلم باب استحباب النزول بالمحصب یوم النفر والصلاۃ بہ ج ۲ ص ۹۲۵ رقم الحدیث ۱۳۱۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابی داؤد باب التحصیب ج ۲ ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۲۰۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حدیث نمبر ﴿۳﴾......

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

عن ابی هریرة قال بینا رسول الله ﷺ فی حلقة من اصحابه اذ قال لیصلین معکم غدا رجل من اهل الجنة قال ابوهریرة فطمعت ان اکون انا ذلك الرجل فغدوت فصلیت خلف النبی ﷺ فاقمت فی المسجد حتی انصرف الناس وبقیت انا وهو فبینا نحن عنده اذ اقبل رجل اسود متزر بخرقة مرتد برقعة فجاء حتی وضع یده فی ید رسول الله ﷺ ثم قال یا نبی الله ادع الله لی فدعا النبی ﷺ له بالشهادة۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کل صبح تمہارے ساتھ ایک جنتی آدمی نماز پڑھے گا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے امید ہوئی کہ ہوسکتا ہے وہ میں ہوں چنانچہ صبح کو میں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی لوگ واپس لوٹ گئے مگر میں برابر مسجد میں ہی بیٹھا رہا اور حضور ﷺ بھی بیٹھے رہے اسی دوران ایک کالا آدمی معمولی کپڑے کا ازار باندھے ہوئے برقعہ اوڑھے ہوئے سامنے آیا اور حضور ﷺ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ رکھ کر کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے دعا کیجئے چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے لئے شہادت کی دعا کی۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر ذکر اویس بن عامر القرنی رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۸۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حاشیہ......☆

بأی ارض تموت یعنی مرنے کا وقت اور مرنے کی جگہ کا علم

حدیث نمبر﴿۱﴾......

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

عن الاقرع بن شفی العکی قال قال دخل علی النبی ﷺ فی مرضی فقلت لا احسب الا انی میت من مرضی قال کلا لتبقین ولتھا جرن الی ارض الشام وتموت وتدفن بالربوۃ من ارض فلسطین۔

ترجمہ: حضرت اقرع بن شفیعکی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ میری بیماری کے زمانہ میں تشریف لائے۔اس وقت میں عرض کیا میرا گمان یہی ہے کہ میں اپنے اس مرض سے جانبر نہ ہوسکوں گا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں۔تم ضرور زندہ رہو گے اور سرزمین شام کی طرف ضرور ہجرت کرو گے اور وہاں فوت ہوکر فلسطین کے ٹیلہ پر دفن ہو گے۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابۃ ذکر اقرع بن شفیعکی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۰۳ برقم ۲۳۲ مطبوعہ دارالجیل بیروت)،(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب مختصراً ج ۱ ص ۱۰۳ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

امام عبدالباقی بن قانع ابوالحسین متوفی ۳۵۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا یحیی بن عبدالباقی الثغری ابو محمد نا ابو الحارث الحسن بن موسی الرملی نا محمد بن فھر بن جمیل العکی قال حدثنی امیۃ ولفاف ابنا المفضل عن ابیھما عن جدھما لفاف بن کدر عن الاقرع بن شفی العکی قال مرضت فدخل علی النبی ﷺ فقلت احسب انی میت فی مرضی ھذا فقال کلا لتبعثن وتھاجرن الی الشام فتموت وتدفن بھا۔

(معجم الصحابۃ ج ۱ ص ۶۸ برقم ۶۶ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

ودفن بالرملۃ۔

ترجمہ: اور رملہ میں مدفون ہوئے۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابۃ ذکر اقرع بن شفیعکی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۰۳ برقم ۲۳۲ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اخرج ابن السکن وابن مندۃ کلاھما فی (الصحابۃ) وابن عساکر فی تاریخہ من طرق عن الاقرع بن شفی العکی قال:دخل علی النبی ﷺ فی مرَض:لا احسب الا انی میت من مرضی قال کلا لتبقین ولتھا جرن الی ارض الشام وتموت وتدفن بالربوۃ من ارض فلسطین فمات فی خلافۃ عمر ودفن بالرملۃ۔

ترجمہ: ابن السکن اور ابن مندہ رحمہما اللہ دونوں نے ''الصحابہ'' میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''تاریخ'' میں کئی سندوں کے ساتھ اقرع بن شفیعکی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ میری بیماری کے زمانہ میں تشریف لائے۔اس وقت میں عرض کیا میرا گمان یہی ہے کہ میں اپنے اس مرض سے جانبر نہ ہوسکوں گا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں۔تم ضرور زندہ رہو گے اور سرزمین شام کی طرف ضرور ہجرت کرو گے اور وہاں فوت ہوکر فلسطین کے ٹیلہ پر دفن ہو گے۔چنانچہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں فوت ہوئے اور رملہ میں مدفون ہوئے۔

حاشیہ.....☆

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۲﴾......

علامہ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

وفی حدیث آخر انه علیه السلام ذکر آخر من یموت من هذه الامة فقال رجلان من مزینة جبلا من جبال العرب یقال له ورقان کل هذا من قول البکری فی کتاب معجم ما۔

ترجمہ: آپ ﷺ نے اس شخص کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا جوامت مسلمہ میں سے سب سے آخر میں مرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے آخر میں مرنے والے مزینہ کے دو آدمی ہوں گے جو عرب کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر خیمہ زن ہوں گے اس پہاڑ کا نام ورقان ہے۔

(روض الانف ج ۱ ص ۲۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر ﴿۳﴾......

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن سعد عن مالك بن ابی عامر قال کان الناس یتوفون ان یدفنوا موتاهم فی حش کوکب فکان عثمان یقول یوشك ان یهلك رجل صالح فیدفن هناك فیاتسی الناس به فکان عثمان اول من دفن هناك۔

ترجمہ: ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے مالک بن ابی عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا۔ لوگ "حش کوکب" میں اپنے مردوں کو دفن کرنے سے بچا کرتے تھے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب ایک مرد صالح فوت ہوگا اور اسے اس جگہ دفن کیا جائے گا اور لوگ اس کی اقتدا کریں گے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جو اس جگہ دفن کئے گئے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

وکان عثمان رضی الله عنه قبل ذلك یمر بحش کوکب فیقول لیدفن ههنا رجل صالح قال ابو القاسم الحش البستان۔

(المعجم الکبیر طبرانی ج ۱ ص ۷۸ رقم الحدیث ۱۰۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۷۸۹ھ لکھتے ہیں۔

قال مالك وکان عثمان یمر بحش کوکب فیقول انه سیدفن هاهنا رجل صالح وقیل انهم لما دفنوه غیبوا قبره رحمه الله تعالی۔

(تخریج الدلالات السمعیہ ص ۲۰۵ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۷۸۹ھ لکھتے ہیں۔

وقال البکری وحش کوکب بضم الحاء وتشدید الشین موضع بالمدینة وهو الذی دفن فیه عثمان رضی الله عنه۔

(تخریج الدلالات السمعیہ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام ابی عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری متوفی ۲۷۶ھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ودفن بالبقیع لیلا وصلی علیه جبیر بن مطعم واخفوا قبره قال ابو الیقظان قتل یوم الجمعة سنة

حاشیہ.....☆

خمس وثلاثین ودفن بارض یقال لها حش کوکب رجل من الانصار۔
(المعارف ص ۱۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام شمس الدین السخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں۔
مشهد عثمان بن عفان وهو اول من دفن به فی بستان كان يقال له خش كوكب بالبقيع۔
(التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ ج ۱ ص ۴۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں۔
قال مالك وكان عثمان رضى الله عنه يمر بحش كوكب فيقول انه سيدفن ها هنا رجل صالح۔
(الاستیعاب ذکر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۰۴۸ رقم ۱۷۷۸ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

حافظ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں۔
ودفن ليلاً بموضع يقال له حش كوكب۔
(الاستیعاب ذکر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۰۴۸ رقم ۱۷۷۸ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔
اخبرنا ابو بكر بن عبدالله بن ابى اويس قال حدثنى عم جدتى الربيع بن مالك بن ابى عامر عن ابيه قال كان الناس يتوفون ان يدفنوا موتاهم فى حش كوكب فكان عثمان بن عفان يقول يوشك ان يهلك رجل صالح فيدفن هناك فياتسى الناس به۔
قال مالك بن ابى عامر فكان عثمان بن عفان اول من دفن هناك۔

ترجمہ: حضرت ربیع بن مالک بن ابی عامر نے اپنے والد سے روایت کی کہ لوگ آرزو کرتے کہ ان کی میتیں حش کوکب میں دفن کی جائیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہا کرتے کہ عنقریب ایک مرد صالح وفات پائے گا اور وہاں دفن کیا جائے گا اور لوگ اس کی پیروی کریں گے۔
مالک بن ابی عامر نے کہا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جو وہاں دفن کیے گئے۔
(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۷۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حدیث نمبر﴿۴﴾.......

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔
حدثنا عبدالله حدثنى ابى ثنا ابو النضر ثنا ابراهيم بن سعد عن محمد بن اسحاق عن عبدالله بن ابى رافع عن ابيه عن ام سلمى قالت اشتكت فاطمة شكواها التى قبضت فيه فكنت امرضها فاصبحت يوما كامثل ما رأيتها فى شكواها تلك قالت وخرج على لبعض حاجته فقالت يا امه اسكبى لى غسلا فسكبت لها غسلا فاغتسلت كاحسن ما رأيتها تغتسل ثم قالت ثم اعطينى ثيابى الجدد فاعطيتها فلبستها ثم قالت يا امه قدمى لى فراشى وسط البيت ففعلت واضطجعت واستقبلت القبلة وجعلت يدها تحت خدها ثم قالت يا امه انى مقبوضة الآن وقد تطهرت فلا يكشفنى احد فقبضت مكانها قالت فجاء على فاخبرته۔

ترجمہ: حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی مرض موت میں مبتلا ہوئیں تو میں ان کی تیمارداری کرتی تھی۔ مرض کے اس پورے عرصہ کے دوران میں جہاں تک میں نے دیکھا ایک صبح ان کی حالت قدرے بہتر تھی۔ حضرت علی

حاشیہ......☆

رضی اللہ عنہ کسی کام سے باہر گئے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے کہا امی جان میرے غسل کرنے کے لیے پانی لائیں۔ میں پانی لائی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اچھی طرح غسل کیا۔ پھر فرمایا امی جان مجھے نیا لباس دیں۔ میں نے ایسا ہی کیا اسے آپ رضی اللہ عنہا نے زیب تن فرمایا اور قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئیں ہاتھ مبارک رخسار مبارک کے نیچے کر لیا پھر فرمایا امی جان اب میری وفات ہوگی میں پاک ہو چکی ہوں لہذا کوئی مجھے (غسل دینے کے لیے) بے پردہ نہ کرے۔ پس اسی جگہ آپ کی وفات ہوگئی۔ حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور میں نے انہیں سیدہ کے وصال کی اطلاع دی۔

(مسند احمد ج ٦ ص ٤٦١ رقم الحدیث ٢٧٦٥٦ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (فضائل الصحابۃ ج ٢ ص ٦٢٩ رقم الحدیث ١٠٧٤ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ٨ ص ٢٧ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ٣ ص ١٧٧ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (العلل المتناھیۃ لابن جوزی ج ١ ص ٢٦٠-٢٦١ رقم الحدیث ٤١٩ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ص ٥٣ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ثم قالت یا امه انی مقبوضة الآن وقد تطهرت فلا یکشفنی احد فقبضت مکانها قالت فجاء علی فاخبرته۔

ترجمہ: پھر فرمایا امی جان اب میری وفات ہوگی میں پاک ہو چکی ہوں لہذا کوئی مجھے (غسل دینے کے لیے) بے پردہ نہ کرے۔ پس اسی جگہ آپ کی وفات ہوگئی۔ حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور میں نے انہیں سیدہ کے وصال کی اطلاع دی۔

(مجمع الزوائد ج ٩ ص ٢١١ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ ج ٢ ص ٢٥٠ مطبوعہ دار الحدیث مصر)

امام الحافظ ابو بشر محمد بن احمد الدولابی متوفی ٣١٠ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحسن بن علی بن عفان حدثنا معاویة بن هشام حدثنا علی ابن صالح عن سماك بن حرب عن قابوس بن المخارق قال قلت ام الفضل یارسول الله کان عضوا من اعضائك فی بیتی قال خیرا رایته تلد فاطمة غلاما فترضعیه بلبن قثم فولدت الحسن فارضعته بلبن قثم۔

(الذریۃ الطاھرۃ النبویۃ ص ٧٢ رقم الحدیث ١١٦ مطبوعہ الدار السلفیۃ الکویت)

امام الحافظ ابو بشر محمد بن احمد الدولابی متوفی ٣١٠ھ روایت کرتے ہیں۔

قالت فاطمة اسبکی لی یا امة غسلا فسکبت لها غسلا فاغتسلت کاحسن ما کنت اراها تغتسل قالت ثم قالت یا امه ناولینی ثیابی الجدد قالت فناولتها فلبستها ثم جاء ت الی البیت الذی کانت فیه فقالت قدمی فراشی وسط البیت فاضطجعت فاطمة علیه ووضعت یدها الیمنی تحت خرها ثم استقبلت القبلة ثم قالت فاطمة یا امه انی مقبوضة الآن فلا یکشفنی احد ولا یغسلنی احد قالت فقبضت مکانها فقالت ودخل علی بن ابی طالب فاخبرته بالذی قالت امرتنی فقالت علی والله لا یکشفها احد فاحتملها فدفنها بغسلها ذلك ولم یکفنها احد ولا غسلها احد۔

(الذریۃ الطاھرۃ النبویۃ ص ١١٣ رقم الحدیث ٢١٥ مطبوعہ الدار السلفیۃ الکویت)

امام ابی الفرج عبد الرحمٰن بن الجوزی متوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں۔

عن عبدالله بن عمرو قال: قال رسول الله ﷺ ینزل عیسی بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له ویمکث خمسا واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی بن مریم من قبر واحد بین

حاشیہ......☆

ابی بکر و عمر۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) زمین کی طرف نزول فرما ہوں گے شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی پینتالیس سال زمین پر رہیں گے پھر ان کا وصال ہوگا اور میرے مقبرے میں دفن ہوں گے میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی مقبرہ سے اٹھیں گے اور ابوبکر و عمر ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الثانی فی حشر عیسیٰ بن مریم مع نبینا ﷺ ج ۲ ص ۸۱۴ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (مشکوۃ المصابیح باب قرب الساعۃ ص ۴۸۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حدیث نمبر ﴿۵﴾......

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

واخبرنا ابو نصر عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن قتادة اخبرنا ابو العباس محمد بن اسحاق بن ایوب الضبعی حدثنا الحسن بن علی بن زیاد حدثنا اسماعیل بن ابی اویس قال: حدثنی ابو معن الانصاری اسنده۔ قال: بینا عمر ابن عبدالعزیز یمشی الی مکة بفلاة من الارض اذ رأى حية ميتة، فقال: علی بمحفار فقالوا: نکفیك اصلحك الله قال: لا ثم اخذه فحفر له ثم لفه ف خرقة ودفنه فاذا هاتف یهتف لا یرونه رحمة الله علك یا سرق فاشهد لسمعت رسول الله ﷺ تموت یا سرق فی فلاة من الارض یدفنك خیر امتی فقال له عمر بن عبدالعزیز من انت یرحمك الله قال انا رجل من الجن وهذا سرق ولم یکن ممن بایع رسول الله ﷺ من الجن احد غیری وغیره واشهد لسمعت رسول الله ﷺ یقول تموت یا سرق بفلاة من الارض ویدفنك خیر امتی۔

ترجمہ: حضرت ابو معن انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک دن چٹیل میدان میں مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے تھے کہ اچانک انہوں نے ایک مرا ہوا سانپ دیکھا تو انہوں نے کہا کہ اس کو دفن کرنا مجھ پر لازم ہے اور جنوں نے کہا ہم تمہارے لئے کافی ہیں (ہم آپ کو اس سے منع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے) اللہ تعالیٰ تمہاری بھلائی فرمائے یعنی بہتر بدلہ دے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہوسکتا پھر سانپ کو اٹھایا اور ایک گڑھا کھودا پھر ایک کپڑے میں اسے لپیٹ کر دفن کر دیا پھر اچانک ایک عجیب سی آواز دینے والے نے آواز دی جو نظر نہیں آ رہا تھا اے سُرَق! تم پر اللہ کی رحمت ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے اے سُرَق! تم ایک چٹیل میدان میں مرو گے اور تم کو میری امت کا بہترین آدمی دفن کرے گا تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اس نے کہا میں ایک جن ہوں اور یہ سُرَق ہے اور جنوں میں سے میرے اور اس کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا جس نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے اے سُرَق! تم چٹیل میدان بیابان میں مرے گا اور تجھے میرا بہترین امتی دفن کرے گا۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۹۳۔۴۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۴ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (لقط المرجان فی احکام الجان للسیوطی اردو ص ۱۱۲۔۱۱۳ مطبوعہ اعظمی پبلشرز دار العلوم صادق الاسلام کراچی)

حاشیہ.....☆

یہی امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دوسری سند سے روایت کرتے ہیں۔

واخبرنا ابو محمد عبدالله بن یحیی السکری ببغداد اخبرنا اسماعیل بن محمد الصفار حدثنا عباس بن عبدالله الترقفی حدثنا محمد بن فضیل ولیس بابن غزوان حدثنا العباس بن ابی راشد عن ابیه قال: نزل بنا عمر بن عبدالعزیز فلما رحل قال لی مولای: ارکب معه فشیعه قال: فرکبت فمررنا بواد فاذا نحن بحیة میتة مطروحة علی الطریق فنزل عمر فنحاها وواراها ثم رکب فبینا نحن نسیر اذا هاتف یهتف وهو یقول یاخرقاء یا خرقاء۔ قال فالتفتنا یمیناً وشمالاً فلم نر احدا فقال له عمر اسالك بالله ایها الهاتف ان کنت ممن یظهر الا ظهرت وان کنت ممن لا یظهر اخبرنا ما الخرقاء؟ قال: الحیة التی دفنتم بمکان کذا وکذا فانی سمعت رسول الله ﷺ یقول لها یوما: یا خرقاء تموتین بفلاة من الارض یدفنك خیر مومن من اهل الارض یومئذ فقال له عمر ومن انت یرحمك الله قال: انا من التسعة اوالسبعة۔ شك الترقفی۔ الذین بایعوا رسول الله ﷺ فی هذا المکان او قال: فی هذا الوادی۔ شك الترقفی ایضاً فقال له عمر: الله انت سمعت هذا من رسول الله ﷺ؟ قال: الله انی سمعت رسول الله ﷺ فدمعت عینا عمر وانصرفنا۔

ترجمہ: ابی راشد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہاں اترے جب کوچ کیا تو میرے آقا نے مجھے کہا کہ سوار ہو کر ان کے ساتھ چلو چنانچہ میں سوار ہو کر ساتھ ہو لیا جب ہم ایک وادی سے گزرے تو ہمیں راستے پر پڑا ہوا ایک مردہ سانپ نظر آیا۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اتر کر اسے راستے سے ہٹایا اور دفن کر دیا اور پھر سوار ہو گئے۔ ہم چل رہے تھے کہ اچانک ہاتف کی آواز آئی۔ اے خرق! اے خرق! ہم نے مڑ کر دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے پکار کر کہا اے ہاتف! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ اگر تو ظاہر ہونیوالوں میں سے ہے تو سامنے آ اور اگر ظاہر نہ ہونے والوں میں سے ہے تو بتا کہ خرق کون ہے؟ اس نے جواب دیا وہی سانپ ہے جو آپ نے فلاں مقام پر دفن کیا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ایک دن اس سے فرما رہے تھے۔ اے خرق! تیری فلاں جنگل میں موت ہو گی اور تمہیں اس زمانے کا ایک بہترین مومن دفن کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو کون ہے؟ اللہ تجھ پر رحم کرے۔ اس نے جواب دیا میں ان نو جنات میں سے ہوں جنہوں نے اس جگہ نبی کریم ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کیا تم نے واقعی رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی تھی؟ اس نے کہا ہاں یہ سن کر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور پھر ہم وہاں سے لوٹ آئے۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۹۴۔۴۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۲۹۷۔۲۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

محدث کبیر امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن احمد بن هارون ثنا عبدالله بن الحسن بن اخت عبدان ثنا نضر بن داود بن طغرق ثنا محمد بن الفضل ثنا العباس بن راشد عن ابیه راشد قال زار عمر بن عبدالعزیز مولای فلما اراد الرجوع قال لی شیعة فلما برزنا اذا نحن بحیة سوداء میتة فنزل عمر فدفنها فاذا هاتف یهتف یا خرقاء یا خرقاء انی سمعت رسول الله ﷺ یقول لهذه الحیة لتموتن بفلاة من الارض ولیدفننك خیر اهل الارض فقال نشدتك الله ان کنت ممن یظهر الا ظهرت لی قال انا من السبعة الذین بایعوا رسول الله ﷺ فی هذا الوادی وانی سمعته یقول لهذه الحیة لتوتن بفلاة من الارض ولیدفننك خیر اهل الارض یومئذ فبکی عمر حتی کاد ان یسقط عن راحلته وقال یا راشد انشدك الله ان تخبر بهذا احدا حتی یوارینی التراب۔

ترجمہ: حضرت راشد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میرے آقا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے زیارت کی، جب واپس ہونے

حاشیہ......☆

لگے تو مجھ سے فرمایا اس کے ساتھ چلو، ہم نکلے تو ہم نے ایک کالا سانپ مرا پایا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اترے اور اسے دفن کر دیا اچانک ایک غیبی آواز آئی اے خرقاء خرقاء میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سانپ کے بارے میں فرماتے سنا تھا تو فلاں زمین کے بیابان میں مرے گا اور تجھے اہل زمین کا بہترین شخص دفن کرے گا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں اگر تو ظاہر ہو سکتا ہے تو مرے سامنے آ۔ اس نے کہا میں ان سات شخصوں میں سے ایک ہوں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی وادی میں بیعت کی تھی اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سانپ کے بارے میں فرماتے سنا کہ تو فلاں زمین کے بیابان میں مرے گا۔ تجھے اس دن اہل زمین کا بہترین شخص دفن کرے گا تو عمر رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور قریب تھا کہ سواری سے گر پڑتے فرمایا راشد میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ جب تک مجھے مٹی کے سپرد نہیں کر دیتے اس کی کسی کو اطلاع نہ کرو گے۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ج ۵ ص ۳۳۱ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

یا سرق فاشهد لسمعت رسول الله ﷺ يقول تموت يا سرق بفلاة من الارض فيدفنك خير امتي فقال له عمر بن عبدالعزيز من انت قال انا رجل من الجن وهذا سرق ولم يكن بقي ممن بايع النبي ﷺ غيري وغيره۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ سرق رضی اللہ عنہ آخر مومن الجن ج ۳ ص ۴۵ برقم ۳۱۲۵ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

حدیث نمبر﴿۶﴾......

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اخرج الحاكم والبيهقي عن ام الفضل بنت الحارث قالت: دخلت على رسول الله ﷺ يوما بالحسين فوضعته في حجره ثم خانت مني التفاتة فاذا عينا رسول الله ﷺ تهريقان من الدموع فقال اتاني جبريل فاخبرني ان امتي ستقتل ابني هذا واتاني بتربة من تربته حمراء۔

ترجمہ: حاکم وبیہقی رحمہما اللہ نے ام الفضل بن الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا ایک دن میں امام حسین رضی اللہ عنہ کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے انہیں آپ کی آغوش میں دے دیا۔ کچھ دیر بعد میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی چشمان مبارک آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی تھیں پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے خبر دی کہ میری امت میرے اس فرزند کو شہید کر دے گی اور میرے پاس ان کے مقتل کی سرخ مٹی لائے۔

(خصائص الکبری باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۵ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۶۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۲ رقم الحدیث ۱۲۶ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن راهويه والبيهقي وابونعيم عن ام سلمة ان رسول الله ﷺ اضطجع ذات يوم فاستيقظ وهو حائر وفي يده تربة حمراء يقلبها قلت ما هذه التربة يارسول الله؟ قال اخبرني جبريل ان هذا يعني الحسين يقتل بارض العراق وهذه تربتها۔

ترجمہ: ابن راہویہ، بیہقی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن محو استراحت تھے آپ

حاشیہ.....☆

بیدار ہوئے تو غمگین تھے اور آپ کے دست اقدس میں سرخ مٹی تھی جسے آپ پلٹ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ مٹی کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ حسین رضی اللہ عنہ سرزمین عراق میں قتل کئے جائیں گے اور یہ ان کے مقتل کی مٹی ہے۔

(خصائص الکبریٰ باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکر مقتل الحسین رضی اللہ عنہ وذکر قاتلہ واین قتل ومتی قتل ص ۱۴۷ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابراهيم بن عبدالله نا حجاج نا حماد عن ابان عن شهر بن حوشب عن ام سلمة قالت ثم كان جبريل عليه اسلام ثم النبي ﷺ والحسين معي فبكي فتركته فدنا من النبي ﷺ فقال جبريل عليه السلام اتحبه يا محمد فقال نعم ان امتك ستقتله وان شئت اريتك ومن تربة الارض التي يقتل بها فاراه اياه فاذا الارض يقال له كربلاء۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۷۸۲ رقم الحدیث ۱۳۹۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابو بکر الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ لکھتے ہیں۔

قال اخبرني جبريل عليه السلام ان هذا يقتل بارض العراق للحسين فقلت يا جبريل ارني تربة الارض التي يقتل فيها و هي هذه۔

(الآحاد والمثانی ج ۱ ص ۳۱۰ رقم الحدیث ۴۲۹ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

عن انس ان ملك المطر استاذن ان ياتي النبي ﷺ فاذن له فقال لام سلمة املكي علينا الباب لا يدخل علينا احد قال وجاء الحسين ليدخل فمنعته فوثب فدخل فجعل يقعد على ظهر النبي ﷺ وعلى منكبيه وعلى عاتقه قال فقال الملك للنبي ﷺ اتحبه؟ قال نعم قال: اما ان امتك ستقتله وان شئت اريتك المكان الذي يقتل فيه فضرب بيده فجاء بطينة حمراء فاخذتها ام سلمة فصرتها في خمارها قال ثابت بلغنا انها كربلاء۔

ترجمہ: حضرت انس بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بارش کے فرشتے نے رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی اور اسے اجازت دی گئی۔ اس وقت حضور ﷺ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے فرشتے کی آمد پر حضور ﷺ نے فرمایا اے ام سلمہ! دروازے کا دھیان رکھنا کوئی اندر نہ آئے جب آپ دروازے پر نگہبانی فرما رہی تھیں تو اسی دوران امام حسین رضی اللہ عنہ اندر آئے اور نبی کریم ﷺ کے دوش مبارک پر سوار ہونے لگے فرشتے نے پوچھا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ کی امت ان کو قتل کر دے گی اگر چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں جہاں انہیں قتل کیا جائے گا تو فرشتے نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور سرخ مٹی آپ کو دکھائی اور اس مٹی کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے لے لیا اور اسے اپنے کپڑے میں باندھ لیا اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ وہ جگہ کربلاء ہے۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ماجاء فی بیان مقتل الحسین رضی اللہ عنہ ولا رضی عن قاتلہ ج ۲ ص ۲۷۴-۲۷۳ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)، (مسند احمد ج ۳ ص ۲۴۲)، (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۸۷)، (الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۳ ص ۳۱۵)، (والمعجم الکبیر للطبرانی ...، ۳۸۲ الحدیث رقم الدار قطنی)

حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج البيهقي وابونعيم عن انس قال :استاذن ملك المطر ان ياتي رسول الله ﷺ فاذن له فدخل الحسين فجعل يقع على منكب النبي ﷺ فقال الملك اتحبه؟ قال النبي ﷺ نعم قال :فان امتك تقتله وان شئت اريتك المكان الذي يقتل فيه فضرب بيده فاراه ترابا احمر فاخذته ام سلمة فصرته في ثوبها فكنا نسمع انه يقتل بكربلاء۔

ترجمہ: بیہقی وابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ بارش کے فرشتے نے رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی اور اسے اجازت دی گئی۔ اسی دوران امام حسین رضی اللہ عنہ اندر آئے اور نبی کریم ﷺ کے دوش مبارک پرسوار ہونے لگے فرشتے نے پوچھا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ کی امت ان کو قتل کردے گی اگر چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھادوں جہاں انہیں قتل کیا جائے گا تو فرشتے نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور سرخ مٹی آپ کو دکھائی اور اس مٹی کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے لے لیا اور اسے اپنے کپڑے میں باندھ لیا اور ہم سنا کرتے تھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں شہید کیا جائے گا۔

(خصائص الکبریٰ باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۱۰۰۔۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۳ ص ۱۱۲۔ ابن عساکر ج ۴ ص ۳۲۸۔ کنز العمال رقم الحدیث ۳۷۶۶۹) (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۴ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ) (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۵۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۶۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) مسند احمد ج ۳ ص ۲۴۲۔ ج ۳ ص ۲۶۵)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۶۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۴۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۱۸ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر مقتل الحسین رضی اللہ عنہ وذکر قاتلہ واین قتل ومتی قتل ص ۱۴۶۔۱۴۷ مطبوعہ دارالکتب المصریۃ)

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

جبکہ سلیمان بن احمد کی روایت میں ہے کہ اسے نبی کریم ﷺ نے سونگھا تو فرمایا کرب اور بلا کی بو ہے اس میں، تو کہتے ہیں ہم سنا کرتے تھے کہ امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوں گے۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابونعيم عن ام سلمة قالت: كان الحسن والحسين يلعبان بيتي فنزل جبريل فقال يامحمد: ان امتك تقتل ابنك هذا من بعدك واوما الى الحسين واتاه بتربة فشمها ثم قال ريح كرب وبلاء وقال يا ام سلمة اذا تحولت هذه التربة دما فاعلمي ان ابني قد قتل فجعلتها في قارورة۔

ترجمہ: ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما میرے گھر میں آکر کھیل رہے تھے اسی وقت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی امت آپ کے اس فرزند کو آپ کے بعد شہید کردے گی اور جبریل علیہ السلام نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور انہوں نے مٹی لاکر دی۔ آپ نے اسے سونگھ کر فرمایا کرب وبلا کی بو ہے اور فرمایا اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب یہ مٹی خون سے بدل جائے تو جان لینا کہ میرا فرزند شہید کردیا گیا تو انہوں

حاشیہ......☆

نے اس مٹی کو شیشی میں محفوظ کر لیا۔

(خصائص الکبری باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

ذکر ابو علی سعید بن عثمان بن السکن الحافظ قال: حدثنا ابو عبداللہ الحسین بن اسماعیل قال حدثنا محمد بن ابراهیم الحلوانی قال ابن السکن واخبرنی ابوبکر محمد بن اسماعیل حدثنا احمد بن عبداللہ بن زیاد الحداد قالا حدثنا سعید بن عبدالملك بن واقد قال حدثنا عطاء بن مسلم عن اشعث بن سحیم عن ابیه عن انس بن الحارث قال قال رسول اللہ ﷺ ان ابنی هذا یقتل بارض من ارض العراق فمن ادرکه منکم فلینصره فقتل انس یعنی مع الحسین بن علی علیهما السلام۔

ترجمہ: حضرت انس بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک میرا یہ بیٹا (امام حسین رضی اللہ عنہ) عراق کی سرزمین پر قتل کیا جائے گا۔ پس تم میں سے جو شخص اس زمانے کو پائے وہ اس کی مدد کرے چنانچہ انس بن حارث رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ ابن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے اور ان کے ساتھ ہی شہید ہوئے۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ما جاء فی بیان مقتل الحسین رضی اللہ عنہ ولا رضی عن قاتلہ ج ۲ ص ۴۷۲ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)، کنز العمال رقم الحدیث ۳۴۳۱۴)(دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۴۹۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (خصائص الکبری باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)(ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر اخبار النبی الحسین والحث علی نصرتہ ص ۱۴۶ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج البیهقی عن ابی سلمة بن عبدالرحمن ان الحسین دخل علی النبی ﷺ وعنده جبریل فی مشربة عائشة فقال له جبریل: ستقتله امتك وان شئت اخبرتك بالارض التی یقتل فیها واشار جبریل بیده الی الطف بالعراق فاخذ تربة حمراء فاراه ایاها۔

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اس وقت جبریل علیہ السلام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تھے تو حضور ﷺ سے جبریل امین علیہ السلام نے کہا آپ کی امت ان کو شہید کر دے گی اگر آپ چاہیں تو وہ مٹی آپ کو بتا دوں جہاں انہیں شہید کیا جائے گا اور جبریل امین علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے مقام طف کی طرف اشارہ کیا جو عراق میں ہے اور سرخ مٹی لے کر آپ کو دکھائی۔

(خصائص الکبری باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۴)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

وقال ابن عبدالبر (الاستیعاب) قتل یوم الاحد لعشر مضین من المحرم بموضع من ارض الکوفة یقال له کربلاء ویعرف بالطف ایضا۔

ترجمہ: امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے "الاستیعاب" میں کہا کہ آپ کو اتوار کے دن محرم الحرام کی ۱۰ تاریخ کو کوفہ کے ایک مقام جس

حاشیہ......☆

کا نام ''کربلا'' ہے وہاں پر شہید کیا گیا تھا۔ کربلا ہی کو ''طف'' بھی کہتے ہیں۔
(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ما جاء فی بیان مقتل الحسین رضی اللہ عنہ ولا رضی عن قاتلہ ج۲ ص ۲۷۳۔۲۷۴ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابونعیم عن اصبغ بن نباتة قال: اتینا مع علی موضع قبر الحسین فقال ھھنا مناخ رکابھم و موضع رحالھم ومھراق دمائھم فتیة من آل محمد یقتلون بھذہ العرصة تبکی علیھم السماء والارض۔

ترجمہ: ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اصبغ بن نباتہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا ہم حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کی جگہ آئے۔ آپ نے فرمایا اس جگہ ان کے اونٹ باندھے جائیں گے۔ اس جگہ ان کا سامان رکھا جائے گا اور اس جگہ ان کا خون بہایا جائے گا۔ آل محمد ﷺ کی ایک جماعت اس میدان میں قتل کی جائے گی اور ان پر زمین و آسمان روئیں گے۔
(خصائص الکبریٰ باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج۲ ص۲۱۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ص۵۲۰ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

حدیث نمبر﴿۷﴾......

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الحاکم وابونعیم عن ام ذر قالت: لما حضرت ابا ذر الوفاة قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لنفر انا فیھم لیموتن رجل منکم بفلاة من الارض یشھدہ عصابة من المومنین ولیس من اولئك النفر احد الا وقد مات فی قریة او جماعة فانا ذلك الرجل فابصری الطریق فقلت انی وقد ذھب الحاج وتقطعت الطریق فبینا انا وھو کذلك اذا انا برجال علی رحالھم فالحت بثوبی فاسرعوا الی حتی وقفوا علی فحضروہ وقاموا علیه حتی دفنوہ۔

ترجمہ: حاکم و ابونعیم رحمہما اللہ نے ام ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ جب ابوذر رضی اللہ عنہ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے ان لوگوں سے جن میں میں بھی تھا فرمایا تم میں سے ایک شخص بیابان سرزمین میں فوت ہوگا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے پاس آئے گی تو ان لوگوں میں کوئی فرد ایسا نہیں ہے جس نے آبادی اور جماعت میں وفات نہ پائی ہو۔ البتہ ایک میں ہی وہ شخص رہ گیا ہوں لہٰذا تم سرراہ انتظار کرو اس پر میں نے کہا اس زمانے میں لوگ کہاں آتے جاتے ہیں کیونکہ حاج گزر چکے ہیں اور راستہ رک چکا ہے۔ ہم اسی حال میں تھے اور وہ وفات پا چکے تھے کہ اچانک چند سواروں کو اونٹوں پر دیکھا اور میں نے ہاتھ اور کپڑے سے انہیں اشارہ کیا اور وہ لوگ تیزی سے ساتھ آ کر کھڑے ہو گئے اور وہ لوگ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ٹھہر کر انہیں دفن کیا۔
(خصائص الکبریٰ ج۲ ص۲۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج۶ ص۲۰۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج۶ ص۴۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) مسند احمد ج۵ ص۱۵۵)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج۱ ص۳۱۵۔۳۱۶ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر ابوذر غفاری ج۱ ص۱۷۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند احمد ج۵ ص۱۵۵)، (مستدرک ج۳ ص۳۴۵۔) (طبقات ابن سعد ج۴ ص۱ و ص۱۷۱۔۱۷۲)، (موارد الظمآن رقم الحدیث ۲۲۶۰)، (ترغیب والترہیب ج۴ ص۲۲۰)، (مجمع الزوائد ج۳ ص۳۱۳۔) (کنز العمال رقم الحدیث ۳۶۸۹۲)

امام ابی الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

یقول لنفر انا فیھم لیموتن رجل منکم بفلاة من الارض یشھدہ عصابة من المومنین۔

ترجمہ: جب ابوذر رضی اللہ عنہ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے ان

حاشیہ......☆

لوگوں سے جن میں میں بھی تھا فرمایا تم میں سے ایک شخص بیابان سرزمین میں فوت ہوگا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے پاس آئے گی۔
(صفوۃ الصفوۃ ذکر وفاۃ ابی ذر رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۵۹۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

ان رسول اللہ رأی اباذر یمشی فی ناحیۃ العسکر وحدہ فقال یرحم اللہ اباذر یمشی وحدہ یموت وحدہ ویبعث وحدہ فکان کما قال ﷺ مات بالربذۃ وحدہ۔
(الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبدالبر ص ۲۴۱ مطبوعہ دار المعارف القاھرۃ مصر)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

فنظر ناظر من المسلمین فقال یارسول اللہ ان ھذا الرجل یمشی علی الطریق وحدہ فقال رسول اللہ کن اباذر فلما تاملہ القوم قالوا یارسول اللہ واللہ ھو ابو ذر فقال رسول اللہ رحم اللہ اباذر یمشی وحدہ ویموت وحدہ ویبعث وحدہ.......... قال فستھل عبداللہ یبکی ویقول صدق رسول اللہ تمشی وحدك وتموت وحدك وتبعث وحدك۔
(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی غزوۃ تبوک ج ۳ ص ۵۳۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

ویقول صدق رسول اللہ ﷺ تمشی وحدك وتموت وحدك وتبعث وحدك۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ نے سچ فرمایا تھا کہ تم (ابوذر رضی اللہ عنہ) تنہا جاؤ گے تنہا مرو گے اور (قیامت میں) تنہا اٹھائے جاؤ گے۔
(طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار صادر بیروت)(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ محمد بن یحیٰی بن ابی بکر الاندلسی متوفی ۷۴۱ھ لکھتے ہیں۔

عن اسماعیل بن رافع عن محمد بن کعب ان رسول اللہ ﷺ قیل لہ عام تبوك تخلف ابو ذر وھو فی الطریق فطلع فقال یرحم اللہ ابا ذر یمشی وحدہ ویبعث وحدہ.......... واذا رکب من اھل الکوفۃ فیھم ابن مسعود رضی اللہ عنہ فمالوا الیہ وابن مسعود بیکی ویقول صدق رسول اللہ ﷺ یموت وحدہ ویبعث وحدہ۔
(التمھید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ذکر وفاۃ ابی ذر رضی اللہ عنہ ص ۸۷ مطبوعہ دار الثقافۃ الدوحۃ قطر)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحارث بن ابی اسامۃ عن ابی المثنی الملیکی ان رسول اللہ ﷺ کان اذا خرج الی اصحابہ قال: عویمر حکیم امتی وجندب طرید امتی یعیش وحدہ ویموت وحدہ واللہ یکفیہ وحدہ۔

ترجمہ: حارث بن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابو المثنی ملیکی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تشریف لاتے تو فرماتے عویمر رضی اللہ عنہ میری امت کا دانشور ہے اور جندب (ابوذر رضی اللہ عنہ) میری امت کا تنہا شخص ہے۔ یہ تنہا زندگی گزارے گا اور تنہا فوت ہوگا اور صرف اللہ تعالیٰ ہی اس کی کفایت کرے گا۔
(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۸-۳۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ......☆

حدیث نمبر﴿۸﴾......

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا الحکم بن نافع ابو الیمان ثنا صفوان بن عمرو عن راشد بن سعد عن عاصم بن زید السکونی ثم ان معاذا لما بعثه النبی ﷺ خرج الی الیمن معه النبی ﷺ یوصیه ومعاذ راکب و رسول اللہ ﷺ یمشی تحت راحلته فلما فرغ یا معاذ انك عسی ان تلقانی بعد عامی هذا ولعلك ان تمر بمسجدی وقبری فبکی معاذ بن جبل جشعا لفراق رسول اللہ ﷺ فقال النبی ﷺ لاتبك یا معاذ للبکاء او ان البکاء من الشیطان۔

ترجمہ: حضرت عاصم بن حمید السکونی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب نبی کریم ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا ان کے ساتھ نبی کریم ﷺ بھی باہر نکلے آپ ﷺ ان کو وصیت فرما رہے تھے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سوار تھے اور نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ جب آپ ﷺ نصیحت سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے معاذ! امید ہے کہ اس سال کے بعد تم مجھ سے ملاقات نہیں کرو گے اور شاید کہ تم میری مسجد اور قبر کے پاس سے گزرو، حضور ﷺ کی جدائی کے خیال سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رونے لگے حضور ﷺ نے فرمایا اے معاذ مت روؤ کیونکہ (آواز) سے رونا شیطان کا کام ہے۔

(مسند احمد ج۵ ص۲۳۵ رقم الحدیث ۲۲۱۰۷۔۲۲۱۰۶۔۲۲۱۰۵ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبیۃ مصر)، (مسند الشامیین ج۲ ص۹۷ رقم الحدیث ۹۸۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو الحسین بن بشران العدل انبانا ابو عمرو عثمان بن احمد حدثنا عبدالکریم بن الهیثم حدثنا ابو الیمان حدثنا صفوان بن عمرو عن راشد بن سعد عن عاصم بن حمید السکونی ان معاذ بن جبل لما بعثه النبی ﷺ الی الیمن فخرج النبی ﷺ یوصیه و معاذ انك عسی ان لا تلقانی بعد عامی هذا ولعلك ، تمر بمسجدی وقبری فبکی معاذ خشعاً لفراق النبی ﷺ فقال له النبی ﷺ لا تبك یا معاذ البکاء او ان البکاء من الشیطان۔

(دلائل النبوۃ باب بعث معاذ بن جبل وابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہما الی الیمن ج۵ ص۴۰۴۔۴۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ومن انذاره ما رواه معاذ بن جبل قال بعثنی رسول اللہ الی الیمن فخرج معی یوصینی فلما فرغ قال یا معاذ انك عسی ان لا تلقانی بعد هذا ولعلك ان تمر بمسجدی ومنبری فبکی معاذ ثم التفت رسول اللہ فاقبل وجهه۔

(اعلام النبوۃ الباب الثانی عشر فی انذاره بما سیحدث بعده ص۱۸۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ ذکر ثناء رسول اللہ علی معاذ ومشیه معه وهو راکب ج۱ ص۴۹۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخرج احمد والبیهقی عن عاصم بن حمید السکونی ان النبی ﷺ ارسل معاذ بن جبل الی الیمن فخرج معه یوصیه فلما فرغ قال یا معاذ انك عسی ان لا تلقانی بعد عامی ولعلك ان تمر بمسجدی وقبری فبکی معاذ۔ واخرجه احمد من وجه آخر عن عاصم بن معاذ موصولاً۔ واخرج البیهقی من طریق الزهری عن

حاشیہ......☆

کعب بن مالك رضي الله عنه قال لما حج النبي ﷺ بعث معاذ الى اليمن ثم توفي رسول الله ﷺ۔

ترجمہ: عاصم ابن حمید سکونی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور وصیت کرتے ہوئے ان کے ہمراہ باہر تشریف لائے جب وصیت کر چکے تو فرمایا شاید! آئندہ تم سے ملاقات نہ ہو سکے گی اور میری مسجد اور قبر کے پاس سے گزرو گے یہ سن کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رو پڑے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۰۔۳۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۲۸۹۔۲۹۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حدیث نمبر﴿۹﴾......

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابو حامد بن جبلة ثنا محمد بن اسحاق ثنا هناد بن اسرى ثنا قبيصة ثنا سفيان عن عمرو بن سعيد بن ابى حسين قال اخبرنى كثير بن تميم الدارى قال كنت جالسا مع سعيد بن جبير فطلع عليه ابنه عبدالله بن سعيد وكان به من الفقه فقال انى لاعلم خير حالاته فقال وما هو قال ان يموت فاحتسبه۔

حدثنا عبدالرحمن بن العباس ثنا ابرهيم الحربى ثنا اسحاق ابن اسماعيل ثنا سفيان عن حميد لاعرج قال اقبل ابن لسعيد بن جبير فقال انى لاعلم خير خلة فيه ان يموت فاحتسبه۔

ترجمہ: کثیر بن تمیم داری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں ان کا بیٹا عبد اللہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ آیا جو فقہ کا کچھ علم رکھتا تھا۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے اس کے بہترین حالات کا علم ہے پوچھا وہ کیا ہے؟ تو فرمایا کہ اس کی موت واقع ہو جائے گی اور ایسا ہی ہوا۔

حضرت حمید بن الاعرج رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیٹا ان کے پاس آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں اس کی ایک بہترین حالت سے واقف ہوں اور وہ یہ کہ اس کی موت واقع ہو جائے گی پھر ایسا ہی ہوا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۲۷۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حدیث نمبر﴿۱۰﴾......

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابوبكر بن مالك ثنا عبدالله بن احمد حدثنى احمد بن ابراهيم ثنا على بن اسحاق قال اخبرنا عبدالله يعنى ابن المبارك قال انبانا عيسى بن عمر عن السدى قال - حدثنى ابن عم لعمرو بن عتبة قال نزلنا فى مرج حسن فقال عمرو بن عتبة ما احسن هذا المرج ما احسن الآن لو ان مناديا نادى يا خيل الله اركبى فخرج رجل فكان فى اول من لقى فاصيب ثم جئ به فدفن فى هذا المرج قال فما كان باسرع من ان نادى مناد يا خيل الله اركبى فخرج عمرو فى سرعان الناس فى اول من خرج فاتى عتبة فاخبر بذلك فقال على عمرا فارسل فى طلبه فما ادرك حتى اصيب قال فما أراده دفن الا فى مركز رمحه وعتبة يومئذ على الناس۔

ترجمہ: عیسیٰ بن عمر و بن عمرو السدی کی سند سے بیان کیا کہ عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کے چچا زاد بھائی کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک خوبصورت چراگاہ میں اترے تو عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ چراگاہ کتنی خوبصورت ہے اور اب کتنا اچھا ہوگا کہ ایک منادی آواز دے کہ اے اللہ کے لشکر سوار ہو جاؤ چنانچہ ایک شخص نکلے گا اور پہلے حملہ آور دستے میں ہوگا اسے زخم لگے گا اور اسے لایا جائے گا اور شہادت

حاشیہ......☆

کے بعد یہیں دفن کیا جائے گا چنانچہ فوراً ہی ایک منادی نے آواز لگائی اے اللہ کے لشکر سوار ہو جاؤ کہا عمرو کے میرے پاس لاؤ عمرو کو میرے پاس لاؤ۔ یہ کہہ کر اس نے کسی کو بھیجا مگر وہ انہیں پا نہ سکا اور عمرو شہید ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ عمرو کو اس جگہ میں دفن کیا گیا اور عتبہ اس دن لوگوں کے پاس تھا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۱۵۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام مزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال حدثنی احمد بن ابراهیم قال حدثنا علی بن اسحاق قال اخبرنا عبدالله یعنی ابن المبارك قال عیسی بن عمر عن السدی قال حدثنی بن عم لعمرو بن عتبة قال نزلنا فی مرج حسن فقال عمرو بن عتبة ما احسن هذا المرج ما احسن الآن لو ان منادیا نادی یا خیل الله ارکبی فخرج رجل فکان فی اول من لقی فاصیب ثم جیٔ به فدفن فی هذا المرج قال فما کان باسرع من ان نادی مناد یا خیل الله ارکبی فخرج عمرو فی سرعان الناس فی اول من خرج فاتی عتبة فاخبر بذلك فقال علی عمرا فارسل فی طلبه فما ادرك حتی اصیب قال فما أراده دفن الا فی مرکز رمحه وعتبة یومئذ علی الناس۔

ترجمہ: عیسیٰ بن عمرو بن عمرو السدی کی سند سے بیان کیا کہ عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کے چچازاد بھائی کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک خوبصورت چراگاہ میں اترے تو عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ چراگاہ کتنی خوبصورت ہے اور اب کتنا اچھا ہوگا کہ ایک منادی آواز دے کر اے اللہ کے لشکر سوار ہو جاؤ چنانچہ ایک شخص نکلے گا اور پہلے حملہ آور دستے میں ہوگا سے زخم لگے گا اور اسے لایا جائے گا اور شہادت کے بعد یہیں دفن کیا جائے گا چنانچہ فوراً ہی ایک منادی نے آواز لگائی اے اللہ کے لشکر سوار ہو جاؤ کہا عمرو کے میرے پاس لاؤ عمرو کو میرے پاس لاؤ۔ یہ کہہ کر اس نے کسی کو بھیجا مگر وہ انہیں پا نہ سکا اور عمرو شہید ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ عمرو کو اس جگہ میں دفن کیا گیا اور عتبہ اس دن لوگوں کے پاس تھا۔

(تھذیب الکمال ج ۲۲ ص ۱۴۲۔۱۴۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث نمبر﴿۱۱﴾......

امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا قتیبة حدثنا اللیث عن بن شهاب انه سمع عبیدالله بن عبدالله بن [illegible]بة الانصاری یحدث عن عبدالرحمن بن یزید الانصاری من بنی عمرو بن عوف یقول سمعت عمی مجمع بن جاریة الانصاری یقول سمعت رسو ل الله یقول ثم یقتل بن مریم الدجا ل بباب لد۔

ترجمہ: مجمع بن جاریہ الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن مریم علیہ السلام، دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔

(سنن الترمذی باب ما جاء فی قتل عیسی بن مریم الدجال ج ۴ ص ۵۱۵ رقم ۲۲۴۴ قال ابوعیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یقتل بن مریم الدجا ل بباب لد۔

ترجمہ: عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام، دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۹ ص ۴۴۴۔۴۴۵ رقم الحدیث ۱۰۷۵۔۱۰۷۶۔۱۰۷۷۔۱۰۷۸۔۱۰۷۹۔۱۰۸۰۔۱۰۸۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

حاشیہ......☆

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یقتل بن مریم الدجا ل بباب لد۔

ترجمہ: عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام، دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔

(صحیح ابن حبان ذکر الاخبار عن قاتل المسیح ووصف الموضع الذی یقتلہ فیہ ج ۱۵ ص ۲۲۱۔۲۲۲ رقم الحدیث ۶۸۱۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حافظ ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

یقتل بن مریم الدجا ل بباب لد۔

ترجمہ: عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام، دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔

(الاستیعاب عبد الرحمٰن بن یزید رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۸۵۶ برقم ۱۴۶۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حدیث نمبر ﴿۱۲﴾......

امام نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا سلم بن قتیبة عن ابی مودود المدینی عن عثمان بن الضحاك عن یوسف بن عبداللہ بن سلام عن ابیه قال نجد فی التوراة ان عیسی ابن مریم یدفن مع محمد ﷺ۔

قال ابو مودود وقد بقی فی البیت موضع قبر عیسی ابن مریم۔

(الفتن لنعیم بن حماد ج ۲ ص ۵۸۰ رقم الحدیث ۱۶۲۱ مطبوعہ مکتبۃ التوحید القاہرۃ مصر)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

قال واذا جاز نزوله مرة جاز نزوله مراراً ثم یکون نزوله الظاهر حین یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویتزوج حینئذ امراة من بنی جذام واذا مات دفن فی حجرة روضة رسول اللہ ﷺ۔

(السیرۃ النبویۃ اسلام سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۴۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

ثم یقبض اللہ روح عیسی ویذوق الموت ویدفن الی جانب النبی ﷺ فی الحجرة۔

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح مبارک قبض فرمالے گا اور وہ موت کا ذائقہ چکھیں گے اور حجرہ مبارک میں حضور ﷺ کے پہلو میں دفن کیے جائیں گے۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ ج ۲ ص ۵۶۰۔۵۶۱ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ تورات میں حضرت محمد ﷺ کی صفت لکھی ہوئی ہے اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آپ کے ساتھ دفن کیے جائیں گے ابو مودود نے کہا آپ کے روضہ میں ایک قبر کی جگہ رکھی ہوئی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۶۱۷)

امام نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں۔

وعن عبداللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم علیه السلام مع رسول اللہ ﷺ وصاحبیه رضی اللہ عنهما فیکون قبره رابع۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ

حاشیہ.....☆

مدفون ہوں گے۔اس بناء پر عیسیٰ علیہ السلام کی چوتھی قبر ہوگی۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ذکر المسیح عیسی بن مریم علیہ السلام ج ۸ ص ۲۰۹ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)،(رواہ الطبرانی وابن عساکر والبخاری فی تاریخہ عن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ)

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ذکر ابن عساکر ان وفات عیسی تکون بالمدینته فیصلی علیه هنا لك ویدفن بالحجرة النبویة۔

ترجمہ: ابن عساکر نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات مدینہ میں ہوگی وہاں پر ہی آپ کا جنازہ پڑھایا جائے گا اور نبی کریم ﷺ کے حجرہ میں دفن کئے جائیں گے۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۱۵۴۔۱۴۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علم الساعة یعنی قیامت کا علم

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

اذ تقوم الساعة۔

ترجمہ: اسی روز (جمعہ) قیامت قائم ہوگی۔

(روض الانف ج ۲ ص ۲۵۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

وفیه تقوم الساعة۔

ترجمہ: اسی روز (جمعہ) میں قیامت قائم ہوگی۔

(سنن ابی داؤد باب تفریع ابواب الجمعۃ باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ ج ۱ ص ۲۷۴ رقم الحدیث ۱۰۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں۔

وفیه تقوم الساعة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۷۷ رقم الحدیث ۵۵۱۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)،(شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۹۰ رقم الحدیث ۲۹۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخبرنا ابوعبدالله الحافظ ثنا الربیع بن سلیمان ثنا عبدالله بن وهب اخبرنی ابن ابی الزناد عن ابیه عن موسی بن ابی عثمان عن ابیه عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ سید الایام یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه ادخل الجنة وفیه اخرج منها ولا تقوم الساعة الا فی یوم الجمعة۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن سید الایام ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا اسی دن وہ جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت صرف جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۹۰ رقم الحدیث ۲۹۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(الاحادیث المختارۃ ج ۹ ص ۴۲۲۔۴۲۳۔۴۲۴۔۴۲۵۔۴۲۶۔۴۲۷ رقم الحدیث ۳۹۵۔۳۹۶ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمۃ)،(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف السین ج ۱ ص ۲۹۱ رقم الحدیث ۴۷۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ ص ۱۴۵ رقم الحدیث ۱۶۰۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)،(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر رفاعۃ ابولبابہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۶۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

اعتراض ۷ او مایعلم تاویلہ الا اللہ (پارہ ۳ سورہ عمران آیت نمبر ۷) متشابہات آیات کی تاویل رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو متشابہات آیات کا علم نہ تھا۔

جواب:۔ اس آیت میں یہ کہاں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے متشابہات کا علم کسی کو دیا بھی نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ الرحمن علم القرآن اپنے حبیب کو رحمان نے قرآن سکھایا۔ جب رب نے سارا قرآن حضور کو سکھا دیا تو متشابہات بھی سکھا دیئے۔ اسی لئے حنفی مذہب کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام متشابہات کو جانتے ہیں ورنہ ان کا نازل کرنا بیکار ہوگا۔ شافعیوں کے نزدیک علماء بھی جانتے ہیں وہ والراسخون فی العلم (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۷) پر وقف کرتے ہیں۔ شوافع کے ہاں اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ اور مضبوط علماء کے سوا کسی کو نہیں۔

حاشیہ......☆

امام صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود حنفی متوفی ۷۴۷ھ صاحب التوضیح حضور ﷺ کے اجتہاد پر گفتگو کرتے ہوئے صاف اور واضح طور پر لکھتے ہیں۔

لانہ اسبق الناس فی العلم وانہ یعلم المتشابہ والمجمل فمحال ان یخفی علیہ معانی النصوص۔

ترجمہ: آپ ﷺ علم میں تمام لوگوں سے کہیں آگے ہیں اور آپ ﷺ متشابہ اور مجمل کا علم رکھتے ہیں لہذا معانی نصوص کا آپ ﷺ سے مخفی رہنا محال ہے۔

(التوضیح باب افعال النبی ﷺ ص ۴۹۲)

امام بدرالدین زرکشی متوفی ۷۹۴ھ لکھتے ہیں۔

لایسوغ لاحد ان یقول ان رسول اللہ ﷺ لم یعلم المتشابہ فاذا جاز ان یعرفہ الرسول مع قولہ (وما یعلم تاویلہ الا اللہ) جاز ان یعرفہ الربانیون من صحابتہ والمفسرون من امتہ الا تری ان ابن عباس کان یقول انا من الراسخین فی العلم ونحن لم نر المفسرین الی ھذہ الغایۃ توقفوا عن شیئی من القرآن فقالوا ھو متشابہ لا یعلمہ الا اللہ بل امروہ علی التفسیر حتی فسروا الحروف

ترجمہ: کسی کا یہ کہنا جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ متشابہ کا علم نہیں رکھتے جب وما یعلم تاویلہ الا اللہ پر وقف کے باوجود رسول اللہ ﷺ انہیں جانتے ہیں تو پھر امت کے ربانیون اور صحابہ اور مفسرین کا انہیں جاننا بھی جائز ہوگا۔ کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نہیں کہ میں راسخین میں شامل ہوں۔ اور ہم کسی مفسر کو نہیں جانتے کہ اس نے تفسیر کرنے میں یہ کہہ کر توقف کیا ہو کہ یہ متشابہ ہے اور اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان کے سامنے انہوں نے تمام کی تفسیر کی حتیٰ کہ حروف مقطعات کی بھی۔

(البرہان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۸۴)

شیخ احمد جیون لکھتے ہیں۔

ھذا فی حق الامۃ واما فی حق النبی علیہ السلام فکان معلوما والابطل فائدۃ التخاطب ویصیر التخاطب بالمھمل کالتکلم بالزنجی مع العربی۔

ترجمہ: یہ بات حق امت میں ہے۔ حضور ﷺ کو ان کا علم ہے ورنہ خطاب کا فائدہ باطل اور بے معنی لازم آئے گا۔ جیسے حبشی کسی عربی سے گفتگو کرے۔

(نور الانوار ص ۹۳)

دوسری فصل......نفی غیب کی احادیث کے بیان میں

مخالفین نفی غیب کے لئے بہت سی احادیث پیش کرتے ہیں ان سب کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ ان احادیث میں حضور علیہ السلام نے یہ نہ فرمایا کہ مجھے رب نے فلاں چیز کا علم نہ دیا بلکہ کسی میں تو ہے۔ اللہ اعلم کسی میں ہے مجھے کیا خبر کسی میں ہے کہ فلاں بات حضور علیہ السلام نے نہ بتائی۔ کسی میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فلاں سے یہ بات پوچھی۔ اور یہ بات پوچھی۔ اور یہ تمام باتیں علم کی نفی ثابت نہیں کرتیں۔ نہ بتانا یا پوچھنا یا اللہ اعلم فرمانا اور بہت سی مصلحتوں کی وجہ سے بھی ہوسکتا ہے بہت سی باتیں خدا نے بندوں کو نہ بتائیں۔ سوال کے باوجود مخفی رکھا۔ بہت سی چیزوں کے متعلق پروردگار عالم فرشتوں سے پوچھتا ہے کیا اس کو بھی علم نہیں۔ ایک حدیث صحیح قطعی الدلالت ایسی لاؤ۔ جس میں عطائے علم غیب کی نفی ہو۔ مگر انشاء اللہ نہ لاسکیں گے۔ یہ جواب نہایت کافی تھا۔ مگر پھر بھی ان کی مشہور احادیث عرض کر کے جواب عرض کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

اعتراض (۱)...... مشکوۃ باب اعلان النکاح کی پہلی حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام ایک نکاح میں تشریف لے گئے جہاں انصار کی کچھ بچیاں دف بجا کر جنگ بدر کے مقتولین کے مرثیہ کے گیت گانے لگیں ان میں سے کسی نے یہ مصرع پڑھا۔

وفینا نبی یعلم ما فی غد۔

حاشیہ......☆

امام ابوبکر بن احمد سرخسی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں۔

ولاشك ان درجته فی ذالك اعلی من درجة غیره وقد کان یعلم المتشابه الذی لایقف احد من الامة بعده علی معناه۔

ترجمہ: بلاشبہ آپ ﷺ کا اس میں درجہ تمام سے کہیں بلند ہے آپ متشابہات کا علم رکھتے ہیں جن کے معنی سے کوئی امتی آگاہ نہیں۔
(اصول السرخسی ج۲ص۹۴)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں۔

والحق عندی انها من المتشابهات وهی اسرار بین الله تعالیٰ وبین رسول الله ﷺ لم یقصد بها افهام العامة بل افهام الرسول ﷺ او من شاء افهامه من اکمل اتباعه۔

ترجمہ: ہمارے نزدیک حق یہی ہے کہ مقطعات متشابہات میں سے ہیں یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے کامل اتباع کرنے والوں سے جس کو چاہے ان سے آگاہی عطا فرمادے۔
(تفسیر المظہری ج۱ص۱۴ مطبوعہ کوئٹہ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔

فلا یعرف بعد رسول الله ﷺ الا الاولیاء الورثة فهم یعرفونه من تلك الحضرة وقد تنطق لهم الحروف مما فیها کما کانت تنطق لمن سبح بکفه الحصی وکلمه الضب والظبی۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے بعد انہیں آپ کے وارث اولیاء ہی جان سکتے ہیں اور انہیں اس بارگاہ سے ہی یہ فیض نصیب ہوتا ہے تو ان کے ساتھ یہ حروف ہم کلام ہو کر اپنے معانی سے آگاہ کرتے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ سے گوہ، ہرن اور ہتھیلی کے پتھروں نے گفتگو کی۔
(تفسیر روح المعانی ج۱ص۱۳۶)

ترجمہ: ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔

(سنن الترمذی کتاب النکاح عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی اعلان النکاح ج ۳ ص ۳۹۹ رقم الحدیث ۱۰۹۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب النکاح ج ۱ ص ۶۱۱ رقم الحدیث ۱۸۹۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۳ ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۵۸۷۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن ابو داؤد ج ۴ ص ۲۸۱ رقم الحدیث ۴۹۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۳ ص ۳۳۲ رقم الحدیث ۵۵۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ چھوڑ دو۔ وہ ہی گائے جاؤ جو پہلے گا رہی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب نہیں تھا اگر ہوتا تو آپ ان کو یہ کہنے سے نہ روکتے۔ سچی بات سے کیوں روکا۔

جواب:۔ اولاً تو غور کرنا چاہئے کہ یہ مصرع خوان بچیوں نے تو بنایا ہی نہیں کیونکہ بچیوں کو شعر بنانا نہیں آتا اور نہ کسی کافر و مشرک نے بنایا۔ کیوں کہ وہ حضور علیہ السلام کو نبی نہیں مانتے تھے لامحالہ یہ کسی صحابی کا شعر ہے۔ بتاؤ وہ شعر بنانے والے صحابی معاذ اللہ مشرک ہیں یا نہیں؟ پھر حضور علیہ السلام نے نہ تو اس شعر بنانے والے کو برا کہا نہ شعر کی مذمت کی۔ بلکہ ان کو گانے سے روکا۔ کیوں روکا۔؟ چار وجہ سے اولاً تو یہ کہ اگر کوئی ہمارے سامنے ہماری تعریف کرے۔ تو بطور انکسار کہتے ہیں ارے میاں! یہ باتیں چھوڑو وہ ہی باتیں کرو۔ یہ بھی انکساراً فرمایا۔ دوم یہ کہ کھیل کود، گانے بجانے کے درمیان نعت کے اشعار پڑھنے سے ممانعت فرمائی اس کے لئے ادب چاہئے۔ تیسرے یہ کہ غیب کی نسبت اپنی طرف کرنے کو ناپسند فرمایا۔ چوتھے یہ کہ مرثیہ کے درمیان نعت ہونا ناپسند فرمایا۔ جیسا کہ آج کل نعت خواں کرتے ہیں کہ نعت و مرثیہ کو ملا ملا کر پڑھتے ہیں۔ مرقاۃ میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

لکراھۃ نسبۃ علم الغیب الیہ لانہ لا یعلم الغیب الا اللہ وانما یعلم الرسول من الغیب ما اعلمہ او لکرامۃ ان یذکر فی اثناء ضرب الدف واثناء مرثیۃ القتلی لعلو منصبہ عن ذالک۔

ترجمہ: منع فرمایا علم کی نسبت اپنی طرف کرنے کو۔ کیونکہ علم غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور رسول وہ ہی غیب جانتے ہیں جو اللہ بتائے یا یہ ناپسند کیا کہ آپ کا ذکر دف بجانے میں یا مقتولین کے مرثیہ کے درمیان کیا جاوے کہ آپ کا درجہ اس سے اعلیٰ ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۶ ص ۲۱۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

گفتہ اند کہ منع آنحضرت ازیں قول بجہت آں است کہ دروے اسناد علم غیب است بہ آنحضرت را نا خوش آمد وبعضے گویند کہ بجہت آں است کہ ذکر شریف دے در اثنا لہو مناسب نہ باشد۔

ترجمہ: شارحین نے کہا ہے حضور علیہ السلام منع فرمانا اس لئے ہے کہ اس میں علم غیب کی نسبت حضور کی طرف ہے۔ لہذا آپ کو ناپسند آئی اور بعض نے فرمایا کہ آپ کا ذکر شریف کھیل کود میں مناسب نہیں۔

(اشعۃ اللمعات باب اعلان النکاح والخطبۃ والشرط ج ۳ ص ۱۱۷ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

اعتراض (۲)...... مدینہ پاک میں انصار باغوں میں نر درخت کی شاخ مادہ درخت میں لگاتے تھے تاکہ پھل زیادہ دے اس فعل سے انصار کو حضور علیہ السلام نے منع فرمایا (اس کام کو عربی میں تلقیح کہتے ہیں) انصار نے تلقیح چھوڑ دی۔ خدا کی شان پھل گھٹ گئے اس کی شکایت سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئی تو فرمایا۔

انتم اعلم بامور دنیا کم۔

ترجمہ: اپنے دنیاوی معاملات تم جانتے ہو۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ آپ کو یہ علم نہ تھا کہ تلقیح روکنے سے پھل گھٹ جاوینگے اور انصار کا علم آپ سے زیادہ ثابت ہوا۔

جواب :۔ حضور علیہ السلام کا فرمانا انتم اعلم بامور دنیا کم اظہار ناراضی ہے کہ جب تم صبر نہیں کرتے تو دنیاوی معاملات تم جانو۔ جیسے ہم کسی سے کوئی بات کہیں اور وہ اس میں کچھ تامل کرے تو کہتے ہیں بھائی تو جان۔ اس سے نفی علم مقصود نہیں۔ شرح شفاء ملا علی قاری بحث معجزات میں فرماتے ہیں۔

وخصه الله من الاطلاع على جميع مصالح الدنيا والدين واستشكل بانه عليه السلام وجد الانصار يلقحون النخل فقال لو تركتموه فتركوه فلم يخرج شيئا او خرج شيئا فقال انتم اعلم بامور دنيا كم قال الشيخ السوسي ارادان يحملهم على خرق العوائد في ذلك الى باب التوكل واما هناك فلم يمتثلو فقال انتم اعرف بدنيا كم ولو امتثلوا وتحملوا في سنة او سنتين لكفوا امر هذه المحنة۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو تمام دینی و دنیاوی مصلحتوں پر مطلع فرمانے سے خاص فرمایا اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضور نے انصار کو درختوں کی تلقیح کرتے ہوئے پایا تو فرمایا کہ تم اس کو چھوڑ دیتے تو اچھا تھا انہوں نے چھوڑ دیا تو کچھ پھل ہی نہ آیا یا ناقص آیا تو فرمایا کہ اپنے دنیاوی معاملات تم جانو۔ شیخ سنوسی نے فرمایا کہ آپ نے چاہا تھا کہ ان کو خلاف عادت کام کر کے باب توکل تک پہنچادیں۔ انہوں نے نہ مانا تو فرمایا کہ تم جانو۔ اگر وہ مان جاتے اور دو ایک سال نقصان برداشت کر لیتے تو اس محنت سے بچ جاتے۔
(شرح الشفاء للقاری علی ہامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۲۳۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ملا علی قاری اسی شرح شفا جلد دوم صفحہ ۲۳۸ میں فرماتے ہیں۔

ولو ثبتوا على كلامه افاقو انى الفن تقع عنهم كلفة المعالجة۔

ترجمہ: اگر وہ حضرات حضور کے فرمان پر ثابت رہتے تو اس فن میں فوقیت لیجاتے۔ اور ان سے اس تلقیح کی محنت دور ہو جاتی۔
(شرح الشفاء للقاری علی ہامش نسیم الریاض ج ۴ ص ۲۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فصل الخطاب میں علامہ قیصری سے نقل فرمایا:

ولا يعزب عن علمه عليه السلام مثقال ذرة في الارض ولا في السماء من حيث مرتبته وان كان يقول انتم اعلم بامور دينا كم۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کے علم سے زمین و آسمان میں ذرہ بھر چیز بھی پوشیدہ نہیں اگر چہ آپ فرماتے تھے کہ دنیاوی کام تم جانو۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے کبھی کاشتکاری نہ کی تھی اور نہ کاشتکاروں کی صحبت حاصل کی۔ مگر زمانہ قحط آنے سے پہلے حکم دیا کہ غلہ خوب کاشت کرو۔ اور فرمایا۔

فما حصد ثم فذروه في سنبله۔

ترجمہ: کہ جو کچھ کاٹو اس کو بالی ہی میں رہنے دو۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۴۷)

یعنی گیہوں کی حفاظت کا طریقہ سکھایا۔ آج بھی غلہ کو بھوسے میں رکھ کر اس کی حفاظت کرتے ہیں ان کو کھیتی باڑی کا خفیہ راز کس طرح معلوم ہوا اور فرمایا۔

قال اجعلني على خزائن الارض انى حفيظ عليم۔

ترجمہ: مجھ کو زمین کے خزانوں پر مقرر کر دو میں اس کا محافظ اور ہر کام جاننے والا ہوں۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵۵)

یہ ملکی انتظامات وغیرہ کس سے سیکھے؟ تو کیا حضور علیہ السلام کی دانائی اور حضور کا علم حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی کم ہے۔ معاذ اللہ۔

اعتراض (۳)۔۔۔ ترمذی کتاب التفسیر سورہ انعام میں ہے کہ حضرت مسروق عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرماتے ہیں کہ جو شخص کہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے کو دیکھایا کسی شئی کو چھپایا وہ جھوٹا ہے۔

ومن زعم انه يعلم ما في غد فقد اعظم الفرية على الله۔

ترجمہ: اور جو کہے کہ حضور علیہ السلام کل کی بات جانتے ہیں اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر سورہ انعام ج ۵ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۳۰۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جواب:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ تینوں باتیں اپنے ظاہری معنی پر نہیں ہیں آپ کے یہ قول اپنی رائے سے ہیں۔ اس پر کوئی حدیث مرفوع پیش نہیں فرماتیں بلکہ آیات سے استدلال فرماتی ہیں رب تعالیٰ کو دیکھنے کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت پیش فرمائی۔ اور اب تک جمہور اہل اسلام اس کو مانتے چلے آئے ہیں۔ دیکھو اس کی تحقیق مدارج اور نسیم الریاض وغیرہ میں ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن سورہ والنجم میں اسی طرح صدیقہ کا فرمانا کہ حضور علیہ السلام نے کوئی چیز نہ چھپائی۔ اس سے مراد احکام شرعیہ تبلیغیہ ہیں۔ ورنہ بہت سے اسرار الٰہیہ پر لوگوں کو مطلع نہ فرمایا۔

مشکوٰۃ کتاب العلم فصل دوم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو حضور علیہ السلام سے دو قسم کے علوم ملے۔ ایک وہ جن کی تبلیغ کر دی۔ دوسرے وہ کہ اگر تم کو بتاؤں تو تم میرا گلا کاٹ دو۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم فصل الثانی ص ۳۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ اسرار الٰہیہ نامحرم سے چھپائے گئے۔ اسی طرح صدیقہ کا یہ فرمان کہ کل کی بات حضور علیہ السلام نہیں جانتے تھے اس سے مراد ہے بالذات نہ جاننا ورنہ صدہا احادیث اور قرآنی آیات کی مخالفت لازم آوے گی۔ حضور علیہ السلام نے قیامت کی دجال امام مہدی کی اور حوض کوثر کی شفاعت بلکہ امام حسین کی شہادت کی۔ جنگ بدر ہونے سے پیشتر کفار کے قتل کی۔ اور جگہ قتل کی خبر دی۔ نیز اگر صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے ظاہری معنے بھی کئے جاویں تو مخالفین کے بھی تو خلاف ہے کہ وہ بھی بہت سے غیوب کا علم مانتے ہیں اور اس میں بالکل نفی ہے۔ مجھے آج یقین ہے کہ کل پنجشنبہ ہوگا۔ سورج نکلے گا۔ رات آوے گی یہ بھی تو کل کی بات کا علم ہوا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے معراج جسمانی کا بھی انکار فرمایا۔ مگر یہ ہی کہا جاتا ہے کہ واقعہ معراج ان کے نکاح میں آنے سے پیشتر کا ہے۔ جواب تک ان کے علم میں نہ آیا تھا۔

اعتراض (۴)۔۔۔ صدیقہ کا ہار گم ہو گیا۔ جگہ جگہ تلاش کرایا گیا نہ ملا پھر اونٹ کے نیچے سے برآمد ہوا اگر حضور علیہ السلام کو علم تھا تو لوگوں کو اسی وقت کیوں نہ بتا دیا کہ ہار وہاں ہے۔ معلوم ہوا کہ علم نہ تھا۔

جواب:۔ اس حدیث سے نہ بتانا معلوم ہوا نہ کہ نہ جاننا اور نہ بتانے میں صدہا حکمتیں ہوتی ہیں حضرات صحابہ نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کا سبب دریافت کیا۔ رب تعالیٰ نے نہ بتایا تو کیا خدائے پاک کو بھی علم نہیں؟ مرضی الٰہی یہ تھی کہ صدیقہ کا ہار گم ہو مسلمان اس کی تلاش میں۔ یہاں رک جاویں ظہر کا وقت آ جاوے پانی نہ ملے۔ تب حضور علیہ السلام سے عرض کیا جاوے کہ اب کیا کریں تب آیت تیمم نازل ہو جس سے حضرت صدیقہ کی عظمت قیامت تک مسلمان معلوم کر لیں کہ ان کے طفیل ہم کو تیمم ملا۔ مگر اسی وقت ہار بتا دیا جاتا۔ تو آیت تیمم کیوں

نازل ہوتی۔رب کے کام اسباب سے ہوتے ہیں۔تعجب ہوتا ہے کہ جوآنکھ قیامت تک کے حالات کو مشاہدہ کرے۔اس سے اونٹ کے نیچے کی چیز کس طرح مخفی رہے۔شان محبوب علیہ السلام پہچانتے کی خدا توفیق دے۔

اعتراض (۵)......مشکوۃ باب الحوض والشفاء میں ہے۔

لیردن علی اقوام اعرفهم ویعرفوننی ثم بحال بینی وبینهم فاقول انهم منی فیقال انك لاتدری ما احدثوا بعدك فاقول سحقا سحقا لمن غیر بعدی۔

ترجمہ: حوض پر ہمارے پاس کچھ قومیں آئے گی جن کو ہم پہچانتے ہیں اور وہ ہم کو پہچانتے ہیں پھر ہمارے اور ان کے درمیان آڑ کر دی جاوے گی ہم کہیں گے کہ یہ تو ہمارے لوگ ہیں تو کہا جاوے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئے کام کئے پس فرمائیں گے کہ دوری ہو دوری ہو اس کو جو میرے بعد دین بدلے۔

(مشکوۃ المصابیح باب الحوض والشفاعۃ فصل الاول ص ۴۸۷۔۴۸۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت میں بھی اپنے پرائے اور مومن و کافر کی پہچان نہ ہوگی کیونکہ آپ مرتدین کو فرمائیں گے کہ یہ میرے صحابہ ہیں اور ملائکہ عرض کریں گے کہ آپ نہیں جانتے۔

جواب:۔ حضور علیہ السلام کا ان کو صحابی کہنا طعن کے طور پر ہوگا کہ ان کو آنے دو یہ تو ہمارے بڑے مخلص صحابہ ہیں اور ملائکہ کا یہ عرض کرنا ان کو سنا کر غمگین کرنے کے لئے ہوگا۔ورنہ ملائکہ نے ان کو یہاں تک آنے ہی کیوں دیا۔جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ جہنمی کافر سے کہا جاوے گا۔

ذق انك انت العزیز الکریم۔

ترجمہ: عذاب چکھ۔تو تو عزت کرم والا ہے۔

(پارہ ۲۵ سورہ ۴۴ آیت نمبر ۴۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج کو دیکھ کر فرمایا تھا۔ **هذا ربی** (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۷۶) یہ میرا رب ہے۔

پھر غور کی بات تو یہ ہے کہ آج تو حضور علیہ السلام اس سارے واقعہ کو جانتے ہیں اور فرماتے ہیں **اعرفهم** ہم ان کو پہچانتے ہیں کیا اس دن بھول جائیں گے؟ نیز قیامت کے دن مسلمانوں کی چند علامات ہوں گی۔اعضاء وضو کا چمکنا چہرا نورانی ہونا **یوم تبیض وجوه وتسود وجوه** (پارہ ۴ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۰۶) داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال کا ہونا۔پیشانی پر سجدہ کا داغ ہونا۔(دیکھو مشکوۃ کتاب الصلوۃ) اور کفار کی علامت ہوگی ان کے خلاف ہونا۔اور ان لوگوں کو ملائکہ کا روکنا۔ان کے ارتداد کی خاص علامت ہوگی۔جو آج بیان ہو رہی ہے۔پھر کیا وجہ ہے کہ اتنی علامات کے ہوتے ہوئے حضور ان کو نہ پہچانیں۔نیز آج تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جنتی و جہنمی لوگوں کی خبر دے دی۔عشرہ مبشرہ کو بشارت دی۔دو کتابیں صحابہ کرام کو دکھا دیں۔جن میں جنتی اور جہنمی لوگوں کے نام ہیں وہاں نہ پہچانتے کے کیا معنی؟ حضور علیہ السلام کو خبر نہیں۔رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **یعرف المجرمون بسیماهم** (پارہ ۲۷ سورہ ۵۵ آیت نمبر ۴۱) نیز فرماتا ہے **سیماهم فی وجوههم من اثر السجود** (پارہ ۲۶ سورہ ۴۸ آیت نمبر ۲۹) معلوم ہوا کہ قیامت میں نیک و بد لوگوں کی علامات چہروں پر ہوں گی۔

مشکوۃ باب الحوض والشفاعۃ میں ہے کہ جنتی مسلمان جہنمی مسلمانوں کو نکالنے کے لئے جہنم میں جائیں گے اور ان کی پیشانی کے داغ سجدہ دیکھ کر ان کو جل چکنے کے بعد نکالیں گے اور ان سے فرمایا جاوے گا۔

فمن وجدتم فی قلبه مثقال دینار من خیر فاخرجوه۔

ترجمہ: جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان پاؤ۔ اس کو نکال لے جاؤ۔

(مشکوۃ المصابیح باب الحوض والشفاعۃ ص ۴۹۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

دیکھو جنتی مسلمان دوزخی مسلمانوں کے دل کے ایمان کو پہچانتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ کس کے دل میں کس درجہ کا ایمان ہے۔ دینار کے برابر یا ذرہ کے برابر۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کو چہرہ دیکھ کر علامات دیکھ کر بھی خبر نہیں ہوئی کہ یہ مسلمان ہیں یا کافر۔ اللہ تعالیٰ سمجھ نصیب کرے۔

اعتراض (۶)...... بخاری جلد اول کتاب الجنائز میں حضرت ام العلا کی روایت ہے۔

واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی۔

ترجمہ: خدا کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کو اپنی بھی خبر نہ تھی کہ قیامت میں مجھ سے کیا معاملہ ہوگا۔

حاشیہ..... ☆

صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس موقع پر **ما یفعل به** فرمایا تھا۔ جس کا تعلق حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے ہے اور **ما یفعل بی** کے لفظ صحیح ثابت نہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ مدینہ منورہ کا واقعہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ہجرت سے پہلے ہی آپ ﷺ سے فرما چکا ہے۔

عسی ان یبعثک ربک مقاماً محمودا۔

ترجمہ: یعنی وہ وقت عنقریب آنے والا ہے جس میں آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر ظاہر فرمائے گا۔

نیز فرمایا:

وللآخرۃ خیرلک من الاولی ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔

ترجمہ: یعنی اے محبوب آخرت آپ کے لئے دنیا کی بہ نسبت ضرور بہتر ہے اور وہ وقت ضرور عنقریب آرہا ہے جس میں آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی اور خوش ہو جائیں گے۔

تو حضور ﷺ کیسے فرما سکتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ میرا کیا حال ہونا ہے۔

دوم اس کا ثبوت یہ ہے کہ بعض جگہ اس حدیث کے الفاظ میں **ما یفعل به** ہے۔ دیکھئے اسی بخاری شریف میں ہے:

واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل به۔

(صحیح البخاری کتاب الشہادات ج ۱ ص ۳۶۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی طرح کتاب المناقب میں ہے۔

واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل به۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب ج ۱ ص ۵۵۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نیز بخاری شریف ص ۱۶۶ کے حدیث کے حاشیہ پر ہے:

قال الداؤدی ما یفعل بی وھم الصواب به ای بعثمان۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز حاشیہ نمبر ۱۱ ج ۱ ص ۱۶۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جواب:۔ اس جگہ علم کی نفی نہیں۔ بلکہ درایۃ کی نفی ہے۔ یعنی میں اپنے اٹکل وقیاس سے نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ بلکہ اس کا تعلق وحی الٰہی سے ہے تو اے ام العلاء تم جو عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی گواہی محض قیاس سے دے رہی ہو یہ معتبر نہیں۔ اس غیب کی خبروں میں تو انبیاء کرام بھی قیاس نہیں فرماتے۔ ورنہ مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین میں ہے کہ ہم اولاد آدم کے سردار ہیں اس روز لواء الحمد ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔ آدم و آدمیان ہمارے جھنڈے کے نیچے ہونگے ان کی مطابقت کس طرح کی جاوے گی۔

اعتراض (۷)...... بخاری جلد دوم کتاب المغازی باب حدیث افک میں ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگی۔ آپ اس پر پریشان تو رہے مگر وحی آئے ہوئے کچھ نہ فرما سکے کہ یہ تہمت صحیح ہے یا غلط اگر علم غیب ہوتا تو پریشانی کیسی؟ اور اتنے روز تک خاموشی کیوں فرمائی۔

جواب:۔ اس میں بھی نہ بتانا ثابت ہے نہ جاننا۔ نہ بتانے سے نہ جاننا لازم نہیں آتا۔ خود رب نے بھی بہت روز تک ان کی عصمت کی آیات نہ اتاریں تو کیا رب کو خبر نہ تھی نیز بخاری کی اسی حدیث میں ہے:

ما علمت علی اھلی الا خیر۔

ترجمہ: میں اپنی بیوی کی پاکدامنی ہی جانتا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی ج ۴ ص ۱۵۲۰ رقم الحدیث ۳۹۱۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۱۳۴ رقم الحدیث ۲۷۷۰ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم ہے، وقت سے پہلے اظہار نہیں اور یہ تو ہو سکتا ہی نہیں کہ نبی کریم ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدگمانی ہوئی ہو۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو عتاباً فرمایا۔

لو لا اذ سمعتموہ ظن المومنون والمومنات بانفسھم خیراً وقالوا ھذا افک مبین۔

ترجمہ: یعنی مسلمان مردوں وعورتوں نے اپنے دلوں میں نیک گمانی کیوں نہ کی اور فوراً کیوں نہ کہا کہ یہ کھلا ہوا بہتان ہے۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۱۲)

پتہ لگا کہ نزول براءت سے پہلے ہی مسلمانوں پر نیک گمانی واجب اور بدگمانی حرام تھی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حرام سے معصوم ہیں۔ تو آپ بدگمانی ہرگز نہیں فرما سکتے۔ ہاں آپ کا فوراً یہ فرمانا **ھذا افک مبین** آپ پر واجب نہ تھا کیونکہ آپ کے گھر کا معاملہ تھا۔ رہی پریشانی اور اتنا سکوت یہ کیوں ہوا؟ پریشانی کی وجہ معاذ اللہ لاعلمی نہیں ہے۔ اگر کسی عزت وعظمت والے کو غلط الزام لگا دیا جاوے اور وہ خود جانتا بھی ہو کہ یہ الزام غلط ہے۔ پھر بھی اپنی بدنامی کے اندیشہ سے پریشان ہوتا ہے لوگوں میں افواہ کا پھیلنا ہی پریشانی کا باعث ہوا۔

حاشیہ......☆

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن عباس ما بغت امراۃ نبی قط۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

(زاد المسیر ج ۸ ص ۳۱۵ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)، (الکشاف ج ۴ ص ۵۷۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الدر المنثور ج ۸ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۸ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تفسیر الثعالبی ج ۴ ص ۳۱۷ مطبوعہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت)، (معالم التنزیل ج ۴ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اگر آیات نزول کے انتظار میں نہ فرمایا جاتا۔ اور پہلے ہی عصمت کا اظہار فرمایا جاتا تو منافقین کہتے کہ اپنی اہل خانہ کی حمایت کی۔ اور مسلمانوں کو تہمت کے مسائل نہ معلوم ہوتے اور پھر مقدمات میں تحقیقات کرنے کا طریقہ نہ آتا اور صدیقہ الکبریٰ کو صبر کا وہ ثواب نہ ملتا جواب ملا۔ اس تاخیر میں صدہا حکمتیں ہیں۔ اور یہ تو مسئلہ عقائد کا ہے کہ نبی کی بیوی بدکار نہیں ہوسکتیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

الخبيثات للخبيثين والخبيثون للخبيثات۔

ترجمہ: گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۲۶)

اس گندگی سے مراد گندگی زنا ہے۔ یعنی نبی کی بیوی زانیہ نہیں ہوسکتی۔ ہاں کافرہ ہوسکتی ہے کہ کفر سخت جرم ہے۔ مگر گھنونی چیز نہیں۔ ہر شخص اس سے عار نہیں کرتا اور زنا سے ہر طبیعت نفرت اور عار کرتی ہے اسی لئے انبیاء کی بیوی کو کبھی خواب میں احتلام نہیں ہوتا۔ دیکھو مشکوۃ کتاب الغسل کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پر تعجب فرمایا کہ عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ باب فی المراۃ تری فی منامھا مایری الرجل ج۱ ص ۱۹۷ رقم الحدیث ۶۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور اس کی تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں بھی ہے۔ تو کیا حضور علیہ السلام کو عقیدے کا یہ مسئلہ بھی معلوم نہیں تھا کہ صدیقہ سید الانبیاء کی زوجہ پاک ہیں ان سے یہ قصور ہو ہی نہیں سکتا۔ نیز مرضی الٰہی یہ تھی کہ محبوب علیہ السلام کی عصمت کی گواہی ہم براہ راست دیں اور قرآن میں یہ آیات اتار کر قیامت تک کہ مسلمانوں سے تمام دنیا میں ان کی پاکدامنی کے خطبے پڑھوالیں کہ نمازی نمازوں میں ان کی عفت کے گیت گایا کریں اب اگر حضور علیہ السلام خود ہی بیان فرمادیتے تو یہ خوبیاں حاصل نہ ہوتیں غرضیکہ علم تو تھا اظہار نہ تھا۔

لطف یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے تہمت لگائی۔ تو رب تعالیٰ نے ان کی صفائی خود بیان نہ فرمائی بلکہ ایک شیر خوار بچہ کے ذریعہ پاکدامنی فرمادی۔ حضرت مریم علیہا السلام کو تہمت لگی۔ تو شیر خوار روح اللہ سے ان کی عصمت ظاہر کی۔ مگر محبوب علیہ السلام کی محبوبہ زوجہ کو الزام لگا تو کسی بچہ یا فرشتہ سے عصمت کی گواہی نہ دلوائی گئی۔ بلکہ یہ گواہی خود خالق نے دی اور گواہی کو قرآن کا جزو بنایا۔ تاکہ یہ گواہی ایمان کا رکن بنے اور مخلوق کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبوبیت کا پتہ چلے۔

حاشیہ.....☆

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

عن الضحاك ما بغت امراة نبی قط۔

ترجمہ: ضحاک بیان کرتے ہیں کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۲۸ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو الحسن علی بن احمد الواحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن عباس ما بغت امراة نبی قط۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

(الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز المعروف تفسیر الواحدی ج ۴ ص ۳۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن عساكر عن اشرس الخراسانی رضی الله عنه يرفعو الی النبی ﷺ انه قال ما بغت امراة نبی قط۔

ترجمہ: اشرس خراسانی بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۵۳ رقم الحدیث ۲۲۷ ۱۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تنبیھہ:۔ ایک جہل ہے ایک نسیان ایک ذھول۔ جہل نہ جاننا ہے۔ نسیان جان کر حافظہ سے نکل جانا۔ ذھول یہ ہے کہ کوئی چیز حافظہ میں ہو مگر ادھر توجہ نہ رہے۔ ایک شخص قرآن نہ پڑھا دوسرے نے حفظ کر کے بھلا دیا۔ تیسرا شخص حافظ کامل ہے۔ اگر کسی وقت کوئی آیت اس سے پوچھی تو بتا نہ سکا۔ توجہ نہ رہی۔ پہلا تو قرآن سے جاہل۔ دوسرا ناسی، تیسرا ذاہل ہوا انبیائے کرام کو بعض وقت کسی خاص چیز کا نسیان ہوسکتا ہے مگر بعد میں اس پر قائم نہیں رہتے۔ قرآن کریم سیدنا آدم علیہ السلام کے لئے فرماتا ہے۔ **فنسی ولم نجد له عزماً** (پارہ ۱۶ سورہ ۲۰ آیت نمبر ۱۱۵) وہ بھول گئے ہم نے ان کا قصد نہ پایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی نظر لوح محفوظ پر تھی۔ یہ تمام واقعات پیش نظر تھے۔ مگر ارادہ الٰہی کہ کچھ مدت کے لئے نسیان ہوگیا۔ قیامت میں شفیع کی تلاش میں سارے مسلمان جن میں محدثین ومفسرین وفقہاء سب ہی ہیں۔ انبیاء کرام کے پاس جائیں گے کہ آپ شفاعت فرمادیں۔ وہ شفاعت تو نہ کریں گے اور نہ شفیع المذنبین کا صحیح پتہ دیں گے۔ خیال سے فرمادیں گے کہ حضرت نوح کے پاس جاؤ۔ وہاں جاؤ وہاں جاؤ شاید وہ تمہاری شفاعت کریں۔ حالانکہ دنیا میں سب کا عقیدہ تھا اور ہے کہ قیامت میں شفیع المذنبین حضور علیہ السلام ہی ہیں۔ یہ ہوا ذھول کہ ان باتوں کی طرف توجہ نہ رہی۔ اگر حضور علیہ السلام کسی وقت کوئی بات نہ بتائیں تو اس کی وجہ ذھول (ادھر توجہ نہ ہونا) ہوسکتی ہے۔ بےعلمی ثابت نہ ہوگی رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وان کنت من قبله لمن الغافلین** (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۳) اگرچہ آپ اس سے پہلے واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بے پرواہ تھے غافل فرمایا جاہل نہ فرمایا۔ غافل وہ کہ واقعہ علم میں ہے۔ مگر ادھر دھیان نہیں گلستان میں فرماتے ہیں۔ کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا۔

زمصرش بوئے پیراھن شمیدی　　　چرا در چاہ کنعانش ندیدی!

ترجمہ: کہ آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتہ کی خوشبو مصر سے تو پائی۔ مگر کنعان کے کنوئیں میں رہے۔ تو آپ معلوم نہ کرسکے۔ جواب دیا۔

بگفت احوال ما برق جہاں است　　　دمے پیدا و دیگر دم نہان است

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم!　　　گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

ترجمہ: فرمایا کہ ہمارا حال بجلی کی تڑپ کی طرح ہے کبھی ظاہر کبھی چھپا ہوا۔ قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ ماہ کنعان مصر میں تجلی دے رہا ہے۔ فرماتے ہیں۔

واعلم من الله ما لا تعلمون۔

ترجمہ: مجھے خدا کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو نہیں معلوم۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۸۶)

روح البیان پارہ ۱۲ از یر آیت **ولقد ارسلنا نوحاً الی قوله** (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۲۵) میں ہے کہ رب تعالیٰ کو اپنے پیاروں کا رونا بہت پسند ہے حضرت نوح علیہ السلام اتنا روئے کہ نام ہی نوح ہوا۔ یعنی نوحہ اور گریہ زاری کرنے والے۔ حضرت یعقوب کے رونے کے لئے فراق یوسف سبب ظاہری تھا ورنہ ان کا رونا بلندی درجات کا سبب تھا۔ لہٰذا ان کا یہ رونا حضرت یوسف علیہ السلام سے بےخبری کی وجہ سے نہ تھا بلکہ **المجاز قنطرة الحقیقة** مثنوی میں ہے۔

عشق لیلیٰ نیست ایں کار منست　　　حسن لیلیٰ عکس رخسار منست

خوش بیاید نالہ شب ہائے تو　　　ذوقہا دارم بسیار بہائے تو

بنیامین کو مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک حیلہ سے روک لیا۔ بھائیوں نے اگر قسم کھائی اور قافلے والوں کی گواہی پیش کی کہ بنیامین مصر میں شاہی قیدی بنالئے گئے مگر فرمایا:

بل سولت لکم انفسکم امرا۔

ترجمہ: کہ تمہارے نفس نے تمہیں حیلہ سکھادیا۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۱۸)

یعنی یوسف کو بھی مجھ سے میری اولاد نے ہی جدا کیا اور بنیامین کو بھی، میری اولاد یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے حیلہ ہی سے روکا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل واقعہ کی خبر ہے۔ پھر بڑے بھائی مصر میں یعقوب علیہ السلام کے دو فرزند رہ گئے تھے ایک بنیامین دوسرا یہودا۔ مگر فرماتے ہیں۔

عسی اللہ ان یاتینی بھم جمیعاً۔

ترجمہ: قریب ہے کہ اللہ ان تینوں کو مجھ سے ملائے۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۸۳)

تین کون تھے؟ حضرت یوسف علیہ السلام ہی تو تھے۔ جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گھر میں بند کر کے بری خواہش ظاہر کرنا چاہی تو اس بند مکان میں یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے اور دانت تلے انگلی دبا کر اشارہ کیا کہ ہرگز نہیں۔ اے فرزند یہ کام تمہارا نہیں ہے کہ تم نبی کے بیٹے ہو جس کو قرآن فرماتا ہے:

وھم بھا لولا ان را برھان ربہ۔

ترجمہ: وہ بھی زلیخا کا قصد کر لیتے اگر رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۴)

یہ بھی خیال رہے کہ برادران یوسف علیہ السلام نے خبر دی کہ ان کو بھیڑیا کھا گیا ہے اور آپ کو قمیص اور بھیڑیئے کی خبر سے ان کا جھوٹا ہونا معلوم ہو گیا تھا کہ بھیڑیئے نے عرض کیا تھا کہ ہم پر انبیاء کا گوشت حرام ہے، دیکھو تفسیر خازن، روح البیان سورہ یوسف۔ پھر آپ اپنے فرزند کی تلاش میں جنگل میں کیوں نہ گئے؟ معلوم ہوا کہ باخبر تھے مگر رازدار تھے جانتے تھے کہ فرزند سے مصر میں ملاقات ہوگی۔ اسی طرح یوسف علیہ السلام کو بہت سے موقعے ملے مگر والد کو اپنی خبر نہ دی معلوم ہوا کہ حکم کا انتظار تھا کنعان سے بیٹھے ہوئے یعقوب علیہ السلام اپنے فرزندوں کی ایک ایک بات دیکھ لیں۔ مگر حضور علیہ السلام اپنی طیبہ طاہرہ صدیق کی بیٹی حضرت صدیقہ کے حالات سے بے خبر ہوں۔ مگر جو رب ان کو اتنا علم دیتا ہے طاقت ضبط بھی دیتا ہے کہ دیکھتے ہیں مگر بے مرضی الٰہی راز فاش نہیں کرتے۔ **اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ** (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۲۴) ہماری یہ تقریر اگر خیال میں رہی تو بہت مفید ہوگی۔ انشاء اللہ۔

اعتراض (۸)......حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے بعض ازواج کے گھر شہد ملاحظہ فرمایا اس پر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ آپ کے دہن پاک سے مغافیر کی بو آرہی ہے۔ تو فرمایا کہ ہم نے مغافیر نہیں استعمال فرمایا۔ شہد پیا ہے۔ پھر حضور نے اپنے پر شہد حرام کر لیا۔ جس پر یہ آیت اتری لم تحرم ما احل اللہ لک۔ (پارہ ۲۸ سورہ ۶۶ آیت نمبر ۱)

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۰۰ رقم الحدیث ۱۴۷۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ۳ ص ۳۳۳ رقم الحدیث ۳۷۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

معلوم ہوا کہ اپنے دہن پاک کی بو کا بھی علم نہ تھا کہ اس سے بو آرہی ہے یا نہیں۔

جواب:۔ اس کا جواب اسی آیت میں ہے۔ تبتغی مرضات ازواجک (پارہ ۲۸ سورہ ٦٦ آیت نمبر۱) اے حبیب یہ حرام فرمانا آپ کی بے خبری سے نہیں بلکہ ان معترض ازواج کی رضا کے لئے ہے نیز اپنے منہ کی بوغیب نہیں محسوس چیز ہے پر صحیح الدماغ محسوس کر لیتا ہے کیا دیوبندی انبیاء کے حواس کو بھی ناقص ماننے لگے ان کے حواس کی قوت کو مولانا روم نے بیان فرمایا:

نطق آب و نطق خاک و نطق گل — ہست محسوس از حواس اہل دل

فلسفی گو منکر حنانہ است — از حواس اولیاء بیگانہ است!

اعتراض (۹)......اگر نبی ﷺ کو علم غیب تھا تو خیبر میں زہر آلود گوشت کیوں کھالیا۔ اگر جانتے ہوئے کھایا تو یہ خودکشی کو کوشش ہے۔ جس سے نبی معصوم ہے۔

جواب:۔ اس وقت حضور علیہ السلام کو یہ بھی علم تھا کہ اس میں زہر ہے اور یہ بھی خبر تھی کہ زہر ہم پر بحکم الٰہی اثر نہ کرے گا اور یہ بھی خبر تھی کہ رب تعالٰی کی مرضی یہ ہی تھی کہ ہم اسے کھالیں تا کہ بوقت وفات اس کا اثر لوٹے اور ہم کو شہادت کی وفات عطا فرمائی جاوے راضی برضا تھے۔

اعتراض (۱۰)......اگر حضور علیہ السلام کو علم غیب تھا تو بیر معونہ کے منافقین دھوکے سے آپ سے ستر (۷۰) صحابہ کرام کیوں لے گئے؟ جنہیں وہاں لے جا کر شہید کر دیا۔ اس آفت میں انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیوں پھنسایا۔

حاشیہ......☆

مشکوۃ شریف میں ہے۔

وعن ام سلمة قالت يارسول الله ﷺ لايزال يصيبك في كل عام وجع من الشاة المسمومة التي اكلت قال ما اصابني شئ منها الا وهو مكتوب علي وادم في طينته رواه ابن ماجه۔

ترجمہ: ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ نے جس زہر آلود بکری کا گوشت تناول فرمایا تھا اس کی وجہ سے آپ پر ہر سال تکلیف ظاہر ہوتی رہتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا یعنی ابوالبشر آدم علیہ السلام کی خلقت سے بھی پہلے لکھ دیا گیا تھا کہ یہ تکلیف مجھے پہنچے گی پس اس کے باعث مجھے جو بھی دکھ پہنچا وہ اسی لکھت کے مطابق ہے۔

(مشکوۃ المصابیح باب الایمان بالقدر الفصل ثالث ص ۲۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لان احلف تسعا ان رسول الله ﷺ قتل قتلا احب الي من ان احلف واحدة وذلك بان اتخذه نبيا وجعله شهيدا۔

ترجمہ: مجھے ایک بار حلفیہ کہنے سے نو بار حلفیہ یہ بیان کرنا زیادہ محبوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ شہید بھی ہیں کیونکہ اللہ تعالٰی نے آپ کو نبی بھی بنایا اور مرتبہ شہادت پر فائز بھی فرمایا ہے۔

(الطبقات ابن سعد ج ۲ جز ۲ صفحہ ۳۵۰ مطبوعہ بیروت)

ابن کثیر لکھتے ہیں۔

كان المسلمون ليرون ان رسول الله ﷺ مات شهيداً مع ما اكرمه الله به من النبوه۔

ترجمہ: یعنی مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نبی ہونے کے ساتھ ساتھ شہید بھی ہیں۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۸۹ مطبوعہ بیروت)

جواب:۔ جی ہاں حضور علیہ السلام کو یہ بھی خبر تھی کہ بیر معونہ والے منافقین ہیں اور یہ بھی خبر تھی کہ یہ لوگ ان ستر صحابہ کو شہید کردیں گے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی خبر تھی کہ مرضی الٰہی یہی ہے اور ان ستر کی شہادت کا وقت آ گیا ہے۔ یہ بھی جانتے تھے کہ رب تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا بندے کی شان ہے ابراہیم علیہ السلام تو مرضی الٰہی پاکر فرزند پر چھری لے کر تیار ہوگئے کیا یہ بے گناہ پر ظلم تھا؟ نہیں بلکہ رضائے مولیٰ پر رضا تھی۔ اچھا تاؤ رب تعالیٰ کو تو خبر تھی کہ گوشت میں زہر ہے۔ اور بیر معونہ والے ان ستر کو شہید کردیں گے۔ اس نے وحی بھیج کر کیوں نہ روک دیا۔ اللہ تعالیٰ سمجھ دے۔

تیسری فصل ...... علم غیب کے خلاف عبارات فقہاء کے بیان میں

اعتراض (۱)......فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

رجل تزوج بغير شهود فقال الرجل والمرءة خدا ورسول راه گواه كرديم قالوا يكون كفرا لانه اعتقد ان رسول الله عليه السلام يعلم الغيب وهو ما كان يعلم الغيب حين كان في الحيوة فكيف بعد الموت۔

ترجمہ: کسی نے بغیر گواہوں کے نکاح تو مرد اور عورت نے کہا کہ ہم نے خدا اور رسول کو گواہ کیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ قول کفر ہے کیونکہ اس نے اعتقاد کیا کہ رسول اللہ علیہ السلام غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ تو غیب زندگی میں نہ جانتے تھے چہ جائیکہ موت کے بعد۔

(فتاویٰ قاضی خان ج ۴ ص ۸۸۳ مطبوعہ نولکشور ہند)

اعتراض (۲)......شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبى عليه السلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى قل لا يعلم من فى السموت والارض الغيب الا الله۔

ترجمہ: حنفیوں نے صراحۃً ذکر کیا ہے کہ یہ اعتقاد کہ نبی علیہ السلام غیب جانتے تھے کفر ہے کیونکہ یہ عقیدہ خدائے پاک کے اس فرمان کے خلاف ہے کہ فرمادو آسمانوں اور زمین کا غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵ مطبوعہ مصر)

ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب ماننا کفر ہے۔

جواب:۔ ان دونوں عبارتوں کا اجمالی اور الزامی جواب تو یہ ہے کہ مخالفین بھی حضور علیہ السلام کو بعض علم غیب مانتے ہیں۔ لہٰذا وہ بھی کافر ہوئے کیونکہ ان عبارتوں میں کل یا بعض کا ذکر تو نہیں بلکہ یہ ہے کہ جو بھی حضور علیہ السلام کو علم غیب مانے وہ کافر ہے۔ خواہ ایک کا مانے یا زیادہ کا۔ تو وہ بھی خیر منائیں مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں بچوں، پاگلوں اور جانوروں کو بعض علم غیب مانا ہے۔ مولوی خلیل احمد صاحب نے براہین قاطعہ میں شیطان اور ملک الموت کو وسیع علم غیب مانا۔ مولوی قاسم صاحب نے تحذیر الناس میں کمال ہی کردیا کہ ساری مخلوقات سے حضور علیہ السلام کا علم زیادہ مانا اب ان تینوں صاحبوں پر کیا حکم لگایا جاوے گا؟ تفصیلی جواب یہ ہے کہ قاضی خان کی عبارت میں ہے قالوا لوگوں نے کہا اور قاضی خان وغیرہ فقہاء کی عادت یہ ہے کہ وہ قالوا اس جگہ بولتے ہیں جہاں ان کو یہ قول پسند نہ ہو۔ شامی جلد پنجم صفحہ ۴۴۵ میں ہے۔

لفظة قالوا تذكر فيما فيه خلاف۔

ترجمہ: لفظ قالوا وہاں بولا جاتا ہے جہاں اختلاف ہو۔

(شامی جلد پنجم صفحہ ۴۴۵)

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت میں ہے۔

كلام قاضى خان يشير الى عدم اختياره له حيث قال قالوا لايصلى عليه فى القعدة الا خيرة ففى

قوله قالوا اشارة الی عدم استحسانه له والی انه غیر مروی عن الائمة کما قلناه فان ذلك متعارف فی عبار اتهم لمن استقراها۔

ترجمہ: قاضی خان کا کلام ان کی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ انہوں نے کہا قالوا الخ ان کے قالوا کہنے میں اشارہ ادھر ہے کہ یہ قول پسندیدہ نہیں اور یہ اماموں سے مروی نہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا کیونکہ یہ فقہاء کی عبارات میں شائع ہے اس کو معلوم ہے جو ان کی تلاش کرے۔

(غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی باب صلوۃ الوتر ذکر الجہر القنوت ص ۳۶۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

درمختار کتاب النکاح میں ہے۔

تزوج رجل بشهادة الله ورسوله لم یجز بل قیل یکفر۔

ترجمہ: ایک شخص نے نکاح کیا اللہ اور رسول کی گواہی سے تو نہیں جائز ہے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ وہ کافر ہو جاوے گا۔

اس عبارت کے ماتحت شامی نے تاتارخانیہ سے نقل ہے۔

وفی الحجة ذکر فی الملتقط انه لا یکفر لان الا شیاء تعرض علی روح النبی ﷺ وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال الله تعالی عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضیٰ من رسول اه، قلت بل ذکروا فی کتب العقائد ان من جملة کرامات الاولیاء الاطلاع علی بعض المغیبات۔

ترجمہ: ملتقط میں ہے کہ وہ کافر نہ ہوگا کیونکہ تمام چیزیں حضور علیہ السلام کی روح پر پیش کی جاتی ہیں اور رسول بعض غیب جانتے ہیں رب نے فرمایا ہے کہ پس نہیں ظاہر فرماتا اپنے غیب پر کسی کو سوائے پسندیدہ رسول کے میں کہتا ہوں کہ کتب عقائد میں ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات میں سے بعض غیبوں پر مطلع ہونا بھی ہے۔

(ردالمحتار کتاب النکاح قبیل فصل فی المحرمات ج ۲ ص ۲۷۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شامی باب المرتدین میں مسئلہ بزازیہ ذکر فرما کر فرمایا:

حاصله ان دعوی الغیب معارضة لنص القرآن یکفر بها الا اذا اسند ذلك صریحاً او دلالة الی سبب کوحی او الهام۔

ترجمہ: اس کا خلاصہ یہ ہے دعوئ علم غیب نص قرآنی کے خلاف ہے کہ اس سے کافر ہوگا مگر جبکہ اس کو صراحۃً یا دلالۃً کسی سبب کی طرف نسبت کردے جیسے کہ وحی یا الہام۔

(ردالمحتار کتاب الجہاد باب المرتد ج ۳ ص ۲۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معدن الحقائق شرح کنز الدقائق اور خزانۃ الروایات میں ہے۔

وفی المضمرات والصحیح انه لایکفر لان الانبیآء یعلمون الغیب ویعرض علیهم الاشیاء فلا یکون کفراً۔

ترجمہ: مضمرات میں ہے صحیح ہے کہ وہ شخص کافر نہ ہوگا کیونکہ انبیائے کرام غیب جانتے ہیں اور ان پر چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔ پس یہ کفر نہ ہوگا۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ عقیدہ علم غیب پر فتوے کفر لگانا غلط ہے۔ بلکہ فقہاء کا بھی عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب دیا گیا۔

ملا علی قاری کی عبارت پوری نقل نہیں کی۔ اصل عبارت یہ ہے جو مطلب واضح کرتی ہے۔

ثم اعلم ان الانبیآء لم یعلموا المغیبات من الاشیآء والا ما اعلمهم الله وذکر الحنفیة تصریحاً بالتکفیر۔ الخ۔

ترجمہ: پھر جانو کہ انبیائے کرام غیب چیزوں کو نہیں جانتے سوائے اس کے جو ان کو اللہ نے بتا دیں اور حنفیوں نے کفر کی تصریح کی جو نبی علیہ السلام کو علم غیب جانے الخ۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵ مطبوعہ مصر)

اب پورا مطلب معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کو علم غیب ذاتی ماننے کو ملاعلی قاری کفر فرما رہے ہیں نہ کہ عطائی۔ کیونکہ عطائی کو تو مان رہے ہیں اور پھر ان کی عبارتیں ہم ثبوت علم غیب میں پیش کر چکے ہیں کہ ملاعلی قاری حضور علیہ السلام کو تمام ما کان و ما یکون کا علم مانتے ہیں۔

حاشیہ......☆

علماء دیوبند کے نزدیک عقیدہ کے لیے قطعی دلیل کی ضرورت ہے تو کیا یہ بحرالرائق کی عبارت قطعی دلیل ہے۔ اور بحرالرائق اور عالمگیری کی اس عبارت کا تعلق عقیدہ سے ہے۔ لہذا باب اعتقاد میں ان سے استدلال کرنا غلط ہے۔ مسائل فقہ میں تقلید ائمہ کی لازم ہوتی ہے نہ کہ متاخرین فقہاء کی لہذا اگر دیوبندیوں میں ہمت ہے تو امام صاحب یا صاحبین رحمہم اللہ سے تکفیر ثابت کریں۔

بحرالرائق اور عالمگیری کی عبارتوں کا صحیح محل

بحرالرائق اور عالمگیری میں جو کفر کے فتوے دیے گئے ہیں وہ اس صورت پر محمول ہوں گے کہ جب کوئی ذاتی علم غیب اعتقاد کرے۔ دیکھیے۔ جامع الفصولین میں ہے۔

یجاب بانہ یمکن التوفیق بان المنفی ہو العلم بالاستقلال لا العلم بالاعلام او المنفی ہو المجزوم بہ لا المظنون ویؤیدہ قولہ تعالی اتجعل فیہا من یفسد فیہا الأیۃ لانہ غیب اخبر بہ الملٰئکۃ ظنا منہم او باعلام الحق فینبغی ان یکفر لو ادعاہ مستقلاً لا لو اخبر بہ باعلام فی نومہ او یقظتہ بنوع من الکشف اذ لا منافاۃ بینہ وبین الأیۃ لما مر من التوفیق۔

ترجمہ: (یعنی فقہاء نے دعویٰ علم غیب پر حکم کفر کیا اور حدیثوں اور ائمہ ثقات کی کتابوں میں بہت غیب کی خبریں موجود ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا) اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ فقہاء نے اس کی نفی کی ہے کہ کسی کے لئے بذات خود علم غیب مانا جائے خدا کے بتائے سے علم غیب کی نفی نہ کی یا نفی قطعی کی ہے نہ ظنی کی اور اس کی تائید یہ آیت کریمہ کرتی ہے فرشتوں نے عرض کی کیا تو زمین میں ایسوں کو خلیفہ کرے گا جو اس میں فساد و خونریزی کریں گے ملائکہ غیب کی خبر بولے مگر ظناً یا خدا کے بتائے سے تو تکفیر اس پر چاہئے کہ کوئی بے خدا کے بتائے علم غیب ملنے کا دعویٰ کرے نہ یوں کہ براہ کشف جاگتے یا سوتے میں خدا کے بتائے سے ایسا علم غیب آیت کے کچھ منافی نہیں۔

(جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون ج ۲ ص ۳۰۲ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ کراچی)

ردالمحتار میں ہے۔

قال فی التتار خانیۃ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لا یکفر لان الا شیاء تعرض علی روح النبی ﷺ وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللہ تعالی عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول اھ، قلت بل ذکروا فی کتب العقائد ان من جملۃ کرامات الاولیاء الاطلاع علی بعض المغیبات وردّوا علی المعتزلۃ المستدلین بہذہ الأیۃ علی نفیہا۔

ترجمہ: تاتارخانیہ میں ہے کہ فتاوٰی حجہ میں ہے ملتقط میں فرمایا کہ جس نے اللہ و رسول کو گواہ کر کے نکاح کیا کافر نہ ہوگا اس لئے کہ اشیاء نبی ﷺ کی روح مبارک پر عرض کی جاتی ہیں اور بے شک رسولوں کو بعض علم غیب ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو علامہ شامی نے فرمایا کہ بلکہ ائمہ اہل سنت نے کتب عقائد میں فرمایا کہ بعض غیبوں کا علم ہونا اولیاء کی کرامت سے ہے اور معتزلہ نے اس آیت کو اولیاء کرام سے اس کی نفی پر دلیل قرار دیا ہے ہمارے ائمہ نے اس کا رد کیا یعنی ثابت فرمایا کہ آیہ کریمہ اولیاء سے بھی مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں فرماتی۔

(ردالمحتار کتاب النکاح قبیل فصل فی المحرمات ج ۳ ص ۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

چوتھی فصل علم......غیب پر عقلی اعتراضات کے بیان میں

اعتراض(۱)......علم غیب خدا کی صفت ہے اس میں کسی کو شریک کرنا شرک فی الصفت ہے لہٰذا حضور علیہ السلام کے لئے علم غیب ماننا شرک ہے۔

جواب:۔ غیب جاننا بھی خدا کی صفت ہے حاضر چیزوں کا جاننا بھی خدا کی صفت ہے۔ عالم الغیب والشهادة اسی طرح سننا دیکھنا زندہ ہونا سب خدا کی صفت ہیں۔ تو اگر کسی کو حاضر چیز کا علم ماننا یا کسی کو سمیع یا بصیر یا حی ماننا ہر طرح مشرک ہوا۔ فرق یہ ہی کیا جاتا ہے کہ ہمارا سننا دیکھنا زندہ رہنا خدا کے دینے سے ہے اور حادث ہے۔ خدا کی یہ صفات ذاتی اور قدیم پھر شرک کیسا؟ اسی طرح علم غیب نبی عطائی اور حادث اور متناہی ہے۔ رب کو علم ذاتی قدیم اور کل معلومات غیر متناہیہ کا ہے نیز یہ شرک تو تم پر لازم ہے۔ کیونکہ تم حضور علیہ السلام کے لئے علم غیب مانتے ہو بعض ہی کا سہی۔ اور خدا کی صفت میں کلاً و بعضاً ہر طرح شریک کرنا شرک ہے۔ نیز مولوی حسین علی صاحب واں بھچر والے جو مولوی رشید احمد صاحب کے خاص شاگرد ہیں۔ اپنی کتاب بلغة الحیر ان زیر آیت يعلم مستقرها ومستودعها كل فى كتب مبين (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۶) میں لکھتے ہیں کہ خدا کو ہر وقت مخلوقات کے اعمال کا علم نہیں ہوتا۔ بلکہ بندے جب اعمال کر لیتے ہیں۔ تب علم ہوتا ہے۔ اب تو علم غیب خدا کی صفت رہی ہی نہیں۔ پھر کسی کو علم غیب ماننا شرک کیوں ہوگا؟

اعتراض (۲)......حضور علیہ السلام کو علم غیب کب حاصل ہوا تم کبھی تو کہتے ہو کہ شب معراج منہ میں قطرہ ٹپکایا گیا اس سے علم غیب ملا اور کبھی کہتے ہو کہ خواب میں رب کو دیکھا کہ اس نے اپنا دست قدرت حضور علیہ السلام کے شانہ پر رکھا۔ جس سے تمام علوم حاصل ہوئے۔ کبھی کہتے ہو کہ قرآن تمام چیزوں کا بیان ہے۔ اس کے نزول ختم ہونے سے علم غیب ملا۔ اس میں کونسی بات درست ہے۔ اگر نزول قرآن سے پہلے علم مل چکا تھا تو قرآن سے کیا ملا۔ تحصیل حاصل محل ہے۔

جواب:۔ حضور علیہ السلام کو نفس علم غیب تو ولادت سے پہلے ہی عطا ہو چکا تھا کیونکہ آپ ولادت سے قبل عالم ارواح میں نبی تھے۔

حاشیہ......☆

اگر بحر الرائق کی عبارت کی تاویل نہ کی جائے تو یہ سب علماء (جن کی عبارتیں ہم پہلے نقل کر چکے ہیں) تکفیر کی زد میں آتے ہیں۔ اور بحر الرائق کی اس عبارت میں مطلق علم غیب کا اعتقاد رکھنے پر کفر کا فتویٰ ہے جزی علم غیب کوئی مانے یا کلی ہر صورت میں اس کی تکفیر کی گئی ہے اور مجلس نکاح میں تو جزی واقعہ ہے تو جو اس میں گواہ مان رہا ہے وہ بعض علم غیب ہی ثابت کر رہا ہے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ درمختار کے کفر والے قول کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

ان الرسل يعرفون بعض الغيب۔

تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ کا فتویٰ کفر مطلق تھا بعض علم غیب کا مدعی بھی اس کی زد میں تھا اور کلی کا بھی۔ کیونکہ اگر فقہاء کرام رحمہم اللہ کلی علم غیب جاننے کے معتقد کی تکفیر کرتے اور بعض علم غیب کے مدعی کو مسلمان جانتے تو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ان الرسل يعرفون بعض الغيب۔ کہہ کر ان کی تکفیر کو رد نہ کرتے اب فقہاء کرام کے فتویٰ کی زد میں تمام دیوبندی بھی آ جائیں گے۔ خصوصاً گکھڑوی صاحب بھی اس فتویٰ کی زد میں آئے گے۔ گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کو بعض علوم کا عطا ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں۔ (تنقید المتین ص ۱۹۷)

بحر الرائق و درمختار میں عبارت مطلق ہے لہٰذا ان عبارت کی رو سے گکھڑوی صاحب کی بھی تکفیر ہو جائے گی۔ گکھڑوی صاحب اگر بعض علم غیب تسلیم کریں تو بحر الرائق کی عبارت کی رو سے کافر بنتے ہیں اور اگر بعض کا انکار کریں تو اپنی تنقید متین والی عبارت کی روشنی میں کافر بنتے ہیں۔

کنت نبیا وادم بین الطین والمآء

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج۸ ص۲۲۳ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (جامع الکبیر الاحادیث للسیوطی ج۶ ص۴۶۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر کتاب مبعث رسول اللہ ﷺ تسلیماً کثیراً وذکرشیٔ من البشارات بذلک ج۱ ص۳۳۶ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (حاکم فی المستدرک ج۲ ص۶۰۸۔۶۰۹ وقال ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ)، (دلائل النبوۃ للبیھقی ج۱ ص۸۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج۷ ص۱۲۲)، (فیض القدیر ج۵ ص۵۳)، (المقاصد الحسنۃ ۵۲۰۔۵۲۱)، (کشف الخفاء ج۲ ص۱۲۹)، (معجم الصحابۃ ج۱ ص۳۴۷ برقم ۴۳۷ وج۳ ص۱۲۹ برقم ۱۰۰۳ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (المعجم الکبیر للطبرانی ج۲۰ ص۳۵۳ رقم الحدیث ۸۳۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج۷ ص۳۵۱ رقم الحدیث ۱۰۹۴۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (مسند احمد ج۵ ص۵۹ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (حلیۃ الاولیاء ج۷ ص۱۲۲ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۲۰۹۳)، (السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث ۴۱۰)، (الاستیعاب ذکر میسرۃ الفجر رضی اللہ عنہ ج۴ ص۱۴۸۸ برقم ۲۵۸۲ مطبوعہ دارالجیل بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج۹ ص۱۴۲۔۱۴۳۔۱۴۴ رقم الحدیث ۱۲۳۔۱۲۴ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمۃ)، (طبقات الکبریٰ ابن سعد ج۱ ص۱۴۸ مطبوعہ دارصادر بیروت)، (مصنف ابی شیبۃ ج۱۴ ص۲۹۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر عبداللہ بن ابی الجدعاء رضی اللہ عنہ ج۴ ص۳۷ برقم ۴۵۸۹ مطبوعہ دارالجیل بیروت)

اور نبی کہتے ہی اس کو ہیں جو غیب کی خبر رکھے مگر ما کان وما یکون کی تکمیل شب معراج میں ہوئی۔ لیکن یہ تمام علوم شہودی تھے کہ تمام اشیاء کو نظر سے مشاہدہ فرمایا۔ پھر قرآن نے ان ہی دیکھی ہوئی چیزوں کا بیان فرمایا اسی لئے قرآن میں ہے۔ **تبیانا لکل شئی** (پارہ۱۴ سورہ۱۶ آیت نمبر۸۹) ہر چیز کا بیان اور معراج میں ہوا **فتجلی لی کل شئی وعرفت** دیکھنا اور ہے بیان کچھ اور۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر ان کو تمام چیزیں دکھا دیں۔ بعد میں ان کے نام بتائے۔ وہ مشاہدہ تھا اور یہ بیان۔ اگرچہ چیزیں دکھائی نہ گئی تھیں تو **ثم عرضھم علی الملئکۃ** (پارہ۱ سورہ۲ آیت نمبر۳۱) کے کیا معنے ہوں گے۔ یعنی پھر ان چیزوں کو ملائکہ پر پیش فرمایا لہٰذا دونوں قول صحیح ہیں کہ معراج میں بھی علم ہوا۔ اور قرآن سے بھی۔ اگر کہا جاوے کہ پھر نزول قرآن سے کیا فائدہ سب باتیں تو پہلے ہی سے حضور کو معلوم تھیں۔ بتائی جاتی ہے نامعلوم چیز۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نزول قرآن صرف حضور علیہ السلام کے علم کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے ہزارہا دیگر فائدے ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ کسی آیت کے نزول سے پہلے اس کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ اس کی تلاوت وغیرہ نہ ہوگی اگر نزول قرآن حضور علیہ السلام کے علم کے لئے ہے تو بعض سورتیں دوبار کیوں نازل ہوئیں۔

تفسیر مدارک میں ہے۔

فاتحۃ الکتاب مکیۃ وقیل مدنیۃ والاصح انھا مکیۃ ومدنیۃ بمکۃ ثم نزلت بالمدینۃ۔

ترجمہ: سورہ فاتحہ مکی ہے اور کہا گیا ہے کہ مدنی ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ یہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی اور اولاً مکہ میں نازل ہوئی پھر مدینہ میں۔

(مدارک التنزیل ج۱ ص۵ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنۃ پشاور)

مشکوۃ حدیث معراج میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو شب معراج میں پانچ نمازیں اور سورہ بقر کی آخری آیات عطا ہوئیں۔ مشکوۃ المصابیح ص۵۲۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے سوال کیا کہ معراج تو مکہ معظمہ میں ہوئی اور سورہ بقرہ مدنی ہے۔ پھر اس کی آخری آیات معراج میں کیسے عطا ہوئیں؟ تو جواب دیتے ہیں۔

حاصلہ انہ وقع تکرار الوحی فیہ تعظیما لہ واھتماما لشانہ فاوحی اللہ الیہ فی تلک اللیلۃ بلا واسطۃ جبریل۔

ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ اس میں وحی مکرر ہوئی حضور علیہ السلام کی تعظیم اور آپ کے اہتمام شان کے لئے۔ پس اللہ نے اس رات بغیر واسطہ جبریل وحی فرمادی۔

(مرقاۃ المفاتیح ج۱۱ ص۱۵۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اسی حدیث کے ماتحت لمعات میں ہے۔

نزلت علیہ ﷺ لیلۃ المعراج بلا واسطۃ ثم نزل بھا جبریل فاثبت فی المصاحف۔

ترجمہ: شب معراج میں یہ آیات بغیر واسطہ کے اتریں پھران کو جبریل نے اتارا تو قرآن میں رکھی گئیں۔

(حاشیہ مشکوۃ المصابیح ص۵۲۹۔۵۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

بتاؤ کہ دوبارنزول کس لئے ہوا؟ حضور علیہ السلام کوتو پہلے نزول سے علم حاصل ہو چکا تھا۔ نیز ہرسال ماہ رمضان میں جبریل امین حضور علیہ السلام کوساراقرآن سناتے تھے۔ مقدمہ نورالانوار تعریف کتاب میں ہے۔ لانہ کان ینزل علیہ السلام دفعۃ واحدۃ فی کل شھر رمضان جملۃ بتاؤیہ نزول کیوں تھا؟ بلکہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کوتمام آسمانی کتابوں کا پوراعلم تھا رب تعالٰی فرماتا ہے۔

یا اھل الکتاب قد جآء کم رسولنا یبین لکم کثیراً مما کنتم تخفون من الکتاب ویعفوا عن کثیر۔

ترجمہ: یعنی اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے وہ رسول آگئے جوتمہاری بہت سی چھپائی ہوئی کتاب کوظاہر فرماتے ہیں اور بہت سے درگزر فرماتے ہیں۔

(پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۵)

اگر حضور علیہ السلام کے علم میں ساری کتب آسمانی نہیں توان کا ظاہر فرمانا یانہ فرمانا کیامعنے حقیقت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اول ہی سے قرآن کے عارف تھے۔ مگر قرآنی احکام نزول سے قبل جاری نہ فرمائے اسی لئے بخاری کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل نے غار حرا میں پہلی بار آکر عرض کیا اقرء آپ پڑھیئے یہ نہ عرض کیا کیا کہ فلاں آیت پڑھیئے اور پڑھواسی سے کہتے ہیں جو جانتا ہو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ما انا بقارع میں نہیں پڑھنے والا میں تو پڑھانے والا ہوں پڑھ تو پہلے ہی لیا ہے لوح محفوظ میں قرآن ہے اور حضور علیہ السلام کے علم میں پہلے ہی سے ہے۔ آپ ولادت سے پہلے نبی صاحب قرآن ہیں بغیر وحی کے نبوت کیسی؟ لہٰذا ماننا ہوگا کہ قبل ولادت ہی قرآن کے عارف ہیں آج بھی بعض بچے حافظ پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت عیسٰی نے پیدا ہوتے ہی فرمایا اتانی الکتب (پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۳۰) رب نے مجھے کتاب دی۔ معلوم ہوا کہ ابھی سے کتاب کو جانتے ہیں۔ بعض پیغمبروں کے لئے فرمایا اتیناہ الحکم صبیا (پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۱۲) ہم نے انہیں بچپن ہی سے علم وحکمت دی۔ حضور نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کر کے امت کی شفاعت کی۔ حالانکہ سجدہ اور شفاعت حکم قرآنی ہے۔ حضور غوث پاک نے ماہ رمضان میں ماں کا دودھ نہ پیا۔ یہ بھی حکم قرآنی ہے۔ نورالانوار کے خطبہ میں خلق کی بحث میں ہے یعنی ان العمل بالقرآن کان جبلۃ لہ من غیر تکلیف معلوم ہوا کہ قرآن پرعمل کرنا حضور علیہ السلام کی پیدائشی عادت ہے ہمیشہ حلیمہ دائی کا ایک پستان پاک چوسا۔ دوسرا بھائی کے لئے چھوڑا۔ یہ عدل وانصاف بھی قرآنی حکم ہے۔ اگر ابتداء سے قرآن کے عارف نہیں تو یہ عمل کیسے فرمارہے ہیں۔ دیوبندیوں کا ایک مشہور اعتراض یہ بھی ہے کہ تمہاری پیش کردہ آیتوں کے عموم سے لازم آتا ہے کہ حضور کا علم رب کے برابر ہو۔ مگر ان آیتوں میں قیامت تک کی قید لگاتے ہو مالم تکن تعلم میں نہ تو قیامت کی قید ہے نہ ما کان وما یکون کا ذکر۔ اور ایک دفعہ خاص ہونے سے آئندہ خصوص کا دروازہ کھل جاتا ہے دیکھو کتب اصول۔ لہٰذا ہم ان آیتوں میں احکام شرعیہ کی قید لگاتے ہیں یعنی اس سے صرف شرعی احکام مراد ہیں۔

جواب:۔ اس کا یہ ہے کہ یہاں آیت میں تخصیص نہیں۔ بلکہ عقلی استثنا ہے کیونکہ رب کا علم غیر متناہی ہے مخلوق کا دماغ غیر متناہی علوم نہیں لے سکتا۔ برہان تسلسل وغیرہ سے لہٰذا متناہی ہوگا۔ احادیث سے پتہ لگا کہ قیامت تک کی حضور نے خبر دی اسی لئے یہ دعویٰ کیا گیا استثنا کا اور حکم ہے اور تخصیص کا حکم دوسرا دیکھو اقیموا الصلوۃ سے بچے دیوانے حائضہ خارج ہیں یہ تخصیص نہیں بلکہ استثناء ہے۔

فقیر نے یہ مختصر سی تقریر علم غیب کے متعلق کردی۔ اس کی زیادہ تحقیق کرنا ہو تو رسالہ مبارکہ الکلمۃ العلیاء کا مطالعہ کرو۔ جو کچھ میں نے کہا یہ اس بحر کی ایک لہر ہے چونکہ مجھے اور مسائل پر بھی گفتگو کرنا ہے۔ لہذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ **و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد و اله و اصحبه اجمعین برحمتك وهو ارحم الراحمین۔**



حاضر و ناظر کی بحث

اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں

مقدمہ حاضر و ناظر کی لغوی اور شرعی معنی کی تحقیق میں

حاضر کے لغوی معنی ہیں سامنے موجود ہونا یعنی غائب نہ ہونا المصباح المنیر میں ہے۔ حاضر حضرة مجلس القاضی و حضر الغائب حضورا قدم من غیبته۔ منتہی الادب میں ہے حاضر حاضر شومذه۔ ناظر کے چند معنے ہیں دیکھنے والا، آنکھ کا تل، نظر، ناک کی رگ، آنکھ کا پانی۔ المصباح المنیر میں ہے۔ والناظر السواد الاصغر من العین الذی یبصر به الانسان شخصه۔ قاموس اللغات میں ہے۔ والناظر السواد فی العین او البصر بنفسه وعرق فی الانف وفیه ماء البصر۔ مختار الصحاح میں ابن ابی بکر رازی کہتے ہیں۔ الناظر فی المقلة السواد الاصغر الذی فیه الماء العین۔ (المختار الصحاح ص ۶۹۱) جہاں تک ہماری نظر کام کرے وہاں تک ہم ناظر ہیں اور جس جگہ تک ہماری دسترس ہو کہ تصرف کرلیں وہاں تک ہم حاضر ہیں۔ آسمان تک نظر کام کرتی ہے وہاں تک ہم ناظر یعنی دیکھنے والے ہیں مگر وہاں ہم حاضر نہیں۔ کیونکہ وہاں دسترس نہیں۔ اور جس حجرے یا گھر میں ہم موجود ہیں وہاں حاضر ہیں کہ اس جگہ ہماری پہنچ ہے۔ عالم میں حاضر و ناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھے اور دور و قریب کی آوازیں سنے یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرے اور صدہا کوس پر حاجتمندوں کی حاجت روائی کرے۔ یہ رفتار خواہ صرف روحانی ہو یا جسم مثالی کے ساتھ ہو یا اسی جسم سے ہو جو قبر میں مدفون یا کسی جگہ موجود ہے ان سب معنی کا ثبوت بزرگان دین کے لئے قرآن و حدیث و اقوال علماء سے ہے۔

پہلا باب

حاضر و ناظر کے ثبوت میں

اس میں پانچ فصلیں ہیں

پہلی فصل۔ آیات قرآنیہ سے ثبوت

(۱) یا ایها النبی انا ارسلنك شاهداً ومبشراً وّ نذیراً وداعیاً الی الله باذنه وسراجاً منیراً۔

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

(پارہ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۴۶)

حاشیہ......☆

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے جسم اقدس کے ساتھ روضہ منورہ میں تشریف فرما ہیں۔ اور تمام کائنات آپ کے سامنے حاظر ہے۔ جسے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں آپ جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔ مگر ایک وقت میں متعدد جگہوں پر تشریف لے جانا چاہیں تو یہ بھی ممکن ہے۔ یہی حاضر و ناظر کا صحیح مفہوم ہے نہ یہ کہ آپ اپنے مخصوص جسم کے ساتھ ہر جگہ بالفعل موجود ہوتے ہیں جیسا کہ دیوبندیوں، وہابیوں نے اہل سنت پر افتراء باندھا ہے اور پھر اسے بنیاد بنا کر لغو اور لایعنی اعتراضات کا سلسلہ شروع کردیا۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

شاہد کے معنی گواہ بھی ہو سکتے ہیں اور حاضر و ناظر بھی، گواہ کو شاہد اس لئے کہتے ہیں کہ وہ موقعہ پر حاظر تھا۔ حضور علیہ السلام کو شاہد یا تو اس لئے فرمایا گیا کہ آپ دنیا میں عالم غیب کی دیکھ کر گواہی دے رہے ہیں ورنہ سارے انبیاء گواہ تھے یا اس لئے کہ قیامت میں تمام انبیاء کی عینی گواہی دیں گے یہ گواہی بغیر دیکھے ہوئے نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح آپ کا مبشر اور نذیر اور داعی الی اللہ ہونا ہے کہ سارے پیغمبروں نے یہ کام کئے مگر سن کر حضور علیہ السلام نے دیکھ کر۔ اسی لئے معراج صرف حضور کو ہوئی۔ سراج منیر آفتاب کو کہتے ہیں وہ بھی عالم میں ہر جگہ ہوتا ہے گھر گھر میں موجود۔ آپ بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ اس آیت کے ہر کلمہ سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے۔

(۲) و کذالک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شھدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیداً۔

ترجمہ: اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تم کو سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ۔

(پارہ ۲ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۴۳)

(۳) فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بك علی ھولآء شھیداً۔

ترجمہ: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تم کو ان سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۴۱)

ان آیتوں میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ قیامت کے دن دیگر انبیاء کرام کی امتیں عرض کریں گی کہ ہم تک تیرے پیغمبروں نے تیرے احکام نہ پہنچائے تھے۔ انبیائے کرام عرض کریں گے کہ ہم نے احکام پہنچادے ان کی گواہی پر اعتراض ہوگا کہ تم نے ان پیغمبروں کا زمانہ نہ پایا۔ تم بغیر دیکھے کیسے گواہی دے رہے ہو؟ یہ عرض کریں گے کہ ہم سے حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا تب حضور علیہ السلام کی گواہی لی جاوے گی۔ آپ دو گواہیاں دیں گے ایک تو یہ کہ نبیوں نے تبلیغ کی۔ دوسری یہ کہ یہ میری امت والے قابل گواہی ہیں۔ پس مقدمہ ختم۔ انبیاء کرام کے حق میں ڈگری۔ اگر حضور علیہ السلام نے گذشتہ انبیاء کی تبلیغ اور آئندہ اپنی امت کے حالات کو خود چشم حق بین سے ملاحظہ نہ فرمایا تھا تو آپ کی گواہی پر جرح کیوں نہ ہوئی؟ جیسی کہ امت کی گواہی پر جرح ہوئی تھی معلوم ہوا کہ یہ گواہی دیکھی ہوئی تھی اور پہلی سنی ہوئی۔ اس سے آپ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوا۔ اس آیت کی تحقیق ہم بحث علم غیب میں کر چکے ہیں۔

(۴) لقد جآءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم۔

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۲۸)

اس آیت سے تین طرح حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے ایک یہ کہ جاءکم میں قیامت تک کے مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم سب کے پاس حضور علیہ السلام تشریف لائے جس سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام ہر مسلمان کے پاس ہیں اور مسلمان تو عالم میں ہر جگہ ہیں تو حضور بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ دوم یہ فرمایا گیا من انفسکم تمہاری نفسوں میں سے ہیں یعنی ان کا آنا تم میں ایسا ہے جیسے جان کا قالب میں آنا کہ قالب کی رگ رگ اور رونگٹے میں موجود اور ہر ایک سے خبردار رہتی ہے۔ ایسے ہی حضور علیہ السلام ہر مسلمان کے ہر فعل سے خبردار ہیں۔

آنکھوں میں ہیں لیکن مثل نظریوں دل میں ہیں جیسے جسم میں جاں
ہیں مجھ میں وہ لیکن مجھ سے نہاں اس شان کی کی جلوہ نمائی ہے!

اگر اس آیت کے صرف یہ معنی ہوتے کہ وہ تم میں سے ایک انسان ہیں تو منکم کافی تھا من انفسکم کیوں ارشاد ہوا؟ تیسرے یہ کہ

فرمایا گیا عزیز علیہ ما عنتم ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے جس سے معلوم ہوا کہ ہماری راحت و تکلیف کی ہر وقت حضور کو خبر ہے تب ہی تو ہماری تکلیف سے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے ورنہ اگر ہماری خبر ہی نہ ہو تو تکلیف کیسی؟ یہ کلمہ بھی حقیقت میں انفسکم کا بیان ہے کہ جس طرح جسم کے کسی عضو کو دکھ ہو تو روح کو تکلیف اسی طرح تم کو دکھ درد ہو تو آقا کو گرانی اس کرم کے قربان ﷺ۔

(۵) **ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وك فاستغفرو الله وستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔**

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاظر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرماویں۔ تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

(پارہ۵ سورہ۴ آیت نمبر۶۴)

اس سے معلوم ہوا کہ گنہگاروں کی بخشش کی سبیل صرف یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت مانگیں۔ اور حضور کرم کریمانہ سے شفاعت فرمادیں۔ اور یہ تو مطلب ہو سکتا نہیں کہ مدینہ پاک میں حاضر ہوں۔ ورنہ پھر ہم فقیر پردیسی گنہگاروں کی مغفرت کی کیا سبیل ہوگی۔ اور مالدار بھی عمر میں ایک دو بار ہی پہنچتے ہیں اور گناہ دن رات کرتے ہیں۔ لہذا تکلیف مافوق الطاقت ہوگی لہذا مطلب یہ ہوا کہ وہ تمہارے پاس موجود ہیں تم غائب ہو تو تم بھی حاضر ہو جاؤ کہ ادھر متوجہ ہو جاؤ۔

یار نزدیک تر از من بمن است   وین عجب بیں کہ من از وے دورم

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر ہیں۔

(۶) **وما ارسلنك الا رحمة للعلمين۔**

ترجمہ: اور ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

(سورہ الحج آیت نمبر ۱۰۷)

پھر فرماتا ہے:

ورحمتي وسعت كل شيئي۔

ترجمہ: اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔

(پارہ۹ سورہ۷ آیت نمبر۱۵۶)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ اور رحمت جہانوں کو محیط ہے۔ لہذا حضور علیہ السلام جہانوں کو محیط، خیال رہے کہ رب کی شان ہے رب العلمین۔ حبیب کی شان ہے رحمۃ للعلمین معلوم ہوا کہ اللہ جس کا رب ہے۔ حضور علیہ السلام اس کے لئے رحمت۔

(۷) **وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم۔**

ترجمہ: اور اللہ کا کام نہیں کہ عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

(پارہ۹ سورہ۸ آیت نمبر۳۳)

یعنی عذاب الہی اس لئے نہیں آتا کہ ان میں آپ موجود ہیں اور عام عذاب تو قیامت تک کسی جگہ بھی نہ آوے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام قیامت تک ہر جگہ موجود ہیں۔ بلکہ روح البیان میں فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام ہر سعید و شقی کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس کا ذکر تیسری فصل میں آتا ہے۔ رب تعالی فرماتا ہے:

واعلموا ان فيكم رسول الله۔

ترجمہ: جان لو کہ تم سب میں رسول اللہ تشریف فرما ہیں۔

(پارہ۲۶ سورہ۴۹ آیت نمبر۷)

یہ تمام صحابہ کرام سے خطاب ہے، اور صحابہ کرام تو مختلف جگہ رہتے تھے معلوم ہوا کہ حضور سب جگہ ان کے پاس ہیں۔

(۹) و کذالک نری ابراھیم ملکوت السموت و الارض۔

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں۔ ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت ۷۵)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رب نے تمام عالم بچشم سر ملاحظہ کرا دیا۔ حضور علیہ السلام کا درجہ ان سے اعلیٰ ہے لہذا ضروری ہے کہ آپ نے بھی عالم کو مشاہدہ فرمایا ہو۔ اس آیت کی تحقیق بحث علم غیب میں گزر گئی۔

(۱۰) الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل۔

ترجمہ: اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔

(پارہ ۳۰ سورہ الفیل آیت نمبر ۱)

(۱۱) الم تر کیف فعل ربك بعاد۔

ترجمہ: کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمارے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا۔

(پارہ ۳۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۶)

قوم عاد اور اصحاب فیل کا واقعہ ولادت پاک سے پہلے کا ہے مگر فرمایا جاتا ہے الم تر کیا آپ نے نہ دیکھا یعنی دیکھا ہے اگر کوئی کہے کہ قرآن کریم کفار کے بارے میں فرماتا ہے:

الم یروا کم اھلکنا من قبلھم من قرن۔

ترجمہ: کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر دیں۔

(پارہ ۷ سورہ الانعام آیت نمبر ۶)

کفار نے اپنے سے پہلے کفار کو ہلاک ہوتے نہ دیکھا تھا۔ مگر فرمایا گیا کہ کیا نہ دیکھا انہوں نے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ان کفار کے اجڑے ہوئے ملک اور تباہ شدہ مکانات کا دیکھنا مراد ہے اور چونکہ کفار مکہ اپنے سفروں میں ان مقامات سے گزرتے تھے اس لئے فرمایا گیا کہ یہ لوگ ان چیزوں کو دیکھ کر عبرت کیوں نہیں پکڑتے۔ حضور علیہ السلام نے نہ تو ظاہر میں دنیا کی سیاحت فرمائی اور نہ تو قوم عاد وغیرہ کے اجڑے ہوئے ملکوں کو بظاہر دیکھا۔ اس لئے ماننا ہوگا کہ یہاں نور نبوت سے دیکھنا مراد ہے۔

(۱۱) قرآن کریم جگہ جگہ اذ فرماتا ہے **و اذا قال ربك للملئکة** (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۰) جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا **و اذ قال موسی لقومه** (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۶۷) جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا وغیرہ وغیرہ اس جگہ مفسرین محذوف نکالتے ہیں اذکر یعنی اس واقعہ کو یاد کرو۔ اور یاد وہ چیز دلائی جاتی ہے جو پہلے سے دیکھی بھالی ہوا ادھر توجہ نہ ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام گزشتہ واقعات حضور کے دیکھے ہوئے ہیں۔ روح البیان نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سارے واقعات حضور علیہ السلام مشاہدہ فرما رہے تھے اس کا ذکر آگے آتا ہے اگر کوئی کہے کہ بنی اسرائیل سے بھی خطاب ہے **و اذ نجینا کم من اٰل فرعون** (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۴۹) اس وقت کو یاد کرو جب کہ ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دی تھی۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ کے یہودی اس زمانہ میں کہاں تھے مگر مفسرین یہاں بھی اذکر و محذوف نکالتے ہیں۔ جواب دیا جائے گا کہ ان بنی اسرائیل کو تاریخی واقعات معلوم تھے۔ کتب تواریخ پڑھی تھیں۔ اس طرف ان کو متوجہ کیا گیا۔ حضور علیہ السلام نے نہ کسی سے پڑھا نہ کتب تواریخ کا مطالعہ فرمایا اور نہ کسی مورخ کی صحبت میں رہے نہ تعلیم یافتہ قوم میں پرورش پائی اب آپ کو بجز نور نبوت علم کا ذریعہ کیا تھا۔

(۱۲)النبی اولی بالمومنین من انفسھم۔

ترجمہ: نبی مسلمانوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہے۔

(پارہ۲۱سورہ۳۳آیت نمبر۶)

مولوی قاسم صاحب بانی مدرسہ دیو بند تحذیر الناس صفحہ۱۰ میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اولی کے معنی قریب تر ہیں۔تو آیت کے معنی ہوئے نبی مسلمانوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں سب سے زیادہ قریب ہم سے ہماری جان اور جان سے بھی قریب نبی علیہ السلام ہیں اور زیادہ قریب چیز بھی چھپی رہتی ہے۔اسی زیادتی قرب کی وجہ سے آنکھ سے نظر نہیں آتے۔

تنبیہ:۔ اس جگہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تم مقلد ہو اور مقلد کو آیات یا احادیث سے دلیل لینا جائز نہیں وہ تو قول امام پیش کرے۔لہذا تم صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول ہی پیش کر سکتے ہو۔اس کا جواب چند طرح سے ہے۔ایک یہ کہ آپ خود حاضر و ناظر نہ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔اس بارے میں امام صاحب کا قول پیش کریں۔دوسرے یہ کہ ہم تقلید کی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ مسئلہ عقائد میں تقلید نہیں ہوتی۔بلکہ مسائل فقہیہ اجتہادیہ میں ہوتی ہے۔یہ مسئلہ عقیدہ کا ہے۔تیسرے یہ کہ صریح آیات واحادیث سے مقلد بھی استدلال کرسکتا ہے۔ہاں ان سے مسائل استنباط نہیں کرسکتا۔طحاوی میں ہے۔

وما فھم الاحکام من نحو الظاھر والنص والمفسر فلیس مختصابہ (ای بالمجتھد) بل یقدر علیہ العلمآء الاعم۔

ترجمہ: جو احکام ظاہر نص ومفسر سے سمجھے جاویں۔وہ مجتہد سے خاص نہیں۔بلکہ اس پر عام علماء قادر ہیں۔

مسلم الثبوت میں ہے۔

وایضا شاع وذاع احتجاجھم سلفا وخلفا بالعمومات من غیر نکیر۔

ترجمہ: نیز عام آیات سے دلیل پکڑنا خلف وسلف میں بغیر کسی انکار کے شائع ہے۔

قرآن بھی فرماتا ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون (پارہ۱۴سورہ۱۶آیت نمبر۴۳) اگر تم نہ جانتے ہو تو ذکر والوں سے پوچھو۔ اجتہادی مسائل ہم نہیں جانتے ان میں آئمہ کی تقلید کرتے ہیں اور صریح آیات کا ترجمہ جانتے ہیں اس میں تقلید نہیں۔چوتھے یہ کہ مسئلہ حاضر و ناظر پر فقہاء محدثین اور مفسرین کے اقوال بھی آئندہ فصلوں میں آرہے ہیں دیکھو اور غور کرو کہ حاضر و ناظر کا عقیدہ سارے مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

دوسری فصل......حاضر و ناظر کی احادیث کے بیان میں

اس میں تمام وہ احادیث پیش کی جاویں گی جو مسئلہ علم غیب میں گزر چکی ہیں۔خصوصاً حدیث نمبر۶و۷و۱۸و۱۹ جن کا مضمون یہ ہے کہ ہم تمام عالم کو مثل کف دست دیکھ رہے ہیں۔ہم پر ہماری امت اپنی صورتوں میں پیش ہوئی اور ہم ان کے نام ان کے باپ دادوں کے نام،ان کے گھوڑوں کے رنگ جانتے ہیں وغیرہ وغیرہ اسی طرح ان کی شرح میں محدثین کے اقوال گزر چکے ہیں وہ پیش کیے جائیں گے خصوصاً مرقاۃ،زرقانی وغیرہ کی عبارتیں ان کے علاوہ حسب ذیل احادیث اور بھی پیش کی جاویں گی۔

مشکوۃ باب اثبات عذاب القبر میں ہے۔

(۱)فیقولان ما کنت تقول فی ھذا الرجل لمحمد۔

ترجمہ: نکرین میت سے پوچھتے ہیں کہ تم ان کے (محمد رسول اللہ ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے تھے۔

(مشکوۃ اثبات عذاب القبر الفصل الثانی ص ۲۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)،(صحیح مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا باب عرض مقعد المیت من الجنۃ اوالنار علیہ واثبات عذاب القبر والتعوذ منہ ج۴ص۲۲۰۰ رقم الحدیث ۲۸۷۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے

بعنی ھذا الرجل کہ می گویند آنحضرت رامی خواهند۔ ھذا الرجل سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات ہے۔ اشعۃ اللمعات میں بھی حدیث ہی با احضار ذات شریف دی در عیانے بہ ایں طریق کہ در قبر مثالے دی عنیہ السلام حاضر ساختہ باشد دور دریں جابشارتے است عظیم مر مشتاقان غمزدہ راہ کہ مر امید ایں شادی جان دھندہ و زندہ در گور روند جائے دارد

یا قبر میں ظاہر ظہور آپ کی ذات شریف کو کرتے ہیں اس طرح کہ قبر میں حضور علیہ السلام کا وجود مثالی موجود کردیتے ہیں اور اس جگہ مشتاقان غمزدہ کو بڑی خوشخبری ہے کہ اگر اس شادی کی امید پر جان دے دیں اور زندہ قبروں میں چلے جائیں تو اس کا موقعہ ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۱۱۵ مطبوعہ لکھنو ہند)

حاشیہ مشکوۃ میں یہ ہی حدیث ہے:

قیل یکشف للمیت حتی یری النبی علیہ السلام وھی بشریٰ عظیمۃ۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ میت سے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کو دیکھتا ہے اور یہ بڑی ہی خوشخبری ہے۔

(حاشیہ مشکوۃ اثبات عذاب القبر الفصل الاول ص ۲۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

قسطلانی شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۹۰ کتاب الجنائز میں ہے۔

قیل یکشف للمیت حتی یری النبی علیہ السلام وھی بشریٰ عظیمۃ للمومن ان صح۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ میت سے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کو دیکھتا ہے اور یہ بڑی ہی خوشخبری ہے اگر ٹھیک رہے۔

(ارشاد الساری شرح بخاری کتاب الجنائز ج ۳ ص ۳۹۰ مطبوعہ مصر)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہذا الرجل معہود ذہنی کی طرف اشارہ ہے کہ فرشتے مردہ سے پوچھتے ہیں کہ وہ جو تیرے ذہن میں موجود ہیں انہیں تو کیا کہتا تھا؟ مگر یہ درست نہیں کیونکہ ایسا ہوتا تو کافر میت سے سوال نہ ہوتا کیونکہ وہ تو حضور علیہ السلام کے تصور سے خالی الذہن ہے۔ نیز کافر اس کے جواب میں یہ نہ کہتا۔ میں نہیں جانتا بلکہ پوچھتا تم کس کے بارے میں سوال کرتے ہو؟ اس کے لا ادری کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور کو آنکھوں سے دیکھ تو رہا ہے مگر پہچانتا نہیں اور یہ اشارہ خارجی ہے۔

اس حدیث اور عبارتوں سے معلوم ہوا کہ قبر میں میت کو حضور علیہ السلام کا دیدار کرا کر سوال ہوتا ہے تو اس شمس الضحی بدر الدجی ﷺ کو جو تیرے سامنے جلوہ گر ہیں۔ کیا کہتا تھا ہذا اشارہ قریب ہے معلوم ہوا کہ دیکھا کہ قریب کر کے پھر پوچھتے ہیں۔ اسی لئے حضرات صوفیائے کرام اور عشاق موت کی تمنا کرتے ہیں اور قبر کی پہلی رات کو دولہا کے دیدار کی رات کہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے — کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

مولانا آسی فرماتے ہیں۔

آج پھولے نہ سمائیں کفن میں آسی — جس کے جویاں تھے ہے اس گل کی ملاقات کی رات

ہم نے اپنے دیوان میں عرض کیا ہے۔

مرقد کی پہلی شب ہے دولہا کی دید کی شب — اس شب پہ عید صدقے اس کا جواب کیسا

اسی لئے بزرگان دین کے وصال کے دن کو روز عرس کہتے ہیں عرس کے معنے ہیں شادی کیونکہ عروس یعنی محمد رسول اللہ ﷺ دولہا کے

دیدار کا دن ہے۔

اور ایک وقت میں ہزار ہا جگہ ہزاروں مردے دفن ہوتے ہیں۔ تو اگر حضور علیہ السلام حاضر و ناظر نہیں ہوتے تو ہر جگہ جلوہ گری کیسی؟ ثابت ہوا کہ حجاب ہماری نگاہوں پر ہے۔ ملائکہ اس حجاب کو اٹھا دیتے ہیں جیسے کہ دن میں کوئی خیمہ میں بیٹھا ہوا ور آفتاب اس کی نگاہ سے غائب ہو کسی نے اس خیمہ کو اوپر سے ہٹا کر سورج دکھایا۔

(۲) مشکوۃ باب التحریض علی قیام الیل میں ہے۔

استیقظ رسول اللہ ﷺ لیلۃ فزعاً یقول سبحن اللہ ماذا انزل اللیلۃ من الخزائن و ماذا انزل من الفتن۔

ترجمہ: ایک شب حضور علیہ السلام گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے فرماتے تھے کہ سبحان اللہ اس رات میں کس قدر خزانے اور کس قدر فتنے اتارے گئے ہیں۔

(مشکوۃ باب التحریض علی قیام الیل ص ۱۰۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (التمہید لابن عبد البر ج ۲۳ ص ۳۴۸ مطبوعہ وزارۃ عموم الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ المغرب)

اس سے معلوم ہوا کہ آئندہ ہونے والے فتنوں کو بچشم ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

(۳) مشکوۃ باب المعجزات میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

نعی النبی علیہ السلام زیداً و جعفر و ابن رواحۃ للناس قبل ان یاتیھم خبرھم فقال اخذ الرایۃ زید فاصیب الی حتی اخذ الرایۃ سیف من سیوف اللہ یعنی خالد ابن الولید حتی فتح اللہ علیھم۔ ☆

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے زید اور جعفر اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی ان کی خبر موت آنے سے پہلے لوگوں کو خبر موت دے دی۔ فرمایا کہ اب جھنڈا اللہ کی تلوار خالد ابن ولید نے لیا تا آنکہ کہ اللہ نے ان کو فتح دے دی۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۶۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ موتہ جو کہ منورہ سے بہت ہی دور ہے وہاں جو کچھ ہو رہا ہے اس کو حضور مدینہ سے دیکھ رہے ہیں۔

حاشیہ......☆

(۱) امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

عن ام سلمۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ذات لیلۃ یا سبحان اللہ ماذا نزل من الفتن وما فتح من الخزائن فایقظوا صواحبات الحجر فرب کاسیۃ فی الدنیا ھمام یوم القیامۃ۔

فی ھذا الحدیث علم من اعلام نبوتہ ﷺ بخبرہ عن الغیب و ذلک انہ اخبر بما کان بعدہ من الفتن فکان کما قال ﷺ فتن کمواقع القطر و کاللیل المظلم۔

و کذلک قولہ ماذا فتح اللہ اللیلۃ من الخزائن یرید و اللہ اعلم من ارزاق العباد من خزائن اللہ التی لا تنفد یرید ما یفتح اللہ علی ھذہ الامۃ من اخذھا الکفر و الاتساع فی المال و اللہ اعلم۔

وھذا ایضا من الغیب الذی لا یعلمہ الا ھو ومثلہ من الانبیاء والرسل صلوات اللہ علیھم۔

وقد یجوز ان تکون لیلۃ القدر ففیھا یفرق کل امر حکیم قیل ما یکون فی کل عام ویجوز ان تکون لیلۃ غیرھا قضی اللہ فیھا بقضائہ واعلمہ رسولہ ﷺ وقد یجوز ان تکون لتلک اللیلۃ اخوات مثلھا وھذہ امور لا یعلمھا الا من اطلعہ اللہ علیھا ممن ارتضی من رسلہ صلوات اللہ علیھم۔

(التمہید لابن عبد البر ج ۲۳ ص ۳۴۹ مطبوعہ وزارۃ عموم الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ المغرب)

حاشیہ.....☆

سینکڑوں میل دور غزوہ موتہ کے حالات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو بتانے

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی ا نعی زیداً او جعفراً وابن رواحة للناس قبل ان یاتیھم خبرھم فقال اخذ الرایة زید فاصیب ثم اخذ جعفر فاصیب ثم اخذ ابن رواحة فاصیب وعیناہ تذرفان حتی اخذ الرایة سیف من سیوف اللہ یعنی حتی فتح اللہ علیھم۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کی خبر آنے سے پہلے ان کے شہید ہو جانے کے متعلق لوگوں کو پہلے ہی بتا دیا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب جھنڈا زید نے سنبھالا ہوا ہے لیکن وہ شہید ہو گئے۔ پھر جعفر نے جھنڈا سنبھال لیا، تو وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر ابن رواحہ نے جھنڈا سنبھالا ہے اور وہ بھی جام شہادت نوش کر گئے۔ یہ فرماتے ہوئے آپ کے چشمان مبارک اشک بار تھیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (یعنی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا سنبھال لیا ہے اور اس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے کافروں پر فتح مرحمت فرما دی۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۶۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۶۰۔ سنن الکبری ج ۸ ص ۱۵۴۔)، (دلائل النبوۃ بیہقی باب ما جاء فی غزوۃ موتۃ وما ظھر فی تامیر النبی ﷺ الخ ج ۴ ص ۳۶۵۔۳۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۶۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المعجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۱۰۵ رقم الحدیث ۱۴۵۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۲۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۱۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ ج ۷ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۴ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۳۶۷۔۳۶۸ رقم الحدیث ۳۱۷۶۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (خصائص الکبری باب ما وقع فی غزوۃ موتۃ من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۴۳۰۔۴۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۹ ص ۱۶۲۔۱۶۳ رقم الحدیث ۱۳۸۔۱۳۹ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثہ مکہ مکرمہ)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر ما جاء انہ یطیر بجناحین مع الملائکۃ فی الجنۃ ص ۲۱۸ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)، (اعلام النبوۃ الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (تخریج الدلالات السمعیہ ص ۳۷۴ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۷۹۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ذکر وفاۃ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۵۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ للقرطبی باب ما جاء ان عیسی اذا نزل یجد فی امۃ محمد ﷺ خلفا من حواریہ ج ۲ ص ۵۶۸۔۵۶۹ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عبداللہ بن رواحۃ الانصاری ج ۱ ص ۱۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا علی بن عبدالعزیز ثنا محمد بن عبداللہ الرقاشی وحدثنا ابو مسلم الکشی ثنا سلیمان بن حرب قالا ثنا حماد بن زید ثنا ایوب عن حمید بن ھلال عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ثم ان رسول اللہ ﷺ نعی زیداً وصاحبیہ قبل ان یاتیہ الخبر وعیناہ تذرفان۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کی خبر دی گئی جب کہ آپ ﷺ نے انہیں یہ خبر شہادت سے پہلے ہی دیدی تھی۔ آپ ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی تھیں۔

(المعجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۱۰۵ رقم الحدیث ۱۴۶۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر حمید بن ھلال رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۰۸ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

کما اخبر بذلک کلہ رسول اللہ ﷺ اصحابہ الذین بالمدینۃ یومئذ وھو قائم علی المنبر فنعی الیھم الامراء واحد واحدا وعیناہ تذرفان ﷺ والحدیث فی الصحیح۔

حاشیہ......☆

ترجمہ: آپ ﷺ نے مدینہ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منبر پر کھڑے ہو کر خبر دی اور ایک ایک امیر کی شہادت کی خبر دی اور آپ ﷺ کے آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

(... اختصار سیرۃ الرسول لابن کثیر ص ۱۷۳ مطبوعہ دار القلم بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البیھقی وابو نعیم عن موسی بن عقبة عن ابن شهاب قال زعموا ان رسول الله ﷺ قال مر علی جعفر بن ابی طالب فی الملائکة یطیر کما یطیرون له جناحان وزعموا ان یعلی بن منبه قدم علی رسول الله ﷺ بخبر اهل موتة فقال له رسول الله ﷺ ان شئت فاخبرنی وان شئت اخبرتك قال اخبرنی یارسول الله فاخبره رسول الله ﷺ خبرهم کله ووصفه لهم فقال والذی بعثك بالحق ما ترکت من حدیثهم حرفا لم تذکره وان امرهم لکما ذکرت فقال ﷺ ان الله رفع لی الارض حتی رایت معرکتهم۔

ترجمہ: موسیٰ ابن عقبہ ابن شہاب زہری سے نقل کرتے ہیں کہ علمائے سیرت کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرشتوں کے جھرمٹ میں اڑتے ہوئے گزر رہے ہیں ان کے دو پر تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ یعلی بن منبہ شہیدان موتہ کی خبر لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: چاہو تو تم مجھے خبر دو یا تمہیں پسند ہو تو میں وہاں کے حالات بیان کروں یعلی بولے یارسول اللہ ﷺ آپ ہی ان کے حالات ارشاد فرمادیں تو نبی اکرم ﷺ نے غزوہ موتہ کے تمام حالات اور شہیدوں کے واقعات بیان کردیے یہ سن کر یعلی کہنے لگے اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا آپ نے غزوہ موتہ کی کہانی کا ایک حرف تک نہیں چھوڑا بلکہ پورا واقعہ حرف بحرف بیان فرمادیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا دراصل اللہ نے زمین اٹھا کر میرے سامنے رکھ دی یہاں تک کہ میں نے لڑائی کا پورا منظر بچشم خود دیکھا ہے۔

(خصائص الکبری باب ماوقع فی غروة موتة من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۴۳۰۔۴۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة بیہقی باب ما جاء فی غزوة موتة وما ظهر فی تامیر النبی ﷺ الخ ج ۴ ص ۳۶۴۔۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۷۹۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (زاد المعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی غزوۃ موتۃ ج ۳ ص ۳۸۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء غزوۃ موتۃ من ارض الشام ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (السیرۃ النبویۃ غزوۃ موتۃ ج ۳ ص ۴۴۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال رسول الله ﷺ کان الذی رایتم منی انه احزننی قتل اصحابی حتی رأیتهم فی الجنة اخوانا علی سرر متقابلین ورأیت فی بعضهم اعراضا کانه کره السیف ورأیت جعفرا ملکا ذا جناحین مضرجا بالدماء مصبوغ القوادم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے جو میری حالت دیکھی یہ ہے کہ مجھے میرے اصحاب کے قتل نے غمگین کردیا یہاں تک کہ میں نے انہیں اس طرح جنت میں دیکھ لیا کہ وہ بھائی بھائی ہیں آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہیں ان میں سے ایک میں نے کسی قدر اعتراض (روگردانی) کو دیکھا گویا انہیں تلوار ناپسند ہے میں نے جعفر کو دیکھا کہ وہ ایک فرشتے ہیں جن کے دو بازو ہیں جو خون میں رنگے ہیں اور جن کے قدم بھی رنگے ہوئے ہیں۔

(طبقات الکبری ابن سعد سریۃ موتۃ ج ۲ ص ۱۳۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر ما جاء انہ یطیر بجناحین مع الملائکۃ فی الجنۃ ص ۲۱۶ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)، (المعجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۱۰۷ رقم الحدیث ۱۴۶۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر ما جاء انہ یطیر بجناحین مع الملائکۃ فی الجنۃ ص ۲۱۶ مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)، (السیرۃ النبویۃ ذکر جعفر بن ابی طالب

حاشیہ......☆

ج ۳ص ۳۵۸مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف الراء ج ۱ص ۲۶۸ رقم الحدیث ۴۳۸۳مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ص ۱۲۱ رقم الحدیث ۶۵۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۱ص ۲۴۴مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۱ص ۲۱۲مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۱ص ۴۸۷ برقم ۱۱۶۸مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ قال حدثنی ابی قثنا یزید قال انا اسماعیل عن رجل ان النبی ﷺ قال ثم لقد رأیته فی لجنة و جناحیه مضرجین بالدماء مصبوغ القوادم یعنی جعفرا۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ص ۸۹۰ رقم الحدیث ۱۶۹۱مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الآحاد والمثانی ج ۱ص ۲۸۲رقم الحدیث ۳۶۰ مطبوعہ دار الرایۃ الریاض)، (السیرۃ النبویۃ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۵ص ۲۸مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ قال اخبرنا ابوسعید احمد بن یعقوب الثقفی قال حدثنا یوسف بن یعقوب قال حدثنا محمد بن ابی بکر قال حدثنا عمر بن علی عن اسماعیل بن ابی خالد عن عامر قال کان ابن عمر اذا حیا ابن جعفر قال "السلام علیك یا ابن ذی الجناحین۔"

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب ابن جعفر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تو کہتے:

"السلام علیك یا ابن ذی الجناحین۔"

(دلائل النبوۃ امام بیہقی باب ماجاء فی غزوۃ موتۃ وما ظہر فی تامیر النبی ﷺ الخ ج ۴ص ۳۷۲مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری باب ماوقع فی غزوۃ موتۃ من الآیات والمعجزات ج ۱ص ۴۳۳مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فضائل الصحابۃ للنسائی ص ۱۸رقم الحدیث ۵۵مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر ما جاء انہ یطیر بجناحین مع الملائکۃ فی الجنۃ ص ۲۱۶مطبوعہ دار الکتب المصریۃ)، (السیرۃ النبویۃ ذکر جعفر بن ابی طالب ج ۳ص ۴۵۷مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲۰ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۱۶۶۲۷مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (المعجم الکبیر طبرانی ج ۲ص ۱۰۹ رقم الحدیث ۱۴۷۳مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (خصائص الکبری باب ماوقع فی غزوۃ موتۃ من الآیات والمعجزات ج ۱ص ۴۳۳مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۰۹مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر صحیح ج ۱ص ۲۵۵ رقم الحدیث ۴۱۸۴مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنی محمد بن صالح عن عاصم بن عمر بن قتادۃ وحدثنی عبدالجبار ابن عمارۃ بن عبداللہ بن ابی بکر، زاد احدهما، علی صاحبه فی الحدیث قالا لما التقی الناس بموتة جلس رسول اللہ ﷺ علی المنبر و کشف له ما بینه و بین الشام فهو ینظر الی معرکتهم فقال رسول اللہ ﷺ اخذ الرایة زید بن حارثة فجاء ه الشیطان فحبب الیه الحیاة و کره الیه الموت وحبب الیه الدنیا فقال الآن حین استحکم الایمان فی قلوب المومنین تحبب الی الدنیا فمضی قدما حتی استشهدا فصلی علیه رسول اللہ ﷺ وقال استغفروا له فقد دخل الجنة وهو یسعی ثم اخذ الرایة جعفر بن ابی طالب فجاء ه الشیطان فمناه الحیاة و کره الیه الموت ومناه الدنیا فقال الآن حین استحکم الایمان فی قلوب المومنین تمنینی الدنیا ثم معنی قدما حتی استشهدا فصلی علیه رسول اللہ ﷺ ودعا له ثم قال "استغفروا لأخیکم فانه شهید دخل الجنة فهو یطیر فی الجنة بجناحین من یاقوت حیث یشاء من الجنة......

ترجمہ: واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب موتہ میں دونوں لشکر آمنے سامنے آئے تو نبی ﷺ مدینہ منورہ میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور معرکہ جنگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے گئے نبی ﷺ نے فرمایا زید نے جھنڈا اٹھالیا۔ شیطان ان کے پاس آیا اور سمجھانے لگا کہ زندگی محبوب چیز ہے اور موت بری اس نے زید رضی اللہ عنہ کے دل میں دنیا کی محبت ڈالنے کی کوشش کی تو زید رضی اللہ عنہ نے کہا اب تو آیا ہے

حاشیہ......☆

جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا اس کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہاں سیر کر رہے ہیں۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا اب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھالیا۔ ان کے پاس بھی شیطان آیا اور ان کے دل میں زندگی کی محبت اور موت سے کراہت ڈالنا چاہی تو انہوں نے کہا اس وقت جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی پھر فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو چکا اور وہاں اپنی خواہش سے جہاں چاہتا ہے اپنے دو یاقوتی پروں کے ساتھ اڑ رہا ہے۔

(کتاب المغازی ج ۲ ص ۲۱۰۔۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۹۲۔۱۹۳ مطبوعہ حیدر آباد دکن ہند)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قال الواقدی: فحدثنی محمد بن صالح التمار عن عاصم بن عمر ابن قتادة قال: وحدثنی عبدالجبار بن عمارة بن غزية عن عبدالله بن ابی بکر بن حزم زاد احدهما، علی صاحبه فی الحدیث قالا لما التقی الناس بموتة جلس رسول الله ﷺ علی المنبر وكشف ما بینه و بین الشام فهو ینظر الی معترکهم قال رسول الله ﷺ اخذا الرایة زید بن حارثة فجاء ه الشیطان فحبب الیه الحیاة وکره الیه الموت وحبب الیه الدنیا فقال الآن حین استحکم الایمان فی قلوب المومنین یحبب الی الدنیا فمضی فدما حتی استشهدا فصلی علیه رسول الله ﷺ وقال استغفروا له وقد دخل الجنة وهو یسعی ثم اخذ الرایة جعفر بن ابی طالب فجاء ه الشیطان فمناه الحیاة وکره الیه الموت ومناه الدنیا فقال الآن حین استحکم الایمان فی قلوب المومنین تمنینی الدنیا ثم معنی قدما حتی استشهدا فصلی علیه رسول الله ﷺ ودعا له ثم قال "استغفروا لأخیکم فانه شهید دخل الجنة فهو یطیر فی الجنة بجناحین من یاقوت حیث یشاء من الجنة

ترجمہ: واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب موتہ میں دونوں لشکر آمنے سامنے آئے تو نبی ﷺ مدینہ منورہ میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور معرکہ جنگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے نبی ﷺ نے فرمایا زید نے جھنڈا اٹھالیا۔ شیطان ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ زندگی محبوب چیز ہے اور موت بری اس نے زید رضی اللہ عنہ کے دل میں دنیا کی محبت ڈالنے کی کوشش کی تو زید رضی اللہ عنہ نے کہا اب تو آیا ہے جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا اس کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہاں سیر کر رہے ہیں۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا اب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھالیا۔ ان کے پاس بھی شیطان آیا اور ان کے دل میں زندگی کی محبت اور موت سے کراہت ڈالنا چاہی تو انہوں نے کہا اس وقت جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی پھر فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو چکا اور وہاں اپنی خواہش سے جہاں چاہتا ہے اپنے دو یاقوتی پروں کے ساتھ اڑ رہا ہے۔

(دلائل النبوۃ بیہقی ج ۴ ص ۳۶۸۔۳۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۱ جز ۲۱ ص ۲۵۸۔۲۵۹ رقم الحدیث ۴۵۹۱۔۴۵۹۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (السیرۃ النبویہ ج ۳ ص ۴۴۲۔۴۴۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

(۴) مشکوۃ جلد دوم باب الکرامات کے بعد وفاۃ النبی علیہ السلام میں ہے۔

وان موعدکم الحوض وانی لانظر الیہ وانا فی مقامی۔

ترجمہ: تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے۔ میں اس کو اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔

(مشکوۃ المصابیح باب باب وفاۃ النبی الفصل الاول ص ۵۴۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۵) مشکوۃ باب تسویۃ الصف میں ہے۔ اقیموا صفوفکم فانی ارکم من ورائی۔

ترجمہ: اپنی صفیں سیدھی رکھو کیونکہ ہم تم کو اپنے پیچھے بھی دیکھتے ہیں۔ (۱)

(مشکوۃ المصابیح باب تسویۃ الصف الفصل الاول ص ۹۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حاشیہ......☆

(البدایہ والنھایہ ج ۴ ص ۲۴۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمۃ)، (نصب الرایۃ ج ۴ ص ۲۹۱۔۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (غنیۃ المستملی ص ۴۹۰ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)، (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ج ۴ ص ۶۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)، (حاشیہ کتاب الاثار امام محمد ج ۲ ص ۱۰۵۔۱۰۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (عون المعبود ج ۹ ص ۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

موتہ ملک شام میں دمشق کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے بہت فاصلہ پر ہے وہاں کے حاکم نے حضور ﷺ کے قاصد کو قتل کیا تھا اس لئے حضور ﷺ نے اس کی طرف لشکر بھیجا اور اس لشکر پر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور ارشاد فرمایا کہ زید رضی اللہ عنہ، شہید ہو جائیں تو پھر جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہوں اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان اپنے میں سے کسی کو امیر بنالیں جیسا آپ ﷺ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ اس لڑائی میں یہ صاحب شہید ہوئے سب لوگوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سردار کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح دی گویا حضور ﷺ نے اس واقعہ کے ہونے سے پہلے لوگوں کو بطور اختیار بالغیب خبر دی۔ نہ صرف خبر دی بلکہ آنکھوں سے مشاہدہ فرما کر ان کے لئے نماز جنازہ کے بعد دعائیں کیں گویا آنکھوں سے مشاہدہ فرما کر ان کے لئے دعائیں کیں۔ گویا آپ میدان جنگ میں موجود تھے۔ اس حدیث مبارکہ سے سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کا علم غیب اور حاضر و ناظر ہونا بھی ثابت ہوا۔

مجھ پر تمھارا خشوع اور رکوع پوشیدہ نھیں

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا کی اور منبر پر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے نماز اور رکوع کے بارے میں فرمایا۔ انی لاراکم من ورآئی کما اراکم۔ یقیناً میں تمہیں پیچھے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح (سامنے سے) دیکھتا ہوں۔

(بخاری شریف کتاب الصلوۃ باب عظمۃ الامام الناس ج ۱ ص ۵۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

فانی اراکم من ورآء ظھری۔

(الاحادیث المختارۃ ج ۶ ص ۱۰۴ رقم الحدیث ۲۰۹۲ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثہ مکہ مکرمۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ھل ترون قبلتی ھھنا فواللہ ما یخفی علی خشوعکم ولا رکوعکم انی لا راکم من ورآء ظھری۔ کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا منہ (میری توجہ) اسی قبلہ کی طرف ہے جبکہ اللہ کی قسم مجھ پر تمہارا خشوع اور رکوع پوشیدہ نہیں۔ میں تمہیں اپنی پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔

(بخاری شریف کتاب الصلوۃ)

(۶) ترمذی جلد دوم باب العلم باب ماجآء فی ذهاب العلم میں ہے۔

کنا مع النبی علیه السلام فشخص ببصره الی السمآء ثم قال هذا او ان یختلس العلم من الناس حتی لایقدر وامنه علی شیئی۔

ترجمہ: ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے کہ آپ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا کہ یہ وہ وقت ہے جب کہ علم لوگوں سے چھین لیا جاوے گا حتیٰ کہ اس پر بالکل قابو نہ پائیں گے۔

(سنن الترمذی کتاب العلم باب ماجآء فی ذهاب العلم ج ۵ ص ۳۱ رقم الحدیث ۲۶۵۳ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کی شرح میں ملاعلی قاری مرقاۃ کتاب العلم میں فرماتے ہیں۔

فکانه علیه السلام لما نظر الی السمآء کشف باقتراب اجله فاخبر بذلك۔

ترجمہ: جب حضور علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھا تو آپ پر آپ کی موت کا قرب ظاہر ہو گیا تو اس کی خبر دے دی۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ا ص مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۷) مشکوۃ شروع باب الفتن فصل اول میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ پاک کی ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر صحابہ کرام سے پوچھا کہ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں کیا تم بھی دیکھتے ہو؟ عرض کیا کہ نہیں فرمایا:

فانی اری الفتن تقع خلل بیوتکم کوقع المطر۔

ترجمہ: میں تمہارے گھروں میں بارش کی طرح فتنے گرتے دیکھتا ہوں۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الفتن الفصل الاول ص ۴۶۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حاشیہ......☆

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبهانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

هل ترون قبلتی هھنا فواللہ ما یخفی علی خشوعکم ولا رکوعکم انی لا راکم من ورآء ظهری۔

ترجمہ: کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا منہ (میری توجہ) اسی قبلہ کی طرف ہے جبکہ اللہ کی قسم مجھ پر تمہارا خشوع اور رکوع پوشیدہ نہیں۔ میں تمہیں اپنی پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔

(دلائل النبوۃ للاصبهانی ص ۷۱ رقم الحدیث ۵۶ مطبوعہ دار طیبہ الریاض)

امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا یونس بن عبدالاعلی قال انبا ابن وهب ان مالك حدثه عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة ان رسول اللہ ﷺ قال هل ترون قبلتی هاهنا فواللہ ما یخفی علی خشوعکم ولا رکوعکم انی لاراکم من وراء ظهری۔

(مسند ابوعوانہ باب ایجاب اقامۃ الرکوع والسجود واتمامھا ج ا ص ۴۶۲ رقم الحدیث ۱۷۱۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

فواللہ انی اراکم من خلفی او قال من خلف ظهری اذا رکعتم وسجدتم۔

(مسند ابوعوانہ باب ایجاب اقامۃ الرکوع والسجود واتمامھا ج ا ص ۴۶۲ رقم الحدیث ۱۷۱۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

امام ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

وقال لهم انی اراکم من امامی ومن خلفی۔

(مسند ابوعوانہ ج ا ص ۴۶۱ رقم الحدیث ۱۷۰۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

معلوم ہوا کہ یزیدی وحجازی فتنے جو عرصہ کے بعد ہونے والے تھے انہیں بھی ملاحظہ فرما رہے تھے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی چشم حق بین آئندہ کے واقعات اور دور وقریب کے حالات اور حوض کوثر جنت ودوزخ وغیرہ کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔حضور علیہ السلام کے طفیل حضور کے خدام کو بھی خدائے قدوس یہ قدرت وعلم عطا فرماتا ہے۔

(۸) مشکوۃ جلد دوم باب الکرامات میں ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر کا سردار ساریہ کو بنا کر نہاوند بھیجا۔

فینما عمر یخطب فجعل یصیح یا ساریۃ الجبل۔ ☆

ترجمہ: عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں خطبہ پڑھتے ہوئے پکارنے لگے کہ اے ساریہ پہاڑ کو لو۔

کچھ عرصہ کے بعد اس لشکر سے قاصد آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ ہم کو دشمن نے شکست دے دی تھی کہ ہم نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ ساریہ پہاڑ کو لو۔تو ہم نے پہاڑ کو اپنی پشت کے پیچھے لیا۔خدا نے ان کو شکست دے دی۔

(مشکوۃ المصابیح باب وفاۃ النبی ص ۵۴۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فانی اراکم من وراء ظھری۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۸۵ رقم الحدیث ۱۳۷۰۔۱۳۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

فو اللہ انی لاراکم من بعدی ظھری اذا رکعتم واذا سجدتم۔

(الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۰۸ رقم الحدیث ۲۲۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

☆ امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنگ کے لئے لشکر بھیجا اور ایک شخص کو ان کا امیر بنایا جسے ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے ایک روز عمر فاروق رضی اللہ عنہ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ دوران خطبہ فرمایا یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل اے ساریہ پہاڑ کی پناہ لو۔تو لوگوں نے دیکھا کہ اسی وقت جمعہ کے دن ساریہ پہاڑ کی طرف چل دیئے۔حالانکہ ان کے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک مہینے کے سفر کا فاصلہ تھا۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی ص ۵۱۸۔۵۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(احیاء علوم الدین ج ۳ کتاب عجائب القلب ص ۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)،(کنز العمال ج ۱۲ ص ۵۷۱ رقم الحدیث ۳۵۷۸۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)،(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ساریہ بن زنیم رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۶ برقم ۳۰۳۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت)،(طبقات الشافعیۃ الکبری ج ۲ ص ۳۲۴ طبع جدید دار احیاء الکتب العربیہ بیروت)،(تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار القلم بیروت)،(کتاب الاعتقاد ص ۲۰۳ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

نیز کچھ سطور بعد لکھتے ہیں۔

چند ہی روز بعد حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کا پیغام رساں ان کا خط لے کر آ گیا جس میں لکھا تھا کہ جمعہ کے روز دشمن سے ہمارا سامنا ہوا ہم نے نماز فجر سے لڑنا شروع کیا اور جمعہ کے وقت آ گیا اور سائے اپنا رخ بدلنے لگے۔تو اچانک ہم نے سنا کوئی پکار کر کہہ رہا تھا۔

اے ساریہ پہاڑ یہ آواز دو مرتبہ آئی......۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی ص ۵۱۸۔۵۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ......☆

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

قال التاج السبكي ومنها على يد امير المومنين عمر الفاروق الذى قال فيه النبي ﷺ لقد كان فيمن قبلكم ناس محدثون فان يك في امتي احد فانه عمر قصة سارية بن زنيم الخلجي كان عمر رضي الله عنه قد امر سارية على جيش من جيوش المسلمين وجهزه على بلاد فارس فاشتد على عسكره الحال على باب نهاوند وهو ويحصرها وكثرت جموع الاعداء وكاد المسلمون ينهزمون وعمر رضي الله عنه بالمدينة فصعد المنبر وخطب ثم استغاث في اثناء خطبته باعلى صوته يا سارية الجبل من استرعى الذئب الغنم فقد ظلم فاسمع الله عز وجل سارية وجيوشه اجمعين وهم على باب نهاوند صوت عمر فلجؤوا الى الجبل وقالوا هذا صوت امير المومنين فنجوا وانتصروا هذا ملخصها۔ قال رحمه الله وسمعت الشيخ الامام الوالد يعني اباه تقي الدين السبكي رحمه الله يزيد فيها ان عليا رضي الله عنه كان حاضرا فقيل له ما هذا الذى يقوله امير المومنين وابن سارية منا الآن فقال علي كرم الله وجهه دعوه فما دخل في امر الا وخرج منه ثم تبين الحال بالآخرة۔ قال التاج قلت عمر رضي الله عنه لم يقصد اظهار هذه الكرامة وانما كشف له ورای القوم عيانا وكان كمن هو بين اظهرهم حقيقة وغاب عن مجلسه بالمدينة واشتغلت حواسه بما دهم المسلمين بنهاوند فخاطب اميرهم خطاب من هو معه اذ هو معه حقيقة او كمن هو معه واعلم ان ما يخرجه الله على لسان اوليائه من هذه الامور يحتمل ان يعرفوا بها وهي كرامة على كلا الحالين۔

ترجمہ: امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کرامات میں سے مشہور کرامت وہ ہے جس کی طرف حضور ﷺ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوئے ہیں اگر میری امت میں کسی کو یہ شرف ملا تو وہ عمر ہیں اس کرامت کا مظہر ساریہ بن زنیم خلجی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساریہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے ایک لشکر کا امیر بنایا پھر انہیں بلاد فارس کی طرف بھیجا انہوں نے نہاوند کا محاصرہ کیا مگر سخت پریشانی سے دوچار ہوئے کیونکہ دشمن دستوں کو زبردست کمک مل رہی تھی اور قریب تھا کہ مسلمان شکست سے دوچار ہوجاتے ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے آپ (جمعہ کے روز) منبر شریف پر جلوہ گر ہوئے اور خطبہ کے دوران بلند آواز سے سے پکار کر فرمایا اے ساریہ پہاڑ کی طرف دیکھو جو شخص بھیڑیئے کو بھیڑ بکریوں کا نگہبان بناتا ہے وہ ظلم کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے نہاوند کے درے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ آواز حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ اور ان کے سارے لشکر کو سنوا دی اہل لشکر کہنے لگے یہ آواز تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے پھر پہاڑ کی اوٹ میں آگئے اور بچاؤ کرلیا اس طرح انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت سے غیبی امداد مل گئی۔ ملخصاً

امام تاج الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد گرامی امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ اس روایت میں اتنا اور اضافہ کرتے تھے کہ اس مجلس میں حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے ان سے پوچھا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خطاب کی حقیقت کیا ہے؟ ساریہ رضی اللہ عنہ تو ہم سے بہت دور ہیں فرمایا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے حال پر چھوڑ دو وہ جس معاملے میں داخل ہوتے ہیں اس سے نکلنے کا راستہ بھی دیکھ لیتے ہیں آخر کار اس خطاب کا سارا راز کھل گیا (جب لشکر ساریہ رضی اللہ عنہ نے فتح یاب ہوکر واپسی اختیار کی اور سارا واقعہ بیان کیا)۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کرامت کے اظہار کا ارادہ نہیں رکھتے تھے دراصل ان پر کشف کی حالت طاری ہوئی اور میدان جنگ کا نقشہ نظروں کے سامنے آگیا گویا آپ وہاں بنفس نفیس موجود تھے اور مدینہ کی مجلس میں نہ تھے آپ کے حواس اس وقت نہاوند کے مقام پر مسلمانوں کے اوپر پڑنے والی افتاد میں مستغرق تھے اسی لئے آپ نے سالار لشکر کو اس طرح

(۹) امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فقہ اکبر اور علامہ جلال الدین سیوطی نے جامع کبیر میں حارث ابن نعمان اور حارثہ ابن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک بار میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو سرکار نے مجھ سے سوال فرمایا کہ اے حارث تم نے کس حال میں دن پایا۔ میں نے عرض کیا کہ سچا مومن ہوکر۔ فرمایا کہ تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے میں نے عرض کیا۔

و کانی انظر الی عرش ربی بارزاو کانی انظر الی اهل الجنة یتزاورون فیها و کانی انظر الی اهل النار یتضاعون فیها۔

ترجمہ: میں گویا عرش الٰہی کو ظاہر دیکھ رہا ہوں۔ اور گویا جنتیوں کو ایک دوسرے سے جنت میں ملتے ہوئے اور دوزخیوں کو دوزخ میں شور مچاتے ہوئے دیکھتا ہوں۔

(المعجم الکبیر طبرانی ج ۳ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۳۳۶۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

اسی قصہ کو مثنوی شریف میں نقل کیا ہے۔

ھشت جنت ھفت دوزخ پیش من ——— ھست پیدا ھمچوں بت ایں پیش ھن

یک یک دامی شناسم خلق را ——— ھمچو گندم من زجو در آسیا

کہ بھشتی کہ دزیگانہ کی است ——— پیش من پیدا چو مورد ماھی است

من بگویم یا فرد بندم نفس ——— لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس

میرے سامنے ۸ بہشت اور ۷ دوزخ ایسے ظاہر ہیں۔ جیسے ہندو کے سامنے بت ہیں ہر ایک مخلوق کو ایسا پہچانتا ہوں جیسے چکی میں جو اور گیہوں۔ کہ جنتی کون ہے اور دوزخی کون۔ میرے سامنے یہ یہ سب مچھلی اور چیونٹی کی طرح ہیں۔ چپ رہوں یا کچھ اور کہوں۔ حضور نے ان کا منہ پکڑ لیا کہ بس۔

جب اس آفتاب کے ذروں کی نظر کا یہ حال کہ جنت و دوزخ، عرش، و فرش، جنتی و دوزخی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو اس آفتاب کونین کی نظر کا کیا پوچھنا ہے۔

(۱۰) حضور ﷺ نے نماز کسوف جماعت صحابہ کو پڑھائی بحالت نماز ہاتھ اٹھایا جیسے کچھ لینا چاہتے ہیں بعد نماز صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں یہ جنبش کیسی تھی۔ فرمایا ہم پر جنت پیش کی گئی چاہا کہ ہم اس کا ایک خوشہ توڑ لیں۔ مگر چھوڑ دیا تا کہ لوگوں کا علم بالغیب قائم رہے۔ اگر یہ توڑ لیتے تو لوگ تا قیامت اس سے کھاتے رہتے اس سے پتہ لگا کہ حضور مدینہ میں کھڑے ہیں ہاتھ اٹھایا تو جنت میں پہنچا جسم مدینہ میں ہے ہاتھ جنت الفردوس کے باغ کے خوشہ پر یہ ہے حاضر و ناظر کے معنی۔ اسی طرح حضور کا ہاتھ مدینہ منورہ سے ہماری ڈوبتی کشتی پر پہنچ کر بیڑا پار کرسکتا ہے۔

حاشیہ......☆

خطاب کیا گویا آپ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ موجود ہوں حقیقت یہ ہے کہ روحانی تعلق کی بناء پر آپ ان کے ساتھ ہی تھے یہ بات بھی حاشیہ خیال میں رہے کہ اللہ تعالیٰ اس قسم کی باتیں جو اپنے مقربین کی زبان سے جاری فرماتا ہے اس کے بارے میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ہوسکتا ہے انہیں ان باتوں کا علم و عرفان ہوتا ہو دوم یہ کہ بغیر ادراک و احساس کے یہ باتیں صادر ہو جائیں بہر حال دونوں صورتوں میں کرامت کا تحقق ہوتا ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین المطلب الثالث فی ذکر جملۃ من کرامات اصحاب رسول اللہ ﷺ ص ۶۱۲۔۶۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تیسری فصل ......حاضر وناظر کا ثبوت فقہاء اور علماء امت کے اقوال سے

(۱) درمختار جلد سوم باب المرتدین بحث کرامات اولیاء میں ہے۔

یا حاضر یا ناظر لیس بکفر۔

ترجمہ: اے حاضر اے ناظر کہنا کفر نہیں ہے۔

(فتاویٰ شامی ج۳ ص ۳۴۷ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی کے ماتحت ہے۔

فان الحضور بمعنی العلم شائع ما یکون من نجوی ثلثة الا هورا بعضهم والناظر بمعنی الروية الم يعلم بان الله يرى فالمعنى يا عالم من رى۔

ترجمہ: (بزازیہ) کیونکہ حضور بمعنی علم مشہور ہے قرآن میں ہے کہ نہیں ہوتا تین کا مشورہ مگر رب ان کا چوتھا ہوتا ہے اور ناظر بمعنی دیکھنا ہے رب فرماتا ہے کیا نہیں جانتا کہ اللہ دیکھتا ہے پس اس کے معنی یہ ہوئے کہ اے عالم اے دیکھنے والے۔

(فتاویٰ شامی ج۳ ص ۳۴۷ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

(۲) درمختار جلد اول باب کیفیۃ الصلوٰۃ میں ہے۔

ویقصد بالفاظ التشهد الانشآء كانه يحى على الله ويسلم على نبيه نفسه۔

ترجمہ: التحیات کے لفظوں میں خود کہنے کی نیت کرے گویا نمازی رب کو تحیہ اور خود نبی علیہ السلام کو سلام عرض کر رہا ہے۔

(درمختار علی ہامش ردالمحتار ج۱ ص ۳۷۶ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استانبول)

شامی میں اسی عبارت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ای لا یقصد الاخبار والحکایة عما وقع فی المعراج منه علیه السلام ومن ربه ومن الملئكة۔ ☆

ترجمہ: یعنی التحیات میں معراج کے اس کلام کے قصہ کی نیت نہ کرے جو حضور علیہ السلام اور رب تعالیٰ اور ملائکہ کے درمیان ہوا۔

(ردالمحتار ج۱ ص ۳۷۶ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استانبول)، (فتاویٰ عالمگیری ج۱ ص ۷۳ مطبوعہ مصر)

حاشیہ......☆

علامہ احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں۔

لا حكاية سلام رسول الله ﷺ۔

ترجمہ: حضور ﷺ کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار ج۱ ص ۲۲۵ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں۔

فيقصد المصلى انشاء هذه الالفاظ مراء ة له قاصدا معناه الموضوعة له من عنده كانه يحيى الله سبحانه وتعالى ويسلم على النبى ﷺ۔

ترجمہ: نمازی کو تشہد کے الفاظ پڑھتے وقت بالارادہ وقصد یہ نیت کرنی چاہیے کہ ان الفاظ کی حقیقت اور مفہوم موضوعہ ادا کر رہا ہوں گویا وہ اللہ تعالیٰ کے حضور تمام مالی، جسمانی عبادات کی انشاء کر رہا ہے اور انشائی طور پر ہی رسول اللہ ﷺ کو عرض سلام کر رہا ہے۔

(مراقی الفلاح علی نور الایضاح باب الامۃ کے متصل ما قبل ص ۱۷۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

فقہاء کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو حاضر و ناظر کہنا کفر نہیں ہے اور التحیات میں حضور علیہ السلام کو حاضر جان کر سلام عرض کرے التحیات کے متعلق اور بھی عبارات آتی ہے مجمع البرکات میں شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں۔ وے علیہ السلام بر احوال و اعمال امت مطلع است بر مقربان و خاصان درگاہ خود مفیض و حاضر و ناضر است۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے رسالہ جزو مسمی بہ سلوک اقرب السبل بالتوجہ سید الرسل میں فرماتے ہیں۔

باچندیں اختلاف و کثرت مذاهب کہ در علماء امت هست یك کس را دریں مسئله خلافی نیست کہ آنحضرت علیه السلام بحقیقت حیات بے شائبه مجاز د تو هم تاویل دائم وباقی است وبر اعمال امت حاضر و ناظر است و مر طالبان حقیقت را ومتوجهان آنحضرت را مفیض ومربی (اذخال السال)

ترجمہ: اس اختلاف و مذاہب کے باوجود جو علمائے امت میں سے اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضور علیہ السلام حقیقی زندگی سے بغیر تاویل و مجاز کے احتمال کے باقی اور دائم ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں اور حقیقت کے طلبگار اور حاضرین بارگاہ کو فیض رساں اور مربی۔

(مکتوبات بر حاشیہ اخبار الاخیار ص ۱۵۵ مطبوعہ ہند)

حاشیہ......☆

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں۔

انما ذکرنا بعض معانی التشهد لما ان المصلی یقصد بهذه الالفاظ معافیها مراء ة له علی وجه الانشاء کما صرح به المجتبی بقوله ولانه من ان یقصد بالفاظ التشهد معناها التی وضعت لها من عنده کانه یحیی الله ویسلم علی النبی ﷺ۔

ترجمہ: ہم نے تشہد کے بعض معانی اس لیے ذکر کیے تا کہ نمازی ان کی ادائیگی کے وقت ان کے معانی کی انشائی نیت کرے جیسا کہ اس کی مجتبیٰ نے تصریح فرمائی۔ وہ کہتے ہیں اس لیے کہ نمازی کو الفاظ تشہد کے حقیقی معانی قصد کرنے چاہئیں گویا وہ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحیت اور نبی ﷺ کے حضور سلام عرض کر رہا ہے۔

(بحر الرائق تشہد ابن مسعود ج ۱ ص ۳۴۳ مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر)

محدث کبیر امام بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لهم بالدخول فی حریم الذی لایموت فقرت اعینهم بالمناجات فنبهوا علی ان ذلك بواسطة نبی الرحمة وبرکة متابعته فاذا التفتوا فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر فاقبلوا علیه قائلین السلام علیك ایها النبی ورحمته الله وبرکاته۔

ترجمہ: نمازیوں نے جب عبادات کے تحفے پیش کر کے باب ملکوت پر دستک دی تو انہیں بارگاہ الوہیت میں دخول کی اجازت مل گئی اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے سبب ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں پھر ان کو بتایا کہ یہ مرتبہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی رحمت برکت اور آپ کی پیروی سے ملا ہے جب وہ اس تنبیہ سے متوجہ ہوئے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر سلام عرض کیا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۱۱ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)، (فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح فتوح الغیب صفحہ ۳۳۳ میں فرماتے ہیں۔ امام الانبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی ودنیاوی حی وباقی ومتصرف ان دریں جا سخن نیست۔ انبیاء علیہم السلام دنیاوی حقیقی زندگی سے زندہ اور باقی و عمل درآمد فرمانے والے ہیں اس میں کوئی کلام نہیں۔

مرقاۃ باب ما یقال عند من حضرہ الموت کے آخر میں ہے۔

ولا تباعد عن الاولیاء حیث طویت لهم الارض وحصل لهم ابدان مکتسبة متعددة وجدوها فی اماکن مختلفة فی ان واحد۔

ترجمہ: یعنی اولیاء اللہ ایک آن میں چند جگہ ہو سکتے ہیں اور ان کے بیک وقت چند اجسام ہو سکتے ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب الجنائز مایقال عند من حضرہ الموت الفصل الثالث ج ۴ ص ۱۱۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شفا میں ہے۔

ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علی ایها النبی ورحمة الله وبرکاته۔

ترجمہ: جب گھر میں کوئی نہ ہو تو تم کہو کہ اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

(شفا بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی المواطن التی یستحب فیها الصلاۃ والسلام علی النبی ﷺ ج ۲ ص ۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کے ماتحت ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں۔

لان روح النبی علیه السلام حاضر فی بیوت اهل الاسلام۔

ترجمہ: کیونکہ نبی علیہ السلام کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔

(شرح شفا لملا علی القاری علی ہامش نسیم الریاض فصل فی المواطن الخ ج ۳ ص ۴۶۴ مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا گجرات ہند)

شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

ذکر کن اورا و درود بفرست بروے علیہ السلام و باش در حال ذکر گویا حاضر است پیش تو در حالت حیات دی بینی تو ادرا متادب با جلال و تعظیم و ہیبت و حیاء بدانکہ وے علیہ السلام می بیند و می شنود کلام ترا زیرا کہ وے علیہ السلام متصف است بصفات الٰہیہ و یکے از صفات الٰہی آں است کہ انا جلیس من ذکرنی۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کو یاد کرو اور درود بھیجو اور حالت ذکر میں ایسے رہو کہ حضور حالت حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو ادب اور جلال اور تعظیم اور ہیبت وحیا سے رہو اور جانو کہ حضور علیہ السلام دیکھتے اور سنتے ہیں تمہارے کلام کو کیونکہ حضور علیہ السلام

حاشیہ......☆

علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں۔

انما امر الشارع المصلی بالصلوۃ والسلام علی رسول الله ﷺ فی التشهد لینبه الغافلین فی جلوسهم بین یدی الله عزوجل علی شهود نبیهم فی تلك الحضرة فانه لا یفارق حضرة الله ابدا فیخاطبون بالسلام مشافهة۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نمازی کو دوران نماز صلوٰۃ وسلام کا حکم اس لیے دیا تاکہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے حضور غفلت سے بیٹھے ہیں انہیں یہ تنبیہ کر دی جائے کہ اس بارگاہ میں ان کے نبی بھی موجود ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتے لہٰذا نمازی آپ کو بالمشافہ سلام عرض کریں۔

(میزان الکبریٰ للشعرانی ج ۱ ص ۱۶۷ باب صفت الصلاۃ کے آخر میں مع رحمۃ الامہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

صفات الٰہی سے موصوف ہیں اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔
(مدارج النبوۃ باب یازدہم وصل نوع ثانی کر تعلق معنوی است الخ ج ۲ ص ۶۲۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

امام ابن الحاج مدخل میں اور امام قسطلانی مواہب جلد دوم صفحہ ۳۸۷ فصل ثانی زیارۃ قبرہ الشریف میں فرماتے ہیں۔

وقد قال علمآء نا لا فرق بين موته وحيوته عليه السلام في مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم ونياتهم وعزائمهم وخواطرهم و ذالك جلي عنده لا خفاء به۔

ترجمہ: ہمارے علماء نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کے حالات ونیات اور ارادے اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں یہ آپ کو بالکل ظاہر ہے۔ اس میں پوشیدگی نہیں۔
(المدخل لابن الحاج فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین ج ۱ ص ۲۵۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (المواہب اللدنیہ المقصد العاشر الفصل الثانی ج ۴ ص ۵۸۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

وقال الغزالي سلم عليه اذا دخلت في المسجد فانه عليه السلام يحضر في المسجد۔

ترجمہ: امام غزالی نے فرمایا کہ جب تم مسجدوں میں جاؤ تم حضور علیہ السلام کو سلام عرض کرو کیونکہ آپ مسجدوں میں موجود ہیں۔
(مرقاۃ المفاتیح ج ص مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض جلد سوم کے آخر میں ہے۔

الانبيآء عليهم السلام من جهة الاجسام والظواهر مع البشر وبواطنهم وقواهم الروحانية ملكية ولذا ترى مشارق الارض و مغاربها تسمع اطيط السمآء وتشم رائحة جبريل اذا اراد النزول اليهم۔

ترجمہ: انبیائے کرام جسمانی اور ظاہری طور پر بشر کے ساتھ ہیں اور ان کے باطن اور روحانی قوتیں ملکی ہیں اسی لئے وہ زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھتے ہیں اور آسمانوں کی چرچراہٹ سنتے ہیں اور جبریل کی خوشبو پالیتے ہیں جب وہ ان پر اترتے ہیں۔
(نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض جلد سوم)

حاشیہ......☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

ان سائر الانبياء ﷺ عليهم وسلم اذن لهم في الخروج من قبورهم للتصرف في الملكوت العلوي والسفلي۔

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو اجازت ہے کہ آسمان وزمین کی سلطنت الٰہی میں تصرف فرمانے کے لئے اپنے مزارات طیبہ سے باہر تشریف لے جائیں۔
(الحاوی للفتاوی تنویر الحلک فی امکان رویۃ النبی والملک ج ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

روح نبينا ﷺ ربما تظهر في سبعين الف صورة۔

ترجمہ: ہمارے نبی ﷺ کی روح اقدس ستر ہزار صورتوں میں جلوہ گر ہوتی ہے۔
(الفتاوی الکبری کتاب الصلوۃ باب الجنائز ج ۲ ص ۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام اسماعیل بن یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فلا يخفى عليه ﷺ من امور امته شيئي القريب منهم البعيد۔

ترجمہ: حضور پر امت کے امور میں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں خواہ قریب ہو یا دور۔

(شواہد الحق ص ۱۵۰ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)

دلائل الخیرات کے خطبہ میں ہے۔

وقیل لرسول اللہ ارء یت صلوۃ المصلین علیک ممن غاب عنک ومن یاتی بعدک ما حالھما عندک فقال اسمع صلوۃ اھل محبتی و اعرفھم وتعرض علی صلوۃ غیرھم عرضا۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ سے دور رہنے والوں اور بعد میں آنے والوں کے درودوں کا آپ کے نزدیک کیا حال ہے تو فرمایا کہ ہم محبت والوں کے درود تو خود سنتے ہیں اور ان کو پہچانتے ہیں اور غیر محبتیں کا درود ہم پر پیش کردیا جاتا ہے۔

شفاء قاضی عیاض جلد دوم میں ہے۔

عن علقمۃ قال اذا دخلت المسجد اقول السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ☆

ترجمہ: علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو کہتا ہوں کہ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور برکات۔

(شرح شفاج ۲ ص مطبوعہ مصر)، (القول البدیع للسخاوی ص ۱۸۵ مطبوعہ مدینہ منورہ)، (شفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی المواطن التی یستحب فیھا الصلاۃ والسلام علی النبی ﷺ ج ۲ ص ۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کی تائید ابوداؤد وابن ماجہ باب الدعاء عند دخول المسجد کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

مدارج النبوۃ صفحہ ۴۵۰ جلد دوم قسم چہارم وصل حیات انبیاء میں ہے۔

اگر بعد ازاں گوید کہ حق تعالیٰ جسد شریف را حالتے وقدرتے بخشیدہ است کہ در ہر مکانے کہ خواہد تشریف بخشد خواہ بعینہ خواہ مثال خواہ بر آسمان وخواہ برزمین خواہ در قبر یا غیرِ دے صورتے دارد باوجود ثبوت نسبت خاص بقبر در ہمہ حال۔

ترجمہ: اس کے بعد اگر کہیں کہ رب تعالیٰ نے حضور کے جسم پاک کو ایسی حالت وقدرت بخشی ہے کہ جس مکان میں چاہیں تشریف لے جائیں خواہ بعینہ اس جسم سے خواہ جسم مثالی سے خواہ آسمان پر خواہ قبر میں تو درست ہے۔ قبر سے ہر حال میں خاص نسبت رہتی ہے۔

(مدارج النبوۃ قسم چہارم وصل حیات انبیاء ج ۲ ص ۴۵۰)

حاشیہ......☆

نیز لکھتے ہیں۔

فھی لایحجبھا شیئی من الاکوان ان مھما تباعدت الامکنۃ وتفادمت الازمان ولذلکہ یسمع الخطاب من جمیع المعلین۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی روح مبارک سے کائنات میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوسکتی اور یہ بات نہیں کہ آپ ﷺ کی آرام کی جگہ دور ہو اور یا بہت زمانے گزر چکے ہوں اس لئے حضور ﷺ تمام زمانوں کے خطبات سنتے ہیں۔

(شواہد الحق ص ۱۵۱ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

☆امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ لکھتے ہیں۔

عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی ﷺ ثم لیقل اللھم افتح لی ابواب رحمتک واذا خرج فلیقل اللھم انی اسالک من فضلک۔

ترجمہ: حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو

مصباح الہدایت ترجمہ عوارف المعارف مصنفہ شیخ شہاب الدین سہروردی صفحہ ۱۶۵ میں ہے۔

پس باید کہ بندہ ہمچناں کہ حق سبحانہ را بپوستہ بر جمیع احوال خود ظاہراً وباطناً واقف ومطلع بیند رسول اللہ علیہ السلام را نیز ظاہر و باطن حاضر داند۔ تا مطالعہ صورت تعظیم ووقار او مر او را بہ محافظت آداب حضرتش دلیل بود واز مخالفت وے سرا دا علاناً شرم دارد وہیچ دقیقہ از وقائق آداب صحبت او فرد نہ گزارد۔

ترجمہ: پس چاہیے کہ بندہ جس طرح حق تعالیٰ کو ہر حال میں ظاہر و باطن طور پر واقف جانتا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کو بھی ظاہر و باطن حاضر جانے تا کہ آپ کی صورت کا دیکھنا آپ کی ہمیشہ تعظیم و وقار کرنے اور اس بارگاہ کے ادب کی دلیل ہو جاوے اور آپ کی ظاہر و باطن میں مخالفت سے شرم کرے اور حضور علیہ السلام کی صحبت پاک کے ادب کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑے۔

(مصباح الہدایت ترجمہ عوارف المعارف ص ۱۶۵)

فقہاء و علماء امت کے ان اقوال سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا بخوبی واضح ہوا اب ہم آپ کو یہ دکھاتے ہیں کہ نمازی نماز میں حضور علیہ السلام کے متعلق کیا خیال رکھے اس کے متعلق ہم درمختار اور شامی عبارتیں تو شروع فصل میں پیش کر چکے ہیں۔ دیگر بزرگان دین کی اور عبارتیں سنیے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔

اشعۃ اللمعات کتاب الصلوۃ باب التشہد اور مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۳۵ باب پنجم ذکر فضائل آنحضرت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

وبعضے عرفا گفتہ اند کہ ایں بھجت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت در ذرات مصلیان موجود و حاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نہ بود تا انوار قرب واسرار معرفت منور وفائز گردد۔

ترجمہ: بعض عارفین نے کہا ہے کہ التحیات میں یہ خطاب اس لئے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور ممکنات کے ہر

حاشیہ......☆

(سنن ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب فیما یقولہ الرجل عند دخول المسجد ج اص ۱۲۶ رقم الحدیث ۴۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب المساجد والجماعات باب الدعا عند دخول المسجد ج اص ۲۵۴ رقم الحدیث ۷۷۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن دارمی ج اص ۳۷۷ رقم الحدیث ۱۳۹۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۳۹۷ رقم الحدیث ۲۰۴۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۴۱ رقم الحدیث ۴۱۱۵ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (مسند ابو عوانہ ج اص ۳۴۵ رقم الحدیث ۱۲۳۴ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی ﷺ ولیقل اللھم افتح لی ابواب رحمتک و اذا خرج فلیسلم علی النبی ﷺ ولیقل اللھم اعصمنی من الشیطان الرجیم۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور یہ کہے اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب باہر نکلے تو حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور کہے اے میرے اللہ مجھے شیطان مردود سے بچا۔

(سنن ابن ماجہ ج اص ۲۵۴ رقم الحدیث ۷۷۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۲۹۸ رقم الحدیث ۳۴۱۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (مسند ابو یعلیٰ ج ۱۲ ص ۱۲۱ رقم الحدیث ۶۷۵۴ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)

فرد میں سرایت کئے ہے۔ پس حضور علیہ السلام نمازوں کی ذات میں موجود حاضر ہیں نمازی کو چاہیے کہ اس معنی سے آگاہ رہے اور اس شہود سے غافل نہ ہوتا کہ قرب کے نور اور معرفت کے بھیدوں سے کامیاب ہو جاوے۔
(اشعۃ اللمعات باب التشہد ج ۳ ص ۱۸۱)، (لمعات ج ۳ ص ۱۸۱ مطبوعہ اشیش محل روڈ لاہور)

احیاء العلوم جلد اول باب چہارم فصل سوم نماز کی باطنی شرطوں میں امام غزالی فرماتے ہیں۔

واحضرنی قلبك النبی علیه السلام وشخصه الكريم وقل السلام عليك ايهاالنبی ورحمة الله وبركاته۔
(احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۷۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اسی طرح مرقاۃ باب التشہد میں ہے۔ مسک الختام میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابی صفحہ ۲۴۳ پر وہ ہی عبارت لکھتے ہیں جو ہم نے ابھی اشعۃ اللمعات کی التحیات کے بارے میں لکھی کہ نمازی کو چاہیے کہ حضور کو حاضر و ناظر جان کر التحیات میں سلام کرے پھر یہ شعر لکھتے ہیں۔

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست — می بینمت عیان و دعای فرستمت

عشق کی راہ میں دور و قریب کی منزل نہیں ہے — میں تم کو دیکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں!

علامہ شیخ مجدد فرماتے ہیں۔

وخوطب عليه السلام كانه اشارة الى انه تعالى يكشف له عن المصلين من امته حتى يكون كالحاضر يشهد لهم بالعقل اعمالهم و ليكون تذكر حضوره سببا لمزيد الخشوع والخضوع۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کو نماز میں خطاب کیا گیا شاید کہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت میں سے نمازیوں کا حال آپ پر ظاہر فرما دیتا ہے۔ حتیٰ کہ آپ مثل حاضر کے ہوتے ہیں اس کے اعمال کو سمجھنے میں اور اس لئے کہ آپ کی حاضرت کا خیال زیادتی خشوع و خضوع کا سبب ہو جاوے۔

مسئلہ حاضر و ناظر پر بعض فقہی مسائل بھی موقوف ہیں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ زوج مشرق میں ہوا اور زوجہ مغرب میں اور بچہ پیدا ہو۔ اور زوج کہتا ہے کہ بچہ میرا ہے تو بچہ اسی کا ہے کہ شاید یہ ولی اللہ ہو اور کرامت سے اپنی بیوی کے پاس پہنچا ہو۔

حاشیہ......☆

غیر مقلد نواب حسن خاں لکھتے ہیں۔

وبعضے از عرفا قدس سرہم گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است علیہ الصلوٰۃ والسلام در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آں حضرت ﷺ در ذوات مصلیان موجود و حاضر ست پس مصلی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تابہ انوار قرب واسرار معرفت منور وفائض گردد۔

ترجمہ: بعض عارفین قدس سرہم نے فرمایا کہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کو اس لیے خطاب کر کے سلام عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذروں میں ممکنات کے ہر ہر فرد میں جلوہ گر ہے پس نبی اکرم ﷺ نمازیوں کے اندر موجود اور حاضر ہیں۔ پس نمازی کو چاہیئے کہ اس معنی و مفہوم سے آگاہ رہے اور سرکار دو عالم ﷺ کی اس جلوہ گری سے غافل نہ ہوتا کہ انوار قرب اور اسرار معرفت سے منور اور فیضیاب ہو۔

(مسک الختام شرح بلوغ المرام ج ۱ ص ۲۵۹)

دیکھو شامی جلد دوم باب ثبوت النسب شامی جلد سوم باب المرتدین مطلب کرامات اولیاء میں ہے۔

وطی المسافة منه لقوله علیه السلام رویت لی الارض ویدل علیه ما قالوا فیمن کان فی المشرق وتزوج امراة بالمغرب فاتت بولد یلحقه وفی انتارخانیة ان هذه المسئلة توید الجواز۔

ترجمہ: اور راستہ طے کرنا بھی اسی کرامت میں سے ہے حضور کے فرمانے کی وجہ سے کہ میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی۔اس پر وہ مسئلہ دلالت کرتا ہے جو فقہاء نے کہا کہ کوئی شخص مشرق میں ہو اور مغرب میں رہنے والی عورت سے نکاح کرے پھر وہ عورت بچہ جنے تو بچہ اس مرد سے ملحق ہوگا اور تتارخانیہ میں ہے کہ یہ مسئلہ اس کرامت کے جائے ہونے کی تائید کرتا ہے۔

(فتاوی شامی باب المرتد مطلب کرامات الاولیاء ج ۳ ص ۳۲۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی یہی مقام۔والانصاف ما ذکره الامام النسفی حین سئل عما یحکی ان الکعبة کانت تزور واحد من الاولیآء هل یجوز القول به فقال نقض العادة علی سبیل الکرامة لاهل الولایة جائز عند اهل السنة۔

ترجمہ: انصاف کی بات وہ ہی ہے جو امام نسفی نے اس وقت کہے جب کہ ان سے سوال کیا گیا کہ کہا جاتا ہے کہ کعبہ ایک ولی کی زیارت کرنے جاتا ہے کیا یہ کہنا جائز ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کے لئے خلاف عادت کام کرامت کے طریقہ پر اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔

(فتاوی شامی باب المرتد مطلب کرامات الاولیاء ج ۳ ص ۳۲۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کعبہ معظمہ بھی اولیاء اللہ کی زیارت کرنے کے لئے عالم میں چکر لگاتا ہے۔

تفسیر روح البیان سورہ ملک کے آخر میں ہے۔

قال الامام الغزالی والرسول علیه السلام له الخیار فی طواف العالم مع ارواح الصحابة لقد راه کثیر من الاولیآء۔

ترجمہ: امام غزالی نے فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام کو دنیا میں سیر فرمانے کا اپنے صحابہ کرام کی روحوں کے ساتھ اختیار ہے آپ کو بہت سے اولیاء اللہ نے دیکھا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱۰ ص ۹۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

انتباہ الاذکیاء فی حیات الاولیاء میں علامہ جلال الدین سیوطی صفحہ ۷ پر فرماتے ہیں۔

النظر فی اعمال امته والاستغفار لهم من السیئات والدعآء بکشف البلاء عنهم والتردد فی اقطار الارض والبرکة فیها وحضور جنازة من صالحی امته فان هذه الامور من اشغاله کما وردت بذلک الحدیث والاثار۔

ترجمہ: اپنی امت کے اعمال میں نگاہ رکھنا ان کے لئے گناہوں سے استغفار کرنا ان سے دفع بلا کی دعا فرمانا اطراف زمین میں آنا جانا اس میں برکت دینا اور اپنی امت میں کوئی صالح آدمی مرجاوے تو اس کے جنازے میں جانا یہ چیزیں حضور علیہ السلام کا مشغلہ ہیں جیسے کہ اس پر احادیث اور آثار آئے ہیں۔

(الحاوی للفتاوی کتاب البعث رسالہ انباء الاذکیاء ج ۲ ص ۱۸۴۔۱۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام غزالی المنقذ من الضلال میں فرماتے ہیں۔

ارباب قلوب مشاہدہ می کنند در بیداری انبیاء وملائکہ را وہمکلام می شوند بایشاں۔

ترجمہ: صاحب دل حضرات جاگتے ہوئے انبیاء وملائکہ کو دیکھتے ہیں۔ اوران سے بات چیت کرتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی شرح صدور میں فرماتے ہیں۔

ان اعتقد الناس ان روحه و مثاله فی وقت قراء ة المولد وختم رمضان وقراء القصائد يحضر جاز۔

ترجمہ: اگرلوگ یہ عقیدہ رکھیں کہ حضور علیہ السلام کی روح اورآپ کی مثال مولودشریف پڑھنےاورختم رمضان اورنعت خوانی کے وقت آتی ہےتو جائز ہے۔

مولوی عبدالحئی صاحب رسالہ ترویح الجنان تشریح حکم شرب الدخان میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نعت خواں تھااور حقہ بھی پیتا تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم مولودشریف پڑھتے ہوتو ہم رونق افروز مجلس ہوتے ہیں۔ مگر جب حقہ آجاتا ہے۔ تو ہم فوراً مجلس سے واپس ہوجاتے ہیں۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی نگاہ پاک ہروقت عالم کے ذرہ ذرہ پر ہےاورنماز تلاوت قرآن محفل میلادشریف اور نعت خوانی کی مجالس میں اسی طرح صالحین کی نماز جنازہ میں خاص طور پراپنی جسم پاک سےتشریف فرماہوتے ہیں۔

تفسیر روح البیان پارہ۲۶ سورہ فتح زیر آیت انا ارسلنک شاھداً ہے۔

فانه لما كان اول مخلوق خلقه الله كان شاهداً بوحدانية الحق وشاهداً بما اخرج من العدم الى الوجود من الارواح والنفوس والاجرام والاركان والاجساد والمعادن والنبات و الحيوان والملك والجن والشيطن والانسان و غير ذلك لئلا يشذ عنه ما يمكن للمخلوق و اسرار افعاله وعجائبه۔

ترجمہ: چونکہ حضور علیہ السلام کی پہلی مخلوق ہیں اس لئے اس کی وحدانیت کے گواہ ہیں اوران چیزوں کومشاہدہ کرنے والے ہیں جو عدم سے وجود میں آئے ارواح نفوس اجسام معدنیات نباتات حیوانات فرشتے اورانسان وغیرہ تاکہ آپ پررب کے وہ اسراراور عجائب مخفی نہ رہیں جوکسی مخلوق کے لئےممکن ہے۔

(تفسیر روح البیان ج۹ص۲۳مطبوعہ داراحیاءالتراث العربی بیروت)

اسی جگہ کچھ آگے چل کرفرماتے ہیں۔

فشاهد خلقه وما جرى عليه من الاكرام و الاخراج من الجنة بسبب المخالفة و ماتاب الله عليه الى اخر ما جرى الله عليه وشاهد خلق ابليس وما جرى عليه۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کا پیدا ہوناان کی تعظیم ہونااورخطاپر جنت سےعلیحدہ ہونااور پھرتوبہ قبول ہوناآخر تک کے سارے معاملات جوان پرگزرے سےکودیکھااورابلیس کی پیدائش اور جوکچھ اس پرگزرااس کوبھی دیکھا۔

(تفسیر روح البیان ج۹ص۲۳مطبوعہ داراحیاءالتراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور نے عالم ظہور میں جلوہ گری سے پہلے ہرایک کےایک ایک حالات کامشاہدہ فرمایا۔

یہ ہی صاحب روح البیان کچھ آگے چل کراسی مقام پرفرماتے ہیں۔

قال بعض الكبار ان مع كل سعيد رفيقه من روح النبى عليه السلام هى الرقيب العتيد عليه ولما قبض الروح المحمدى عن ادم الذى كان به دائماً لايضل و لا ينسي جوے عليه ما جرى من النسيان وما يتبعه۔

ترجمہ: بعض اکابر نےفرمایا کہ ہرسعید کے ساتھ حضور علیہ السلام کی روح رہتی ہےاور یہ ہی رقیب عتید سے مراد ہےاور جس وقت روح محمدی کی توجہ دائمی حضرت آدم علیہ السلام سے ہٹ گئی تب ان سے نسیان اوراس کے نتائج ہوئے۔

(تفسیر روح البیان ج۹ص۲۳مطبوعہ داراحیاءالتراث العربی بیروت)

ایک حدیث میں ہے کہ جب زانی زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے۔

روح البیان میں اسی جگہ ہے کہ ایمان سے مراد توجہ مصطفیٰ ہے یعنی جو مومن کوئی اچھا کام کرتا ہے تو حضور علیہ السلام کی توجہ کی برکت سے کرتا ہے اور جو گناہ کرتا ہے وہ ان کی بے توجہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا بخوبی ثابت ہوا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

واذا سمعت فعنك قولك طيبا	واذا نظرت فلا ارى الاك!
جب میں سنتا ہوں تو آپ ہی کا ذکر سنتا ہوں	اور جب دیکھتا ہوں تو آپ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا

چوتھی فصل ...... حاضر و ناظر کا ثبوت مخالفین کی کتابوں سے

تحذیر الناس صفحہ ۱۰ میں مولوی قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند کہتے ہیں کہ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم (پارہ ۲۱ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۶) کو بعد لحاظ صلہ من انفسھم کے دیکھئے تو یہ ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنی اقرب ہے۔ ترجمہ صراط مستقیم مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی صفحہ ۱۳ میں چوتھی ہدایت جب عشق کے بیان میں کوئلے اور آگ کی مثال دے کر کہتے ہیں۔ اسی طرح جب اس طالب کے نفس کامل کو روحانی کوشش اور جذب کی موجیں احدیت کے دریاؤں کی تہ میں کھینچ کر لے جاتی ہے تو انا الحق اور لیس فی جبتی سوی اللہ کا آوازہ اس سے صادر ہونے لگتا ہے اور یہ حدیث قدسی كنت سمعه الذى يسمع به وبصره الذى يبصربه ويده التى يبطش بها اور ایک اور روایت کی رو سے لسانه الذى يتكلم به اسی حالت کی حکایت ہے۔ اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ جب انسان فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ تو خدائی طاقت سے دیکھتا سنتا اور چھوتا اور بولتا ہے۔ یعنی عالم کی ہر چیز کو دیکھتا ہے ہر دور و نزدیک کی چیزوں کو پکڑتا ہے یہ ہی حاضر و ناظر کے معنی ہیں اور جب معمولی انسان فنا فی اللہ کو ن ہو سکتا ہے تو بدرجہ اولیٰ حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہوئے۔ امداد السلوک صفحہ ۱۰ میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں۔

ہم مرید یقین داند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از شیخ دور است اما روحانیت او دور نیست چوں ایں امر محکم دارد ہر وقت شیخ رابیاں دوارد و ربط قلب پیدا آید و ہر دم مستفید بود۔ شیخ را بقلب حاضر آوردہ بلسان حال سوال کند البتہ روح شیخ باذن اللہ تعالیٰ القا خواہد کرد مگر ربط تام شرط است وبسبب ربط قلب شیخ را لسان قلب ناطق می شود وبسوئے حق تعالیٰ راہ مے کشائد وحق تعالیٰ او را محدث می کند۔

ترجمہ: مرید یہ بھی یقین سے جانے کہ شیخ کی روح ایک جگہ میں قید نہیں ہے مرید جہاں بھی ہو دور ہو یا نزدیک اگرچہ پیر کے جسم سے دور ہے لیکن پیر کی روحانیت دور نہیں جب یہ بات پختہ ہوگی تو ہر وقت پیر کی یاد رکھے اور دلی تعلق اس سے ظاہر ہوا اور ہر وقت اس سے فائدہ لیتا رہے مرید واقعہ جات میں پیر کا محتاج ہوتا ہے شیخ کو اپنے دل میں حاضر کر کے زبان حال سے اس سے مانگے پیر کی روح اللہ کے

حکم سے ضرور القاء کریگی۔ مگر پورا تعلق شرط ہے اور شیخ سے اسی تعلق کی وجہ سے دل کی زبان گویا ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف راہ کھل جاتی ہے اور حق تعالیٰ اس کو صاحب الہام کر دیتا ہے۔

(امداد السلوک ص ۱۰)، (الشہاب الثاقب ص ۶۱ ۔ ۶۲ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند ضلع سہارنپور)

اس عبارت میں حسب ذیل فائدے ہیں

1...... پیر کا مریدوں کے پاس حاضر و ناظر ہونا

2...... مرید کا تصور شیخ میں رہنا

3...... پیر کا حاجت روا ہونا

4...... مرید خدا کو چھوڑ کر اپنے پیر سے مانگے

5...... پیر مرید کو القا کرتا رہے

6...... پیر مرید کا دل جاری کر دیتا ہے۔

جب پیر میں یہ طاقتیں ہیں تو ملائکہ اور انسانوں کے شیخ الشیوخ ہیں ﷺ ان میں یہ چھ صفات ماننا کیوں شرک ہے؟ اس عبارت نے تو مخالفین کے سارے مذہب پر پانی ہی پھیر دیا وللہ الحمد سب تقویۃ الایمان ختم۔ حفظ الایمان صفحہ ۷ میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں کہ ابو یزید سے پوچھا گیا طے زمین کی نسبت۔ تو آپ نے فرمایا یہ کوئی چیز کمال کی نہیں دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے۔

اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ آناً فاناً مشرق سے مغرب تک پہنچ جانا اہل اللہ کو تو کیا کفار و شیاطین سے بھی ممکن ہے بلکہ ہوتا رہتا ہے اور یہ حاضر و ناظر کے معنی ہیں۔ تقویۃ الایمان کے لحاظ سے شرک ہے۔ مسک الختام مصنفہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابی کی عبارت ہم بحث ثبوت میں پیش کر چکے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ التحیات میں السلام علیک سے خطاب اس لئے ہے کہ حضور علیہ السلام عالم کے ذرہ ذرہ میں موجود ہیں۔ لہٰذا نمازی کی ذات میں موجود و حاضر ہیں۔

ان عبارات سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا بخوبی واضح ہے۔

پانچویں فصل...... حاضر و ناظر ہونا کا ثبوت دلائل عقلیہ سے

اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کی ذات جان کمالات ہے یعنی جس قدر کمالات کہ دیگر انبیائے کرام یا آئندہ اولیائے عظام یا کسی مخلوق کو مل چکے یا ملیں گے وہ سب بلکہ ان سے بھی زیادہ حضور علیہ السلام کو عطا فرما دیئے بلکہ حضور ہی کے ذریعہ سے ان کو ملے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: فبهدٰهم اقتده (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۹۰) آپ ان سب کی راہ چلو۔ اس کی تفسیر روح البیان میں ہے۔

فجمع الله كل خصلة فى حبيبه عليه السلام۔

ترجمہ: اللہ نے ہر نبی کی خصلت حضور علیہ السلام کو عطا فرمائی۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۸۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

نیز مولوی محمد قاسم صاحب تحذیر الناس صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں اور انبیاء رسول اللہ ﷺ سے لے کرامتوں کو پہنچاتے ہیں۔غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے اس قاعدے پر بہت سے دلائل قرآن و احادیث واقوال علماء سے پیش کئے جا سکتے ہیں۔مگر چونکہ مخالفین اس کو مانتے ہیں۔اس لئے اس پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں۔تو پہلا قاعدہ یہ مسلم ہے کہ جو صفت کمال کسی مخلوق کو ملی وہ تمام اعلیٰ وجہ الکمال حضور علیہ السلام کو عطا ہوئی۔اب ہم بتاتے ہیں کہ حاضر و ناظر ہونا عطا کیا گیا ماننا پڑے گا کہ یہ صفت بھی حضور علیہ السلام کو عطا ہوئی۔اب ہم بتاتے ہیں کہ حاضر و ناظر ہونا کس کس مخلوق کو عطا ہوا۔ہم نے اس بحث حاضر و ناظر کے مقدمہ میں عرض کر دیا ہے کہ حاضر و ناظر ہونے کے تین معنی ہیں ایک جگہ رہ کر تمام عالم کو مثل کف دست کے دیکھنا۔ایک آن میں عالم کی سیر کر لینا اور صدہا کوس پر کس کی مدد کر دینا اس جسم یا جسم مثالی کا متعدد جگہ موجود ہو جانا۔یہ صفات بہت سی مخلوقات کو ملی ہیں۔

(۱) روح البیان اور خازن و تفسیر کبیر وغیرہ تفاسیر میں پارہ ۷ سورہ انعام۔

حتی اذا جاء احدکم الموت توفته رسلنا۔

ترجمہ: یہاں تک کہ آئے تم میں سے کسی کو موت تو وفات دیتے ہیں اس کو ہمارے رسول۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۶۱)

آیت ۶۱ کی تحت ہے جعلت الارض لملك الموت مثل الطشت يتناول من حيث شآء۔

ترجمہ: یعنی ملک الموت کے لئے ساری زمین طشت کی طرح کر دی گئی ہے کہ جہاں سے چاہیں لے لیں۔

(تفسیر بغوی ج ۳ ص ۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

اسی روح البیان میں اسی جگہ ہے۔

ليس على ملك الموت صعوبة في قبض الارواح وان كثرت وكانت في امكنة متعددة۔

ترجمہ: ملک الموت پر روحیں قبض کرنے میں کوئی دشواری نہیں اگر چہ روحیں زیادہ ہوں اور مختلف جگہ میں ہوں۔

(روح البیان ج ۶ ص ۳۳۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ما من اهل بيت شعر ولا صدر الا ملك الموت يطيف بهم يوماً مرتين۔

ترجمہ: کوئی خیمہ اور مکان والے نہیں مگر ملک الموت ہر روز ان کے پاس دو بار جاتے ہیں۔

(تفسیر بغوی ج ۳ ص ۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

مشکوۃ باب فضل الاذان میں ہے کہ جب اذان اور تکبیر ہوتی ہے تو شیطان ۳۶ میل بھاگ جاتا ہے پھر جہاں یہ ختم ہوئیں کہ پھر موجود اس ناری کی رفتار کا یہ عالم ہے۔

(مشکوۃ المصابیح باب فضل الاذان الفصل الثالث ص ۶۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

جب ہم سوتے ہیں تو ہماری ایک روح جسم سے نکل کر عالم میں سیر کرتی ہے جسے روح سیرانی کہتے ہیں جس کا ثبوت قرآن پاک میں ہے۔ویسکٹ اخری اور جہاں کسی نے جسم کے پاس کھڑے ہو کر اس کو اٹھایا وہ ہی روح جو ابھی مکہ معظمہ یا مدینہ پاک میں تھی آنا فانا جسم

میں آکر داخل ہوگئی اور آدمی بیدار ہوگیا۔روح البیان زیر آیت۔ وهو الذی یتوفکم باللیل (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۶۰) ہے۔

فاذا انتبه من النوم عادت الروح الی جسد باسرع من لحظة۔

ترجمہ: یعنی جب انسان نیند سے بیدار ہوتا ہے تو روح جسم میں ایک لحظہ سے بھی کم میں لوٹ آتی ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

ہمارا نور نظر آن کی آن میں آسمانوں پر جا کر زمین پر آجاتا ہے ہمارا خیال آن واحد میں تمام عالم کی سیر کر لیتا ہے بجلی تار ٹیلیفون اور لاؤڈ سپیکر کی قوت کا یہ عالم ہے کہ آدھے سیکنڈ میں زمین کے قطر کو طے کر لیتے ہیں حضرت جبریل کی رفتار کا یہ عالم ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب آدھے کنویں سے نیچے چلے اور حضرت جبریل سدرہ سے چلے یوسف علیہ السلام ابھی کنویں کی تہ تک نہ پہنچے تھے کہ جبریل سدرہ سے وہاں پہنچ گئے۔ دیکھو تفسیر روح البیان زیر آیت ان یجعلوہ فی غیابت الجب (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۱۵) حضرت خلیل نے حلق اسمٰعیل پر چھری چلائی ابھی چھری روانہ نہ ہوئی تھی کہ جبریل سدرہ سے مع دنبہ خلیل اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرت سلیمان کے وزیر آصف ابن برخیا نے ایک پلک جھپکنے سے پہلے بلقیس کا تخت یمن سے لاکر شام میں حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضر کر دیا جس کا ثبوت قرآن میں ہے کہ انا اتیك به قبل ان یرتد الیك طرفك (پارہ ۱۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۴۰) معلوم ہوا کہ آصف کو یہ بھی خبر تھی کہ تخت کہاں ہے۔خیال کرنا چاہیے کہ پلک جھپکنے سے پہلے یمن گئے بھی اور لوٹ بھی آئے اور اتنا وزنی تخت بھی لے آئے۔رہی یہ بحث کہ حضرت سلیمان میں تخت لانے کی طاقت تھی یا نہیں کہ وہ ہم اسی بحث کے دوسرے باب میں بیان کریں گے۔انشاءاللہ۔

معراج میں سارے انبیاء نے بیت المقدس میں حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا کی۔حضور براق پر تشریف لے گئے۔اور براق کی رفتار کا یہ عالم کہ حد نظر اس کا ایک قدم پڑتا تھا۔مگر رفتار انبیاء کا یہ عالم کہ ابھی بیت المقدس میں مقتدی تھے اور ابھی مختلف آسمانوں پر پہنچ گئے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم نے فلاں آسمان پر فلاں پیغمبر سے ملاقات کی جس سے معلوم ہوا کہ براق کی یہ برق رفتاری خراماں تھی کہ دولہا گھوڑے پر سوار ہو کر خراماں ہی جایا کرتے ہیں اور انبیاء کی خدمت گزاری کا وقت تھا۔ابھی بیت المقدس میں اور ابھی افلاک پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات آخر باب زیارۃ القبور میں فرمایا کہ ہر پنجشنبہ کے دن مردوں کی روحیں اپنے خویش واقارب کے یہاں جا کر ان سے ایصال ثواب کی تمنا کرتی ہیں۔اب اگر کسی میت کے خویش واقربا دوسرے ممالک میں بھی رہتے ہوں تو وہاں ہی پہنچیں گی۔

ہماری اس گفتگو سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ سارے عالم پر نگاہ رکھنا ہر جگہ کی آنا فانا سیر کر لینا ایک وقت میں چند جگہ پایا جانا یہ وہ صفات ہیں کہ رب نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہیں۔اس سے دو باتیں لازم آئیں ایک تو یہ کہ کسی بندے کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا شرک نہیں کہ شرک کہتے ہیں۔خدا کی ذات وصفات میں کسی اور کو شریک ماننا۔یہاں یہ نہیں دوسرے یہ کہ حضور علیہ السلام کے خدام میں ہر جگہ رہنے کی طاقت ہے تو حضور علیہ السلام میں بدرجہ اولیٰ یہ صفت ہے۔

(۲) دنیا میں پانی اور دانہ ہر جگہ موجود نہیں۔ بلکہ خاص خاص جگہ ہے۔پانی تو کنویں اور تالاب و دریا وغیرہ میں ہے دانہ کھیت یا گھروں وغیرہ میں۔مگر ہوا اور دھوپ عالم کے گوشہ گوشہ میں ہے کہ فلاسفہ کے نزدیک خلا محال ہے ہر جگہ ہوا ہے۔اس لئے کہ ہوا اور روشنی کی ہر وقت ہر چیز کو ضرورت ہے اور حبیب خدا علیہ السلام کی بھی ہر مخلوق الٰہی کو ہر وقت ضرورت ہے۔جیسا کہ ہم روح البیان وغیرہ کے حوالے سے ثابت کر چکے تو لازم ہے کہ حضور علیہ السلام کی ہر جگہ جلوہ گری ہے۔

(۳) حضور علیہ السلام تمام عالم کی اصل ہیں۔ و کل الخلق من نوری اور اصل کا اپنی فرع میں مادہ کا سارے مشتقات میں ایک کا ... یہ عددوں میں رہنا ضروری ہے۔

ہر ایک ان سے ہے وہ ہر اک میں ہیں
وہ ہیں ایک علم حساب کے
بنے دو جہاں کی وہ ہی بناء
وہ نہیں جو ان سے بنا نہیں

دوسرا باب

مسئلہ حاضر و ناظر پر اعتراضات کے بیان میں

اعتراض (۱)...... ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہے علی کل شئی شھیدا (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر دو) بکل شئی محیط۔ (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۲۶) لہذا غیر میں یہ صفت ماننا شرک فی الصفت ہے۔

جواب:۔ ہر جگہ میں حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں۔ خدائے تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے کتب عقائد میں ہے۔ لایجری علیہ وزمات ولا یشتمل علیہ مکان۔ خدا پر نہ زمانہ گزرے کیونکہ زمانہ سفلی اجسام پر زمین میں رہ کر گزرتا ہے انہیں کی عمر ہوتی ہے۔ چاند سورج ستارے حور وغلمان فرشتے بلکہ آسمان پر عیسیٰ علیہ السلام معراج میں حضور علیہ السلام زمانہ سے علیحدہ ہیں اور نہ کوئی جگہ خدا کو گھیرے خدا تعالیٰ حاضر ہے مگر بغیر جگہ کے اسی لئے ثم استوی علی العرش (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۲) کو متشابہات سے مانا گیا ہے اور بکل شیء محیطا (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۲۶) وغیرہ آیات میں مفسرین فرماتے ہیں علما وقدرۃ یعنی اللہ کا علم اور اس کی قدرت عالم کو گھیرے ہوئے ہے۔

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے　　سرِ عرش تخت نشیں ہوئے؟
وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں　　وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

خدا ہر جگہ ماننا بے دینی ہے۔ ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان ہو سکتی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تو بفرض محال بھی حضور علیہ السلام کی یہ صفت عطائی۔ حادث مخلوق قبضہ الٰہی میں ہے اور خدا کی یہ صفت ذاتی قدیم غیر مخلوق ہے کسی کے قبضے میں نہیں اتنے فرق ہوتے ہوئے شرک کیسا؟ جیسے حیوۃ سمع بصر وغیرہ فتاوے رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۱ میں ہے۔ فخر دو عالم علیہ السلام کو مولود میں حاضر جاننا بھی غیر ثابت ہے اگر باعلام اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو شرک نہیں ورنہ شرک ہے۔ یہ ہی مضمون براہین قاطعہ صفحہ ۲۳ میں ہے مولوی رشید احمد صاحب نے رجسٹری فرمادی کہ غیر خدا کو ہر جگہ حاضر و ناظر جاننا بہ عطاء الٰہی شرک نہیں اگر کوئی کہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ خالقیت وجوب قدم وغیرہ دیگر صفات الٰہیہ بھی پیغمبروں کو عطائی مان لو اور حضور کو خالق واجب قدیم کہا کرو تو اس کا جواب یہ ہے کہ چار صفات قابل عطا نہیں کہ ان پر الوہیت کا مدار ہے وجوب، قدیم، خلق، نہ مرنا دیگر صفات کی تجلی مخلوقات میں بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے سمع بصر حیات وغیرہ مگر

ان میں بھی بڑا فرق ہوگا رب کی یہ صفات ذاتی، واجب نہ مٹنے والی اور مخلوق کی عطائی ممکن، فانی۔

جو ہوتی خدائی بھی دینے کے قابل خدا بن کے آتا وہ بندہ خدا

اعتراض (۲) قرآن کریم فرماتا ہے:

وما کنت لدیھم اذ یلقون اقلامھم۔

ترجمہ: آپ ان کے پاس نہ تھے جبکہ وہ لوگ اپنے اپنے قلم پانی میں ڈال رہے تھے۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۴۴)

حضرت مریم علیہ السلام کے حاصل کرنے لئے۔

وما کنت لدیھم اذا جمعوا امرھم۔

ترجمہ: آپ ان کے پاس نہ تھے جب کہ انہوں نے اپنے معاملہ پر اتفاق کیا۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۱۰۲)

وما کنت بجانب الغربی اذ قضینا الی موسی۔

ترجمہ: آپ مغربی کنارہ میں نہ تھے جبکہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف حکم بھیجا۔

(پارہ ۲۰ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۴۶)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ گزشتہ زمانہ میں جو یہ مذکورہ واقعات ہوئے اس وقت آپ وہاں موجود نہ تھے صاف ظاہر ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں۔

جواب یہ سوال اس وجہ سے ہے کہ معترض کو حاضر و ناظر کے معنی کی خبر نہیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حاضر و ناظر کی تین صورتیں ہیں ایک جگہ رہ کر سارے عالم کو دیکھنا۔ آن کی آن میں سارے عالم کی سیر کر لینا۔ ایک وقت میں چند جگہ ہونا۔ ان آیات میں فرمایا گیا کہ آپ بایں جسم پاک وہاں موجود نہ تھے ان میں یہ کہاں ہے کہ آپ ان واقعات کو ملاحظہ بھی نہیں فرما رہے تھے اس جسد عنصری سے وہاں نہ ہونا اور ہے اور ان واقعات کو مشاہدہ فرمانا کچھ اور بلکہ آیات مذکورہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ اے محبوب علیہ السلام آپ وہاں بایں جسم موجود نہ تھے لیکن پھر بھی آپ کو ان واقعات کا علم اور مشاہدہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپ سچے نبی ہیں یہ آیات تو حضور کا حاضر و ناظر ہونا ثابت کر رہی ہیں۔ تفسیر صاوی میں **وما کنت بجانب الطور الآیۃ** کی تفسیر میں ہے۔

وھذا بالنظر الی العالم الجسمانی لاقامۃ الحجۃ علی الخصم و اما بالنظر الی العالم الروحانی فھو حاضر رسالۃ کل رسول وما وقع من لدن ادم الی ان ظھر بجسمہ الشریف۔

ترجمہ: یعنی یہ فرمانا کہ موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کی جگہ نہ تھے جسمانی لحاظ سے ہے عالم روحانی کی حیثیت سے حضور علیہ السلام ہر رسول کی رسالت اور آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے جسمانی ظہور تک کے تمام واقعات پر حاضر ہیں۔

(تفسیر صاوی سورہ قصص)

نیز ہجرت کے دن غار ثور میں صدیق اکبر کو لئے ہوئے جلوہ گر تھے کہ کفار مکہ دروازہ غار پر آپہنچے حضرت صدیق پریشان ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا:

لاتحزن ان اللہ معنا۔

ترجمہ: غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۴۰)

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہمارے ساتھ تو ہے مگر کفار کے ساتھ نہیں لہذا خدا ہر جگہ نہیں کیونکہ کفار بھی تو عالم ہی میں تھے نیز غزوہ احد سے فارغ ہو کر کفار سے خطاب فرمایا۔

اللہ مولنا و لا مولی لکم۔

ترجمہ: اللہ ہمارا مولیٰ ہے تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۷۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی سلطنت و حکومت فقط مسلمانوں پر تو ہے کفار پر نہیں۔ مولیٰ بمعنی والی۔ تو جس طرح ان دونوں کلاموں میں توجیہ کرو گے کہ پہلے کلام سے مراد ہے کہ اللہ رحم و کرم سے ہمارے ساتھ ہے اور جبر و قہر سے کفار کے ساتھ اور دوسری کلام میں مراد یہ ہے کہ مددگار روالی ہمارا ہے اور تمہارا والی تو ہے مگر ناصر اور مہربان نہیں اسی طرح ان آیات میں بھی کہا جاوے گا کہ بطریق ظاہر بہ ایں جسد عنصری آپ اس وقت ان کے پاس نہ تھے۔

اعتراض (۳)..... قرآن کریم فرماتا ہے:

و من اهل المدينة مردوا على النفاق لاتعلمهم نحن نعلمهم۔

ترجمہ: اور کچھ مدینہ والے ان کی خو ہو گئی ہے نفاق ان کو تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۰۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر نہیں ورنہ آپ کو منافقین کے اندرونی رازوں کی بھی خبر ہوتی حالانکہ آپ ان سے بے خبر تھے۔

جواب:۔ اس کا تفصیلی جواب ہم بحث علم غیب میں اسی آیت کے ماتحت دے چکے ہیں۔

اعتراض (۴)..... بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ زید ابن ارقم نے عبداللہ ابن ابی کی شکایت کی کہ وہ لوگوں سے کہتا ہے **لاتنفقوا على من عند رسول الله** (پارہ ۲۸ سورہ ۶۳ آیت نمبر ۷) مسلمانوں کو کچھ خرچ نہ دو۔ عبداللہ ابن ابی نے بارگاہ الٰہی میں آکر جھوٹی قسم کھائی کہ میں نے یہ نہ کہا تھا **فصدقهم و كذبني** حضور علیہ السلام نے ان کو سچا مان لیا اور مجھ کو جھوٹا۔ اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ تو ابن ابی کی غلط تصدیق کیوں کر دی جب آیت کریمہ نے نازل ہو کر زید ابن ارقم کی تصدیق کی تو یہ سچے ہوئے۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر پارہ ۲۸ سورہ المنافقون ج ۴ ص ۱۸۵۹ رقم الحدیث ۴۶۱۷ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

جواب عبداللہ ابن ابی کی تصدیق فرما دینے سے لازم نہیں کہ آپ کو اصل واقعہ کا علم بھی نہ ہو شرعاً مقدمہ میں ضروری ہے کہ یا تو مدعی گواہ پیش کرے۔ ورنہ مدعی علیہ قسم کھا کر مقدمہ جیت لے گا۔ کیونکہ قاضی کا فیصلہ مدعی کی گواہی یا مدعا علیہ کی قسم پر ہوتا ہے نہ کہ قاضی کے ذاتی علم پر زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ مدعی تھے کہ ابن ابی نے تو ہین کی اور ابن ابی منکر چونکہ حضرت زید کے پاس گواہی نہ تھی عبداللہ کی قسم پر فیصلہ کر دیا گیا۔ پھر جب قرآن ن یزید کی گواہی دی تب اس گواہی نے ان کی تصدیق ہوئی۔ قیامت میں گزشتہ کفار انبیاء کی تبلیغ کا انکار کریں گے اور انبیاء دعویٰ۔ رب العلمین امت مصطفیٰ علیہ السلام سے انبیاء کرام کے حق میں گواہی لے کر انبیاء کرام کی تصدیق فرمائے گا۔ اسی طرح کفار عرض کریں گے۔ **والله ربنا ما كنا مشركين** (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۲۳) خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے تب ان کے نامہ اعمال اور ملائکہ اور ان کے اعضاء سے گواہی لے کر ان کے خلاف فیصلہ ہوگا۔ تو کیا رب کو بھی اصل واقعہ کا پتہ نہ تھا۔ ضرور تھا مگر یہ قانون کی پابندی ہے کذبنی کے معنی ہیں کہ میری بات

نہ مانی۔ یہ معنی نہیں کہ مجھ کو جھوٹا فرمایا۔ کیونکہ جھوٹا فاسق ہوتا ہے اور تمام صحابہ عادل ہیں اور کسی مسلمان کو بلا دلیل فاسق نہیں کہا جا سکتا۔ کبھی دیو بندی کہتے ہیں کہ کیا نبی علیہ السلام گندی جگہ اور دوزخ میں بھی حاضر ہیں۔ ان کو وہاں ماننا بے ادبی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا ہر جگہ حاضر ہونا ایسا ہے جیسے سورج کی شعاع یا نور نظر یا فرشتوں کا ہر جگہ ہونا یہ چیزیں ہر جگہ موجود ہیں۔ مگر گندگی سے گندی نہیں ہوتیں۔ بتاؤ تم رب کو ان سب جگہ حاضر مانتے ہو یا نہیں؟ اگر مانتے ہو تو اس کی بے ادبی ہوئی یا نہیں۔ نور آفتاب گندی جگہ پڑنے سے ناپاک نہیں تو حقیقت محمد یہ جسے رب نور فرمائے اس پر ناپاکی کے احکام کیوں جاری ہوں گے۔

اعتراض (۵)......ترمذی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے:

لایبلغنی احد عن احد من اصحابی شئیا فانی احب ان اخرج الیکم وانا سلیم الصدر۔

ترجمہ: کوئی شخص ہم سے کسی صحابی کی باتیں نہ لگائے ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے پاس صاف دل آیا کریں۔

اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر ہوتے تو خبر پہنچانے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ کو ویسے ہی خبر رہتی۔

جواب:۔ انبیائے کرام کے علم شہودی میں ہر وقت ہر چیز رہتی ہے مگر ہر چیز پر ہر وقت توجہ رہنا ضروری نہیں۔ اس کے متعلق ہم بحث علم غیب میں حاجی امداد اللہ صاحب کی عبارت پیش کر چکے ہیں۔ اب حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ ہم کو لوگوں کی باتوں کی طرف توجہ دلا کر کسی کی طرف سے ناراض نہ بناؤ۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے ذرونی ما ترکتکم جب تک ہم تم کو چھوڑے رہیں تم بھی چھوڑے رہو۔

اعتراض (۶)......بیہقی میں ہے۔

من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علی نائیا ابلغتہ۔

ترجمہ: جو شخص ہم پر ہماری قبر کے پاس درود بھیجتا ہے تو ہم خود سنتے ہیں اور جو دور سے درود بھیجتا ہے تو ہم تک پہنچایا جاتا ہے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۲۴۳ رقم الحدیث ۱۹۹ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸ رقم الحدیث ۱۵۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ دور کی آواز آپ تک نہیں پہنچتی ورنہ پہنچائے جانے کی کیا ضرورت ہے۔

جواب:۔ اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ درود ہم نہیں سنتے۔ مطلب بالکل ظاہر ہے کہ قریب والے کا درود تو صرف خود سنتے ہیں۔ اور دور والے کا درود سنتے بھی ہیں اور پہنچایا بھی جاتا ہے ہم حاضر و ناظر کے ثبوت میں دلائل الخیرات کی وہ روایت پیش کر چکے ہیں کہ اہل محبت کا درود تو ہم بنفس نفیس خود سن لیتے ہیں۔ اور غیر محبت والوں کا درود پہنچا دیا جاتا ہے تو دور و قریب سے مراد دلی دوری قربی ہے نہ کہ مسافت کے لحاظ سے۔

گر بے منی و پیش در یمنی   گر با منی دور بمنی پیش منی

پہنچائے جانے سے لازم نہیں آتا کہ آپ اس کو سنتے ہی نہیں۔ ورنہ ملائکہ بندوں کے اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش کرتے ہیں تو کیا رب کو خبر نہیں۔ درود کی پیشی میں بندوں کی عزت ہے کہ درود پاک کی برکت سے ان کا یہ رتبہ ہوا کہ غلاموں کا نام شہنشاہ امام کی بارگاہ میں آ گیا ﷺ۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ نبی کی توہین کرنے والے کی توبہ قبول نہیں۔ دیکھو شامی باب المرتدین کیونکہ یہ توہین حق العباد ہے جو توبہ سے معاف نہیں ہوتا اگر توہین کی حضور کو خبر نہیں ہوتی تو یہ حق العبد کیونکر بنی۔ غیبت اسی وقت حق العبد بنتی ہے جب اس کی خبر اس کو ہو جاوے

جس کی غیبت کی گئی ورنہ حق اللہ رہتی ہے۔ دیکھو شرح فقہ اکبر مصنفہ ملا علی قاری۔

کتاب جلاء الافہام مصنفہ ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ صفحہ ۷۳ حدیث ۱۰۸ میں ہے۔

لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا بعد وفاتك قال وبعد وفاتی۔

ترجمہ: یعنی کوئی کہیں سے درود شریف پڑھے مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے۔ یہ دستور بعد وفات بھی رہے گا۔

حاشیہ.....☆

میری ساری امت اپنے سب اعمال کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی

امام حارث بن ابی اسامۃ متوفی ۱۸۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحسن بن قتیبۃ ثنا جسر بن فرقد عن بکر بن عبداللہ المزنی قال قال رسول اللہ ﷺ ثم حیاتی خیرلکم تحدثون ویحدث لکم ووفاتی خیرلکم تعرض علی اعمالکم فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ وما کان من سیئ استغفرت اللہ لکم۔

(مسند الحارث زوائد الہیثمی کتاب علامات النبوۃ باب فی حیاتہ ووفاتہ ج ۲ ص ۸۸۴ رقم الحدیث ۹۵۳ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علی من الصلاۃ فیہ فان صلاتکم معروضۃ علی۔

ترجمہ: تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اس دن آدم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس روز ان کی روح قبض کی گئی اور اسی روز صور پھونکا جائے گا پس اس روز کثرت سے مجھ پر درود شریف بھیجا کرو بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(سنن ابی داؤد باب تفریع ابواب الجمعۃ باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ ج ۱ ص ۲۷۵ رقم الحدیث ۱۰۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا باب فی فضل الجمعۃ ج ۱ ص ۳۴۵ رقم الحدیث ۱۰۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی کتاب الجمعۃ باب اکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ ج ۳ ص ۹۱ رقم الحدیث ۱۳۷۵ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (سنن الکبریٰ للنسائی باب الامر باکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ ج ۱ ص ۵۱۹ رقم الحدیث ۱۶۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (سنن دارمی ج ۱ ص ۴۴۵ رقم الحدیث ۱۵۷۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۸۶۹۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (طبرانی کبیر ج ۱ ص ۲۱۶ رقم الحدیث ۵۸۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۸ رقم الحدیث ۵۷۸۹ مطبوعہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عرضت علی امتی باعمالھا حسنھا وقبحھا۔

ترجمہ: میری ساری امت اپنے سب اعمال نیک و بد کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن البصاق فی المسجد ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم اصبھانی ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۲۸۰ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۳۰۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۹۱ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عرضت علی امتی البارحۃ لدی ھذہ الحجرۃ حتی لانا اعرف بالرجل منھم من احدکم بصاحبہ۔

ترجمہ: گزشتہ رات مجھ پر میری امت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی بے شک میں ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانے۔

(طبرانی کبیر ج ۳ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۳۰۵۴ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۰۸ رقم الحدیث ۳۱۹۱۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

☆.....حاشیہ

امام احمد بن عمرو بن عبدالخالق عتکی بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حیاتی خیرلکم تحدثون ونحدث لکم ووفاتی خیرلکم تعرض علی اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ علیہ وما رأیت من شر استغفرت اللہ لکم۔

ترجمہ: میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تم سے باتیں کرتے ہیں۔ اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائے گے جب بھلائی دیکھوں گا حمد الٰہی بجالاؤں گا اور جب برائی دیکھوں گا تمہاری بخشش چاہوں گا۔

(البحر الزخار، معروف بمسند البزار ج۵ ص۳۰۸۔۳۰۹ رقم الحدیث۱۹۲۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح۔

(مجمع الزوائد باب ما یحصل لامتہ ﷺ استغفار بعد وفاتہ ج۹ ص۲۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حیاتی خیرلکم تحدثون ونحدث لکم فاذا انامت کانت وفاتی خیراً لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رأیت شرا ذلک استغفرت اللہ لکم۔

ترجمہ: میرا جینا تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں۔ اور جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے خیر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائے اگر نیکی دیکھوں گا حمد الٰہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔

(طبقات الکبری ابن سعد ذکر ما قرب لرسول اللہ ﷺ من اجلہ ج۲ ص۱۹۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (کنز العمال ج۱۱ ص۴۰۷ رقم الحدیث۳۱۹۰۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (جامع الصغیر ج۱ ص۲۲۹ رقم الحدیث۳۷۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوفا باحوال المصطفیٰ الباب السابع والاربعون فی عرض اعمال امتہ علیہ ج۲ ص۸۰۹۔۸۱۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (المطالب العالیہ لابن حجر عسقلانی ج۴ ص۲۲۔۲۳ مطبوعہ مکہ مکرمہ)، (السیرۃ النبویہ لابن کثیر ج۴ ص۴۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (البدایہ والنہایہ ج۴ ص۲۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج۳ ص۹۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ان اعمال امتی تعرض علی فی کل یوم جمعۃ واشتد غضب اللہ علی الزناۃ۔

ترجمہ: بے شک ہر جمعہ کے دن میری امت کے اعمال مجھ پر پیش ہوتے ہیں اور زانیوں پر خدا کا سخت غضب ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ترجمۃ عمران القصیر ۳۵۸ ج۶ ص۱۷۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ترمذی محمد بن علی والد عبدالعزیز سے راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

تعرض الاعمال یوم الاثنین و یوم الخمیس علی اللہ تعالیٰ و تعرض علی الانبیاء وعلی الأباء والامھات یوم الجمعۃ فیفرحون بحسنا تھم وتزداد وجوھھم بیضا ونزھۃ فاتقوا اللہ تعالیٰ ولا تؤذوا موتاکم۔

ترجمہ: ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور ہر جمعہ کو انبیاء اور ماں باپ کے سامنے وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی نورانیت اور چمک بڑھ جاتی ہے تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اپنی بداعمالیوں سے ایذا نہ دو۔

(نوادر الاصول الاصل السابع والستون والمائۃ ص۲۱۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج۱ ص۱۹۹ رقم الحدیث ۳۳۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نوادر الاصول فی احادیث الرسول ﷺ ج۳ ص۱۷۶ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الفردوس بماثور الخطاب ج۱ ص۱۸۳۔۱۹۴ رقم الحدیث ۶۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

جلاء افہام مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ صفحہ ۳۷ انیس الجلیس مصنفہ مولانا الدین سیوطی صفحہ ۲۲۲ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اصحابی اخوانی صلوا علی فی کل یوم الاثنین و الجمعۃ بعد وفاتی فانی اسمع صلوتکم بلاواسطۃ۔

ترجمہ: یعنی ہر جمعہ و پیر کو مجھ پر درود زیادہ پڑھو میری وفات کے بعد کیونکہ میں تمہارا درود بلا واسطہ سنتا ہوں۔

اعتراض(۷)......فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔

من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر۔

ترجمہ: جو کہے کہ مشائخ کی روحیں حاضر ہیں جانتی ہیں وہ کافر ہیں۔

حاشیہ......☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

لیس من یوم الا تعرض فیہ علی النبی ﷺ اعمال امتہ غدوۃ وعشیۃ فیعرفھم بسیماھم واعمالھم۔

ترجمہ: کوئی دن ایسا نہیں جس میں نبی ﷺ پر ان کی امت کے اعمال صبح وشام دو دفعہ پیش نہ ہوتے ہوں تو حضور ﷺ انھیں ان کی نشانی صورت سے بھی پہچانتے ہیں اور ان کے اعمال سے بھی ﷺ۔

(کتاب الزھد باب فی عرض عمل الاحیاء علی الاموات الجزء الرابع ص ۴۲ رقم الحدیث ۱۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حیاتی خیر لکم تحدثون ویحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی خیراً لکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رأیت شرا ذلک استغفرت اللہ لکم۔

ترجمہ: میرا جینا تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں۔اور جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے خیر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائے اگر نیکی دیکھوں گا حمد الٰہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ا ص ۲۲۹ رقم الحدیث ۳۷۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ تیسیر شرح جامع صغیر امام سیوطی کی شرح میں لکھتے ہیں۔

وذلک کل یوم کما ذکرہ المؤلف وعدہ من خصوصیاتہ ﷺ و تعرض علیہ ایضا مع الانبیاء والاباء یوم الاثنین والخمیس۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پیشی تو ہر روز ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا اور اسے حضور ﷺ کے خصائص سے گنا اور ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو بھی حضور ﷺ پر اعمال امت انبیاء اور آباء کے ساتھ پیش ہوتے ہیں۔

(التیسیر شرح الجامع صغیر تحت الحدیث حیاتی خیر لکم الخ ج ا ص ۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض)

نسیم الریاض میں ہے۔

ذکر العراقی فی شرح المہذب انہ ﷺ عرضت علیہ الخلائق من لدن أدم علیہ الصلوۃ والسلام الی قیام الساعۃ فعرفھم کلھم کما علم ادم الاسماء۔

ترجمہ: امام عراقی شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر قیامت تک کی تمام مخلوقات الٰہی حضور ﷺ پر

شاہ عبدالعزیز تفسیر فتح العزیز صفحہ ۵۵ میں فرماتے ہیں کہ انبیاء ومرسلین والوازم الوہیت از علم غیب وشنیدن فریاد ہر کس در ہر جاو قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند یعنی نبی اور پیغمبروں کے لئے خدائی صفات جیسے علم غیب اور ہر جگہ سے ہر شخص کی فریاد سننا اور تمام ممکنات پر قدرت ثابت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہے۔کسی اور میں ماننا صریح کفر ہے۔ بزازیہ فقہ کی معتبر کتاب ہے وہ حکم کفر دے رہی ہے۔

جواب:۔ فتاویٰ بزازیہ کی ظاہر عبارت کے زد میں تو مخالفین بھی آتے ہیں۔اولاً تو اس لئے کہ ہم امدادالسلوک مصنفہ مولوی رشید احمد صاحب کی عبارت پیش کر چکے ہیں۔جس میں انہوں نے نہایت صفائی سے شیخ کی روح کو مریدین کے پاس حاضر جاننے کی تعلیم دی ہے۔دوسرے اس لئے کہ بزازیہ کی عبارت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ کس جگہ روح مشائخ کو حاضر جانے ہر جگہ یا بعض جگہ اس اطلاق سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مشائخ کی روح کو ایک جگہ بھی حاضر جانے یا ایک بات کا بھی علم مانے تو کافر ہے اب مخالفین بھی ارواح مشائخ کو ان کی قبر یا مقام علیین برزخ وغیرہ جہاں وہ رہتی ہیں۔وہاں تو حاضر مانیں گے ہی۔بس کہیں بھی ماننا کفر ہوا۔تیسرے اس لئے کہ ہم اس بحث حاضر و ناظر میں شامی کی عبارت پیش کر چکے ہیں کہ یہ حاضر و ناظر کہنا کفر نہیں ہے۔چوتھے یہ کہ ہم اشعۃ اللمعات اور احیاء العلوم بلکہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابی کی عبارت بیان کر چکے ہیں۔جس میں وہ فرماتے ہیں کہ نمازی اپنے قلب میں حضور علیہ السلام کو حاضر جان کر السلام علیک ایھا النبی کہے۔اب ان اکابر فقہاء پر بزازیہ کا فتویٰ جاری ہوگا یا نہیں لہٰذا ماننا ہوگا کہ بزازیہ میں جس حاضر و ناظر ماننے کو کفر فرمایا جا رہا ہے وہ حاضر و ناظر ہونا ہے جو صفت الٰہیہ ہے یعنی ذاتی قدیم واجب بغیر کسی جگہ میں ہوئے کہ ایسا حاظر ہونا رب کی صفت ہے وہ ہر جگہ ہے مگر کسی جگہ میں نہیں پہلے سوال کے جواب میں ہم فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۱ کی عبارت اور براہین قاطعہ صفحہ ۲۳ کی عبارت نقل کر چکے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ مولوی رشید احمد وخلیل احمد صاحبان بھی اس فتوے میں ہم سے متفق ہیں۔شاہ عبدالعزیز کی عبارت بالکل واضح ہے کہ مشائخ وانبیاء کی قدرت تمام مقدورات الٰہیہ پر اللہ کی طرف ماننا کفر ہے ورنہ خود شاہ عبدالعزیز صاحب ویکون الرسول علیکم شھیدا (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۴۳) کے ماتحت حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ان کی بحث علم غیب میں اسی آیت مذکورہ کے ماتحت لکھ چکے ہیں۔

حاشیہ......☆

عرض کی گئیں تو حضور ﷺ نے ان سب کو پہچان لیا جس طرح آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو تمام نام تعلیم ہوئے تھے۔
(نسیم الریاض شرح الشفا للقاضی عیاض الباب الثالث فصل فیما ورد من ذکر مکانتہ ج ۲ ص ۲۰۸)

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

پہلی روایت ابن مبارک نے حضرت سعید بن المسیب سے کی ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ نبی ﷺ پر آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کیے جاتے ہوں۔

(نشر الطیب ص ۱۴۰ مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

نیز لکھتے ہیں۔

مجموعی روایات سے خلاصۃ علاوہ فضیلت حیات واکرام ملائکہ کے برزخ میں آپ کے یہ مشاغل ثابت ہوتے ہیں اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا نماز پڑھنا غذا مناسب اس عالم کے نوش فرمانا سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ سلام کا جواب دینا......یہ تو دائما ثابت ہیں۔
(نشر الطیب ص ۱۴۰ مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

اعتراض (۸)......اگر حضور حاظر بھی ہیں اور نور بھی تو چاہئے کہ رات میں کبھی اندھیرا نہ ہو مگر ہر جگہ اندھیرا ہوتا ہے لہٰذا یا تو حضور نور نہیں یا نور ہیں مگر ہر جگہ حاضر نہیں۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ قرآن مجید نور ہے اور ہر گھر میں بھی نیز فرشتے نور بھی ہیں اور ہر انسان کے ساتھ بھی نیز رب تعالیٰ نور بھی ہے اور ہر ایک کے ساتھ بھی مگر پھر بھی رات کو اندھیرا ہوتا ہے لہٰذا یا تو فرشتے۔ قرآن، خدا تعالیٰ نور نہیں یا حاظر نہیں۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ۔ قرآن۔ فرشتوں کی نورانیت ایمانی ہے اور نور کو دیکھنے کے لئے دیکھنے والے میں بصیرت کا نور چاہئے بعض مقبول لوگ وہ نور اب بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔

اعتراض (۹)......بعض مخالفین جب کوئی راستہ نہیں پاتے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم ابلیس میں ہر جگہ پہنچ جانے کی طاقت مانتے ہیں۔ اسی طرح آصف ابن برخیا اور ملک الموت اور ملائکہ میں یہ طاقت تسلیم کرتے ہیں مگر یہ نہیں مانتے کہ دیگر مخلوق کے کمالات پیغمبروں میں یا حضور علیہ السلام میں جمع ہیں۔ مولوی قاسم صاحب تحذیر الناس میں لکھتے ہیں کہ ''رہا عمل اس میں بسا اوقات غیر نبی نبی سے بڑھ جاتے ہیں'' رجوم المذنبین میں مولوی حسین احمد صاحب نے لکھا کہ دیکھو تخت بلقیس لانے کی طاقت حضرت سلیمان میں نہ تھی اور آصف میں تھی ورنہ آپ خود ہی کیوں نہ لے آتے اسی طرح ہدہد نے کہا کہ احطت بما لم تحط به (پارہ ۱۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۲۲) اے سلیمان میں وہ بات معلوم کر کے آیا ہوں جس کی خبر آپ کو نہیں نیز ہدہد کی آنکھ زمین کے اندر کا پانی دیکھ لیتی ہے اسی لئے وہ حضرت سلیمان کی خدمت میں رہتا تھا کہ جنگل میں زمین کے اندر کا پانی بتائے اور حضرت سلیمان کو اس کی خبر نہ تھی معلوم ہوا کہ انبیاء کے علم و طاقت سے غیر نبی بلکہ جانوروں کا علم و طاقت زیادہ ہو سکتا ہے۔

جواب:۔ غیر نبی میں نبی سے زیادہ یا کسی اور نبی میں حضور علیہ السلام سے زیادہ کمال ماننا صریح آیت قرآنی اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت کے خلاف ہے خود مخالفین بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں جن کی عبارات ہم پیش کر چکے ہیں۔ یہ آٹھواں اعتراض خود اپنے مذہب کو چھوڑنا ہے۔ شفا شریف میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ فلاں کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ وہ کافر ہے۔ کسی بھی کمال میں کسی کو حضور علیہ السلام سے زیادہ ماننا کفر ہے کوئی غیر نبی نبی سے نہ تو علم میں بڑھ سکتا ہے نہ عمل میں۔ اگر کسی کی عمر ۸ سو سال ہو اور وہ اس تمام مدت میں عبادت ہی کرے اور کہے کہ میری عبادت تو ۸ سال کی ہے اور حضور علیہ السلام کی عبادت کل پچیس برس کی لہٰذا عبادت میں حضور سے بڑھ گیا وہ بے دین ہے۔ ان کے ایک سجدے کا جو ثواب ہے وہ ہماری لاکھوں برس کی عبادات سے کہیں بڑھ کر ہے صرف یہ ہوا کہ اس کی محنت زیادہ ہوئی مگر قرب الٰہی درجہ اور ثواب میں نبی سے اس کو کوئی نسبت ہی نہیں۔ شان نبی تو بہت بلند و بالا ہے۔ مشکوۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے کہ میرے صحابہ کا تھوڑے جو خیرات کرنا تمہارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے۔ شمعون بن اسرائیل نے ایک ہزار ماہ یعنی ۸۳ سال چار ماہ مسلسل عبادت کی۔ مسلمانوں کو اس پر رشک ہوا کہ ہم اس کا درجہ ثواب کیسے پائیں تو آیت کریمہ اتری لیلة القدر خیر من الف شهر (پارہ ۳۰ سورہ ۹۷ آیت نمبر ۳) شب قدر تو ہزار ماہ سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ یعنی اے مسلمانوں تم کو ہم ایک شب قدر دیتے ہیں کہ اس شب میں عبادت بنی اسرائیل کی ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے تو حضور علیہ السلام کی ایک ایک ساعت لاکھوں شب قدر سے افضل ہے۔ جس مسجد پاک کے ایک گوشہ میں سید الانبیاء آرام فرما ہیں یعنی مسجد نبوی وہاں کی ایک رکعت پچاس ہزار کے برابر ثواب رکھتی ہے۔ جن کے قریب میں ہماری عبادت ایسی پھولتی پھلتی ہے تو ان کی عبادت کا کیا پوچھنا ہے۔

اسی طرح یہ کہنا کہ آصف ابن برخیا میں تخت لانے کی طاقت تھی نہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام میں محض بیہودہ بکواس ہے۔ قرآن

کریم فرماتا ہے۔

وقال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیك به قبل ان یرتد الیك طرفك۔

ترجمہ: اس نے کہا جس کو کتاب کا علم تھا کہ میں اس تخت بلقیس کو آپ کے جھپکنے سے پہلے حاضر خدمت کردونگا۔

(پارہ ۱۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۴۰)

معلوم ہوا کہ آصف کی یہ قدرت علم کتاب کی وجہ سے تھی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان کو اسم اعظم یاد تھا جس سے وہ یہ تخت لائے۔ ان کو یہ علم حضرت سلیمان کی برکت سے ملا۔ پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ان میں یہ قدرت ہو اور ان کے استاذ سیدنا سلیمان علیہ السلام میں نہ ہو رہا یہ کہ پھر آپ خود نہ لائے وجہ بالکل ظاہر ہے کہ کام کرنا خدام کا کام ہے نہ کہ سلاطین کا دبدبہ سلطنت چاہتا ہے کہ خدام سے کام لیا جاوے۔ بادشاہ اپنے نوکروں سے پانی منگوا کر پیتا ہے تو کیا خود اس میں پانی لینے کی طاقت نہیں۔ رب العلمین دنیا کے سارے کام فرشتوں سے کراتا ہے کہ بارش برسانا جان نکالنا پیٹ میں بچہ بنانا سب ملائکہ کے سپرد ہیں تو کیا خدا میں یہ طاقت نہیں ہے۔ کیا فرشتے خدا سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔

تفسیر روح البیان نے زیر آیت **فصیام شہرین متتابعین** (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۹۲) پارہ پنجم سورہ نساء میں بیان فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان کا آصف کو بلقیسی تخت لانے کا حکم دینا اس لئے تھا کہ آپ نے اپنے درجہ سے اترنا نہ چاہا یعنی یہ کام خدام کا ہے۔ اسی طرح ہدہد کا قول قرآن نے نقل کیا کہ اس نے کہا کہ میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں۔ قرآن نے کہاں فرمایا کہ واقعی آپ کو خبر نہ تھی۔ ہدہد سمجھا کہ شاید اس کی خبر حضرت کو نہ ہوگی یہ کہد یا لہذا اس نے سند نہیں پکڑی جاسکتی۔

حاشیہ......☆

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔

فالجمھور ومنھم ابن عباس ویزید بن رومان والحسن علی انه آصف بن برخیا بن شمعیا بن منکیل، واسم امه باطورا من بنی اسرائیل کان وزیر سلیمان علی المشھور وفی مجمع البیان انه وزیرہ وابن اخته وکان صدیقا یعلم الاسم الاعظم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس، یزید بن رومان، امام حسن بصری اور جمہور رحمہم اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ شخص آصف بن برخیا بن شمعیا بن منکیل تھا وہ بنی اسرائیل میں سے تھا مشہور قول کے مطابق وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا وزیر تھا۔ مجمع البیان میں ہے کہ وہ ان کا وزیر تھا وہ ان کا بھانجا تھا اور ان کا سچا خیر خواہ تھا اس کو اسم اعظم کا علم تھا۔

(تفسیر روح المعانی تحت آیت سورہ النمل آیت نمبر ۴۰ ج ۱۹ ص ۲۶۵ مطبوعہ المکتبۃ الحقانیۃ پشاور)، (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۱۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر طبری ج ۱۹ ص ۱۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں۔

جس طرح ہماری شریعت میں اللہ تعالیٰ اپنے ولی کی آنکھ ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اور پیر ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کی صفات کا مظہر ہو کر تصرف کرتا ہے اس طرح آصف بن برخیا نے بھی اس تخت پر تصرف کیا۔

(نظم الدرر ج ۵ ص ۴۲۶۔۴۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز ہد ہد نے عرض کیا کہ احطت بمالم تحط بہ (پارہ ۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۲۲) میں وہ بات دیکھ کر آیا جو آپ نے نہ دیکھی یعنی اس ملک میں آپ بہ این جسم شریف مشاہدہ فرمانے نہ گئے خبر کی نفی نہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو سب کچھ خبر تھی مگر منشاء الٰہی یہ تھا کہ اتنا بڑا کام ایک ہد ہد چڑیا کے ذریعہ ہوتا کہ معلوم ہو جائے کہ پیغمبر کے پاس بیٹھنے والے جانور وہ کام کر دکھاتے ہیں جو دوسرے انسانوں سے نہیں ہو سکتے اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر نہ تھی تو آصف ابن برخیا بغیر کسی سے پتہ پوچھے یمن کے شہر سبا میں بلقیس کے گھر کیسے پہنچے اور آن کی آن میں تخت کیسے لے آئے؟ معلوم ہوا کہ سارا یمن حضرت آصف کے سامنے تھا تو پھر حضرت سلیمان علیہ السلام سے کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کو باپ کا پتہ معلوم تھا۔ مگر وقت سے پہلے اپنی خبر نہ دی تا کہ قحط سالی پڑے اور آپ کی شان دنیا کو معلوم ہو۔ پھر باپ سے ملاقات ہو۔ نیز زمین کے نیچے کا پانی معلوم ہونا ہد ہد کی یہ خدمت تھی سلاطین ان کاموں کو آپ نہیں کرتے۔ مثنوی شریف میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بار حضور علیہ السلام وضو فرما رہے تھے موزے اتار کر رکھ دیئے کہ ایک چیل نے جھپٹ کر ایک موزہ اٹھالیا اور اوپر لے جا کر الٹا کر کے پھینک دیا۔ جس میں سے سانپ نکلا۔ حضور علیہ السلام نے چیل سے دریافت فرمایا کہ تو نے میرا موزہ کیوں اٹھایا؟ عرض کیا کہ جب میں اڑتی ہوئی آپ کے سر مبارک کے مقابل آئی تو آپ کے سر سے آسمان تک وہ نور تھا کہ اس میں آ کر مجھ پر زمین کے ساتوں طبق روشن ہو گئے۔ اس سے میں نے آپ کے موزے کے اندر کا سانپ دیکھ لیا تو اس خیال سے اٹھالیا کہ شاید آپ بے توجہی میں اس کو پہن لیں اور آپ کو تکلیف پہنچ جاوے۔

مولینا فرماتے ہیں۔

مار در موزہ بہ بینم از ہوا نیست از من عکس تست اے مصطفی

پھر حضور نے فرمایا۔

گرچہ ہر غیب خدا مارا نمود دل دراں لحظہ بخود مشغول بود

(مثنوی معنوی ربودن عقاب موزۂ رسول خدا ﷺ دفتر سوم ص ۱۸ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار عرض کیا کہ یا حبیب اللہ آج بہت تیز بارش آئی اور آپ قبرستان میں تھے آپ کے کپڑے کیوں تر نہ ہوئے؟ فرمایا کہ عائشہ تم نے کیا اوڑھا ہوا ہے؟

حاشیہ.....☆

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ قضاء حاجت کے لئے دور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک اسی طرح آپ تشریف لے گئے۔ پھر وضو کیا اور موزے پہنے لگے ابھی ایک موزہ پہنا تھا کہ ایک سبز پرندہ آیا اور دوسرا موزہ لے اڑا۔ اور اوپر لے جا کر اسے پھینک دیا۔ تو اس موزے سے ایک نہایت سیاہ سانپ نکل کر گر پڑا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے میری تکریم و تعظیم ہے۔ پھر آپ نے یہ دعا فرمائی۔

اللهم انی اعوذ بك من شر من یمشی علی بطنه و شر من یمشی علی رجلین و شر من یمشی علی اربع۔

عرض کیا کہ آپ کا تہبند شریف فرمایا۔

گفت بہر آں نمود اے پاک حبیب
چشم پاکت را خدا باران غیب!
نیست ایں باراں ازیں ابر شما
ہست باراں دیگر و دیگر سما!

اے محبوبہ اس تہبند شریف کی برکت سے تمہاری آنکھوں سے غیب کے پردے کھل گئے۔ یہ بارش نور کی تھی نہ کہ پانی کی بارش۔ اس کا بادل اور آسمان ہی دوسرا ہے۔ اے عائشہ یہ کسی کو نظر نہیں آیا کرتی۔ تم نے ہمارے تہبند کی برکت سے اس کو دیکھ لیا۔ ہدہد کی آنکھ کو یہ طاقت ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر پانی ڈالنے کی برکت سے ملی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی صحبت سے۔

اعتراض (۱۰)......اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو مدینہ پاک حاضر ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

جواب:۔ جب خدا ہر جگہ ہے تو کعبہ جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور پھر معراج میں حضور علیہ السلام کے عرش پر جانے کا کیا فائدہ تھا؟ جناب مدینہ منورہ دار السلطنت ہے۔ اور خاص تجلی گاہ جیسے کہ برقی طاقت کے لئے پاور ہاؤس بلکہ اولیاء اللہ کی قبور مختلف پاوروں کے قمقمے ہیں۔ ان کی بھی زیارت ضروری ہے۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ہر اس مخلوق کے شر سے جو (سانپ کی طرح) اپنے پیٹ پر چلتی ہے یا (انسانوں کی طرح) دو قدموں پر یا (درندوں کی طرح) چار قدموں پر چلتی ہے۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم اصفہانی اردو ۳۱۷۔۳۱۶ ص مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین الباب السادس فی معجزاتہ ﷺ المتعلقۃ بتکلیم البہائم لہ وشہادتہا برسالتہ الخ ص ۳۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان رسول اللہ اذا اراد الحاجۃ ابعد قال فذهب یوماً فقعد تحت سمرۃ ونزع خفیہ قال ولبس احدهما فجاء طائر فاخذ الخف الآخر فحلق به فی السماء فانسلت منه اسود سالخ فقال رسول اللہ هذه کرامۃ اکرمنی اللہ بها......

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب رفع حاجت کا ارادہ فرماتے تو وہ دور نکل جاتے ایک دن آپ تشریف لے گئے اور موزے اتار کر ایک درخت کے نیچے بیٹھے پھر جب آپ نے ایک موزہ پہنا تو دوسرا موزہ ایک پرندہ لے اڑا جس نے فضا میں جا کر اس کو الٹا تو اس میں سے کینچلی اترا ہوا کالا سانپ برآمد ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ ہے وہ عزت و کرامت جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ حدیث آخر فی ذلک فیہ غرابۃ ج ۶ ص ۱۹۵ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

اعتراض (۱۱)......اگر حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں تو تم لوگ نماز کی امامت کیوں کرتے ہو ہر جگہ حضور ہی امام ہونے چاہئیں۔
جواب:۔ کسی آیۃ یا حدیث میں یہ نہیں کہ حضور کی موجودگی میں کوئی امامت نہیں کر سکتا۔ حضرت صدیق اکبر نے حضور کی حیات شریف میں ۱۷ نمازیں پڑھائیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حضور کی موجودگی میں نماز فجر پڑھائی خود حضور انور نے ان کے پیچھے ایک رکعت پڑھی۔ جناب امامت کے لئے ضروری ہے کہ امام حاضر بھی ہو نظر بھی آئے نماز بھی پڑھائے حضور حاضر ہیں اور تمام جہان کو ملاحظہ فرما رہے ہیں مگر وہ تو نظر نہیں آتے ناظر ہیں مگر منظور نہیں نیز اب آپ یہ نماز کسی کو نہیں پڑھاتے کہ یہ نماز اسی عالم کی چیز ہے حضور دوسرے عالم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور حضور پر اب نماز فرض نہیں ہم پر فرض ہے فرض والا نفل والے کے پیچھے نہیں پڑھ سکتا۔



حضور علیہ السلام کو بشر یا بھائی کہنے کی بحث

اس میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں

مقدمہ: ۔ نبی کی تعریف اور ان کے درجات کے بیان میں

عقیدہ:۔ نبی وہ انسان مرد ہیں جن کو اللہ نے احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لئے بھیجا (شرح عقائد) لہذا نبی نہ تو غیر انسان ہو اور نہ عورت۔ قرآن فرماتا ہے۔

وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیھم۔

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے نہ بھیجا مگر ان مردوں کو جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔

(پارہ۱۷ سورہ۲۱ آیت نمبر۷)

معلوم ہوا کہ جن، فرشتہ عورت، وغیرہ نبی نہیں ہو سکتے۔ عقیدہ نبی ہمیشہ اعلیٰ خاندان اور عالی نسب میں سے ہوتے ہیں اور نہایت عمدہ اخلاق ان کو عطا ہوتے ہیں۔ ذلیل قوم اور ادنیٰ حرکات سے محفوظ (بہار شریعت)

بخاری جلد اول کے شروع میں ہے کہ جب ہرقل بادشاہ روم کے پاس حضور علیہ السلام کا فرمان عالی پہنچا کہ اسلم تسلم اسلام لے آ سلامت رہے گا۔ تو ہرقل نے ابوسفیان کو بلا کر حضور علیہ السلام کے متعلق کچھ سوالات کئے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ **کیف نسبہ فیکم** تم میں ان کا خاندان ونسب کیسا ہے؟ ابوسفیان نے کہا **ھو فینا ذو نسب** وہ ہم میں نہایت اعلیٰ خاندان والے ہیں یعنی قریشی ہاشمی ومطلبی ہیں ﷺ۔ اس کے جواب میں ہرقل نے کہا **و کذالك الرسل تبعث فی قومھا** ہمیشہ انبیائے کرام عالی قوم واعلیٰ خاندان میں بھیجے جاتے ہیں۔

(صحیح مسلم باب کتاب النبی ﷺ الی ھرقل یدعوہ الی الاسلام ج۳ ص۱۳۹۳ رقم الحدیث ۱۷۷۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) (سنن الکبریٰ للنسائی ج۶ ص۳۰۹۔۳۱۰ رقم الحدیث ۱۱۰۶۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الترمذی باب ماجاء کیف یکتب الی اھل الشرک ج۵ ص۶۹ رقم الحدیث ۲۷۱۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام عالی خاندان میں تشریف لاتے ہیں۔

تنبیھہ: ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہر قوم میں نبی آئے یعنی معاذ اللہ بھنگیوں، چماروں، ہندوؤں، بدھ اور چینی وغیرہ میں ان ہی کی قوم سے آئے۔ لہذا لال گرو، کرشن، گوتم بدھ وغیرہ چونکہ نبی تھے اس لئے ان کو برا نہ کہو قرآن فرماتا ہے۔ **لکل قوم ھاد** ہر قوم میں ہادی ہیں نیز عورتیں بھی نبی ہوئی ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور حضرت مریم علیہ السلام کو وحی ہوئی اور جس کو وحی ہو وہ نبی ہے۔ **واوحینا الی ام موسیٰ** (پارہ۲۰ سورہ۲۸ آیت نمبر۷) وغیرہ لہذا یہ عورتیں نبی ہیں۔ مگر یہ دونوں قول غلط ہیں اول تو اس لئے کہ وہ آیت پوری نہیں بیان کی اور ترجمہ بھی درست نہ کیا۔ آیت یہ ہے۔ **انما انت منذر ولکل قوم ھاد** (پارہ۱۳ سورہ۱۳ آیت نمبر۷) تم ڈر سنانے والے اور ہر قوم کے ہادی ہو۔ یعنی ہر قوم کا ہادی ہونا حضور علیہ السلام کی صفت ہے۔ دیگر انبیاء خاص خاص قوموں کے نبی ہوتے تھے اور اے محبوب تم ہر قوم کے نبی ہو۔ اگر مان بھی لیا جاوے کہ اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ ہر قوم میں ہادی ہوئے تو یہاں کہاں ہے کہ ہر قوم میں اس ہی قوم سے ہادی ہوئے۔ ہو سکتا ہے کہ اشرف قوم میں نبی آئے۔ دیگر قومیں بھی ان کے ماتحت رہیں۔ حضور علیہ السلام قریشی ہیں۔ مگر پٹھان، شیخ، سید غرضیکہ ساری قوموں بلکہ ساری مخلوق کے نبی ہیں نیز لفظ ھادی عام ہے کہ نبی ہو یا غیر نبی۔ تو یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہر قوم میں اس قوم میں سے بعض بعض کے لئے رہبر ہوئے۔ بلکہ مہادیو، کرشن وغیرہ کی ہستی کا بھی شرعی ثبوت نہیں قرآن وحدیث نے ان کی خبر نہ دی۔ صرف بت پرستوں کے ذریعہ ان کا پتہ لگا وہ بھی اس طرح کہ کسی کے چار ہاتھ کسی کے چھ پاؤں۔ کسی

کے منہ پر ہاتھی کی سی سونڈ کسی کے چوتڑ پر لنگور کی سی دم۔ان کے نام بھی گھڑے ہوئے اور ان کی صورتیں بھی۔رب نے عرب کے بت پرستوں کو فرمایا۔

ان هی الا اسماء سمیتموها انتم و اباء کم۔

ترجمہ: یہ تمہارے اور تمہارے باپ دادوں کے گھڑے ہوئے نام ہیں۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۳ آیت نمبر ۲۳)

جب ان کے ہونے کا ہی یقین نہیں تو انہیں نبی مان لینا کون سی عقلمندی ہے۔

دوسرا قول اس لئے غلط ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے دل میں القاء یا الہام کیا گیا تھا جسے قرآن نے اوحینا سے تعبیر کیا وحی بمعنی الہام بھی آتی ہے۔جیسے قرآن میں ہے واوحی ربك الی النحل (پارہ ۱۴ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۶۸) آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی۔یہاں وحی بمعنی دل میں ڈالنا ہے حضرت مریم علیہ السلام کو بھی وحی تبلیغی نہ تھی اور نہ وہ تبلیغ احکام کے لئے بھیجی گئی نیز فرشتے کا ہر کلام وحی نہیں اور ہر وحی تبلیغی نہیں بعض صحابہ نے ملائکہ کے کلام سنے ہیں اور بوقت موت اور قبر و حشر میں سب ہی ملائکہ سے کلام کریں گے حالانکہ سب نبی نہیں۔اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو۔

عقیدہ:۔کوئی شخص اپنی عبادات و اعمال سے نبوت نہیں پا سکتا۔نبوت محض عطاء الٰہی ہے۔اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۲۴) اللہ خوب جانتا ہے کہ جہاں اپنی رسالت رکھے اور غیر نبی خواہ غوث ہو یا قطب ابدال یا کچھ اور نہ تو نبی کے برابر ہو سکتا ہے نہ اس سے بڑھ سکے یہ چند امور خیال میں رہیں۔

پہلا باب

اس بیان میں کہ نبی علیہ السلام کو بشر یا بھائی وغیرہ کہنا حرام ہے

نبی جنس بشر میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں۔جن یا بشر یا فرشتہ نہیں ہوتے یہ دنیاوی احکام ہیں۔ورنہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی۔کیونکہ وہ ہی ابوالبشر ہیں اور حضور علیہ السلام اس وقت نبی ہیں جبکہ آدم علیہ السلام آب و گل میں ہیں خود فرماتے ہیں کنت نبیا وادم بین الماء والطین اس وقت حضور نبی ہیں بشر نہیں سب کچھ صحیح لیکن ان کو بشر یا انسان کہہ کر پکارنا یا حضور علیہ السلام کو یا محمد یا کہ اے ابراہیم کے باپ یا اے بھائی یا باوا وغیرہ برابری کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے۔اور اگر اہانت کی نیت سے پکارا تو کافر ہے۔عالمگیری وغیرہ کتب فقہ میں ہے کہ جو شخص حضور علیہ السلام کو ھذا الوجل یہ مرد کی اہانت سے کہے تو کافر ہے بلکہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ یا شفیع المذنبین وغیرہ عظمت کے کلمات سے یاد کرنا لازم ہے۔شعراء جو اشعار میں یا محمد لکھ دیتے ہیں وہ تنگی موقعہ کی وجہ سے پڑھنے والے کو لازم ہے کہ ﷺ کہہ لے۔اسی طرح جو کہتے دیتے ہیں کہ

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحیٰ تیرا

یہ تیرا انتہائی ناز کا کلمہ ہے جیسے اے آقا میں تیرے قربان۔اے ماں تو کہاں ہے؟ اے اللہ تو ہم پر رحم فرما! اس تو اور تیرے کی حیثیت اور ہے۔

(۱) قرآن کریم فرماتا ہے۔

لاتجعلوا دعآء الرسول بینکم کدعآء بعضکم بعضا۔

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو ایسا نہ ٹھہرالو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جاویں اور تم کو خبر نہ ہو۔

(پارہ ۱۸ سورہ النور آیت نمبر ۶۳)

ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لاتشعرون۔

ترجمہ: اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جاویں اور تم کو خبر نہ ہو۔
(پارہ ۲۶ سورہ ۴۹ آیت نمبر ۲)

ضبطی اعمال کفر کی وجہ سے ہوتی ہے مدارج جلد اول وصل از جملہ رعایت حقوق اولیت میں ہے۔ نخوانید اورا بنام مبارک او چنانکہ می خوانید بعضے از شما بعض را بلکہ بگوئید یارسول اللہ یا نبی اللہ با توقیر و توضیح۔ نبی علیہ السلام کو ان کا نام پاک لے کر نہ بلاؤ جیسے بعض بعض کو بلاتے ہیں۔ بلکہ یوں کہو یارسول اللہ یا نبی اللہ توقیر و عزت کے ساتھ۔ تفسیر روح البیان زیر آیت **لاتجعلوا** ہے۔

والمعنى لاتجعلوا نداء كم اياه وتسميتكم له كنداء بعضكم بعضا لاسمه مثل يا محمد ويا ابن عبدالله ولكن بلقبه المعظم مثل يا نبي الله ويارسول الله كما قال الله تعالى يا يها النبي و يا يها الرسول۔

ترجمہ: معنی یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام کو پکارنا یا نام لینا ایسا نہ بناؤ جیسا کہ بعض لوگ بعض کو نام سے پکارتے ہیں جیسے یا محمد اور یا ابن عبداللہ وغیرہ لیکن ان کے عظمت والے القاب سے پکارو جیسے یا نبی اللہ یارسول اللہ جیسا کہ خود رب تعالیٰ فرماتا ہے یا ایها النبی یا ایها الرسول۔
(تفسیر روح البیان ج ۶ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ان آیات قرآنیہ اور اقوال مفسرین و محدثین سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا ادب ہر حال میں ملحوظ رکھا جاوے نداء میں کلام میں ہر ادا میں۔

(۲) دنیاوی عظمت والوں کو بھی ان کا نام لے کر نہیں پکارا جاتا۔ ماں کو والدہ صاحبہ، باپ کو والد ماجد، بھائی کو بھائی صاحب جیسے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اگر کوئی اپنی ماں کو باپ کی بیوی یا باپ کو ماں کا شوہر کہے یا اس کا نام لے کر پکارے یا اس کو بھیا وغیرہ کہے۔ تو اگرچہ بات تو سچی ہے مگر بے ادب گستاخ کہا جائے گا کہ برابری کے کلمات سے کیوں یاد کیا۔ حضور علیہ السلام تو خلیفة الله الاعظم ہیں ان کو نام سے پکارنا یا بھائی وغیرہ کہنا یقیناً حرام ہے۔ گھر میں بہن ماں بیوی بیٹی سب ہی عورتیں ہیں مگر ان کے نام و کام و احکام جداگانہ جو ماں کو بیوی یا بیوی کو ماں کہہ کر پکارے وہ بے ایمان ہی ہے اور جوان سب کو ایک نگاہ سے دیکھے وہ مردود ہے ایسے ہی جو نبی کو امتی یا امتی کو نبی کی طرح سمجھے وہ ملعون ہے دیوبندیوں نے نبی کو امتی کا درجہ دیا یا ان کے پیشوا مولوی اسمٰعیل نے سید احمد بریلوی کو نبی کے برابر کر دی دیکھو صراط المستقیم کا خاتمہ معاذ اللہ۔

(۳) رب تعالیٰ جس کو کوئی خاص درجہ عطا فرمائے۔ اس کو عام القاب سے پکارنا اس کے ان مراتب عالیہ کا انکار کرنا ہے اگر دنیاوی سلطنت کی طرف سے کسی کو نواب یا خان بہادر کا خطاب ملے تو اس کو آدمی یا آدمی کا بچہ یا بھائی وغیرہ کہنا اور ان القاب کو یاد نہ کرنا جرم ہے کہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تم حکومت کے عطا کئے ہوئے ان خطابات سے ناراض ہو تو جس ذات عالی کو رب کی طرف سے نبی رسول کا خطاب ملے اس کو ان القاب کے علاوہ بھائی وغیرہ کہنا جرم ہے۔

(۴) خود پروردگار عالم نے قرآن کریم میں حضور علیہ السلام کو یا محمد یا خاموشین کہہ کر نہ پکارا بلکہ یا ایها النبی یا ایها الرسول، یا ایها المزمل، یا ایها المدثر وغیرہ وغیرہ پیارے القاب سے پکارا حالانکہ وہ رب ہے تو ہم غلاموں کو کیا حق ہے کہ ان کو بشر یا بھائی کہہ کر پکاریں۔

(۵) قرآن کریم نے کفار مکہ کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ وہ انبیاء کو بشر کہتے تھے۔

قالوا ما انتم الا بشر مثلنا۔

ترجمہ: کافر بولے نہیں ہو تم مگر ہم جیسے بشر۔

(پارہ۲۲سورہ۳۲آیت نمبر۱۵)

ولئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذا لخسرون۔

ترجمہ: اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی پیروی کی تو تم نقصان والے ہو وغیرہ وغیرہ۔

(پارہ۱۸سورہ۲۳آیت نمبر۱۵)

اس قسم کی بہت سی آیات ہیں اسی طرح مساوات بتانا یا انبیاء کرام کی شان گھٹانا طریقہ ابلیس ہے کہ اس نے کہا۔

خلقتنی من نار وخلقته من طین۔

ترجمہ: خدایا تو نے مجھے آگ سے اور ان کو مٹی سے پیدا فرمایا۔

مطلب یہ کہ میں ان سے افضل ہوں اسی طرح اب یہ کہنا کہ ہم میں اور پیغمبروں میں کیا فرق ہے۔ ہم بھی بشر وہ بھی بشر بلکہ ہم زندہ وہ مردے یہ سب ابلیسی کلام ہے۔

دوسرا باب

مسئلہ بشریت پر اعتراضات کے بیان میں

اعتراض (۱)......قرآن فرماتا ہے۔

قل انما انا بشر مثلکم۔

ترجمہ: اے محبوب فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔

(پارہ۲۴سورہ۴۱آیت نمبر۶)

اس آیت قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ حضور بھی ہماری طرح بشر ہیں اگر نہیں تو آیت معاذ اللہ جھوٹی ہو جاوے گی۔

جواب:۔ اس آیت میں چند طرح غور کرنا لازم ہے ایک یہ کہ فرمایا گیا ہے قل اے محبوب آپ فرمادو۔ تو یہ کلمہ فرمانے کی صرف حضور علیہ السلام کو اجازت ہے کہ آپ بطور انکسار و تواضع فرمادیں یہ نہیں کہ قولوا انما هو بشر مثلنا اے لوگو تم کہا کرو کہ حضور علیہ السلام ہم جیسے بشر ہیں۔ بلکہ قل میں اس جانب اشارہ ہے کہ بشر وغیرہ کلمات تم کہہ دو ہم تو نہ کہیں گے ہم تو فرمائیں گے شاهدا ومبشرا ونذیرا و داعیا الی الله باذنه وسراجا منیرا (پارہ۲۲سورہ۳۳آیت نمبر۴۵،۴۶) ہم تو فرمائیں گے یا ایها المزمل یا ایها المدثر وغیرہ ہم تو آپ کی شان بڑھائیں گے آپ انکساراً یہ فرما سکتے ہیں۔ نیز اس آیت میں کفار سے خطاب ہے چونکہ ہر چیز اپنی غیر جنس سے نفرت کرتی ہے لہذا فرمایا گیا کہ اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس میں سے ہوں یعنی بشر ہوں۔ شکاری جانوروں کی سی آوازیں نکال کر شکار کرتا ہے۔ اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود ہے اگر دیوبندی بھی کفار میں سے ہی ہیں تو ان سے بھی یہ خطاب ہو سکتا ہے ہم مسلمانوں سے فرمایا گیا انکم مثلی طوطے کے سامنے آئینہ رکھ کر پیچھے کھڑے ہو کر بولتے ہیں تا کہ طوطا اپنا عکس آئینہ میں دیکھ کر سمجھے کہ یہ میرے جنس کی آواز ہے انبیائے کرام رب کا آئینہ ہیں آواز و زبان ان کی ہوتی ہے اور کلام رب کا۔ گفت من آئینہ مشغول دوست۔ یہ عکس کا لحاظ ہے دوسرے اس طرح کہ مثلکم پر آیت ختم نہ ہوئی بلکہ آگے آ رہا ہے۔ یوحی الی یوحی الی کی قید ایسی ہے جیسے ہم کہیں کہ زید دیگر حیوانات کی طرح حیوان ہے مگر ناطق ہے تو ناطق کی قید نے زید اور دیگر حیوانات میں ذاتی فرق پیدا کر دیا کہ اس قید سے زید تو اشرف

المخلوقات انسان ہوا۔ اور دوسرے حیوانات اور شئے اسی طرح وحی کی صفت نے نبی اور امتی میں بہت بڑا فرق بتادیا۔ حیوان اور انسان میں صرف ایک درجہ کا فرق ہے مگر بشریت اور شان مصطفوی میں ۲۷ درجہ کا فرق ہے اولاً بشر پھر شہید پھر متقی پھر ولی پھر ابدال پھر اوتار پھر قطب پھر غوث الاعظم پھر تابعی پھر صحابی پھر مہاجر پھر صدیق پھر نبی پھر رحمۃ للعالمین وغیرہ یہ ۲۷ مراتب کا اجمالی ذکر ہے۔ تفصیل دیکھنا ہو تو ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں ملاحظہ کرو۔ تو عام بشر اور مصطفیٰ علیہ السلام میں شرکت کیسی؟ یہ شرکت تو ایسی بھی نہیں جیسی کہ جنس عالی یا کسی عرض عام کے افراد کو انسان سے ہے یہ تو ایسا ہوا کہ کوئی کہے اللہ ہماری موجودیت اور رب کی موجودیت میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ ایسے ہی ہماری بشریت اور محبوب علیہ السلام کی بشریت میں کوئی نسبت نہیں مولانا مثنوی میں فرماتے ہیں۔☆

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر بہر حق سوئے غریباں یک نظر

حضور علیہ السلام کی بشریت ہزار ہا جبریلی حیثیت سے اعلیٰ ہے۔

حاشیہ......☆

امام مسلم بن حجاج متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنی زهیر بن حرب قال انا جریر عن منصور عن هلال بن یساف عن ابی یحیی عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قال حدثت ان رسول اللہ ﷺ قال صلوۃ الرجل قاعداً نصف الصلوۃ قال فاتیته فوجدته یصلی جالسا فوضعت یدی علی راسه فقال مالك یا عبداللہ بن عمر وقلت حدثت یارسول اللہ ﷺ انك قلت صلوۃ الرجل قاعداً علی نصف الصلوۃ وانت تصلی قاعداً قال اجل ولکنی لست کاحد منکم۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث سنی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا اجر ہوتا ہے ایک دن میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر اقدس پر رکھا آپ ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمر کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا اجر ہوتا ہے حالانکہ آپ خود بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے فرمایا ہاں لیکن میں تم سے کسی ایک کی مثل بھی نہیں ہوں۔

(صحیح مسلم باب جواز النافلۃ قائما وقاعداً وفعل بعد قائمۃ وبعضہا قاعداج اص ۵۰۷ رقم الحدیث ۷۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی باب صلاۃ التطوع قاعداً کصلاۃ قائما وان لم تکن بہ علۃ ج ۷ ص ۹۲ رقم الحدیث ۱۳۶۶۲ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عائشة قالت کان رسول اللہ ﷺ امرهم من الاعمال بما یطیقون قالوا انا لسنا کهیئتك یارسول اللہ ﷺ......

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان اعمال کا ارشاد فرماتے ہیں جو لوگ طاقت رکھتے ہیں صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم آپ کی طرح نہیں ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب بدء الوحی باب قول النبی ﷺ انا اعلمکم باللہ وان المعرفۃ ارنخ ج اص ۱۶ رقم الحدیث ۲۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن انس عن النبی ﷺ قال لاتواصلو قالوا انك تواصل قال لست کاحد منکم قال انی اطعم واسقی او انی ابیت اطعم واسقی۔

تیسرے اس طرح کہ قرآن کریم میں ہے۔ مثل نوره کمشکوة فیها مصباح (پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۵) رب کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں ایک چراغ ہے۔ اس آیت میں بھی کلمہ مثل ہے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ نور خدا چراغ کی طرح روشنی ہے اسی طرح قرآن میں ہے۔

وما من دآبة فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیه الا امم امثالکم۔

ترجمہ: نہیں ہے کوئی جانور زمین میں نہ کوئی پرندہ جو اپنے بازوؤں سے اڑتا ہو مگر وہ تمہاری طرح امتیں ہیں۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۳۸)

یہاں بھی کلمہ امثال موجود ہے تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ ہر انسان گدھے الو جیسا ہے ہرگز نہیں نیز انما کا حصر اضافی ہے نہ کہ حقیقی یعنی میں نہ خدا ہوں نہ خدا کا بیٹا بلکہ تمہاری طرح خالص بندہ ہوں جیسے ہاروت ماروت کا کہنا انما نحن فتنة۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۳۸)

چوتھے اس طرح کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام ایمان عبادات معاملات غرضیکہ کسی شے میں ہم جیسے نہیں ہر بات میں فرق عظیم ہے۔ (۱) حضور علیہ السلام کا کلمہ ہے انا رسول اللہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر ہم یہ کہیں تو کافر ہو جاویں۔
(۲) حضور علیہ السلام کا ایمان دیکھی ہوئی چیزوں پر کہ رب کو جنت و دوزخ کو ملاحظہ فرمالیا۔ ہمارا ایمان سنا ہوا ہے (۳) ہمارے لئے

حاشیہ......☆

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا وصلی روزے نہ رکھو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضور آپ وصلی روزہ رکھتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا میں تم سے کسی ایک کی مثل بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا میں کھلایا جاتا ہوں اور پلایا جاتا ہوں یا فرمایا بے شک میں رات گزارتا ہوں کھلایا جاتا ہوں اور پلایا جاتا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الصیام باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام الخ ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۸۶۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الترمذی باب ماجاء فی کراھیة الوصال للصائم قال ابوعیسیٰ حدیث انس حدیث حسن صحیح ج ۳ ص ۱۴۸ رقم الحدیث ۷۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی روایت کی مثل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

قال انی لست مثلکم۔

ترجمہ: فرمایا بے شک میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الصیام باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام الخ ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۸۶۱ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۲۳۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

انی لست کھئیتکم۔

ترجمہ: فرمایا بے شک میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الصیام باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام الخ ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۸۶۲ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۷ رقم الحدیث ۲۳۶۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح یہ الفاظ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الصیام باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام الخ ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۸۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

ارکان اسلام پانچ حضور علیہ السلام کے لئے چار یعنی آپ پر زکوۃ فرض نہیں۔ دیکھو شامی شروع کتاب الزکوۃ۔ (۵) ہم پر پانچ نمازیں فرض حضور علیہ السلام پر چھ یعنی تہجد بھی فرض ومن اللیل فتهجد به نافلته لك (۵) ہم کو چار بیویوں کی اجازت حضور علیہ السلام کے لئے کوئی پابندی نہیں جس قدر چاہیں۔ (۶) ہماری بیویاں ہمارے مرنے کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہیں۔ مگر حضور علیہ السلام کی ازواج پاک سب مسلمانوں کی مائیں وازواجـــه امهـــاتهـم (پارہ ۲۱ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۶) کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں ولاتنكحوا ازواجه من بعده ابداً (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۵۳) ہمارے بعد ہماری میراث تقسیم ہو حضور کی میراث نہ بٹے (۸) ہمارا پیشاب پائخانہ ناپاک۔ حضور علیہ السلام کے فضلات شریفہ امت کے لئے پاک (دیکھو شامی باب الانجاس) مرقات باب احکام المیاہ فصل اول میں ہے ومن ثم اختار كثير من اصحابنا طهارة فضلاته اسی مرقاۃ باب الستر کے شروع میں ہے۔ ولذا حجمه ابو طيبة فشرب دمه اسی طرح مدارج النبوۃ میں جلد اول وصل عرق شریف صفحہ ۲۵ میں بھی ہے۔ ☆

حاشیہ..... ☆

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

قال وايكم مثلي۔

ترجمہ: سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا تم میں سے میری مثل کون ہے؟

(صحیح البخاری کتاب الصیام باب التنکیل لمن اکثر الوصال الخ ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۸۶۴ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

☆ امام محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرني مخلد بن جعفر ثنا محمد بن جرير ثنا موسى بن عبدالرحمن المسروقي ثنا ابراهيم بن سعد ثنا المنهال بن عبيدالله عمن ذكره عن ليلى مولاة عائشه رضي الله عنها قالت دخل رسول الله ﷺ لقضاء حاجته فدخلت فلم ار شيئا ووجدت ريح المسك فقلت يارسول الله ﷺ انى لم ار شئيا قال ان الارض امرت ان تكيفه منا معاشر الانبياء۔

ترجمہ: ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کے لیے (بیت الخلاء میں) گئے پھر میں گئی تو میں نے وہاں جا کر کوئی چیز نہیں دیکھی اور مجھے وہاں مشک کی خوشبو آرہی تھی میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے وہاں کوئی چیز نہیں دیکھی آپ ﷺ نے فرمایا بے شک زمین کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت سے جو کچھ نکلے اس کو ڈھانپ لے۔

(مستدرک للحاکم ج ۴ ص ۸۱ رقم الحدیث ۶۹۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ ص ۴۴۳ مطبوعہ دار النفائس بیروت)

امام محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا احمد بن كامل القاضي ثنا عبدالله بن روح المدايني ثنا شبابة ثنا ابو مالك النخعي عن الاسود بن قيس عن نبيح العنزى عن ام ايمن رضي الله عنها قالت قام النبي ﷺ من الليل الى فخارة من جانب البيت فبال فيها فقمت من الليل وانا عطشى فشربت من في الفخارة وانا لا اشعر فلما اصبح النبي ﷺ قال يا ام ايمن قومي الى تلك الفخارة فاهريقي ما فيها قلت قد والله شربت ما فيها قال فضحك رسول الله ﷺ حتى بدت نواجذه ثم قال اما انك لا يفجع بطنك بعده ابدا۔

ترجمہ: حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھر کی ایک جانب میں مٹی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا آپ ﷺ رات کو اٹھ کر اس میں پیشاب کرتے تھے ایک رات میں اٹھی مجھے پیاس لگ رہی تھی میں نے اس برتن سے پی لیا اور مجھے پتا

حاشیہ.....☆

نہیں چلا (کہ یہ پیشاب ہے) جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ام ایمن! اس مٹی کے برتن کو اٹھاؤ اور اس میں جو کچھ ہے اس کو پھینک دو میں نے کہا اللہ کی قسم! اس میں جو کچھ ہے اس کو میں نے پی لیا رسول اللہ ﷺ ہنسے حتی کہ آپ کی داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں پھر آپ نے فرمایا سنو! اس کے بعد کبھی تمہارے پیٹ میں درد نہیں ہوگا۔

(مستدرک للحاکم ج ۴ ص ۷۰ رقم الحدیث ۶۹۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۴ ص ۳۰۷ رقم الحدیث ۱۰۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۸ ص ۲۷۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۵ ص ۸۹ رقم الحدیث ۲۳۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (جمع الجوامع رقم الحدیث ۲۷۵۴۹)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۷۸ رقم الحدیث ۳۲۲۵۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ ص ۳۴۴ مطبوعہ دار النفائس بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

دو عورتوں نے لکڑی کے پیالہ سے آپ کا پیشاب پیا ایک کی کنیت ام ایمن تھی اور دوسری کی کنیت ام یوسف تھی جب ام یوسف نے آپ کا پیشاب پی لیا تو آپ نے فرمایا تم صحت مند رہو گی سو وہ تاحیات بیمار نہیں ہوئیں۔

قال صحة یا ام یوسف و کانت تکنی ام یوسف فما مرضت قط حتی کان مرضها الذی ماتت فیه۔

(تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۳۲ رقم الحدیث ۱۹ مطبوعہ المدینۃ المنورۃ)

حافظ سلیمان بن احمد ابو القاسم طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله بن احمد بن حنبل ثنا یحیی بن معین ثنا حجاج بن محمد عن جریج عن حکیمة بنت امیمة عن امها امیمة قالت کان النبی ﷺ قدح من عیدان یبول فیه ویضعه تحت سریره فقام فطلب فلم یجده فسال فقال این القدح قالوا شربته برة خادم ام سلمة التی قدمت معها من ارض الحبشة فقال النبی ﷺ لقد احتظرت من النار بحظار بهیسة۔

ترجمہ: حکیمہ بنت امیمہ بنت رفیقہ اپنی ماں رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا جس میں آپ پیشاب کرتے تھے اور اس کو اپنے تخت کے نیچے رکھتے تھے آپ نے اس میں پیشاب کیا پھر آپ آئے تو دیکھا کہ اس پیالہ میں کوئی چیز نہیں تھی ایک خاتون جن کا نام برکہ تھا جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھی اور ان کے ساتھ سرزمین حبشہ سے آئی تھی آپ نے ان سے پوچھا وہ پیشاب کہاں ہے جو اس پیالہ میں تھا؟ انہوں نے کہا میں نے اس کو پی لیا آپ نے فرمایا تم پر دوزخ کی آگ منع کر دی گئی ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۲۰۵۔۲۰۶ رقم الحدیث ۵۲۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۷۸ رقم الحدیث ۵۲۰۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی باب ترک الانکار علی من شرب بولہ ودمہ ج ۷ ص ۶۷ رقم الحدیث ۱۳۱۸۴ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۸ ص ۲۷۱ قال الهیثمی رواه الطبرانی ورجاله رجال عبدالله بن احمد بن حنبل وحکیمة وکلاهما ثقة مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الاستیعاب لابن عبدالبر ج ۴ ص ۲۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں۔

عن عبدالله بن الزبیر انه اتی النبی ﷺ وهو یحتجم فلما فرغ قال یا عبدالله اذهب بهذا الدم فاهرقه حیث لا یراه احد فلما برزت عن رسول الله ﷺ عمدت الی الدم فحسوته فلما رجعت الی النبی ﷺ قال ما صنعت یا عبدالله قال جعلته فی مکان ظننت انه خاف عن الناس قال لعلك شربته قال نعم قال ومن امرك ان تشرب الدم ویل لك من الناس وویل للناس معك۔ رواه الطبرانی والبزار باختصار ورجال البزار رجال الصحیح غیر هند بن القاسم وهو ثقة۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے درآں حالیکہ آپ فصد لگوا رہے تھے

حاشیہ......☆

جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا یہ خون لے جاؤ اور اس کو ایسی جگہ ڈال دو جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے جب میں رسول اللہ ﷺ سے اوجھل ہوا تو میں نے اس خون کو چاٹ لیا جب میں واپس آیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ تم نے کیا کیا انہوں نے کہا میں نے اس کو ایسی جگہ رکھ دیا کہ میرا گمان ہے اس کو کوئی نہیں دیکھے گا آپ نے فرمایا شاید تم نے اس کو پی لیا ہے انہوں نے کہا ہاں آپ ﷺ نے فرمایا تم سے خون پینے کے لیے کس نے کہا تھا تم پر افسوس لوگوں کی طرف سے اور لوگوں کو افسوس ہو تمہاری طرف سے اس حدیث کو طبرانی نے اور امام بزار نے اختصار سے روایت کیا ہے ہند بن قاسم کے سوا بزار کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں اور وہ بھی ثقہ ہے۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۸ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی باب ترک الانکار علی من شرب بولہ ودمہ ج ۷ ص ۶۷ رقم الحدیث ۱۳۱۸۵ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳۰ ص ۱۳۵ رقم الحدیث ۶۲۲۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ سلیمان بن احمد ابو القاسم طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا علي بن عبدالعزيز ثنا ابراهيم بن حمزة الزبيري حدثنا اسماعيل بن الحسن الخفاف المصري ثنا احمد بن صالح انا محمد بن اسماعيل بن ابي فديك عن برية عن بن عمر بن سفينة مولى رسول الله ﷺ عن ابيه عن جده قال احتجم فقال خذ هذا الدم فادفنه من الدواب والطير والناس فتغيبت فشربته ثم ذكرت ذلك له فحضك۔

ترجمہ: بریہ بن عمر بن سفینہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فصد لگائی آپ ﷺ نے فرمایا یہ خون لے جاؤ اور اس کو چوپایوں پرندوں اور لوگوں سے چھپا کر دفن کرو میں نے اس کو چھپ کر پی لیا پھر میں نے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ ہنسے۔

(طبرانی کبیر ج ۷ ص ۸۱ رقم الحدیث ۶۴۳۴ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (سنن الکبریٰ للبیہقی باب ترک الانکار علی من شرب بولہ ودمہ ج ۷ ص ۶۷ رقم الحدیث ۱۳۱۸۶ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں۔

عن ابي سعيد الخدري ان اباه مالك بن سنان لما اصيب رسول الله ﷺ في وجهه يوم احد مص دم رسول الله ﷺ وازدرده فقيل له اتشرب الدم فقال نعم اشرب دم رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ خالط دمي دمه لا تمسه النار رواه الطبراني في الاوسط ولم ارفي اسناده من اجمع على ضعفه۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا تو ان کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا خون مبارک چوس کر نگل لیا ان سے کہا گیا کہ تم خون پی رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں میں حضور ﷺ کے زخم کا خون مبارک پی رہا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا اس کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا ہے اب اس کو آگ نہیں چھوئے گی۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے جس کے ضعف پر اتفاق ہو۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

محدث کبیر امام بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ نبی کریم ﷺ کا پیشاب اور آپ کے تمام فضلات طاہر ہیں۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۱۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

كانت تفركه من ثوبه ﷺ لا مكان ان يقال له منيه طاهر فلا يقاس على خيره والحق ان حكمة حكم جميع المكلفين في الاحكام التكليفه الا فيما خص بدليل قد تكاثرت الادله على طهارة فضلاته وعد الائمة ذلك في خصائصه فلا يلتفت الى ما وقع في كتب كثير من الشافعية مما يخالف ذلك فقد

یہ شرعی احکام میں فرق بتائے گئے ورنہ لاکھوں امور میں فرق عظیم ہے۔ہم کو اس ذات کریم سے کوئی نسبت ہی نہیں یوں سمجھو کہ بے مثل خالق کے بے مثل بندے ہیں۔

بے مثلی حق کے مظہر ہو پھر مثل تمہارا کیونکر ہو

نہیں کوئی تمہارا ہم رتبہ نہ کوئی تمہارا ہم پایا

اس قدر فرق عظیم کے ہوتے ہوئے مثلیت کے کیا معنی۔

پانچویں اس طرح کہ اس آیت میں ہے **بشر مثلکم** یہ نہیں ہے کہ انسان مثلکم بشر کے معنے ہیں ذو بشرہ۔یعنی ظاہری چہرے مہرہ والا۔بشرہ کہتے ہیں ظاہر کھال کو۔تو معنی یہ ہوئے کہ میں ظاہر رنگ و روپ میں تم جیسا معلوم ہوتا ہوں کہ اعضائے بدن دیکھنے میں یکساں معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے یوحی الی (پارہ ۲۴ سورہ ۴۱ آیت نمبر ۶) ہم صاحب روحی ہیں یہ گفتگو بھی فقط ظاہری طور پر ہے۔ورنہ ہمارے ظاہری اعضاء کو حضور علیہ السلام کے اعضاء مبارکہ سے کوئی نسبت نہیں۔قدرت الٰہی تو دیکھو کہ منہ کا لعاب شریف کھاری کنویں میں پڑے پانی کو میٹھا کردے۔حدیبیہ کے خشک کوئیں میں پڑ جاوے تو پانی پیدا کردے حضرت جابر کی ہانڈی میں پڑ کر شوربا اور بوٹیاں بڑھادے۔آٹے میں پڑے تو آٹے میں برکت دے صدیق کے پاؤں میں پہنچ کر سانپ کے زہر کو دفع کرے۔عبداللہ ابن عتیک کے ٹوٹے ہوئے پاؤں میں پہنچ کر ہڈی جوڑ دے۔حضرت علی کی دکھتی ہوئی آنکھ سے لگے تو کحل الجواہر کا کام دے۔آج ہزار روپیہ کی دوا بھی اس قدر اثر نہیں رکھتی۔اگر سر پاک سے قدم پاک تک ہر عضو شریف کی برکات دیکھنا ہیں تو ہماری کتاب شان حبیب الرحمان کا مطالعہ کرو۔ہمارے ہر عضو کا سایہ حضور کے کسی عضو کا سایہ نہیں پسینہ پاک میں مشک وعنبر سے بہتر خوشبو ﷺ۔

چھٹے اس طرح کہ شیخ عبدالحق مدارج النبوۃ جلد اول باب سوم وصل ازالہ شبہات میں فرماتے ہیں و در حقیقت متشابہات اند علماء آں را معانی لائقہ تاویلات رائقہ کردہ راجع بحق ساختہ اند۔یہ آیات حقیقت میں متشابہات ہیں کہ علماء نے ان کے مناسب معانی اور بہتر تاویلیں کر کے حق کی طرف پھیرا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح **ید اللہ فوق ایدیھم** (پارہ ۲۶ سورہ ۴۸ آیت نمبر ۱۰) **یا مثل نورہ کمشکوۃ** (پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۵) وغیرہ آیات جو بظاہر شان خداوندی کے خلاف معلوم ہوتی ہے وہ متشابہات ہیں۔اسی طرح انما بشر وغیرہ وہ آیات جو بظاہر شان مصطفیٰ کے خلاف ہیں متشابہات ہیں لہذا ان کے ظاہر سے دلیل پکڑنا غلط ہے۔

حاشیہ......☆

استقر الامر بین ائمتھم علی القول بالطھارۃ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں سے منی کھرچ دیتی تھیں اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی منی طاہر تھی اور اس پر دوسروں کی منی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا اور حق یہ ہے کہ احکام تکلیفیہ میں آپ کا حکم باقی مکلفین کی طرح ہے ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت کسی دلیل سے ثابت ہے اور آپ کے فضلات کی طہارت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کے خصائص میں شمار کیا ہے اور بہت سی کتب میں اس کے خلاف جو لکھا ہے اس کی طرف بالکل التفات نہ کیا جائے کیونکہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کے فضلات طاہر ہیں۔

(فتح الباری قولہ باب الماء ای حکم الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان الخ ج ا ص ۲۷۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

ساتویں اس طرح کے روزہ وصال کے بارے میں حضور نے فرمایا ایکم مثلی تم میں ہم جیسا کون ہے؟ بیٹھ کر نفل پڑھنے کے بارے میں فرمایا لکنی لست کاحد منکم لیکن ہم تمہاری طرح نہیں۔ صحابہ کرام نے بہت موقعوں پر فرمایا اینا مثلہ ہم میں حضور علیہ السلام کی طرح کون ہے؟ احادیث تو فرما رہی ہیں کہ حضور علیہ السلام ہم جیسے نہیں اور اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم جیسے ہی ہیں ان میں مطابقت کرنا ضروری ہے وہ اسی طرح ہوسکتی ہے کہ آیت میں تاویل کی جاوے۔

آٹھویں اس طرح کہ تفسیر روح البیان سورہ مریم میں کھیعص کے ماتحت ہے کہ حضور علیہ السلام کی تین صورتیں ہیں۔ صورت بشری، صورت حقی، صورت ملکی بشریت کا ذکر انما انا بشر (پارہ ۲۴ سورہ ۴۱ آیت نمبر ۸) حقی کا ذکر ہوا۔ من رانی فقد رای الحق جس نے ہم کو دیکھا حق کو دیکھا صورت ملکی کا ذکر فرمایا لی مع اللہ وقت لایسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل بعض وقت ہم کو اللہ سے وہ قرب ہوتا ہے کہ نہ اس میں مقرب فرشتہ کی گنجائش ہے نہ مرسل نبی کی۔ معراج میں سدرہ پہنچ کر طاقت جبریلی ختم ہوگئی۔ مگر حضور علیہ السلام کی بشری طاقت کی ابھی ابتداء نہ تھی اس آیت میں محض ایک صورت کا ذکر ہے۔

نویں اس طرح کہ بشر مثلکم میں یہ تو فرمایا کہ ہم تم جیسے بشر ہیں یہ نہ فرمایا کہ کس وصف میں تم جیسے ہیں یعنی جس طرح تم محض بندے ہو۔ نہ خدا کے بیٹے نہ خدا کی صفات سے موصوف اسی طرح میں عبداللہ ہوں نہ اللہ ہوں۔ نہ ابن عبداللہ ہوں عیسائیوں نے چند معجزات دیکھ کر عیسیٰ علیہ السلام کو ابن عبداللہ کہہ دیا۔ تم ہمارے صدہا معجزات دیکھ کر نہ کہہ دینا بلکہ کہنا عبداللہ ورسولہ۔

تفسیر کبیر شروع پارہ ۱۲ ازیر آیت فقال الملاء الذین کفروا (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۲۷) قصہ نوح میں ہے کہ نبی بشر اس لئے ہوتے ہیں کہ اگر فرشتہ ہوتے تو لوگ ان کے معجزات کو ان کی ملکی طاقت پر محمول کر لیتے۔ آپ جب بشر ہو کر یہ معجزات دکھاتے ہیں تو ان کا کمال معلوم ہوتا ہے غرضیکہ انبیاء کی بشریت ان کا کمال ہے لہٰذا آیت کا مقصود یہ ہوا کہ ہم تم جیسے بشر ہو کر ایسے کمالات دکھاتے ہیں تم تو دکھادو۔

دسویں اس طرح کہ بہت سے الفاظ وہ ہیں جو پیغمبر اپنے لئے استعمال فرماسکتے ہیں اور وہ ان کا کمال ہے دوسرا کوئی ان کی شان میں یہ کہے تو گستاخی ہے دیکھو آدم علیہ السلام نے عرض کیا ربنا ظلمنا انفسنا (پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۲۳) یونس علیہ السلام نے رب سے عرض کیا انی کنت من الظلمین (پارہ ۱۷ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۸۷) موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا فعلتھا اذا و انا من الضآلین (پارہ ۱۹ سورہ ۲۶ آیت نمبر ۲۰) لیکن کوئی دوسرا اگر ان حضرات کو ظالم یا ضال کہے تو ایمان سے خارج ہوگا۔ اسی طرح بشر کا لفظ بھی ہے۔

اعتراض (۲)......حضور علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا واکرموا اخاکم تم اپنے بھائی کا (ہمارا) احترام کرو جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہمارے بھائی ہیں۔ مگر بڑے بھائی ہیں نہ کہ چھوٹے۔

اعتراض (۳)......قرآن فرماتا ہے۔

والی مدین اخاھم شعیبا والی ثمود اخاھم صلحا والی عاد اخاھم ھوداً۔

ترجمہ: ان آیات میں رب نے انبیائے کرام کو مدین ثمود اور عاد کا بھائی فرمایا معلوم ہوا کہ انبیاء امتیوں کے بھائی ہوتے ہیں۔
(پارہ ۸ سورہ ۷)

جواب: حضور علیہ السلام نے اپنے کرم کریمانہ سے بطور تواضع وانکسار فرمایا اخاکم اس فرمانے سے ہم کو بھائی کہنے کی اجازت کیسے ملی ایک بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ لوگوں کا خادم ہوں تو رعایا کو حق نہیں کہ بادشاہ کو خادم کہہ کر پکارے۔ اسی طرح رب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شعیب وصالح وہود علیہم السلام مدین اور ثمود اور عاد قوموں میں سے تھے کسی اور قوم کے نہ تھے۔ یہ بتانے کے لئے اخاھم فرمایا یہ کہاں فرمایا کہ ان کی قوم والوں کو بھائی کہنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اور ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ انبیائے کرام کو

برابری کے القاب سے پکارنا حرام ہے اور لفظ بھائی برابری کا لفظ ہے۔ باپ بھی گوارہ نہیں کرتا کہ اس کا بیٹا اس کو بھائی کہے۔

اعتراض (۴)......قرآن کہتا ہے۔ انما المومنون اخوۃ (پارہ ۲۶ سورہ ۴۹ آیت نمبر ۱۰) مسلمان آپس میں بھائی ہیں اور حضور علیہ السلام بھی مومن ہیں لہذا آپ بھی ہم مسلمانوں کے بھائی ہوئے تو حضور علیہ السلام کو کیوں نہ بھائی کہا جاوے۔

جواب: ۔ پھر تو خدا کو بھی اپنا بھائی کہو کیونکہ وہ بھی مومن ہے قرآن میں ہے الملک القدوس السلام المومن (پارہ ۲۸ سورہ ۵۹ آیت نمبر ۲۳) اور ہر مومن آپس میں بھائی ہے۔ لہذا خدا بھی مسلمانوں کا بھائی معاذ اللہ۔ نیز بھائی کی بیوی بھابی ہوتی ہے اور اس سے نکاح حلال اور نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں ان سے نکاح کرنا حرام ہے (قرآن کریم) لہذا نبی ہمارے لئے مثل والد ہوئے والد کی بیوی ماں ہے نہ کہ بھائی کی۔ جناب ہم تو مومن ہیں۔ اور حضور علیہ السلام عین ایمان ہیں۔ قصیدہ بردہ شریف میں ہے۔

فالصدق فی الغار و الصدیق لم یریا — یعنی غار ثور میں صدق بھی تھا صدیق بھی تھے۔

حضور علیہ السلام اور عام مومنین میں صرف لفظ مومن کا اشتراک ہے جیسے رب اور عام مومنین میں نہ کہ حقیقت میں ہم اور طرح کے مومن ہیں اس کی تفصیل ہم جواب نمبر ۱ میں بیان کر چکے ہیں۔

اعتراض (۵)......حضور علیہ السلام اولاد آدم ہیں ہماری طرح کھاتے پیتے سوتے جاگتے اور زندگی گزارتے ہیں بیمار ہوتے ہیں موت آتی ہے اتنی باتوں میں شرکت ہوتے ہوئے ان کو بشر یا اپنا بھائی کیوں نہ کہا جاوے۔

جواب: ۔ اس کا فیصلہ مثنوی میں خوب فرمادیا ہے۔

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر — ما و ایشاں بستہ خوابیم در خورد!
ایں نہ دانستند ایشاں از عمی — ہست فرقے درمیاں بے انتہا
ہر دو یک گل خورد وزنبور و نحل — زاں یکے شد نیش زاں دیگر عسل
ہر دو گوں آہو گیا خورد ند و آب — زیں یکے سرگیں شد و زاں مشک ناب
ایں خورد گرد و پلیدی زیں جدا — واں خورد گرد وہمہ نور خدا

کفار نے کہا ہم اور پیغمبر بشر ہیں کیونکہ ہم اور وہ دونوں کھانے سونے میں وابستہ ہیں اندھوں نے یہ نہ جانا کہ ان انجام میں بہت بڑا فرق ہے۔ بھڑ اور شہد کی مکھی ایک ہی پھول چوستی ہے مگر اس سے زہر اور اس سے شہد بنتا ہے۔ دونوں ہرن ایک ہی دانہ پانی کھاتے ہیں۔ مگر ایک سے پاخانہ اور دوسرے سے مشک بنتا ہے۔ یہ جو کھاتا ہے اس سے پلیدی بنتی ہے نبی کے کھانے سے نور خدا ہوتا ہے۔

یہ سوال تو ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ میری کتاب اور قرآن یکساں ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی روشنائی سے ایک کاغذ پر ایک ہی قلم سے لکھی گئیں۔ ایک ہی قسم کے حروف جہجی سے دونوں بنیں ایک ہی پریس میں چھپیں۔ ایک ہی جلد ساز نے جلد باندھی۔ ایک ہی الماری میں رکھی گئیں پھر ان میں فرق ہی کیا ہے۔ مگر کوئی بیوقوف بھی نہیں کہے گا کہ ان ظاہری باتوں سے ہماری کتاب قرآن کی طرح ہوگئی تو ہم صاحب قرآن کی مثل کس طرح ہو سکتے ہیں؟ یہ نہ دیکھا کہ حضور کا کلمہ پڑھا جاتا ہے ان کو معراج ہوئی ان کو نماز میں سلام کرتے ہیں ان پر درود بھیجتے ہیں۔ تمام انبیاء و اولیاء ان کے خدام بارگاہ ہیں۔ یہ اوصاف ماوشا تو کیا ملائکہ کو بھی نہ ملے۔

محمد بشر لا کالبشر — یاقوت حجر لا کالحجر
حضور علیہ السلام بشر ہیں عام بشر نہیں — یاقوت پتھر ہے مگر عام پتھر نہیں

بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ اگر حضور کو بشر کہنا حرام ہے تو چاہیے کہ انسان یا عبد کہنا بھی حرام ہو کہ ان سب کے معنی قریب قریب ہے پھر تم کلمہ میں عبدہ ورسولہ کیوں کہتے ہو؟

جواب:۔ یہ ہے کہ لفظ بشر کفار بہ نیت اہانت کہتے تھے اور نبی کو رب نے انسان یا عبد بطور تعظیم فرمایا خلق الانسان علمه البیان (پارہ ۲۷ سورہ ۵۵ آیت نمبر ۳،۴) اور اسری بعبده لیلاً (پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۱) لہٰذا یہ الفاظ تعظیماً کہنا جائز ہیں اور بشر کہنا حرام ہے جیسے راعنا اور انظرنا ہم معنی ہیں۔ مگر راعنا کہنا حرام ہے کہ طریقہ کفار ہے۔

ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا:

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر ــــــ او سراپا انتظار او منتظر

حضور کی عبدیت سے رب کی شان ظاہر ہوتی ہے اور رب کی عظمت سے ہماری عبدیت چمکی وزیر بھی شاہی خادم ہے اور سپاہی بھی مگر وزیر سے بادشاہ کی شان کا ظہور اور شاہی نوکری سے سپاہی کی عزت۔

اعتراض (۶)......شمائل ترمذی میں حضرت صدیقہ کی روایت ہے کہ فرماتی ہیں کان بشر من البشر حضور علیہ السلام بشروں میں سے ایک بشر تھے۔ اسی طرح جب حضور علیہ السلام عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت سے مشرف فرمانا چاہا۔ تو صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں آپ کا بھائی ہوں کیا میری دختر آپ کا حلال ہے۔ دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بشر کہا اور صدیق نے اپنے کو حضور کا بھائی بتایا۔

جواب:۔ بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں نبی علیہ السلام کو یہ کہنا حرام ہے عقیدہ کے بیان یا دریافت مسائل کے اور احکام ہیں۔ حضرت صدیقہ یا صدیق رضی اللہ عنہما عام گفتگو میں حضور علیہ السلام کو بھائی یا بشر نہ کہتے تھے یہاں ضرورتاً اس کلمہ کو استعمال فرمایا ہے صدیقہ الکبریٰ تو یہ فرما رہی ہیں کہ حضور علیہ السلام کی زندگی پاک نہایت بے تکلفی اور سادگی سے عام مسلمانوں کی طرح گزری کہ اپنا ہر کام اپنے ہاتھ ہی سے انجام دیتے تھے۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر نے مسئلہ دریافت کیا کہ حضور نے مجھے خطاب اخوت سے نوازا ہے کیا اس خطاب پر حقیقی بھائی کے احکام جاری ہونگے یا نہیں؟ اور میری اولاد حضور کو حلال ہوگی یا نہیں؟ ہم بھی عقیدے کے ذکر میں کہتے ہیں کہ نبی بشر ہوتے ہیں۔ حضرت خلیل نے ایک ضرورت پر حضرت سارہ کو فرمادیا ھذا اختی یہ میری بہن ہیں حالانکہ وہ آپ کی بیوی تھیں۔ اس سے لازم نہیں آتا کہ حضرت سارہ اب آپ کو بھائی کہہ کر پکارتیں۔

ہم ان حضرات کا عام محاورہ دکھاتے ہیں۔ سب کو معلوم ہوا ہے کہ حضور علیہ السلام رشتہ میں صدیقہ کے زوج اور سیدنا علی کے بھائی حضرت عباس کے بھائی کی اولاد ہیں۔ مگر یہ حضرات جب بھی روایت حدیث کرتے ہیں تو صدیقہ یہ نہیں فرماتیں کہ میرے زوج نے فرمایا یا حضرت عباس یا حضرت علی رضی اللہ عنہما یہ نہیں کہتے کہ ہمارے بھتیجے یا ہمارے بھائی نے یہ فرمایا۔ سب یہ ہی فرماتے ہیں قال رسول اللہ ﷺ تو جو حضرات رشتہ کے لحاظ سے بھائی ہیں وہ بھی بھائی نہیں کہتے تو ہم کمینوں غلاموں کو کیا حق ہے کہ بھائی کہیں۔

نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم ــــــ زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی است

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب ــــــ ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

جناب شروع اسلام میں تو یہ حکم تھا کہ حضور علیہ السلام سے کچھ عرض کرنا چاہے۔ وہ پہلے کچھ صدقہ دے بعد میں عرض کرے۔ قرآن

فرماتا ہے:

یایھا الذین امنوا اذاناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ۔

ترجمہ: یعنی اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو۔ تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو۔
(پارہ ۲۸ سورہ ۵۸ آیت نمبر ۱۲)

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عمل بھی کیا کہ ایک دینار خیرات کر کے دس مسائل دریافت کئے (تفسیر خازن یہی آیت) پھر یہ حکم اگرچہ منسوخ ہوگیا۔ مگر محبوب علیہ السلام کی عظمت شان کا پتہ لگ گیا کہ نماز میں رب سے ہمکلام ہو تو صرف وضو کرو۔ لیکن حضور علیہ السلام سے عرض معروض کرنا ہو تو صدقہ کرو پھر بھائی کہنا کہاں رہا؟



رسالۂ نور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی من کان نبیاً وادم بین المآء والطین واصحابہ الطاھرین الی یوم الدین۔

جاننا چاہیے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو لاکھوں خصوصی صفات بخشے ویسے ہی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ خصوصیت بھی عطا کی کہ انہیں اپنے نور سے بنایا اور سارے عالم کو ان سے ظاہر فرمایا۔ یعنی انہیں کے سر پر اولیت کا تاج رکھا اور ان ہی کی پیشانی پر آخرت کا سہرا باندھا اور انہی کو آخری نبی بنا کر بھیجا اور انہی کو معراج کی رات میں اگلے سارے پیغمبروں کا امام بنایا۔

نماز اسریٰ میں تھا یہ ہی سر عیاں ہوں معنی اول آخر

کہ دست بستہ ہوں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

تخم درخت سے پہلے ہوتا ہے پھر اسی تخم پر درخت کی تکمیل اور انتہا ہوتی ہے یہ وہ عقیدہ ہے جس پر آج تک سارے کلمہ گو اور اسلام کا دعویٰ کرنے والے متفق رہے خود علمائے دیوبند کا بھی یہ ہی عقیدہ رہا جیسا کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ مگر موجودہ زمانے کے نئے دیوبندی وہابی جہاں حضور کے اور اوصاف خصوصی کے انکاری ہوگئے ہیں جن پر اہل اسلام ناز کرتے تھے۔ وہاں حضور کے نور ہونے کے بھی منکر ہوگئے اب یہ حال ہوگیا ہے کہ حضور کے نور ہونے کے انکار کے لئے جلسے ہو رہے ہیں۔ عام دیوبندی عالموں کے لباس میں دن رات دھواں دھار تقاریر کر رہے ہیں۔ اور گمراہ کن طریقوں سے حضور کی نورانیت کا انکار کر رہے ہیں۔ طریقہ کلام اتنا بدتہذیبی گستاخی کا ہے کہ پتہ نہیں لگتا کہ کوئی سکھ۔ عیسائی۔ آریہ بول رہا ہے یا کلمہ گو مدعی اسلام۔

میں نے حضور ﷺ کا نمک کھایا ہے۔ ان کے نام پلا ہوں۔ ان کے دروازوں کے ٹکڑوں سے گزارہ کر رہا ہوں۔ ان کی غلامی سے عزت ملی ہے۔ نمک حلال نوکر کو اپنے آقا کی توہین یا ان کے کمال کا انکار برداشت نہیں ہوتا۔ مجھے اس سے دکھ پہنچا۔ صرف چوب قلم ہاتھ میں ہے۔ یہ تو میسر نہ ہوا کہ بدر وحنین کا میدان ہوتا اور ان پر جان نچھاور کرتے ہوئے کفار کے تیر و تلوار اپنے اوپر لیتے۔

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن

مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

اگر وہ نصیب نہ ہوا تو کم از کم چوب قلم سے بدگویوں کا مقابلہ کریں اور دشمنوں کے لسان قلم کو اپنے پر جھیلیں۔ شاید اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اور غازیان بدر وحنین کے غلاموں میں حشر نصیب فرماوے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے نعلین برداروں میں قیامت کے دن اٹھائے۔

یہ مدنظر رکھتے ہوئے فقیر نے اس رسالہ کے لکھنے کی ہمت کی۔ جس میں ثابت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ اللہ کے نور ہیں اور سارے علم کا ظہور حضور کے نور سے ہے۔ اس رسالہ کا نام ''رسالہ نور'' رکھتا ہوں اور اس کا بھی وہ ہی طریقہ ہوگا۔ جو جاء الحق اور سلطنت مصطفیٰ وغیرہ کتابوں کا ہے کہ اس رسالہ کے دو باب کیے جائیں گے۔ پہلے باب میں اس کا ثبوت قرآنی آیات احادیث شریفہ بزرگان دین کے اقوال اور خود دیوبندی پیشواؤں کے کلام سے ہوگا۔ دوسرے باب میں اسی مسئلہ پر اب تک جس قدر اعتراض ہو چکے ہیں اور میرے علم میں آچکے ہیں ان کے جوابات۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ التوکل والیہ المآب

احمد یار خاں بدایونی

مقدمہ

رسالہ شروع کرنے سے پہلے چند قواعد خیال میں رکھنا چاہئیں۔

(۱)۔نور کے لغوی معنی ہیں روشنی۔ چمک دمک اور اجالا۔ مگر کبھی اس کو بھی نور کہہ دیا جاتا ہے جس سے روشنی اور اجالا نمودار ہو۔اس معنی میں سورج کو نور کہا جاتا ہے بجلی۔ چراغ۔لالٹین کو نور یا روشنی کہہ دیتے ہیں یعنی مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں۔

(۲)۔نور دو طرح کا ہوتا ہے۔نور حسی اور نور عقلی۔نور حسی وہ جو آنکھوں سے دیکھنے میں آئے جیسے دھوپ۔ چراغ وغیرہ کی روشنی۔نور عقلی جس کو آنکھ تو محسوس نہ کر سکے مگر عقل کہے کہ یہ نور ہے۔روشنی ہے۔اس معنی سے اسلام کو قرآن کو۔ ہدایت کو۔علم کو نور کہا جاتا ہے۔آیات ملاحظہ ہوں۔

الله ولي الذين آمنوا يخرجهم من الظلمت الى النور۔

ترجمہ: اللہ مددگار ہے مومنوں کا انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔

اس آیت میں گمراہی کو اندھیری اور ہدایت کو روشنی اور نور فرمایا گیا ہے۔

وانزلنا اليكم نورا مبينا۔

ترجمہ: اور ہم نے تمہاری طرف کھلی روشنی اتاری۔

اس آیت میں قرآن کو نور فرمایا گیا۔

مثل نوره كمشكوة فيها مصباح۔

ترجمہ: رب کے نور کی مثال اس طاق کی طرح ہے جس میں چراغ ہو۔

(پارہ۱۸سورہ۲۴آیت نمبر۳۵)

اس آیت میں رب نے اپنی ذات کو یا اپنے حبیب ﷺ کو نور فرمایا:

ومن كان ميتا فاحييناه وجعلنا له نورا يمشي به في الناس۔

ترجمہ: تو کیا وہ جو مردہ تھا۔ پھر ہم نے اسے زندگی بخشی اور اس کے لیے نور بنایا۔جس سے وہ لوگوں میں چلتا ہے۔

افمن شرح الله صدره للاسلام فهو على نور من ربه۔

ترجمہ: تو کیا وہ شخص جس کا سینہ ہم نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے پس وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا۔

ترجمہ: اے رب ہمارے ہمارا نور پورا فرما اور ہماری مغفرت فرما۔

وانزلنا التورٰة فيه هدى ونور۔

ترجمہ: اور ہم نے توریت اتاری جس میں ہدایت اور نور ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فان العلم نور من الہ وان النور لايعطى لعاص۔

ترجمہ: بے شک علم رب کا نور ہے اور نور گنہگار کو نہیں ملتا۔

(۳)۔نور کی تعریف یہ ہے کہ نور وہ ہے جو خود ظاہر ہو دوسروں کو ظاہر کرے یعنی ظاہر بالذات۔ **مظہر للغیر**۔یہ ظاہر ہونا اور ظاہر کرنا بھی دو طرح کا ہے حسی اور عقلی۔چاند سورج۔بجلی۔گیس وغیرہ حسی طور پر ظاہر اور مظہر ہیں اور علم۔ہدایت اسلام۔قرآن وغیرہ عقلی طور پر خود ظاہر ہیں اور دوسروں کو ظاہر کرتے ہیں۔

(۴)۔اللہ تعالیٰ حقیقۃً ازلی ابدی ذاتی نور ہے کہ خود ظاہر ہے اور جسے اس نے ظاہر فرمادیا وہ ظاہر ہوگیا۔باقی نبی کریم ﷺ یا قرآن شریف یا اسلام یا فرشتے عطائی طور پر رب کے بنانے سے نور ہیں۔کہ اسی نے انہیں نور بنایا یہ نور بن گئے۔جیسے رب تعالیٰ حقیقی طور پر ازلاً ابداً سمیع۔بصیر۔حی۔علیم۔خبیر ہے اور دوسری مخلوق اس کے بنانے سے عطائی طور پر سمیع بھی ہے بصیر بھی ہے۔علیم بھی ہے خبیر بھی ہے۔ اپنے لئے فرماتا ہے۔

انه هو السميع البصير۔

ترجمہ: بے شک وہ رب سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں رب نے اپنے آپ کو سمیع بصیر فرمایا۔دوسری آیت میں انسان کے بارے میں فرماتا ہے۔

انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلناه سميعاً بصيراً۔

ترجمہ: ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا فرمایا۔آزمائش کو۔پھر اسے سمیع وبصیر فرمایا۔

تمام صفات یہ ہی حال ہے کہ رب تعالیٰ بذات خود بغیر کسی کی عطا کے ان صفات سے موصوف اور دوسری مخلوق عطائی طور پر رب تعالیٰ کے بنانے سے ان صفات سے عارضی موصوف ہے لفظ مشترک ہیں مگر معنی میں بڑا فرق ہے۔

(۵) حضور ﷺ کے رب کا نور ہونے کے نہ تو یہ معنی ہیں کہ حضور خدا کے نور کا ٹکڑا ہیں نہ یہ کہ رب کا نور حضور کے نور کا مادہ ہے نہ یہ کہ حضور علیہ السلام خدا کی طرح ازلی ابدی ذاتی نور ہیں۔نہ یہ کہ رب تعالیٰ حضور میں سرایت کرگیا ہے تاکہ شرک وکفر لازم آئے۔بلکہ صرف یہ معنی ہیں کہ حضور ﷺ بلاواسطہ رب سے فیض حاصل کرنے والے ہیں اور تمام مخلوق حضور کے واسطے سے رب کا فیض لینے والی۔جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلاکر پھر دوسرے چراغ سے ہزاروں چراغ لگالو۔یا ایک شیشہ سورج کے سامنے رکھو کہ وہ چمک جاوے پھر اسے ان شیشوں کی طرف کردو۔جو تاریک کوٹھری میں ہیں تو اس کے عکس سے تمام شیشے جگمگا جاویں گے۔ظاہر ہے کہ پہلے شیشے میں نہ تو سورج اتر کر آگیا نہ اس کا ٹکڑا کٹ کر شیشہ میں سماگیا۔بلکہ صرف یہ ہوا کہ پہلے شیشے نے بلاواسطہ سورج سے روشنی حاصل کی اور باقی تمام نے اس شیشہ سے۔کہ اگر یہ پہلا شیشہ درمیان میں نہ ہوتو ساری کوٹھری والے شیشے تاریک اور اندھیرے رہ جائیں۔اس کی مثال یہ سمجھو کہ رب تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

واذا سويته ونفخت فيه من روحي فقعوا له ساجدين۔

ترجمہ: اور جب میں انہیں درست کردوں اور ان میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب ان کے لئے سجدے میں گر جانا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وروح منه۔

ترجمہ: وہ عیسیٰ علیہ السلام کے رب کی روح ہیں۔

اسی لیے عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہا جاتا ہے۔اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آدم وعیسیٰ علیہما السلام اللہ کی روح کا ٹکڑا یا جز ہیں یا خدا نے ان میں سرایت کی ہے۔بلکہ بلاواسطہ ماں باپ یا بلاواسطہ اب انہیں رب نے روح بخشی۔اسی طرح حضور ﷺ کے نور اللہ ہونے کے معنی یہ ہی ہیں کہ بلاواسطہ مخلوق رب سے فیض پانے والے۔

(۶) ایک ہے شخص محمدی۔دوسری ہے حقیقت محمدیہ۔شخص محمدی اس جسم اطہر کا نام ہے جو آدم علیہ السلام کی اولاد بی بی آمنہ خاتون سے ہے۔تمام نبیوں کے بعد دنیا میں جلوہ گر ہوا۔جو اس عالم میں تمام رشتوں سے منسلک ہے۔بی بی آمنہ خاتون کا نور نظر ہونا۔حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سرتاج ہونا۔ حضرت ابراہیم طیب وطاہر و فاطمہ زہرا کا والد نامدار ہونا یہ تمام رشتے اس شخص محمدی کی صفات ہیں۔

حقیقت محمدیہ صوفیا کی اصطلاح میں ذات مطلقہ کے پہلے تعین کا نام ہے۔ بلا تشبیہ یوں سمجھو کہ مصدر کے پہلے تعین کا نام ماضی مطلق ہے جو مصدر سے بنا۔ پھر تمام مشتقات بعد کا تعین رب تعالیٰ مصدر تجلیات ہے اور حضور ﷺ ماضی مطلق یعنی رب کی پہلی تجلی اور باقی مخلوقات بعد کی تجلیوں کے مظہر شخص محمدی کے بارے میں فرمایا گیا۔

قل انما انا بشر مثلکم۔

ترجمہ: فرمادو میں تم جیسا بشر ہوں۔

(سورہ کہف پارہ ۱۶ آیت نمبر ۱۱۰)

اور حقیقت محمدیہ کے بارے میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

کنت نبیا و آدم بین الماء والطین۔

ترجمہ: ہم اس وقت میں نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام آب وگل میں جلوہ گر تھے۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۸ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (جامع الکبیر الاحادیث للسیوطی ج ۶ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر کتاب مبعث رسول اللہ ﷺ تسلیما کثیرا و ذکر شیء من البشارات بذلک ج ۱ ص ۳۳۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (حاکم فی المستدرک ج ۲ ص ۶۰۸۔۶۰۹ وقال ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۲)، (فیض القدیر ج ۵ ص ۵۳)، (المقاصد الحسنۃ ۵۲۰۔۵۲۱)، (کشف الخفاء ج ۲ ص ۱۶۹)، (معجم الصحابۃ ج ۱ ص ۳۴۷ برقم ۴۳۷ وج ۳ ص ۱۲۹ برقم ۱۰۰۳ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۲۰ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۸۳۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۷ ص ۲۵۱ رقم الحدیث ۱۰۹۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۵۹ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۲۰۹۳)، (السنۃ لابن ابی عاصم رقم الحدیث ۴۱۰)، (الاستیعاب ذکر میسرۃ الفجر رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۴۸۸ برقم ۲۵۸۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۹ ص ۱۴۲۔۱۴۳۔۱۴۴ رقم الحدیث ۱۲۳۔۱۲۴ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمۃ)، (طبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۱ ص ۱۴۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (مصنف ابی شیبۃ ج ۱۴ ص ۲۹۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر عبد اللہ بن ابی الجدعاء رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۷۴ برقم ۴۵۸۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حقیقت محمدیہ نہ اولاد آدم میں سے ہے نہ بشر ہے **مثلکم** ہے نہ کسی کی باپ۔ نہ کسی کی اولاد۔ بلکہ سارے عالم کی اصل ہے۔ ظاہر ہے کہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہے اور حضور اس وقت نبی ہیں جب آدم علیہ السلام کا خمیر بھی تیار نہیں ہوا۔ اگر اس وقت اور اس حالت میں حضور بشر ہوں۔ تو نہ آدم علیہ السلام بشر رہتے ہیں نہ ابو البشر۔

اب جو نبی کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ نبی وہ انسان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے شرعی احکام کی تبلیغ کے لئے بھیجا۔ یہ شخص نبی کی تعریف ہے۔ حقیقت نبی کی نہیں۔ حضور نبوت سے اس وقت موصوف ہیں جب انسانیت کا نشان بھی نہ تھا کیونکہ ابھی پہلے انسان اور تمام انسانوں کے والد حضرت آدم علیہ السلام پیدا نہ ہوئے تھے۔ بلکہ انسان کے لئے ضروری چیزیں وقت وجگہ بھی نہ بنے تھے حضور کی نبوت مکان ومکین سے پہلے کی ہے۔

بادام کا پوست بھی بادام کے نام ہی سے پکارا جاتا ہے۔ اور مغز بھی مگر پوست کے اور احکام ہیں۔ اور مغز کے دوسرے احکام۔ پھر مغز پوست میں ہے اسی طرح حقیقت محمدیہ شخص محمدی میں جلوہ گر ہے۔ نور ہونا۔ برہان ہونا۔ رب کی دلیل ہونا۔ اسی حقیقت محمدیہ اور اسی کے صفات ہیں۔ اس مضمون کو مثنوی شریف میں بہت شرح وبسط سے بیان فرمایا۔ اور مولوی اشرف علی صاحب نے نشر الطیب میں خوب اچھی طرح ثابت فرمایا ہے۔ تفسیر روح البیان سورہ اعراف پارہ ۹ میں زیر آیت **ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ** فرمایا کہ تمام روحیں روح محمدی سے پیدا ہوئیں۔ لہٰذا حضور ابو الارواح ہیں۔

(۷) حضور ﷺ کے جسم شریف کی نورانیت حسی بھی تھی کہ صحابہ کرام اور ازواج مطہرات نے اسی نورانیت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ چنانچہ ترمذی شریف نے شمائل شریف میں ہند ابن ابی ہالہ سے ایک لمبی حدیث نقل کی ہے۔

کان رسول اللہ ﷺ فخما یتلالا وجھہ کتلالوء القمر لیلۃ البدر۔

ترجمہ: حضور ﷺ عظمت والے وجاہت والے تھے آپ کا چہرہ انور ایسا جگمگاتا تھا۔ جیسے چودھویں شب کا پورا چاند۔

(الشمائل المحمدیہ والخصائل المصطفویہ ص ۳۴ رقم الحدیث ۸ موسسۃ الثقافیہ بیروت)

دارمی نے حضرت ربیع بنت معوذ ابن صفراء سے روایت کی:

قالت یابنی لو رایتہ رایت الشمس طالعۃ۔

ترجمہ: اے میرے بچے اگر تم ان محبوب ﷺ کو دیکھتے تو سورج طلوع ہوتا دیکھتے۔

(سنن دارمی باب فی حسن النبی ﷺ ج ۱ ص ۴۴ رقم الحدیث ۶۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۲۷۴ رقم الحدیث ۶۹۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد قال الہیثمی رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالہ وثقوا ج ۸ ص ۲۸۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

اسی دارمی نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

کان رسول اللہ ﷺ افلج الثنتین اذا تکلم رئی کالنور یخرج من بین ثنایاہ۔

ترجمہ: نبی ﷺ کے اگلے دندان مبارک کے درمیان کھڑکی تھی جب کلام فرماتے تو دانتوں سے روشنی نکلتی تھی۔☆

(سنن دارمی باب فی حسن النبی ﷺ ج ۱ ص ۴۴ رقم الحدیث ۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

بعض روایت میں ہے کہ اس روشنی سے رات میں سوئی تلاش کر لی جاتی تھی ☆☆۔شعر

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے
رات کو صبح بناتا ہے اوجالا تیرا

حاشیہ......☆

☆امام ابو عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمن انا ابراھیم بن المنذر الحزامی انا عبدالعزیز بن ثابت الزھری ثنا اسماعیل بن ابراھیم ابن اخی موسی بن عقبۃ عن موسی بن عقبۃ عن کریب عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ افلج الثنیتین اذا تکلم روی کالنور یخرج من بین ثنایاہ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے دو دانتوں میں جھری (خلاء) تھی۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے کے دانتوں سے نور کی طرح نکلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

(الشمائل المحمدیہ والخصائل المصطفویہ ص ۴۱ رقم الحدیث ۱۵ موسسۃ الثقافیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۴۱۶ رقم الحدیث ۱۲۱۸۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۲۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۸ ص ۲۷۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

☆☆امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

عن عائشہ قالت کنت اخیط فی السحر فسقطت منی الابرۃ فطلبتھا فلم اقدر علیھا فدخل رسول اللہ ﷺ فتبینت الابرۃ بشعاع نور ووجھہ فاخبرتہ فقال یا حمیراء الویل ثم الویل ثلاثا لمن حرم النظر الی وجھی۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سحری کے وقت سی رہی تھی مجھ سے سوئی گر گئی میں نے اس کو ڈھونڈا لیکن وہ مجھے نہیں ملی رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ کے چہرہ کے نور کی شعاع سے وہ سوئی مل گئی میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بتایا

ترمذی۔احمد۔بیہقی۔ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

كان الشمس تجري في وجهه۔

ترجمہ: گویا سورج آپ کے چہرے میں چمکتا تھا۔☆

(سنن الترمذی کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب فی صفۃ النبی ﷺ ج ۵ ص ۶۰۴ رقم الحدیث ۳۶۴۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)،(مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۰ رقم الحدیث ۸۵۸۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)،(صحیح ابن حبان ج ۱۴ ص ۲۱۵ رقم الحدیث ۶۳۰۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)،(کتاب الزھد لابن مبارک ج ۱ ص ۲۸۸ رقم الحدیث ۸۳۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۹۷ مطبوعہ دارللطباعہ والنشر بیروت)

مواہب لدنیہ جلد اول ص ۲۵۱ میں نہایہ شریفہ سے نقل کیا ہے۔

وكان الجدار تلاحك وجهه۔

ترجمہ: آپ کے چہرہ انوار میں دیوار منعکس نظر آتی تھی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ جلد اول ص ۱۱۸ میں فرمایا:

ونمی افتاد آں حضرت را سایہ برزمین۔

ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم اطہر کی نورانیت صحابہ کبار کو محسوس ہوتی تھی۔حضور کے چہرہ انور کو اسی لئے وہ سورج چاند بتا کر سمجھاتے تھے اسی طرح جسم کا سایہ نہ ہونا۔جسم اطہر سے ایسی خوشبو ظاہر ہونا کہ کوچے اور گلیاں مہک جاویں یہ بھی نورانیت ہی کے باعث ہے۔معراج شریف میں جسم شریف کا آگ اور زمہریر کے کرہ سے گزر جانا اور کچھ اثر نہ ہونا۔آسمانوں کی سیر فرمانا۔جہاں ہوا نہیں پھر زندہ رہنا یہ اسی وجہ سے ہے کہ حضور ﷺ نور ہیں اور یہ نورانیت حسی بھی ہے عقلی بھی۔اسی طرح شرح صدر کے وقت سینہ مبارک سے دل نکال کر فرشتوں کا اسے دھونا اور پھر حضور کا زندہ رہنا اسی وجہ سے ہے کہ حضور نور ہیں ورنہ دل پر تھوڑا اثر موت کا سبب ہوتا ہے۔اب بھی بعض اولیاء اللہ حضور کے نور کو بچشم سر دیکھتے ہیں جس کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔

اگر ان قواعد کا لحاظ رکھا گیا تو بہت فائدہ ہوگا اور اصل مسئلہ کے سمجھنے میں آسانی ہوگی آج کل مخالفین یہ کہہ کر لوگوں کو بہکاتے ہیں کہ اللہ نور ہے اگر حضور بھی نور ہوں تو آپ بھی رب ہو گئے۔کبھی کہتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ حضور اللہ کے نور سے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ حضور میں

حاشیہ......☆

آپ نے فرمایا اے حمیرا! افسوس ہو پھر تین بار فرمایا اس شخص کے لیے افسوس ہو جو میرا چہرہ دیکھنے سے محروم رہا۔

(خصائص الکبری باب الآیۃ فی وجھہ الشریف ج ۱ ص ۱۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(حجۃ اللہ علی العلمین ص ۶۸۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور)

☆امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا هناد بن السري حدثنا عبثر بن القاسم عن اشعث يعني ابن سوار عن ابن اسحاق عن جابر بن سمرة قال رايت رسول الله ﷺ في ليلة اضحيان وعليه حلة حمراء فجعلت انظر اليه والى القمر فلهو عندي احسن من القمر۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک چاندنی رات میں دیکھا میں کبھی آپ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف۔بخدا! آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

(الشمائل المحمدیہ والخصائل المصطفویہ ص ۳۹ رقم الحدیث ۱۰ موسسۃ الثقافیہ بیروت)،(سنن دارمی باب فی حسن النبی ﷺ ج ۱ ص ۴۴ رقم الحدیث ۵۷ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)،(طبرانی کبیر ج ۲ ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۱۸۴۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

سما گیا۔ یا اللہ کے نور کا ٹکڑا کٹ کر حضور کی ذات تیار ہوئی۔ کبھی کہتے ہیں کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا اور تم نے نبی ﷺ کو خدا کا نور مانا۔ بیٹا ماننا اور نور ماننا ایک ہی ہے کبھی کہتے ہیں کہ اگر حضور نور ہیں تو آپ کی ساری اولاد نور ہونی چاہئے۔ کوئی سید انسان نہ ہونا چاہئے۔ اگر یہ قواعد خیال میں رہیں تو تمام سوالات خود بخود اٹھ جائیں گے۔

اس رسالہ کے دو باب کیے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں حضور ﷺ کا نور ہونا۔ دوسرے باب میں حضور ﷺ کا بے سایہ ہونا۔

پہلا باب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہونے کے ثبوت میں۔

اس باب میں دو فصلیں ہیں پہلی فصل میں مسئلہ نور کا ثبوت دوسری فصل میں اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات

پہلی فصل

حضور انور ﷺ اللہ کا نور ہیں اور تمام مخلوق حضور کے نور سے ہے۔ اس پر قرآنی آیات۔ احادیث شریفہ۔ علماء دین کے اقوال خود دیوبندی وہابیوں کے اقوال گواہ ہیں۔ دلائل ملاحظہ ہوں رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قد جآء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔

(سورہ مائدہ پارہ ۶ آیت نمبر ۱۵)

مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح المصباح کالزجاجۃ والزجاجۃ کانہا کوکب دری۔

ترجمہ: رب کے نور یعنی (محمد ﷺ) کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق جس میں چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک چمکتا ہوا تارا ہے۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۵)

پہلی آیت میں نور سے مراد حضور ﷺ ہیں جیسے بغیر روشنی کتاب نہیں پڑھی جا سکتی ایسے ہی حضور کے بغیر قرآن نہیں سمجھا جا سکتا۔ اور وہ رب کا نور ہیں کہ کسی کے بجھائے بجھ نہیں سکتے جیسے سورج چاند وغیرہ۔ نیز ان کے نور کی پیمائش یا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ جیسے سمندر کا پانی یا ہوا۔

دوسری آیت میں بھی اللہ کے نور سے مراد حضور ﷺ ہیں کیونکہ رب تعالیٰ کی مثال نہیں ہو سکتی خود فرماتا ہے۔ لیس کمثلہ شیئ۔ اور یہاں اسی نور کی مثال دی جارہی ہے۔ تو اس سے مراد حضور انور ہیں ﷺ۔

یا ایہا النبی انا ارسلنک شاہداً ومبشراً ونذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً۔

ترجمہ: اے نبی! بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکانے والا سورج۔

(سورہ الاحزاب پارہ ۲۲ آیت نمبر ۴۶)

قرآن شریف نے سورج کو بھی دوسری جگہ سراج منیرا فرمایا ہے کیونکہ وہ چمکتا بھی ہے اور چمکاتا بھی ہے اور چاند تارے وغیرہ کو نور بھی بناتا ہے۔ کہ وہ سب سورج ہی سے جگمگاتے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کو بھی سراج منیر فرمایا۔ کہ حضور خود چمک رہے ہیں۔ اور صحابہ کرام اولیاء اللہ کو نور بنا رہے ہیں کہ وہ سب حضور ہی سے جگمگا رہے ہیں۔

یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

ترجمہ: کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (نبی ﷺ) کو بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا فرمانے والا ہے۔ اگرچہ کفار ناپسند کریں۔

(سورہ صف پارہ ۲۸)

یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھم ویابی اللہ ان یتم نورہ۔

ترجمہ: کفار یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (محمد ﷺ) کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا۔

(سورہ توبہ پارہ ۱۰)

ان آخری آیتوں میں اللہ کے نور سے مراد نبی کریم ﷺ بھی ہو سکتے ہیں کفار نے چاہا کہ حضور کو ختم کر دیں مگر رب تعالیٰ نے حضور کے ہر کام کو پورا فرمایا ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں فرمایا کہ ان آیات میں اللہ کے نور سے مراد حضور ﷺ کے قلب پاک کا نور ہے۔

حضرات مفسرین کے ارشادات

(۱) تفسیر جلالین شریف میں آیت نمبر ا کے ماتحت فرمایا۔ یعنی قدجاء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔

ھو نور النبی ﷺ۔

ترجمہ: نور سے مراد نور محمد ﷺ۔

(تفسیر جلالین ص ۹۷ مطبوعہ اصح المطابع دہلی)

(۲) تفسیر صاوی شریف میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

قولہ ھو النبی ای سمی نور لانہ ینور البصائر ویھدیھا الرشاد ولانہ اصل کل نور حسی ومعنوی۔

ترجمہ: رب نے اس آیۃ میں حضور کو نور اس لئے فرمایا کہ حضور بصارتوں کو نورانی کرتے ہیں اور کامیابی کی طرف ہدایت دیتے ہیں اور حضور ہر حسی اور معنوی نور کی اصل ہیں۔

(تفسیر صاوی حاشیہ جلالین ج ا ص ۲۵۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

(۳) تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قد جاء کم من اللہ نور یعنی محمد ﷺ انما سماہ اللہ نوراً لانہ یھتدی بہ کما یھتدی فی الظلام بالنور۔

ترجمہ: یعنی اس آیت میں نور محمد ﷺ ہیں رب نے انہیں نور اس لئے فرمایا کہ حضور سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسے کہ اندھیری میں نور سے ہدایت لی جاتی ہے۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ مکتبۃ التجاریۃ مصر)

(۴) تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

وقیل یرید بالنور محمد ﷺ۔

ترجمہ: مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں نور سے مراد محمد ﷺ ہیں۔

(تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۳۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(۵) تفسیر مدارک میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

او النور محمد ﷺ لانہ یھتدی بہ کما سمی سراجا۔

ترجمہ: نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اس لیے کہ حضور سے ہدایت ملتی ہے۔ جیسے کہ رب نے انہیں سورج فرمایا۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج ۱ ص ۲۷۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

(۶) تفسیر ابن عباس تنویر المقیاس میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قد جاء کم من اللہ نور رسول اللہ یعنی محمد۔

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کا نور یعنی محمد ﷺ آئے۔ ☆

(تنویر المقیاس ص ۷۲ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

(۷) تفسیر روح البیان شریف میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقیل المراد بالاول ھو الرسول ﷺ بالثانی القرآن۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اول یعنی نور سے مراد حضور ﷺ ہیں اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۳۴۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۸) اسی روح البیان میں آیت ۳ سراجاً منیرا کے تحت فرمایا۔

ھو الذی جعل اللہ لہ نوراً فارسلہ الی الخلق۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضور کو نور بنایا۔ اور خلق کی طرف بھیجا۔

(تفسیر روح البیان ۷ ص ۲۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ.....☆

امام علی بن احمد الواحدی متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں۔

قد جاء کم من اللہ نور یعنی النبی۔

(الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز المعروف تفسیر الواحدی ج ۱ ص ۳۱۳ مطبوعہ الدار الشامیۃ بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

قد جاء کم من اللہ نور یعنی محمد ﷺ۔

(تفسیر بغوی ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

قولہ تعالی قد جاء کم من اللہ نور قال قتادۃ یعنی بالنور النبی محمد ﷺ۔

(زاد المسیر ج ۲ ص ۳۱۶ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

امام عبد الرحمٰن بن محمد مخلوف ثعالبی متوفی ۸۷۵ھ لکھتے ہیں۔

وقولہ تعالی قد جاء کم من اللہ نور ھو محمد ﷺ۔

(الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر الثعالبی ج ۱ ص ۴۵۳ مطبوعہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت)

امام محمد بن محمد العمادی ابو سعود متوفی ۹۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وقیل المراد بالاول ھو الرسول اللہ ﷺ وبالثانی القرآن۔

(تفسیر ابو سعود ج ۳ ص ۱۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

غیر مقلدوں کے امام محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں۔

قال الزجاج النور محمد ﷺ۔

(تفسیر فتح القدیر ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۱۱۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۹) تفسیر بیضاوی نے اسی آیت کے ماتحت فرمایا:

ویقتبس من نوره انوار البصائر۔

ترجمہ: حضور کے نور سے بصیرت کے نور حاصل کیے جاتے ہیں۔

(تفسیر بیضاوی ج ۴ ص ۹ ۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی کے قریب تفسیر خازن وغیرہ میں بھی ہے۔

(۱۰) تفسیر خازن نے آیت ۲ کے ماتحت مثل نورہ کی تفسیر میں فرمایا۔

وقیل قد اتی هذا التمثیل للنور محمد ﷺ قال ابن عباس لکعب الاحبار اخبرنی عن قوله تعالی مثل نوره کمشکوة فیها مصباح قال کعب هذا مثل ضربه الله تعالی لنبیه ﷺ فا لمشکوة صدره والزجاجة قلبه والمصباح فیه النبوة توقد من شجرة مبارکة هی شجرة النبوة یکاد نور محمد ﷺ وامره یتبین للناس ولو لم یتکلم۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اس آیت میں حضور کے نور کی مثال دی گئی۔ عبداللہ ابن عباس نے کعب احبار سے اس آیت مثل نورہ الخ کے بارے میں پوچھا تو کعب احبار نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال اپنے نبی کی دی ہے۔ پس طاق تو حضور کا سینہ ہے۔ اور فانوس حضور کا دل مبارک اور اس میں چراغ نبوت ہے اور شجرہ مبارکہ نبوت کا درخت ہے۔ یعنی قریب ہے کہ نور محمدی چمک جاوے۔ لوگوں پر ظاہر ہو جاوے۔ اگرچہ حضور کلام بھی نہ کریں۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۲۹۶۔۲۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱۱) تفسیر روح البیان شریف میں لقد جاءکم رسول کی تفسیر میں ہے کہ ایک بار حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ تمہاری عمر کتنی ہے۔ عرض کیا کہ یہ تو مجھے خبر نہیں۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک تارہ ستر ہزار برس کے بعد چمکتا تھا اس کو میں نے بہتر ہزار دفعہ چمکتے دیکھا تو فرمایا کہ اسے جبرئیل قسم رب کی وہ تارا ہم ہی ہیں۔ اور رب نے حضور کا نور حضرت آدم کی پشت میں امانت رکھا۔ تفسیر روح البیان کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نور محمدی ﷺ حضرت جبرئیل سے پہلے پیدا ہو چکا تھا جبکہ آسمان و زمین چاند و سورج کچھ نہ تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۶۱۸)، (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

احادیث شریفہ

حضور ﷺ کے رب کا نور ہونے پر بے شمار احادیث وارد ہیں جن میں سے کچھ بطور اختصار پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) عبدالرزاق نے اپنی مسند میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کیا پیدا فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں اللہ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم نہ جنت نہ دوزخ نہ فرشتے تھے۔ نہ آسمان و زمین نہ چاند تھا نہ سورج نہ جن تھے نہ انسان۔ پھر جب رب تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے۔ ایک حصہ سے قلم دوسرے سے لوح محفوظ۔ تیسرے سے عرش وغیرہ پیدا فرمایا۔ یہ حدیث بہت دراز ہے یہ حدیث امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کی اور بڑے ائمہ دین نے اس حدیث کی اسناد پر اعتماد کیا۔ جسے امام عسقلانی نے مواہب میں امام ابن حجر مکی نے افضل القری میں اور علامہ فاسی نے مطالع المسرات میں اور علامہ [illegible] اللہ علیہ نے شرح مواہب میں اور علامہ شیخ

عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں۔

(الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف ص ۶۳۔۶۴ رقم الحدیث ۱۸ مطبوعہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۷۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (شرح زرقانی ج ۱ ص ۸۹۔۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کشف الخفاء ج ۱ ص ۳۱۱ رقم الحدیث ۸۲۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (تاریخ النور السافر للامام عیدروسی متوفی ۱۰۷۳ ج ۱ ص ۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۵۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (نشر الطیب ص ۱۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی لاہور)، (تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ج ۱ ص ۱۹ مطبوعہ موسسۃ الشعبان بیروت)، (عصیدۃ الشھدۃ شرح القصیدۃ البردۃ ص ۷۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (جواہر البحار للنبہانی ج ۴ ص ۲۲۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ.....☆

یہ روایت سنداً صحیح ہے۔اس روایت کی سند یہ ہیں۔

عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر۔

(الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف ص ۶۳۔۶۴ رقم الحدیث ۱۸ مطبوعہ بیروت)

پہلا راوی امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

عبدالرزاق بن ہمام: بن نافع الحافظ الکبیر ابوبکر الحمیری مولاھم الصنعانی صاحب التصانیف: آپ نے عبیداللہ بن عمر ابن جریج، ثور بن، یزید، معمر اوزاعی، ثوری اور خلق کثیر سے آپ نے روایات بیان کی ہیں اور آپ سے جنہوں نے روایات بیان کی وہ یہ ہیں: (یعنی آپ کے شاگرد حضرات) حضرت امام احمد بن حنبل، امام اسحاق، امام ابن معین، امام ذھلی، امام احمد بن صالح، امام رمادی، امام اسحاق بن ابراہیم الدبری اور کئی حضرات ہیں۔بقدر الحاجۃ۔امام ذہبی کہتے ہیں کہ:

قلت وثقه غیر واحد وحدیثه مخرج فی الصحاح۔

میں کہتا ہوں کہ امام عبدالرزاق کو کثیر لوگوں نے ثقہ کہا ہے اور بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد کے راوی ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۶۴ برقم ۳۵۷ مطبوعہ دار الصمیعی الریاض)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واز اجل تلامذۂ معمر ست تا ہفت سال درصحبت ابودہ است ولہذا درحفظ حدیث معمر مشہور وممتاز ست وروایت اودر صحاح ستہ واقع ست۔

ترجمہ: آپ معمر کے ممتاز اور بڑے شاگردوں میں سے ہیں۔سات سال تک ان کی صحبت میں رہے اور اسی وجہ سے معمر کی حدیثوں کو یاد رکھنے میں مشہور اور ممتاز ہیں۔صحاح ستہ میں بھی ان کی روایات موجود ہیں۔

(بستان المحدثین اردو فارسی ص ۱۲۶۔۱۲۷ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

امام احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی الکوفی متوفی ۲۶۱ھ لکھتے ہیں۔

عبدالرزاق بن ہمام یمانی ثقة۔

ترجمہ: امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام عبدالرزاق ثقہ ہے۔

(معرفۃ الثقات ج ۲ ص ۹۳ برقم ۱۰۹۷ مطبوعہ مکتبۃ الدار المدینۃ المنورۃ)

ان کے علاوہ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کے لئے ان کتب کا مطالعہ فرمائیں:

(سیر اعلام النبلاء قال الذہبی قال ابوحاتم صدوق وقال النسائی فیہ ج ۱۱ ص ۱۱۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (تہذیب الکمال ج ۱۸ ص ۵۲ برقم ۳۴۱۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۴۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۶ ص ۱۳۰ برقم ۱۹۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الجرح

حاشیہ......☆

والتعدیل ج ۶ ص ۳۸ برقم ۲۰۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الثقات لابن حبان ج ۸ ص ۳۱۲ برقم ۱۴۱۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (میزان الاعتدال فی نقد الرجال للذہبی ج ۴ ص ۳۳۲ برقم ۵۰۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الکاشف ج ۱ ص ۶۵۱ برقم ۳۳۶۲ مطبوعہ موسسۃ علو جدۃ)، (التھذیب التھذیب ج ۶ ص ۲۷۸ برقم ۶۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (لسان المیزان ج ۷ ص ۲۶۷ برقم ۳۸۲۳ مطبوعہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت)، (تسمیۃ من اخرجھم البخاری ومسلم ص ۱۷۶ برقم ۱۷۰ مطبوعہ دار الجنان بیروت)، (الکنی والاسماء دولابی ج ۱ ص ۱۱۹)، (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۵ ص ۱۹۴۸)، (شذرات الذھب ج ۲ ص ۲۷)، (الجمع بین الصحیحین ص ۳۲۸)، (الکامل فی التاریخ ج ۶ ص ۴۰۶)، (شرح علل الترمذی ابن رجب حنبلی ج ۲ ص ۵۷۷)

دوسرا راوی امام معمر بن راشد رحمۃ اللہ علیہ

یہ معمر بن راشد ازدی حدانی بصری ہیں ان کی کنیت ابو عروہ اور ان کے والد کی کنیت ابو عمرو ہے یمن کے باشندے تھے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں شریک ہوئے ثابت بنانی قتادہ زہری عاصم احول زید بن اسلم اور محمد بن منکدر وغیرہم سے روایت کرتے تھے مستند ثقہ اور فاضل تھے ۱۵۴ھ میں فوت ہوئے۔

(طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۴۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی الکوفی متوفی ۲۶۱ھ لکھتے ہیں۔

معمر بن راشد الغرماء ابا عروة بصری سکن ثقة رجل صالح

ترجمہ: امام عجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام معمر بن راشد ثقہ ہے۔

(معرفۃ الثقات ج ۲ ص ۲۹۰ برقم ۱۷۶۶ مطبوعہ مکتبۃ الدار المدینۃ المنورۃ)

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

الامام الحافظ شیخ الاسلام...... وکان من اوعیة العلم مع الصدق والتحری والورع والجلالة وحسن التصنیف۔

ترجمہ: معمر بن راشد الامام الحافظ شیخ الاسلام وغیرہ اوصاف سے متصف تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ترجمۃ امام معمر بن راشد ج ۷ ص ۵-۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو حاتم متوفی ۲۷۷ھ لکھتے ہیں۔

وھو صالح الحدیث۔

(الجرح والتعدیل ج ۸ ص ۲۵۶ برقم ۱۱۶۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تیسرا راوی امام ابن منکدر رحمۃ اللہ علیہ

یہ صحاح ستہ کے راوی ہے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ امام محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ کو ان القاب سے یاد کرتے ہیں۔

الامام الحافظ القدوة شیخ الاسلام۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۳۵۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

نیز امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

وقال الحمیدی ھو حافظ وقال ابن معین وابو حاتم ثقه۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۳۵۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

(۲) احمد اور بیہقی اور حاکم نے صحیح اسناد سے حضرت عرباض ابن ساریہ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں رب تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا۔ حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں جلوہ گر تھے۔ (مشکوۃ)

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۷۔۱۲۸ رقم الحدیث ۱۶۷۰۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۴ ص ۳۱۳ رقم الحدیث ۶۴۰۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (حاکم للمستدرک ج ۲ ص ۶۵۶ رقم الحدیث ۴۱۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۱۸ ص ۲۵۲۔۲۵۳ رقم الحدیث ۶۲۹۔۶۳۰ مطبوعہ مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ موصل عراق)، (شعب الایمان ج ۲ ص ۱۳۴ رقم الحدیث ۱۳۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السنۃ لابن ابی عاصم ج ۱ ص ۱۷۹ رقم الحدیث ۴۰۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۶ ص ۶۸ رقم الحدیث ۱۷۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی الکوفی متوفی ۲۶۱ھ لکھتے ہیں۔

محمد بن المنکدر مدنی تابعی ثقة رجل صالح۔

(معرفۃ الثقات ج ۲ ص ۲۵۳ برقم ۱۶۵۱ مطبوعہ مکتبۃ الدار المدینۃ المنورۃ)

ان کے علاوہ امام محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کے لئے ان کتب کا مطالعہ فرمائیں:

(تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۷۳ برقم ۷۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تہذیب الکمال ج ۲۶ ص ۵۰۳ برقم ۵۶۳۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۱ ص ۲۱۹)

چوتھا راوی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

یہ جلیل القدر صحابی رسول ﷺ ہے۔

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابوالحسن علی بن احمد بن سیماء المقری قدم علینا حاجا حدثنا ابو سعید الخلیل بن احمد بن الخلیل القاضی السجزی انبانا ابوالعباس محمد بن اسحاق الثقفی حدثنا ابو عبیداللہ یحیی بن محمد بن السکن حدثنا حبان بن هلال حدثنا مبارك بن فضالة حدثنا عبیداللہ بن عمر بن خبیب بن عبدالرحمن عن حفص بن عاصم عن ابی هریرة عن النبی وقال لما خلق اللہ عزوجل آدم خیر لآدم بنیه فجعل یری فضائل بعضهم علی بعض قال فرآنی نورا ساطعا فی اسفلهم قال یارب!من هذا؟ قال هذا ابنك احمد الاول والآخر وهواول شافع۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی اولاد کو ان کے سامنے کیا۔ انہوں نے ان کے ایک دوسرے پر فضائل کو دیکھا تو پھر مجھے چمکتے ہوئے نور کی صورت میں دیکھا۔ تو پوچھا پروردگار! یہ کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیرا بیٹا احمد ہے وہ اول آخر اور سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۴۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۶۷ مطبوعہ)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۹۶ مطبوعہ)، (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۱۱)

ابو عاصم نبیل بن ہاشم الغمری حاشیہ شرف المصطفیٰ پر اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

هذا حدیث اسناد رجاله عن آخرهم ثقات دونهم فی الثقة المبارك بن فضاله وهو صدوق۔

(شرف المصطفیٰ ج ۱ ص ۳۰۹)

یہ روایت سنداً صحیح ہے۔ اس روایت کی سند یہ ہیں۔

اخبرنا ابوالحسن علی بن احمد بن سیماء المقری قدم علینا حاجا حدثنا ابو سعید الخلیل بن احمد بن الخلیل القاضی السجزی انبانا ابوالعباس محمد بن اسحاق الثقفی حدثنا ابو عبیداللہ یحیی بن محمد بن السکن حدثنا حبان بن هلال حدثنا مبارك بن فضالة حدثنا عبیداللہ بن عمر بن خبیب بن عبدالرحمن عن حفص بن عاصم عن ابی هریرة۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۳) ترمذی شریف امام احمد۔ حاکم اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ اور حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا کہ ایک بار صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی۔ فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(سنن الترمذی ص ۵۱۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ کراچی)، (دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۱ ص ۴۸ مطبوعہ دار النفائس بیروت)

(۴) احکام ابن القطان نے حضرت امام زین العابدین سے انہوں نے اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے والد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہم آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے رب کے حضور میں ایک نور تھے۔

(خصائص الکبریٰ باب خصوصیۃ النبی بکونہ اول النبیین فی الخلق وتقدم نبوتہ واخذ المیثاق علیہ ج ۱ ص ۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نشر الطیب ص ۹ مطبوعہ تاج کمپنی لمٹیڈ کراچی)

(۵) ابو سہیل قطان نے اپنی کتاب امالی میں سہل ابن صالح ہمدانی سے روایت کی کہ میں نے ابو جعفر محمد ابن علی (یعنی امام باقر رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ حضور ﷺ تو آخر میں مبعوث ہوئے سب نبیوں پر مقدم ہونا کیسے ہوا تو امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو میثاق کے دن نکالا اور سب سے پہلے جواب میں بلیٰ حضور نے فرمایا۔

(خصائص الکبریٰ باب خصوصیۃ النبی بکونہ اول النبیین فی الخلق وتقدم نبوتہ واخذ المیثاق علیہ ج ۱ ص ۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۶) حضرت عباس نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ مجھے کچھ نعت شریف پڑھنے کی اجازت دیجئے۔ سرکار نے فرمایا ہاں پڑھو تو انہوں نے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا جس میں دو شعر یہ بھی تھے۔

وانت لما ولدت اشرقت الارض وضاءت بنورك الافق

جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے نور سے زمین اور کنارہ آسمان چمک گئے

فنحن فی ذالك الضياء وفی النور سبيل الرشاد تحترق

تو ہم اسی نور اور روشنی میں ہیں اور اس سے ہدایت کے راستے طے کر رہے ہیں

(طبرانی کبیر ج ۴ ص ۲۱۳ رقم الحدیث ۴۱۶۷ مطبوعہ مطبعۃ الزہراء حدیثہ موصل عراق)، (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۳۶۹ رقم الحدیث ۵۴۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۶۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۵۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (الاستیعاب لابن عبد البر ج ۲ ص ۴۴۷ رقم ۶۶۴ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ لابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۲۷۴ رقم ۲۲۴۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (المغنی لابن قدامہ ج ۱۰ ص ۱۷۶ مطبوعہ)، (خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۶۶ مطبوعہ فیصل آباد پاکستان)، (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر قرطبی ج ۱۳ ص ۱۴۶ مطبوعہ)، (السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۹۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

ان تمام روایات کو مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب میں بہت وضاحت اور شرح سے نقل کیا ہے مواہب لدنیہ شریف میں بھی ان روایات کو نقل فرمایا ہے۔

(۷) مواہب لدنیہ شریف ص ۵ جلد اول میں ہے کہ امام ابو سعید نیشاپوری نے کعب الاحبار سے روایت کی کہ جب نور محمدی عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو ملا تو ان کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور نور محمدی ان کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ حضرت عبد المطلب اس وقت ایسے مقبول الدعا تھے کہ مکہ والے ان کو سامنے رکھ کر بارش کی دعا کرتے تو فوراً بارش آتی تھی۔ اس نور کی وجہ سے ابرہہ کے ہاتھیوں نے عبد المطلب کو سجدہ کیا۔

(۸) ابونعیم نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ شب ولادت آمنہ خاتون نے پیدائش پاک کے وقت ایسا نور محمدی

دیکھا کہ مشرق ومغرب ان پر ظاہر ہو گئے پھر حضور پیدا ہوئے۔اور پیدا ہوتے ہی سجدہ فرمایا۔

(مواہب لدنیہ شریف ص۲۱)،(دلائل النبوۃ لابی نعیم ج۱ص۶۷رقم الحدیث۱۳۵مطبوعہ دار النفائس بیروت)

بہر حال حضور ﷺ کا نور ہونا بہت ہی احادیث سے ثابت ہے یہاں بطور نمونہ بہت تھوڑی پیش کی گئیں اور کچھ احادیث مقدمہ میں عرض کی جا چکی ہیں۔

حاشیہ......☆ ••••••••••••••••••••••••••••••••••••••

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن ابان الاصبهانی ثنا محمد بن عبادة الباهلی ثنا محمد بن یعقوب الزهری ثنا عبدالعزیز بن عمران عن عبدالله بن عثمان بن ابی سلیمان عن ابیه عن بن ابی سوید الثقفی قال سمعت عثمان بن ابی العاص یقول اخبرتنی امی قالت شدت آمنة لما ولد رسول الله ﷺ فلما ضربها المخاض نظرت الی النجوم تدلی حتی انی لاقول انها لتقعن علیّ فلما ولدت خرج منها نور اضاء له البیت الذی نحن فیه والدار فما شئی انظر الیه الا نور۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ان کی والدہ نے ان سے بیان کیا جب ولادت نبوی ﷺ کا وقت آیا تو میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی۔ میں دیکھ رہی تھی کہ ستارے آسمان سے نیچے ڈھلک کر قریب ہو رہے ہیں یہاں تک کہ میں نے محسوس کیا کہ وہ میرے اوپر گر پڑیں گے۔ پھر جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے ایسا نور نکلا جس سے پورا گھر جس میں ہم تھے اور حویلی جگمگ کرنے لگی اور مجھے ہر ایک شے میں نور ہی نور نظر آیا۔

(المعجم الکبیر طبرانی ج۲۵ص۱۸۶رقم۴۵۷مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)،(اعلام النبوۃ للماوردی الباب التاسع عشر فی آیات مولدہ وظہور برکتہ ص۲۷۳مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)،(تاریخ الامم والملوک ج۱ص۴۵۴مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(دلائل النبوۃ للبیہقی ج۱ص۱۱۱مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ماجاء فی مولدہ ورضاعہ وشرح صدرہ ﷺ ج۸ص۲۲۰مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)،(المنتظم فی تاریخ الامم والملوک لابن جوزی ج۲ص۲۴۷مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج۲ص۲۶۴مطبوعہ دار المعارف بیروت)،(تاریخ دمشق الکبیر ج۳ص۷۹مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)،(فتح الباری ج۶ص۵۸۳مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

دعوة ابی ابراهیم وبشری عیسی ورات امی انهٗ یخرج منها نور اضاءت منه قصور الشام۔

ترجمہ: میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور (میری ولادت کے وقت) میری والدہ ماجدہ نے دیکھا کہ ان کے جسم اطہر سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

(مسند احمد ج۵ص۲۶۲رقم الحدیث۲۲۳۱۵)،(صحیح ابن حبان ج۱۴ص۳۱۳رقم الحدیث۶۴۰۴مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)،(التاریخ الکبیر للبخاری ج۵ص۳۴۲رقم ۷۰۸)،(مسند الرویانی ج۲ص۲۰۹رقم الحدیث۱۲۶۷)،(مسند طیالسی ص۱۵۵رقم الحدیث۱۱۴۰)،(الفردوس بماثور الخطاب ج۱ص۴۶رقم الحدیث۱۱۳مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(حلیۃ الاولیاء ج۶ص۹۰)

امام علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

واسناد احمد حسن۔

ترجمہ: مسند احمد کی سند حسن ہے۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج۸ص۲۲۲مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

لما فصل منی خرج معه نور اضاء له ما بین المشرق الی المغرب۔

ترجمہ: جب سرور کائنات ﷺ کا ظہور ہوا تو ساتھ ہی ایسا نور نکلا جس سے مشرق تا غرب سب آفاق روشن ہو گئے۔

(طبقات ابن سعد ج۱ص۱۰۲مطبوعہ دار صادر بیروت)،(طبرانی کبیر ج۲۴ص۲۱۴رقم الحدیث۵۴۵مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)،(صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ج۱ص۱ [illegible] مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

حضور ﷺ کے نور ہونے کے متعلق علمائے اسلام کے ارشادات

ہمیشہ سے امت مسلمہ کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ رب کا نور ہیں اس میں کسی کا اختلاف نہ ہوا اکابر امت کے کچھ اقوال بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اشعار ہم احادیث کے سلسلہ میں عرض کر چکے ہیں جس میں انہوں نے حضور کو نور فرمایا اور وہ اشعار خود حضور انور ﷺ کی بارگاہ شریف میں پڑھے۔ اور نبی ﷺ نے کچھ نہ اعتراض نہ فرمایا۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہم مقدمہ میں عرض کر چکے کہ حضور انور ﷺ کے چہرہ انور میں سورج جیسی چمک تھی۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان بھی مقدمہ میں عرض کیا جا چکا کہ حضور کے دانت مبارک سے نور نکلتا ہوا معلوم ہوا تھا۔

(۴) حضرت ہند ابن ابی ہالہ کا قول بھی مقدمہ میں گزر چکا کہ حضور کا چہرہ انور ایسا منور تھا جیسے چودھویں رات کا چاند۔

(۵) حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کا قول بھی مقدمہ میں گزر چکا کہ وہ فرماتی ہیں اگر تم انہیں دیکھتے تو ایسا معلوم کرتے کہ سورج نکل رہا ہے۔

(۶) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ جلد اول باب پنجم ص ۱۱۸ میں فرماتے ہیں۔

وچوں آں حضرت عین نور باشد نور را سایہ نمی باشد۔

ترجمہ: چونکہ انور ﷺ بالکل سراپا نور تھے تو نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

(۷) مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں ص ۸۶ پر فرماتے ہیں۔

واما نوره علیه السلام فهو فی غاية من الظهور شرقاً وغرباً و اول ما خلق الله نوره وسماه فی کتابه نوراً۔

ترجمہ: لیکن نبی کریم ﷺ کا نور وہ مشرق و مغرب میں انتہائی طور پر چمک رہا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی کتاب میں نور فرمایا۔

(۸) یہ ہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری اسی موضوعات میں اسی جگہ فرماتے ہیں۔

قال تعالیٰ الله نور السموات والارض علی مثل نوره قلب محمد۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس اللہ کے نور کی مثال یہ اللہ کا نور حضور کا دل ہے۔

(۹) امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

فانك شمس فضل هم کواکبها یظهرون انوراها للناس فی الظلم۔

ترجمہ: یا حبیب اللہ آپ بزرگی کے سورج ہیں اور سارے نبی حضور کے تارے ہیں جو حضور کا ہی نور اندھیریوں میں لوگوں میں پھیلاتے ہیں۔

(۱۰) امام جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

عکس نور حق ہمہ نوری بود — عکس دد دراز حق ہمہ دوری بود

ایں خورد گردد پلیدی زیں خدا — آں خورد گردد ہمہ نور خدا

ترجمہ: اللہ کے نور کا سایہ بھی نور ہوتا ہے۔ جو خدا سے دور ہوں انکا سایہ بھی دور ہے۔ جو ہم کھاتے ہیں اس سے پلیدی نکلتی ہے۔ جو حضور کھاتے ہیں وہ سب خدا کا نور بنتا ہے۔

(۱۱) امام احمد ابن محمد عسقلانی قدس سرہ مواہب لدنیہ شریف جلد اول ص ۹ میں فرماتے ہیں۔

قال تعالی یا ادم ارفع راسك فرفع راسه فرأ نور محمد ﷺ فی سرارق العرش فقال یا رب ما هذا النور قال هذا نور نبی من ذریتك اسمه فی السمآء احمد وفی الارض محمد لو لاه ما خلقتك ولا خلقت سماء ولا ارضا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آدم اپنا سر اٹھاتو انہوں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے پردوں میں ایک نور دیکھا عرض کی اے مولا یہ نور کیسا ہے فرمایا یہ نور ایک نبی کا ہے جو تمہاری اولاد میں سے ہوں گے ان کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو نہ ہم تمہیں پیدا کرتے نہ آسمان وزمین کو۔

(طبرانی صغیر ج ۲ ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۹۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱۲) یہ ہی امام احمد ابن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اسی مواہب لدنیہ میں ص ۸ پر فرماتے ہیں۔

ان اللہ تعالی لما خلق نور نبینا محمد ﷺ امره ان ینظر الی نوره فانطق هم اللہ به فقالوا یا ربنا من غشینا نوره فقال اللہ تعالیٰ هذا نور محمد ابن عبداللہ ان امنتم به جعلتکم انبیاء۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جب نبی کریم ﷺ کا نور پیدا فرمایا تو اس نور کو حکم دیا کہ تمام انبیاء کو نوروں کو دیکھیں چنانچہ رب نے حضور کے نور سے تمام کے نور کو ڈھانپ لیا انہیں رب نے گویائی بخشی تو وہ تمام کہنے لگے۔ خدا کس کے نور نے ہم کو ڈھانپ لیا تو رب نے فرمایا کہ یہ محمد ابن عبداللہ کا نور ہے (ﷺ) اگر تم ان پر ایمان لے آؤ تو میں تم کو نبی بناؤں۔

(۱۳) علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ حدیث جابر کی شرح میں فرماتے ہیں۔

من نوره ای من نور هو ذاته۔

ترجمہ: اللہ نے حضور کو اس نور سے پیدا کیا جو عین ذات الٰہی ہے۔

(شرح زرقانی ج ۱ ص ۵۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

(۱۴) امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں۔

لما تعلقت ارادة الحق تعالیٰ بایجاد خلقه ابرز الحقیقة المحمدية من انوار الصمدية فی الحضرت الاحدية ثم سلمخ منها العوالمة كلها علوها وسفلها۔

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا تو صمدی نوروں سے ذات خاص نے حقیقت محمدیہ کو ظاہر فرمایا۔ پھر اوس سے تمام عالم علوی وسفلی نکالے۔

(۱۵) مطالع المرات شرح دلائل الخیرات میں ہے۔

قد قال الاشعری انه تعالی نور لیس کا لانوار و روح النبوية القدسية لمعه من نوره والملئكة اشرار تلك الانوار وقال ﷺ اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق اللہ كل شيئی وغيره مما فی معناه۔

ترجمہ: امام ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نور ہے مگر دوسرے نوروں کی طرح نہیں اور نبی ﷺ کی روح شریف اس نور کی تابش ہے اور فرشتے ان نوروں کے پھول ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں سب سے پہلے اللہ نے میرا نور۔ بنایا۔ اور میرے نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔

(مطالع المرات شرح دلائل الخیرات ص ۲۱۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور)

اس کے علاوہ اور بھی حدیثیں ہیں جن کا مضمون ایک ہی ہے۔

(۱۶) علامہ شاہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں ۔☆

قد خلق کل شئی من نورہ ﷺ کما وردبہ الحدیث الصحیح۔

ترجمہ: ہر چیز نبی ﷺ کے نور سے بنائی گئی ۔جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا۔

(الحدیقۃ الندیہ ج ۲ ص ۳۷۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

حاشیہ.....☆

تفسیر نیشاپوری میں آیت مبارکہ "وانا اول المسلمین" کی تفسیر میں ہے۔

کما قال اول ما خلق اللہ نوری۔

ترجمہ: جیسے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔

(تفسیر نیشاپوری ج ۸ ص ۶۶ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

امام ابن الحاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

سب سے پہلے نور مصطفےٰ ﷺ کو پیدا فرمایا اور اس نور سے تمام اشیاء کو پیدا کیا...... پس نور عرش نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے نور قلم نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔لوح محفوظ کا نور، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے، دن کا نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے معرفت کا نور، شمس وقمر کا نور اور آنکھوں کا نور، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔

(المدخل لابن الحاج ملخصاً ج ۲ ص ۳۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔

وکونہ ﷺ رحمۃ للجمیع باعتبار انہ علیہ الصلاۃ والسلام واسطۃ الفیض الالھی علی الممکنات علی حسب القوابل ولذا کان نورہ ﷺ اول المخلوقات ففی الخبر اول ما خلق اللہ تعالی نور نبیک یا جابر وجاء اللہ تعالی المعطی وانا القاسم۔

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ کا سب کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ ممکنات پر نازل ہونے والے فیض الٰہی کا ان کی قابلیتوں کے مطابق واسطہ ہیں اس لئے آپ کا نور سب سے پہلی مخلوق تھا۔حدیث شریف میں ہے اے جابر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

(تفسیر روح المعانی ج ۱۷ ص ۱۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن حجر مکی ہیتمی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں۔

وانما الذی رواہ عبدالرزاق انہ ﷺ قال ان اللہ خلق نور محمد قبل الاشیاء من نورہ۔

ترجمہ: عبدالرزاق نے جو حدیث روایت کی ہے وہ یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے نور مصطفیٰ ﷺ پیدا کیا۔

(فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۴۷ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں۔

درحدیث صحیح واردشدہ کہ "اول ما خلق اللہ نوری"

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

خود علماء دیوبند کے اقوال

(۱) دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب نشر الطیب (ص ۶ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور) کے مضمون کو اسی طرح شروع فرماتے ہیں۔

پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں۔ اس فصل میں نور کی وہ تمام حدیثیں تحریر فرماتے ہیں جو ہم احادیث میں بیان کر چکے ہیں۔ اس ضمن میں فرماتے ہیں۔

(ف) اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقت ثابت ہوا کیونکہ جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے۔ ان اشیاء کا نور محمدی سے تاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔ (انتہیٰ)

اس میں مولوی صاحب موصوف نے دو چیزیں تسلیم کیں۔ ایک تو حضور ﷺ کا نور ہونا۔ دوسرے حضور کے نور کا تمام مخلوق سے پہلے ہونا اور ہر چیز کا آپ کے نور سے نور بنا بھی مولوی صاحب مذکور نے اس کتاب میں اس جگہ تسلیم کیا ہے دیکھئے موجودہ دیوبندی وہابی اپنے ان پیشوا پر کیا فتویٰ لگاتے ہیں۔

یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب شکر الصدور میں فرماتے ہیں۔

درشعاع بے نظیرم لاشوید ورنہ پیش نور من رسوا شوید

ترجمہ: میری بے مثال شعاع کے آگے فناہ وگم ہو جاؤ نہیں تو میرے نور کے آگے رسوا ہو جاؤ گے

یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی اسی کتاب شکر الصدور میں دوسری جگہ خود فرماتے ہیں۔ شعر

نبی خود نور اور قرآن ملا نور نہ ہو پھر ملکے کیوں نور علی نور

(شکر الصدور ص ۲)

شاہ عبدالرحیم صاحب یعنی شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد اپنی کتاب انفاس رحیمیہ میں فرماتے ہیں۔

از عرش تا بفرش وملائکه علوی و جنس سفلی همه ناشی ازاں حقیقته محمدیه است وقول

حاشیہ......☆

غیر مقلد اور دیوبندیوں کے امام محمد اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

چنانکہ روایت "اول ما خلق اللہ نوری" برآں دلالت می دارد۔

ترجمہ: جیسے کہ روایت اول ما خلق اللہ نوری اس پر دلالت کرتی ہے۔

(یک روزہ ص ۱۱ مطبوعہ ملتان)

رشید احمد گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں۔

سوال اول ما خلق اللہ نوری اور لولاک لما خلقت الافلاک...... یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں یا وضعی؟

ترجمہ: یہ حدیثیں صحاح میں موجود نہیں مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اول ما خلق اللہ نوری کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔
(فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص ۱۵۷ مطبوعہ محمد سعید کمپنی کراچی)

رسول مقبول اول ما خلق اللہ نوری و خلق اللہ ما خلق اللہ من نوری وقول لولاک لما خلقت الافلاک وقولہ لولاک لما اظہرت ربوبیتی۔

ترجمہ: فرش سے عرش تک نور اور اعلیٰ فرشتے اسفل کی جنس سب کی سب حقیقۃ محمدیہ سے پیدا ہیں۔حضور کا فرمان ہے سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا۔اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔

(انفاس رحیمیہ ص ۱۳)

امام طائفہ دیوبندیہ وہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب منصب امامت میں فرماتے ہیں۔ص ۱۶۔

کہ اے کسیکہ بے بصر است البتہ از نورا فشاں اوبے خبر است۔

ترجمہ: ہاں جو اندھا ہے وہ حضور ﷺ کے نور افشاں سے بے خبر ہے۔

(منصب امامت ص ۱۶ مطبوعہ ہند)

یہ ہی مولوی اسماعیل صاحب دہلوی اپنی اسی کتاب منصب امامت میں دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

اما نزول برکت پس بیانش آنکہ وجود انبیاء بمشابہ آفتاب عالم تاب است کہ چوں نور او در تمام عالم منتشر شود۔لابد ظلمت شب بدر رود۔

ترجمہ: لیکن برکت کا نازل ہونا تو اس کا بیان یہ ہے کہ حضرت انبیاء کا وجود دنیا کو چمکانے والے سورج کی طرح ہے کہ جب اس کا نور دنیا میں پھیلتا ہے تو رات کی تاریکی دور ہو جاتی ہے۔

(منصب امامت ص ۱۶ مطبوعہ ہند)

مولوی حسین احمد صاحب اپنا اور اپنے تمام دیوبندی علماء کا عقیدہ اپنی کتاب الشہاب الثاقب میں ۵۰ پر یوں بیان فرماتے ہیں۔

ہمارے حضرات اکابر کے اقوال وعقائد کو ملاحظہ فرمایئے یہ جملہ حضرات ذات حضور پرنور علیہ السلام کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الہیہ وسراب رحمت غیر متناہیہ اعتقاد لیے بیٹھے ہوئے ہیں۔ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے اب تک جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی عام ہے کہ وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی ان سب میں آپ کی ذات پاک اسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ پہلے آفتاب سے نور چاند میں آیا۔اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں غرضیکہ حقیقت محمدیہ واسطہ جملہ کمالات عالم وعالمیان ہے غرضیکہ حقیقت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ واسطہ جملہ کمالات عالم وعالمیان ہے یہ ہی معنی **لولاک لما خلقت الافلاک** اور اول ما خلق اللہ نوری اور انا نبی الانبیاء کے ہیں۔

(۲) دیوبندیوں کے پیشوائے مطلق مولوی رشید احمد صاحب اپنی امداد السلوک کے ص ۸۵ پر فرماتے ہیں۔

ازیں جا است کہ حق تعالیٰ درشان حبیب خود ﷺ فرمودہ کہ البتہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین ومراد از نور ذات پاک حبیب خدا ﷺ است ونیز او تعالیٰ فرماید کہ اے نبی ﷺ ترا شاہد ومبشر ونذیر وداعی الی اللہ تعالیٰ وسراج منیر فرستادہ ایم ومنیر روشن کنندہ و نور دہندہ را گویند۔

ترجمہ: اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی شان میں فرمایا۔کہ تمہارے پاس حق تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آئے۔نور سے مراد حبیب خدا ﷺ کی ذات پاک ہے۔نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو گواہ اور بشیر ونذیر اور اللہ کی

طرف بلانے والا اور چمکانے والا سورج بنا کر بھیجا۔ منیر روشن کے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں۔

اس عبارت میں مولوی رشید احمد صاحب نے تین باتیں فرمائیں ایک یہ کہ حضور انور ﷺ اللہ کا نور ہیں۔ دوسرے یہ کہ آیت کریمہ قد جاء کم من اللہ نور و کتاب ومبین۔ میں نور سے مراد حضور ﷺ ہیں۔ تیسرے یہ کہ حضور ﷺ صرف نور ہی نہیں بلکہ منیر یعنی نور گر ہیں۔ کہ اپنے متبعین غلاموں کو نور بنا دیتے ہیں۔ حضور سورج ہیں کہ رات میں چاند تاروں کو اور دن میں ذروں کو چمکا دیتے ہیں۔ اب کسی دیوبندی کو حق نہیں کہ ان تین چیزوں کا انکار کرے۔ کیونکہ ان کے پیشوا ہادی مطلق برحق نے یہ سب کچھ مان لیا۔

(۳) یہ ہی مولوی رشید احمد صاحب اپنی اسی کتاب امداد السلوک کے صفحہ ۸۶ پر فرماتے ہیں۔

وحضرات صلوۃ اللہ علیہ فرمودہ کہ حق تعالیٰ مرا از نور خود پیدا فرمود۔ ومومنین از نور من پیدا فرمود۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور مسلمانوں کو میرے نور سے پیدا فرمایا۔

(۴) یہ ہی مولوی رشید احمد صاحب اسی امداد السلوک کے اسی ص ۸۶ پر کچھ آگے یوں فرماتے ہیں۔

آں ذات پاک ﷺ ہم از جملہ اولاد آدم اند مگر آنحضرت ﷺ خود را چناں مطہر فرمود کہ نور خالص گشتہ و حق تعالیٰ آنجناب را نور فرمود و بتواتر ثابت شد کہ آنحضرت ﷺ سایہ نداشتند۔ وظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل می دارند۔

ترجمہ: حضور ﷺ بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں مگر نبی ﷺ نے اپنے کو اس طرح پاک فرمالیا کہ آپ خالص نور ہو گئے اور تواتر سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور ﷺ سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام جسم سایہ رکھتے ہیں۔

اس عبارت میں مولوی صاحب نے دو چیزیں مانیں ایک یہ کہ حضور انور ﷺ نور ہیں۔ رب نے انہیں نور کہا۔ دوسرے یہ کہ حضور انور ﷺ کا جسم اطہر کا سایہ نہ تھا۔ یعنی ان کی نورانیت بعض وجوہ سے محسوس بھی تھی۔

حضور کے نور ہونے پر اور بہت سے دلائل قائم کئے جا سکتے ہیں۔ مگر میں اسی پر قناعت کرتا ہوں ماننے والے کو اتنے ہی کافی ہیں۔ ضدی کے لئے دفتر بھی کافی نہیں۔

عقلی دلائل

عقل بھی چاہتی ہے کہ حضور ﷺ خود رب تعالیٰ کا نور ہیں آپ کا ہر عضو شریف نور۔ آپ کا ہر حال شریف میں نور ہے۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) نور وہ نور ہے جو خود ظاہر ہو دوسروں کو ظاہر کرے۔ حضور ﷺ خود تو ایسے ظاہر کہ انہیں بحر و بر۔ خشک و تر۔ شجر و حجر۔ آسمان کا ہر تارہ زمین کا ہر ذرہ پہچانتا ہے انسان انہیں جانیں۔ جانور انہیں پہچانیں۔ کنکر ان کا کلمہ پڑھیں۔ پتھر ان کی گواہی دیں۔ غرضیکہ خود ایسے چمکے کہ کسی سے چھپ نہ سکے۔ اور دوسروں کو ایسا چمکایا کہ جس کو ان سے نسبت ہوگئی وہ چمک گیا۔ مدینہ منورہ کی گلیاں حضور سے چمکیں مکہ معظمہ کے کوچہ بازار۔ کعبہ معظمہ کے در و دیوار نقش و نگاران سے جگمگائے۔ انہیں کے صدقہ سے حلیمہ دائی کی عظمت کے دنیا گیت گا رہی ہے۔ انہیں کے طفیل سے حضور کی نسل کی بزرگی کے خطبے پڑھے جا رہے ہیں۔ بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے جن کو حضور نے ظاہر کیا وہ تو ظاہر ہو گئے۔ باقی تمام چھپ گئے۔ بلکہ خود خدا تعالیٰ کی ذات صفات کو ہم نے حضور ہی سے پہچانا۔ ہماری عقلوں کی رسائی اس تک ناممکن تھی۔ غرضیکہ نور کے معنی نبی کریم ﷺ ہیں کامل طور پر موجود ہیں۔ حضور ﷺ کامل نور ہیں۔

(۲) حضور ﷺ کی دعائیں یقیناً قبول ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولسوف یعطیك ربك فترضی رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے اور حضور ﷺ بھی یہ دعا کرتے تھے۔ اللھم اجعلنی نوراً خدایا مجھے نور کر دے۔ بتاؤ یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں ضرور ہوئی تو لامحالہ حضور ﷺ نور ہوئے۔

(۳) انسان کا جسم خاکی ہے اور روح نوری۔ رب فرماتا ہے قل الروح من امر ربی (بنی اسرائیل پارہ ۱۵) فرمادو کہ روح رب کے امر سے ہے۔ یعنی عالم امر کی ایک مخلوق ہے۔ اور عالم امر نور ہے۔ مقبولوں کے روح کی نورانیت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ جسم نور بن جاتا ہے اس لئے بعض اولیاء اللہ کے جسم میں بعض وقت تلوار نے اثر نہ کیا۔ آر پار ہو گئی۔ بعض اولیاء نے کئی ماہ تک کھانا پانی استعمال نہ کیا۔ فتاویٰ حدیثیہ باب التصوف میں علامہ ابن حجر حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کے متعلق فرماتے ہیں۔

حتی انه مکث علی ثلثة اشهر علی وضوء واحد۔

ترجمہ: آپ تین مہینہ تک ایک ہی وضو پر رہے۔

(الفتاوی الحدیثیۃ باب فی التصوف مطلب فی ان ابن عربی مکث ثلاثۃ اشھر علی وضوء واحد ص ۳۸۸ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

اور نبی کریم ﷺ اس مبارک جماعت کے سردار اور پیشوا ہیں۔ حضور کا نور روحانی جسمیت پر ایسا غالب ہے کہ جسم اطہر بھی نوری ہو چکا ہے۔

(۴) روایات سے ثابت ہے کہ حضور کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا جیسا کہ دوسرے باب میں انشاء اللہ آوے گا۔ اور کثیف چیز کا یقیناً سایہ ہوتا ہے پتہ لگا کہ حضور ﷺ نور ہیں۔ کثافت حضور کے قریب بھی نہیں۔

(۵) حضور اقدس ﷺ معراج کی رات آگ کے کرہ اور زمہریز سے گزرے اور پھر وہاں پہنچے جہاں مکاں بھی ختم ہو چکا تھا یعنی لامکان کے مکین ہوئے اور ظاہر ہے کہ جسم آگ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور مکان کا حاجتمند ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس رات نورانیت کی جلوہ گری تھی۔

(۶) کوئی انسان بغیر ہوا کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور معراج کی رات حضور انور جہاں تشریف لے گئے وہاں ہوا کا نشان نہ تھا۔ پھر وہاں زندہ رہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور نور ہیں۔

(۷) اگر انسان کے دل پر ذرا سی ٹھیس لگ جاوے تو موت واقع ہو جاتی ہے مگر فرشتوں نے حضور کے دل مبارک کو سینہ انور سے نکالا اسے چیر کر نور سے بھرا مگر زندگی شریف باقی رہتی۔ معلوم ہوا کہ حضور نے متواتر کئی کئی روز تک اس طرح رکھے کہ بیچ میں بالکل افطار نہ فرمایا۔ اس کے باوجود بھوک پیاس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اگر ان کی زندگی شریف ہماری طرح بالکل جسمانی ہوتی تو کھانے پینے سے ایسے بے نیاز نہ ہوتے۔ حضور کا نور اب بھی بعض اولیاء کرام دن رات ان آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ مولانا جامی فرماتے ہیں۔

گرچہ صد مرحلہ دور است زپیش نظرم

وجھه فی نظری کل غدات وعشی

بعض اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک آن میں آپ کا نور نہ دیکھوں تو اپنے آپ کو مرتد ہونے کا فتویٰ دے دوں اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھتے مگر آنکھ والوں سے سن کر سورج اور اس کے نور کو مان لیتا ہے۔ ہم کو بھی چاہئیے کہ اگر حضور کا نور اپنی کمزوری سے ان آنکھوں سے نہ دیکھ سکیں تو کان سے سن کر مان لیں۔

(۹) حضور انور ﷺ نے معراج کی رات ہزاروں سال کا سفر ایک آن میں طے فرمایا۔ یہ جسم کثیف اتنا دور دراز سفر اتنی تھوڑی مدت

میں طے نہیں کرسکتا۔ معلوم ہوا کہ حضور نور ہیں اور جیسے کہ نور نظر یا ہمارا نور خیال آنا فانا بڑی سے بڑی مسافت ایک آن میں طے کر لیتا ہے ایسے ہی حضور نے اتنا دراز فاصلہ ایک آن میں طے فرمایا۔

(۱۰) قرآن کریم حضور ﷺ کی تعریف میں فرماتا ہے۔

عزیز علیه ما عنتم۔

ترجمه: تمہاری مشقت ان پر بھاری اور نا گوار ہے۔

(سورہ توبہ پارہ ۱۱ آیت نمبر ۱۲۸)

معلوم ہوا کہ جیسے روح اپنی نورانیت کی وجہ سے جسم کے ہر عضو کے ہر درد سے خبر دار ہے کہ پاؤں میں چوٹ لگے تو روح کو خبر۔ سر دکھے تو روح کو خبر۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور ہیں اور اپنے ہر امتی کے ہر حال سے باخبر ہیں۔

(۱۱) قانون قدرت ہے کہ کثرت کی ابتداء وحدت سے ہوتی ہے۔ اور کثرت کو فیض وحدت سے ملتا ہے۔ گویا وحدت کے لئے مبداء فیاض ہوتی ہے۔ (دیکھو) آسمان کے بے شمار تارے ایک سورج سے نور لیتے ہیں۔ درخت کے تمام پتے۔ شاخیں۔ پھول پھل۔ ان سب کی ابتداء ایک جڑ سے ہے اور تمام کو فیض بھی اسی ایک جڑ سے ہے۔ تمام انسانوں کی جسمانی ابتداء ایک آدم علیہ السلام سے ہے بدن کے سارے اعضاء کو فیض ایک دل سے ہے غرضیکہ ہر کثرت میں وحدت کا فیض ہے تو چاہئے کہ عالم کثرت یعنی جو اللہ کے سوا ہے اس کی ابتداء بھی ایک سے ہی ہو اس کثرت میں بھی کوئی ایک فیض رساں ہو۔ اس مبداء فیاض ایک کا نام حقیقت محمدیہ اور نور محمدی ہے ورنہ بتاؤ یہ کثرتیں کس وحدت کی شاخیں ہیں اور کون سی وحدت اس میں کارفرما ہے۔ بہر حال یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ حقیقت محمدیہ عالم کی اصل ہے اور سارا عالم اسی سے ہی فیض لیتا رہا ہے اور لیتا رہے گا۔

دوسری فصل ......اس مسئلہ پر اعتراضات اور جوابات

اعتراض نمبر ۱

اگر نبی کریم ﷺ اللہ کا نور ہیں۔ تو خدا کا نور ٹکڑے ہو گیا اور نبی کریم ﷺ خدا کا جز بن گئے اور حضور میں خدائی آگئی یہ عقیدہ عیسائیوں کے عقیدہ کے مشابہ ہے۔ کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام میں الوہیت حلول مان لی۔

جواب:۔ ان سوالوں کا منشا یہ ہے کہ معترض اسے سمجھا نہیں۔ اللہ کا نور ہونا۔ اس کے صرف یہ معنی ہیں کہ نبی کریم ﷺ بلا واسطہ رب سے فیض لینے والے ہیں اور تمام خلقت نے حضور کے واسطے سے فیض ربانی حاصل کیا جیسے آئینہ سورج کے سامنے ہو تو سورج کا عکس اس آئینہ کو چمکا دیتا ہے۔ پھر یہ آئینہ دوسرے حجاب والے آئینوں کے مقابل کر دو۔ تو وہ تمام اس آئینہ سے جگمگا جاتے ہیں تو پہلا آئینہ نہ سورج کا ٹکڑا ہے نہ عین سورج بلکہ بلا واسطہ اس سے تجلی حاصل کر رہا ہے اور دوسرے آئینے اس کے ذریعے سے۔ یہ نسبت ایسی ہے جیسے قرآن کریم نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ناقۃ اللہ یعنی اللہ کی اونٹنی فرمایا اور عیسیٰ علیہ السلام کو روح منہ۔ اللہ کی روح فرمایا۔ یعنی بلا واسطہ والدین رب کے پیدا کئے ہوئے۔

اعتراض نمبر ۲

حضور نور نہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

قل انما انا بشر مثلکم۔

ترجمہ: فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔

(سورہ کہف پارہ١٦ آیت نمبر١١٠)

جب حضور بشر ہوئے تو نور نہ ہوئے بشریت اور نوریت جمع نہیں ہوسکتی۔

جواب:۔ حضور ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ یعنی نوری بشر ہیں۔ حقیقت حضور کی نور ہے۔ اور لباس بشری ہے رب تعالیٰ نے حضرت جبریل کے بارے میں فرمایا:

فارسلنا الیها روحنا فتمثل لها بشراً سویا۔

ترجمہ: پس بھیجا اس کی طرف ہم نے روح وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

(سورہ مریم پارہ١٦)

حضرت جبریل علیہ السلام فرشتہ ہیں نور ہیں اور حضرت مریم کے پاس بشری شکل میں ظاہر ہوئے۔ اس وقت اس بشری شکل کی وجہ سے نورانیت سے علیحدہ نہیں ہوگئے۔ صحابہ کرام نے حضرت جبریل کو بشری شکل میں دیکھا۔ سیاہ زلفیں۔ سفید لباس۔ آنکھ۔ ناک۔ کان وغیرہ سب موجود ہیں۔ اس کے باوجود بھی وہ نور تھے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم۔ حضرت لوط۔ حضرت داؤد علیہم السلام کے خدمات میں فرشتے شکل بشری میں گئے۔ رب فرماتا ہے۔

هل اتاك حديث ضيف ابراهيم اذ دخلوا عليه فقالوا سلاما قال سلام قوم منكرون۔

ترجمہ: کیا تم کو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی خبر پہنچی جب وہ مہمان ان کے پاس گئے اور کہا سلام آپ نے فرمایا۔ سلام اجنبی قوم سے ہے۔

هل اتاك نبوا الخصم اذ يسور و المحراب اذ دخلوا على داود ففزع منهم قالوا لاتخف خصمن بغى بعضنا على بعض۔

ترجمہ: اور کیا تمہیں اس دعوے والوں کی بھی خبر آئی جب وہ دیوار کود کر داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گیا۔ انہوں نے عرض کیا ڈریئے نہیں ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔

(سورہ ص پارہ٢٣)

ولما ان جاء ت رسلنا لوطا سيئ بهم وضاق بهم ذرعاً و قالوا لا تخف و تحزن انا منجوك الا امراتك كانت من الغابرين۔

ترجمہ: اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے ان کا آنا اسے ناگوار ہوا اور ان کے سبب دل تنگ ہوا۔ انہوں نے کہا کہ نہ ڈریئے اور نہ غم کیجئے۔ بے شک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر آپ کی عورت رہ جانے والوں میں ہے۔

(سورہ عنکبوت پارہ٢٠)

ان تمام آیتوں سے معلوم ہوا کہ فرشتے انبیاء کرام کی خدمت میں انسانی شکل بشری صورت میں حاضر ہوتے تھے۔ مگر اس کے باوجود وہ نور بھی ہوتے تھے۔ غرضیکہ نورانیت و بشریت ضدیں نہیں۔

اعتراض نمبر ٣

اگر حضور ﷺ نور ہیں اور ہر جگہ حاضر وناظر ہیں تو چاہیئے کہ کسی جگہ اندھیرا نہ ہوا کرے۔ ہر جگہ روشنی ہو۔ لہذا یا تو حضور نور نہیں یا ہر

جگہ حاضر ناظر نہیں۔

جواب:۔ اس سوال کے دو جواب ہیں ایک جواب الزامی دوسرا جواب تحقیقی۔

جواب الزامی تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ نور ہے اور ہر وقت ہمارے ساتھ ہے۔ مگر ہر جگہ روشنی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اللہ نور السموات والارض۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کا نور ہے۔

(سورہ نور پارہ ۱۸)

وھو معکم اینما کنتم۔

ترجمہ: اور وہ رب تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔

(سورہ واقعہ پارہ ۲۷)

نحن اقرب الیہ منکم ولکن لاتبصرون۔

ترجمہ: ہم بمقابلہ تمہارے اس سے زیادہ قریب ہیں۔ مگر تم دیکھتے نہیں۔

(سورہ واقعہ پارہ ۲۷ آیت نمبر ۸۶)

نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔

ترجمہ: ہم اس سے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

ان اللہ مع الصابرین۔

ترجمہ: بے شک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

(سورہ بقر پارہ ۲)

نیز قرآن شریف نور ہے اور ہر گھر میں رہتا ہے۔ مگر روشنی نہیں ہوتی۔ فرشتے نور ہیں۔ اور ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ مگر ان کی روشنی نہیں پڑتی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وانزلنا الیکم نورا مبیناً۔

ترجمہ: اور ہم نے تمہاری طرف ظاہر نور اتارا۔

(سورہ نساء پارہ ۶)

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم۔

ترجمہ: فرمادو۔ تم کو وہ موت کا فرشتہ وفات دے گا۔ جو تم پر مقرر ہے۔

(سورہ سجدہ پارہ ۲۱)

اب بتاؤ کہ یا تو رب تعالیٰ ہمارے ساتھ نہیں ہے یا وہ نور نہیں۔ اسی طرح یا تو فرشتے اور قرآن ہمارے پاس نہیں رہا یا وہ نہیں۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ نور دو قسم کا ہے نور حسی اور نور معنوی۔ نور حسی کے لئے محسوس ہونا ضروری ہے مگر نور معنوی کے دیکھنے کو قوۃ قدسیہ والی آنکھیں چاہئیں۔ اگر اندھا آفتاب کو نہ دیکھے تو اسے چاہیے کہ دیکھنے والوں سے سن کر اسے نور مان لے۔ اسی طرح قوت قدسیہ والے اولیاء اللہ نور محمدی کو دیکھتے ہیں۔ محسوس کرتے ہیں۔ ان سے سن کر قرآن کو مان کر حضور ﷺ کو نور مان لے۔

اعتراض نمبر ۴

اگر حضور نور ہیں تو کھاتے پیتے کیوں ہیں۔ ان کے اولاد کیوں ہوتی ہے اور چاہئے کہ سارے سید نور ہوں کیونکہ انسان کا بچہ انسان۔

گھوڑے کا بچہ گھوڑا۔ شیر کا بچہ شیر ہوتا ہے۔ تو چاہیے کہ نور کی اولاد نور ہو۔ (وہابی)

جواب:۔ کسی آیت یا حدیث میں نہیں کہ نور کی اولاد نہیں ہوتی اگر ہے تو پیش کرو۔ فرشتوں کے اولاد نہ ہونا۔ اس لئے ہے کہ فرشتہ ہے فرشتوں کے اولاد نہیں ہم حضور کو نور مانتے ہیں۔ فرشتہ نہیں مانتے۔ تمہاری یہ بیہودہ گفتگو محض بے کار ہے۔ یہ تمام سوالات اس صورت میں ہو سکتے تھے۔ جب حضور کی بشریت کا انکار کیا جاتا۔ حضور نور بھی ہیں۔ بشر بھی ہیں۔ اور یہ تمام عوارض انسانی بشریت کے ہیں۔ نورانیت کے نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہزاروں برس سے ہیں کھانے پینے سونے اور اولاد وغیرہ سے پاک ہیں۔ کیونکہ وہاں نورانیت کی جلوہ گری ہے۔ جب دنیا میں آئیں گے۔ تو پھر کھانا پینا نکاح وغیرہ سب کچھ کریں گے۔ تب بشریت کی جلوہ گری ہوگی۔ حضور ﷺ نے معراج میں ہزاروں سال کا سفر طے کیا۔ اس وقت نورانیت کی جلوہ گری تھی۔ کھانے پینے کی حاجت نہ ہوئی۔ جب سرکار صوم وصال رکھتے تھے تو مسلسل روزے بغیر افطار کے رکھتے۔ اور مطلقاً بھوک کا احساس نہ ہوتا تھا لیکن دوسری حالت میں اگر کھانا ملاحظہ نہ فرماتے تو آثار بھوک نمودار ہو جاتے تھے۔ روزے کی حالت میں نورانیت کا ظہور ہے اور دوسرے وقت بشریت کی جلوہ گری۔

ہاروت و ماروت فرشتے ہیں۔ نور ہیں۔ مگر جب انہیں بہ لباس بشری دنیا میں بھیجا گیا تو وہ کھاتے پیتے بھی تھے۔ بلکہ صحبت بھی کر سکتے تھے۔ اس ہی کھانے پینے اور صحبت کی قوت کی بنا پر ان پر عتاب والا واقعہ پیش آیا۔ ان کا یہ کھانا پینا اور قوت جماع اسی لباس بشری کے احکام تھے۔

حضرت ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بشری شکل میں آئے تو موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ سے ان کی آنکھ جاتی رہی یہ آنکھ جانا بشریت کے احکام سے تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصا جب سانپ بن جاتا تو کھاتا پیتا بھی تھا یہ اس کا کھانا پینا۔ اس کی اس شکل کے عوارض تھے۔ رب فرماتا ہے۔

واوحينا الى موسى الق عصاك فاذا هي تلقف ما يا فكون۔

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اپنی لاٹھی ڈالو تو وہ نگل گئی اسے جو وہ گڑھتے تھے۔

(سورۃ اعراف پارہ ۹)

والق ما في يمينك تلقف ما صنعوا۔

ترجمہ: اپنے ہاتھوں کی چیز پھینکو ان کی مصنوع کو نگل جاوے گی۔

(سورہ طٰہٰ پارہ ۱۶)

حضور ﷺ بشریت میں آدم علیہ السلام کی فرع اور ان کی اولاد ہیں اور نورانیت میں آدم علیہ السلام کی اصل ہیں۔ نور میں توالد وتناسل نہیں ایمان نور ہے۔ مومن نورانی ہے۔ عالم نورانی ہے۔ نبوت نور ہے نبی نورانی ہیں اس کے باوجود مومن کی اولاد کافر۔ عالم کی اولاد جاہل۔ نبی کی اولاد کافر بھی ہو جاتی ہے۔ جنتی لوگ نورانی ہوں گے۔ حوریں نور ہیں۔ مگر حدیث شریف سے ثابت ہے کہ بعض جنتی اولاد کی خواہش کریں گے اور انہیں اولاد ہوگی۔ فرمائیے اگر نور کے اولاد نہیں ہو سکتی تو ان جنتی لوگوں کے اولاد کیسی ہوگی۔

اعتراض نمبر ۵

آیۃ قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین واو عطف تفسیری کے لئے ہے اور نور سے قرآن شریف مراد ہے نہ کہ نبی کریم ﷺ جسے کتاب مبین بتا رہی ہے۔

جواب:۔ محققین مفسرین کے نزدیک نور سے مراد حضور ﷺ ہیں جیسے امام جلال الدین سیوطی اور تفسیر خازن۔ مدارک۔ تفسیر ابن

عباس۔ تفسیر صاوی۔ وغیرہ۔ نیز اس آیت کی ابتدا میں حضور ﷺ کا ذکر شریف ہے کہ رب نے فرمایا۔

یا اھل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم کثیراً مما کنتم تخفون من الکتاب ویعفوا عن کثیر قد جاء کم من اللہ نور۔

ترجمہ: اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے جو تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت کو معاف فرماتے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

(سورہ مائدہ پارہ ٦ آیت نمبر ١٥)

اس اوپر والی آیت نے بتایا کہ نور سے مراد وہی رسول ہیں۔ جن کا ذکر آ چکا نیز واو کو عطف تفسیری ماننا گویا معنی مجازی مراد لینا ہے اور بلا ضرورت معنی مجازی نہیں لینا چاہیے۔ کیونکہ عطف معطوف الیہ میں مغائرت چاہتا ہے تو چاہیے کہ نور اور ہو کتاب کچھ اور نیز عطف تفسیری میں کتاب مبین تجدید ہے اور پہلی صورت میں کتاب مبین میں تاسیس اور تاسیس تجدید سے بہتر ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ دوسری عبارت کچھ نئی بات بتائے نہ یہ کہ پہلی بات کو دوبارہ کہہ دے نیز اس آیت کی تفسیر وہ آیت ہے۔

یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھداً و مبشراً ونذیراً وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً۔

(سورہ احزاب پارہ ٢٢ آیت نمبر ٤٦)

اس آیت نے صاف طور پر حضور کو نورانی سورج فرمایا۔ اور خود قرآن کی تفسیر دوسری تفسیر سے اعلیٰ ہے نیز اس آیت کی تفسیر وہ حدیث ہے جسے مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب میں بحوالہ عبد الرزاق حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا۔

یا جابر ان اللہ تعالی خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ۔

(الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف ص ٦٣۔ ٦٢ رقم الحدیث ١٨ مطبوعہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ١ ص ٧١ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (شرح زرقانی ج ١ ص ٨٩۔ ٩١ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کشف الخفاء ج ١ ص ٣١١ رقم الحدیث ٨٢٧ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (تاریخ النور السافر للامام عیدروسی متوفی ١٠٧٣ ج ١ ص ٨ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السیرۃ الحلبیہ ج ١ ص ٥٠ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (نشر الطیب ص ١٣ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی لاہور)، (تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ج ١ ص ١٩ مطبوعہ موسسۃ الشعبان بیروت)، (عصیدۃ الشھدۃ شرح القصیدۃ البردۃ ص ٧٣ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (جواہر البحار للنبہانی ج ٤ ص ٢٢٠ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)، (تفسیر روح المعانی ج ٨ ص ٧١ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور قرآن کی تفسیر جو خود صاحب قرآن ﷺ فرمادیں وہ اعلیٰ کتاب ہے۔ نیز کتاب کے لئے نور کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ وہ پڑھی جاسکے جیسے عبارت قرآن کے لئے اس ظاہری نور کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی قرآنی معارف کے لئے نور روحانی کی حاجت ہے اور وہ حضور ﷺ ہے۔

اعتراض نمبر ٦

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ خود قرآن تذکرہ یعنی نصیحت یا اگلی پچھلی باتوں کو یاد دلانے والا ہے۔ قرآن نور ہے۔ قرآن ہدایت ہے قرآن برہان ہے قرآن شفا ہے۔ رحمت ہے۔ جب قرآن میں یہ ساری صفات موجود ہیں۔ تو اب دوسرے نور یا دوسری ہدایت کی ضرورت نہیں آیات ملاحظہ ہوں۔

ان ھذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلاً۔

ترجمہ: وہ آیات نصیحت ہیں تو چاہے اپنے رب کا راستہ اختیار کرے۔

(سورہ مزمل آیت نمبر ١٩)

وانزلنا الیکم نوراً مبینا۔

ترجمہ: اور ہم نے تمہاری طرف نور کھلا ہوا اتارا۔

(سورہ نساء پارہ ٦)

ذالك الكتاب لاريب فيه هدى للمتقين۔

ترجمہ: یہ کتاب ہے کہ اس میں شک نہیں پرہیزگاروں کی ہادی۔

(سورہ بقرہ)

وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمومنين۔

ترجمہ: ہم قرآن کی وہ آیتیں اتارتے ہیں جو شفا ہیں۔اور مومنوں کے لئے رحمت۔

(سورہ بنی اسرائیل پارہ ١٥ آیت نمبر ٨٢)

قد جاء كم برهان من ربكم۔

ترجمہ: بےشک تمہارے پاس ہمارے رب کی طرف سے دلیل آچکی۔

اعتراض نمبر ۷

چونکہ یہ تمام خوبیاں قرآن سے حاصل ہوچکیں اور تحصیل حاصل ناممکن ہے لہذا نبی میں ان میں سے کوئی صفت نہیں مانی جاسکتی۔ (دیوبندی و چکڑالوی)

جواب:۔ جیسے قرآن آخری کتاب ہے اور سارے عالم کے لئے اور ہمیشہ کے لئے آئی ہے اس لئے اس میں یہ تمام خوبیاں موجود ہیں کہ غافلوں کے لئے تذکرہ عاقلوں کے لئے نور۔گمراہوں کے لئے ہدایت۔جسمانی یا روحانی بیماریوں کے لئے شفاء مومنوں کے لئے رحمت محققین کے لئے برہان ہے ایسے ہی نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں اور سارے عالم کے لئے اور ہمیشہ کے لئے۔لہذا ان میں بھی تمام خوبیاں ہونی چاہئیں کہ ہر قسم کی مخلوق حضور سے فیض حاصل کرسکے۔اس لیے رب تعالیٰ نے حضور کے وہ تمام صفات بیان فرمائے۔جو قرآن کریم نے بیان فرمائے چنانچہ حضور ﷺ مذکر یعنی نصیحت فرمانے والے یا اگلی پچھلی باتیں یاد دلانے والے بھی ہیں۔حضور برہان یعنی دلیل بھی ہیں۔حضور شفاء بھی ہیں حضور رحمت بھی ہیں آیات ملاحظہ ہوں۔

فذكر انما انت مذكر۔

ترجمہ: تو انہیں یاد دلاؤ تم یاد دلانے والے ہو۔

(غاشیہ آیت نمبر ٣٠)

انك تهدى الى صراط مستقيم۔

ترجمہ: بےشک تم سیدھے راستے کی ہدایت کرتے ہو۔

يا ايها الناس قد جاء كم برهان من ربكم وانزلنا اليكم نوراً مبينا۔

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے رب کی دلیل آگئی اور تمہاری طرف ہم نے روشن نور اتارا۔

وما ارسلنك الا رحمة للعالمين۔

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر جہانوں کے لئے رحمت۔

(انبیاء پارہ ١٧ آیت نمبر ١٠٧)

غرضیکہ نہ قرآن کی صفات کی حد ہے نہ صاحب قرآن کی صفات کی انتہاء بلکہ کعبہ اجسام کا قبلہ ہے اور حضور ﷺ دل وایمان وجان کا قبلہ ہیں۔ اس میں تحصیل حاصل لازم نہیں کیونکہ ہم دنیا میں دو نوروں کے حاجتمند ہیں ایک آنکھ کا نور۔دوسرے سورج یا چراغ کا نور۔اگر آنکھ

روشن ہو مگر چراغ وغیرہ کی روشنی نہ ہو تو بھی نظر نہیں آتا۔ اور اگر چراغ وغیرہ کی روشنی تو ہو مگر آنکھ میں نور نہ ہو تو بھی کچھ نہیں سوجھتا۔ اسی طرح قرآن گویا چراغ یا سورج ہے۔ اور صاحب قرآن ﷺ گویا نور نظر ہیں یا حضور ﷺ سورج و چاند ہیں تو قرآن کریم نور نگاہ ہے۔ غرضیکہ ہم کو نور قرآن کی بھی ضرورت ہے اور نور نبوت کی بھی۔ نماز قرآن سے ملی۔ مگر نماز کی تعداد۔ رکعتوں کی مقدار۔ نماز کا طریقہ حضور سے حاصل ہوا۔ اسی طرح زکوۃ و حج وغیرہ قرآن نے دیا۔ مگر ان کی ادائے گی کا طریقہ حضور نے سکھایا۔ نہ اس میں تحصیل حاصل ہے نہ کوئی۔ دوسری قباحت۔ بلکہ نور نبوت کی حاجت نور قرآنی سے پہلے ہے۔ اسی لئے کافر کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کرتے ہیں نہ کہ قرآن پڑھا کر۔ بچہ کے کان میں اذان کہتے ہیں قرآن نہیں پڑھاتے۔

اعتراض نمبر ۸

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا مانگتے تھے کہ **اللھم اجعل فی بصری نوراً** اور آخر میں آتا ہے **واجعلنی نوراً** یعنی اے اللہ میری آنکھ میں۔ کان میں۔ گوشت میں۔ ہڈی میں نور کر اور مجھے نور بنا دے گا۔ اگر حضور ﷺ خود پہلے ہی نور تھے تو اس دعا کی کیا وجہ تھی۔ نور تو وہ بنایا جاتا ہے جو پہلے سے نور نہ ہو۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ آپ ہمیشہ دعا مانگتے ہیں **اھدنا الصراط المستقیم**۔ اے اللہ ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے تو کیا آپ اس وقت گمراہ تھے جب آپ پہلے ہی ہدایت پر ہیں پھر ہدایت کیوں مانگ رہے ہیں۔ رب فرماتا ہے:

ھدی للمتقین۔

ترجمہ: یہ قرآن پرہیز گاروں کو ہدایت دینے والا ہے۔

(سورہ بقرہ پارہ ۱ آیت نمبر ۲)

یا ایھا الذین آمنوا آمنوا۔

ترجمہ: اے ایمان والو! ایمان لاؤ۔

(سورہ نساء پارہ ۵)

بتاؤ جو پہلے ہی پرہیزگار بن چکے۔ انہیں ہدایت دینے کے کیا معنی۔ اور جو پہلے ہی ایمان لا چکے۔ ان کے ایمان لانے کے کیا معنی۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور انور ﷺ کا یہ دعا مانگنا کہ خداوند میرے آنکھ۔ کان وغیرہ میں نور دے۔ امت کو تعلیم دینے کے لئے ہے نورانیت پر قائم رہنے کا دعا ہے۔

اعتراض نمبر ۹

حضور ﷺ کو نور کہنا حضور کی بے ادبی ہے بلکہ حضور کی عزت اسی میں ہے کہ آپ خاک سے ہوں۔ کیونکہ خاک نور سے افضل ہے اس لئے کہ فرشتے نور ہیں اور آدم علیہ السلام خاکی بشر اور فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا نہ آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو حضور کو نور ماننا گویا آپ کی توہین کرنا ہے۔

جواب:۔ اس اعتراض کے بھی دو جواب ہیں ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی الزامی جواب تو یہ ہے کہ پھر خدا تعالیٰ کو نور کہنا خدا کی اور قرآن کی بے ادبی ہوئی تعجب ہے کہ حضور کو نور کہنے میں تو آپ کو حضور کی بے ادبی معلوم ہو اور خدا تعالیٰ کو نور کہنے میں یہ ساری بے ادبی کا فور ہو گئے۔ ماشاء اللہ دیوبندی وہابی بھی ادب والے بن گئے جنہوں نے حضور انور ﷺ کی ایسی کھلی گستاخیاں کیں جو کھلا کافر بھی نہ

کر سکے۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ سجدہ آدم علیہ السلام کے صرف خاکی جسم شریف کو نہ تھا۔ بلکہ اس نورانی روح کو تھا۔ جو جسم شریف کو پھونکی گئی۔ رب فرماتا ہے۔

فاذا سویته و نفخت فیه من روحی فقعوا له ساجدین۔

ترجمہ: پھر جب میں ان کو درست کردوں اوران میں اپنی روح پھونک دوں تب تم ان کے لئے سجدے میں گر جانا۔

(سورہ حجر پارہ ۱۵)

معلوم ہوا کہ سجدہ روح آدم علیہ السلام کو ہے چونکہ جسم شریف اس روح کی تجلی گاہ بن چکا تھا اس لیے سجدہ اسے بھی ہوا۔ اور آدم علیہ السلام کی روح نور مصطفوی کی ایک تجلی تھی ورنہ آدم علیہ السلام کا جسم شریف تو روح پھونکنے سے چالیس سال پہلے پیدا ہو چکا تھا۔ اگر صرف جسم ہوتا تو اب تک توقف نہ کیا جاتا۔ اس سے پہلے سجدہ ہو چکا ہوتا۔ نیز ابلیس کو خاک کو خاک پر خاک کی طرف سجدہ کرنے میں کبھی عذر نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے خاک کے ہر ذرہ پر سجدے کر چکا تھا۔ آج یہ ایک سجدہ بھی کر لیتا۔ اب جو سجدے سے انکار کر رہا ہے وہ درحقیقت اس نورانیت کا منکر ہے جو سجدہ کا باعث ہے نیز اگر فقط خاک خاک ہی کو سجدہ کرانا تھا تو خاک کے ڈھیر۔ ٹیلے ہزار موجود تھے۔ ان میں سے کسی کی طرف سجدہ کرادیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ خاک مسجود نہ تھی بلکہ وہ نور مسجود تھا۔ آدم علیہ السلام میں ودیعت تھا۔

زبان حال سے کہتے تھے آدم! جسے سجدہ ہوا ہے میں نہیں ہوں

اعتراض نمبر ۱۰

اگر حضور ﷺ نور ہیں تو آپ اولاد آدم علیہ السلام کیسے ہوئے نور کسی کی اولاد نہیں ہوتا۔ حضور کو اسی لئے آدمی کہا جاتا ہے یعنی آدم علیہ السلام والے۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حضور ﷺ بشر بھی ہیں اور نور بھی یعنی نورانی بشر ہیں ظاہر جسم شریف بشر ہے اور حقیقت نور ہے اولاد آدم علیہ السلام ہونا اس جسم بشری کی صفت ہے حقیقت کے لحاظ سے حضور سارے عالم کی اصل ہیں اور سارا عالم حضور سے ہے۔ رب فرماتا ہے۔

قل ان صلاتی ونسکی و محیای ومماتی لله رب العلمین لاشریك له وبذالك امرت و انا اول المسلمین۔

ترجمہ: فرمادو کہ میری نماز میری قربانی میری زندگی میری وفات اس اللہ کے لیے ہے جو جہانوں کا پالنے والا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں ساری اطاعت کرنے والوں میں پہلا ہوں۔

(سورہ اعراف پارہ ۸)

قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین۔

ترجمہ: فرمادو کہ اگر خدا کا بیٹا ہوتا تو اس کا پہلا عابد میں ہوتا۔

(سورہ انبیاء پارہ ۱۷)

وان من شیئی الا یسبح بحمده ولکن لا تفقهون تسبیحهم۔

ترجمہ: نہیں ہے کوئی چیز مگر رب کی رحمت کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔ لیکن تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔

(بنی اسرائیل پارہ ۱۵)

ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ ہر ذرہ ہر حصہ آسمان کا ہر چیز تسبیح خوان ہے۔ اور رب کا عابد ہے دوسرے یہ کہ ان تمام سے پہلے حضور رب کے عابد تھے۔ یعنی حضور ﷺ اس وقت کے عابد ہیں۔ جب نہ فرشتے تھے نہ آسمان نہ زمین نہ عالم کی کوئی چیز۔ کیونکہ

اگر کوئی چیز حضور سے پہلے پیدا کی چکی ہوتی تو پہلی عابدوہ ہوتی نہ کہ حضور ﷺ۔

اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہے۔ اگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس اولیت کی حالت میں بشر تھے آدم علیہ السلام اول بشر اور ابوالبشر نہ ہوتے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ حضور اس اولیت میں یقیناً نور ہیں اور اس جسمانی حالت میں بشر ہیں۔ یہ تمام رشتے اس جسم اقدس کے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک رسالہ التالیف قلب الالیف بکتابۃ فرس التوالیف کے شروع میں فرماتے ہیں کہ عالم ارواح میں سارے پیغمبروں نے حضور کی روح پر فتوح سے فیض لیا۔ اس سے علم حاصل کیا اور حضور سے سیکھ کر آدم علیہ السلام اسماء کے عالم ہوئے۔ حضور اسی عالم میں نبیوں کے بھی نبی ہیں جس پیغمبر نے جو سیکھا ہے سب حضور کے شاگرد اور حضور ان تمام کے استاد اول ہیں۔ حضور خود فرماتے ہیں کہ کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد بلکہ تمام ملائکہ اور تمام عالم انوار والے جو کچھ جانتے ہیں۔ حضور کے بتانے سے جانتے ہیں۔ عبارت یہ ہے:

وصل اول بعد از نزول وانتقال ازاں عالم حضرت انبیاء حاضران مجلس علم و شاگردان حوزہ۔ درس او ہر یکے کتابے از علم و بابے از دین خواندہ وتحصیل نمودہ بود۔ و بر مسند افاضہ نشستہ کلمات اللہ بر خلق افادہ وافاضہ فرمود۔ مقدم ایشاں آدم صفی اللہ آمد کہ باوجود نسبت ابوت در درس آں خلف صدق زا نوادب زدہ صحاح لغات واسماء تعلیم نمودہ بود۔ بر مسند خلافت تکیہ زدہ ساکنان ملاء اعلی را تعلیم وتلقین نمودہ۔ وحق استاذی بر ایشاں ثابت گردانیدہ مخدوم و مسجود ایشاں گشت۔

ترجمہ: اس دنیا سے اتر کر سارے پیغمبر حضور کے مدرسہ میں حاضر ہوئے اور آپ کے مکتب میں شاگرد بنے۔ ہر ایک نبی نے علم کی ایک کتاب اور دین کا ایک ایک باب حضور سے پڑھا۔ وہاں سے فارغ ہو کر دنیا کو فیض دینے کی مسند پر جا گزیں ہوئے اور اللہ کے احکام کی مخلوق کو تعلیم دی ان پیغمبروں میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام تھے جو والد ہونے کے باوجود اپنے اس سچے فرزند کے مدرسہ میں باادب دوزانو بیٹھے تمام زبانیں اور چیزوں کے نام حضور سے سیکھے پھر خلافت الٰہیہ کے مسند پر جا گزیں ہوئے اور ملائکہ مقربین کو تعلیم و تربیت فرمانے لگے جس سے آدم علیہ السلام کا حق استادی سارے فرشتوں پر ثابت ہوا اور آخر کار ان کے مسجود ہوئے۔

اعتراض نمبر ۱۱

اگر حضور ﷺ خدا کا نور ہیں تو آپ بھوک میں پیٹ پر پتھر کیوں باندھتے تھے۔ اور آپ کو بچھو کے زہر نے کیوں اثر کیا۔ آپ پر جادو کیوں چل گیا۔ بعض پیغمبروں کو کفار نے قتل کیسے کر دیا۔ جنگ احد میں حضور کا دانت شریف کیوں شہید ہوا۔ کیا نور بھی بھوکا ہو سکتا ہے۔ کیا نور پر زہر اثر کر سکتا ہے؟

جواب: یہ اور اس قسم کے صدہا اعتراضات جب پڑ سکتے تھے کہ ہم ان کی بشریت کا انکار کرتے ہم تو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نور بھی ہیں۔ اور بشر بھی۔ کبھی بشریت کے صفات آپ پر ظاہر ہوتے ہیں کبھی نورانیت کے رب تعالیٰ نے آپ کو تمام صفات کا جامع بنا کر بھیجا۔ اگر عادۃ کھانا نہ ملاحظہ کریں تو شکم مبارک پر پتھر بھی باندھیں گے۔ اور بھوک کے آثار بھی نمودار ہونگے۔ لیکن اگر روزہ وصال میں روزہ کی نیت سے کھانا چھوڑیں۔ تو خواہ مہینوں نہ کھائیں کوئی اثر نہیں۔ وہاں بشریت کا ظہور تھا۔ اور یہاں نورانیت کی جلوہ گری ہے۔ یہاں بچھو کے زہر۔ تلوار اور آگ نے اثر دکھا دیا۔ مگر معراج کی رات دوزخ کی سیر فرمائی۔ وہاں آگ۔ سانپ۔ بچھو سب کچھ موجود۔ مگر کسی کا اثر نہ ہوا وہ بشریت تھی یہ نورانیت ہے۔ آج عیسیٰ علیہ السلام صدہا سال سے آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ جہاں نہ ہوا ہے نہ کھانا نہ پینا۔ مگر زندہ ہیں یہ زندگی نورانیت کا ظہور ہے۔ حضور اقدس ﷺ کی شان تو بہت ارفع اور اعلیٰ ہے ان کے غلام بعض اولیاء اللہ پر بھی ایسا وقت آتا ہے کہ مہینوں تک کھائے پیئے

نہیں۔ان کے جسموں پر تلوار اثر نہیں کرتی۔ دجال کے ظاہر ہونے پر مومنوں کو اللہ کے ذکر میں بھوک پیاس سے امن ملے گا۔ ایک بزرگ جن کو ایک دفعہ دجال مار کر زندہ کر دے گا۔ پھر جب دوبارہ قتل کرنا چاہے گا تو ان کے حلق پر چھری کام نہ کرے گی یہ اس آفتاب نبوت کے ذریعے ہیں پھر آفتاب کا کیا کہنا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب فیصلہ فرمایا۔ فرماتے ہیں۔

گہے با حفصہ وزینب بپرداختے وگاہے ہا جبرئیل ومیکائیل نہ ساختے

کبھی اپنی ازواج پاک کے ساتھ مشغول ہوتے اور کبھی جبرئیل ومیکائیل کی بھی آپ تک رسائی نہ ہوتی۔

اختلافات حالات سرکار کی مختلف تجلیاں ہیں۔ کیا نہیں سنا کہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ نے اسمٰعیل علیہ السلام پر چھری نے اثر نہ کیا۔ یہ ان بزرگوں کی نورانیت کی جلوہ گری ہے۔

غرضیکہ نبی کریم ﷺ رب کا نور ہیں۔ آپ کی بشریت نورانی ہے بلکہ آپ کی نورانی بشریت حضرت جبرئیل کی نورانیت سے کہیں ارفع واعلیٰ بلند وبالا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں۔

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر بہر حق سوئے غریباں یک نظر

اعتراض نمبر ۱۲

اگر حضور ﷺ نور ہوتے تو حضور کی ساری اولاد یعنی قیامت تک سید نور ہوتے۔ کیونکہ اولاد اپنے ماں باپ کی جنس سے ہوتی ہے انسان کا بچہ انسان شیر کا بچہ شیر۔ ایسے ہی چاہیے کہ نور کی اولاد نور ہو۔ جب سارے سید نور نہیں۔ تو حضور بھی نور نہیں۔

جواب اس کا جواب پہلے گزر گیا کہ حضور کے تمام یہ رشتے بشریت کے ہیں۔ نورانیت میں کسی سے کوئی رشتہ نہیں۔ حضور اس نورانیت میں نہ کسی کی اولاد ہیں نہ کسی کے والد نہ کسی کے قرابت دار نہ رشتے والے۔ عالم نورانیت تو بہت اعلیٰ ہے کوئی روح کسی کی نسل یا اصل نہیں اس لئے اولاد روحانی اوصاف میں ماں باپ کے خلاف بھی ہو جاتی ہے۔ نبی زادہ کافر۔ عالم کی اولاد جاہل۔ جاہل کی اولاد عالم ہو جاتی ہے غرضیکہ ولادت بشریت کی ہے نورانیت کی نہیں۔

اعتراض نمبر ۱۳

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو اپنی نبوت سے پہلے ایمان وقرآن کی خبر بھی نہ تھی اور روحی سے پہلے آپ کو اپنے نبی بننے کی امید بھی نہ تھی۔ پھر یہ کیسے درست ہے کہ آپ عالم ارواح میں نبی تھے اور سارے پیغمبر آپ سے فیض لیتے تھے۔ ملاحظہ ہو۔

وما کنت ترجوا ان یلقی الیك الکتاب الا رحمة من ربك۔

ترجمہ: تو کو امید بھی نہ تھی کہ تم پر کتاب بھیجی جاوے گی مگر آپ کے رب کی رحمت سے۔

(سورہ قصص پارہ ۲۰)

وما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان۔

ترجمہ: اور آپ جانتے نہ تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے۔

(سورہ شوریٰ پارہ ۲۵ آیت نمبر ۵۲)

جب حضور کو ایمان کی بھی خبر نہ تھی تو پیدائش کے پہلے نبوت کے کیا معنی۔

جواب:۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ پھر تو عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوئے کہ آپ نے ماں کی گود میں پیدائش سے چند گھنٹہ کے بعد قوم سے فرمایا:

قال انی عبداللّٰہ اتانی الکتاب و جعلنی نبیا۔

ترجمہ: فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے اس نے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔

(سورہ مریم پارہ ۱۶ آیت نمبر ۳۰)

اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی حضور سے بڑھ جاویں گے۔ کیونکہ ان کے متعلق رب نے فرمایا:

واتیناہ الحکم صبیا۔

ترجمہ: ہم نے انہیں بچپن میں علم یا نبوت بخشی۔

(سورہ مریم پارہ ۱۶ آیت نمبر ۱۲)

بلکہ لازم آئے گا کہ کفار بھی حضور سے علم میں بڑھ جاویں کیونکہ وہ حضور کے بچپن سے جانتے تھے۔ کہ حضور نبی ہیں۔ بحیرہ راہب نے حضور کے بچپن میں حضور کی نبوت کی گواہی دی۔ کیونکہ اس نے شجرو حجر کو کلمہ پڑھتے سنا۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم۔

ترجمہ: یہ کفار حضور کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو۔

(سورہ بقر پارہ ۲)

یعنی جیسے اولاد کو باپ اس کے بچپن بلکہ پیدائش کے وقت سے پہچانتا ہے ایسے ہی کفار حضور کی پیدائش کے وقت سے حضور کو پہچانتے ہیں۔ فرماتا ہے۔

وکانوا یستفتحون علی الذین کفروا۔

ترجمہ: اہل کتاب حضور کی طفیل کفار پر جنگ میں فتح و نصرت کی دعائیں کرتے تھے۔

(سورہ بقر پارہ ۱)

نیز بخاری شریف میں ہے کہ پہلے وحی کے وقت حضور غار حرا میں عبادت فرمارہے تھے۔ اور پہلے ہی سے اعتکاف شروع فرمادیئے تھے۔ اگر حضور کو ایمان کی خبر نہ تھی تو یہ عبادت کس کی کررہے تھے اور کیسے کررہے تھے؟

نیز معراج کی رات حضور نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کو نماز پڑھائی بتاؤ وہ کون سی نماز تھی کیونکہ ابھی تو نماز فرض ہی نہ ہوئی تھی۔

جواب تحقیقی چند ہیں۔ ایک یہ کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس میں بظاہر خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے اور در حقیقت خطاب حضور کے دین والوں سے ہے۔ تفسیر مدارک اور تفسیر خازن میں آیت **وما کنت ترجوا** الخ کے ماتحت ہے۔

قال ابن عباس الخطاب فی الظاھر للنبی ﷺ والمراد بہ اھل دینہ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ بظاہر یہ خطاب نبی ﷺ کو ہے اور مراد حضور کی امت ہے۔

دوسرے یہ کہ اس آیت نمبر ایک میں **ما کنت ترجوا** کی نفی الا رحمۃ سے ٹوٹ گئی۔ اور معنی یہ ہوئے کہ آپ کو ظاہری اسباب کے لحاظ سے یہ امید بھی نہ تھی کہ بغیر رحمت الٰہی آپ پر وحی ہوگی اور ظاہر ہے کہ حضور کو نبوت محض رب کے فضل سے ملی نہ کسی نبی کی دعا سے ملی نہ کسی نبی کی وراثت سے حاصل ہوئی۔ جیسے حضرت ہارون کی نبوت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے تھی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی نبوت حضرت زکریا علیہ السلام کی وراثت سے اور حضرت سلیمان کی نبوت حضرت داؤد کی میراث سے تھی۔ رب فرماتا ہے:

و ورث سلیمان داود۔

ترجمہ: حضرت سلیمان حضرت داؤد کے وارث ہوئے۔

(سورہ نمل پارہ۱۹)

واجعل لی وزیرا من اھلی ھارون اخی اشدد به ازری۔

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ مولےٰ میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنادے۔

(سورہ طٰہٰ پارہ۱۶)

مگر حضور کی نبوت میں کسی کی دعا یا وراثت کا واسطہ نہیں اور حضور پر کسی کا احسان نہیں۔اس آیت ۲ میں وما کنت تدری ما الکتاب الخ درایت کی نفی ہے درایت کہتے ہیں عقل وانکل سے جانتے تھے۔کیونکہ انکل کا علم کبھی غلط بھی ہوتا ہے بلکہ الہام ربانی سے جانتے تھے جس میں غلطی وخطا کا احتمال نہیں یا اس سے مراد کتاب وایمان کے تفصیلی احکام ہیں یا ایمان سے مراد اہل ایمان ہیں۔غرضیکہ اس کے بہت سے جواب ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۴

شروع بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب غار حرا میں حضور پر پہلی وحی واقرا باسم ربک آئی تو حضور حضرت جبریل کو پہچان نہ سکے۔ورقہ ابن نوفل کے بتانے سے پہچانا۔کہ یہ جبریل ہیں۔پھر یہ کیسے درست ہوا کہ حضور اپنی نبوت پہلے ہی سے جانتے تھے۔

جواب:۔ یہ غلط ہے بخاری شریف کی اس روایت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کے معنی یہ ہوں کہ حضور نے حضرت جبریل کو نہ پہچانا۔ اگر حضور حضرت جبریل کو نہ پہچانتے تو یہ آیت اقراء باسم ربک قطعی نہ رہتی۔کیونکہ آیت قطعی جب ہوگی جب اس کے کلام الٰہی ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہ رہے اور اگر حضور کو یہ معلوم ہی نہ ہو کہ یہ شخص فرشتہ ہے یا کوئی اور تو یہ پتہ بھی نہیں ہوسکتا کہ یہ رب کا کلام ہے۔اور جب حضور ہی کو اس آیت کے کلام الٰہی ہونے میں شک ہوا تو ہم کو اس کا یقین کسی طرح نہیں ہوسکتا۔کیونکہ ہمارا یقین تو حضور کے یقین پر قائم ہے۔اسی لئے اس وقت حضور انور نے حضرت جبرئیل سے یہ نہ پوچھا کہ تم کون ہو اور مجھے کیا پڑھانا چاہتے ہو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ انہیں جانتے پہچانتے تھے۔کیوں نہ پہچانتے کہ حضرت جبرئیل اور سارا عالم حضور ہی کے نور سے بنا۔اور حضور کا نوران سب سے پہلے پیدا ہوا۔رہا ورقہ ابن نوفل کے پاس تشریف لے جانا اور ورقہ کا یہ عرض کرنا دوسروں کی تصدیق کے لئے تھا کہ سننے والے ورقہ توریت کے بڑے عالم تھے۔مکہ والے ان کے علم وعمل کے قائل تھے۔اوران پر اعتماد کرتے تھے۔غرضیکہ حضور ﷺ کا بی بی خدیجہ الکبریٰ کے ساتھ ورقہ ابن نوفل کے پاس جانا اپنے علم کے لئے نہیں بلکہ ان سے تصدیق کرانے کے لئے تھا۔تاکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی نبوت کا عین الیقین حاصل ہوجائے اور دوسروں کو علم الیقین۔جیسے حضور کا پتھروں سے کلمہ پڑھانا۔درختوں سے گواہی دلوانا۔اپنے علم کے لئے نہیں۔دوسروں کے بتانے کے لیے ہے۔

اعتراض نمبر ۱۵

نور سے بشر افضل ہے۔دیکھو آدم علیہ السلام کو جو بشر تھے۔نوری فرشتوں نے سجدہ کیا۔اور معراج میں حضور بشر ہو کر عرش سے بھی وراء پہنچے۔جہاں وہاں کہاں سب ختم ہوگیا۔اور نوری جبرئیل سدرہ پر رہ گئے۔لہٰذا حضور کو نور کہنا حضور کی شان گھٹانا ہے۔

جواب:۔ اولاً تو یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ بشر نور سے مطلقاً افضل ہے ورنہ پھر چاہیے۔کہ تم بلکہ ابو جہل وغیرہ بھی فرشتوں سے افضل ہوں دوسرے یہ کہ اعتراض تب درست تھا۔جب ہم حضور ﷺ کی بشریت کا انکار کرتے۔حضور نور بھی ہیں۔بشر بھی۔محض بشر اور محض نور

سے وہ افضل ہے جو نور بھی ہو اور بشر بھی۔

خیال رہے کہ کافر انسان کتے بلے سے بدتر ہے رب فرماتا ہے:

اولئك هم شر البرایه۔

دوسرا باب

تن بے سایہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو جہاں اور صدہا معجزے بخشے۔ وہاں یہ معجزہ بھی عطا فرمایا کہ حضور کے جسم شریف کو بے سایہ بنایا۔ دھوپ چاندنی چراغ وغیرہ کی روشنی میں آپ کے جسم اطہر کا بالکل سایہ نہ پڑتا تھا بلکہ جو لباس حضور پہنے ہوتے تھے وہ لباس بھی بے سایہ ہو جاتا تھا۔ اس پر آیات قرآنیہ احادیث صحیحہ اقوال فقہاء بلکہ خود فرقہ دیوبندیہ وہابیہ کے اقوال گواہ و شاید ہیں۔ چنانچہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

حضور کے بے سایہ ہونے کا قرآنی آیات سے ثبوت

قد جاء كم من الله نور و كتاب مبين۔

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (محمد مصطفیٰ ﷺ) اور روشن کتاب تشریف لائے۔

یا یھا النبی انا ارسلناك شاهدا ومبشرا ونذیراً و داعیا الی الله باذنه وسراجا منیراً۔

ترجمہ: اے نبی ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری سناتا ڈراتا اللہ کی طرف اسی کے حکم پر بلاتا ہوا۔

مثل نوره كمشكوة فيها مصباح المصباح فی الزجاجة۔

ترجمہ: اور چمکانے والا سورج اللہ کے نور (محمد مصطفیٰ ﷺ) کی مثال ایسی ہے جیسے طاق جس میں چراغ چمنی میں ہو۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۵)

اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں حضور کو نور فرمایا دوسری آیت میں سورج کہا۔ تیسری آیت میں حضور کی ذات کو نور اور سینہ پاک کو چراغ کی چمنی۔ اور ظاہر ہے کہ نہ تو نور کا سایہ ہوتا ہے نہ سورج کا اور نہ صاف چمنی کا۔ ان آیات سے حضور کا بے سایہ ہونا ثابت ہے۔

تفسیر مدارک شریف پارہ اٹھارہ سورہ نور میں زیر آیت **لولا اذ سمعتموه** ایک واقعہ نقل فرمایا کہ لوگوں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ کو تہمت لگائی حضور انور ﷺ نے حضرات صحابہ کرام سے اس کے متعلق مشورہ کیا تو حضرت ذوالنورین عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے بارگاہ عالیہ میں یوں عرض کیا۔

وقال عثمان ان الله ما وقع ظلك على الارض لئلا يقع انسان قدمه على ذالك الظل فلما لم يكن احداً من وضع القدم على ظلك كيف يمكن احدامن تلويث عرض زوجتك۔

ترجمہ: جناب عثمان نے عرض کیا کہ یارسول اللہ رب نے آپ کا سایہ زمین پر نہ ڈالا تاکہ کوئی شخص اس سایہ پر قدم نہ رکھ سکے تو جب رب تعالیٰ نے کسی کو آپ کے سایہ پر قدم رکھنے کا موقع نہ دیا تو کسی کو یہ قدرت کیسے دے گا کہ آپ کی زوجہ پاک کی عصمت پر داغ لگائے۔

(تفسیر مدارک ج ۳ ص ۱۳۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

اور حضرت خلیفۃ المسلمین امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے یوں عرض کیا۔

ان عمر رضی الله عنه قال رسول الله ﷺ انا قاطع بكذب المنافقين لان الله عصمك من وقوع

الذباب علی جلدك لانه یقع علی النجاسات فیتلطخ بها فلما عصمك من فالك القدر من القدر فكیف لا یعصمك من صحبة من تكون متلطخة یمشی هذه الفاحشة۔

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم کو منافقوں کے جھوٹے ہونے کا یقین ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم پاک کو مکھی بیٹھنے سے محفوظ رکھا۔ کیونکہ مکھی گندگیوں پر پڑتی ہے جس میں وہ لتھڑ جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر گندگی سے بچایا ہے۔ تو اس بیوی کی صحبت سے کیوں نہ بچائے گا جو ایسی برائی میں لتھڑے۔

حضرت عثمان کے بیان سے معلوم ہوا کہ حضور انور کا جسم اطہر بے سایہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ آپ کے جسم پاک پر کبھی یہ عام مکھی نہ بیٹھی۔ جسم انور کا بے سایہ ہونا بھی معجزہ ہے اور جسم اطہر پر مکھی نہ بیٹھنا بھی معجزہ ہے۔

حکیم ترمذی نے اپنی کتاب نوادر الاصول میں حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عن ذكوان ان رسول الله ﷺ لم یكن یرا له ظل فی شمس و لا قمر۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے کہ حضور ﷺ کا سایہ نہ دھوپ میں نہ نظر آتا تھا نہ چاند میں۔

(خصائص الکبری للسیوطی باب الایۃ فی انہ ﷺ لم یکن یری لہ ظل ج ۱ ص ۱۱۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

سیدنا عبداللہ ابن مبارک اور حافظ علامہ ابن جوزی حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔

قال لم یكن لرسول الله ﷺ ظل ولم یقم مع شمس الا غلبه ضرئه ضوئها و لا مع السراج الا ضرئه ضرئه۔

ترجمہ: یعنی فرمایا کہ نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوتے آپ آفتاب کے سامنے مگر آپ کا نور آفتاب کے نور پر غالب آجاتا۔ اور نہ کھڑے ہوتے آپ چراغ کے سامنے مگر آپ کا نور چراغ کے نور کو دبا لیتا۔

(الوفاء باحوال المصطفی ﷺ الباب التاسع والعشرون فی ذکر حسنہ ﷺ ج ۲ ص ۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

بیہقی شریف نے حضرت عبداللہ ابن معیقب سے روایت کی۔

قال حججت حجة الوداع قد خلت دارا بمكة فرایت فیها رسول الله ﷺ وجهه كدائرة القمر۔

ترجمہ: فرمایا کہ میں حج وداع میں شریک ہوا تو میں مکہ معظمہ میں ایک گھر میں گیا۔ میں نے اس میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ کا چہرہ انور چاند کی ٹکی کی طرح چمک رہا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب خصائص کبری شریف میں حدیث ذکوان جو بھی ذکر کی گئی۔ اسی کے متعلق ایک باب باندھا۔ اسی باب میں فرمایا

قال ابن سمیع من فضائله ﷺ ان ظله كان لا یقع علی الارض وانه كان نوراً فكان اذا مشی فی الشمس او القمر لا ینظر له ظل۔

ترجمہ: ابن سمیع نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔ اور آپ جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نہ دیکھا جاتا تھا۔

(خصائص الکبری للسیوطی باب الایۃ فی انہ ﷺ لم یکن یری لہ ظل ج ۱ ص ۱۱۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

کتاب مستطاب الفوذ ج اللبیب فی خصائص الحبیب باب دوم فصل چہارم میں فرماتے ہیں۔

لم یقع ظله علی الارض ولا دء ی له ظل فی شمس و لا قمر۔

ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور آپ کا سایہ دھوپ میں دیکھا گیا نہ چاندنی میں۔

(الفوذ ج اللبیب فی خصائص الحبیب باب دوم فصل چہارم ص ۵۳ مطبوعہ مطبع الکتاب بریلی)

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں فرماتے ہیں۔

وما ذکر من انه لا ظل لشخصه في شخص و لا قمر لانه کان نوراً۔

ترجمہ: یہ جو ذکر کیا گیا کہ حضور کے جسم انور کا سایہ نہیں دھوپ میں نہ چاندنی میں یہ اس لئے ہے حضور نور ہیں۔

(شفاء فصل فی الآیات التی ظہرت عند مولدہ ﷺ ج ا ص ۶۲ ۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حضرت امام شہاب الدین خفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں۔

ومن دلائل نبوته ﷺ ما ذکر من انه لاظل لشخصه ای جسده الشریف اللطیف اذا کان فیشمس او قمر لانه ﷺ کان نوراً والانوار شفافة لطیفة لا تحجب غیرها و الا الانوار لاظل بها کما تشاهد فی انوار الحقیقة وهذا رواه صاحب الوفاء عن ابن عباس قال لم یکن لرسول الله ﷺ ظل ولم یقم مع شمس الا غلب ضوئه ضوء ها ضوء ه وقد تقدم هذا والکلام فیه وقد نطق القرآن بانه النور المبین و کونه بشراً لاینا فیه کما توهم فان فهمت فهو نور علی نور فان النور هو الظاهر بنفسه المظهر بعده و تفصیل فی المشکوة الانوار۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی نبوت کی دلیلوں میں سے وہ ہے جو ذکر کیا گیا۔ کہ حضور کے جسم لطیف کا سایہ نہ تھا۔ جب کہ آپ دھوپ یا چاندنی میں ہوتے کیونکہ حضور نور ہیں۔ اور انوار شفاف ولطیف ہیں۔ کسی کے لئے آڑ نہیں بنتے۔ نوروں کا سایہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حقیقی نوروں کا سایہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حقیقی نوروں میں دیکھا جاتا ہے۔ کتاب الوفاء والے نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا۔ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ اور نہ کھڑے ہوتے تھے۔ آپ سورج یا چراغ کے سامنے مگر آپ کی چمک ان کی چمکوں پر غالب آتی تھی۔ یہ گفتگو اور اس میں کلام گزر چکا۔ قرآن کریم فرما رہا ہے۔ کہ حضور کھلا ہوا نور ہیں۔ اور آپ کا بشر ہونا اس کے خلاف نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا ہے۔ تو اگر تم سمجھو تو حضور نور علی نور ہیں۔ کیونکہ نور وہ ہوتا ہے۔ جو خود ظاہر ہو۔ دوسرے کو ظاہر کرے اس کی تفصیل مشکوۃ الانوار میں ہے۔

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

حضرت مولوی جلال الدین رومی قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

چون فناشي از فقر پیرایه بود او محمد دار بی سایه بود۔

ترجمہ: جو فقیر حضور کی ذات میں فنا ہو وہ محمد کی طرح بے سایہ ہوتا ہے۔

(مثنوی شریف دفتر پنجم ص ۷۷ مطبوعہ مرکز تحقیقات فارسی پاکستان)

حاشیہ.....☆

عبدالرزاق عن ابن جریج قال اخبرني نافع ان ابن عباس قال لم یکن لرسول الله ﷺ ظل ولم یقم مع شمس قط الاغلب وضوء ه الشمس ولم یقم مع سراج قط الاغلب ضوء ه ضوء السراج۔

ترجمہ: عبدالرزاق ابن جریج سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔ آپ ﷺ کبھی سورج کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ کی روشنی سورج کی دھوپ پر غالب ہوتی اور کبھی چراغ کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ کی روشنی چراغ پر غالب ہوتی۔

(الجزء المفقود من المصنف لعبدالرزاق ص ۵۶ مطبوعہ لاہور)

یہ روایت سند صحیح ہے۔ اس روایت کے چار راوی ہیں: (۱) عبدالرزاق (۲) امام ابن جریج (۳) امام نافع (۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔

حضرت مولانا عبدالعلی بحر العلوم شرح مثنوی میں اسی شعر کی شرح میں فرماتے ہیں۔

مصرع ثانی بمعجزہ آں سرور ﷺ راسایہ نمی افتاد۔

ترجمہ: دوسرے مصرع میں حضور ﷺ کے معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا سایہ نہ پڑتا تھا۔

(قمر التمام مجموعہ رسائل ومسئلہ نور وسایہ ص ۱۷۵ مطبوعہ ضیاء الدین پبلی کیشنز کراچی)

امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں۔

لم یکن له ﷺ ظل فی شمس ولا فی قمر۔ رواه الترمذی عن ذکوان۔

ترجمہ: حضور کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں جیسا کہ ترمذی شریف نے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(مواہب لدنیہ ج ۱ ص ۲۸۰ مطبوعہ مصر)

علامہ حسین ابن محمد دیار بکری اپنی کتاب الخمیس فی احوال النفس النفیس میں فرماتے ہیں۔

لم یقطع ظله علی الارض ولارء ی له ظل فی شمس و لا فی قمر۔

ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑا اور آپ کا سایہ دیکھا نہ گیا۔ نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۲۲۸ مطبوعہ مطبع عثمان عبدالرزاق مصر)

(۱۴) کتاب نور الابصار فی مناقب آل النبی الاطہار میں فرماتے ہیں۔

لم یقطع ظله علی الارض ولاروی له ظل فی شمس و لا فی قمر۔

ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑا اور نہ آپ کا سایہ دھوپ میں دیکھا گیا۔ نہ چاندنی میں۔

کتاب افضل القریٰ میں امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں۔

ومما یوید انه ﷺ صار نورا اذ کان اذ امشی فی الشمس والقمر لایظهر له ظل لانه لایظهر له ظل لانه لایظهر الا بکثیف وهو ء قد خلصه الله من سائر الکثافات الجسمانیة وصیره نورا صرفا لایظهر له ظل اصلا۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے نور ہو جانے کی تائید کرنے والے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ جب دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا۔ کیونکہ سایہ صرف کثیف چیز کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ساری جسمانی کثافتوں سے صاف فرما دیا آپ کا خالص نور بنا دیا۔ لہذا آپ کا سایہ بالکل ظاہر نہ ہوتا تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

(۱۶) ونبود مرآں حضرت ﷺ راسایہ در آفتاب نہ در قمر۔

ترجمہ: حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

(مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۲۳ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

رواه الحکیم الترمذی عن ذکوان فی نوادر الاصول۔

ترجمہ: اسے حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے نوادر الاصول میں روایت کیا۔

(۱۷) حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہ مکتوبات شریف جلد تیسری مکتوبات نمبر ۱۰۰ میں فرماتے ہیں۔

اورا ﷺ سایہ نبود۔ در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است چوں لطیف تر ازوے ﷺ در عالم نباشد۔ اورا سایہ چہ صورت دارد۔

ترجمہ: نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا عالم شہادت میں ہر جسم کا سایہ جسم سے زیادہ لطیف ہوتا ہے جب حضور ﷺ سے لطیف دنیا میں کوئی چیز نہیں تو آپ کے سایہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔

(مکتوبات شریف ج ۳ ص ۹۳ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

(۱۸) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ تفسیر عزیزی پارہ تیسواں سورہ الضحیٰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

سایہ ایشاں برزمین نمی افتاد۔

ترجمہ: حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔

(تفسیر عزیزی ج ۳ ص ۳۱۲)

(۱۹) مجمع البحار میں شی کی رمز میں بحوالہ شرح شفا فرمایا۔

من اسمائه ﷺ النور قيل من خصائصه ﷺ انه اذا امشى فى الشمس والقمر لايظهر له ظل۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے ناموں میں سے نام شریف نور بھی ہے کہا گیا ہے کہ حضور کی خصوصیات سے یہ ہے کہ آپ جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ یہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔

(مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۲۰۴ مطبوعہ لکھنؤ انڈیا)

(۲۰) علامہ سبحان جملی فتوحات احمدیہ شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں۔

لم يكن له ﷺ ظل ما يظهر فى الشمس ولا قمر۔

ترجمہ: حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا جو دھوپ یا چاندنی میں ظاہر ہوتا۔

(فتوحات احمدیہ شرح ہمزیہ ص ۵ مطبوعہ مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر)

(۲۱) جواہر البحار شریف میں علامہ یوسف نبہانی فرماتے ہیں جلد اول ص ۴۵۳

وكان اذا امشى فى قمر او شمس لآ يظهر له ظل۔

ترجمہ: حضور جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔

مذکورہ بالا احادیث اور ارشادات علماء سے بخوبی ثابت ہوا کہ حضور انور ﷺ کے جسم اطہر کا سایہ قطعاً نہ تھا۔ نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں نہ چراغ کی روشنی میں۔

وهابی دیوبندی تائید

حضور نبی کریم ﷺ کے جسم انور کا سایہ نہ ہونا علماء دیوبند و علماء غیر مقلد بھی مانتے ہیں اس پر پُر زور دلائل پیش کرتے ہیں نہ معلوم موجودہ دیوبندیوں پر کیا مار ہے کہ اپنے بڑوں کی بھی نہیں مانتے۔ اور اس مسئلہ کا انکار ہی کئے جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ سمجھ دے ہٹ دھرمی سے بجائے حق قبول کرنے کی توفیق دے اب آپ دیوبندی علماء کے اقوال ملاحظہ فرماویں۔ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اپنی کتاب امداد السلوک میں ص ۸۶ پر فرماتے ہیں۔

بتواتر ثابت شد کہ آنحضرت ﷺ سایہ نداشتند۔ وظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل مے دارند۔

ترجمہ: یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔

دوستو! یہ ہے عقیدہ ان مولوی رشید احمد صاحب کا جو تمام دیوبندیوں کے بڑے عالم پیر بلکہ قطب وقت ہیں اور نہ جانے کیا کیا ہیں۔

غیر مقلد (اہل حدیث) کے مایہ ناز عالم حافظ محمد صاحب لکھوی اپنی تفسیر محمدی ساتویں منزل ص ۴۲۹ پر لکھتے ہیں۔

جاں گرمی سخت ہوندی تاں سر پر بدل سایہ کردا

تے اوپر زمین نہ پوندا سایہ حضرت پیغمبر دا

یہ ہے عقیدہ اہل حدیث حضرات کے بڑے بھاری عالم حافظ محمد صاحب لکھوی کا کہ حضور کا جسم انور بے سایہ ہے۔

عقلی دلیل

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ حضور ﷺ کا جسم انور کا سایہ نہ ہو۔ کیونکہ عالم اجسام میں بعض محسوس اجسام ایسے ہیں جن کا سایہ نہیں ہوتا یعنی وہ ہیں تو جسم مگر سایہ ندارد یا اس لئے کہ ان جسموں پر نور کی پالش قدرت نے کردی ہے یا اس لیے کہ وہ شفاف ہیں۔ دیکھو چاند سورج تارے جسم بھی ہیں محسوس بھی ہیں مگر ان کا سایہ نہیں کیونکہ صرف اس لئے کہ ان پر نور کی پالش ہے چاند تارے بذات خود کالے ہیں سورج کی شعاعوں سے منور ہو گئے ہیں اس عارضی نورانیت کی وجہ سے ان کا سایہ نہیں بہت صاف و شفاف ہونے نے اس کو بے سایہ بنا دیا۔ بعض حالات میں کثیف جسم کا سایہ نہیں ہوتا۔ جب ہر چہار طرف سے اس پر روشنی ڈالی جاوے یا کوئی شخص بجلی کے نیچے کھڑا ہو جاوے تو سایہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اسے نور نے گھیر لیا۔ گرمیوں میں جب دوپہر کے وقت سورج بالکل سر پر ہوتا ہے تو جسم انسانی بلکہ کسی جسم کا سایہ نہیں پڑتا کیونکہ سورج کا نور جسم کے ہر حصہ پر پڑتا ہے۔ اگر بجلی کا تیز بلب خود بھی روشن ہو اور اس کے اوپر دوسرے تیز بلب سے روشنی ڈالی جاوے تو یہ نور علی نور ہو جاوے گا وہاں سایہ کے پڑنے کا سوال ہی نہ رہے گا جب ان ظاہری اجسام کا عارضی انوار کی وجہ سے سایہ نہیں رہتا۔ تو حضور اقدس ﷺ جنہیں رب تعالیٰ نے مجسم نور فرمایا اور حضور اقدس ﷺ نے خود بھی دعا کی **اللھم اجعلنی نوراً** خدایا مجھے نور بنادے اور رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں انہیں نور علی نور فرمایا کہ دیکھو سورہ نور شریف اگر اس جسم پاک کا سایہ نہ ہو تو کیا تعجب ہے۔ مذکورہ تمام اجسام کو بے سایہ مان لیا جاتا ہے حضور انور ﷺ کے بے سایہ ہونے کا کیوں انکار ہے۔

دوسری فصل ......اعتراضات وجوابات

تنِ بے سایہ کے مسئلہ پر مخالفین کے پاس کوئی قوی اعتراضات نہیں صرف دو تین شبہات ہیں جو ہر جگہ مختلف پیرایوں میں بیان کرتے پھرتے ہیں۔ چنانچہ ہم ان کے اعتراضات مع جوابات عرض کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ قبول فرمادے۔

پہلا اعتراض

مسند احمد بن حنبل میں بروایت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا ہے۔

قالت بینما ان یوما بنصف النھار واذا انا بظل رسول اللہ ﷺ۔

ترجمہ: فرماتی ہیں کہ ایک دن ٹھیک دوپہری ہیں حضور ﷺ تشریف لائے۔ میں حضور کے سایہ میں تھی۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۷ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)

دیکھو حضرت صفیہ فرماتی ہیں حضور کے سایہ میں تھی اگر حضور کا سایہ نہ تھا تو آپ سایہ میں کس طرح ہو گئی تھیں۔ لفظ ظل پر غور کرو۔ ظل سایہ کو کہتے ہیں۔

نوٹ:۔ کسی دیوبندی وہابی کو حضور کا سایہ ثابت کرنے کے لیے اس حدیث کے سوا کوئی نہ مل سکی وہ اس کو بڑے فخر سے پیش کرتے ہیں جواب ملاحظہ ہو۔

جواب:۔ اس حدیث میں ظل سے مراد یہ معروف سایہ نہیں جو کثیف اجسام کا ہوتا ہے کیونکہ مدینہ منورہ میں گرمی کی ٹھیک دوپہر میں یہ سایہ پڑتا ہی نہیں اور اتنا دراز سایہ کہ دوسرا آدمی اس میں چل سکے یہ تو گرمیوں میں دوپہر کے وقت ہمارے ہاں بھی نہیں پڑتا۔ لہٰذا

یہاں یہ سایہ مراد نہیں عربی بلکہ اردو میں بھی رحمت و مہربانی و کرم اور پناہ یا مدظلہم ان کا سایہ دراز ہو۔ اوران کا سایہ پڑتا رہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی مہربانی رحمت پناہ ہمیشہ رہے حدیث پاک میں ہے۔

السلطان العادل المتواضع ظل اللّٰہ۔

ترجمہ: عجز وانکسار والا عادل بادشاہ اللہ کا سایہ ہے۔

(جامع صغیر ج ۲ ص ۲۹۶ رقم الحدیث ۴۸۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

نیز حدیث پاک میں ہے۔

سبعة یظلهم اللّٰہ تحت ظل عرشه۔

ترجمہ: سات آدمی ہیں کہ اللہ انہیں اپنے عرش کے سایہ میں رکھے گا۔

(جامع صغیر ج ۲ ص ۲۸۵ رقم الحدیث ۴۶۴۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

دیکھو نہ خدا تعالیٰ جسم کثیف ہے کہ اس کا سایہ ہو نہ عرش اعظم سایہ دار جسم ہے یہاں دونوں جگہ سایہ سے مراد رحمت اور پناہ ہے نیز حدیث پاک میں ہے۔

ان فی الجنة شجرة تسیر الراکب فی ظلها مائة عام لاّیعظها۔

ترجمہ: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو برس چلے۔ تو اسے طے نہ کر سکے۔

(صحیح مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ ج ۲ ص ۳۷۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دیکھو جنت میں نہ دھوپ ہے نہ چاندنی۔ پھر طوبیٰ درخت کے سایہ کے کیا معنی اگر سایہ سے مراد یہ سایہ معروفہ ہو تو یہ حدیث ہماری پیش کردہ حدیث ذکوان کے بھی خلاف ہوگی اوران آیات قرآنیہ کے بھی خلاف جو پہلے باب میں عرض کی گئیں۔

دوسرا اعتراض

قرآن کریم میں رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

یتفیّؤا ظلاله عن الیمین وعن الشمال۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر چیز خود بھی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے اوراس کا سایہ بھی اگر حضور ﷺ کا سایہ نہ ہو تو حضور دوسری مخلوق کے مقابلے میں کم عابد ہوں گے۔ تمام مخلوق کے دو سجدے حضور کا صرف ایک سجدہ۔ لہٰذا حضور کا سایہ ہوتا کہ حضور انور کی عبادت بھی دو طرح کی ہو۔

جواب:۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی۔

جواب الزامی تو یہ ہے کہ آپ کے اس سوال سے لازم آتا ہے کہ جب کوئی دیوبندی صاحب سایہ میں نماز پڑھ رہے ہوں جہاں مولوی صاحب کا سایہ نہ پڑ رہا ہو۔ اوراس وقت کوئی جانور دھوپ میں کھڑا ہو تو جس کا سایہ پڑ رہا ہو۔ تو اسی وقت مولوی صاحب سے وہ جانور افضل ہو جاوے۔ کہ مولوی صاحب تو صرف اپنے آپ ہی سجدہ کر رہے ہیں۔ سایہ نہیں کر رہا۔ اور وہ جانور بھی سجدہ کر رہا ہے۔ اس کا سایہ بھی جو تم اپنے متعلق وہاں جواب دو گے وہ ہی یہاں جواب دے لینا۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کا ایک سجدہ تمام دنیا کی تمام عمر کی عبادات سے افضل ہے۔ جب حضور کے صحابی کا سوا سیر جو خیرات کرنا ہمارے پہاڑ بھر سونا خیرات سے افضل ہوا تو حضور کی عبادات کا کیا پوچھنا ہے۔ کوئی چیز سایہ دار ہو یا غیر سایہ دار حضور کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی۔

مولوی صاحب! آئندہ آپ اور آپ کی جماعت ہمیشہ دھوپ میں ہی نمازیں پڑھا کریں۔ تا کہ ڈبل سجدہ ہوا کرے آپ کا اور آپ کے سایہ کا بھی۔

تیسرا اعتراض

رب تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

قل انما انا بشر مثلکم۔

ترجمہ: فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔

(سورہ کہف پارہ ۱۶ آیت نمبر ۱۱۰)

جب بہ حکم قرآنی حضور ہم جیسے ہیں اور ہم تو بے سایہ نہیں۔ بلکہ سایہ دار ہیں تو چاہیے کہ حضور بھی بے سایہ نہ ہوں۔ سایہ دار ہوں ورنہ مثلکم کا ظہور نہ ہوا۔

جواب:۔ اس اعتراض کے بھی دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔

جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر تو یوں کہو کہ حضور ﷺ ہم جیسے بشر ہیں اور ہم تو نہ نبی ہیں نہ رسول نہ شفیع المذنبین نہ رحمۃ اللعالمین تو نعوذ باللہ حضور ﷺ بھی نہ نبی نہ رسول نہ کسی اور صفت عالیہ سے موصوف ہوں۔ بشر مثلکم کی اسی تفسیر سے نبوت و رسالت وغیرہ ہی کا انکار ہو گیا۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں مثلیت صرف اس میں ہے کہ حضور ﷺ دوسرے بندوں کی طرح نہ خدا ہیں۔ نہ خدا کی اولاد نہ خدا کے رشتہ دار بھائی وغیرہ اللہ کے خالص بندے ہیں آپ میں الوہیت کا شائبہ بھی نہیں۔

مخالفین کے پاس سایہ ہونے پر کوئی قوی دلیل نہیں۔ صرف عناد وضد سے انکار کرتے ہیں۔ یوں ہی واہیات شبہات کو دلائل سمجھے بیٹھے ہیں۔ ہم نے تو اسی قدر آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اقوال بزرگان دین عقلی دلائل تمہارے بزرگوں کے اقوال پیش کر دیئے تم بھی سایہ ہونے پر کوئی آیۃ یا حدیث یا صحابی کا فرمان ہی پیش کرو۔ اگر نہیں پیش کر سکتے تو آقائے دو جہان ﷺ کے ایک خداداد معجزے اور کمال کا کیوں انکار کرتے ہو۔ افسوس ہے کہ دوسری قومیں اپنے بزرگوں کے جھوٹے کمالات کے ڈھنڈورے پیٹتے ہیں اور تم اپنے رسول کے سچے کمالات ماننے کو تیار نہیں۔ اگر اس قسم کے لاکھوں کمالات رب تعالیٰ نے حضور کو دے دیئے۔ تو تمہارا کیا بگڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ وہ آنکھ عطا فرمادے جو حضور سید عالم ﷺ کے کمالات دیکھے۔ آمین!

آنکھ والا تیرے جلووں کا تماشا دیکھے!
دیدۂ کور کیا آئے نظر کیا دیکھے

دوستو! یہ ظاہری آنکھیں ظاہری سرمہ سے تیز ہوتی ہیں۔ مگر دل کی آنکھ خاک در اولیاء سے منور ہوتی ہے۔ کسی بزرگ کے آستانہ کی خاک دل کی آنکھ پر ملو۔ تا کہ بصیرت تیز ہو۔ حضور ﷺ کو ابوجہل نے صرف بصارت سے دیکھا۔ کافر ہی رہا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بصیرت سے بھی دیکھا۔ مومن صحابی ہوئے۔

سرمہ کن در چشم خاک اولیاء

تا بہ یعنی زابتداء تا انتہاء

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا کہ نبی رؤف رحیم ﷺ کا سایہ اس لئے نہ تھا کہ سایہ جسم سے لطیف ہوتا ہے۔ جیسے کہ دیوار درخت وغیرہ جسم کثیف اوران کا سایہ لطیف ہوتا ہے کائنات میں جسم پاک مصطفیٰ ﷺ سے زیادہ کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر آپ کا سایہ ہوتا تو آپ سے زیادہ لطیف ہوتا اور آپ کی صفت لطافت میں کمی ہو جاتی۔ حالانکہ آپ اپنی تمام صفات میں اکمل ترین ہیں۔ یہ تقابل رب العالمین کو پسند نہ تھا۔

سایہ پسند آیا نہ پروردگار کو!

بے سایہ کردیا اس سایہ دیوار کو

آقائے دوعالم حضور اقدس ﷺ کے بے سایہ ہونے کے اتنے دلائل واقوال ہیں۔ کہ اگر اس کو اجماعی مسئلہ کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ نہ معلوم منکرین کو اس کے تسلیم کرنے میں کیا عذر درپیش ہے۔ یہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں۔ نہ ہی بے سایہ ہونا نشان الوہیت ہے جو یہ عقیدہ شرک ہوتا۔ دنیا میں کروڑہا اشیا بے سایہ ہیں وہاں ان کو ماننے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

والله اعلم بالصواب

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه ونور عرشه وزینت عرشه سیدنا ومولانا محمد واله واصحابه وبارك وسلم۔

بحث نداء یارسول اللہ یا نعرہ یارسول اللہ

حضور علیہ السلام کو دور یا نزدیک سے پکارنا جائز ہے۔ان کی ظاہری زندگی پاک میں بھی اور بعد وفات شریف بھی خواہ ایک ہی شخص عرض کرے یارسول اللہ یا ایک جماعت مل کر نعرہ رسالت لگائے۔یارسول اللہ ہر طرح جائز ہے۔اس بحث کو ہم دو باب میں تقسیم کرتے ہیں۔

پہلا باب

نداء یارسول اللہ کے ثبوت میں

حضور علیہ السلام کو نداء کرنا قرآن کریم فعل ملائکہ فعل صحابہ اور عمل امت سے ثابت ہے قرآن کریم نے بہت مقامات میں حضور علیہ السلام کو نداء فرمائی ایھا النبی یا ایھا الرسول یا ایھا المدثر غیرہ ان تمام آیات میں حضور علیہ السلام کو پکارا گیا ہے۔ہاں دیگر انبیاء کرام کو ان کے نام سے پکارا یا موسیٰ یا عیسیٰ یا یحیٰی یا ابراہیم یا آدم وغیرہ مگر محبوب علیہ السلام کو پیارے پیارے القاب سے نداء فرمائی۔

یا آدم است با پدر انبیاء خطاب   یا ایھا النبی خطاب محمد است

بلکہ قرآن کریم نے عام مسلمانوں کو بھی پکارا یا ایھا الذین امنوا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ ہمارے محبوب علیہ السلام کو پکارو مگر اچھے القاب سے لاتجعلوا دعآء الرسول بینکم کدعآء بعضکم بعضا۔

(پارہ ۱۸ سورہ نور آیت نمبر ۶۳)

اس میں حضور علیہ السلام کو پکارنے سے نہیں روکا گیا بلکہ فرمایا گیا کہ اوروں کی طرح نہ پکارو۔قرآن نے فرمایا ادعوھم لاٰبآء ھم (پارہ ۲۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۵) ان کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو۔اس آیت میں اجازت ہے کہ زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ کو پکارو۔مگر ان کو ابن حارثہ کہو ابن رسول اللہ نہ کہو۔اسی طرح کفار کو اجازت دی گئی کہ وہ اپنے مددگاروں کو اپنی امداد کے لئے بلالیں وادعوا شھدآء کم من دون اللہ ان کنتم صدقین۔

(پارہ ۱ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳)

مشکوٰۃ کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل نے عرض کیا یا محمد اخبرنی عن الاسلام ندا پائی گئی۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان ج ۱ ص ۳۶۔۳۷ رقم الحدیث ۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مشکوٰۃ باب وفات النبی میں ہے کہ بوقت وفات ملک الموت نے عرض کیا۔ یا محمد ان اللہ ارسلنی الیك نداء پائی گئی۔ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجہ میں حضرت عثمان ابن حنیف سے روایت ہے کہ ایک نابینا بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوئے ان کو یہ دعا ارشاد ہوئی۔

اللھم انی اسئلك واتوجه الیك بمحمد نبی الرحمة یا محمد انی قد توجهت بك الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم فشفعه فی قال ابو اسحق ھذا حدیث صحیح۔

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں اور تیری طرف حضور علیہ السلام نبی الرحمۃ کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں یا محمد ﷺ میں نے آپ کے ذر سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کی تاکہ حاجت پوری ہو۔اے اللہ میرے لئے حضور کی شفاعت قبول فرما ابو اسحٰق نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلاۃ باب ماجاء فی صلاۃ الحاجۃ ج ۱ ص ۴۴۱ رقم الحدیث ۱۳۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۱ ص ۷۰۷ رقم الحدیث ۱۹۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند ج ۴ ص ۱۳۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (عمل الیوم واللیلۃ للنسائی ص ۴۱۸ رقم الحدیث ۶۶۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۶ ص ۲۱۰ رقم ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۱۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ دعا قیامت تک کے مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے اس میں نداء بھی ہے اور حضور علیہ السلام سے مدد بھی مانگی ہے۔

عالمگیری جلد اول کتاب الحج آداب زیارت قبر نبی علیہ السلام میں ہے۔

ثم یقول السلام علیك یا نبی اللہ اشهد انك رسول اللہ۔

ترجمہ: اے نبی آپ پر سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے نبی ہیں۔

(فتاوی عالمگیری کتاب المناسک باب نذر بالحج خاتمہ فی زیارۃ قبر النبی ﷺ ج ا ص ۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

پھر فرماتے ہیں۔

ویقول السلام علیك یا خلیفته رسول اللہ السلام علیك یا صاحب رسول اللہ فی الغار۔

پھر فرماتے ہیں۔

فیقول السلام علیك یا امیر المومنین السلام علیك یا مظهر الاسلام السلام علیك یا مكسر الاصنام۔

ترجمہ: یعنی صدیق اکبر کو یوں سلام پیش کرے کہ آپ پر سلام ہو اے رسول اللہ کے سچے جانشین۔ آپ پر سلام ہو اے رسول اللہ کے غار کے ساتھی۔ اور حضرت فاروق کو یوں سلام کرے آپ پر سلام ہو اے مسلمانوں کے امیر آپ پر سلام ہو اے اسلام کو چمکانے والے آپ پر سلام ہو اے بتوں کو توڑنے والے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اس میں حضور علیہ السلام کو بھی نداء ہے اور حضور کے پہلو میں آرام فرمانے والے حضرت صدیق وفاروق کو بھی۔

(فتاوی عالمگیری کتاب المناسک باب نذر بالحج خاتمہ فی زیارۃ قبر النبی ﷺ ج ا ص ۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام عبدالرزاق بن ھمام الصنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عبدالرزاق عن معمر عن ایوب عن نافع قال كان ابن عمر اذا قدم من سفر اتى قبر النبی ﷺ فقال السلام علیك یارسول اللہ ﷺ السلام علیك یا ابابكر السلام علیك۔

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ جب بھی سفر سے واپس لوٹتے تو حضور ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری دیتے اور عرض کرتے۔

"یارسول اللہ ﷺ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک"

(مصنف عبدالرزاق باب السلام علی قبر النبی ﷺ ج ۳ ص ۵۷۶ رقم الحدیث ۶۷۲۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۸ رقم الحدیث ۱۱۷۹۳ مطبوعہ مکتبہ الرشد الریاض)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۵ ص ۲۴۵ رقم الحدیث ۱۰۰۵۱ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (الایضاح للنووی ص ۴۵۳ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۵۸۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (زرقانی ج ۱۲ ص ۱۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شفاء شریف ج ۲ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (المدخل ج ۱ ص ۲۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (امتاع الاسماع للمقریزی ج ۱۴ ص ۶۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المطالب العالیہ لابن حجر عسقلانی ج ۱ ص ۳۷۱ رقم الحدیث ۱۲۵۰ مطبوعہ مکتبہ المکرمۃ)

امام ابوزکریا محی الدین بن شرف النووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں۔

واعلم ان زیارۃ قبر الرسول ﷺ من اهم القربات وانجح المساعی..... الی ان قال ثم یاتی القبر الكریم فیستدبر القبلة ویستقبل جدار القبر عاض الطرف فی مقام الهیبة والاجلال فیقول السلام علیك یارسول اللہ..... الی ان قال ویتوسل به فی حق نفسه ویستشفع به الی ربه ﷺ۔

اکابر امت اولیاء ملت مشائخ و بزرگان دین اپنی دعاؤں اور وظائف میں یارسول اللہ کہتے ہیں۔ قصیدہ بردہ شریف میں ہے۔

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ — سواك عند حلول الحادث العمم

ترجمہ: اے بہترین مخلوق آپ کے سوا میرا کوئی نہیں — کہ مصیبت عامہ کے وقت جس کی پناہ لوں

(شرح خرپوتی ص ۲۱۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

امام زین العابدین فرماتے ہیں اپنے قصیدہ میں۔

یا رحمة للعلمین ادرك للذین العابدین — محبوس ایدی الظلمین فی موکب المذدھم

اے رحمۃ للعالمین زین العابدین کی مدد کو پہنچو — وہ اس ازدھام میں ظالموں کی قید میں ہے

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

زمہجوری بر آمد جان عالم — ترحم یا نبی اللہ ترحم

نہ آخر رحمۃ للعالمینی — زمحروماں چرا فارغ نشینی!

جدائی سے عالم کی جان نکل رہی ہے۔ یا نبی اللہ رحم فرماؤ رحم فرماؤ۔ کیا آخر آپ رحمۃ للعالمین نہیں ہوں پھر ہم مجرموں سے فارغ کیوں ہو بیٹھے۔
(زلیخا ص ۱۵ طبع قدیم)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

یا سید السادات جئتك قاصداً — ارجو رضاك و احتمی بجماك

ترجمہ: اے پیشواؤں کے پیشوا میں دلی قصد سے آپ کے حضور آیا ہوں آپ کے رضاء کا امید ہوں۔ اور اپنے کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔
(قصیدہ نعمان مع الخیرات الحسان ص ۲۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان اشعار میں حضور کو ندا بھی ہے اور حضور علیہ السلام سے استعانت بھی اور یہ ندا دور سے بعد وفات شریف ہے۔ تمام مسلمان نماز میں کہتے ہیں۔ السلام علیك ایھا النبی و رحمة اللہ و برکاته یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ کو پکارنا واجب ہے۔ التحیات کے متعلق ہم شامی اور اشعۃ اللمعات کی عبارتیں حاضر و ناظر کی بحث میں پیش کر چکے ہیں وہاں یہ گفتگو تھی تنہا یارسول اللہ کہنے کی۔ اگر بہت لوگ مل کر نعرہ رسالت لگائیں تو بھی جائز ہے کیونکہ جب ہر شخص کو یارسول اللہ کہنا جائز ہوا تو ایک ساتھ مل کر بھی کہنا جائز ہے چند مباح چیزوں کو ملانے سے مجموعہ مباح ہی ہوگا جیسے بریانی حلال ہے۔ اس لئے حلال چیزوں کا مجموعہ ہے۔ نیز اس کا ثبوت صراحۃً بھی ہے۔

حاشیہ......☆

ترجمہ: اور جان لو کہ بے شک حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت تمام قربتوں سے بڑھ کر اہم ترین قربت ہے اور تمام کوششوں سے بڑھ کر کامیاب ترین کوشش ہے۔ پھر کہا اس کے بعد زائر آپ ﷺ کی قبر انور کے پاس آئے قبلہ کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو اور قبر انور کی دیوار اس کے سامنے ہو اور اپنی نگاہ کو مقام ہیبت اور جلال پر مرکوز کر کے یوں کہے یارسول اللہ! آپ ﷺ پر سلامتی ہو۔ پھر زائر حضور نبی کریم ﷺ کا اپنی جان کے لئے وسیلہ پکڑے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کو وسیلہ بنا کر پیش کرے۔
(المجموع ج ۸ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۶۸۱ھ لکھتے ہیں۔

سائل اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے اپنی حاجت پیش کرے پھر حضور اقدس ﷺ سے شفاعت کی درخواست کرے اور اس طرح عرض کرے:

یارسول اللہ اسالك الشفاعة یارسول اللہ اتوسل بك الی اللہ۔

ترجمہ: یارسول اللہ! میں آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوں اور یارسول اللہ! میں آپ کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ بناتا ہوں۔
(فتح القدیر ج ۲ ص ۳۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مسلم آخر جلد دوم باب حدیث الہجرۃ میں حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضور علیہ السلام ہجرت فرما کر مدینہ پاک داخل ہوئے۔

فصعد الرجال والنسآء فوق البیوت وتفرق الغلمان والخدم فی الطرق ینادون یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یارسول اللہ۔

ترجمہ: تو عورتیں اور مرد گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام گلی کوچوں میں متفرق ہو گئے نعرے لگاتے پھرتے تھے یا محمد یارسول اللہ یا محمد یارسول اللہ۔

(صحیح مسلم کتاب الزھد والرقائق باب فی حدیث الہجرۃ ج ۴ ص ۲۳۱۱ رقم الحدیث ۲۰۰۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۵ ص ۲۸۹ رقم الحدیث ۶۸۹۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند ابویعلی ج ۱ ص ۱۰۷ رقم الحدیث ۱۱۶ مطبوعہ دارالمامون للتراث دمشق)

اس حدیث مسلم سے نعرہ رسالت کا صراحۃً ثبوت ہوا اور معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام نعرہ لگایا کرتے تھے۔ اسی حدیث ہجرت میں ہے کہ صحابہ کرام نے جلوس بھی نکالا ہے اور جب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر سے واپس مدینہ پاک تشریف لاتے تو اہل مدینہ حضور علیہ السلام کا استقبال کرتے اور جلوس نکالتے (دیکھو مشکوٰۃ و بخاری وغیرہ) جلسہ کے معنی ہیں بیٹھک یا نشست جلوس اس کی جمع ہے جیسے جلدہ کی جمع جلود۔ یعنی کوڑہ نماز ذکر الٰہی کا جلسہ ہے کہ ایک ہی جگہ ادا ہوتی ہے اور حج ذکر کا جلوس کہ اس میں گھوم پھر کر ذکر ہوتا ہے۔ قرآن سے ثابت ہے کہ تابوت سکینہ کو ملائکہ بشکل جلوس لائے۔ بوقت ولادت پاک اور معراج میں فرشتوں نے حضور کا جلوس نکالا۔ اور اچھوں کی نقل کرنا بھی باعث ثواب ہے۔ لہٰذا یہ مروج جلوس اس اصل کی نقل ہے اور باعث ثواب ہے۔

دوسرا باب

نداء یارسول اللہ پر اعتراضات کے بیان میں

اعتراض ......قرآن کریم فرماتا ہے۔

ولا تدع من دون اللہ مالا ینفعک ولا یضرک۔

ترجمہ: اللہ کے سوا ان کو نہ پکارو نہ جو تم کو نفع و نقصان نہ پہنچا سکیں۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۱۰ آیت نمبر ۱۰۶)

معلوم ہوا کہ غیر خدا کا پکارنا منع ہے۔

ویعبدون من دون اللہ ما لا ینفعھم ولا یضرھم۔

ترجمہ: خدا کے سوا ان کو پکارتے ہیں جو ان کے لئے نافع و مضر نہیں۔

(پارہ ۱۹ سورہ ۲۵ آیت نمبر ۵۵)

ثابت ہوا کہ غیر خدا کو پکارنا بت پرستوں کا کام ہے۔

جواب:۔ ان جیسی آیتوں میں جہاں بھی لفظ دعا ہے اس سے مراد بلانا نہیں بلکہ پوجنا (دیکھو جلالین اور دیگر تفاسیر) معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو مت پوجو۔ دوسری آیت اس معنی کی تائید کرتی ہیں رب فرماتا ہے ومن یدع مع اللہ الھا اخر (پارہ ۱۸ سورہ ۲۳ آیت نمبر ۱۱۷) جو خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارے (عبادت کرے) معلوم ہوا کہ غیر خدا کو خدا سمجھ کر پکارنا شرک ہے کیونکہ یہ غیر خدا کی عبادت ہے اگر ان آیات کے یہ معنی نہ کئے جاویں تو ہم نے جو آیات واحادیث اور علماء دین کے اقوال پیش کئے جن میں غیر خدا کو پکارا گیا

بے سب شرک ہوگا۔ پھر زندہ کو پکارو یا مردہ کو سامنے والے کو پکارو یا دور والے کو سب ہی شرک ہوگا روزانہ ہم لوگ بھائی بہن دوست آشنا کو پکارتے ہی ہیں۔تو عالم میں کوئی بھی شرک سے نہ بچا۔ نیز شرک کہتے ہیں غیر خدا کو خدا کی ذات یا صفات میں شامل کرنا کسی کو آواز دینا پکارنا اس میں کون سے صفت الٰہی میں داخل کرنا ہے پھر یہ شرک کیوں ہوا؟

اعتراض ......فاذکروا اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبکم۔

ترجمہ: پس اللہ کو کھڑے بیٹھے اوراپنی کروٹوں پر یاد کرو۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۰۳)

اس سے معلوم ہوا کہ اٹھتے بیٹھتے غیر خدا کا نام جپنا شرک ہے صرف خدا ہی کا ذکر چاہیئے۔

جواب:۔اس آیت سے ذکر رسول اللہ کو حرام یا شرک سمجھنا نادانی ہے۔آیت تو یہ فرما رہی ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو ہر حال میں ہر طرح خدا کا ذکر کرسکتے ہو۔یعنی نماز میں تو پابندی تھی کہ بغیر وضو نہ ہو، سجدہ رکوع اور قعدہ میں تلاوت قرآن کریم نہ ہو بلا عذر بیٹھ کر یا لیٹ کر نہ ہو مگر جب نماز سے فارغ ہو چکے تو یہ پابندیاں اٹھ گئیں۔اب کھڑے بیٹھے لیٹے ہر طرح خدا کو یاد کرسکتے ہو۔

اس آیت میں چند امور قابل غور ہیں ایک یہ کہ یہ امر فاذکروا اللہ وجوب کے لئے نہیں صرف جواز کے لئے ہے کہ نماز کے علاوہ چاہے خدا کو یاد کرو خواہ غیر خدا کو خواہ بالکل خاموش رہو ہر بات کی اجازت ہے دوسرے یہ کہ اگر یہ امر وجوب کے لئے بھی ہو تو بھی ذکر غیر اللہ ذکر اللہ کی نقیض نہیں تاکہ ذکر اللہ کے واجب ہونے سے یہ حرام ہوجاوے بلکہ ذکر اللہ کی نقیض عدم ذکر اللہ ہے تیسرے یہ کہ اگر ذکر اللہ کی نقیض ذکر اللہ مان بھی لی جاوے تب بھی ایک نقیض کے واجب ہونے سے دوسری نقیض زیادہ سے زیادہ حرام ہوگی نہ کہ شرک۔مگر خیال رہے کہ حرام یا فرض ہونا فعل کی صفت ہے نہ کہ عدم فعل کی۔چوتھے یہ کہ حضور علیہ السلام کا ذکر بالواسطہ خدا ہی کا ذکر ہے۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔

ترجمہ: جس نے رسول اللہ کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۸۰)

جب کلمہ نماز حج درود خطبہ اذان غرض کہ ساری عبادات میں حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کا ذکر داخل اور ضروری ہے تو نماز سے خارج ان کا ذکر اٹھتے بیٹھتے کیوں حرام ہوگا جو شخص ہر حال میں اٹھتے بیٹھتے درود شریف یا کلمہ پڑھے تو حضور کا ذکر رہا ہے ثواب کا مستحق ہے۔پانچواں اس طرح کہ تبت یدا ابی لھب (پارہ ۳۰ سورہ ۱۱۱ آیت نمبر۱) اور سورہ منافقون اور وہ آیات جن میں کفار یا بتوں کا ذکر ہے ان کا پڑھنا ذکر اللہ ہے یا نہیں ضرور ہے کیونکہ یہ قرآنی آیات ہیں۔ہر کلمہ پہ ثواب ہے اگرچہ ان آیات میں مذکور کفار یا بت ہیں مگر کلام تو اللہ کا ہے۔کلام الٰہی کا ذکر تو ذکر اللہ ہو۔مگر رحمت الٰہی یا نور الٰہی محمد رسول اللہ کا ذکر ذکر اللہ نہ ہو یہ کیا انصاف ہے؟ قرآن میں ہے قال فرعون فرعون نے کہا قال پڑھنے پر تیس ثواب اور لفظ فرعون پڑھنے پر پچاس ثواب کیونکہ ہر حرف کے دس ثواب ہیں تو فرعون کا نام قرآن میں پڑھا گیا پچاس نیکیاں ملیں اور محمد رسول اللہ کا نام لیا تو مشرک ہوگیا۔یہ کیا عقل ہے؟ ساتویں اس طرح کہ حضرت یعقوب علیہ السلام فراق حضرت یوسف میں اٹھتے بیٹھتے حضرت یوسف کے نام کی رٹ فرماتے تھے اور ان کی یاد میں اس قدر روئے کہ آنکھیں سفید ہوگئیں اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام فراق حضرت حوا علیہ السلام میں، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فراق امام حسین رضی اللہ عنہ میں اٹھتے بیٹھتے ان کے نام جپا کرتے تھے اور بزبان حال یہ کہتے تھے۔

حال من در ہجرت والد کم از یعقوب نیست | او پسر گم کردہ بود و من پدر گم کردہ ام

بتاؤان پر یہ حکم شرک جاری ہوگا یا نہیں اگر نہیں تو آج تو عاشق ہر حال میں اپنے نبی کو یاد کرے وہ کیوں مشرک ہوگا؟ ایک تاجر دن رات تجارت کا ذکر کرتا رہتا ہے طالب علم دن رات ہر حال میں سبق یاد کرتا ہے۔ وہ بھی غیر خدا کا نام جپ رہا ہے وہ کیوں مشرک نہیں۔

نوٹ:۔ دینا نگر پنجاب میں ہمارا اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کا اسی مسئلہ ندا یارسول اللہ پر مناظرہ ہوا۔ ثناء اللہ صاحب نے یہی آیت پیش کی۔ ہم نے صرف تین سوال کئے ایک یہ کہ قرآن میں امر کتنے معنی میں آیا ہے اور یہاں کون سے معنی میں استعمال ہوا؟ دوسرے یہ کہ ایک نقیض کے واجب ہونے سے دوسری نقیض حرام ہوگی یا نہیں؟ تیسرے یہ کہ ذکر اللہ کی نقیض کیا ہے؟ ذکر غیر اللہ یا عدم ذکر اللہ؟ جس کا جواب یہ دیا کہ آپ نے ان سوالات میں اصول فقہ اور منطق کو دخل دیا ہے یہ دونوں علم بدعت ہیں گویا کہ جاہل رہنا سنت ہے پھر ان سے سوال کیا کہ بدعت کی صحیح تعریف ایسی کردو جس سے محفل میلاد تو حرام رہے اور اخبار اہل حدیث نکالنا سنت ہو؟ یہ سوالات اب تک ان تمام پر قائم ہیں۔ ابھی وہ زندہ ہیں کوئی صاحب ان سے جوابات دلوادیں ہم مشکور ہوں گے مگر اب افسوس کہ ثناء اللہ صاحب تو بغیر جواب دیئے دنیا سے چلے گئے کاش کوئی ان کے معتقد صاحب جواب دے کر ان کی روح کو خوش کریں۔

اعتراض ...... بخاری جلد دوم کتاب الاستیذان بحث مصافحه باب الاخذ بالیدین میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو حضور علیہ السلام نے التحیات میں **السلام علیک ایھا النبی و رحمة اللہ و بر کاتہ** سکھایا **فلما قبض قلنا السلام علی النبی ﷺ** جب حضور علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو ہم نے التحیات میں یوں پڑھا **السلام علی النبی**۔

(صحیح البخاری کتاب الاستیذان بحث مصافحہ باب الاخذ بالیدین ج ۲ ص ۹۲۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

عینی شرح بخاری میں اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

فظاهر ها انهم كانوا يقولون السلام عليك بكاف الخطاب فى حياة النبى عليه السلام لمامات تركوا الخطاب وذكروه بلفظ الغيبة فصاروا يقولون السلام على النبى۔

ترجمہ: حدیث کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ صحابہ کرام حضور کی زندگی پاک میں السلام علیک کاف خطاب سے کہتے تھے لیکن جبکہ حضور علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو خطاب کو چھوڑ دیا اور لفظ غائب سے ذکر کیا اور کہنے لگے السلام علی النبی۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الاستیذان بحث مصافحہ باب الاخذ بالیدین تحت رقم الحدیث ۶۲۶۵ ج ۲۲ ص ۳۸۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث اور شرح کی عبارت سے معلوم ہوا کہ التحیات میں السلام علیک کہنا زندگی پاک مصطفیٰ علیہ السلام میں تھا حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد التحیات میں بھی نداء کو چھوڑ دیا گیا تو جب صحابہ کرام نے التحیات میں سے ندا کو نکال دیا تو جو شخص نماز کے خارج میں یارسول اللہ وغیرہ کہے تو بالکل ہی شرک ہے۔

جواب:۔ بخاری اور عینی کی یہ عبارات تو آپ کے خلاف بھی ہیں کیونکہ آج تک کسی امام مجتہد نے التحیات کے بدلنے کا حکم نہ دیا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی۔ اور امام شافعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی التحیات اختیار فرمائیں۔ مگر دونوں التحیات میں **السلام علیک ایھا النبی** ہے غیر مقلد بھی خواہ ثنائی ہوں یا غزنوی یہ ہی خطاب والی التحیات پڑھتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے التحیات کو بدلا اور حدیث مرفوع کے مقابل اجتہاد صحابی قبول نہیں۔ اور ان صحابہ کرام نے بھی اس لئے تبدیل نہ کیا کہ نداء غائب حرام ہے۔ ورنہ زندگی پاک میں دور رہنے والے صحابہ خطاب والی التحیات نہ پڑھتے۔ آخر یمن، خیبر، مکہ مکرمہ، نجد، عراق تمام جگہ نماز ہوتی تھی۔ تو اس میں وہ ہی التحیات پڑھی جاتی تھی۔ نداء غائب برابر ہوتی تھی۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو حجاز میں تشریف فرما تھے اور نداء والی التحیات ہر جگہ پڑھی جارہی تھی نہ حضور علیہ السلام نے منع فرمایا نہ صحابہ

کرام نے کچھ شبہ کیا۔حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے التحیات سکھاتے وقت یہ نہ فرمایا تھا کہ یہ التحیات صرف ہماری زندگی پاک میں ہے اور ہماری وفات شریف کے بعد دوسری پڑھنا۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب العقائد ص ۷۱ میں ہے۔لہذا صیغہ خطاب کو بدلنا ضروری نہیں اور اس میں تقلید بعض صحاب کی ضروری نہیں۔ورنہ خود حضور علیہ السلام فرماتے کہ بعد میرے انتقال کے خطاب نہ کرنا۔بہر حال صیغہ خطاب رکھنا اولیٰ ہے۔اصل تعلیم اسی طرح ہے۔خلاصہ جواب یہ ہوا کہ بعض صحابہ کا یہ فعل حجت نہیں ورنہ لازم آوے گا کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں شرک ہوتا رہا۔اور منع نہ فرمایا گیا۔بعد میں بھی بعض نے بدلا نہ کہ کل نے۔بلکہ مرقات باب التشہد اخیر فصل میں ہے۔

واما قول ابن مسعود کنا نقول الخ فهو روایته ابی عوانة وروایته البخاری اصح فیها بینت ان ذلك لیس من قول ابن مسعود بل من فهم الراوی عنه ولفظها فلما قبض قلنا سلام یعنی علی النبی فقوله قلنا سلام یعتمل انه ارادبه استمرر نا علی ما کنا علیه فی حیاته۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نے التحیات ہرگز نہ بدلی یہ صرف راوی کی فہم ہے نہ اصل واقعہ۔

اعتراض......بعض وہابی یہ کہتے ہیں کہ کسی نبی یا ولی کو دور سے یہ سمجھ کر پکارنا کہ وہ ہماری آواز سنتے ہیں شرک ہے کیونکہ دور کی آواز سننا تو خدا ہی کی صفت ہے غیر خدا میں یہ طاقت ماننا شرک ہے۔اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو یارسول اللہ یا غوث وغیرہ کہنا جائز ہے۔جیسے ہوا کو نداء دیا کرتے ہیں "سن اے بادصبا" وغیرہ کہ وہاں یہ خیال نہیں ہوتا کہ ہوا سنتی ہے آج کل عام وہابی یہ ہی عذر پیش کرتے ہیں فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ میں اسی پر زور دیا ہے۔

جواب:۔دور سے آواز سننا ہرگز خدا کی صفت نہیں۔کیونکہ دور سے آواز تو وہ سنے جو پکارنے والے سے دور ہو۔رب تعالیٰ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے خود فرماتا ہے:

نحن اقرب الیه من حبل الورید۔

ترجمہ: ہم تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۵۰ آیت نمبر ۱۶)

واذا سالك عبادی عنی فانی قریب۔

ترجمہ: جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو فرمادو کہ قریب ہیں۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۸۶)

نحن اقرب الیه منکم ولکن لا تبصرون۔

ترجمہ: ہم اس بیمار سے بمقابلہ تمہارے زیادہ قریب ہیں مگر تم دیکھتے نہیں۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۶ آیت نمبر ۸۵)

لہذا پروردگار تو قریب ہی کی آواز سنتا ہے ہر آواز اس سے قریب ہی ہوتی ہے کہ وہ خود قریب ہے اور اگر مان لیا جاوے کہ دور کی آواز سننا اس کی صفت ہے تو قریب کی آواز سننا بھی تو اس کی صفت ہے لہذا چاہیے کہ قریب والے کو بھی سامع سمجھ کر نہ پکارو۔ورنہ مشرک ہو جاؤ گے سب کو بہرا جانو۔نیز جس طرح دور کی آواز سننا خدا کی صفت ہے اسی طرح دور کی چیز دیکھنا۔دور کی خوشبو پالینا بھی تو صفت الٰہی ہے اور ہم علم غیب اور حاضر و ناظر کی بحث میں ثابت کر چکے ہیں کہ اولیاء اللہ کے لئے دور و نزدیک یکساں ہیں۔جب ان کی نظر دور و قریب کو یکساں دیکھ سکتی ہے تو اگر ان کے کان دور و نزدیک کی آوازیں سن لیں تو کیوں شرک ہوا؟ یہ وصف ان کو بہ عطاء الٰہی حاصل ہوا۔اب ہم دکھاتے ہیں کہ دور کی آواز انبیاء و اولیاء سنتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو پالی اور فرمایا انی لاجد ریح یوسف (پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۹۴) بتاؤ یہ شرک ہوا یا نہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ پاک سے حضرت ساریہ کو آواز دی جو مقام نہاوند میں جنگ کررہے تھے۔ اور حضرت ساریہ نے وہ آواز سن لی (دیکھو مشکوۃ باب الکرامات فصل ثالث ص ۵۴۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) حضرت فاروق کی آنکھ دور سے دیکھا حضرت ساریہ کے کان نے دور سے سنا۔ تفسیر روح البیان وجلالین و مدارک وغیرہ تفاسیر میں زیر آیت و اذن فی الناس بالحج (پارہ ۱۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۲۷) ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ بنا کر پہاڑ پر کھڑے ہوکر تمام روحوں کو آواز دی کہ اے اللہ کے بندو چلو قیامت تک جو بھی پیدا ہونے والے ہیں۔ سب نے وہ آواز سن لی۔ جس نے لبیک کہہ یا وہ ضرور حج کرے گا اور جو روح خاموش رہی وہ کبھی حج نہیں کرسکتی کہیئے یہاں تو دور کے علاوہ پیدائش سے پہلے سب نے حضرت خلیل کی آواز سن لی یہ شرک ہوا یا نہیں؟ اسی طرح حضرت خلیل نے بارگاہ رب جلیل میں عرض کیا کہ مولیٰ مجھے دکھادے کہ تو مردے کو کس طرح زندہ فرمائے گا تو حکم ہوا کہ چار پرندوں کو ذبح کرکے ان کے گوشت چار پہاڑوں میں رکھو ثم ادعھن یاتینك سعیا (پارہ ۳ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۶۰) پھر انہیں پکارو دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ دیکھو مردہ جانوروں کو پکارا گیا اور وہ دوڑتے ہوئے آئے تو کیا اولیاء اللہ ان جانوروں سے بھی کم ہیں؟ آج ایک شخص لنڈن میں بیٹھ کر بذریعہ ٹیلیفون ہندوستان کے آدمی سے بات کرتا ہے اور یہ جھ ٹر اس کو پکارتا ہے کہ ہندوستان کا آدمی اس آلہ کے ذریعہ میری بات سنتا ہے یہ پکارنا شرک ہے کہ نہیں؟ تو اگر کسی مسلمان کا عقیدہ یہ ہو کہ قوت نبوت ٹیلیفون کی قوت سے زیادہ ہے اور حضرات انبیاء قوت خداداد سے ہر ایک کی آواز سنتے ہیں۔ پھر پکارے یارسول اللہ الغیاث تو کیوں شرک ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک سفر میں جاتے ہوئے ایک جنگل میں چیونٹی کی آواز دور سے سنی۔ وہ کہتی ہے۔

یا یھا النمل ادخلوا مسٰکنکم لا یحطمنکم سلیمن وجنودہ وھم لا یشعرون۔

ترجمہ: اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں۔

(پارہ ۱۹ سورہ نمل آیت نمبر ۱۸)

تفسیر روح البیان وغیرہ میں اسی آیت کے ماتحت ہے کہ آپ نے تین میل سے چیونٹی کی یہ آواز سنی خیال کرو کہ چیونٹی کی آواز اور تین میل کا فاصلہ کہیئے یہ شرک ہوا کہ نہیں؟

مشکوۃ باب اثبات عذاب القبر ص ۱۲۵ الفصل الاول مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی میں ہے کہ دفن کے بعد میت قبر میں سے باہر والوں کے پاؤں کی آواز سنتی ہے اور زائرین کو دیکھتی اور پہچانتی ہے اسی لئے قبرستان میں جاکر اہل قبور کو سلام کرنا چاہیئے اس قدر مٹی کے نیچے ہوکر

حاشیہ......☆

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن الحسین بن مابھرام ابو عبداللہ الایدجی حدثنا محمد بن مرزوق البصری حدثنا ھانیء بن یحیی السلمی حدثنا حسن بن جعفر الجفری عن قتادۃ عن یحیی بن وثاب عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ لما کلم اللہ موسی کان یبصر دبیب النمل علی الصفا فی اللیلۃ الظلماء من سیرۃ عشرۃ فراسخ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام چیونٹی کے پاؤں کی آواز رات کے اندھیرے میں دس فرسخ کے فاصلے سنتے تھے۔

(طبرانی صغیر باب من اسمہ احمد ج ۱ ص ۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اتنی آہستہ آواز کو سنناکس قدر دور کی آواز سننا ہے کہو شرک ہوا یا کہ نہیں؟ ہم بحث علم غیب اولیاء اللہ میں مشکوۃ کتاب الدعوات کی حدیث نقل کر چکے ہیں کہ اللہ کا ولی خدائی طاقت سے دیکھتا، سنتا اور چھوتا ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ اپنی قوت سے عطا فرمادے۔ وہ اگر دور سے سن لے تو کیوں شرک ہے؟ مخالفین کے معتمد اور معتبر عالم مولوی عبدالحیٔ صاحب لکھنوی فتاویٰ عبدالحیٔ کتاب العقائد صفحہ ۴۳ میں اس سوال کے جواب میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ لم یلد ولم یولد حضور علیہ السلام کی شان ہے اور قل ھو اللہ احد (پارہ ۳۰ سورہ ۱۲۲ آیت نمبر ۱) حضور علیہ السلام کی صفت ہے ایک حدیث نقل فرماتے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ چاند آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا۔ جبکہ آپ چہل روزہ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مادر مشفقہ نے میرا ہاتھ مضبوط باندھ دیا تھا۔ اس کی اذیت سے مجھ کو رونا آتا تھا اور چاند منع کرتا تھا۔ حضرت عباس نے عرض کیا کہ ان دنوں آپ چہل روزہ (چالیس دن) کے تھے یہ حال کیونکر معلوم ہوا؟ فرمایا لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا۔ حالانکہ شکم مادر میں تھا اور فرشتے عرش کے نیچے تسبیح کرتے تھے اور میں ان کی تسبیح کی آواز سنتا تھا۔ حالانکہ شکم مادر میں تھا۔ اس روایت سے تو ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام والدہ ماجدہ کے شکم میں ہی عرش وفرش کی تمام آوازیں سنتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ جب کوئی عورت اپنے نیک شوہر سے لڑے تو جنت سے حور پکار کر اسے ملامت کرتی ہے (مشکوۃ باب معاشرۃ النساء ص ۲۸۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) معلوم ہوا کہ گھر کی کوٹھڑی کی جنگ کو حور اتنی دور سے دیکھتی اور سنتی ہے اور پھر اس علم غیب بھی ہے کہ اس آدمی کا انجام بخیر ہوگا۔ دوربین سے دور کی چیزیں دیکھتے ہیں ریڈیو ٹیلیفون سے دور کی آواز سنتے ہیں۔ تو کیا نبوت ولایت کی طاقت بجلی کی طاقت سے بھی کم ہے معراج میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قدم کی آہٹ سنی جارہی تھی اور اگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی بجسم مثالی جنت میں پہنچے تو حاضر و ناظر کا ثبوت ہوا۔

ان سب باتوں کے متعلق مخالف یہ ہی کہے گا کہ وہ تو خدا نے سنایا تو ان حضرات نے سن لیا۔ پس ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کو خدا دور کی آوازیں سناتا ہے تو یہ سنتے ہیں خدا تعالیٰ کی یہ صفت ذاتی ان کی عطائی۔ خدا کی قدیم۔ ان حضرات کی حادث۔ خدا کی یہ صفت کسی کے قبضہ میں نہیں ان کی یہ صفت خدا کے قبضہ میں خدا کا سننا بغیر کان وغیرہ عضو کے۔ ان کا سننا کان سے اتنے فرق ہوتے ہوئے شرک کیسا؟ اس نداء کے متعلق اور بہت کچھ کہا جاسکتا ہے مگر اسی قدر پر ہی کفایت ہے۔

بڑے عالماں نے عقلاں والے او تھے پل نہ اڑدے نے ۔۔۔ میں سنیا دیکھ کے اس نوں پتھر بھی کلمہ پڑھدے نے

حاشیہ......☆

ندائے یارسول اللہ پر مزید دلائل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لاتجعلو دعآء الرسول بینکم کدعآء بعضکم بعضا۔

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

(پارہ ۱۸ سورہ نور آیت نمبر ۶۳)

امام مجاہد بن جبر المخزومی التابعی متوفی ۱۰۴ھ لکھتے ہیں۔

انبا عبدالرحمن قال ثنا ابراھیم قال نا آدم قال نا ورقاء عن ابن ابی نجیح عن مجاھد فی قولہ لاتجعلو دعآء الرسول کدعآء بعضکم بعضا قال امرھم ان یقولوا یارسول اللہ فی لین و تواضع ولا یقولوا

حاشیہ......☆

یا محمد فی تجهم۔

(تفسیر مجاہد تحت سورۃ النور آیت نمبر ۶۳ ج ۲ ص ۴۴۵ مطبوعہ المنشورات العلمیہ بیروت)

امام علی بن احمد الواحدی متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں۔

ای لا تقولوا اذا دعوتموه یا محمد کما یقول احدکم لصاحبه ولکن قولوا یا رسول الله یا نبی الله۔

(الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز ج ۲ ص ۷۷۲ مطبوعہ دار الشامیہ بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

وقال مجاهد وقتادة لاتدعوه باسمه کما یدعو بعضکم بعضا یا محمد یا عبدالله ولکن فخموه وشرفوه فقولوا یا نبی الله یارسول الله۔

(تفسیر بغوی ج ۳ ص ۳۵۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

انهم امروا ان یقولوا یارسول ونهوا ان یقولوا یا محمد قاله سعید بن جبیر وعلقمة بن الاسود وعکرمة ومجاهد۔

(زاد المسیر ج ۶ ص ۶۸ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

ان کے علاوہ ملاحظہ فرمائیں:

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۵: ۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تفسیر ابو سعود ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تفسیر ثعالبی ج ۳ ص ۱۲۹ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت)، (فتح القدیر للشوکانی غیر مقلد ج ۴ ص ۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر بیضاوی ج ۴ ص ۲۰۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الکشاف ج ۳ ص ۲۶۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (النکت والعیون ج ۴ ص ۱۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر طبری ج ۱۸ ص ۱۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں۔

وعن ابی هریرة قال سمعت رسول الله ﷺ یقول والذی نفس ابی القاسم بیده لینزلن عیسی بن مریم اماما مقسطا وحکما عدلا فلیکسرن الصلیب ویقتلن الخنزیر ولیصلحن ذات البین ولیذهبن الشحناء ولیعرضن المال فلا یقبله احد ثم لئن قام علی قبری فقال یامحمد لاجبته۔قلت هو فی الصحیح باختصار۔ رواه ابویعلی ورجاله رجال الصحیح۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں ابو القاسم ﷺ کی جان ہے البتہ ضرور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے امام منصف اور امام حاکم عادل ہو کر سو ضرور صلیب توڑیں گے اور ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور ضرور لوگوں کے آپس کے معاملات درست کر دیں گے اور مال پیش کریں گے تو کوئی اس کو نہ لے گا پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں گے اے محمد ﷺ تو میں ضرور ان کو جواب دوں گا۔ یہ روایت اختصار کے ساتھ صحیح (بخاری ج ۱ ص ۴۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) میں ہے اس کو امام ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ذکر الانبیاء ﷺ ج ۸ ص ۲۱۴ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (المطالب العالیہ ج ۴ ص ۳۳۹ رقم الحدیث ۳۵۷۲ مطبوعہ دار العاصمہ سعودی عرب مکۃ المکرمۃ)

امام احمد بن علی موصلی متوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں۔

قام علی قبری فقال یا محمد لاجبته۔

ترجمہ: وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں گے اے محمد ﷺ تو میں ضرور ان کو جواب دوں گا۔

(مسند ابو یعلی ج ۱۱ ص ۶۲ رقم الحدیث ۶۵۸۴ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق شام)

حاشیہ......☆

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عبدالرحمن بن سعد قال خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال يا محمد۔

(الادب المفرد ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۹۶۴ مطبوعہ مکتبہ الاثریہ سانگلہ وفی نسخہ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۹۶۴ مطبوعہ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت وفی نسخہ ص ۱۳۲ مطبوعہ ادارۃ اسلامیات انارکلی لاہور)

امام علی بن جعد الجوہری البغدادی متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

ثنا علي انا زهير عن ابى اسحاق عن عبدالرحمن بن سعد قال كنت عند عبدالله بن عمر فخدرت رجله فقلت له يا عبد ابو عبدالرحمن مالرجلك؟ قال اجتمع عصبها من هاهنا قلت ادع احب الناس اليك قال يا محمد فانسبطت۔

ترجمہ: امام عبدالرحمٰن بن سعید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا پاؤں سوگیا۔ میں نے عرض کی اے ابوعبدالرحمٰن آپ کے پاؤں کو کیا ہوا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہاں سے ناڑیں اکھٹی ہوگئی ہیں تو میں نے عرض کی کہ آپ اپنی محبوب ترین شخصیت کو ندا کریں تو آپ نے فوراً فرمایا یا محمد (ﷺ) پس فی الفور اسی وقت آپ کا پاؤں کھل گیا۔

(مسند ابن الجعد ص ۳۶۹ رقم الحدیث ۲۵۳۹ مطبوعہ موسسہ نادر بیروت)

امام ابوبکر ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثني محمد بن ابراهيم الانماطي وعمرو بن الجنيد بن عيسى ثنا محمود بن خداش ثنا ابوبكر بن عياش ثنا ابو اسحاق السبيعي عن ابى سعيد قال كنت امشي مع ابن عمر فخدرت رجله فجلس فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال يا محمداه فقال فمشي۔

(عمل الیوم واللیلۃ ص ۶۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں۔

فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال يامحمد ﷺ فكانما نشط من عقال۔

ترجمہ: ایک شخص نے انہیں کہا اس ہستی کو یاد کرو جو تمہیں تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو انہوں نے کہا یا محمد ﷺ وہ اسی وقت چنگے بھلے ہوگئے گویا قید سے آزاد کردیئے گئے ہوں۔

(الاذکار باب مایقولہ اذا خدرت رجلہ ص ۲۷۱ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مشکل وقت میں امام الانبیاء ﷺ کو پکارنا ان کو مدد کے لئے پکارنا نہ کفر ہے نہ شرک ہے نہ بدعت ضلالہ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت مبارک ہے۔

حضرت ابوعبیدہ ابن عامر الجراح نے حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہما کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ حلب کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کیا جب وہ حلب کے قریب پہنچے تو یوقنا پانچ ہزار افراد کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ مسلمان جم کر لڑے اتنے میں پیچھے چھپے ہوئے پانچ ہزار افراد کے لشکر نے حملہ کردیا۔ اس خطرناک صورت حال نے مسلمانوں کو بے حد پریشان کردیا۔ حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا تھامے ہوئے بلند آواز سے پکارا۔

حاشیہ......☆

امام محمد بن عمر واقدی متوفی ۲۰۷ھ لکھتے ہیں۔

یا محمد یامحمد یا نصر اللہ انزل

ترجمہ: یا محمد یا محمد اے اللہ کی امداد نزول فرما۔

(فتوح الشام ذکر فتح مدینۃ حلب وقلاعہا ج اص ۲۴۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن عمر واقدی متوفی ۲۰۷ھ لکھتے ہیں۔

فتح بہنسا کے موقع پر ایک دفعہ جب رات بھر جنگ ہوتی رہی اس وقت مسلمانوں کا شعار علامتی نشان تھا۔

یا محمد یامحمد یا نصر اللہ انزل۔

ترجمہ: یا محمد یا محمد اے اللہ کی امداد نزول فرما۔

(فتوح الشام ذکر فتوح البھنسا ونزول الصحابۃ وقتل البطریق ج ۲ ص ۲۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے احوال میں لکھتے ہیں۔

وکان شعارھم یومئذ یا محمداہ۔

ترجمہ: اس زمانہ میں مسلمانوں کا شعار یا محمداہ کہنا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ھذا مما تعاھدہ اھل المدینۃ۔

ترجمہ: یہ (یا محمداہ کی نداء) اہل مدینہ کے معمولات میں سے ہے۔

(نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فیما روی عن السلف ج ۳ ص ۳۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی جبکہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ مقابلہ بہت شدید تھا۔ ایک وقت نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان مجاہدین کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سپہ سالار تھے انہوں نے یہ حالت دیکھی تو یہ نارہ لگایا:

حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

ثم نادی بشعار المسلمین وکان شعارھم یومئذ یا محمداہ۔

ترجمہ: تو انہوں نے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ ندا کی اس دن مسلمانوں کی علامت تھی یا محمداہ۔

(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۴ مطبوعہ دار المعارف بیروت)

امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں۔

ثم برز خالد ودعا الی البزار ونادی بشعارھم وکان شعارھم یا محمداہ فلم یبرز الیہ احد الا قتلہ۔

ترجمہ: پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے (دشمن کو) للکارا اور للکارنے والوں کو دعوت دی پھر مسلمانوں کے معمول کے مطابق یا محمداہ کہہ کر نعرہ لگایا۔ پھر وہ جس شخص کو بھی للکارتے اس کو قتل کر دیتے تھے۔

(الکامل فی التاریخ لابن الاثیر ذکر القحط وعام الرمادہ ج ۲ ص ۵۵۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حاشیہ......☆

حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب حراست میں میدان جنگ سے گزریں تو بے ساختہ فریاد کی۔

یا محمداہ یا محمداہ صلی علیک اللہ وملک السماہ ھذا حسین بالعراہ مزمل بالدماہ مقطع الاعضاء یامحمداہ وبناتک سبایا و دریتک مقتلہ تسفی علیھا الصبا...... قال فابکت کل عدو و صدیق۔

ترجمہ: اے بہت ہی تعریف کیے ہوئے۔امداد (دو مرتبہ) اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اور آسمانی فرشتے درود بھیجیں یہ حسین میدان میں ہیں خون میں نہائے ہوئے اعضاء کٹے ہوئے۔یا محمد امداد آپ کی بیٹیاں حراست میں ہیں آپ کی اولاد شہید کردی گئی۔بادصبا ان پر مٹی اڑا رہی ہے راوی کہتے ہیں ان کی پرسوز فریاد نے ہر اپنے اور بیگانے کو رلا دیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار المعارف بیروت)

امام ابن جوزی نے کتاب عیون الحکایات میں تین اولیاء کرام کا عظیم الشان واقعہ بسند مسلسل روایت کیا کہ وہ تین بھائی سواران [illegible]

فاسرھم الروم فقال لھم الملک انی اجعل فیکم الملک وازوجکم بناتی و تدخلون فی النصرانیۃ فابوا وقالوا یا محمداہ۔

ترجمہ۔ یعنی ایک بار نصاریٰ روم انہیں قید کر کے لے گئے بادشاہ نے کہا میں تمہیں سلطنت دوں گا اور اپنی بیٹیاں تمہیں بیاہ دوں گا تم نصرانی ہو جاؤ انہوں نے نہ مانا اور ندا کی یا محمداہ۔

بادشاہ نے دیگوں میں تیل گرم کرا کر دو صاحبوں کو اس میں ڈال دیا تیسرے کو اللہ تعالیٰ نے ایک سبب پیدا فرما کر بچا لیا۔وہ دونوں چھ مہینے کے بعد مع ایک جماعت ملائکہ کے بیداری میں ان کے پاس آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری شادی میں شریک ہونے کو بھیجا ہے۔انہوں نے حال پوچھا فرمایا:

ما کانت الا الغطسۃ التی رایت حتی خرجنا فی الفردوس۔

ترجمہ: بس وہی تیل کا ایک غوطہ تھا جو تم نے دیکھا اس کے بعد ہم جنت اعلیٰ میں تھے۔

امام فرماتے ہیں۔

کانا مشھورین بذلک معروفین بالشام فی الزمن الاول۔

ترجمہ: یہ حضرات زمانہ سلف میں مشہور تھے اور ان کا یہ واقعہ معروف ہے۔

(شرح الصدور للسیوطی باب زیارۃ القبور وعلم الموتی ص ۹۰ مطبوعہ خلافت اکیڈمی سوات)

امام شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ میں ہے۔

سئل عما یقع من العامۃ من قولھم عند السدائد یا شیخ فلان ونحو ذلک من الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والصالحین وھل للمشائخ اغاثۃ بعد الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والاولیاء والعلماء الصالحین جائزۃ وللانبیاء وللرسل والاولیاء والصالحین اغاثۃ بعد موتھم الخ ۔

ترجمہ: یعنی ان سے سوال ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت انبیاء و مرسلین و اولیاء و صالحین سے فریاد کرتے اور یا شیخ فلاں (یارسول اللہ یا علی یا شیخ عبدالقادر جیلانی) اور ان کی مثل کلمات کہتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اولیاء بعد انتقال کے بھی مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بے شک انبیاء و مرسلین و اولیاء و علماء سے مدد مانگنی جائز ہے اور وہ بعد انتقال بھی امداد فرماتے ہیں۔

(فتاویٰ الرملی فی فروع الفقہ الشافعی مسائل شتی ج ۴ ص ۳۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ......☆

علامہ خیرالدین رملی استاذ صاحب درمختار فتاویٰ خیریہ میں فرماتے ہیں۔

قولهم يا شيخ عبدالقادر فهو نداء فما الموجب لحرمته۔

ترجمہ: لوگوں کا کہنا کہ یا شیخ عبدالقادر یہ ایک نداء ہے پھر اس کی حرمت کا سبب کیا ہے۔

(فتاویٰ خیریہ کتاب الکراہتہ والاستحسان ج ۲ ص ۱۸۲ مطبوعہ دارالمعرفۃ للطباعۃ بیروت)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وصلى عليك يا خير خلقه ويا خير مامول ويا خير واهب

ويا خير من يرجىٰ لكشف رزية ومن جوده قد فاق جود السحائب

وانت مجيري من هجوم ملمة اذا انشبت في القلب شر المخالب

(اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل یازدہم ص ۲۲ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

پڑا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہوکر میری کشتی کنارہ پر لگاؤ یا رسول اللہ

جہاز امت کا حق نے کردیا ہے آپ کے ہاتھوں بس اب چاہو ڈبا دو یا تراؤ یارسول اللہ

(کلیات امدادیہ گلزار معرفت ص ۴ مطبوعہ مطبع راشد کمپنی دیو بند)

نیز حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اے رسول کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفےٰ فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل اے مرے مشکل کشا فریاد ہے

(نالہ امداد غریب صفحہ ۲۲ مطبوعہ مطبع راشد کمپنی دیو بند)

نیز حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی صورت کا سفید شفاف کپڑے اور سبز پگڑی اور منور چہرہ کے ساتھ تصور کرے اور **الصلاة والسلام عليك يارسول الله** کی داہنے اور **الصلاة والسلام عليك يانبي الله** کی بائیں اور **الصلاة والسلام عليك يا حبيب الله** کی ضرب دل پر لگائے۔

(ضیاء القلوب ص ۵۵ مطبوعہ مطبع راشد کمپنی دیو بند)

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگی (کفر و شرک ہے)

(بہشتی زیور حصہ اول ص ۳۵ مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی)

یہاں ''کسی'' سے مراد حضور ﷺ اور اولیاء کرام مراد ہیں کیونکہ دیوبندیوں کے نزدیک اکابر دیوبند کو دور سے پکارنا شرک نہیں یہ حکم صرف امام الانبیاء ﷺ کے لئے ہیں۔ دیکھئے۔

محمد ذوالفقار علی دیوبندی فرماتے ہیں۔

يا مرشدى ويا مولى يا مفزعي يا ملجائي في مبدئي ومعادي

حاشیہ......☆

اے میرے مرشد اے میری پناہ اے میری گھبراہٹ کے سہارا اور اے جائے پناہ دنیا و آخرت میں

ارحم علی ایا غیاث فلیس لی   کھفی سوی حبیکم من زاد

رحم کیجئے مجھ پر اے میرے فریادرس کیونکہ نہیں ہے میرے لئے، اے میرے جائے پناہ سوا آپکی محبت کے کوئی توشہ

یاسیدی للہ شیئا انہ   انتم لی المجدی وانی جادی

اے میرے سردار خدا کے واسطے کچھ عطا ہو!   بیشک آپ میرے لئے جودکرنیوالے ہیں اور میں سائل ہوں

(کرامات امدادیہ ص ۱۳ ناشر کتب خانہ ہادی دیوبند (یو۔پی)

اشرف علی تھانوی اپنے پیر حاجی امداد اللہ کے اشعار نقل کرتے ہیں۔

تم ہو اے نور محمد خاص محبوب خدا

ہند میں ہو نائب حضرت محمد مصطفیٰ

تم مددگار مدد امداد کو پھر خوف کیا

عشق کی پرسن کے باتیں کانپتے ہیں دست وپا

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

(امداد المشتاق ص ۹۶۔۹۷ مطبوعہ ممتاز اکیڈمی اردو بازار لاہور)، (شمائم امدادیہ ص ۸۳۔۸۴ مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان)

معزز قارئین حضرات انصاف کیجئے حاجی امداد اللہ اور ذوالفقار علی اپنے پیر کو پکار رہے ہیں کسی دیوبندی نے یہ نہیں کہا کہ یہ شرک ہے وہ اس لئے کہ وہ ان کے اکابر ہیں۔

دیوبندیوں کے شیخ الھند کے مشرک ہونے کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔محدث دیوبند سید اصغر حسین لکھتے ہیں۔

۱۳۲۲ھ کے آخر میں دیوبند میں شدید طاعون ہوا چند طلبہ بھی مبتلا ہوئے ایک فارغ التحصیل طالب علم محمد صالح ولایتی جو صبح و شام میں سند فراغت لے کر وطن رخصت ہونے والے تھے اسی مرض میں مبتلا ہوئے اور حالت آخری ہوگئی وفات سے کسی قدر پہلے انہوں نے ایسی گفتگو شروع کی کہ گویا شیطان سے مناظرہ کررہے ہیں اس کے دلائل کو توڑتے اپنے استدلال پیش کرتے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے مناظرہ میں شیطان کو بخوبی شکست دیدی پھر کہنے لگے افسوس اس جگہ کوئی ایسا خدا کا بندہ نہیں ہے جو مجھ سے اس خبیث کو دفع کرے یہی کہتے کہتے دفعۃً بول اٹھے کہ واہ واہ سبحان اللہ دیکھو میرے استاد حضرت مولانا محمود الحسن صاحب تشریف لائے دیکھو وہ شیطان بھاگا۔ارے خبیث کہاں جاتا ہے۔ایک ساعت کے بعد طالب علم صاحب کا انتقال ہوگیا۔حضرت مولانا اس واقعہ کے وقت وہاں موجود نہ تھے۔مگر روحانی تصرف سے امداد فرمائی۔

(حیات شیخ الھند ص ۲۵۵ مطبوعہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

معزز قارئین حضرات دیکھئے اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگی یہ کفر و شرک ہے اب دیکھئے کہ محمد صالح ولایتی مشرک جو کہہ رہے ہیں کہ افسوس اس جگہ کوئی ایسا خدا کا بندہ نہیں ہے جو مجھ سے اس خبیث کو دفع کرے۔محمد صالح

حاشیہ......☆

مشرک کو اس وقت ایاك نعبد و ایاك نستعین۔ (ترجمہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ نحن اقوب الیہ من حبل الورید۔ (ترجمہ) ہم تو شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ یاد نہیں۔ ایک سنی مسلمان جب امام الانبیاء ﷺ کو اللہ کا حبیب سمجھ کر مدد کے لئے پکارے تو دیوبندیوں کے فتوے سے وہ مشرک و بدعتی ہو جاتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ دیکھئے قرآن میں ہے نحن اقوب الیہ من حبل الورید۔ (ترجمہ) ہم تو شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اب سوچئے جو حقیقی مالک ہے وہ شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور حضور ﷺ جو کتنے دور ہے وہ مدینے سے آئے گے۔ تو تم بریلوی لوگ اللہ سے امداد کیوں نہیں مانگتے ہو اس لئے تم کافر و مشرک ہو۔ اب اپنا حال دیکھئے محمد صالح ولایتی مشکل وقت میں محمود الحسن کو پکار رہے ہیں اب ان کو یاد نہیں کہ حقیقی مددگار شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور محمود الحسن جو کتنے دور ہیں محمد صالح ولایتی مدد کے لئے پکار رہے ہیں۔ محمد صالح ولایتی کے ایمان میں کچھ فرق نہیں آیا بلکہ یہ کرامت بن کر کتاب کی خوبصورتی بن رہی ہیں۔ اور محمود الحسن صاحب کے شرک کو دیکھئے کہ کتنی دور سے اپنے مرید کو دیکھ بھی رہے ہیں اس کی آواز بھی سن رہے ہیں اور روحانی تشریف لا کر امداد بھی کر رہے ہیں۔ اشرف علی تھانوی تو لکھتے ہیں کہ یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگی تو شرک و کفر ہے۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ دیوبندیوں کا اصول صرف امام الانبیاء ﷺ اولیاء رحمھم اللہ کے لئے ہیں۔ اکابر دیوبند کے لئے نہیں۔ بلکہ محمود الحسن کتنے دور ہو وہ مرید کی پکار کو سن بھی سکتے ہیں مدد بھی کر سکتے ہیں روحانی تصرف بھی فرما سکتے ہیں۔ مگر حضور ﷺ کچھ بھی نہیں کر سکتے ہیں (معاذاللہ) جب حضور ﷺ کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو مدد کے لئے پکارنا شرک ہے۔ اور جب بات اکابر دیوبند کی آتی تو پھر کہتے ہیں کہ ہم بزرگوں سے مدد کے منکر نہیں۔ دیکھئے جب قاسم نانوتوی نے ایک مرید کی مدد کی تو مناظر احسن گیلانی دیوبندی لکھتے ہیں۔

"پس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں۔

(سوانح قاسمی ج ۱ ص ۳۳۲ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں۔

مولوی عبدالسبحان صاحب انسپکٹر پولیس ضلع گوالیار فرماتے ہیں کہ مولوی محمد قاسم صاحب کمشنر بندوبست ریاست گوالیار ایک بار پریشانی میں مبتلا ہوئے اور ریاست کی طرف سے تین لاکھ روپے کا مطالبہ ہوا۔ ان کے بھائی یہ خبر پا کر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گنج مراد پہنچے حضرت مولانا نے وطن دریافت فرمایا انہوں نے عرض کیا دیوبند مولانا نے تعجب کے ساتھ فرمایا گنگوہ حضرت مولانا (رشید احمد گنگوہی) کی خدمت میں قریب تر کیوں نہ گئے، اتنا دراز سفر کیوں اختیار کیا انہوں نے عرض کیا، حضرت یہاں مجھے عقیدت لائی ہے مولانا نے ارشاد فرمایا تم گنگوہی جاؤ۔ تمہاری مشکل کشائی حضرت مولانا رشید احمد صاحب ہی کی دعا پر موقوف ہے میں اور تمام روئے زمین کے اولیاء بھی اگر دعا کریں گے تو نفع نہ ہوگا۔

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۱۵ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

یہ ہے دیوبندی مذہب کا من گھڑت اصول اللہ تعالیٰ ہمیں ان بے دینوں سے بچائے۔ اس مسئلہ پر کثیر دلائل اور اعتراضات کے مسکت جوابات کے لئے فقیر ناچیز کا رسالہ

"**یارسول اللہ مدد**"........................ملاحظہ فرمائیں۔

بحث اولیاء اللہ وانبیاء سے مدد مانگنا

اولیاء اللہ اور انبیائے کرام سے مدد مانگنا جائز ہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو رب تعالیٰ ہی کی ہے یہ حضرات اس کے مظہر ہیں اور مسلمان کا یہی عقیدہ ہوتا ہے کوئی جاہل بھی کسی ولی کو خدا نہیں سمجھتا۔ اس بحث میں دو باب ہیں۔

پہلا باب

غیر اللہ سے مدد مانگنے کے ثبوت میں

غیر اللہ سے مدد مانگنے کا ثبوت قرآنی آیات احادیث صحیحہ اور اقوال فقہاء و محدثین اور خود مخالفین کے اقوال سے ہے ہم ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے۔

وادعوا شهدآء كم من دون الله ان كنتم صدقين۔

ترجمہ: اور اللہ کے سوا اپنے سارے حمائتیوں کو بلالو۔

(پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۳)

اس میں کفار کو دعوت دی گئی ہے کہ قرآن کی مثل ایک سورہ بنا کر لے آؤ اور اپنی امداد کے لئے اپنے حمائتیوں کو بلالو۔ غیر اللہ سے مدد لینے کی اجازت دی گئی۔

قال من انصاری الی الله قال الحواريون نحن انصار الله۔

ترجمہ: کہا مسیح نے کون ہے جو مدد کرے میری طرف اللہ کی کہا حواریوں نے ہم مدد کریں گے اللہ کے دین کی۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۵۲)

اس میں فرمایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ میرا مددگار کون ہے۔ حضرت مسیح نے غیر اللہ سے مدد طلب کی۔

وتعاونوا على البر و التقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان۔

ترجمہ: مدد کرو ایک دوسرے کی اوپر نیک کاموں کے اور تقویٰ کے اور نہ مدد کرو ایک دوسرے کی اوپر گناہ اور زیادتی کے۔

(پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۲)

اس آیت میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔

ان تنصروا الله ينصركم۔

ترجمہ: اگر مدد کرو گے تم اللہ کے دین کی مدد کرے گا وہ تمہاری۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۴۷ آیت نمبر ۷)

اس میں خود رب تعالیٰ نے جو کہ غنی ہے اپنے بندوں سے مدد طلب فرمائی۔ رب تعالیٰ نے میثاق کے دن ارواح انبیاء سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں عہد لیا۔

لتؤمنن به ولتنصرنه۔

ترجمہ: کہ تم ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۸۱)

معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کی مدد کا میثاق کے دن سے حکم ہے۔

استعینوا بالصبر والصلوۃ۔

ترجمہ: مدد طلب کرو ساتھ صبر اور نماز کے۔

(پارہ۲ سورہ۲ آیت نمبر۱۵۳)

اس میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو اور نماز و صبر بھی تو غیر اللہ ہیں۔

واعینونی بقوۃ۔

ترجمہ: مدد کرو میری ساتھ قوت کے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ذوالقرنین نے دیوار آہنی بناتے وقت لوگوں سے مدد طلب فرمائی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ایدک بنصرہ وبالمومنین۔

ترجمہ: اے نبی رب نے آپ کو اپنی مدد اور مسلمانوں کے ذریعہ قوت بخشی۔

(پارہ۱۰ سورہ۸ آیت نمبر۶۲)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین۔

ترجمہ: اے نبی آپ کو اللہ اور آپ کے مطیع مسلمان کافی ہیں۔

(پارہ۱۰ سورہ۸ آیت نمبر۶۴)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فان اللہ ھو مولہ وجبریل و صالح المومنین والملئکۃ بعد ذلک ظھیر۔

ترجمہ: یعنی رسول کے مددگار اللہ اور جبریل اور متقی مسلمان ہیں بعد میں فرشتے ان کے مددگار ہیں۔

(پارہ۲۸ سورہ۶۶ آیت نمبر۴)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنو الذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وھم راکعون۔

ترجمہ: یعنی اے مسلمانوں تمہارا مددگار اللہ اور رسول اور وہ مسلمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

(پارہ۶ سورہ۵ آیت نمبر۵۵)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ والمومنون والمومنت بعضھم اولیآء بعض

(پارہ۱۰ سورہ۹ آیت نمبر۷۱)

دوسری جگہ فرماتا ہے نحن اولیاء کم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ۔

(پارہ۲۴ سورہ۴۱ آیت نمبر۳۱)

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ بھی مددگار ہے اور مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کے مگر رب تعالیٰ بالذات مددگار اور یہ بالعرض۔

موسیٰ علیہ السلام کو جب تبلیغ کے لئے فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا تو عرض کیا۔

واجعل لی وزیرا من اھلی ھرون اخی اشدد بہ ازری۔

ترجمہ: خدایا میرے بھائی کو نبی بنا کر میرا وزیر کردے میری پشت کو ان کی مدد سے مضبوط کردے۔

(پارہ۱۶ سورہ۲۰ آیت نمبر۲۹۔۳۰)

رب تعالٰی نے یہ نہ فرمایا کہ تم نے میرے سوا سہارا کیوں لیا میں کیا کافی نہیں ہوں۔ بلکہ ان کی درخواست منظور فرمائی۔ معلوم ہوا کہ بندوں کا سہارا لینا سنت انبیاء ہے۔

مشکوۃ باب السجود وفضلہ میں ربیعہ ابن کعب اسلمی سے بروایت مسلم ہے کہ حضور علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔

سل فقلت اسئلك مرافقتك في الجنة قال او غير ذلك فقلت هو ذالك قال فاعني على نفسك بكثرة السجود۔

ترجمہ: کچھ مانگ لو میں نے کہا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں۔ فرمایا کچھ اور مانگتا ہے میں نے کہا صرف یہ ہی فرمایا کہ اپنے نفس پر زیادہ نوافل سے میری مدد کرو۔

(صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب فضل السجود ج۱ ص۳۵۳ رقم الحدیث ۴۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مشکوۃ شریف ص۸۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (مسند ابوعوانہ باب بیان ثواب السجود والترغیب فی کثرۃ السجود ج۱ ص۴۹۹ رقم الحدیث ۱۸۶۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ربیعہ نے حضور سے جنت مانگی۔ تو یہ نہ فرمایا کہ تم نے خدا کے سوا مجھ سے جنت مانگی تم مشرک ہو گئے بلکہ فرمایا وہ تو منظور ہے کچھ اور بھی مانگو۔ یہ غیر خدا سے مدد مانگنا ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام بھی فرماتے ہیں اعنی اے ربیعہ تم بھی اس کام میں میری اتنی مدد کرو کہ زیادہ نوافل پڑھا کرو یہ بھی غیر اللہ سے طلب مدد ہے۔ اسی حدیث پاک کے ماتحت اشعۃ اللمعات میں ہے۔

واز اطلاق سوال کہ فرمود سل وتخصیص نہ کرو بمطلوبے خاص معلوم مے شود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت اوست ہرچہ خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔

(اشعۃ اللمعات ج۱ ص۳۹۶)

حاشیہ......☆

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن عبدالله القرمطي من ولد عامر بن ربيعة ببغداد حدثنا يحيى بن سليمان بن نضلة الخزاعي حدثنا عمي محمد بن نضلة عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده علي بن الحسين حدثني ميمونة بنت الحرث زوج النبي ﷺ ان رسول الله ﷺ بات عندها في ليلتها فقام يتوضا للصلاة فسمعته يقول في متوضئه لبيك لبيك ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا فلما خرج قلت يارسول الله سمعتك تقول في متوضئك لبيك لبيك ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا كأنك تكلم انسانا فهل كان معك احد؟ فقال هذا راجز بني كعب يستصرخني ويزعم ان قريشا اعانت عليهم بني بكر ثم خرج رسول الله ﷺ فامر عائشة ان تجهزه ولا تعلم احدا قالت فدخل عليها ابوبكر فقال يا بنية ما هذا الجهاز؟ فقالت والله ما ادري فقال والله ما هذا زمان غزو بني الاصفر فاين يريد رسول الله ﷺ قالت والله لاعلم لي۔ قالت فاقمنا ثلاثا ثم صلى الصبح بالناس فسمعت الراجز ينشده۔

يارب اني ناشد محمد	حلف ابينا وابيه الاتلدا
انا ولدناك وكنت ولدا	ثمة اسلمنا ولم ننزع يدا
ان قريشا اخلفوك الموعدا	ونقضوا ميثاقك المؤكدا
وزعموا ان لست تدعو احدا	فانصر هداك الله نصرا ابدا
وادع عباد الله ياتوا مددا	فيهم رسول الله قد تجردا

ان سيم خسفا وجهه تربدا

حاشیہ......☆

فقال رسول اللہ لبیك لبیك ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا...... الخ۔

(طبرانی صغیر ج ۲ ص ۷۳۔۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاستیعاب ذکر حضرت عمرو بن سالم رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۷۵ رقم ۱۹۱۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول اللہ ﷺ نصرت یا عمرو بن سالم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو تمہاری مدد کی گئی۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۵ ص ۴۹ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

و خرج عمرو بن سالم الخزاعی فی اربعین راکبا من خزاعة فقدموا علی رسول اللہ ﷺ یخبرونه بالذی اصابهم ویستنصرونه۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن سالم الخزاعی رضی اللہ عنہ چالیس خزاعی سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ کو اس مصیبت کی خبر دی جو انہیں پیش آئی اور مدد کی درخواست کی۔

(طبقات الکبری ابن سعد سریۃ رسول اللہ ﷺ عام الفتح ج ۲ ص ۱۳۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

قد نصرت یا عمرو بن سالم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۱۵۳۔۱۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول اللہ ﷺ نصرت یا عمرو بن سالم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(دلائل النبوۃ باب نقض قریش ما عاهد واعلیہ رسول اللہ ﷺ بالحدیبیۃ ج ۵ ص ۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا الشریف ابو نصر الزینبی انا ابو طاهر المخلص ثنا یحیی بن محمد املاء ثنا یحیی بن سلیمان بن نضلة الخزاعی بالمدینة سنة خمس واربعین ومائتین حدثنی عمی محمد بن نضلة عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جده عن میمونة بنت الحارث زوج النبی ﷺ ان رسول اللہ ﷺ بات عندها فی لیلتها ثم قام یتوضا للصلاۃ فسمعته وهو یقول لبیك لبیك ثلاثا او نصرت نصرت ثلاثا قالت فلما خرج من متوضاه قلت یارسول اللہ بابی انت وامی سمعتك تکلم انسانا فهل کان معك احد؟ فقال هذا راجز بنی کعب یستصرخنی الخ۔

ترجمہ: حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رات میرے ہاں قیام کیا آپ ﷺ وضو کے لئے اٹھے تو میں نے آپ کو وضو کے دوران ارشاد فرماتے ہوئے سنا "میں حاضر ہوں مدد کو پہنچا میں تمہاری مدد کر دی گئی ہے جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کو حالت وضو میں تین بار لبیک لبیک نصرت نصرت کہتے ہوئے سنا ہے۔ گویا آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے تھے۔ کیا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی تھا۔ فرمایا ہاں بنی کعب کا راجز مجھے مدد کے لئے پکار رہا تھا۔

(دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۷۳۔۷۴ رقم الحدیث ۵۹ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

حاشیہ......☆

امام ابی الربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۴ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله نصرت یا عمرو ۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء غزوۃ الفتح ج ۲ ص ۲۱۶ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله نصرت یا عمرو ابن سالم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد فصل فی الفتح الاعظم ج ۳ ص ۳۹۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ نصرت یا عمرو بن سالم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(السیرۃ النبویۃ غزوۃ الفتح الاعظم وکانت فی رمضان سنۃ ثمان ج ۳ ص ۴۹۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ نصرت یا عمرو ۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی فتح مکۃ من المعجزات والخصائص ج ۱ ص ۴۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

الامام العالم العلامۃ علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی متوفی ۱۰۴۴ھ لکھتے ہیں۔

عن میمونة رضی الله عنها ان رسول الله ﷺ باتٍ عندها لیلة فقام لیتوضا للصلاة قالت فسمعته یقول لبیك لبیكٍ لبیك ثلاثا نصرت نصرت نصرت ثلاثاً فلما خرج قلت یارسول الله سمعتك تقول لبیك لبیك لبیك ثلاثاً نصرت نصرت نصرت ثلاثا كانك تكلم انساناً فهل كان معك احد قال هذا راجز بنی كعب یعنی خزاعة یزعم ان قریشاً اعانت علیهم بكر بن وائل ای بطنامنهم وهو بنو نفالة۔

ترجمہ: حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رات میرے ہاں قیام کیا آپ ﷺ وضو کے لئے اٹھے تو میں نے آپ کو وضو کے دوران ارشاد فرماتے ہوئے سنا" میں حاضر ہوں مدد کو پہنچا میں تمہاری مدد کر دی گئی ہے جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کو حالت وضو میں تین بار لبیک لبیک نصرت نصرت کہتے ہوئے سنا ہے۔ گویا آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے تھے۔ کیا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی تھا۔ آپ ﷺ فرمایا یہ بنی کعب کا ایک فریادی تھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ قریش نے ان کے ایک ٹولہ بنو نفاثہ مدد کی ہے۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۱۷۷۔۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) ، سیرابن ہشام ج ۲ ص ۲۶۵)

محمد بن عبد الوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ نصرت یا عمرو بن سالم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۳۱ مطبوعہ دار القلم بیروت)

حاشیہ......☆

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج الطبرانی عن میمونة ام المومنین رضی الله عنها قالت بات عندی رسول الله ﷺ لیلة فقام لیتوضا للصلاة فسمعته یقول فی متوضئه باللیل لبیك لبیك لبیك ثلاثا نصرت نصرت نصرت ثلاثا فلما خرج قلت یارسول الله سمعتك تقول فی متوضئك لبیك لبیك لبیك ثلاثا نصرت نصرت نصرت ثلاثا کانك تکلم انسانا فهل کان معك احد فقال هذا راجز بنی کعب وهم بطن من خزاعة یستصر خنی الخ۔

ترجمہ: حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رات میرے ہاں قیام کیا آپ ﷺ وضو کے لئے اٹھے تو میں نے آپ کو وضو کے دوران ارشاد فرماتے ہوئے سنا "میں حاضر ہوں مدد کو پہنچا میں تمہاری مدد کردی گئی ہے جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کو حالت وضو میں تین بار لبیک لبیک نصرت نصرت کہتے ہوئے سنا ہے۔گویا آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے تھے۔کیا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی تھا۔فرمایا ہاں بنی کعب کا راجز مجھے مدد کے لئے پکار رہا تھا......

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا سعید بن عبدالرحمن التستری ثنا یحیی ابن سلیمان بن نضلة المدینی ثنا عمی محمد بن نضلة عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جده قال حدثنی میمونة بنت الحارث ان رسول الله ﷺ بات عندها فی لیلتها ثم قام یتوضا للصلاة فسمعته یقول فی متوضئه لبیك لبیك ثلاثا ونصرت ونصرت ثلاثا قالت فلما خرج قلت یارسول الله ﷺ بابی انت سمعتك تقول فی متوضئك لبیك لبیك ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا کانك تکلم انسانا فهل کان معك احد قال هذا راجز بنی کعب یستصرختی ویزعم ان قریشا اعانت علیهم بنی بکر الخ......

(المعجم الکبیر طبرانی ج ۲۳ ص ۴۳۳،۴۳۴ رقم الحدیث ۱۰۵۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے طبرانی کبیر کے محشی (جو کہ غیر مقلد ہے) نے مجمع الزوائد کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس کی سند میں یحیٰی بن سلیمان نضلة ہے جو کہ ضعیف ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جرح مبہم ہے جو کہ طے شدہ اصول کے مطابق قبول نہیں ہے۔علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ جرح مبہم ہے اس وجہ سے قبول نہیں ہے۔دوم امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ یحیٰی بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وذکره بن حبان فی الثقات۔

ترجمہ: یعنی امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(لسان المیزان ج ۶ ص ۲۶۱ مطبوعہ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت)

امام الحافظ عبداللہ بن عدی الجرجانی متوفی ۳۶۵ھ لکھتے ہیں۔

احادیث عامتها مستقیمة۔

ترجمہ: اس کی عام احادیث مستقیم ہیں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۷ ص ۲۵۵ برقم ۲۱۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس حدیث مبارکہ میں واضح ثبوت ہے کہ حضور ﷺ راجز رضی اللہ عنہ کو دیکھ بھی رہے تھے ان کی آواز بھی سن رہے تھے اور نصرت نصرت فرما کر ان کی مدد فرما رہے تھے۔اس حدیث مبارکہ میں علم غیب مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ استمداد کا بھی ثبوت ہے۔معلوم ہوا کہ

فان من جودك الدنیا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری بدیں گاهش بیا وهر چه می خواهی تمنا کن!

(شرح خرپوتی علی البردہ ص ۲۱۸ نور محمد کتب خانہ کراچی)

سوال کو مطلق فرمانے سے کہ فرمایا کچھ مانگ لو۔ کسی خاص چیز سے مقید نہ فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سارا معاملہ حضور ہی کے ہاتھ کریمانہ میں ہے۔ جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دیدیں۔ کیونکہ دنیا وآخرت آپ ہی کی سخاوت سے ہے اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے اگر دنیا وآخرت کے خیر چاہتے ہو تو ان کے آستانے پر آؤ اور جو چاہو مانگ لو۔

خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت رہے اور تین سو سال تک رہے پھر حضور ﷺ کے ذریعہ کعبہ پاک ہوا رب تعالیٰ نے بتادیا کہ جب میرا گھر کعبہ بغیر میرے محبوب کے مداوا کے پاک نہیں ہوسکتا۔ تو تمہارا دل ان کی نظر کرم کے بغیر پاک نہیں ہوسکتا۔

نور الانوار کے خطبہ میں خلق کی بحث میں ہے۔ هو الجود بالكونين والتوجه الى خالقهما یعنی دونوں جہان اوروں کو بخش دینا اور خود خالق کی طرف متوجہ ہوجانا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلق ہے اور ظاہر ہے کہ دونوں دوسروں کو وہ ہی بخشے گا جو خود ان کا مالک ہوگا۔ ملکیت ثابت ہوئی۔

حاشیہ.....☆

آقا ﷺ اپنے غلاموں کی دستگیری فرماتے ہیں اور ان کے غموں کو دور فرماتے ہیں اور اس حدیث مبارکہ میں یہ بھی واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دور دراز مقام سے حضور ﷺ کو ندا بھی کرتے تھے اور مدد بھی طلب کرتے تھے۔

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحسين بن اسحاق التستری ثنا احمد بن يحيى الصوفي ثنا عبدالرحمن بن سهل حدثني ابي عن عبدالله بن عيسى عن زيد بن علي عن عتبة بن غزوان عن نبي الله ﷺ قال اذا اضل احدكم شيئا او اراد احدكم عونا وهو بارض ليس بها انيس فليقل يا عبادالله اغيثوني يا عبادالله اغيثوني...... وقد جرب ذلك۔

ترجمہ: حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم کوئی چیز گم کرو یا مدد کا ارادہ کرلو اور اگر تم ایسی جگہ پر ہو کہ وہاں پر تمہارا کوئی انیس نہیں ہے تو اس طرح کہنا چاہیے۔ اے اللہ کے بندوں میری فریاد رسی کرو اے اللہ کے بندو میری فریاد رسی کرو۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مجرب ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۱۷ ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۲۹۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں۔

رجاله ثقات۔

ترجمہ: اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہے۔

(نزل الابرار ص ۳۳۵ مطبوعہ بیروت)

یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں:

(طبرانی کبیر ج ۱۰ ص ۲۱۷ رقم الحدیث ۱۰۵۱۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۴ ص ۳۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

شیخ عبدالحق کی ان عبارات نے فیصلہ کر دیا کہ دنیا وآخرت کی تمام نعمتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مانگو مال مانگو جنت مانگو جہنم سے پناہ مانگو بلکہ اللہ کو مانگو۔ ایک صوفی شاعر خوب فرماتے ہیں۔

محمد از تو می خواہم خدارا — خدایا از تو عشق مصطفی را

یارسول اللہ میں آپ سے اللہ کو مانگتا ہوں — اور اے اللہ میں تجھ سے رسول اللہ کو مانگتا ہوں

حضرت قبلہ عالم محدث علی پوری دام ظلہم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولو انهم اذظلموا انفسهم جآء وك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔ (پارہ۵ سورہ۴ آیت نمبر۶۴) اس کا ترجمہ ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کی بارگاہ میں آجاتے پھر خدا سے اپنی مغفرت مانگتے اور یہ رسول بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے تو یہ لوگ آپ کے پاس اللہ کو پالیتے۔ مگر کس شان میں توابا رحیما تو بہ قبول فرمانے والا مہربان یعنی آپ کے پاس آنے سے ان کو خدا مل جاتا۔

اللہ کو بھی پایا مولیٰ تیری گلی میں

اشعۃ اللمعات کی طرح مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اسی حدیث کے ماتحت فرمایا ہے کہ فعطی لمن شآء ماشآء حضور علیہ السلام جس کو جو چاہیں دے دیں تفسیر کبیر جلد سوم پارہ ۷ سورہ انعام زیر آیت ۸۸ ولو اشركوا لحبط عنهم ما كانوا يعملون ہے۔

وثالثها الانبيآء وهم الذين اعطاهم الله تعالى من العلوم والمعارف ما لاجله يقدرون على التصرف فى بواطن الخلق وارواحهم وايضا اعطاهم من القدرة والمكنة ما لا يقدرون على التصرف فى ظواهر الخلق۔

ترجمہ: تیسرے ان میں انبیاء ہیں یہ وہ حضرات ہیں جن کو رب نے علوم اور معارف اس قدر دیئے ہیں۔ جن سے وہ مخلوق کی اندرونی حالت اور ان کی ارواح پر تصرف کر سکتے ہیں اور ان کو اس قدر قدرت وقوت دی ہے جس سے مخلوق کے ظاہر پر تصرف کر سکتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی تفسیر کبیر پارہ الم واذ قال ربك للملئكة (پارہ۱ سورہ۲ آیت نمبر۳۰) کی تفسیر میں ہے کہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو کوئی جنگل میں پھنس جائے تو کہے۔

اعينونى عباد الله يرحمكم الله۔

ترجمہ: اے اللہ کے بندو میری مدد کرو رب تم پر رحم فرمائے۔

تفسیر روح البیان سورہ مائدہ پارہ ۶ زیر آیت ۳۳ ويسعون فى الارض فسادا ہے کہ شیخ صلاح الدین فرماتے ہیں۔ مجھ کو رب نے قدرت دی ہے کہ میں آسمان کو زمین پر گرا دوں اگر میں چاہوں تو تمام دنیا والوں کو ہلاک کر دوں اللہ کی قدرت سے لیکن ہم اصلاح کی دعا کرتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مثنوی شریف میں ہے۔

اولیاء راہست قدرت از الٰہ — تیر جستہ باز گردانند ز راہ

اولیاء کو اللہ سے یہ قدرت ملی ہے — کہ چھوٹا ہوا تیر واپس کرلیں

اشعۃ اللمعات شروع باب زیارت القبور میں ہے۔

امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے درحیات استمداد کردہ مے شود بوے بعد از وفات یکے از مشائخ گفتہ دیدم چہار کس راز مشائخ کہ تصرف می کنند درقبور خود مانند تصرفہا ایشاں درحیات خود یا بیشتر قومے مے گویند کہ امداد حی قومی تر است ومن مے گویم کہ امداد میت قوی تر واولیاء را تصرف دراکون حاصل است وآں نیست مگر ارواح ایشاں راوارواح باقی است۔

ترجمہ: امام غزالی نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاتی ہے اس سے ان کی وفات کے بعد بھی مدد مانگی جاوے ایک بزرگ نے فرمایا کہ چار شخصوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ قبروں میں بھی وہ ہی عمل درآمد کرتے ہیں جو زندگی میں کرتے تھے یا زیادہ ایک جماعت کہتی ہے کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ مردہ کی امداد زیادہ قوی اولیاء کی حکومت جہانوں میں ہے اور یہ نہیں ہے مگر ان کی روحوں کو کیونکہ ارواح باقی ہیں۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۷۱۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

حاشیہ مشکوۃ باب زیارت القبور میں ہے۔

واما الاستمداد باهل القبور في غير النبي عليه السلام او الانبيآء فقد انكره كثير من الفقهآء واثبته المشائخ الصوفية وبعض الفقهآء قال الامام الشافعي قبر موسى الكاظم ترياق مجرب لاجابة الدعاء وقال الامام الغزالي من يستمد في حياته يستمد بعد وفاته۔

ترجمہ: نبی علیہ السلام ودیگر انبیائے کرام کے علاوہ اور اہل قبور سے دعا مانگنے کا بہت سے فقہانے ان کا کیا اور مشائخ صوفیہ اور بعض فقہاء نے اس کو ثابت کیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر قبولیت دعا کے لئے آزمودہ تریاق ہے اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جاسکتی ہے۔

(حاشیہ مشکوۃ شریف ۱۵۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۲۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ مصر)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ یا دیگر انبیائے کرام سے مدد مانگنے میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔ قبور اولیاء اللہ سے مدد مانگنے میں اختلاف ہے علمائے ظاہرین نے ان کار کیا صوفیا کرام اور فقہاء اہل کشف نے جائز فرمایا۔

حصن حصین ص ۲۰۲ میں ہے۔

وان اراد عونا فليقل يا عبادالله اعينوني يا عبادالله اعينوني يا عبادالله اعينوني۔

ترجمہ: جب مدد لینا چاہے تو کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

(الحصن الحصین للجزری ص ۲۲ مطبوعہ مصر)

اس کی شرح الحرز الثمین میں ملا علی قاری اسی جگہ فرماتے ہیں۔

اذا انفلتت دآبة احدكم بارض فلاة فليناديا عبادالله احبسوا۔

ترجمہ: یعنی جب جنگل میں کسی کا جانور بھاگ جائے تو آواز دو کہ اے اللہ کے بندو اسے روک دو۔

(الحرز الثمین شرح حصن حصین ص ۲۰۴ مطبوعہ مطبع المیریہ سعودی عرب مکہ المکرمۃ)

عباداللہ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

المراد بهم الملئكة او المسلمون من الجن او رجال الغيب المسمون بابدال۔

ترجمہ: یعنی بندوں سے یا تو فرشتے یا مسلمان یا جن یا رجال الغیب یعنی ابدال مراد ہیں۔
(الحرز الثمین شرح حصن حصین ص ۲۰۲ مطبوعہ مطبع المیر یہ سعودی عرب مکۃ المکرمۃ)

پھر فرماتے ہیں۔

ھذا حدیث حسن یحتاج الیہ المسافرون وانہ مجرب۔

ترجمہ: یہ حدیث حسن ہے مسافروں کو اس حدیث کی سخت ضرورت ہے اور یہ عمل مجرب ہے۔
(الحرز الثمین شرح حصن حصین ص ۲۰۲ مطبوعہ مطبع المیر یہ سعودی عرب مکۃ المکرمۃ)

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز ص ۲۰ پر فرماتے ہیں۔

باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد باشد ورا عوان الٰہی نداند حرام است واگر التفات محض بجانب حق است داورا یکے از مظاہر عون الٰہی دانستہ وبکارخانہ اسبابی وحکمت او تعالیٰ در آں نمودہ بغیر استعانت ظاہر نماید دور از عرفان نخواہد بود ودر شرح نیز جائز وروا ست در انبیاء واولیاء ایں نوع استعانت تعبیر کردہ اند در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لاغیر۔

ترجمہ: سمجھنا چاہیے کہ کسی غیر سے مدد مانگنا بھروسہ کے طریقہ پر کہ اس کو مدد الٰہی نہ سمجھے حرام ہے اور اگر توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہے اس کو اللہ کی مدد کا ایک مظہر جان کر اور اللہ کی حکمت اور کارخانہ اسباب جان کر اس سے ظاہری مدد مانگی تو عرفان سے دور نہیں ہے اور شریعت میں جائز ہے اور اس کو انبیاء واولیاء کی مدد کہتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ حق تعالیٰ کے غیر سے مدد مانگنا نہیں ہے لیکن اس کی مدد سے ہے۔
(تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص ۸ مطبوعہ دار الکتب دہلی)

تفسیر عزیزی سورہ بقرہ ص ۴۶۰ میں شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں۔

افعال عادی الٰہی دامثل بخشیدن فرزند و توسیع رزق وشفاء مریض دامثال ذالک دامشر کان نسبت بہ ارواح خبیثہ اصنام می نمایند و کافر می شوید۔ از تاثیر الٰہی یا خواص مخلوقات ادمی دانند از ادویہ و مغافیر یا دعائے لحاء بندگان او کہ ہمر از جناب اور در خواستہ انجاح مطلب می کناند می مہمند وددایماں ایشاں خلل نمی طرف نسبت کرتے ہیں اور کافر ہوجاتے ہیں اور مسلمان ان امور کو حکم الٰہی یا اس کی مخلوق کی خاصیت سے جانتے ہیں جیسے کہ دوائیں یا مغافیر یا اس کے نیک بندوں کی دعائیں کہ وہ بندے رب کی بارگاہ سے مانگ کر لوگوں کی حاجت روائی کرتے ہیں اور ان مومنین کے ایمان میں اس سے خلل نہیں آتا۔

بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز صاحب شیخ ابوالعباس احمد زردنی کے یہ اشعار نقل کرتے ہیں۔

انا لمریدی جامع لشتاتہ	اذا ما مطی جور الزمان بنکبتہ
وان کنت فی ضیق و کرب وحشتہ	فناد بیاز روق ات بسرعتہ

ترجمہ: میں اپنے مرید کی پراگندگیوں کو جمع کرنے والا ہوں جبکہ زمانہ کی مصیبتیں اس کو تکلیف دیں۔ اگر تو تنگی یا مصیبت یا وحشت

میں ہوتو پکار کراے زروق میں فوراً آؤں گا۔

تفسیر کبیر و روح البیان و خازن میں سورہ یوسف زیر آیت فلبث فی السجن بضع سنین (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۴۲) (تفسیر روح البیان ج ۴ ص ۲۴۰ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت) ہے الا ستعانه بالناس فی دفع الضرر والظلم جائزة اور خازن زیر آیت ۴۲ فانساه الشیطٰن میں ہے الاستعانته بالمخلوق فی دفع الضرر جائز مصیبت دور کرنے کے لئے مخلوق سے مدد لینا جائز ہے۔ درمختار جلد سوم باب اللقطہ کے آخر میں گمی ہوئی چیز تلاش کرنے کے لئے ایک عمل لکھا۔

ان الانسان اذا ضاع له شیئی واراد ان یرده الله علیه فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلة و یقرء الفاتحة ویهدی ثوابها للنبی علیه السلام ثم یهدی ثوابها لسیدی احمد ابن علوان یقول یا سیدی یا احمد ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی والا نزعتك من دیوان الاولیآء فان الله یرد ضالته ببرکته۔

ترجمہ: جس کسی کی کوئی چیز گم ہو جاوے اور وہ چاہے کے خدا وہ چیز واپس ملا دے تو کسی اونچی جگہ پر قبلہ کو منہ کر کے کھڑا ہو اور سورہ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب نبی علیہ السلام کو ہدیہ کرے پھر سیدی احمد ابن علوان اگر آپ نے میری چیز نہ دی تو میں آپ کو دفتر اولیاء سے نکال دوں گا۔ پس خدا تعالیٰ اس کی گمی ہوئی چیز ان کی برکت سے ملا دے گا۔

(ردالمحتار باب اللقطہ ج ۳ ص ۳۲۳ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اس دعا میں سید احمد ابن علوان کو پکارا بھی ان سے مدد مانگی ان سے گمی ہوئی چیز بھی طلب کی اور یہ دعا کس نے بتائی حنفیوں کے فقیہ اعظم صاحب درمختار نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

یا اکرم الثقلین یا کنز الورٰی	جدلی بجودك وارضی برضاك
انا طامع بالجود منك لم یکن	لابی حنیفته فی الانام سواك

اے موجودات سے اکرم اور نعمت الٰہی کے خزانے جو اللہ نے آپ کو دیا ہے مجھے بھی دیجئے اور اللہ نے آپ کو راضی کیا ہے مجھے بھی آپ راضی فرمایئے۔ میں آپ کی سخاوت کا امیدوار ہوں آپ کے سوا ابو حنیفہ کا خلقت میں کوئی نہیں۔ اس میں حضور علیہ السلام سے صریح مدد لی گئی ہے۔ قصیدہ بردہ میں ہے۔

یا اکرم الخلق مالی من الوذبه	سواك عند حلول الحادث العمم
اے تمام مخلوق سے بہتر میرا آپ کے سوا کوئی	جس کی میں پناہ لوں مصیبت کے وقت نہیں

(شرح الخرپوتی علی البردۃ ص ۲۱۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اگر ہم ان علماء و فقہاء کا کلام جمع کریں۔ جس میں انہوں نے حضور علیہ السلام سے مدد مانگی ہے۔ تو اس کے لئے دفتر درکار ہیں صرف اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ نیز ہم سفر برائے زیارت قبور میں شامی کی عبارت نقل کریں گے۔ جس میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی حاجت پیش ہوتی ہے تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر آتا ہوں ان کی برکت سے کام ہو جاتا ہے۔

(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۸۹ مطبوعہ مکتبہ عزیزیہ)، (تانیب الخطیب ص ۱۹ مطبوعہ مکتبہ ملتان)

(امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخبرنا القاضی ابوعبدالله الحسین ابن علی بن محمد الصمیری قال انبانا عمر بن ابراهیم المقری قال نبانا مکرم بن احمد قال نبانا عمر بن اسحاق بن ابراهیم قال نبانا علی بن میمون قال سمعت الشافعی یقول انی لاتبرك بابی حنیفة واجنی الی قبره فی کل یوم یعنی زائر فاذا عرضت لی حاجته صلیت رکعتین وجئت الی قبره سالت الله تعالیٰ الحاجته عنده فما تبعد عنی حتیٰ تقضی۔

ترجمہ: حضرت علی بن میمون نے فرمایا کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ بے شک میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ برکت حاصل کرتا ہوں اور ہر روز ان کی قبر کی زیارت کے لئے آتا ہوں۔ جب مجھے کوئی حاجت پیش آئے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری دیتا ہوں اور قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں تو وہ میری حاجت بہت جلد پوری ہو جاتی ہے۔
(تاریخ بغداد ج ا ص ۱۲۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت سعید اللہ غفر اللہ)

نزہۃ الخاطر الفاتر فی ترجمہ سیدی الشریف عبدالقادر مصنفہ ملا علی قاری ص ۶۱ میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا۔

من استغاث بی فی کربة کشفت عنه و من نادانی باسمی فی شدة فرجت عنه و من توسل بی الی الله فی حاجة قضیت۔

ترجمہ: یعنی جو کوئی رنج و غم میں مجھ سے مدد مانگے تو اس کا رنج و غم دور ہوگا اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ شدت دفع ہوگی اور جو کسی حاجت میں رب کی طرف مجھے وسیلہ بنائے تو اس کی حاجت پوری ہوگی۔
(بہجۃ الاسرار ص ۱۰۲ مطبوعہ مکتبۃ مصطفیٰ البابی مصر)

پھر اسی جگہ ہے کہ حضور غوث پاک نماز غوثیہ کی ترکیب بتاتے ہیں کہ دو رکعت نفل پڑھے۔ ہر رکعت میں ۱۱۔۱۱ بار سورہ اخلاص پڑھے۔ سلام پھیر کر ۱۱ بار صلوٰۃ و سلام پڑھے پھر بغداد کی طرف (جانب شمال) ۱۱ قدم چلے ہر قدم پر میرا نام لے کر اپنی حاجت عرض کرے اور دو شعر پڑھے۔

ایدرکنی ضیم وانت ذخیرتی	واظلم فی الدنیا وانت نصیری
دعار علی حامی الحمی وهو منجدی	اذا ضاع فی البیداء عقال بغیری

یہ کہہ کر ملا علی قاری فرماتے ہیں **وقد جرب ذالك مرامراً فصح** یعنی بارہا اس نماز غوثیہ کا تجربہ کیا گیا۔ درست نکلا کہیئے کہ حضور غوث پاک مسلمانوں کو تعلیم دیتے ہیں کہ مصیبت کے وقت مجھ سے مدد مانگو اور حنفیوں کے بڑے معتبر عالم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسے بغیر تردید نقل فرما کر فرماتے ہیں کہ اس کا تجربہ کیا گیا بالکل صحیح ہے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں سے بعد وفات مدد مانگنا جائز اور فائدہ مند ہے۔

یہاں تک تو ہم نے قرآنی آیات اور احادیث اور اقوال فقہاء و علماء و مشائخ سے ثبوت دیا اب خود منع کرنے والوں کے اقوال سے ثبوت ملاحظہ ہوں۔

مولوی محمود حسن صاحب دیو بندیوں کے شیخ الہند اپنے ترجمہ قرآن میں جس کے چار پاروں کا حاشیہ انہوں نے لکھا باقی کا مولوی شبیر احمد صاحب نے۔ اس میں ایاک نستعین کے ماتحت فرماتے ہیں "ہاں اگر کسی مقبول بندے کو واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے۔ کہ یہ استعانت در حقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے"
(تفسیر عثمانی ج ا ص ۴ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

بس فیصلہ ہی کر دیا۔ یہ ہی ہمارا دعویٰ ہے کوئی مسلمان بھی کسی نبی یا ولی کو خدا نہیں جانتا نہ خدا کا فرزند محض وسیلہ مانتا ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب الحظر والاباحۃ صفحہ ۶۴ پر ایک سوال و جواب ہے۔

سوال:۔ اشعار اس مضمون کے پڑھنے "یا رسول اللہ کبریا فریاد ہے" یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے۔ مدد کر بہر خدا حضرت محمد مصطفیٰ۔ میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے۔ کیسے ہیں۔

الجواب:۔ ایسے الفاظ پڑھنے محبت میں اور خلوت میں بایں خیال کہ حق تعالیٰ آپ کی ذات کو مطلع فرما دیوے یا محض محبت سے بلا کسی خیال کے جائز ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص ۵ پر ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ ان اشعار کو بطور وظیفہ یا ورد پڑھنا کیسا ہے۔

یارسول اللہ انظر حالنا یا رسول اللہ اسمع قالنا

اننی فی بحر ھم مغرق خذ یدی سھل لنا اشکالنا

یا قصیدہ بردہ کا یہ شعر وظیفہ کرنا۔

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ سواک عند حلول الحادث العمم

جواب دیا کہ ایسے کلمات کو نظم ہوں یا نثر ورد کرنا مکروہ تنزیہی ہے کفر و فسق نہیں۔

ان دونوں عبارتوں میں حضور علیہ السلام سے مدد مانگنے کو کفر و شرک نہیں بلکہ جائز زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی کہا۔ قصائد قاسمی میں مولوی قاسم صاحب فرماتے ہیں۔

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

(القصائد القاسمیہ ۵۔۷۔۸ مطبوعہ ملتان)

اس میں حضور علیہ السلام سے مدد مانگی ہے اور عرض کیا ہے آپ کے سوا میرا کوئی بھی حامی نہیں یعنی خدا کو بھی بھول گئے۔ ترجمہ صراط مستقیم اردو خاتمہ تیسرا افادہ صفحہ ۱۰۳ پر مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں۔ اسی طرح ان مراتب عالیہ اور مناصب رفیعہ صاحبان عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کے ماذون مطلق اور مجاز ہوتے ہیں۔

(صراط مستقیم ص ۶۰ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دیوبند انڈیا)

حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں تم اب چاہے ڈباؤ یا تراؤ یارسول اللہ

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۹ میں ہے۔ اور بعض روایات میں جو آیا ہے۔ اعینونی یا عباد اللہ یعنی اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ تو وہ فی الواقع کسی میت سے استعانت نہیں ہے بلکہ عباد اللہ جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں ان سے طلب اعانت ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اسی کام کے واسطے وہاں مقرر کیا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ کتاب البدعات ج ۱ ص ۹۹ مطبوعہ محمد علی کارخانہ کراچی)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگلوں میں کچھ اللہ کے بندے کی طرف سے اسی لئے رہتے ہیں کہ لوگوں کی مدد کریں ان سے مدد مانگنا جائز ہے مدعیٰ ہمارا بھی یہ ہے کہ اللہ کے بندوں سے استمداد جائز ہے۔ رہا یہ فیصلہ کہ نبی کریم ﷺ مدد فرما سکتے ہیں یا کہ نہیں ہم اس کے متعلق بہت کچھ عرض کر چکے اور آئندہ عقلی دلائل میں بھی بیان کرینگے۔

مولوی محمود حسن اولہ کاملہ میں صفحہ ۱۲ پر فرماتے ہیں۔ ”آپ اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں جمادات ہوں یا حیوانات بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم۔ القصہ آپ اصل میں مالک ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عدل و مہر آپ کے ذمہ واجب الادا نہ تھا۔ صراط مستقیم دوسری ہدایت کا پہلا افادہ صفحہ ۶۰ میں مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں۔ ”اور حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے شیخین پر بھی ایک گونہ فضیلت ثابت ہے اور

وہ فضیلت آپ کے فرماں برداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت بلکہ قطبیت وغوثیت اور ابدالیت اور انہی جیسے باقی خدمات آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کی وساطت سے ہوتا ہے اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔

(صراط مستقیم ص ۶۰ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دیوبند انڈیا)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ سلطنت امیری ولایت غوثیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں کو ملتی ہے دیوبندیوں کے پیرومرشد حاجی امداد صاحب اپنی کتاب ضیاء القلوب میں فرماتے ہیں اس مرتبہ میں پہنچکر بندہ خدا کا خلیفہ ہو کر لوگوں کو اس تک پہنچاتا ہے اور ظاہر میں بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے اس کو برزخ کہتے ہیں اور اس میں وجوب وامکان مساوی ہیں۔ کسی کو کسی پر غلبہ نہیں اس مرتبہ پر پہنچ کر عارف عالم پر متصرف ہو جاتا ہے۔ (ضیاء القلوب مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی دیوبند صفحہ ۲۹ کے مراتب کا بیان) غور کرو پیر صاحب نے بندہ کو باطن میں خدا مان لیا عالم میں متصرف۔

یکشنبہ ۹ جولائی ۱۹۶۱ء کے جنگ راولپنڈی میں خبر شائع ہوئی کہ صدر پاکستان محمد ایوب خاں صاحب جب امریکہ کے دورے پر کراچی سے روانہ ہوئے تو مولانا احتشام الحق صاحب دیوبندی نے صدر کے بازو پر امام ضامن باندھا اور ۱۰ جولائی ۶۱ دوشنبہ کے جنگ میں مولانا کا فوٹو شائع ہوا جس میں آپ صدر کے بازو پر امام ضامن باندھ رہے ہیں۔ امام ضامن کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم امام حسین کے نام روپیہ مسافر کے بازو پر باندھتے ہیں امام ضامن اس کے ضامن ہیں۔ ان کے سپرد کرتے ہیں۔ جب مسافر بخیریت واپس آوے تب اس روپیہ کی فاتحہ امام حسین کے نام کی کی جاوے جن کے سپرد مسافر کیا گیا تھا۔ دیکھو اس میں امام حسین کی مدد بھی لی گئی۔ ان کی فاتحہ بھی کی گئی ان کی نذر بھی مانی گئی۔ جناب صدر کو ان کے سپرد بھی کیا سبحان اللہ کیسا ایمان افروز کام ہے خدا کا شکر ہے کہ دیوبندی بھی اس کے قائل ہو گئے۔

امداد الفتاویٰ مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب جلد ۴ کتاب العقائد والکلام صفحہ ۹۹ میں ہے جو استعانت واستمداد باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائے تو جائز ہے۔ خواہ مستمد منہ حی ہو یا میت"

(امداد الفتاویٰ کتاب العقائد والکلام ج ۴ ص ۹۹ مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی)

بس فیصلہ ہی فرمادیا کہ مخلوق کو غیر مستقل قدرت مان کر ان سے استمداد جائز ہے۔ اگر چہ میت ہی سے مانگی جائے یہی ہم کہتے ہیں۔

مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب کے آخر میں شیم الحبیب کے عربی کے اشعار کا ترجمہ کیا جس کا نام شیم الطیب رکھا۔ جس میں حضور علیہ السلام سے بے دریغ امداد مانگی اشعار حسب ذیل ہیں۔

شیم الطیب ترجمہ شیم الطیب مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی صفحہ ۱۴۵۔

یا شفیع العباد خذ بیدی	فی الاضطرار معتمدی
دستگیری کیجئے میری نبی	کشمکش میں تم ہی ہو میرے ولی
لیس لی ملجاء سواک اغث	مسنی الضر سیدی سندی
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ	فوج کلفت مجھ پہ آغالب ہوئی!
غشنی الدھر ابن عبداللہ	کن مغیثا فانت لی مددی
ابن عبداللہ زمانہ ہے خلاف	اے مرے مولیٰ خبر لیجئے مری
نام احمد چوں حصینے شد حصین	پس چہ باشد ذات آں روح الامین

(نشر الطیب فی ذکر ابن الحبیب ص ۱۸۶ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

دوسرا باب

اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کا عقلی ثبوت

دنیا آخرت کا نمونہ ہے اور یہاں کے کاروبار اس عالم کے کاروبار کا پتہ دیتے ہیں اسی لئے قرآن کریم نے حشر نشر اور رب کا الوہیت کو دنیاوی مثالوں سے ثابت فرمایا ہے۔ مثلاً فرمایا کہ خشک زمین پر بارش پڑتی ہے تو پھر سبزہ زار بن جاتی ہے۔ اسی طرح بے جان جسموں کو دوبارہ حیات دی جاوے گی نیز فرمایا کہ تم گوارا نہیں کرتے کہ تمہارے غلاموں میں کوئی اور شریک ہو تو ہماری ملکیت میں بتوں وغیرہ کو کیوں شریک مانتے ہو۔ غرضکہ دنیا آخرت کا نمونہ ہے اور دنیا میں تو یہ دیکھا گیا ہے کہ یہاں کے بادشاہ ہر کام خود اپنے ہاتھ سے نہیں کرتے۔ بلکہ سلطنت کے کاموں کے لئے محکمہ بنا دیتے ہیں تو یہ دیکھا گیا ہے کہ یہاں کے بادشاہ ہر کام خود اپنے ہاتھ سے نہیں کرتے۔ بلکہ سلطنت کے کاموں کے لئے محکمہ بنا دیتے ہیں اور ہر محکمہ میں مختلف حیثیت کے لوگ رکھتے ہیں کوئی افسر اور کوئی ماتحت۔ پھر ان تمام محکموں کا مختار یا حاکم اعلیٰ وزیر اعظم کو منتخب کرتے ہیں۔ یعنی ہر کام بادشاہ کی مرضی اس کے منشاء سے ہوتا ہے۔ لیکن بلاواسطہ اس کے ہاتھ سے نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ بادشاہ مجبوری کی وجہ سے اپنا عملہ رکھتا ہے کیونکہ بادشاہ خود پانی پی سکتا ہے۔ اپنی اکثر ضروریات زندگی خود انجام دے سکتا ہے لیکن رعب کا تقاضا ہے کہ ہر کام خدام سے لیا جاوے اور رعایہ کو ہدایت ہوتی ہے کہ اپنی ضروریات کے وقت ان مقرر کردہ حکام کی طرف رجوع کرو۔ بیماری میں شفاخانہ جا کر ڈاکٹر سے کہو۔ مقدمات میں کچہری جا کر جج سے وکلاء کے ذریعہ سے کہو وغیرہ وغیرہ ان مصائب میں رعایا کا ان حکام کی طرف جانا بادشاہ کی بغاوت نہیں ہے بلکہ یہ عین اس کی منشاء کے مطابق ہے کہ اس نے ان کو حکام اسی لئے مقرر کیا ہے۔ ہاں اگر یہ رعایا دوسرے کو اپنا بادشاہ بنا کر اس سے مدد کے طالب ہوں تو اب باغی ہے کیونکہ شاہی انتخاب والوں کو چھوڑا اور غیر کو اپنا حاکم مانا۔ جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو سمجھو کہ یہ ہی طریقہ سلطنت الہیہ کا ہے کہ وہ قادر ہے کہ دنیا کا بڑا چھوٹا ہر کام اپنی قدرت سے خود ہی پورا فرما دے مگر ایسا نہیں کرتا بلکہ انتظام عالم کے لئے ملائکہ وغیرہم کو مقرر فرمایا اور ان کے علیحدہ علیحدہ محکمے کر دیئے۔ جان نکالنے والوں کا ایک محکمہ جس کے افسر اعلیٰ حضرت عزرائیل ہیں۔ اسی طرح انسان کی حفاظت رزق پہنچانا بارش برسانا ماؤں کے پیٹ میں بچے بنانا۔ ان کی تقدیر لکھنا مدفون میتوں سے سوالات کرنا۔ صور پھونک کر مردوں کو زندہ کرنا۔ اور قیامت قائم کرنا۔ پھر قیامت میں جنت و دوزخ کا انتظام کرنا۔ غرضکہ دنیا و آخرت کے سارے کام ملائکہ میں تقسیم فرما دیئے۔

اسی طرح اپنے مقبول انسانوں کے سپرد بھی عالم کا انتظام کیا اور ان کو اختیارات خصوصی عطا فرمائے۔ کتب تصوف دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اولیاء اللہ کے کتنے طبقے ہیں اور کس کے ذمہ کون کون سے کام ہیں اس کی وجہ یہ نہیں کہ رب تعالیٰ ان کا محتاج ہے۔ نہیں بلکہ آئین سلطنت کا یہ ہی تقاضا ہے پھر ان حضرات کو خصوصی اختیارات بھی دیئے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ فرماتے ہیں کہ ہم یہ کر سکتے ہیں یہ محض ہمارا قیاس نہیں۔ بلکہ قرآن وحدیث اس پر شاہد ہیں۔ حضرت جبریل نے حضرت مریم سے کہا۔

قال انما انا رسول ربك لاهب لك غلاما زكيا۔

ترجمہ: اے مریم میں تمہارے رب کا قاصد ہوں۔ آیا ہوں تا کہ تم کو پاک فرزند دوں۔

(پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۱۹)

معلوم ہوا کہ حضرت جبریل بیٹا دیتے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ۔

ترجمہ: میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی شکل بنا کر اس میں پھونکتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۴۹)

معلوم ہوا کہ حضرت مسیح باذن الٰہی بے جان کو جان بخشتے ہیں۔

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم۔

ترجمہ: فرمادو کہ تم کو ملک الموت وفات دیگے جو تم پر مقرر کئے گئے ہیں۔

(پارہ ۲۱ سورہ ۳۲ آیت نمبر ۱۱)

معلوم ہوا کہ حضرت عزرائیل جاندار کو بے جان کرتے ہیں۔ اور بھی اس قسم کی بہت سی آیات ملیں گی جس میں خدائی کاموں کو بندوں کی طرف نسبت کیا گیا ہے۔ رب تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں فرماتا ہے۔

ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔

ترجمہ: ہمارے محبوب ان کو پاک فرماتے ہیں اور ان کو کتاب وحکمت سکھاتے ہیں۔

(پارہ ۴ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۶۴)

اغنھم اللہ ورسولہ من فضلہ۔

ترجمہ: ان کو اللہ اور رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۷۴)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر گندگی سے پاک بھی فرماتے ہیں اور فقیروں کو غنی بھی کرتے ہیں۔

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا۔

ترجمہ: آپ ان کے مالوں سے صدقے وصول فرمائیے اور اس سے ان کو پاک فرمادیجئے۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۰۳)

معلوم ہوا کہ وہ ہی عمل خدا کے یہاں قبول ہے جو بارگاہ رسالت میں منظور ہو جائے۔

ولو انھم رضوا ما اتاھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیوتینا اللہ من فضلہ ورسولہ۔

ترجمہ: اور کیا اچھا ہوتا۔ اگر وہ اس پر راضی ہوتی جو اللہ رسول نے ان کو دیا اور کہتے نہ اللہ ہم کو کافی ہے اب ہم کو اللہ اپنے فضل سے اور رسول دیں گے۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۵۹)

معلوم ہوا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام دیتے ہیں۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کہے کہ ہم کو رسول اللہ عزت دیتے ہیں مال واولاد دیتے ہیں تو صحیح ہے کیونکہ آیات نے یہ بتایا لیکن مقصد وہ ہی ہوگا کہ یہ حضرات حکومت الٰہیہ کے حکام ہیں رب تعالیٰ نے ان کو دیا یہ ہم کو دیتے ہیں۔ اسی طرح مصیبت کے وقت اولیاء اللہ یا انبیائے کرام سے مدد مانگنا بھی اسی طرح ہوا۔ جس طرح کہ بیماری اور مقدمہ میں بادشاہ کی رعایا ڈاکٹر یا حاکم سے مدد مانگتی ہے۔ قرآن نے فرمایا۔

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جآء وك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔

ترجمہ: اگر یہ گنہگار اپنی جانوں پر ظلم کر کے اے محبوب تمہارے پاس آجاتے اور پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور اے محبوب آپ بھی ان کے لئے دعائے مغفرت فرماتے تو یہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۶۴)

عالمگیری کتاب الحج باب آداب زیارۃ قبر النبی میں فرماتے ہیں کہ اب بھی جب زائر روضہ پاک پر حاضر ہو تو یہ آیت پڑھے۔ یہ تو دنیا میں تھا۔ قبر میں تین سوال نکرین کرتے ہیں۔ اول تو من ربک تیرا رب کون ہے؟ بندہ کہتا ہے کہ اللہ۔ پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا؟ بندہ کہتا ہے کہ اسلام۔ ان سوالوں میں اسلام کی ساری باتیں آ گئیں۔ مگر ابھی پاس نہیں ہوا۔ بلکہ آخری سوال ہوتا ہے کہ اس سبز گنبد والے آقا کو تو کیا کہتا ہے؟ جب یہ صراحۃً کہلوالیا کہ ہاں میں ان کو پہچانتا ہوں۔ یہ میرے نبی محمد رسول اللہ ﷺ ہیں تب سوالات ختم ہوتے ہیں تو قبر میں ان کے نام کی امداد سے نجات ہوئی۔ قیامت میں لوگ تنگ آ کر شفیع کو ہی ڈھونڈیں گے جب حضور علیہ السلام کے دروازے تک پہنچ جائیں گے۔ تب حساب و کتاب شروع ہوگا۔ وہ بھی حضور کی شفاعت سے معلوم ہوا کہ رب کو یہ منظور ہے کہ سارا عالم حضور علیہ السلام کا ہی محتاج رہے یہاں بھی قبر میں بھی اور حشر میں بھی۔ اسی لئے فرمایا وابتغوا الیہ الوسیلۃ تم رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ یعنی ہر جگہ وسیلہ مصطفیٰ علیہ السلام کی ضرورت ہے۔

اگر یہاں وسیلہ سے مراد نیک اعمال ہی کا وسیلہ مراد ہو تو ہم جیسے گنہگار بدعمل اور مسلمانوں کے لئے دیوانے اور وہ جو ایمان لاتے ہی مر جاویں وہ سب بے وسیلہ ہی رہ جاویں۔ نیز نیک اعمال بھی تو حضور ہی کے طفیل سے حاصل ہوں گے۔ پھر بھی بالواسطہ حضور ہی کا وسیلہ ضروری ہوا۔ نبی کے وسیلہ کے کفار بھی قائل تھے۔ وکانوا یستفتحون علی الذین کفروا (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۸۹) کعبہ معظمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے بتوں سے پاک ہوا اور حضور ہی کے وسیلہ سے قبلہ بنا فلنولینک قبلۃ ترضھا۔ (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۴۴) بلکہ حضور ہی کے وسیلہ سے قرآن قرآن کہلایا۔ اور قرآن کی آیات حضور کے مکی مدنی ہونے سے مکی مدنی ہیں ورنہ وہ تو عرشی ہیں۔

شیطان بلا واسطہ انبیاء رب تک پہنچنا چاہتا ہے تو شہاب سے ماردیا جاتا ہے اگر مدینہ کے راستہ سے جاتا تو ہرگز نہ مارا جاتا۔ یہ ہی نتیجہ ان کا بھی ہوگا جو کہتے ہیں خدا کو مان خدا کے سوا کسی کو نہ مان۔

ہماری اس تقریر سے اتنا معلوم ہوا کہ انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا یا ان کو حاجت روا جاننا نہ شرک ہے اور نہ خدا کی بغاوت بلکہ عین قانون اسلامی اور منشاء الٰہی کے بالکل مطابق ہے جناب معراج میں نماز اولاً پچاس وقت کی فرض فرمائی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض پر کم کرتے کرتے پانچ رکھیں آخر کیوں؟ اسی لئے کہ مخلوق جانے کہ نماز پچاس کی پانچ رہیں۔ اس میں موسیٰ علیہ السلام کی مدد شامل ہے۔ یعنی اللہ کے مقبول بعد وفات بھی مدد فرماتے ہیں۔ رہا مشرکین کا اپنے بتوں سے مدد مانگنا یہ بالکل شرک ہے دو وجہ سے۔ اولاً تو اس لئے کہ وہ ان بتوں میں خدائی اثر اور ان کو جھوٹا خدا مان کر مدد مانگتے ہیں۔ اس لئے ان کو الہ یا شرکاء کہتے ہیں یعنی ان بتوں کو اللہ کا بندہ اور پھر الوہیت کا حصہ دار مانتے ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی عیسائی اللہ کا بندہ ہونے کے ساتھ ابن اللہ یا ثالث ثلثہ یا عین اللہ مانتے ہیں مومن ان اولیاء و انبیاء کو محض بندہ ہی مان کر اس کو اس طرح کا حاجت روا مانتے ہیں۔ جیسے اہل دیوبند مالداروں کو مدرسہ کا معاون و مددگار یا طبیب و حاکم کو مختار حکومت تسلیم کرتے ہیں۔ دوسرے اس لئے کہ بتوں کو رب تعالیٰ نے یہ اختیارات نہ دیئے وہ اپنی طرف سے ان کو اپنا مختار مان کر ان سے مدد وغیرہ طلب کرتے ہیں لہٰذا وہ مجرم بھی ہیں اور اللہ کے باغی بندے بھی۔ جس کی بہترین مثال ابھی ہم دے چکے ہیں اس فرق کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے ملحوظ رکھ کر فیصلہ فرمایا ہے بلا تشبیہ ایک بت پرست پتھر کی طرف سجدہ کرتا ہے مشرک ہے کہ اس کا فعل اپنی ایجاد سے ہے اور مسلمان کعبہ کی طرف سجدہ کرتا ہے وہاں بھی پتھر ہی کی عمارت ہے مگر مشرک نہیں کیونکہ اس کا سجدہ حقیقت میں خدا کو ہے نہ کہ کعبہ کو اور حکم الٰہی سے ہے مشرک کا سجدہ خلاف حکم الٰہی پتھر کو ہے یہ فرق ضروری ہے۔ گنگا کے پانی کی تعظیم کرنا کفر ہے مگر آب زمزم کی تعظیم ایمان۔ مندر کے پتھر کی تعظیم شرک ہے مگر مقام ابراہیم کی تعظیم ایمان حالانکہ وہ بھی پتھر ہی ہے۔

دوسرا باب

استمداد اولیاء اللہ پر اعتراضات کے بیان میں

اس مسئلہ پر مخالفین کے چند مشہور اعتراضات ہیں وہ ہی ہر جگہ بیان کرتے ہیں۔

اعتراض:۔ مشکوٰۃ باب الانذار والتحذیر میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

لااغنی عنک من اللہ شیئاً۔

ترجمہ: میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الانذار والتحذیر الفصل الاول ص ۴۶۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

جب آپ سے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی مدد نہ ہو سکتی تو دوسروں کی کیا ہوگی؟

جواب:۔ یہ اول تبلیغ کا واقعہ ہے مقصد یہ ہے کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا اگر تم نے ایمان قبول نہ کیا تو میں خدا کے مقابل ہو کر تم سے عذاب دور نہیں کر سکتا۔ دیکھو پسر نوح۔ یہاں اس لئے من اللہ فرمایا۔ مسلمانوں کی حضور ہر جگہ امداد فرمائیں گے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ الا خلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقون (پارہ ۲۵ سورہ ۴۳ آیت نمبر ۶۷) پرہیزگاروں کے سوا سارے دوست قیامت میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گناہ کبیرہ والوں کی بھی شفاعت فرمائیں گے گرتوں کو سنبھالیں گے۔ شامی باب غسل المیت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قیامت میں سارے رشتے ٹوٹ جائیں گے سوا میرے نسب اور رشتہ کے۔ واقعی دیوبندیوں کی حضور مدد نہ فرمائیں گے۔ ہم چونکہ بحمدہ تعالیٰ مسلمان ہیں ہماری مدد ضرور فرمائیں گے۔

اعتراض:۔ ایاک نعبد ایاک نستعین۔

ترجمہ: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔

(پارہ ۱ سورہ ۱ آیت نمبر ۴)

معلوم ہوا کہ عبادت کی طرح مدد مانگنا بھی خدا سے ہی خاص ہے جب غیر خدا کی عبادت شرک۔ تو غیر خدا کی استمداد بھی شرک۔

جواب:۔ اس جگہ مدد سے مراد حقیقی مدد ہے یعنی حقیقی کارساز سمجھ کر تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ رہا اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا وہ محض واسطہ فیض الٰہی سمجھ کر ہے جیسے کہ قرآن میں ہے۔ ان الحکم الا للہ (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۵۷) نہیں ہے حکم مگر اللہ کا۔ یا فرمایا گیا لہ ما فی السموت وما فی الارض اللہ ہی کی ہیں تمام آسمان وزمین کی چیزیں۔ پھر ہم حکام کو حکم بھی مانتے ہیں اور اپنی چیزوں پر دعویٰ ملکیت بھی کرتے ہیں۔ یعنی آیت سے مراد ہے حقیقی حکم اور حقیقی ملکیت مگر بندوں کے لئے عطائے الٰہی۔

نیز یہ بتاؤ کہ عبادت اور مدد مانگنے میں تعلق کیا ہے؟ کہ اس آیت میں ان دونوں کو جمع کیا گیا۔ تعلق یہ ہی ہے کہ حقیقی معاون سمجھ کر مدد مانگنا یہ بھی عبادت ہی کی ایک شاخ ہے۔ بت پرست بتوں کی پرستش کرتے وقت مدد کے الفاظ بھی کہا کرتے ہیں کہ ''کالی مائی تیری دہائی'' وغیرہ اس لئے ان دونوں کو جمع کیا گیا۔ اگر آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی غیر خدا سے کسی قسم کی مدد مانگنا بھی شرک ہے تو دنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ نہ تو صحابہ کرام اور نہ قرآن کے ماننے والے اور نہ خود مخالفین۔ ہم اس کا ثبوت اچھی طرح پہلے دے چکے ہیں۔ اب بھی مدرسہ کے چندہ کے لئے مالداروں سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ انسان اپنی پیدائش سے لے کر دفن قبر بلکہ قیامت تک بندوں کی مدد کا محتاج ہے۔ دائی کی مدد سے پیدا ہوئے ماں باپ کی مدد سے پرورش پائی۔ استاد کی مدد سے علم سیکھا۔ مالداروں کی مدد سے زندگی گزاری اہل قرابت کی تلقین کی مدد سے دنیا سے ایمان سلامت لے گئے۔ پھر غسال اور درزی کی مدد سے غسل ملا اور کفن پہنا۔ گورکن کی مدد سے قبر کھدی۔ مسلمانوں کی مدد سے زیر خاک دفن ہوئے پھر اہل قرابت کی مدد سے بعد میں ایصال ثواب ہوا۔ پھر ہم کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم کسی سے مدد نہیں مانگتے اس آیت میں کوئی قید نہیں ہے کہ کس سے مدد اور کس وقت۔

اعتراض:۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما لکم من دون الله من ولی ولا نصیر (پارہ ۱سورہ۲آیت نمبر۱۰۷) معلوم ہوا کہ رب کے سوا نہ کوئی ولی ہے نہ مددگار۔

جواب:۔ یہاں ولی اللہ کی نفی نہیں۔ بلکہ ولی من دون اللہ کی نفی ہے۔ جنہیں کفار نے اپنا ناصر و مددگار مان رکھا تھا یعنی بت و شیاطین ولی اللہ وہ جسے رب نے اپنے بندوں کا ناصر بنایا۔ جیسے انبیاء و اولیاء وائسرائے لندن سے حکومت کرنے کے لئے منتخب ہو کر آتا ہے۔ اگر کوئی شخص کس کو خود ساختہ حاکم مان لے وہ مجرم ہے۔ سلطانی حکام کو مانو، خود ساختہ حاکموں سے بچو۔ ایسے ہی ربانی حکام سے مدد لو گھریلو ناصرین سے بچو موسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ۔

اذهب الى فرعون انه طغى۔

ترجمہ: فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا۔

(پارہ۱۶سورہ۲۰آیت نمبر۲۴)

آپ نے عرض کیا:

واجعل لی وزیراً من اهلی هرون اخی اشدد به ازری۔

ترجمہ: مولیٰ حضرت ہارون کو میرا وزیر بنادے جس سے میرے بازو کو قوت ہو۔

(پارہ۱۶سورہ۲۰آیت نمبر۲۹۔۳۰۔۳۱)

رب تعالیٰ نے بھی نہ فرمایا کہ تم نے میرے سوا کسی اور کا سہارا کیوں لیا؟ بلکہ منظور فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کا سہارا لینا طریقہ انبیاء ہے۔

اعتراض:۔ درمختار باب المرتدین کرامات اولیاء میں ہے کہ قول شیئاً لله قیل یکفره معلوم ہوا کہ یا عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کہنا کفر ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار باب المرتد مطلب فی کرامات الاولیاء ج ۳ ص ۳۳۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

جواب:۔ یہاں شیئا للہ کے یہ معنی ہیں کہ خدا کی حاجت روائی کے لئے کچھ دو۔ رب تعالیٰ تمہارا محتاج ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ یتیم کے لئے کچھ دو۔ یہ معنی واقعی کفر ہیں۔ اس کی شرح میں شامی نے فرمایا۔ اماآن قصد المعنى الصحيح فالظاهر انه لاباس به۔

(ردالمحتار علی درالمختار باب المرتد مطلب فی کرامات الاولیاء ج ۳ ص ۳۳۶۔۳۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یعنی اگر اس سے صحیح معنی کی نیت کی کہ اللہ کے لئے مجھے کچھ دو یہ جائز ہے اور ہمارے نزدیک شیئا للہ کا یہی مطلب ہے۔

اعتراض:۔

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے — جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے!

جواب:۔

وہ چندہ ہے جو نہیں ملتا خدا سے — جسے تم مانگتے ہو اغنیاء سے

توسل کر نہیں سکتے خدا سے — اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

اعتراض:۔ خدا کے بندے ہو کر غیر کے پاس کیوں جائیں؟ ہم اس کے بندے ہیں چاہیئے کہ اسی سے حاجتیں مانگیں۔ (تقویۃ الایمان)

جواب:۔ ہم خدا کے بندہ خدا کے حکم سے خدا کے بندوں کے پاس جاتے ہیں۔ قرآن بھیج رہا ہے۔ دیکھو گزشتہ تقریر۔ اور خدا نے ان بندوں کو اسی لئے دنیا میں بھیجا ہے۔

حاکم حکیم دارو دوا دیں یہ کچھ نہ دیں — مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے!

اعتراض:۔ قرآن کریم نے کفار کا کفر یہ بیان کیا ہے کہ وہ بتوں سے مدد مانگتے ہیں۔ وہ بتوں سے مدد مانگ کر مشرک ہوئے اور تم اولیاء سے۔
جواب:۔ اور تم بھی مشرک ہوئے اغنیاء پولیس اور حاکم سے مدد مانگ کر، یہ فرق ہم اپنی عقلی تقریر میں بیان کر چکے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:
ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیرا۔
ترجمہ: جس پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ اس کا مددگار کوئی نہیں۔
(پارہ۵سورہ۴آیت نمبر۵۲)

مؤمن پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہے اس کے لئے رب تعالیٰ نے بہت مددگار بنائے۔
اعتراض:۔ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حضرت خلیل نے آگ میں پہنچ کر حضرت جبریل کے پوچھنے پر بھی ان سے مدد نہ مانگی۔ بلکہ فرمایا کہ اے جبریل تم سے کوئی حاجت نہیں اگر غیر خدا سے حاجت مانگنا جائز ہوتا تو ایسی شدت میں خلیل اللہ جبریل سے کیوں مدد نہ طلب کرتے۔
جواب:۔ یہ وقت امتحان تھا اندیشہ تھا کہ حرف شکایت منہ سے نکلنا رب کو ناپسند ہوگا۔ اسی لئے خلیل اللہ نے اس وقت خدا سے بھی دعا نہ کی بلکہ فرمایا کہ اے جبریل تم سے کچھ حاجت نہیں اور جس سے ہے وہ خود جانتا ہے جیسے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی۔ مگر اس مصیبت کے دفع ہونے کی کسی نے بھی دعا نہ کی نہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ حضرت مرتضیٰ نے نہ حضرت فاطمہ زہرا نے رضی اللہ عنہما۔
اعتراض:۔ زندوں سے مدد مانگنا جائز ہے مگر مردوں سے نہیں۔ کیونکہ زندہ میں مدد کی طاقت ہے مردہ میں نہیں لہذا یہ شرک ہے۔
جواب:۔ قرآن میں ہے وایاک نستعین (پارہ۱سورہ۱آیت نمبر۴) ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں اس میں زندہ اور مردے کا فرق کہاں۔ کیا زندہ کی عبادت جائز ہے مردے کی نہیں؟ جس طرح غیر خدا کی عبادت مطلقاً شرک ہے زندہ کی ہو یا مردے کی استمداد بھی مطلقاً شرک ہونی چاہیئے۔
موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے ڈھائی ہزار برس بعد امت مصطفیٰ ﷺ کی یہ مدد فرمائی کہ شب معراج میں پچاس نمازوں کی بجائے پانچ کرادیں۔ رب تعالیٰ جانتا تھا کہ نمازیں پانچ رہیں گی مگر بزرگان دین کی مدد کے لئے پچاس مقرر فرما کر پھر دو پیاروں کی دعا سے پانچ مقرر فرمائیں۔ استمداد کے منکرین کو چاہیئے کہ نمازیں پچاس پڑھا کریں۔ کیونکہ پانچ میں غیر اللہ کی مدد شامل ہے۔
نیز قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ اولیاء اللہ زندہ ہیں ان کو مردہ نہ کہو اور نہ جانو۔
ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموت بل احیاء ولکن لاتشعرون۔
ترجمہ: جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم احساس نہیں کرتے۔
(پارہ۲سورہ۲آیت نمبر۱۵۴)

جب یہ زندہ ہوئے تو ان سے مدد حاصل کرنا جائز ہوا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو شہداء کے بارے میں ہے جو کہ تلوار سے راہ خدا میں مارے جاویں گے۔ مگر یہ بلاوجہ زیادتی ہے اس لئے کہ آیت میں لوہے کی تلوار کا ذکر نہیں ہے جو حضرات عشق الٰہی کی تلوار سے مقتول ہوئے وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ (روح البیان) اسی لئے حدیث پاک میں آیا کہ جو ڈوب کر مرے جل جاوے طاعون میں مرے عورت زچگی کی حالت میں مرے۔ طالب علم مسافر وغیرہ سب شہید ہیں۔ نیز اگر صرف تلوار سے مقتول تو زندہ ہوں باقی سب مردے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ مردہ ماننا لازم آوے گا۔ حالانکہ سب کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرات بحیات کامل زندہ ہیں۔ نیز زندہ اور مردے سے مدد مانگنے کی تحقیق یہ ہم ثبوت استمداد میں کر چکے ہیں کہ امام غزالی فرماتے ہیں کہ جس سے زندگی میں مدد لی جاسکتی ہے بعد موت بھی اس سے مدد مانگی جاوے اور اس کی کچھ تحقیق بوسہ تبرکات اور سفر زیارت قبور میں بھی ہوگی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔
تفسیر صاوی آخر سورہ قصص ولا تدع مع اللہ الھا اخر (پارہ۲۰سورہ۲۸آیت نمبر۸۸) کی تفسیر میں ہے۔

فحینئذ فلیس فی الایة دلیل علی ما زعمه الخوارج من ان الطلب من الغیر حیا و میتا شرك فانه جهل مرکب لان سوال الغیر من اجراء الله النفع او النصر علی یده قد یکون واجبا لانه من التمسك بالاسباب ولاینکر الاسباب الا جحودا او جهولا۔

ترجمہ: یعنی یہاں لاتدع کے معنی ہیں نہ پوجو لہٰذا اس آیت میں ان خارجیوں کی دلیل نہیں جو کہتے ہیں کہ غیر خدا سے خواہ زندہ ہو یا مردہ کچھ مانگنا شرک ہے۔ خارجیوں کی یہ بکواس اس جہالت ہے کیونکہ غیر خدا سے مانگنا اس طرح کہ رب ان کے ذریعہ سے نفع نقصان دے کبھی واجب ہوتا ہے کہ یہ طلب اسباب کا حاصل کرنا ہے اور اسباب کا انکار نہ کرے گا مگر منکر یا جاہل۔

(تفسیر صاوی ج ۴ ص ۳۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس عبارت سے تین باتیں معلوم ہوئیں (۱) غیر خدا سے مانگنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب بھی ہوتا ہے (۲) اس طلب کا انکار خارجی کرتے ہیں (۳) لاتدع میں پوجنے کی نفی ہے نہ کہ پکارنے کی یا مدد مانگنے کی۔

اعتراض:۔ بزرگان دین کو دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں چل پھر نہیں سکتے اور بعد وفات بالکل بے دست و پا ہیں پھر ایسے کمزوروں سے مدد لینا بتوں سے مدد لینے کی طرح لغو ہے۔ اس کی برائی رب تعالیٰ نے بیان کی کہ وان یسلبهم الذباب شیئا لایستنقذوه منه (پارہ ۱۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۷۳) یہ اولیاء اپنی قبروں سے مکھی بھی دفع نہیں کر سکتے۔ ہماری کیا مدد کریں گے۔

جواب:۔ یہ تمام کمزوریاں اس جسم خاکی پر اس لئے طاری ہوتی ہیں کہ اس کا تعلق روح سے کمزور ہو گیا روح میں کوئی کمزوری نہیں بلکہ بعد موت اور زیادہ قوی ہو جاتی ہے کہ قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتی اور قدموں کی آواز سنتی ہے۔ خصوصاً ارواح انبیاء رب تعالیٰ نے فرمایا ہے وللاخرة خیر لك من الاولی (پارہ ۳۰ سورہ ۹۳ آیت نمبر ۴) پچھلی گھڑی گزشتہ گھڑی سے آپ کے لئے بہتر ہے اور استمد اد ولی کی روح سے ہے۔ نہ جسم عنصری سے کفار جن سے مدد مانگتے ہیں وہ روحانی طاقت سے خالی ہیں نیز وہ پتھروں کو اپنا مددگار جانتے ہیں جن میں روح بالکل نہیں۔

تفسیر روح البیان پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت ۳۷ (تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۴۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) یحلونه عاما و یحرمونه عاما کی تفسیر میں ہے کہ حضرت خالد و عمر نے زہر پیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضور علیہ السلام نے خیبر میں زہر کھایا۔ مگر بوقت وفات اثر ظاہر ہوا کہ انہوں نے مقام حقیقت میں رہ کر زہر پیا تھا۔ اور زہر کا اثر حقیقت پر نہیں ہوتا۔ بوقت وفات بشریت کا ظہور تھا کہ موت بشریت پر طاری ہوتی ہے۔ لہٰذا اب اثر ظاہر ہوا۔ ان حضرات کو قبر کی مکھی تو کیا عالم کو پلٹ دینے کی طاقت ہے۔ مگر اس جانب توجہ نہیں۔ خانہ کعبہ میں تین سو برس بت رہے رب نے دور نہ کیے تو کیا خدا کمزور ہے اپنے گھر سے نجاست دور نہ کر سکا؟ رب سمجھ دے۔

اعتراض:۔ حضرت علی اور امام حسین میں اگر کچھ طاقت ہوتی۔ تو خود دشمنوں سے کیوں شہید ہوتے جب وہ اپنی مصیبت دفع نہ کر سکے۔ تو تمہاری مصیبت کیا دفع کریں گے؟ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وان یسلبهم الذباب شیئا لا یستنقذوه منه۔

(پارہ ۱۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۷۳)

جواب:۔ ان میں دفع مصیبت کی طاقت تو تھی۔ مگر طاقت کا استعمال نہ کیا۔ کیونکہ رب تعالیٰ کی مرضی ایسی ہی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصا فرعون کو بھی کھا سکتا تھا۔ مگر وہاں استعمال نہ کیا امام حسین رضی اللہ عنہ میں طاقت تھی کہ کربلا میں حوض کوثر منگا لیتے فرات کی کیا حقیقت تھی مگر راضی برضاء الٰہی تھے۔ دیکھو رمضان میں ہمارے پاس پانی ہوتا ہے۔ مگر حکم الٰہی کی وجہ سے استعمال نہیں کرتے بخلاف بتوں کے کہ ان میں طاقت ہی نہیں۔ لہٰذا یہ آیت انبیاء و اولیاء کے لئے پڑھنا بے دینی ہے۔ یہ بتوں کے لئے ہے۔ حضرت حسین کے نانا نے بارہا اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہا دیئے یہ پانی جنت سے آتا تھا۔

وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

اور اس (رب) کی طرف وسیلہ ڈھونڈو

رحمت خدا

بوسیلۂ اولیاء اللہ

مؤلفہ

حکیم الامت شیخ التفسیر مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی من کان نبیا و ادم بین المآء والطین خاتم النبیین قائد الغر المحجلین وسیلتنا فی الدارین الی اللہ رب العلمین سیدنا ومولانا محمد واله الطیبین واصحابه الطاهرین۔

جس پرآشوب زمانہ سے ہم گزر رہے ہیں یہ مسلمانوں کے لئے نہایت ہی فتنوں اور آفتوں کا زمانہ ہے۔ آج بہت خوش نصیب وہ شخص ہے جس کا ایمان موجودہ ہواؤں سے بچ جائے۔ بدمذہبی اور بے دینی کی ایسی تیز آندھیاں چل رہی ہیں جن سے سادہ لوح مسلمانوں کا ایمان خطرے میں ہے۔ اگرچہ اسلام میں نئے نئے فرقے پہلے بھی پیدا ہوتے رہے لیکن جو بیماری آج ہے وہ اس سے پہلے کے مسلمانوں میں سننے ہی میں نہ آئی تھی۔ آج ہر جاہل قرآن شریف کا مفسر بن گیا اور ہر بیہودہ آدمی بندگان دین اور ائمہ مجتہدین پر بکواس کر رہا ہے۔

اسلام کے ایسے مسلمہ مسائل جن کے متعلق کبھی گمان بھی نہ ہوسکتا تھا کہ کوئی کلمہ پڑھنے والا ان کا انکار کرے گا۔ آج ان مسلم الثبوت مسائل کے منکر پیدا ہو گئے۔ انہی مسائل میں سے اللہ تعالیٰ کے پیارے اور مخلص بندوں کا وسیلہ ہے۔ ہر زمانہ میں ہر شخص وسیلہ کا قائل اور معتقد رہا۔ مگر آج وسیلہ کے منکر ہو گئے ہیں جو دنیاوی مصیبتوں اور آلام میں حاکموں اور حکیموں کے پاس بھاگے اور مارے مارے پھریں مگر انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کے وسیلہ پکڑنے والوں کو مشرک و مرتد کہتے ہیں۔ ذرا خوف نہیں کرتے۔ خدائے تعالیٰ کا غضب جس شخص جس قوم پر ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ وسیلہ سے محروم کر دیتا ہے۔

اور جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے انہیں اس کے پیاروں کا وسیلہ نصیب ہوتا ہے خوش نصیب بندہ اپنے گناہوں پر گریہ زاری کرتا ہے۔ اور بزرگوں کے وسیلہ سے گناہوں کے میل کو دل سے دھوتا ہے لیکن بدنصیب انسان اللہ کے پاک بندوں میں عیب نکالتا ہے۔ اور ان سے دور رہ کر رب کی رحمت سے محروم ہوتا ہے۔ تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو قرب الٰہی کا وسیلہ جان کر ان کے سامنے اپنا سر جھکا دیا۔ وہ مقبول بارگاہ ہے شیطان نے بے وسیلہ والی لاکھوں عبادتیں کیں مگر حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ نہ بنایا اور مردود بارگاہ الٰہی ہوا۔ مولانا فرماتے ہیں۔ مثنوی۔

چوں خدا خواہد کہ راز کس درد	میلش اندر طعنہ پاکاں نہد
چوں خدا خواہد کہ مایاری کند	میل مارا جانب زاری کند

بے شک خدا تعالیٰ جب کسی کی پردہ دری اور رسوا کرنا چاہتا ہے تو اس کی طبیعت میں پاک لوگوں کی طعنہ زنی میں رغبت پیدا کر دیتا ہے اور جب خدا تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا کرتا ہے تو گریہ وزاری کی طرف طبیعت کو مائل کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ ایک ایسا وسیلہ ہے جس کے قائل کفار بھی ہیں۔ جانور اور بے جان لکڑیاں بھی مقبولان بارگاہ کو وسیلہ پکڑتے رہے ہیں۔ قرآن کریم فرما رہا ہے کہ فرعون اور اس کی قوم پر غرق ہونے سے پہلے جوں اور مینڈک وغیرہ کے بہت سے عذاب آئے۔ مگر جب عذاب آتا تھا تو وہ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتے تھے کہ لئن كشفت عنا الرجز لنؤمنن لك و لنرسلن معك بني اسرائيل اے موسیٰ علیہ السلام اگر آپ نے یہ عذاب ہم سے دور کر دیا تو ہم آپ پر ضرور ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے حوالے کر دیں گے مگر جب پھر ان کی دعا سے عذاب دور ہو جاتے ایمان نہ لاتے تھے۔ جب رب کو فرعونیوں کا ہلاک کرنا منظور ہوا تو موسیٰ علیہ السلام تک نہ پہنچنے دیا بلکہ دریائے قلزم سے پہلے تو موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو صحیح وسالم نکال دیا۔ اور پھر فرعون کو دریا میں پھنسا دیا اور بولا۔ امنت برب موسیٰ وهارون میں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رب پر ایمان لاتا ہوں چونکہ وسیلہ

درمیان میں نہ تھا ایمان قبول نہ ہوا۔ اور ڈوب گیا۔

کفار مکہ بھی ہر مصیبت یعنی قحط سالی وغیرہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دعا کراتے تھے اونٹوں چڑیوں اور ہرنیوں نے مصیبت میں حضور ﷺ سے فریادیں کیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد

اسی در پہ شتران ناشاد گلہ رنج دعا کرتے ہیں

بے جان کنکروں لکڑیوں نے حضور ﷺ ہی کا وسیلہ اختیار کیا۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

نطق آب ونطق خاک ونطق گل ہست محسوس حواس اہل دل

فلسفی گو منکر حنانہ است از حواس اولیا بیگانہ است

اگر یہ واقعات تفصیل دار دیکھنا ہوں تو ہماری تصنیفات کا مطالعہ کرو خصوصاً سلطنت مصطفیٰ دیکھو۔

غرضیکہ پاک بندوں کا وسیلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی کفار اور بے عقل مخلوق بھی قائل ہے مگر افسوس کہ ایسے ظاہر مسئلہ کے اب منکر ہوئے تو کون جانور نہیں رام لعل دوار کا پرشاد کافر نہیں بے علم مسلمان نہیں۔ بلکہ کلمہ پڑھنے والے فاضل دیوبند کہلانے والے۔ اسلام کے ٹھیکہ دار بننے والے دیوبندی وہابی اور مولوی نے فقط انکار ہی نہیں کیا بلکہ ایسی ضد پر آئے کہ ان کے تمام وعظ جلسے مجلسیں اسی لئے اسی لئے وقف ہو گئیں۔ وسیلہ کے قائل مسلمانوں پر شرک وکفر اور طغیان کے فتوے لگنے لگے۔ بتوں کی آیات پیغمبروں پر اور کفار کی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کے پیاروں اور مخلص بندوں کی شان میں ایسی گستاخیاں کرنے لگے۔ کہ کبھی کفار کو بھی ایسی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ بعض سادہ لوح مسلمان ان کے جبہ و دستار دیکھ کر ان کے جال میں پھنس گئے۔ اور یہ بیماری متعدی مرض کی طرح روز بروز بڑھنے لگی۔

اس لئے میں نے سوچا کہ اگر میں اس وقت خاموش رہوں تو میرا وجود کس کام آئے گا۔ میں نے بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کے دروازے کے ٹکڑے کھائے ہیں ان کے نام پر پلا ہوں۔ اگر ان کے دین پر آنچ آتی دیکھوں اور حرکت نہ کروں تو ضرور میری پکڑ ہوگی۔ محافظ کتے کا فرض ہے کہ جب ملک کے گھر چور آتے دیکھے تو کم از کم چیخ وپکار کر کے چوروں کو بھگا دے۔ میرے پاس صرف چوب قلم ہے اللہ کے نام پر یہ رسالہ لکھا اس رسالے کا بھی وہی طریقہ ہوگا جو" جاء الحق" اور "سلطنت مصطفیٰ" کا ہے یعنی وسیلہ کا مسئلہ دو بابوں میں بیان ہوگا پہلے باب میں وسیلہ بزرگان کا ثبوت قرآنی آیات احادیث نبوی بزرگوں کے اقوال اور خود مخالفین کی تحریروں سے۔ دوسرے باب میں مخالفین کے اعتراضات مع جوابات کے اس رسالہ کا نام رحمت خدا بوسیلہ اولیاء رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ سے قبول فرما کر صدقہ جاریہ بنائے اسے میرے گناہ کا کفارہ فرمائے جو مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں میں وہ میرے لئے دعا کریں کہ رب تعالیٰ مجھے ایمان پر خاتمہ نصیب کرے اور میرے گناہوں کے سیاہ دفتروں کو اپنی رحمت اور مغفرت کے پانی سے دھو دے کہ اسی امید پر میں نے یہ محنت کی ہے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه سيدنا محمد واله واصحابه اجمعين۔
امين امين يا رب العالمين ويا اكرم الاكرمين۔

ناچیز

احمد یار خاں نعیمی اشرفی

بانی: مدرسہ غوثیہ گجرات (پاکستان)

یکم ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۳۷۱ھ روز ایمان افروز طغیان سوز دوشنبہ مبارکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے خواہ زندہ ہوں یا وفات یافتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مسلمانوں کا وسیلہ عظمیٰ ہیں۔ان کی ذات وسیلہ ان کا نام وسیلہ ان کی چیزیں وسیلہ جس چیز کو ان کے نسبت ہو جائے وہ وسیلہ ہے مگر فی زمانہ وہابی دیوبندی میں عرض کرتے ہیں پہلے باب میں اس کا ثبوت اور دوسرے باب میں اس پر اعتراض و جواب۔

پہلا باب

وسیلہ کے ثبوت میں

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ان کی ذات۔ان کا نام۔ان کے تبرکات مخلوق کا وسیلہ ہیں اس کا ثبوت قرآنی آیات۔احادیث نبویہ۔اقوال بزرگان اجماع امت اور دلائل عقلیہ بلکہ خود مخالفین کے اقوال سے ہے۔رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآء وك فاستغفرو الله و استغفر لهم الرسول لوجد والله تواباً رحيما۔

(سورہ نساء پارہ ۵ آیت نمبر ۶۴)

ترجمہ: اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے آستانہ پر آجاویں اور اللہ سے معافی چاہیں اور آپ بھی یا رسول اللہ ان کی سفارش کریں۔تو بے شک یہ لوگ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہر مجرم کے لئے ہر وقت تا قیامت وسیلہ مغفرت ہیں۔ ظلموا میں کوئی قید نہیں۔اور اذن عام ہے۔یعنی ہر قسم کا مجرم ہمیشہ آپ کے پاس حاضر ہو۔

حاشیہ.....☆

علامہ اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

يرشد تعالى العصاة والمذنبين اذا وقع منهم الخطا والعصيان ان ياتوا الى الرسول ﷺ فيستغفروا الله عنده ويسالوه ان يغفر لهم فانهم اذا فعلوا ذلك تاب الله عليهم ورحمهم وغفرلهم ولهذا قال ﴿لوجدوا الله توابا رحيما﴾ وقد ذكر جماعة منهم الشيخ ابو منصور الصباغ فى كتابه الشامل الحكاية المشهورة عن العتبى قال كنت جالسا عند قبر النبى ﷺ فجاء اعرابى فقال السلام عليك يارسول الله سمعت الله يقول ﴿ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآء وك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا توابا رحيما﴾ وقد جئتك مستغفرا لذنبى مستشفعا بك الى ربى۔ ثم انشا يقول:

يا خير من دفنت بالقاع اعظمه

فطاب من طيبهن القاع والاكم

نفسى الفداء لقبر انت ساكنه

فيه العفاف وفيه الجود والكرم

ثم انصرف الاعرابى فغلبتنى عينى فرايت النبى ﷺ فى النوم فقال يا عتبى الحق الاعرابى فبشره ان الله قد غفر له۔

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو۔
(پارہ ۶ سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۵)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اعمال کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کا وسیلہ ڈھونڈنا ضروری ہے۔ کیونکہ اعمال تو اتقوا اللہ میں آ گئے اور اس کے بعد وسیلہ کا حکم فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ وسیلہ اعمال کے علاوہ ہے۔☆

حاشیہ......☆

ترجمہ: (اس آیت کریمہ میں) اللہ تعالیٰ عاصیوں اور خطا کاروں کو ارشاد فرماتا ہے کہ جب ان سے خطا و گناہ سرزد ہو جائیں تو انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر خدا تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیے اور خود رسول اللہ ﷺ سے بھی عرض کرنا چاہئے کہ آپ ﷺ ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع کرے گا انہیں بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔ اسی لئے فرمایا گیا **لوجدوا اللہ توابا رحیما** (تو وہ اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے) یہ روایت بہت سوں نے بیان کی ہے جن میں سے ابو منصور صباغ نے اپنی کتاب الحکایات المشہورہ میں لکھا ہے کہ عتبی کا بیان ہے کہ میں حضور ﷺ کی قبر انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے اور (اے حبیب) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں اپنے گناہوں پر استغفار کرتے ہوئے اور آپ کو اپنے رب کے سامنے اپنا سفارشی بناتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

اے مدفون لوگوں میں سب سے بہتر ہستی جس کی وجہ سے میدان اور ٹیلے اچھے ہو گئے میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ ﷺ رونق افروز ہیں جس میں عفاف و بخشش اور جود و کرم ہے۔

پھر اعرابی تو لوٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی میں نے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی آپ ﷺ مجھ سے فرما رہے تھے عتبی اعرابی حق ہے پس تو جا اور اسے خوشخبری سنا دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۹۔۵۲۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

☆امام ابوبکر بن حسین بیہقی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں۔

قال فی محکم کتابہ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما وقد جئتک بابی انت وامی مثقلا بالذنوب والخطایا استشفع بک علی ربک ان یغفرلی ذنوبی وان تشفع......
(شعب الایمان ج ۳ ص ۴۹۵۔۴۹۶ رقم الحدیث ۴۱۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۲۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت) (کتاب الاذکار للنووی ص ۹۲۔۹۳ مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر)، (امتاع الاسماع للمقریزی ج ۱۴ ص ۶۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المواھب اللدنیہ ج ۴ ص ۵۸۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (زرقانی علی المواھب ج ۱۲ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۵ ص ۲۶۵۔۲۶۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

(وکانو من قبل) من قبل محمد ﷺ والقرآن (یستفتحون) یستنصرون بمحمد والقرآن (علی الذین کفروا) من عدوھم اسد وغطفان ومزینۃ وجھینۃ (فلما جاء ھم ما عرفوا) صفتہ ونعتہ فی کتابھم (کفروا بہ) جحدوا بہ (فلعنۃ اللہ) سخط اللہ وعذابہ (علی الکافرین) علی الیھود۔

ترجمہ: (یہود) حضرت محمد ﷺ اور قرآن کے نزول سے قبل اپنے دشمنوں اسد غطفان مزینہ اور جھینہ کے قبائل کے خلاف اللہ

حاشیہ......☆

عزوجل سے حضور نبی اکرم ﷺ اور قرآن کے توسل سے حصول فتح کے لیے دعائیں کرتے تھے۔لیکن جب وہ ہستی جس کی صفات وخصوصیات کو وہ اپنی کتابوں میں پہچان چکے تھے تشریف لے آئی تو اس کا انکار کردیا۔پس (اس کفر کی وجہ سے) کافر یہود پر اللہ کا عذاب اور لعنت ہو۔

(تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس ص۱۳ مطبوعہ مصر)

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

ان یهود کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه فلما بعثهالله من العرب کفروا به وجحدوا ما کانوا یقولون فیه فقال لهم معاذ بن جبل وبشر بن البراء بن معرور اخو بنی سلمة یا معشر یهود! اتقوا الله واسلموا فقد کنتم تستفتحون علینا بمحمد ﷺ ونحن اهل شرك وتخبرونا انه مبعوث وتصفونه لنا بصفته۔

ترجمہ: یہود حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل قبیلہ اوس اور خزرج پر فتح حاصل کرنے کے لیے آپ ﷺ کے توسل سے دعائیں کرتے تھے۔جب اللہ عزوجل نے عربوں میں سے آپ ﷺ کو بعثت عطا فرمائی تو انہوں نے (حسداً) آپ ﷺ کا انکار کردیا اور اس بات سے مکر گئے جس کا وہ خود اقرار کیا کرتے تھے۔ان یہودیوں سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور بنو سلمہ کے بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے طبقہ یہود اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کرلو جب تم ہم پر فتحیابی کے لیے محمد ﷺ کے توسل سے دعائیں کرتے تھے حالانکہ اس وقت ہم مشرک تھے اور تم ہمیں بتاتے تھے کہ وہ نبی عنقریب مبعوث ہوگا اور تم ہمیں اس کی صفات بیان کرتے تھے۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن ج۱ص۳۲۵ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)،(کتاب الشریعہ للآجری ص۴۴۶ مطبوعہ لاہور)،(الجامع لاحکام القرآن ج۲ص۲۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)،(مدارک التنزیل تفسیر نسفی ج۱ص۶۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)،(الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج۱ص ۲۱۷ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)،(الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل ج۱ص۱۶۴ مطبوعہ قاہرہ مصر)،(تفسیر السراج المنیر ج۱ص۷۶)،(تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۲۵ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)،(تفسیر روح البیان ج۱ص۱۷۹ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

امام ابو منصور محمد بن محمود ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں۔

قبل ان یبعث محمد ﷺ یقولون اللهم انصرنا بحق نبیك الذی تبعثه فلما لم یجئهم علی هواهم ومرادهم کفروا به فلعنة الله علی الکافرین۔

ترجمہ: یہود حضور ﷺ کی بعثت سے قبل آپ ﷺ کے وسیلہ سے اللہ عزوجل سے یوں دعا کرتے تھے اے اللہ اپنے اس نبی کے وسیلہ جسے تو نے ابھی مبعوث فرماتا ہے ہماری مدد فرما۔لیکن جب حضور ﷺ ان کی خواہشات اور امیدوں کے مطابق نہ آئے تو انہوں نے آپ ﷺ کا انکار کردیا۔پس انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

(تاویلات اھل السنہ ماتریدی ج۱ص۷۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ ناشرون بیروت)

علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

ان یهود کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه۔

ترجمہ: بے شک یہودی رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اوس اور خزرج قبیلہ پر آپ ﷺ کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے۔

(الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ ج۱ص۴۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں۔

ان الیهود من قبل مبعث محمد علیه السلام ونزول القرآن کانوا یستفتحون ای یسالون الفتح والنصرة وکانوا یقولون اللهم افتح علینا وانصرنا بالنبی الامی۔

رحیما؟ وقد جئتك مستغفرا لذنبی مستشفعا بك الی ربی۔ ثم انشا یقول:

خذ من اموالھم صدقة تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتك سکن لھم۔

ترجمہ: اے محبوب ان مسلمانوں کے مالوں کا صدقہ قبول فرماؤ اور اس کے ذریعہ آپ انہیں پاک وصاف کرو۔ اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔

(پارہ ۱۱ سورہ توبہ)

کیونکہ آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے معلوم ہوا کہ صدقہ وخیرات اعمال صالحہ طہارت کا کافی وسیلہ نہیں بلکہ طہارت تو حضور ﷺ کے کرم سے حاصل ہوتی ہے۔

ھو الذی بعث فی الامین رسولاً منھم یتلوا علیھم ایته ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمة۔

ترجمہ: رب تعالیٰ وہ قدرت والا ہے جس نے بے پڑھوں میں ان ہی میں سے رسول بھیجا جوان پر رب کی آیات تلاوت فرماتے ہیں۔ اور انہیں پاک فرماتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔

(پارہ ۲۸ سورہ جمعہ آیت نمبر ۲)

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ پاک وصاف فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا وسیلہ عظمیٰ ہیں۔

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔

ترجمہ: یہ اہل کتاب حضور کی تشریف آوری سے پہلے حضور کے طفیل کفار پر فتح کی دعا کرتے تھے۔

(پارہ ۱ سورہ بقرہ آیت نمبر ۸۹)

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اہل کتاب آپ کے نام کے وسیلہ سے جنگوں میں دعائے فتح کرتے تھے اور قرآن کریم نے ان کے فعل پر اعتراض نہ کیا بلکہ تائید کی اور فرمایا کہ ان کے نام کے وسیلہ سے تم دعائیں مانگا کرتے تھے اب ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا مبارک نام ہمیشہ سے وسیلہ ہے۔

فتلقی ادم من ربه کلمت فتاب علیه۔

(پارہ ۱ سورہ بقرہ آیت نمبر ۳۷)

آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے کچھ کلمے پائے جن کے وسیلہ سے دعا کی اور رب نے ان کی توبہ قبول کی۔

بہت سے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کے وسیلہ سے دعا کی جو قبول ہوئی۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیائے کرام کا بھی وسیلہ ہیں۔

قد نری تقلب وجھك فی السمآء فلنولینك قبلة ترضھا۔

ترجمہ: ہم آپ کے چہرے کو آسمان کی طرف پھرتے دیکھ رہے ہیں۔ اچھا ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیرتے دیتے ہیں جس سے آپ راضی ہیں۔

(پارہ ۲ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۴۴)

حاشیہ......☆

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ کی بعثت اور نزول قرآن سے قبل یہود فتح کی دعا مانگا کرتے تھے یعنی فتح اور مدد طلب کرتے تھے اور یہ الفاظ کہا کرتے تھے اے اللہ ہمیں امی نبی ﷺ کے وسیلے فتح ونصرت عطا فرما۔

(التفسیر الکبیر ج ۲ ص ۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ تہران ایران)

معلوم ہوا کہ تبدیلی قبلہ صرف اسی لئے ہوئی کہ حضور ﷺ کی یہ خواہش تھی یعنی کعبہ معظمہ حضور کے وسیلہ سے قبلہ بنا۔ جب کعبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کا محتاج ہے تو ماوشما کا کیا پوچھنا ہے۔

وکان ابوھما صالحا فاراد ربك ان یبلغا اشدھما ویستخرجا کنزھما۔

ترجمہ: حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار بنا کر موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا سرمایہ ہے ان کا باپ نیک تھا اس لئے تیرے رب نے چاہا کہ ان کا خزانہ محفوظ رہے اور یہ جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔

(پارہ ۱۶ سورہ کہف آیت نمبر ۸۲)

معلوم ہوا کہ ان یتیم بچوں پر رب کا یہ کرم ہوا کہ ان کی شکستہ دیوار بنانے کے لئے دو مقبول بندے بھیجے گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا یعنی نیک باپ کے وسیلہ سے اولاد پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے۔

اولئك الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلة ایھم اقرب ویرجون رحمته ویخافون عذابه۔

وہ مقبول بندے جن کی بت پرست پوجا کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جن نیک بندوں کی کفار پوجا کرتے ہیں ان میں ہر ایک اللہ سے زیادہ قرب والے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس تلاش وسیلہ پر اعتراض نہ فرمایا۔

ولولا رجال مومنون ونساء مومنات لم تعلموھم ان تطؤھم فتصیبکم منھم معرة بغیر علم لیدخل اللہ فی رحمته من یشآء لو تزیلو العذبنا الذین کفروا منھم عذابا الیما۔

اگر کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کو تم نہیں جانتے (اگر اس امر کا اندیشہ نہ ہوتا) کہ تم ان کو پیس ڈالتے پھر تم پر خرابی آپڑتی ان کی طرف سے بے خبری میں (فتح تو ہو جاتی) لیکن اس میں دیر اس لئے ہوئی تاکہ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے۔ اگر وہ مسلمان کفار مکہ سے جدا ہو جاتے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب کی سزا دیتے۔

معلوم ہوا کہ کفار مکہ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں کچھ مسلمان رہ گئے تھے یعنی شہر میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ہونا بیدینوں کے امن کا وسیلہ ہوتا ہے۔

وقال الذین غلبوا علی امرھم لنتخذن علیھم مسجدا۔

ترجمہ: غالب آنے والے لوگ بولے کہ ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔

(پارہ ۱۵ سورہ کہف آیت نمبر ۲۱)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبروں کے پاس مسجد بنانا تاکہ ان کے وسیلہ سے نماز میں برکت ہو اور زیادہ قبول ہو ہمیشہ سے مسلمانوں کا دستور رہا ہے قرآن کریم نے اصحاب کہف کی نماز پر مسجد بنانے کا ذکر کیا اور اس کی تردید نہ کی جس سے پتہ لگا کہ ان کا یہ کام اللہ تعالیٰ کو پسند ہوا۔

اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجه ابی یات بصیرا۔

ترجمہ: یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ میری قمیص لے جاؤ اور میرے والد ماجد کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں بینا ہو جائیں گی۔

(پارہ ۱۳ سورہ یوسف)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے لباس کے وسیلہ سے دکھ دور ہو جاتے ہیں شفا ملتی ہے۔

لا اقسم بهذا البلد۔ وانت حل بهذا البلد۔

ترجمہ: میں قسم فرماتا ہوں اس شہر مکہ کی کہ اے محبوب اس میں تم تشریف فرما ہو۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے مکہ مکرمہ کو یہ فضیلت ملی کہ رب نے اس کی قسم فرمائی۔

(سورہ البلد پارہ ۳۰ آیت نمبر ۱۔۲)

والتين والزيتون وطور سينين وهذا البلد الامين۔

ترجمہ: یعنی قسم ہے انجیر زیتون اور طور کی اور اس امانت والے شہر کی۔

(پارہ ۳۰ سورہ التین آیت نمبر ۱۔۲)

معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے انجیر اور طور پہاڑ کو عزت ملی اور نبی ﷺ کے وسیلہ سے مکہ شریف کو ایسی برکت حاصل ہوئی کہ اس کی قسم رب نے فرمائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ وسیلہ کا نفع بے جان چیزوں کو بھی پہنچ جاتا ہے۔

ان اية ملكه ان ياتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم وبقية مما ترك ال موسى وال هرون تحمله الملئكة۔

(پارہ ۲ سورہ بقرہ)

شموئیل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہت کی دلیل یہ ہے کہ ان کے پاس تابوت سکینہ آدیگا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام کے تبرکات ہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ صندوق دیا تھا جس میں موسیٰ علیہ السلام کا نعلین شریف اور ہارون علیہ السلام کی دستار مبارک اور دیگر تبرکات تھے جسے بنی اسرائیل جنگ میں اپنے آگے رکھتے تھے جس کی برکت سے دشمن پر فتح پاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کے وسیلہ سے آفات دور ہوتی ہیں مشکلات حل ہوتی ہیں۔

انى اخلق لكم من الطين كهيئة الطير فانفخ فيه فيكون طيراً باذن الله۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں۔ جس سے وہ باذن پروردگار پرندہ بن جاتا ہے۔

(پارہ ۳ سورہ ال عمران)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے دم کے وسیلہ سے مٹی میں جان پڑ جاتی ہے۔ اور بیماروں کو شفا ہو جاتی ہے۔

فقبضت قبضة من اثر الرسول فنبذتها وكذلك سولت لى نفسى۔

ترجمہ: سامری بولا کہ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کے نیچے سے ایک مٹھی مٹی لی اور سونے کے بچھڑے کے منہ میں دی (اور بچھڑا آواز دینے لگا)۔

(پارہ ۱۶ سورہ طہ آیت نمبر ۹۶)

معلوم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے پاؤں کی خاک کے وسیلہ سے سونے کے بیجان بچھڑے میں جان پڑ گئی۔

قال يتوفاكم ملك الموت الذى وكل بكم۔

ترجمہ: فرمادو کہ تم کو ملک الموت وفات دیں گے جو تم پر مقرر کئے گئے ہیں معلوم ہوا کہ حضرت ملک الموت کے وسیلہ سے جان نکلتی ہے۔

(پارہ ۲۱ سورہ السجدہ)

قل انما انا رسول ربك لاهب لك غلاماً زكيا۔

(پارہ ۱۶ سورہ مریم آیت نمبر ۱۹)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں تمہارے رب کا قاصد ہوں اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں ستھرا بیٹا بخشوں۔

معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وسیلہ سے لڑکا ملا۔

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔

ترجمہ: اللہ انہیں عذاب نہ دیگا۔ حالانکہ آپ ان میں ہیں۔

(پارہ ۹ سورہ انفال)

یعنی اہل مکہ عذاب سے اس لئے بچے ہوئے ہیں کہ ان میں آپ جلوہ گر ہیں معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات عذاب الٰہی سے امن کا وسیلہ ہے۔

واذ قلتم یا موسی لن نصبر علی طعام واحد فادع لنا ربك یخرج لنا مما تنبت الارض من بقلها۔

ترجمہ: اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا اے موسیٰ ہم ایک کھانے (یعنی من وسلویٰ) پر ہرگز صبر نہیں کریں گے اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لئے زمین کی پیداوار نکالے۔

(پارہ ۱ سورہ بقرہ)

معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل جب کوئی بات رب سے عرض کرنا چاہتے تو موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے۔

هنالك دعا زكريا ربه۔

ترجمہ: یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بے موسم پھل کھاتے ہوئے دیکھ کر زکریا علیہ السلام نے مریم رضی اللہ عنہا کے پاس کھڑے ہو کر فرزند کے لئے دعا مانگی۔

(پارہ ۳ سورہ ال عمران)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے پاس دعا مانگنا زیادہ باعث قبول ہے۔ اگرچہ دعا مانگنے والا زیادہ بزرگ ہو۔

احادیث

(۱) مسند احمد بن حنبل میں حضرت شریح ابن عبید سے بروایت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ نبی ﷺ نے چالیس ابدال کے متعلق فرمایا۔

یسقی بهم الغیث وینصریهم علی الاعداء ویصرف بهم عن اهل الشام العذاب۔

ترجمہ: یعنی ان چالیس ابدال کے وسیلہ سے بارش ہوگی۔ دشمنوں پر فتح حاصل کی جاوے گی اور شام والوں سے عذاب دور ہوگا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۲ رقم حدیث ۸۹۶ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ سے بارش، فتح ونصرت اور بلا دفع ہوتی ہے۔

حاشیہ......☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا ابو المغیرة ثنا صفوان حدثنی شریح یعنی عبید قال ذکر اهل الشام عند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه وهو بالعراق فقالوا العنهم یا امیر المؤمنین قال لا انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول الابدال یکونون بالشام وهم اربعون رجلا کلما مات رجل ابدل اللہ مکانه رجلا یسقی بهم الغیث وینتصر بهم علی الاعداء ویصرف عن اهل الشام بهم العذاب۔

ترجمہ: شریح بن عبید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عراق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے اہل شام کا ذکر کیا گیا۔ لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین ان پر لعنت کیجئے؟ آپ نے کہا نہیں کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابدال شام

(۲) دارمی شریف میں ہے کہ ایک دفعہ مدینہ شریف میں بارش بند ہو گی اور قحط پڑ گیا لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا:

انظروا قبرا للنبی ﷺ فاجعلوا منه کوی الی السماء حتی لایکون بینه وبین السمآء سقف ففعلوا فمطروا مطرا حتی یکون نبت العشب وسمت الابل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق۔

ترجمہ: یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ روضہ رسول اللہ ﷺ کی چھت کھول دو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے لوگوں نے ایسا ہی کیا تو فوراً بارش ہوئی یہاں تک کہ چارہ اگا۔ اونٹ موٹے ہو گئے گویا چربی سے بھر گئے معلوم ہوا کہ اللہ کے پیاروں کی قبر کے وسیلہ سے بارشیں آتی ہیں۔

(سنن دارمی ج ۱ص ۵۶ رقم الحدیث ۹۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (امتاع الاسماع ج ۱۴ ص ۶۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المواہب اللدنیہ ج ۴ ص ۲۷۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (زرقانی علی المواہب ج ۱۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوفاء باحوال المصطفی لابن جوزی ص ۸۱۷۔۸۱۸ رقم الحدیث ۱۵۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (وفاء والوفاء باخبار دار المصطفی ﷺ ج ۲ ص ۵۶۰ مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر)

(۳) شرح السنہ میں ابن مکندر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے غلام حضرت سفینہ عہد فاروقی میں گرفتار ہو گئے آپ قید سے بھاگ نکلے کہ اچانک ایک شیر سامنے آ گیا آپ نے شیر سے فرمایا۔

یا ابا الحارث انا مولی رسول اللہ ﷺ کان من امری کیت وکیت فاقبل الاسد له بصبصة حتی اقام الی جنبه کلما سمع صوتا اهوی الیه ثم اقبل یمشی الی جنبه حتی بلغ الجیش ثم رجع الاسد۔

حاشیہ......☆

میں ہوں گے اور وہ چالیس مرد ہیں جب بھی ان میں سے ایک شخص فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے شخص کو اس کا دل بنا دیتا ہے اس کی وجہ سے بارش ہوتی ہے ان کی وجہ سے دشمنوں کے خلاف مدد حاصل ہوتی ہے ان کی وجہ سے اہل شام سے عذاب دور کیا جاتا ہے۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۹۰۶ رقم الحدیث ۱۷۲۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۲ ص ۱۱۰۔۱۱۱۔۱۱۲ رقم الحدیث ۴۸۴۔۴۸۵۔۴۸۶ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمہ)، (الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۱ ص ۵۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۳۷۰۔۳۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۶۔۲۱۷ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (خصائص الکبری باب اختصاصہ ﷺ بان طائفۃ من امتہ لاتزال علی الحق وان ھم اقطابا واوتادا ونجباء وابدالا الخ ج ۲ ص ۲۷۰ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۷۳ رقم الحدیث ۲۹۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبرانی وابن عساکر عن عوف بن مالک قال لاتسبوا اهل الشام فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول فیهم الابدال بهم تنصرون وبهم تمطرون۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور سورۃ البقرۃ تحت آیت نمبر ۲۵۱ ج ۱ ص ۵۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۳۰۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ای ببرکتهم اوبسبب وجودهم فیما بهم یدفع البلاء عن هذه الامة۔

ترجمہ: ابدالوں کی برکت اور ان میں ان کے وجود مسعود کے سبب بارشیں ہوتی ہیں دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور ان کی برکت سے امت محمدیہ سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۶۰ مطبوعہ ملتان)

ترجمہ: یعنی اے شیر! میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں۔ میرا واقعہ ایسا ایسا ہوا ہے یہ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا حضرت سفینہ کے پاس آجاتا۔ غرض اسی طرح حفاظت اور خدمت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ لشکر اسلام میں پہنچ گئے پھر لوٹ گیا معلوم ہوا کہ حضور پر نور ﷺ کے وسیلہ سے شیر بھی تابع ہوجاتے ہیں۔ اور شیر حضور کے غلاموں کو پہنچاتے ہیں۔

(مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۶۷۵ رقم الحدیث ۴۲۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۳ ص ۱۹۵ رقم الحدیث ۶۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۷ ص ۸۰ رقم الحدیث ۶۴۳۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مشکوٰۃ المصابیح کتاب احوال القیامۃ وبدء الخلق باب الکرامات الفصل الثانی ج ۲ ص ۴۰۰ رقم الحدیث ۵۹۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۴) مسلم و بخاری میں ہے کہ معراج کی رات پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔

فرجعت فمررت علی موسی فقال بم امرت قلت امرت خمسین صلوۃ کل یوم قال ان امتك لا تستطیع خمسین صلوۃ کل یوم وانی واللہ جربت الناس قبلك وعالجت بنی اسرائیل اشد المغالجة فارجع الی ربك فسئله التخفیف لامتك۔

ترجمہ: حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم واپسی میں موسیٰ علیہ السلام پر گزرے تو آپ نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ملا؟ فرمایا ہر دن پچاس نمازوں کا فرمایا۔ حضور آپ کی امت میں اتنی طاقت نہیں میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں اپنی امت کے لئے رب سے رعایت مانگئے۔ غرض کہ کئی بار عرض کرنے پر پانچ رہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوۃ باب کیف فرضت الصلوۃ ج ۱ ص ۵۰۔ ۵۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مشکوٰۃ المصابیح باب فی المعجزات ص ۵۲۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے یہ رعایت اور رحمت ملی کہ پچاس نمازوں کی صرف پانچ باقی رہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ ان کی وفات کے بعد بھی فائدہ مند ہے۔

(۵) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک بار قحط پڑا تو جمعہ کے دن خطبہ میں ایک شخص نے حضور سے عرض کیا تو حضور نے اسی حالت میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے **فوالذی نفسی بیده ما وضعها حتی ثار السحاب امثال الجبال ثم لم ینزل عن منبره حتی رایت المطر یتحادر علی لحیته۔** یعنی خدا کی قسم ابھی حضور ﷺ کی دعا کے ہاتھ نیچے نہ گئے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل اٹھا اور حضور اقدس منبر سے نہ اترے تھے کہ بارش کا پانی آپ کی ریش مبارک سے ٹپکتا تھا سات دن بارش ہوتی رہی اگلے جمعہ کو پھر زیادتی بارش کی شکایت کی گئی۔

فرفع یدیه فقال اللهم حوالینا ولا علینا فما یشیر الی ناحیة من السحاب الا انفرجت۔

ترجمہ: تو حضور ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا کہ مولیٰ اب ہم پر نہ ہی پھٹ جاتا تھا۔

(صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب من تمطر فی المطر حتی یتحادر علی لحیته ج ۱ ص ۱۴۰۔ ۱۴۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم کتاب الصلوۃ الاستسقاء فصل فی الکفایۃ بالدعاء من الصلوۃ فی خطبۃ جمعۃ واجابۃ السائل والدعاء بحوط المطر اذا کثر ج ۱ ص ۲۹۳۔ ۲۹۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام مصیبتوں کے وقت حضور ﷺ کا وسیلہ اختیار کرتے تھے۔

(۶) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

انما انا قاسم واللہ یعطی۔

ترجمہ: ہم تقسیم فرمانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد ج ۱ ص ۴۳۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم کتاب الزکوۃ ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الاول ص ۳۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حضور پر نور تقسیم فرماتے ہیں اور تقسیم فرمانے والا وسیلہ ہوتا ہے لہذا نبی ﷺ خالق کی ہر نعمت کا وسیلہ ہیں۔

(۷) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ماعز سے ایک بڑا گناہ ہو گیا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ **یارسول اللہ طھرنی** اے اللہ تعالٰی کے رسول مجھے پاک فرمادیں۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الحدود الفصل الاول ص۳۱۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رب کا گناہ کر کے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتے تھے کہ ہمیں پاک فرمادیں کیونکہ حضور انور کو وسیلہ نجات جانتے تھے۔

(۸) مسلم شریف باب السجود میں ہے کہ حضرت ربیعہ ابن کعب نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا **اسئلك مرافقتك فی الجنة** میں آپ سے مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۴۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کو رب کی تمام نعمتوں حتیٰ کہ جنت کے حصول کا وسیلہ سمجھ کر حضور پرنور سے مانگتے تھے۔

(۹) ترمذی شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت کبشہ کے گھر ان کے مشکیزہ سے دہن مبارک لگا کر پانی پیا۔ **توفقمت الیھا فقطعته** میں اٹھی اور میں نے مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاشربہ ج ۲ ص ۱۱۳۲ رقم الحدیث ۳۴۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع الصحیح للترمذی ابواب الاشربہ ج ۴ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۱۸۹۲ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۲ ص ۱۳۸ رقم الحدیث ۵۳۱۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند حمیدی ج ۱ ص ۱۷۲ رقم الحدیث ۳۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۵ ص ۱۵ رقم الحدیث ۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

اس کی شرح مرقاۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

ای فم القربة فحفظته بی بیتی واتخذته شفاء۔

ترجمہ: یعنی مشکیزہ کا منہ کاٹ کر گھر میں محفوظ رکھا تا کہ اس سے شفا حاصل کی جاوے۔

معلوم ہوا کہ صحابیہ اس مشکیزہ کے منہ کے ذریعہ بیماروں کی شفا حاصل کرتی تھیں اور حضور ﷺ سے مس ہو جانے کی برکت سے اس چمڑہ کو شفا کا وسیلہ جانتی تھیں۔

(۱۰) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کے پاس حضور ﷺ کا جبہ شریف تھا اور فرماتی تھیں۔

ھذا جبة رسول اللہ ﷺ کانت عند عائشة فلما قبضت قبضتها وکان النبی ﷺ یلبسها فنحن نغلسها للمرضی نستشقی بها۔

ترجمہ: یعنی یہ جبہ شریف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا ان کی وفات کے بعد میں نے اسے لے لیا اس جبہ شریف کو نبی ﷺ پہنتے تھے اور اب ہم یہ کرتے ہیں کہ مدینہ میں جو بیمار ہو جاتا ہے اسے دھو کر پلاتے ہیں اس سے شفا ہو جاتی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس ج ۳ ص ۱۶۴۱ رقم الحدیث ۲۰۶۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب اللباس ج ۴ ص ۴۹ رقم الحدیث ۴۰۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۷ رقم الحدیث ۲۶۹۸۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۴۲۳ رقم الحدیث ۴۰۱۰ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۹۸ رقم الحدیث ۲۶۴ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (شعب الایمان ج ۵ ص ۱۴۱ رقم الحدیث ۶۱۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۵۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن شریف سے مس کیے ہوئے جبہ کو شفا کا وسیلہ سمجھ کر اسے دھو کر پیتے ہیں۔

(۱۱) نسائی شریف میں ہے کہ یہود کی ایک جماعت حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئی اور عرض کی کہ ہمارے شہر میں عبادت خانہ ربیعہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسے توڑ کر مسجد بنائیں۔

فاستوھبناہ من فضل طھورہ فدعا بمآء فتوضا وتمضمض ثم صبه لنا فی اداوۃ وامرنا فقال

اخرجوا فاذا اتیتم ارضکم خاکسروا یبعتکم وانضحوا مکانھا بھذا المآء وتخذوھا مسجدا۔

ترجمہ: ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ کا غسالہ مانگا تو آپ نے پانی منگا کر وضو کیا اور کلی کی اور یہ تمام پانی کلی اور وضو کیا ایک برتن میں ڈال کر ہمیں عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ جاؤ اپنے بیعہ میں اس پانی کو چھڑک دو اور وہاں مسجد بنالو۔

(سنن النسائی کتاب المساجد باب اتخاذ البیع مساجد ج ا ص ۱۱۴ مطبوعہ طبع مجتبائی لاہور وفی نسخہ ج ۲ ص ۳۸ رقم الحدیث ۷۰۱ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غسالہ باطنی گندگی دور کرنے کا وسیلہ ہے۔

(۱۲) ابن البر نے کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت فرمائی۔ کہ مجھے نبی ﷺ نے ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا۔ وہ میں نے اسی دن کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ اس کپڑے کو میرے کفن کے نیچے رکھ دینا۔

وخذ ذالک الشعر والاظفار فاجعلہ فی فمی وعلی عینی ومواضع السجود منی۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ بال اور ناخن لو! انہیں میرے منہ اور آنکھوں اور سجدوں کی جگہوں میں رکھ دینا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات کو راحت قبر کا وسیلہ سمجھ کر اپنی قبروں میں ساتھ لے جاتے ہیں۔ (الحرف الحسن)

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۵ ص ۲۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تہذیب الاسماء للنووی ج ۲ ص ۴۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱۳) ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا علی مرتضے رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو قمیص کا کفن دیا اور کچھ دیر ان کی قبر میں خود لیٹ کر آرام فرمایا۔ وجہ پوچھنے پر ارشاد فرمایا۔

انی البستھا لتلبس من ثیاب الجنۃ واضطجعت معھا فی قبرھا لاخفف عنھا عن ضعطۃ القبر۔

ترجمہ: ہم نے اپنی چچی صاحبہ کو اپنی قمیص اس لئے پہنائی تا کہ ان کو جنت کا لباس پہنایا جاوے اور ان کی قبر میں اس لئے آرام فرمایا تا کہ انہیں تنگی قبر سے امن ملے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لباس جنتی جوڑے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور جس جگہ ان کا پاک قدم پڑ جائے وہاں آفات سے امن ہو جاتا ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۳۵۱ رقم الحدیث ۸۷۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (طبرانی الاوسط ج ا ص ۱۵۲ رقم الحدیث ۱۹۱ مطبوعہ مکتبۃ المعارف سعودی عرب ریاض)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عاصم بن سلیمان احول ج ۳ ص ۱۲۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (العلل المتناھیۃ حدیث فی فضل فاطمۃ بنت اسد ج ا ص ۲۷۰ رقم الحدیث ۴۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۹ ص ۲۵۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (وفاء الوفاء باخبار المصطفیٰ ﷺ ج ۳ ص ۸۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ما جاء فی ضغط القبر علی صاحبہ وان کان صالحا ج ا ص ۹۵ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)

(۱۴) مسلم شریف میں ہے۔

اذا صلی الغداۃ جآء خدم المدینۃ بابنیتھم فیھا المآء فما یاتون باناءٍ الا غمس یدہ فیھا۔

ترجمہ: جب نبی ﷺ نماز فجر پڑھتے تھے تو مدینہ منورہ کے بچے برتنوں میں پانی لے آتے تھے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب فی اخلاقہ شمائلہ ﷺ ص ۵۱۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ مدینے والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک کی برکت کو بیماروں کی شفا کا وسیلہ سمجھتے تھے اور نبی ﷺ بھی ان کو منع نہ فرماتے تھے۔ بلکہ اپنا ہاتھ شریف پانی میں ڈال دیتے تھے۔

(۱۵) مسلم و بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے فرمایا

یاتی علی الناس زمان فیغزوا الفنام من الناس فیقولون نعم فیفتح لھم۔

ترجمہ: یعنی لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ جہاد کریں گے پس کہیں گے کیا تم میں کوئی صحابی رسول اللہ بھی ہیں۔ جواب ملے گا۔ ہاں

اس صحابی کے وسیلہ سے انہیں فتح نصیب ہوگی۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل الصحابۃ باب فضائل اصحاب النبی ﷺ ج ۲ ص ۱۳۳۵ رقم الحدیث ۳۴۴۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب فضل الصحابۃ ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ج ۴ ص ۱۹۶۲ رقم الحدیث ۲۵۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۷ رقم الحدیث ۱۱۰۵۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۱ ص ۸۶ رقم الحدیث ۴۷۶۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ جہاد میں فتح نصیب ہوتی ہے اوران کا وسیلہ پکڑنے کا حکم ہے اس حدیث میں تابعین تبع تابعین کے وسیلہ کا ذکر بھی ہے یعنی اولیاء اللہ کے توسل سے فتح ونصرت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۶) بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے **هل تنصرون وترزقون الا بضعفائكم۔**

ترجمہ: تم کونہیں فتح ملتی اورنہیں رزق ملتا مگر ضعیف مومنوں کی برکت اور وسیلہ سے۔

(مشکوۃ باب فضل الفقراء الفصل الاول ص ۴۴۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ فقراء کے وسیلہ سے بارش ہوتی ہے رزق ملتا ہے فتح ونصرت نصیب ہوتی ہے۔

(۱۷) ترمذی ابوداؤد وابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے۔

شفاعتي لاهل الكبائر من امتي۔

ترجمہ: یعنی میری سفارش وشفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لئے ہے۔

(سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق باب ماجاء فی الشفاعۃ ج ۴ ص ۶۲۵ رقم الحدیث ۲۴۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی الشفاعۃ ج ۴ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۴۷۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس کی شرح میں شیخ عبدالحق لمعات میں فرماتے ہیں۔

ای لوضع السيات واما الشفاعة لرفع الدرجات فلكل من الاتقيآء والاوليآء۔

ترجمہ: یعنی گناہگاروں کے لئے تو معافی دلانے کی سفارش ہوگی۔لیکن درجات بلند کرانے کی شفاعت وہ ہر متقی اور ولی کے لئے ہے۔

معلوم ہوا کہ ہر قسم کا مومن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کا حاجتمند ہے۔بہت سے بدعمل لوگ بھی حضور پرنور ﷺ کی شفاعت سے جنتی ہوجائیں گے۔اور کوئی ولی بھی حضور اقدس ﷺ سے بے نیاز نہیں۔

(۱۸) ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے۔

يشفع يوم القيامة ثلثة الانبيآء ثم العلماء ثم الشهدآء۔

ترجمہ: یعنی قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے۔انبیاء علماء پھر شہداء۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب ذکر الشفاعۃ ج ۲ ص ۱۴۴۳ رقم الحدیث ۴۳۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (شعب الایمان ج ۲ ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۱۷۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لوگو! معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل علماء شہداء عام مسلمانوں کے لئے وسیلہ نجات ہیں۔

(۱۹) ترمذی۔دارمی۔ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا نبی اکرم ﷺ نے

يدخل الجنة بشفاعة رجل من امتي اكثر من بني تميم۔

ترجمہ: یعنی میرے ایک امتی کی شفاعت سے بنی تمیم قبیلہ سے زیادہ آدمی جنت میں جائیں گے۔

(سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق باب ماجاء فی الشفاعۃ ج ۴ ص ۶۲۶ رقم الحدیث ۲۴۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب ذکر الشفاعۃ ج ۲ ص ۱۴۴۴ رقم الحدیث ۴۳۱۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الدارمی ج ۲ ص ۴۲۳ رقم الحدیث ۲۸۰۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۹، ۴۷۰ رقم الحدیث ۱۵۸۵۷ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)، (مسند ابو یعلی ج ۱۲ ص ۲۸۰ رقم الحدیث ۶۸۶۶ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)

اس کی شرح مرقات میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

قیل الرجل عثمان ابن عفان قیل اویس قرنی وقیل غیرہ۔

ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ وہ شخص اویس قرنی ہیں بعض نے کہا کوئی اور بزرگ ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی بھی وسیلہ نجات ہیں۔

(۲۰) شرح سنہ میں ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک اونٹ نے جو کھیت میں کام کر رہا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا اور منہ اپنا زانوئے پاک پر رکھ کر فریادی ہوا۔ سرکار دو عالم نے اس کے مالک کو فرمایا کہ

فانہ شکی کثرۃ العمل وقلۃ العلف فاحسنوا الیہ۔

(مشکوۃ المصابیح باب المعجزات الفصل الثانی ص۵۴۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

یہ اونٹ شکایت کرتا ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم دیتے ہو۔ اس کے ساتھ بھلائی کرو۔ معلوم ہوا کہ بے عقل جانور بھی حضور ﷺ کو رفع حاجات کے لئے وسیلہ جانتے ہیں۔ جو انسان ہو کر ان کے وسیلہ کا منکر ہو وہ اونٹ سے زیادہ بے عقل ہے۔

(۲۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل سے ابولہب کے عذاب میں کچھ تخفیف ہوئی کیونکہ اس کی لونڈی ثوبیہ نے حضور سرور دو عالم ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب النکاح باب وامھاتکم اللاتی ارضعنکم ج ۵ ص۱۹۶۱ رقم الحدیث ۴۸۱۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (مصنف عبد الرزاق ج ۷ ص ۴۷۸ رقم الحدیث ۱۳۹۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۷ ص۱۶۲ رقم الحدیث ۱۳۷۰۱ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان ج ۱ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۲۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعۃ ج ۱ ص ۱۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۶۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ج ۳ ص ۹۸۔۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نصب الرایۃ الاحادیث الھدایۃ ج ۳ ص ۱۶۸ مطبوعہ دار الحدیث القاھرۃ مصر)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۷ ص ۱۷۱۔ ۱۷۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (البدایۃ والنھایۃ ج ۲ ص ۲۲۹۔ ۲۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)، (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۲۰ ص ۹۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوا کہ نبی کا وسیلہ ایسی نعمت ہے جس کا فائدہ ابولہب جیسے مردود نے بھی کچھ پالیا۔ مسلمان تو ان کا بندہ بے دام ہے۔

(۲۲) بخاری شریف کتاب المساجد میں ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حج کو جاتے ہوئے ہر اس جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں نبی ﷺ نے اپنے حج کے موقع پر نماز پڑھی تھی۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ج ۳ ص ۳۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (جامع المسانید والسنن ج ۲۸ ص ۶۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یہ مقامات بخاری شریف نے بتائے بھی ہیں معلوم ہوا کہ جس جگہ بزرگ عبادت کرے وہ جگہ قبولیت کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

حاشیہ......☆

مزید احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عمرو بن علی قال حدثنا ابو قتیبۃ قال حدثنا عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار عن ابیہ قال سمعت ابن عمر یتمثل بشعر ابی طالب:

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتمی عصمۃ للارامل

وقال عمر بن حمزۃ حدثنا سالم عن ابیہ وربما ذکرت قول الشاعر وانا انظر الی وجہ النبی ﷺ یستسقی فما ینزل حتی یجیش کل میزاب۔

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

ترجمہ: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ابو طالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا وہ روشن چہرے والے کہ جن کے چہرہ انور کے

حاشیہ.....☆

وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کے ملجا اور بیواؤں کے فریادرس ہیں۔

سالم نے اپنے والد ماجد سے روایت کی کہ کبھی میں شاعر کی اس بات کو یاد کرتا اور کبھی نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھتا کہ اس کے ذریعے بارش مانگی جاتی تو آپ اترنے بھی نہ پاتے کہ سارے پرنالے بہنے لگتے۔

(صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا ج ۱ ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن انس بن مالك ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه كان اذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبدالمطلب رضي الله عنه فقال اللهم انا كنا نتوسل اليك بنبينا ﷺ فتسقينا وانا نتوسل اليك بعم نبينا فاسقنا قال فيسقون۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بارش کی دعا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے کرتے اور کہتے اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا جان کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا۔ پس انہیں بارش عطا کی جاتی۔

(صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا ج ۱ ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۳ ص ۳۵۲ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۹۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (زرقانی علی المواہب ج ۱۱ ص ۱۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام مسلم بن حجاج متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن اسير بن جابر ان اهل الكوفة وفدوا الى عمر فيهم رجل ممن كان يسخر باويس فقال عمر هل ههنا احد من القرنيين؟ فجاء ذلك الرجل فقال عمر ان رسول الله ﷺ قد قال ان رجلا ياتيكم من اليمن يقال له اويس لايدع باليمن غير ام له قد كان به بياض فدعا الله فاذهبه عنه الا موضع الدينار او الدرهم فمن لقيه منكم فليستغفر لكم۔

ترجمہ: اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ ایک وفد لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ وفد میں ایک ایسا آدمی بھی تھا حضرت اویس رضی اللہ عنہ سے مذاق کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہاں کوئی قرن کا رہنے والا ہے؟ تو وہ شخص پیش ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا تمہارے پاس یمن سے ایک شخص آئے گا اس کا نام اویس ہوگا۔ یمن میں اس کی والدہ کے سوا کوئی نہیں ہوگا۔ اس کو برص کی بیماری تھی اس نے اللہ عزوجل سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک دینار یا درھم کے برابر سفید داغ کے سوا باقی داغ اس سے دور کر دیئے۔ تم میں سے جس شخص کی اس سے ملاقات ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس سے تمہاری مغفرت کی دعا کرائے۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل اویس قرنی رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۹۶۸ رقم الحدیث ۲۵۴۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۴۵۶ رقم الحدیث ۵۷۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند البزار ج ۱ ص ۴۷۹ رقم الحدیث ۳۴۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۰-۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (تہذیب التھذیب ج ۱ ص ۳۸۶۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۷۸)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البيهقي من وجه آخر عن عمر ان رسول الله ﷺ سيكون في التابعين رجل من قرن يقال له:اويس بن عامر يخرج به وضح فيدعو الله ان يذهبه عنه فيذهبه فيقول:اللهم دع لي في جسدي منه ما اذكر به نعمتك علي فيدع له في جسده فمن ادركه منكم فاستطاع ان يستغفر له فليستغفر له۔

حاشیہ......☆

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تابعین میں قرن کا ایک شخص ہوگا۔ اس کا نام اویس بن عامر رحمۃ اللہ علیہ ہوگا۔ اس کے جسم میں سفیدی ظاہر ہوگی وہ اللہ عزوجل سے اسے دور کرنے کی دعا کرے گا اور وہ دور ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ دعا کرے گا" اللھم دع لی فی جسدی منہ ما اذکر بہ نعمتک علی "اے خدا میرے جسم سے اس سفیدی کو دور کر دے اور میرے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے کہ میں تیری نعمت کو یاد رکھوں تو اللہ عزوجل اس کے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے گا لہٰذا تم میں سے کوئی اگر اس سے ملے تو اور وہ استطاعت رکھتا ہو کہ اس سے استغفار کرائے تو اسے لازم ہے کہ اس سے استغفار کی درخواست کرے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴-۳۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر اویس بن عامر القرنی سید العباد وعلم الاصفیاء ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قالوا یارسول اللہ کیف لنا برجل منهم قال ذاك اویس القرنی قالوا وما اویس القرنی قال اشهل ذا صهوبة بعید ما بین المنکبین معتدل القامة آدم شدید الادمة ضارب بذقنه الی صدره رام بذقنه الی موضع سجوده واضع یمینه علی شماله یتلو القرآن یبکی علی نفسه ذو طمرین لا یؤبه له متزر بازار صوف ورداء صوف مجهول فی اهل الارض معروف فی اهل السماء لو اقسم علی اللہ لا بر قسمه الا وان تحت منکبه الایسر لمعة بیضاء الا وانه اذا کان یوم القیامة قیل للعباد ادخلوا الجنة ویقال لاویس قف فاشفع فیشفع اللہ عزوجل فی مثل عدد ربیعة ومضر یا عمرو و یا علی اذا انتما لقیتماه فاطلبا الیه ان یستغفر لکما یغفر اللہ لکما۔

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ ان بزرگوں میں سے ہمیں کوئی آدمی مل سکتا ہے؟ فرمایا ہاں "اویس قرنی" ہے جس سے تمہاری ملاقات ہوگی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی علامات پوچھیں ارشاد فرمایا اس کی آنکھیں سرخ مائل ہوں گی سرخ بالوں والا ہوگا۔ کشادہ کاندھوں والا میانے قد والا گندم گوں، سینے پر بالوں والا، دایاں بائیں پر رکھتا ہوگا قرآن کی تلاوت کرے گا اور اپنے پر بہت روتا ہوگا اہل سماء میں مشہور ہے اگر اللہ پر کسی کام کے کرنے کی قسم کھالے تو اللہ اسے اپنی قسم میں بری کر دیتا ہے سنو اس کے بائیں کاندھے کے نیچے ایک چمک ہوگی اہل زمین میں اسے کوئی نہیں جانتا اون کا ازار باندھا ہوگا اون ہی کی چادر اوڑھی ہوگی خوب سن لو۔ قیامت کے دن عام لوگوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اویس رضی اللہ عنہ سے کہا جائے گا کہ ادھر کھڑے ہو جاؤ اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی اے عمر و علی رضی اللہ عنہما جب تمہاری ان سے ملاقات ہوگی تو ان سے استغفار کرانا اللہ تمہاری مغفرت فرمائے گا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر اویس بن عامر القرنی سید العباد وعلم الاصفیاء ج ۲ ص ۸۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

سیکون فی امتی رجل یقال له اویس بن عبد اللہ القرنی وان شفاعة فی امتی مثل ربیعة ومضر۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف السین ج ۱ ص ۲۹۳ رقم الحدیث ۴۷۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۶۹۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن سعد والحاکم من طریق أسیر بن جابر عن عمر انه قال لاویس القرنی استغفرلی قال: کیف استغفر لك وانت صاحب رسول اللہ ﷺ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان خیر التابعین رجل یقال له اویس القرنی۔

ترجمہ: ابن سعد و حاکم رحمہما اللہ نے بطریقہ اسیر بن جابر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں آپ کے لئے کیونکر استغفار کروں جبکہ آپ خود رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا خیر التابعین وہ شخص ہے جس کا نام اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

اصاب الناس قحط فی زمن عمر فجاء رجل الی قبر النبی ﷺ فقال یارسول اللہ استسق لامتك فانهم قد هلکوا فاتی الرجل فی المنام فقیل له ائت عمر فاقرئه السلام واخبره انکم مستقیون وقل له علیك الکیس علیك الکیس فاتی عمر فاخبره فبکی عمر ثم قال یارب لا آلو الا ما عجزت عنه۔

ترجمہ: لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط میں مبتلا ہو گئے تو ایک شخص (حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ) حضور نبی اکرم ﷺ کے روضہ انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی امت ہلاک ہوا چاہتی ہے آپ اس کے لیے بارش کی دعا فرمائیں اس صحابی کو خواب میں کہا گیا کہ عمر کو جا کر سلام کہو اور انہیں بتاؤ کہ تمہیں بارش عطا کی جائے گی اور یہ بھی کہو کہ (امور خلافت ادا کرنے میں مزید) بیدار مغزی سے کام لو۔ اس صحابی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تو آپ رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا اے میرے رب! جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے میں اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۲ رقم الحدیث ۱۲۰۵۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

وروی ابن ابی شیبة باسناده صحیح۔

ترجمہ: امام ابن ابی شیبہ نے اسے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (زرقانی علی المواھب ج ۸ ص ۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

اہل مدینہ قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بارش کی دعا فرمائی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ زوردار بارش شروع ہو گئی۔ جب بارش زیادہ ہو گئی تو مدینہ منورہ کے آس پاس کے لوگوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ ہم تو ڈوب جائیں گے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے اردگرد بارش ہو ہم پر نہ ہو۔ چنانچہ بادل آس پاس سے اس طرح ہٹ گیا جیسے تاج ہو۔ اس موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

حاشیہ......☆

لو ادرك ابو طالب هذا اليوم لسره فقال له بعض اصحابه يا رسول الله اردت قوله:

وابيض يستسقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمة للارامل

ترجمہ: اگر ابوطالب اس دن کو پاتے تو یقیناً انہیں خوشی ہوتی۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا اشارہ ان کے اس شعر کی طرف ہے۔

گورے رنگ والے جن کے چہرے کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے اور جو تیموں اور بیواؤں کے ملجا و ماویٰ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام مع الروض الانف ج ۱ص ۱۷۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حضرت سلیم بن عامر خبائری روایت کرتے ہیں۔

ان السما قحطت فخرج معاوية بن ابى سفيان رضى الله عنه واهل دمشق يستسقون فلما قعد معاوية على المنبر قال اين يزيد ابن الاسود الجرشي؟ قال فناداه الناس فاقبل يتخطى فامره معاوية فصعد المنبر فقعد عند رجليه فقال معاوية۔

اللهم انا نستشفع اليك اليوم بخيرنا وافضلنا اللهم انا نستشفع اليك بيزيد بن الاسود الجرشي يا يزيد ارفع يديك الى الله فرفع يزيد ورفع الناس ايديهم فما كان اوشك ان ثارت سحابة فى المغرب وهبت لها ريح فسقينا حتى كاد الناس لا يتصلون الى منازلهم۔

ترجمہ: (بہت عرصہ تک) آسمان سے بارش نہ ہوئی تو حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور اہل دمشق بارش کی دعا کے لیے باہر نکلے۔ پھر جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے تو فرمایا یزید بن الاسود الجرشی کہاں ہیں؟ لوگوں نے انہیں بلایا تو وہ پھلانگتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم پر وہ منبر پر چڑھے اور ان کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی اے اللہ آج ہم بہتر اور افضل شخصیت کا وسیلہ پیش کرتے ہیں اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں یزید بن الاسود الجرشی کا وسیلہ پیش کرتے ہیں (پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا) یزید! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاؤ۔ انہوں نے ہاتھ اٹھائے۔ لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے (اور دعا کی) اچانک مغرب کی طرف سے ایک بادل اٹھا ہوا چلنے لگی اور زوردار بارش شروع ہو گئی یہاں تک کہ لوگوں کو گھروں تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۷ص ۴۴۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا:

لما اذنب آدم بالذى اذنبه رفع راسه الى العرش فقال اسالك بحق محمد الا غفرت لى فاوحى الله اليه وما محمد؟ ومن محمد؟ فقال تبارك اسمك لما خلقتنى رفعت راسى الى عرشك فاذا فيه مكتوب لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انه ليس احد اعظم عندك قدراً ممن جعلت اسمه مع اسمك فاوحى الله اليه يا آدم انه آخر النبيين من ذريتك وان امته آخر الامم من ذريتك ولولا هو يا آدم ما خلقتك۔

ترجمہ: جب حضرت آدم علیہ السلام (اجتہادی) خطا ہو گئی تو انہوں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کیا اے رب اگر تو نے مجھے معاف نہ فرمایا تو میں تجھ سے بحق محمد (ﷺ اپنی بخشش کا) سوال کرتا ہوں (کہ تو مجھے بخش دے) اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی کی اور فرمایا اے آدم! محمد کیا ہیں اور محمد کون ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے بابرکت نام والے جب تو نے مجھے اپنے دست [illegible]

بزرگان دین کے اقوال

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا عقیدہ رہا ہے کہ نبی ﷺ مخلوق کے لئے وسیلہ عظمٰی ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے اولیاء اللہ اور علماء بھی وسیلہ ہیں۔ ہم صحابہ کرام کے قول اور عمل احادیث کے باب میں بیان کر چکے ہیں اب علماء اور اولیاء کے کلام کو سنو اور اپنا ایمان تازہ کرو۔

(۱) حضور غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ اپنے قصیدہ غوثیہ میں اپنے خداداد اختیارات بیان فرما کر ارشاد فرماتے ہیں۔

وکل ولی لہ قدم وانی　　علی قدم النبی بدر الکمال

میں جو دنیا پر راج کر رہا ہوں اور میرے قبضہ میں زمین و زمان مکین و مکان ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ولی کسی نہ کسی نقش قدم پر ہوتا ہے اور اس کا مظہر ہوتا ہے میں نبیوں کے چاند رسولوں کے سورج حضور محمد مصطفٰی ﷺ کے قدم پر ہوں معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک کی نگاہ میں مصطفٰی ﷺ ایسی اہم چیز ہیں کہ انہیں سارے مراتب عالیہ اسی سرکار سے میسر ہوئے۔

(۲) اماموں کے امام یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

انا طامع بالجود منک ولم یکن　　لابی حنیفۃ فی الانام سواک

یا رسول اللہ میں حضور کی عطا کا امیدوار ہوں اور مخلوق میں ابوحنیفہ کے لئے آپ کے سوا کوئی نہیں۔

(قصیدۃ نعمان مع خیرات الحسان ص ۲۰۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا وسیلہ مانتے ہیں۔

(۳) امام بوصیری رضی اللہ عنہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔ اور مقبول بارگاہ مصطفٰی ﷺ بھی ہو چکا ہے۔

ومن تکن برسول اللہ نصرتہ　　ان تلقہ الاسد فی اجامہا تجم

یعنی جس کی مدد رسول اللہ ﷺ فرمادیں وہ شیروں سے بھی بچ جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ بزرگ بھی حضور ﷺ کو ہر مصیبت کے دفع کا وسیلہ مانتے ہیں۔

حاشیہ.....☆

سے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھا کر تیرے عرش کو دیکھا تو عرش (کے پایوں) پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا سو میں نے جان لیا کہ تو نے جس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تجھ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا اے آدم (تم نے سچ کہا وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے) وہ تیری اولاد میں سے تمام انبیاء میں سے آخری ہے اور اس کی اُمت تیری اولاد میں سب سے آخری امت ہے اور اے آدم اگر وہ (محمد) نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔

(طبرانی الاوسط ج ۶ ص ۳۱۴ رقم الحدیث ۶۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)، (الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۸۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۶۷۲ رقم الحدیث ۴۲۲۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الوفاء باحوال المصطفٰی ص ۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۴) حضرت شیخ سعدی شیرازی قدس سرہ اپنی کتاب بوستان میں فرماتے ہیں۔

شنید م کہ در روز امید و بیم — بداں را بہ نیکاں بہ بخشند کریم

یعنی میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نیکوں کے وسیلہ سے بروں کو بخش دے گا۔
معلوم ہوا کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ علماء وصالحین کے وسیلہ سے گنہگاروں کی مغفرت مانتے ہیں۔
(۵) شیخ عطار فرید الدین قدس سرہ پند نامہ عطار میں فرماتے ہیں۔

آنکہ آمد نہ فلک معراج او — انبیاء و اولیاء محتاج او

یعنی نبی ﷺ وہ شان والے ہیں کہ نو آسمانوں کی معراج فرمائی اور تمام نبی ولی حضور ﷺ کو سارے نبیوں اور ولیوں کا وسیلہ مانتے ہیں۔
(۶) مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگر نام محمد راز آوردے شفیع آدم — نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

اگر حضور ﷺ کے نام کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام نہ کرتے تو ان کی توبہ بھی قبول نہ ہوتی۔ اگر حضرت نوح علیہ السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ نہ پکڑتے تو غرق سے نجات نہ پاتے معلوم ہوا کہ مولانا جامی علیہ الرحمۃ حضور ﷺ کو قبول دعا کا اور آفات سے بچنے کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔
(۷) مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز اپنی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

اے بسا در گور خفتہ خاک دار — بہ ز اصد احیاء بنفع و انتشار

سایہ او بود و خاکش سایہ مند — صد ہزاراں زندہ در سایہ دے اند

بہت سے قبروں میں سونے والے بندے ہزاروں زندوں سے زیادہ نفع پہنچاتے ہیں ان کی قبر کی خاک بھی لوگوں پر سایہ فگن ہے لاکھوں زندے ان قبر والوں کے سایہ میں ہیں۔
معلوم ہوا کہ مولانا قدس سرہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کو وفات کے بعد زندوں کا وسیلہ مانتے ہیں۔
(۸) درود تاج شریف جو تمام اولیاء وعلماء کا وردوظیفہ ہے اس میں ہے وسیلتنا فی الدارین۔ نبی ﷺ دنیا وآخرت میں ہمارے وسیلہ ہیں۔
(۹) مثنوی شریف میں مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

پیر رابگزیں کہ بے پیرایں سفر — ہست بس پر آفت وخوف وخطر

چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو — ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو

گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن — گرچہ طفلے را کشد تو مو مکن

یعنی پیر پکڑلو کیونکہ آخرت کا سفر بغیر پیر کے بہت خطرناک ہے اور جب پیر اختیار کرو تو اس کے تابع فرمان ہو جاؤ جیسے موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے کہ اگر پیر کشتی کو توڑ دے تو دم نہ مارو۔ اگر بچہ کو بلا قصور قتل کر دے تو اعتراض نہ کرو۔
معلوم ہوا کہ پیر کا وسیلہ پکڑنا مولانا کے نزدیک لازم ہے۔

(۱۰) شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

مپندار سعدی کہ راہ صفا — تواں یافت جز در پئے مصطفےٰ

اے سعدی یہ خیال بھی نہ کرنا کہ حضور ﷺ کی پیروی کے بغیر تم راہ ہدایت پاسکو گے یعنی ایمان لانے اور اعمال کرنے کے بعد بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کی ہر جگہ ضرورت ہے۔

(۱۱) حنفیوں کے معتبر عالم ملاعلی القاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نزہۃ الخاطر الفاطر فی ترجمۃ شیخ عبدالقادر صفحہ ۶۱ میں فرماتے ہیں کہ حضور غوث پاک نے فرمایا۔

من استغاث بی فی کربة کشفت عنه ومن نارانی باسمی فی شدة فرجت عنه ومن توسل بی الی الله فی حاجته قضیت۔

یعنی جو کوئی مصیبت میں مجھ سے مدد مانگے تو وہ مصیبت دور ہوگی اور جو کوئی تکلیف میں میرا نام لے کر پکارے تو تکلیف رفع ہوگی۔

(نزہۃ الخاطر القاتر ص ۶۱ سنی دارالاشاعت فیصل آباد)

اس کے بعد مولانا علی قاری نماز غوثیہ کی ترکیب بتا کر فرماتے ہیں۔ اس کا بارہا تجربہ کیا گیا۔ صحیح ثابت ہوا۔ ملاعلی قاری حضور غوث پاک کا وسیلہ پکڑ کر فرماتے ہیں کہ درست ہے اور حضور غوث پاک اپنا وسیلہ پکڑنے کا حکم دیتے ہیں۔ یہ ملاعلی قاری وہ بزرگ ہیں جن کو دیوبندی وہابی بڑے زور شور سے مانتے ہیں۔

(۱۲) شامی شریف کے مقدمہ میں ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

انی لاتبرك بابی حنیفة واجی الی قبره فاذا عرضت لی حاجة صلیت ركعتین وسالت الله عند قبره فتقضی سریعا۔

یعنی میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں۔ جب مجھ کو کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر رب سے دعا کرتا ہوں۔ تو فوراً حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ا ص ۴۱ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)، (الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ص ۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ بغداد ج ا ص ۱۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

مذہب کے اتنے بڑے امام یعنی امام شافعی رضی اللہ عنہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کو وسیلہ دعا بنا کر سفر کر کے وہاں آتے ہیں۔ اور ان کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔

(۱۳) حصن حصین شریف کے شروع میں آداب دعا ارشاد فرمائے اس میں بحوالہ بخاری و بزار دعا کا ایک ادب یہ بیان فرمایا۔

وان یتوسل الی الله تعالی بالانبیاء والصالحین من عباده۔

(حصن حصین ص ۳۴ مطبوعہ مصر)

یعنی دعا مانگے انبیاء اور نیک بندوں کے وسیلہ سے

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا نام دعا کی قبولیت کا وسیلہ ہے۔

(۱۴) اس کی شرح میں شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خصوصاً حضرت سیدالمرسلین محبوب رب العالمین ﷺ کہ رجاء قبول بطفیل وے اکثر واتم وادفر یا واکمل است وفعل انبیاء مرسلین وسیرت سلف صالحین است۔

یعنی خصوصیت سے حضرت سیدالمرسلین محبوب رب العالمین ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرے کہ اس میں قبولیت بہت زیادہ ہے اور گزشتہ پیغمبروں اور بزرگوں کی یہ سنت ہے اس جگہ شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا قصہ بیان کرتے ہیں

کہ حضور ﷺ کی طفیل سے قبول ہوئی۔

(۱۵) اس کی شرح الحرز الوصلین میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

من المندوبات یعنی وسیلہ مستحب ہے۔

(۱۶) فقہاء فرماتے ہیں کہ استسقاء یعنی بارش مانگنے کی نماز میں جب جائیں تو شیر خوار بچوں کو ماؤں سے علیحدہ کردیں اور جانوروں کو ساتھ لے جائیں کہ ان کے وسیلہ سے دعا ہو اور بارش ہو دیکھو عالمگیری شامی جوہرہ وغیرہ۔

دیکھو بارش مانگنے کے لیئے جانوروں اور بچوں کا وسیلہ اختیار کیا گیا۔

(۱۷) سلطان محمود غزنوی جب سومنات کے حملہ میں گھر گیا تو آپ نے شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے جبہ کو سامنے رکھ کر دعا کی۔ کہ مولا! اس کے وسیلہ سے فتح دے۔ اور ایسی فتح پائی کہ آج تک مشہور ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا جبہ اسی لیے دیا تھا۔ جو وسیلہ ثابت ہوا۔

حاشیہ......☆

امام ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

وقبر ابی ایوب قرب سورها معلوم...... یستسقون به فیسقون۔

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر قلعہ کی فصیل کے قریب ہے اور سب کو معلوم ہے کہ وہاں پہنچ کر لوگ بارش کے لیے دعا کرتے ہیں تو بارش ہو جاتی ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ا ص ۴۰۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یا ابا عبداللہ استقبل القبلة وادعو ام استقبل رسول اللہ ﷺ؟ فقال ولم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك ووسيلة ابيك آدم عليه السلام الى الله تعالىٰ يوم القيٰمة؟ بل استقبله واستشفع به جآء وك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔

ترجمہ: اے ابوعبداللہ کیا میں (زیارت نبوی کے وقت) دعا کرتے ہوئے قبلہ رخ ہوں یا حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رضی اللہ عنہ نے جواب دیا (اے امیر!) تو حضور نبی اکرم ﷺ کی جانب سے منہ کیوں پھیرتا ہے حالانکہ وہ تمہارے لیے اور تمہارے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے روز قیامت وسیلہ ہیں؟ بلکہ تو آپ ﷺ کی جانب متوجہ ہو (کر مناجات کر) اور آپ ﷺ کی شفاعت کا طالب ہو کہ آپ ﷺ اللہ کے سامنے تیری شفاعت فرمائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۲ ص ۵۹۶ مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

امام ابوالقاسم قشیری متوفی ۴۶۵ھ امام معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

کان من المشائخ الکبار مجاب الدعوة یستشفی بقبره یقول البغداد یون قبر معروف تریاق مجرب۔

ترجمہ: آپ بزرگ ترین مشائخ میں سے تھے۔ آپ کی دعا قبول ہوتی تھی۔ آج بھی آپ کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر شفا یابی کی دعا کی جاتی ہے۔ اہل بغداد کہتے ہیں۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مجرب اکسیر ہے۔

(الرسالۃ القشیریہ ص ۴۱)، (تاریخ بغداد ج ا ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۱۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

اقوال مخالفین

دیوبندیوں کے پیشوا بھی وسیلہ پر عقیدہ رکھتے تھے ہم وہ بھی پیش کرتے ہیں

(۱) مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب نیل الشفاء بنعل مصطفیٰ میں فرماتے ہیں کہ فی زمانہ کثرت معاصی کی وجہ سے ہم پر بلیات کا ہجوم ہے اور دل وزبان کی کیفیت خراب ہونے کی وجہ سے تو یہ استغفار قبول نہیں ہوتی۔ البتہ اگر کوئی وسیلہ قوی ہو تو اس کی برکت سے حضور قلب بھی میسر ہو سکتا ہے اور امید قبول بھی ہے۔ منجملہ ان وسائل کے بہ تجربہ بزرگان نقشہ نعل مقدسہ حضور سرور عالم فخر دو عالم ﷺ نہایت قوی البرکات اور سریع الاثر پایا گیا ہے۔

غور کیجئے مولوی صاحب نے نبی ﷺ کی نعلین شریف کے نقشہ کو جو ہم خود کھینچ لیتے ہیں۔ قبول دعا کے لیئے بہترین وسیلہ بتایا۔ تو جس شہنشاہ کے جوتوں شریف کا نقشہ قبول دعا کا وسیلہ ہے تو خود نعل شریف کیسا وسیلہ ہوگا۔ اور پھر اس جوتہ شریف کو پہننے والا اللہ کا پیارا معراج والا تخت و تاج والا کس درجہ کا وسیلہ ہوگا۔ بے کسوں کا کس ہے اور بے بسوں کا بس ﷺ۔

حاشیہ......☆

مشہور محدث ابن ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۵۴ھ حضرت امام علی رضا بن موسیٰ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کے بارے میں اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ما حلت بی شدة فی وقت مقامی بطوس وزرت قبر علی بن موسی الرضا صلوات اللہ علی جده وعلیه ودعوت اللہ تعالی ازلتها عنی الا استجیب لی وزالت عنی تلك الشدة وهذا شئی جربته مرامرا۔

ترجمہ: شہر طوس قیام کے دوران جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آئی اور حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضری دے کر خدا تعالیٰ سے وہ مشکل دور کرنے کی دعا تو وہ ضرور قبول ہوئی اور مشکل دور ہوگئی۔ یہ ایسی حقیقت ہے جسے میں نے بار ہا آزمایا ہے۔
(کتاب الثقات ج ۸ ص ۴۵۷ برقم ۱۴۴۱۱ مطبوعہ)

علامہ احمد بن احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں۔

ذکر لبعض العارفین ان الادب فی التوسل ان یتوسل بالصالحین الی رسول اللہ ﷺ ثم به الی حضرة الحق عزوجل وتعاظمت اسماؤه فان مراعاة لواسطة علیها مدار قضاء الحاجات۔

ترجمہ: بعض عرفاء نے بیان کیا ہے کہ توسل کے آداب سے مراد یہ ہے کہ (جب آپ حضور نبی اکرم ﷺ کے مزار اقدس پر حاضری دے کر صلوٰۃ وسلام عرض کریں تو پھر آپ کو یہ کرنا مناسب ہے کہ) ان دونوں خلفاء کو جناب رسول اللہ ﷺ کی جناب میں اور پھر آپ ﷺ کو بلند اور عظیم ناموں والے اللہ عزوجل کی جناب میں وسیلہ بنا کر دعا مانگیں کیونکہ واسطہ کی مراعات پر قضاء حاجات کا دارومدار ہے۔
(حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ج ۱ ص ۲۶۰)

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۰۶ھ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حضور نبی کریم ﷺ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔

وانی اساله تعالی متوسلا الیه بنبیه المکرم ﷺ وباهل طاعته من کل ذی مقام علی معظم وبقدوتنا الامام الاعظم ان یسهل علی ذلك من انعامه ویعیننی علی اکماله واتمامه۔

ترجمہ: میں حضور نبی اکرم ﷺ کو اور عالی مرتبت فرمانبردار بندوں کو اور خاص طور پر ہادی برحق امام اعظم رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ وہ اپنے احسان سے مجھ پر یہ مشکل آسان کردے اور اس کے اکمال واتمام کے لیے میری مدد فرمائے۔
(رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۴ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

(۲) یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی اسی کتاب میں اسی نقشہ نعلین مبارک سے وسیلہ پکڑنے کا طریقہ یوں بیان کرتے ہیں۔
اس نقشہ کا باادب اپنے سر پر رکھے اور تضرع تمام جناب باری میں عرض کرے کہ الٰہی جس مقدس پیغمبر ﷺ کے نقشہ نعل شریف کو سر پر لئے ہوئے ہوں ان کا ادنیٰ درجہ کا غلام ہوں۔ الٰہی اسی نسبت غلامی پر نظر فرما کر برکت اسی نقشہ نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرما۔ پھر فرماتے ہیں پھر سر پر سے اتار کر اپنے چہرے پر ملے اور اس کو بہت سے بوسے دے۔
(۳) یہ ہی مولوی اشرف علی صاحب اسی کتاب میں اسی نقشہ نعلین شریف کی برکات اسی طرح بیان کرتے ہیں۔ اسی نقشہ کی آزمائی ہوئی برکت یہ ہے کہ جو شخص تبرکاً اس کو اپنے پاس رکھے۔ ظالموں کو ظلم سے دشمنوں کے غلبہ سے شیطان سرکش سے حاسد کی نظر بد سے امن و امان میں رہے اگر حاملہ عورت دردزہ کی شدت میں اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں رکھے۔ بفضلہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان ہو جائے۔
موجودہ دیوبندی حضرات اپنے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب کی عبارتیں غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ مولوی صاحب مذکور نے کس دھڑلے سے حضور اقدس ﷺ کے نعل شریف کے نقشہ کو وسیلہ مانا ہے اور لوگوں کو اس کا حکم دیا ہے بلکہ آخر کتاب میں فرماتے ہیں اور اس کو وسیلہ برکت سمجھیں کتاب کے آخری صفحہ پر اسی نعل شریف کا نقشہ کھینچ کر دکھایا ہے۔
(۴) مولوی اشرف علی صاحب کے خلیفہ مولوی عبدالمجید صاحب نے مناجات مقبول کے آٹھوں حزب میں جس کا انہوں نے اضافہ کیا ہے یہ اشعار لکھے۔

ہیں جو تیرے بندہ خاص اے غنی — مولوی اشرف علی تھانوی
اس کے صدقہ میں دعا مقبول کر — یہ مناجات التجا مقبول کر

دیکھئے اپنے پیر کے توسل سے دعا قبول کرا رہے ہیں یہ ہے پیر کا وسیلہ۔
(۵) مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند قصائد قاسمی میں نبی ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

ترے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرۂ طاعت — بنے گا کون ہمارا سوا ترے غمخوار

دیکھو! مولوی محمد قاسم صاحب نبی ﷺ پر بھروسہ رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر وسیلہ کیا ہو سکتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

براہوں بدہوں گنہگاریوں پر تیرا ہوں — ترا کہیں ہیں مجھے گو کہ ہوں میں ناہنجار

(قصائد قاسمی ص۵۔۷۔۸)
(۶) مولوی اسمٰعیل صاحب صراط مستقیم دوسری ہدایت میں صفحہ ۶۰ میں فرماتے ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے شیخین پر بھی ایک گونہ فضیلت حاصل ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت وقطبیت بلکہ غوثیت وابدالیت اور انہیں جیسے باقی خطابات آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کے وساطت سے ہوتے ہیں اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔
(صراط مستقیم ص۶۰ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دیوبند انڈیا)
اسی عبارت ہیں مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے دنیا کی نعمتیں جیسے بادشاہت وامارت اور آخرت کی نعمتیں جیسے ولایت وغوثیت سب کو ملتی ہیں۔

(۷) مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب ترجمہ شیم الطیب میں حسب ذیل اشعار تحریر فرماتے ہیں۔

دستگیری کیجئے میری نبی! کشمکش میں ہوں تم ہی میرے ولی
جز تمہارے کہاں ہے میری پناہ فوج کلفت مجھ پہ آغالب ہوئی
ابن عبداللہ! زمانہ ہے خلاف اے مرے مولا خبر لیجئے مری

اسی کتاب میں مولوی صاحب مثنوی شریف کا یہ شعر بھی نقل کرتے ہیں۔

نام احمد چوں حصارے شد حصین پس چہ باشد ذات آں روح الامین

یعنی جب محمد ﷺ کا مبارک نام مضبوط قلعہ ہے تو اس روح امین کی ذات مبارک کیسی ہوگی۔

(نشر الطیب فی ذکر ابن الحبیب ص۱۸۶ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

(۸) شاہ ولی اللہ صاحب کشف قبور کے عمل میں تحریر فرماتے ہیں بعدہ ہفت کرہ طواف کند و دران تکبیر بخواند و آغاز از راست کند و بعدہ بطرف رخسار نہد۔ اس کے بعد قبر کا سات چکر طواف کرے اور اس طواف میں تکبیر کہے دائیں سے شروع کرے بعد میں قبر کی بائیں طرف اپنا رخسار رکھے۔

اس عبارت کو مولوی اشرف علی تھانوی نے کتاب حفظ الایمان میں نقل فرما کر اس عمل کے جائز ثابت کرنے کی کوشش کی۔

ان مذکورہ بالا عبارات سے پتہ لگا کہ بزرگوں کی ذات تو بہت اعلیٰ ہے ان کا نام بلکہ ان کی قبروں کی مٹی بھی وسیلہ ہے۔

(۹) شاہ ولی اللہ صاحب القول الجمیل میں مرید کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ثم یتلو الشیخ هاتین الایتین یا یها الذین امنوا اتقوا الله وابتغوا الیه الوسیلة۔

یعنی پھر مرشد مرید کرتے وقت یہ دو آیتیں پڑھے پہلی آیت ہے۔

یا ایها الذین امنو اتقوا الله اور دوسری آیت **وابتغوا الیه الوسیلة۔**

اس کی اردو شرح میں مولوی خرم علی صاحب وہابی کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ دوسری آیت **وابتغوا الیه الوسیلة** میں وسیلہ سے مراد مرشد کی بیعت ہے آگے کہتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ وسیلہ سے مراد ایمان لیجئے اس واسطے کے خطاب اہل ایمان سے ہے۔ چنانچہ **یا ایها الذین امنوا** اس پر دلالت کرتا ہے اور عمل صالح مراد نہیں ہو سکتا کہ وہ **اتقوا الله** میں داخل ہے اس واسطے کہ تقویٰ عبادت ہے امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے اس واسطے کہ قاعدہ عطف کا مغایرت بین المعطوف والمعطوف علیہ ہے اس عبارت میں صاف طور پر مان لیا کہ **وابتغوا الیه الوسیلة** میں وسیلہ سے مراد نہ ایمان کا وسیلہ نہ اعمال بلکہ مرشد کا وسیلہ مراد ہے ورنہ معطوف و معطوف علیہ کا فرق نہ ہوگا۔

(۱۰) مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندیوں کے شیخ الہند اپنے مرشد مولوی رشید احمد صاحب کے مرثیہ میں لکھتے ہیں۔

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب گیا وہ قبلہ حاجات روحانی وجسمانی
خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے مرے مولے مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

(مرثیہ ص۸۔۹ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

مولوی صاحب اپنے مرشد کو جسمانی و روحانی حاجت روا اور انہیں خلقت کا مربی مانتے ہیں اس سے بڑھ کر وسیلہ کیا ہو سکتا ہے۔

عقلی دلائل

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے حسب ذیل دلائل سے۔

(۱) رب تعالیٰ غنی اور ہم سب فقیر جیسا کہ ارشاد و تعالیٰ ہے۔ واللہ الغنی وانتم الفقراء اور وہ غنی ہمیں بغیر وسیلہ کے کوئی نعمت نہیں دیتا۔ ماں باپ کے وسیلہ سے جسم دیتا ہے استاد کے ذریعہ علم پیر کے ذریعہ سے ایمان۔ مالداروں کے ذریعہ سے دولت فرشتہ کے ذریعہ سے شکل ملک الموت کے ذریعہ سے موت۔ غرضیکہ کوئی نعمت بغیر وسیلہ نہیں دیتا۔ تو ہم فقیر محتاج ہو کر بغیر وسیلہ کے اس سے کیسے لے سکتے ہیں۔ وہ داتا اور غنی اور ہم منگتے اور فقیر اگر ہم نے بغیر وسیلہ اس سے لے لیا تو اس سے بڑھ گئے۔

(۲) دنیا ادنیٰ اور تھوڑی ہے۔ آخرت اعلیٰ اور زیادہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل متاع الدنیا قلیل اور فرماتا ہے والاخرة خیر وابقیٰ جب دنیا حقیر چیز بغیر وسیلہ نہیں ملتی تو آخرت جو دنیا سے اعلیٰ ہے بغیر وسیلہ کیونکر مل سکتی ہے اس لئے قرآن و ایمان دینے کے لیے پیغمبر ﷺ کو مبعوث فرمایا۔

(۳) ہمارے اعمال کی مقبولیت مشکوک ہے اور نبی ﷺ واولیاء اللہ کی مقبولیت یقینی ہے جب مشکوک اعمال وسیلہ بن سکتے ہیں تو یقینی طور پر مقبول بندے بدرجہ اولیٰ وسیلہ ہیں۔

(۴) اعمال صالحہ وسیلہ ہیں رب سے ملنے کا۔ اور اعمال کا وسیلہ انبیاء اولیاء علماء تو یہ حضرات وسیلہ کے وسیلہ ہوئے اور وسیلہ کا وسیلہ بھی وسیلہ ہے۔ لہذا یہ حضرات بھی وسیلہ ہیں۔

(۵) حضور اقدس ﷺ سے پہلے تین سو سال تک خانہ کعبہ میں بت رکھے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس سے کعبہ پاک وصاف کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ کعبہ معظمہ جو خدا تعالیٰ کا گھر ہے وہ بھی بغیر وسیلہ مصطفیٰ ﷺ پاک نہ ہو سکا تو تمہارے دل بغیر اس ذات کریم کے وسیلہ کے ہرگز پاک نہیں ہو سکتے۔

(۶) اسلام میں پہلے بیت المقدس قبلہ تھا۔ پھر حضور سرکار دو عالم کی خواہش پر کعبہ معظمہ قبلہ بنا تاکہ معلوم ہو کہ وہ قبلہ جو ہزارہا عبادات کی صحت کا وسیلہ ہے وہ بغیر حضور ﷺ کے قبلہ نہ بن سکا لہذا تمہارا کوئی کام بغیر وسیلہ مصطفیٰ ﷺ مقبول نہیں ہو سکتا۔

(۷) رب فرماتا ہے۔ وکونوا مع الصدقین۔ سچوں کے ساتھ رہو اور سارے سچے اولیاء علماء وسیلہ کے قائل رہے لہذا وسیلہ کا ماننا ہی سچا راستہ ہے۔

(۸) شیطان نے ہزاروں برس بغیر وسیلہ والی عبادات کیں مگر وہ وسیلہ والا ایک سجدہ نہ کیا تو مردود ہو گیا ملائکہ نے وسیلہ والا سجدہ کر کے محبوبیت پائی۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ والی عبادت تھوڑی بھی ہو تو بھی مقبول بارگاہ الٰہی ہے۔

(۹) قیامت میں سب سے پہلے تلاش وسیلہ کی ہوگی پھر دوسرے کام یعنی بغیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کے رب تعالیٰ کوئی کام شروع نہ فرمائے گا۔ تاکہ معلوم ہو کہ آخرت میں ہماری عبادتیں ختم ہو جائیں گی مگر وسیلہ پکڑنا وہاں بھی باقی ہے۔

(۱۰) اگر بغیر وسیلہ عبادات درست ہوتیں تو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ نہ ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ توحید بھی وہی معتبر ہے جو حضور ﷺ کے وسیلہ سے مانی جاوے عقلی توحید کا اعتبار نہیں۔ کلمہ طیبہ کے پہلے جز میں توحید ہے اور دوسرے جز میں وسیلہ توحید۔

(۱۱) نماز التحیات سے اور درود شریف سے مکمل ہوتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکات نام کے بغیر نماز بھی نہیں ہوتی۔ جو اصل عبادت ہے۔

(۱۲) قبر میں مردہ سے تین سوال ہوتے ہیں۔ پہلا سوال توحید کا اور دوسرا دین کا۔ مگر ان دونوں سوالوں کے جواب درست دینے پر بھی بندہ کامیاب نہیں ہوتا اور جنت کی کھڑکی نہیں کھلتی۔ سوال تیسرا یہ ہوتا ہے۔ ما کنت تقول فی حق هذا الرجل تو اس کالی زلفوں والے ہرے گنبد والے محبوب کو کیا کہتا تھا؟ دیکھ یہ تیرے سامنے جلوہ گر ہیں۔ حضور کا فرمانبردار بندہ جواب دیتا ہے کہ یہ میرے رسول میرے نبی ہیں اور میں ان کا امتی ہوں۔

نکیرو! سچا سنا ہوں ان کو یہ میرے مولا یہ میرے داتا

مگر تم ان سے تو پوچھو اتنا یہ مجھ کو اپنا بتا رہے ہیں

تب بندہ پاس ہوتا ہے اور آواز آتی ہے۔ صدق عبدی افتحوا له باباً من الجنة میرا بندہ سچا ہے اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دو۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ کے بغیر قبر میں بھی کامیابی نہیں ہوتی۔ وہاں اعمال کا ذکر نہیں ہوتا اعمال کا ذکر تو قیامت میں ہوگا۔

(۱۳) دنیا آخرت کا نمونہ ہے کہ یہاں سے حالات دیکھ کر وہاں کا پتہ لگاؤ۔ کہ ایسے ہی وہاں بھی ہوگا۔ اس لئے قرآن کریم میں دنیا کے حالات سے آخرت پر استدلال کیا گیا ہے۔ دنیا میں اصل فیض دینے والا ایک ہوتا ہے اور اس سے پہلا فیض لینے والا بھی ایک ہی ہوتا ہے پھر وسیلہ کے ذریعہ یہ فیض اوروں تک پہنچتا ہے۔ بادشاہ ایک اس کا وزیر ایک پھر حکام کے ذریعہ اس کے احکام رعایا تک پہنچتے ہیں سورج ایک اس کا وزیر اعظم چاند بھی ایک پھر اس سے فیض لیتے ہیں بے شمار تارے درخت کی جڑ ایک اور اس کا تنہ ایک پھر گدے چند اور شاخوں سینکڑوں اور پتے ہزاروں ان ہزاروں پتوں میں جڑ کا فیض تنے اور گدوں اور شاخوں کے وسیلہ سے پہنچتا ہے انسان کا دل جو گویا جسم کا بادشاہ ہے وہ ایک اس دل کا وزیر اعظم جگر ایک۔ پھر بہت سی رگیں وسیلہ کے طور پر جسم میں پھیلی ہوئی ہیں جن سے جسم کا ہر حصہ دل کا فیض لیتا ہے۔

پس اس طرح رب تعالیٰ شہنشاہ اعلیٰ احکم الحاکمین ایک اور محبوب اعظم حضور ﷺ بھی ایک۔ جو رب تعالیٰ سے فیض لیتے ہیں۔ پھر اولیاء علماء وسیلہ کی طرح عالم میں پھیلے ہوئے ہیں جن کے ذریعہ رب کا فیض عالم کے ذرہ ذرہ میں پھیل رہا ہے ان وسائل کو چھوڑنے والا کا فیض عالم کے ذرہ ذرہ میں پھیل رہا ہے ان کو چھوڑنے والا رب کا فیض حاصل نہیں کر سکتا۔

(۱۴) جب کمزور قوی سے فیض لینا چاہے تو درمیان میں ایسے وسیلہ کی ضرورت ہوتی ہے جو قوی سے فیض لینے اور کمزوروں کو فیض دینے پر قادر ہو۔ اگر روٹی کو گرم کرنا ہے تو درمیان میں توے کی ضرورت ہے اور اگر سورج کو دیکھنا ہے تو بیچ میں اس ٹھنڈے شیشہ کی ضرورت ہے سورج کی تیز شعاعوں کو ٹھنڈا کر کے آنکھ کے دیکھنے کے قابل بنا دے۔ اللہ تعالیٰ قوی ہے۔ ان الله قوی عزیز اور تمام بندے کمزور اور ضعیف خلق الانسان ضعیفا۔ ناممکن تھا کہ کمزور اور ضعیف بندہ بلاواسطہ غالب قوی رب سے فیض لے لیتا۔ روٹی نار سے بلاواسطہ فیض لینے سے مجبور و معذور ہے تو ہم کمزور نور مطلق سے فیض لینے سے معذور ہیں اسی لئے خالق و مخلوق۔ رب و مربوب کے درمیان ایک ایسے برزخ کبریٰ کی ضرورت تھی جو رب سے فیض لینے اور مخلوق کو فیض دینے پر قادر ہو ادھر رب اعلان کرے۔ وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحي يوحى۔ نبی کا کلام رب کا فرمان ہوتا ہے ادھر وہ برزخ کبریٰ انما انا بشر مثلكم کہہ کر بندوں کو اپنی طرف مائل فرمائے کہ اے لوگو گھبراؤ نہیں میں تم جیسا ہی بشر ہوں فرشتہ یا جن وغیرہ کی جنس سے نہیں ہوں اسی وسیلہ عظمیٰ کا نام محمد مصطفیٰ ہے ﷺ۔

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

(۱۵) اگر اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ پکڑنا برا اور ناجائز ہے تو نماز بھی منع ہونی چاہیے کیونکہ بالغ مردہ کے لئے ہم وسیلہ بن کر دعا اللهم اغفر لحينا و ميتنا (سنن الترمذی ج ۳ ص ۳۴۳ رقم الحدیث ۱۰۲۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) اور نابالغ مردہ کو ہم اپنا وسیلہ بناتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔

اللهم اجعله لنا فرطاً و اجعله لنا اجراً و ذخراً و اجعله لنا شافعاً و مشفعاً۔

خدایا اس بچہ کو قیامت میں ہمارا پیش رو بنا کر ہمیں جنت میں لے جاوے اور ہمارے لئے ثواب کا وسیلہ اور نیکی کا ذخیرہ بنا اور اسے ہمارا سفارشی بنا نماز جنازہ وسیلہ پر ہی قائم ہے۔

(۱۶) مسجد نبوی شریف میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار ہے کیوں؟ کیا دوسری مسجدیں خدا کا گھر نہیں ہیں؟ صرف اسی لئے یہ ثواب بڑھا کہ اس میں حضور مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکار دو عالم ﷺ آرام فرما رہے ہیں اسی طرح مسجد بیت المقدس میں کئی ہزار پیغمبر جلوہ گر ہیں کعبہ میں بھی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ۔ اس لئے کہ وہ حضور پرنور ﷺ کا مقام پیدائش ہے اور وہاں بیت اللہ چاہ زمزم اور مقام ابراہیم ہے ان کے وسیلہ سے ثواب زیادہ ہو گیا وسیلہ والی عبادت کا درجہ زیادہ ہے۔

(۱۷) اور مسجدوں میں پہلی صفوں کا درجہ زیادہ مگر مسجد نبوی میں تیسری صف کا ثواب بڑھ کر۔ اور مسجدوں میں صف کا داہنا حصہ افضل مگر مسجد نبوی شریف میں صف کا بایاں حصہ افضل کیوں؟ اس لئے کہ تیسری صف روضہ شریف سے قریب تر ہے جیسے جسم میں دل۔ اب بائیں طرف کھڑے ہونے میں روضہ پاک سے زیادہ قریب ہوگا اور جتنا زیادہ قریب اتنا ثواب زیادہ۔ معلوم ہوا کہ حضور کی ذات بابرکات مقبولیت کے لئے وسیلہ عظمیٰ ہے ﷺ۔

(۱۸) بزرگوں کا وسیلہ اور نبی ﷺ کا علم غیب یہ ایسے مسائل ہیں جن کے مسلمان تو کیا۔ کفار منافقین بلکہ جانور بھی قائل تھے۔ دیکھو فرعون پر جب عذاب آتا تھا تو موسیٰ علیہ السلام سے دعا کراتا تھا ابو جہل وغیرہ کفار قحط اور دیگر مصیبتوں میں حضور سرور کونین ﷺ کے پاس دعا کے لئے آتے تھے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

وقالوا یایھا الساحر ادع لنا ربك بما عهد عندك لئن كشفت عنا الرجز الخ۔

فرعون نے ڈوبتے وقت کہا۔ امنت برب موسیٰ وھارون جانور مصیبت میں حضور ﷺ کے پاس فریاد لاتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ فریادرس ہی سرکار دو عالم ﷺ ہیں۔

(۱۹) اگرچہ ریل ساری لائن سے گزرتی ہے مگر ملتی اسٹیشن پر ہی ہے۔ ایسے ہی رب کی رحمت کے اسٹیشن انبیائے کرام اور اولیائے عظام ہیں اس لئے ان کے پاس جاؤ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآء وك الخ یہی وسیلہ ہے۔

(۲۰) بادشاہ کی خاطر عمدہ جگہ اعلیٰ ہوا اور دیگر تکلفات کا انتظام ہوتا ہے جو بادشاہ کے پاس آ کر بیٹھ جاوے تو وہ بھی ان چیزوں سے فائدہ اٹھا لیتا ہے ایسے ہی جہاں اللہ تعالیٰ کے پیارے ہوتے ہیں وہاں رب کی رحمت کے پنکھے چلتے ہیں جو ان کی بارگاہ میں اخلاص سے حاضر ہو جاوے وہ بھی اس سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ یہی وسیلہ ہے اسی لئے بزرگوں کے مزارات کے پاس گنہگار اپنی قبریں بنواتے ہیں مسجدیں تیار کراتے ہیں۔ وہ عبادات کرتے ہیں تا کہ ان کی طفیل بخشش ہو اور نماز زیادہ قبول ہو۔

(۲۱) اگر معمولی کام کا تعلق پیغمبر سے ہو جاوے تو اچھا بن جاتا ہے اور اگر اچھے کام کا تعلق پیغمبر سے نہ ہو تو برا ہو جاتا ہے نفس اور نام کے لئے لڑنا فساد کہلاتا ہے اور حضور مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کے لئے لڑنا جہاد کہلاتا ہے فساد گناہ اور جہاد اعلیٰ عبادت ہے قابیل اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے قریباً ایک قسم کا قصور ہوا۔ لیکن قابیل کے قصور کی بنا عورت کی محبت تھی اور ان کے قصور کی بنا نبی کی محبت پر یہ چاہتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کو علیحدہ کرا دو تو حضرت یعقوب علیہ السلام ہم سے محبت کریں گے لہذا نتیجہ میں یہ فرق ہے کہ قابیل تو مردود مرا۔ اور یہ لوگ محبوب بن گئے کہ انہیں تاروں کی شکل میں حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا معلوم ہوا کہ وسیلہ پیغمبر اعلیٰ چیز ہے۔

دوسرا باب

وسیلہ اولیاء اللہ پر اعتراضات و جوابات

ساری امت مصطفیٰ ﷺ کا اتفاق رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑا جاوے جیسے پہلے باب میں گزر چکا ہے مگر اب آخر زمانہ میں ایک ملحد ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم نے وسیلہ اولیاء اللہ کا انکار کیا علمائے دین نے ابن تیمیہ کو گمراہ اور گمراہ کن فرمایا ہے موجودہ زمانہ کے وہابی دیوبندی ابن تیمیہ کی پیروی میں وسیلہ کے منکر ہو گئے اب چونکہ اسی مسئلہ پر زور ہے۔ اس لئے ہم اس باب میں ان کے تمام ان دلائل کا جواب دیتے ہیں جواب تک وہ پیش کر سکے ہیں بلکہ عام وہابی دیوبندیوں کو یہ اعتراضات معلوم ہی نہیں ہوتے جو ہم ان کی وکالت میں بنا کر جواب دیتے ہیں رب تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔

بعض دیوبندی تو وسیلہ اولیاء اللہ کے مطلقاً منکر ہیں اور بعض وفات یافتہ بزرگوں کے وسیلہ ہونے کے منکر ہیں اور زندہ ولیوں کے وسیلہ کے قائل ہیں ہم دونوں کے دلائل اور جواب عرض کرتے ہیں۔

اعتراض (۱)......رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما لکم من دون اللہ من ولی و لانصیر۔

یعنی تمہارا مددگار خدا کے سوا کوئی نہیں۔ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ مددگار ہے اور کسی کو وسیلہ بنانا ایک طرح مددگار ماننا ہے یہ شرک ہے۔

جواب:۔ اس کے تین جواب ہیں ایک یہ کہ من دون اللہ سے مراد ہے خدا تعالیٰ کے مقابل ہو کر یعنی اگر رب تمہیں عذاب دینا چاہے تو کوئی خدا کے مقابل اس کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ لہذا اولی اللہ کا وسیلہ درست ہے۔ رب فرماتا ہے۔ **وان یخذلکم فمن ذاالذی ینصرکم من بعدہ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون۔** اگر رب تعالیٰ ہی تمہیں رسوا کرنا چاہے تو تمہاری مدد کون کر سکتا ہے مسلمانوں کو رب پر ہی توکل کرنا چاہئے یہ آیت تمہاری پیش کردہ آیت کی تفسیر ہے دوسرے یہ کہ یہاں مدد سے مستقل مدد مراد ہے یعنی مستقل مدد رب تعالیٰ کی ہی ہے باقی وسیلوں کی مدد رب تعالیٰ کے اذن اور اسی کی اجازت سے ہے تیسرے یہ کہ اس سے مراد ہے اگر تم کفر اختیار کرو تو تمہارا مددگار کوئی نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے **وما للظالمین من انصار۔** ظالموں یعنی کافروں کا کوئی مددگار نہیں اگر یہ مطلب نہ کئے جائیں تو بتاؤ اس آیت کے کیا معنی ہوئے۔ **انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وھم راکعون۔** یعنی اے مسلمانوں تمہارے مددگار اللہ اور اس کا رسول اور وہ مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں یہاں تین ذاتوں کو ولی فرمایا گیا نیز فرماتا ہے۔ **والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض۔** مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں بعض بعض کے مددگار ہیں ان میں ماسوا اللہ کی مدد کا ثبوت ہے اور تمہاری پیش کردہ آیت میں ان کی نفی ہے تو ایسے معنی کرو جس سے تعارض پیدا نہ ہو۔

اعتراض (۲)......رب تعالیٰ کفار کا کفریہ عقیدہ بیان کرتا ہے **ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی۔** یعنی ہم نہیں پوجتے ان کو مگر اس لئے کہ ہمیں رب تعالیٰ سے قریب کر دیں معلوم ہوا کہ کفار بتوں کو خدا نہیں مانتے مگر خدا رسی کا وسیلہ سمجھتے تھے جسے شرک کیا گیا ہے لہذا کسی کو وسیلہ سمجھنا شرک ہے۔

جواب:۔ اس کے بھی دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ وسیلہ ماننے کو رب نے کفر نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کے پوجنے کو شرک کہا فرمایا۔ **نعبدھم** ہم اس لئے انہیں پوجتے ہیں کسی کو پوجنا واقعی شرک ہے اگر کوئی عیسیٰ علیہ السلام یا کسی ولی کی عبادت کرے وہ مشرک ہے۔

الحمد للہ مسلمان کسی وسیلہ کی پوجا نہیں کرتے۔ دوسرے یہ کہ مشرکین نے بتوں کو وسیلہ بنایا جو خدا کے دشمن ہیں۔ مسلمان اللہ کے پیاروں کو وسیلہ سمجھتا ہے وہ کفر اور یہ ایمان دیکھو مشرک گنگا کا پانی لاتا ہے تو مشرک اور مسلمان آب زمزم لاتے ہیں وہ مومن ہیں کیونکہ مسلمان آب زمزم کی اس سے تعظیم کرتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا معجزہ ہے اور پیغمبر کی تعظیم ایمان ہے اسی طرح مشرک ایک پتھر کے آگے سر جھکاتا ہے وہ مشرک ہے آپ بھی کعبہ کے سامنے سجدہ کوتے ہیں بلکہ مقام ابراہیم کو سامنے لے کر حج میں نماز پڑھتے ہیں آپ مومن ہیں کیوں؟ اس لئے کہ کہ کافر کے پتھر کو بت سے نسبت ہے اس لئے وہ اس تعظیم سے کافر ہے اور ان چیزوں کو نبیوں سے نسبت ہے ان کی تعظیم عین ایمان ہے۔

دیوالی کی تعظیم شرک ہے مگر رمضان اور محرم کی تعظیم ایمان ہے۔ تفسیر روح البیان شریف میں سورہ احقاف میں **اتخذوا من دون اللہ قربانا الھة** کی تفسیر میں فرمایا کہ وسیلہ دو قسم کا ہے وسیلہ ہدے اور وسیلہ ہوی۔ یعنی ہدایت کا وسیلہ اور گمراہی کا وسیلہ بنی۔ ولی الہام وحی ہدایت کا وسیلہ ہے اور بت شیطان وسوسے گمراہی کے وسیلے ہیں۔ آیت پیش کردہ ہیں وسیلہ ہوی کو اختیار کرنا کفر ہے وہی اس آیت میں مراد ہے۔

اعتراض (۳)......رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **سوآء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم لن یغفر اللہ لھم** برابر ہے کہ آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی دعا مغفرت کا وسیلہ نہیں۔ جب آپ کی دعا کا وسیلہ نہیں تو دیگر اولیاء کا ذکر ہی کیا ہے۔ یہ اعتراض گجرات کے جاہل دیوبندی وہابیوں کا ہے۔

جواب:۔ یہ آیت ان منافقین کے حق میں اتری ہے جو حضور ﷺ کے منکر تھے اور دیوبندیوں کی طرح براہ راست رب تک پہنچنا چاہتے تھے اسی آیت سے پہلے یہ ہے۔ **واذا قیل لھم تعلوا لیستغفر لکم رسول اللہ لو واروسھم ورایتھم یصدون وھو مستکبرون**۔ جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے دعائے مغفرت کریں تو آپ سے یہ لوگ یعنی منافق منہ موڑ لیتے اور غرور کرنے ہوئے حاضری بارگاہ سے رک جاتے ہیں پھر فرمایا کہ اے محبوب جو آپ سے بے نیاز ہوں اور آپ اپنی رحمت سے ان کے لئے دعائے مغفرت کر بھی دیں ہم تو انہیں نہیں بخشیں گے کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارے وسیلہ کے بغیر جنت میں جائے اس آیت سے تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ نفی۔ یہی قرآن مسلمانوں کے متعلق فرماتا ہے وصل علیھم اے نبی (ﷺ) آپ مسلمانوں کو دعا دیں۔ اگر حضور ﷺ کی دعا بے کار ہو تو اس کا حکم کیوں دیا گیا ہے۔ جناب بات یہ ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

بارش ہے تو فائدہ مند۔ مگر بدقسمت شورہ زمین اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتی۔ اس میں اس زمین کا اپنا قصور ہے نہ کہ بارش کا۔

اعتراض (۴)......رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولا تصل علی احد منھم مات ابداً ولاتقم علی قبرہ۔

یعنی ان میں سے کسی کی آپ نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔

(سورہ التوبہ آیت نمبر ۸۴)

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نبی ﷺ نے عبداللہ بن ابی کی نعش کو اپنی قمیص پہنائی اور اس کے منہ میں اپنا لعاب ڈالا۔ اور اس کے جنازہ کی نماز۔ پڑھی تب یہ آیت اتری جس میں نبی ﷺ کو ان کاموں سے منع فرمادیا۔ دیکھو حضور کی دعا نماز جنازہ قمیص پہنانا منہ میں لعاب ڈالنا سب بے کار گیا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ اس کے اعمال خراب تھے معلوم ہوا کہ وسیلہ کوئی چیز نہیں۔

جواب:۔ اس کا جواب اس میں موجود ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ انھم کفروا باللہ ورسولہ وما نوا وھم فسقون۔ کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور کفر پر مر گئے اور وہ فاسق ہیں۔ معلوم ہوا کہ چونکہ وہ زندگی میں منافق تھا اور کفر پر موت ہوئی۔ اس لئے اس کے لئے کوئی وسیلہ مفید نہ ہوا وسیلہ مومنوں کے لئے ہیں کافروں کے لئے نہیں۔ اعلیٰ دوائیں بیماریوں کے لئے مفید ہیں۔ مردہ کے لئے نہیں اور گنہگار مومن گویا بیمار ہے اور کافر اور منافق مردہ ہے۔

اعتراض (۵)......رب تعالیٰ قیامت کے بارے میں فرماتا ہے۔

یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ اور کہیں فرماتا ہے فما تنفعھم شفاعۃ الشافعین۔ یعنی اس دن نہ تجارت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی نہ کسی کی سفارش۔ معلوم ہوا کہ قیامت میں سارے وسیلے ختم ہو جائیں گے۔

جواب:۔ یہ سب آیتیں کافروں کے لئے ہیں مسلمانوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں اس لئے آگے رب تعالیٰ فرماتا ہے والکافرون ھم الظلمون۔ مسلمانوں کے لئے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقون۔

اس دن سارے دوست دشمن بن جائیں گے سوا پرہیزگاروں کے کفار کی آیت مومن پر پڑھنا بے دینی ہے نیز فرماتا ہے۔

یوم لاینفع مال ولابنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔

اس دن مال واولاد کام نہ آئے گی۔ سوا اس کے جو رب کے پاس سلامت دل لے کر آوے۔ معلوم ہوا کہ مومن کا مال واولاد قیامت میں کام آویں گے۔

اعتراض (۶)......رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈھو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح یعنی جنت پاؤ اس میں وسیلہ سے مراد اعمال کا وظیفہ ہے۔ نہ کہ بزرگوں کا۔ کیونکہ جن بزرگوں کو وسیلہ بناتے ہو وہ خود اعمال کرتے ہیں۔

(سورہ المائدہ آیت نمبر ۳۵)

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اعمال تو اتقو اللہ میں آچکے تھے اگر وسیلہ سے بھی مراد اعمال ہوں تو آیت میں تکرار بے کار ہوگی۔ لہذا یہاں وسیلہ سے مراد بزرگوں کا وسیلہ ہے دوسرے یہ کہ اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو مسلمانوں کے بچے دیوانہ مسلمان اور وہ نو مسلم جو مسلمان ہوتے ہی مر گیا۔ ان کے پاس اعمال نہیں وہ کس کا وسیلہ پکڑیں تیسرے اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو شیطان کے پاس اعمال بے شمار تھے وہ اس کے لئے وسیلہ کیوں نہ بنے۔ چوتھے یہ کہ اگر اعمال ہی مراد ہوں تو اعمال بھی نبی کے وسیلہ سے حاصل ہوتے ہیں تو وہ حضرات اعمال کے وسیلہ ہوئے اور وسیلہ کا وسیلہ خود وسیلہ ہوتا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے اعمال بزرگوں کی نقل ہیں۔ رمی (حج میں کنکر مارنا) حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نقل ہے۔ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نقل ہے قربانی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نقل۔ طواف میں اکڑ کر چلنا حضرت نبی کریم ﷺ کی نقل ہے۔ اس لئے ان اعمال پر ثواب ملتا ہے کہ یہ اچھوں کی نقل ہے اس کی نہایت نفیس تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو جس میں بیان کیا گیا ہے کہ روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ کلمہ غرضیکہ ہر عبادت کسی کی نقل ہے حدیث شریف میں ہے کہ جنت خالی رہ جائے گی۔ تو ایک جماعت جنت بھرنے کے لئے پیدا کی جاوے گی۔ بتاؤ اس جماعت نے کون سے اعمال کئے تھے۔

نوٹ ضروری

جنت کا داخلہ تین طرح ہوگا۔ کسبی۔ وہبی و عطائی۔ کسبی وہ جس میں جنتی کے عمل کو دخل ہو۔ جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے جزآء بما کانو یعلمون۔ جنت وہبی وہ جو کسی بندے کی طفیل سے ملے اپنے عمل کو کوئی دخل نہ ہو۔ جیسے مسلمانوں کے نابالغ بچے اور دیوانہ مسلمان کہ یہ جنتی ہیں۔ مگر بغیر اعمال جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ الحقنابهم ذريتهم جنت عطائی وہ جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملے کسی اور شے کو دخل نہ ہو جیسے جنت بھرنے کے لئے جو مخلوق پیدا ہوگی یا جو بغیر شفاعت جنت میں جائیں گے۔ جنہیں جہنمی کہا جاوے گا جن کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ رب تعالیٰ اپنا ایک قدرت کا لپ (چلو) جہنمی لوگوں سے بھر کر جنت میں داخل کرے گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا ایمان شرعی نہ تھا۔ مگر وسیلہ حضور ﷺ سب کو درکار ہے۔ غرضیکہ بغیر اعمال جنت مل سکتی ہے بغیر وسیلہ جنت ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی۔

اعتراض (۷)......قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کی شفاعت فرمائی تو آپ سے فرمایا گیا یا نوح انه ليس من اهلك انه عمل غير صالح۔ اے نوح! یہ آپ کے گھر والوں سے نہیں اس کے اعمال خراب ہیں معلوم ہوا کہ عمل خراب ہوتے پر نبی ولی وسیلہ نہیں۔

جواب:۔ جی ہاں اس کنعان کا عمل خراب یہ تھا کہ وہ نبی کا وسیلہ کا منکر تھا اور طوفان آنے پر وہ آپ کے دامن میں نہ آیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا یابنی ارکب معنا و لاتكن مع الكفرين۔ یعنی اے بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جا۔ کافروں کے ساتھ نہ رہو۔ تو اس نے جواب دیا قال ساٰوى الى جبل يعصمنى من المآء میں پہاڑ کی پناہ لے لوں گا وہ مجھ کو پانی سے بچا لے گا۔ اس لئے غرق ہو گیا۔ اب جو نبیوں کے وسیلہ کا منکر ہے وہ اس سے عبرت پکڑے۔

اس آیت میں تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ انکار۔ اگر حضرت نوح علیہ السلام کا وسیلہ قبول کر لیتا تو ہرگز غرق نہ ہوتا۔

اعتراض (۸)......حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لئے دعا کرنا چاہی تو فرمادیا گیا۔

يا ابراهيم اعرض عن هذا انه قد جاء امر ربك وانهم اتيهم عذاب غير مردود۔

یعنی اے ابراہیم ان کے لئے دعا نہ کرو۔ ان پر عذاب آ کر ہی رہے گا۔ دیکھو پیغمبر کی دعا غیر مقبول ہوئی۔

جواب:۔ قوم لوط کافر تھی اور کفار کے لیے کوئی وسیلہ مفید نہیں کیونکہ وہ نبی کے وسیلہ کے منکر ہوتے ہیں قرآن فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ناراض ہو کر سامری سے فرمایا۔ اذهب فان لك فى الحيوة ان تقول لامساس۔ خبیث تجھے اپنی زندگی میں یہ نوبت پہنچ جائے گی کہ تو لوگوں سے کہتا پھرے گا کہ مجھ کو کوئی نہ چھونا حضرت کلیم اللہ صلوات اللہ علیہ وسلامہ کے منہ کی یہ نکلی ہوئی بات ایسی درست ہوئی کہ اس کے جسم میں یہ تاثیر ہوگئی کہ جو اس سے چھوتا اسے بھی بخار ہو جاتا۔ اور خود سامری کو بھی۔ ان خدا تعالیٰ کے پیاروں کی زبان کا یہ عالم ہے۔

نوٹ ضروری

انبیاء علیہم السلام کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے ہاں ان کی وہ دعائیں جن کے خلاف رب کا فیصلہ ہو چکا ہو اور قلم چل چکا ہو۔ اگر پیغمبر ایسی دعا کریں تو انہیں سمجھا کر روک دیا جاتا ہے اس روکنے میں ان کی انتہائی عظمت کا اظہار ہوتا ہے یعنی اے پیارے یہ کام نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ناممکن ہو چکا ہے اور ہمیں یہ منظور نہیں کہ تمہاری زبان خالی جاوے لہٰذا تم اس بارے میں دعا ہی نہ کرو۔

سبحان اللہ! معترض نے جو دعائیں پیش کیں۔ وہ سب اسی قسم کی ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ ان دعاؤں کا پیغمبروں کو ثواب مل جاتا ہے کیونکہ دعا مانگنا بھی عبادت ہے۔ اگر چہ قبول نہ ہو۔ اس لیئے رب نے فرمایا۔ **سوآء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم** الخ آپ کا دعا کرنا یا نہ کرنا ان منافقوں کے لیئے برابر ہے کہ ان کی مغفرت نہیں ہو سکتی۔ آپ کو ضرور ثواب مل جائے گا یہاں **علیھم** فرمایا علیک نہ فرمایا۔

اعتراض (۹)......مشکوٰۃ شریف باب الانذار میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔

لا اغنی عنك من اللہ شیئاً۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الانذار والتحذیر الفصل الاول ص ۴۶۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

میں اللہ کے عذاب کو تم سے دفع نہیں کر سکتا۔ جب نبی کریم ﷺ اپنی دختر کے لئے وسیلہ نہیں۔ تو ہمارے لئے کیونکر وسیلہ ہو سکتے ہیں اور جب حضور ﷺ ہی وسیلہ نہ ہوئے تو دوسرے ولیوں کا ذکر ہی کیا۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ رب تعالیٰ کے مقابل ہو کر تم سے رب کے عذاب کو دفع نہیں کر سکے یہ وسیلہ تو رب کے اذن سے ہوتا ہے نہ کہ اس کے مقابل۔ دوسرے یہ کہ اے فاطمہ! اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو ہم تم سے عذاب دفع نہیں کر سکتے۔ یعنی وسیلہ مومنین کیلئے ہوتا ہے کافروں کے لئے نہیں حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا نبی زادہ ہونے کے باوجود ہلاک ہو گیا کفر کی وجہ سے۔ اگر یہ عذاب نہ مانا جائے تو یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہو جائے گی اور دیگر احادیث کے بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **انما ولیکم اللہ ورسولہ والمومنون** ۔ تمہارے مددگار اللہ رسول اور مسلمان ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں **کل نسب منقطع یوم القیامۃ الا نسبی وسببی** قیامت کے دن سارے ذریعے اور رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ سوا میرے ذریعے اور رشتہ کے (شامی باب غسل میت ج ا ص ۶۳۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) فرماتے ہیں۔ **شفاعتی لاھل الکبائر من امتی** ۔ میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لئے ہوگی۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ گناہ کبیرہ والے حضور ﷺ کی طفیل بخشے جاویں اور لخت جگر نور نظر کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکیں۔

(رد المحتار علی در المختار ج ا ص ۶۳۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نوٹ ضروری

حضور اقدس ﷺ کی طفیل بعض فوائد کفار بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ جیسے دنیا میں قہر الٰہی سے امن اور قیامت کے دن میدان محشر سے نجات اور حساب کا شروع ہونا اس لحاظ سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب ہے۔ **رحمۃ للعالمین** ۔

بعض فوائد وہ ہیں جو صرف متقیوں کو پہنچتے ہیں گنہ گاروں کو نہیں جیسے درجات بلند کرانا اس معنی کے لحاظ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ سنت کو چھوڑنے والا میری شفاعت سے محروم ہے یعنی بلندی درجات کی شفاعت۔

بعض فوائد وہ ہیں جو صرف گنہ گاروں کو پہنچیں گے نیکو کاروں کو نہیں جیسے گناہوں کی معافی کیونکہ نیکو کاروں کے پاس گناہ ہوتے ہی نہیں ان مسلمانوں کو محفوظ کہا جاتا ہے انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔ یعنی گناہ کر سکتے نہیں اور خاص اولیاء گناہوں سے محفوظ یعنی وہ گناہ کرتے نہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء
ارچہ محفوظ اند محفوظ از خطا

ان کے لئے معافی گناہ کی شفاعت نہیں۔ان کے لحاظ سے فرمایا گیا کہ **شفاعتی لاھل الکبائر من امتی**۔میری شفاعت میری امت کے اہل الکبائر کے لئے ہے۔

تمہاری پیش کردہ حدیث میں دوسری قسم کے فوائد مراد ہیں۔بشرطیکہ ایمان قبول نہ کیا جائے۔

یہ بھی خیال رہے کہ یہاں فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو فرمایا گیا ہے اور دوسروں کو سنایا گیا ہے ورنہ حضور ﷺ کی طفیل ابولہب کا عذاب ہلکا ہوا۔ابوطالب دوزخ میں جانے بچ گئے۔

اعتراض (۱۰)...... بخاری شریف کتاب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قحط کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے اور فرماتے تھے:

انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا قال فیسقو۔

ترجمہ: الٰہی ہم اپنے نبی ﷺ کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے بارش بھیجتا تھا اور اب ان کے چچا کے وسیلے سے بارش مانگ رہے ہیں۔بارش بھیج پس بارش آتی تھی۔

(صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا ج ا ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

معلوم ہوا کہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے زندوں کو وسیلہ پکڑنا جائز۔دیکھو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ پکڑا۔حضور ﷺ کا وسیلہ چھوڑ دیا۔

یہاں دیوبندیوں وہابیوں کا اعتراض ہے جو زندہ بزرگوں کے وسیلہ کے قائل ہیں وفات یافتہ کے وسیلہ کے منکر ہیں۔

جواب:۔اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔

الزامی جواب تو یہ ہے کہ اگر وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے تو چاہیے کہ حضور کی وفات کے بعد کلمہ شریف میں سے حضور کا اہم شریف علیحدہ کر دیا جاتا۔صرف **لا الہ الا اللہ** رکھا جاتا۔اور التحیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام بند کر دیا جاتا۔درود شریف ختم کر دیا جاتا۔کیونکہ یہ سب حضور پرنور ﷺ سے وسیلہ ہی تو ہیں حالانکہ یہ سارے کام باقی رہ گئے۔معلوم ہوا کہ وسیلہ مصطفیٰ ﷺ بعد وفات بھی ویسے ہی ہے۔ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس ﷺ کے بال شریف اور لباس شریف دھو کر بیماروں کو پلاتے اور صحت ہوتی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارش کے لئے روضہ پاک کی چھت کھلوا دی۔قبر شریف کھول دی اور بارش آئی قرآن پاک فرما تا رہا ہے کہ حضور سے پہلے والی امتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم شریف کے وسیلہ سے دعائیں مانگتی تھیں **و کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا**۔قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے نعلین شریف۔ٹوپی شریف کی طفیل فتح حاصل کی جاتی تھی۔**فیہ بقیۃ مما ترك ال موسی وال ھرون تحملہ الملئکۃ**۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے بعد مسلمانوں کی امداد فرمائی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرا دیں بتاؤ یہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ ہے کہ نہیں نیز جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے ان کے اسم مبارک کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی تھیں تو کیا اب ان کے اسم شریف کی تاثیر بدل گئی۔ہرگز نہیں۔

دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان یہ بتا رہا ہے کہ حضور انور ﷺ کے صدقہ سے ان کے

اولیاء کا بھی وسیلہ جائز ہے۔ یعنی وسیلہ نبی سے خاص نہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی نہ تھے ولی تھے۔ نیز معلوم ہو رہا ہے کہ جس کو نبی ﷺ سے نسبت ہو جائے اس کا بھی وسیلہ جائز ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔

وانا نتوسل الیک بعم نبینا۔

ترجمہ: یعنی ہم اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا کے وسیلہ سے بارش مانگتے ہیں۔

(صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا ج ۱ ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

اسی حدیث کی شرح میں امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں **ای بوسیلۃ الرحیم التی بینہ وبین النبی ﷺ**۔ یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے اس لئے دعا کی کہ ان کو نبی ﷺ سے قربت تھی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث سے وسیلہ اولیاء ثابت کیا۔ چنانچہ وہ شرح حصن حصین میں آداب الدعا وسیلہ اولیاء کے تحت فرماتے ہیں۔

قصہ استسقاء عمر ابن الخطاب لعباس ابن عبدالمطلب از یں باب است یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگنا اسی وسیلہ اولیاء سے ہے۔

اسی حصن حصین کی شرح میں اسی مقام پر ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

وھو من المندوبات وفی صحیح البخاری فی الاستسقآء حدیث عمر انا کنا نتوسل الیک نبینا ﷺ وانا نتوسل الیک بعم نبیک فاسقنا فلیسقو والحدیث عثمان ابن حنیف فی شان الاعمیٰ۔

ترجمہ: یعنی دعا میں انبیاء واولیاء کا وسیلہ پکڑنا مستحب ہے بخاری کی اس روایت کی وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوسیلہ عباس رضی اللہ عنہ دعا کی اور حضرت عثمان ابن حنیف کی روایت کی وجہ سے نابینا کی دعا میں۔

ہاں اگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ فرماتے کہ مولا اب تک ہم تیرے نبی پاک ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے اب ان کی وفات کے بعد ان کا وسیلہ چھوڑ دیا اب حضرت عباس کی طفیل دعا کرتے ہیں تب تمہاری دلیل درست ہوتی مگر نفی کا ذکر نہیں۔ لہذا دلیل غلط ہے۔ انبیاء اولیاء کا وسیلہ صحیح ہے۔

اعتـــــراض (۱۱)...... حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے پاس زکوٰۃ نہ دینے والے اپنے سروں پر گائے۔ بھینسیں بکریاں لادے ہوئے آئیں گے۔ اور ہم سے شفاعت کی درخواست کریں گے ہم یہ فرما کر ان کو ہٹا دیں گے کہ ہم نے تم تک احکام پہنچا دیئے تھے تم نے کیوں عمل نہ کیا۔ اب شفاعت کیسی؟

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے مجرموں کا وسیلہ کوئی نہیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ کام نہ آیا۔ تو دوسرے کا وسیلہ بدرجہ اولیٰ کام نہیں آسکتا۔ چنانچہ بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ باب اثم مانع الزکوٰۃ میں ہے۔

ولایاتی احدکم یوم القیامۃ ببعیر یحملہ علی عنقہ لہ رغاء فیقولو یا محمد فاقول لااملک لک شیئا قد بلغت۔

(صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب اثم مانع الزکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نوٹ ضروری

یہ واہیات اعتراض مولوی مودودی صاحب کا ہے جو زمانہ موجودہ کے مجدد۔ اور نہ معلوم کیا کیا بنتے ہیں۔

جـــواب:۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ معاملہ ان لوگوں سے ہوگا جو زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر ہو گئے تھے جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے شروع زمانہ خلافت میں ہوا اور جن پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد فرمایا اور زکوٰۃ کی فرضیت کا

منکر کافر ہے۔ اور کافروں کے لیئے نہ وسیلہ ہے نہ شفاعت لہذا اس کا تعلق مسلمانوں سے نہیں۔

دوسرا جواب یہ کہ اس حدیث میں شفاعت نہ کرنے کا ذکر ہے نہ کہ شفاعت نہ کر سکے گا۔ یعنی نبی ﷺ شفیع مختار اور وسیلہ با اختیار ہیں۔ اگر چاہیں کریں نہ چاہیں نہ کریں ان پر ناراضگی ظاہر فرمانے کے لیئے یہ ارشاد ہوگا۔ اگر اس حدیث کے یہ مطلب نہ ہوں تو اس حدیث شریف کے مخالف ہوگی۔

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔

ترجمہ: میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیر والوں کے لیئے ہوگی۔

(سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ والرائق باب ماجاء فی الشفاعۃ ج ۴ ص ۶۲۵ رقم الحدیث ۲۴۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی الشفاعۃ ج ۴ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۴۷۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

نیز ان تمام آیات قرآنیہ کے خلاف ہوگی جو پہلے باب میں مذکور ہوئیں۔

نوٹ ضروری

وسیلہ دو طرح کے ہیں ایک مجبور جیسے سورج روشنی کا وسیلہ ہے اور بارش رزق کا۔ قرآن کریم رب کی بخشش کا ماہ رمضان عنوسیات کا۔

دوسرا با اختیار جیسے انبیاء و اولیاء کی شفاعت اور دنیا میں حکیم وکیل حاکم شفا و عدل کے وسیلے ہیں کہ کریں یا نہ کریں۔ اس حدیث شریف میں جو معترض نے پیش کی۔ حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے خداداد اختیار کا ذکر ہے۔

اعتراض (۱۲)...... بخاری شریف حدیث غار میں ہے کہ تین شخص جنگل میں جارہے تھے کہ بارش آ گئی پناہ پکڑنے کے لئے غار میں گھس گئے۔ ایک چٹان پتھر کی غار کے منہ پر گری جس سے غار کا منہ بند ہو گیا تو ان لوگوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی۔ ایسی شدت کے موقع پر کسی پیر کا وسیلہ انہوں نے نہیں پکڑا بلکہ اپنے اعمال کا۔ معلوم ہوا کہ بندے کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں۔

جواب:۔ اس حدیث شریف میں صرف یہ ہے کہ ان شخصوں نے اعمال کے وسیلہ سے دعا کی۔ یہ کہاں ہے کہ بزرگوں کا وسیلہ جائز ناجائز ہے دعویٰ کچھ اور ہے دلیل کچھ اور ہے۔ اعمال کا وسیلہ جائز ہے اور بزرگوں کا بھی ایک جائز پر عمل کرنے سے دوسرا جائز کیسے حرام ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی آگ میں جاتے وقت حضرت جبرائیل کے عرض کرنے پر بھی اس آفت کے دور ہونے کی دعا نہ کی۔ نبی ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی۔ مگر دفع کی دعا نہ کی تو کیا اس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دعا مانگنا ہی حرام ہے یہ اعتراض نہایت ہی لغو ہے۔

اعتراض (۱۳)...... شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ندارید غیر از تو فریاد رس

پتہ لگا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی فریاد نہیں سنتا۔ پھر وسیلہ کیسا اگر وسیلہ مانو تو غیر خدا کو فریاد رس ماننا پڑے گا۔

جواب:۔ اس جگہ حقیقی فریاد رس مراد ہے اس کی نفی ہے خدا کے حکم سے اس کے پیارے بندے فریاد رس ہیں۔ یہی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ گلستان میں فرماتے ہیں۔

ہر کہ فریاد رس روز مصیبت خواہد

گو در ایام سلامت بجوانمردی کوشش

جو چاہتا ہے کہ مصیبت کے دن میرا کوئی فریاد رس بنے اس سے کہہ دو کہ آرام کے زمانے میں لوگوں سے اچھا سلوک کرے۔

ایک دوا کا نام شربت فریادرس ہے کہو یہ نام شرک یا نہیں؟ تعجب ہے کہ شربت تو فریادرس بن جاوے۔ مگر نبی ﷺ فریادرس نہ ہوں۔
(۱۴) بوستان میں ہے۔

بہ تہدید گر بر کشد تیغ حکم
بمانند کروبیان صم وبکم

یعنی اگر رب تعالیٰ ڈرانے کے لئے حکم کی تلوار کھینچے تو جن فرشتے بھی گونگے اور بہرے رہ جائیں گے۔
کہیئے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ جیسے بزرگ فرشتوں جیسی معصوم جماعت کو بیکار فرمارہے ہیں اوروں کے وسیلہ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

جواب:۔ جناب! یہاں رب کے مقابلے میں یہ بات کہی گئی ہے یعنی اگر وہ غضب فرماوے تو کوئی اس کے مقابل دم نہیں مار سکتا۔ یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے گفتگو تو اس بارے میں ہے کہ رب تعالیٰ کی اجازت اور اس کی مرضی سے اس کے مقبول بندے محرم بندوں کی سفارش کر سکتے ہیں۔ اور رب تعالیٰ ان کی طفیل گنہ گاروں کے گناہ بخش دیتا ہے یہ وسیلہ ہے اس شعر کو وسیلہ کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں شیخ سعدی قدس سرہ یہ شعر نہ دیکھا۔

چہ باشد کہ مشتے گدایان خیل بمہمان دارالسلامت طفیل

یارسول اللہ! کیا اچھا ہو کہ ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ کی طفیل جنت کے مہمان خانہ میں پہنچ جاویں۔
نیز فرماتے ہیں۔

خدایا بحق بنی فاطمہ کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ

الٰہی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کی طفیل میرا خاتمہ ایمان پر ہو یہ صاف بزرگوں کا وسیلہ ہے۔
نیز فرماتے ہیں۔

شنیدم کہ در روز امید وبیم بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

قیامت کو نیکوں کے وسیلہ سے خدائے کریم گنہ گاروں کو بخش دے گا۔

اعتراض (۱۴)...... اگر اللہ کے مقبول بندے خدا رسی کا وسیلہ بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ کو پالینے کے بعد ان کو چھوڑ دینا چاہیئے جیسے ریل گاڑی میں اسی وقت تک بیٹھتے ہیں جب تک کہ منزل مقصود تک پہنچیں مقصود پر پہنچ کر اسے چھوڑ دیتے ہیں مسلمان نے کلمہ پڑھ لیا رب کو پالیا اب بزرگوں کی کیا ضرورت رہی۔

جواب:۔ وسیلے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک محض وسیلہ جیسے سفر کے لئے ریل گاڑی۔ دوسرا وہ وسیلہ جس سے مقصود وابستہ ہے۔ جیسے روشنی کے لئے چراغ۔ پہلی قسم کا وسیلہ مقصود پر پہنچ کر چھوڑ دیا جائے گا۔ لیکن دوسری قسم کا وسیلہ کبھی نہیں چھوٹ سکتا۔ ورنہ فوراً مقصود فوت ہو جائے گا روشنی چراغ کے دم سے قائم ہے۔ اگر اسے گل کیا تو اندھیرا ہو جاوے گا اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے دوسری قسم کا وسیلہ ہیں اسی لئے رب تعالیٰ نے نبی ﷺ کو نور فرمایا۔ کہیں سراج منیر یعنی چمکتا ہوا سورج۔ مقصد یہ ہے کہ جیسے آفتاب کی ضرورت ہمیشہ ہے ایسے ہی پیارے دنیا کو تمہاری حاجت دائمی ہے اس لئے قبر میں ان کے نام پر کامیابی اور حشر میں ان کے دم پر نجات رکھی ﷺ۔

اعتراض (۱۵)...... جب خدا تعالیٰ سب کا رب ہے اور اس کا نام رب العلمین ہے تو پھر کسی وسیلہ کی کیا ضرورت ہے ہر شخص اس کے دروازے پر بلا واسطہ جاوے اور فیض لے وسیلہ کا مسئلہ اس کے رب العلمین ہونے کے خلاف ہے۔

جواب:۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ رازق العباد ہے اور شافی الامراض ہے پھر تم رزق تلاش کرنے کے لئیے امیروں کے پاس اور شفا لینے کے لئے حکیموں کے پاس کیوں جاتے ہو تمہارا ان لوگوں کے پاس جانا بھی خدا تعالیٰ کے رازق اور شافی ہونے کے خلاف ہے وہ حکم الحاکمین ہے پھر مقدمہ کچہری کے حکام کے پاس کیوں لے جاتے ہو؟

جناب! وسیلے رب تعالیٰ کے دروازے ہیں یا اس کے چکران کے ہاتھوں سے جو کچھ ہوتا ہے وہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ انبیائے کرام رب تعالیٰ کے مختار خدام ہیں۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ ان وسیلوں کی ضرورت رب تعالیٰ کو نہیں بلکہ ہم کو ہے جیسے روٹی کو توے کے ذریعے سے گرم کیا جاتا ہے تو آگ گرم کرنے میں توے کی محتاج نہیں بلکہ روٹی کو احتیاج ہے۔

رب تعالیٰ سب کا ہے مگر اس کی ربوبیت کے مظہر یہ چیزیں ہیں سانپ اس کی قہاریت کا مظہر ہے اور دیگر آرام وہ چیزیں اس کی رحمت کی تجلی گاہ ہیں۔

اعتراض (۱۶)...... وسیلہ کے مسئلہ سے لوگ بدعمل ہو جائیں گے۔ جب انہیں خبر ہوگی کہ حضور ﷺ بخشوالیں گے تو پھر عمل کرنے کی زحمت کیوں گوارہ کریں؟

جواب:۔ یہ اعتراض ایسا ہے جیسے آریہ کہتے ہیں کہ توبہ کے مسئلہ سے بدعملی اور زکوۃ کے مسئلہ سے بیکاری بڑھ جاتی ہے کیونکہ جب مسلمانوں کو خبر ہے کہ توبہ سے گناہ بخشے جاتے ہیں تو پھر خوب گناہ کر کے توبہ کر لیا کریں گے اور جب غریبوں کو خبر ہو کہ مالداروں کی زکوۃ ہزاروں روپیہ سالانہ نکلتی ہے پھر کمائی کیوں کریں جب ملے یوں تو محنت کرے کیوں؟ جو اس کا جواب ہے وہی اس اعتراض کا ہے۔

جناب! جیسے توبہ کی قبول کا یقین۔ مالداروں کی زکوۃ ملنے کا یقین ملے یا نہ ملے۔

ایسے ہی اگر بدعملی کی گئی تو یقین نہیں وسیلہ نصیب ہو یا نہ ہو میں تو کہتا ہوں کہ وسیلہ کے انکار سے بدعملی بڑھے گی۔ کیونکہ جب گنہ گار شفاعت سے مایوس ہوگا تو خوب گناہ کرے گا کہ دوزخ میں تو جانا ہی ہے لاؤ دس گناہ اور کر لو۔ شیخ فرماتے ہیں۔

نہ بینی کہ چوں گربہ عاجز شود　　　برآرد بہ چنگال چشم پلنگ

جب تک بلی کو جان بچنے کی امید رہتی ہے تب تک چیتے سے بھاگتی ہے۔ مگر جب پھنس کر جان سے مایوس ہو تو چیتے پر حملہ کر دیتی ہے مایوسی دلیری پیدا کرتی ہے۔

اعتراض (۱۷)...... مشرکین عرب اسی لئے مشرک ہوئے کہ وہ بتوں کو رب کا بندہ تو سمجھتے تھے مگر ان سے غائبانہ مدد مانگتے تھے۔ اور انہیں خدا رسی کا وسیلہ جانتے تھے۔ وہ کسی بت کو خالق یا مالک نہیں مانتے تھے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولئن سالتهم من خلق السموت والارض ليقولن الله۔

اور اگر آپ مشرکوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔ تو وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔

معلوم ہوا کہ وہ مشرک صرف اس لئے مشرک ہوئے کہ انہوں نے رب کے بندوں کو بندہ مان کر انہیں حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس مانا۔ اسی طرح تم بھی نبیوں ولیوں کو مانتے ہو تم اور وہ برابر ہو۔

جواب:۔ ایک ہے رب تعالیٰ کی قدرت اور ایک ہے رب کا قانون۔ قدرت تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ چاہے تو ہر چھوٹا بڑا کام بغیر کسی وسیلہ کے خود ہی کرے۔ قدرت کا اظہار اس آیت شریف میں ہے۔ **انما وامره اذا اراد شيئاً ان يقول له كن فيكون۔** اس کی

شان تو یہ ہے کہ کسی چیز کو چاہے تو کن فرمادے تو وہ شئی ہو جائے۔

اس قانون کا اظہار صدہا آیات میں ہے۔ مثلاً

قل یتوفکم ملك الموت الذی و کل بکم۔

فرمادو تمہیں ملک الموت موت دے گا جو تم پر مقرر کر دیا گیا ہے۔

ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمة۔

نبی ﷺ انہیں پاک فرماتے اور کتاب وحکمت سکھاتے ہیں۔

وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیراً۔

کہو کہ یا اللہ! جیسے میری ماں باپ نے صغر سنی میں مجھے پرورش فرمایا تو بھی ان پر رحم فرما۔ دیکھو موت دینا۔ پاک کرنا۔ پالنا رب تعالیٰ کا کام ہے مگر دیوبندیوں کے ذریعہ سے ہوا۔

مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ ایک خدا اتنے بڑے جہان کا انتظام نہیں فرما سکتا لہذا اس نے اپنے بعض بندے اپنی مدد کے لئے عالم سنبھالنے کے لئے مقرر کیے ہیں یعنی انہوں نے بندوں کو رب تعالیٰ کے برابر کر دیا۔ لہذا وہ مشرک ہوئے۔ اسی لئے قیامت میں وہ بتوں سے کہیں گے۔

تااللہ انا کنا لفی ضلال مبین از نسیویکم برب العالمین۔

خدا کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے کہ ہم تمہیں خدا کے برابر سمجھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ وہ بتوں کو بندہ مان کر رب تعالیٰ کو ان کا حاجتمند مانتے تھے قرآن کریم اس وسیلہ کی تردید فرماتا ہے۔

لم یتخذ ولداً ولم یکن له شریك فی الملك ولم یکن له ولی من الذل و کبره تکبیراً۔

یعنی رب تعالیٰ نے نہ اپنا بچہ بنایا نہ ملک میں اس کا کوئی شریک ہے نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی ولی ہے۔ یعنی جو اس نے جو اولیاء مقرر فرمائے وہ اپنی شان ظاہر کرنے کے لئے بنائے نہ کہ کمزوری اور عاجزی کی وجہ سے۔

پتہ لگا کہ مشرک خدائے تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ رب تعالیٰ کے بعض بندے اس لئے ان کے ولی ہیں کہ خدا اتنے بڑے کام پر خود قادر نہیں۔ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں۔ مشرکین اولیاء کو ایسا مانتے تھے۔ جیسے کونسل کا ممبر اور مسلمان اولیاء کو ایسا مانتے ہیں جیسے بارگاہ عالیہ کے خدام اور کارندے۔ لہذا وہ مشرک تھے اور یہ مومن رہے۔ غرضیکہ جو رب تعالیٰ کی قدرت کا منکر ہو وہ مشرک ہے اور جو قدرت مان کر رب کے قانون کا منکر ہے۔ وہ وہابی ہے۔

نوٹ ضروری

ہم اپنی زندگی میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی کوئی نعمت ہمیں بغیر وسیلہ نہیں ملی۔ پیدائش و پرورش ماں باپ کے وسیلہ سے علم و ہنر استاد کے وسیلہ سے۔ تندرستی حکیم کے وسیلہ سے موت ملک الموت کے وسیلہ سے۔ غسل غسال کے وسیلہ سے کفن درزی......کے وسیلہ سے دفن گورکن کے وسیلہ سے۔ پھر آخرت کی نعمتیں تو دنیاوی نعمتوں سے کہیں زیادہ ہیں اور بغیر وسیلہ کیسے مل سکتی ہیں۔ کلمہ قرآن روزہ نماز رب کی پہچان غرض کہ یہ ساری نعمتیں حضور ﷺ کے وسیلہ سے ملیں پھر وسیلہ کا انکار کرے گا مگر جاہل۔

نوٹ:۔ ساری عبادات کا فائدہ صرف ان انسانوں کو ہوتا ہے مگر وسیلہ کا فائدہ انسان، جن، فرشتہ، جانور بلکہ درخت زمین۔ زمان سب کو ہوتا ہے مکہ معظمہ حضور ﷺ کے وسیلہ سے افضل ہوا۔ کوہ طور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے اعلیٰ ہوا۔ آب زمزم حضرت

اسمٰعیل علیہ السلام کی طفیل سے متبرک ہوگیا۔ ایوب علیہ السلام کوشفا دینے کے لئے فرمایا گیا۔

ارکض برجلك هذا مغتسل بارد وشراب۔

اپنا پاؤں زمین پر رگڑو اس سے جو پانی کا چشمہ پیدا ہوا اسے پیو اور اس سے غسل کرو۔ چنانچہ اس سے آپ کو شفا ہوئی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا دھوون ان کے پاؤں کے وسیلہ سے شفا بن جاتا ہے غرضیکہ بزرگوں کا وسیلہ ہر چیز کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

اعتراض (۱۸)......موجودہ وہابی یہ بھی کہتے ہیں کہ انسان خواہ کتنا ہی بزرگ ہو۔ مرنے کے بعد اس جہان سے بے خبر ہو جاتا ہے یہاں کی اسے بالکل خبر نہیں رہتی۔ دیکھو اصحاب کہف تین سو سال تک سو کر جب جاگے تو انہوں نے سمجھا ہم دن بھر سوئے حضرت عزیز علیہ السلام سو برس تک وفات یافتہ رہ کر جب زندہ کئے گئے تو رب نے کم لبثت ؟ تم یہاں کتنے دن ٹھہرے؟ تو عرض کیا۔ لبثت یوماً او بعض یوم کہ میں دن یا اس سے بھی کم ٹھہرا۔ فرمایا گیا۔ بل لبثت مائة عام تم یہاں سو برس رہے۔ اگر ان کی توجہ اس جہان پر ہوتی۔ تو اس مدت کے اندازہ میں کیوں غلطی کرتے جب اتنے بزرگوں کو یہاں سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔ تو دیگر اولیاء اللہ کا ذکر ہی کیا ہے جب یہ لوگ یہاں سے ایسے بے تعلق ہیں تو ان کی قبروں پر جا کر ان کے وسیلہ سے دعا کرنا یا ان سے حاجت مانگنا بالکل ہی عبث ہے۔

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے وفات کے بعد اس دنیا سے تعلق رکھتے ہیں یہاں کی خبر رکھتے ہیں معراج شریف کی رات سارے پیغمبروں نے حضور ﷺ کے پیچھے بیت المقدس میں نماز پڑھی حجۃ الوداع کے موقعہ پر بہت سے پیغمبروں نے شرکت کی جس کی خبر نبی ﷺ نے دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معراج شریف کی رات پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں۔ اگر وہ حضرات اس عالم میں پہنچ کر ادھر سے بے خبر ہو جاتے ہیں تو انہیں حضور ﷺ کی معراج اور حجۃ الوداع کی خبر کیسے ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز کم کرنے کی ضرورت پڑی؟ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الهة يعبدون۔

اے نبی ﷺ اپنے سے پہلے پیغمبروں کو پوچھو کیا ہم نے خدا کے سوا اور معبود بنائے ہیں؟ اگر وہ پیغمبر اس دنیا سے بے خبر ہو گئے تو پھر پوچھنا کیسا؟

مردہ قبرستان میں آنے والے کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

اصحاب کہف اور حضرت عزیز علیہ السلام کے معجزے اور کرامت کا دکھانا منظور تھا اس لئے رب تعالیٰ نے انہیں خصوصیت سے اس دنیا سے بے توجہ کر دیا اگر اصحاب کہف کو اپنے سونے کی مدت کا پتہ ہوتا تو بازار میں نہ آتے اور کرامت لوگوں پر ظاہر نہ ہوتی جیسے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا دل جاگتا رہتا ہے۔ صرف آنکھ سوتی ہے مگر تعریس کی رات رب نے حضور ﷺ کے دل کو اپنی طرف متوجہ فرمالیا۔ اور نماز فجر قضا ہوگئی تاکہ امت کو نماز قضا پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

اگر نبی ولی وفات کے بعد اس طرف سے بالکل بے تعلق ہو جاتے ہیں تو ہمارے درود وسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کیسے پہنچتے ہیں۔ نیز مردوں کو ثواب کیسے پہنچتا ہے۔ ایسے شخص کو سلام کرنا منع ہے جو جواب نہ دے سکے جیسے سونے والا۔ استنجا والا۔ نمازی اور اذان کی حالت اگر نبی کریم ﷺ سنتے ہی نہیں اور جواب نہیں دے سکتے تو ان کو سلام کرنا منع ہونا چاہیے تھا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام پر حقیقتاً سو سال گزرے ہوں لیکن جتنا ایک دن جیسے قیامت کا دن ہزاروں سال کا ہوگا۔ مگر

مومن کے لئیے ایک نماز کے برابر ہوگا وہاں دونوں کا اثر موجود تھا کہ گدھے پر سو سال گزر گئے تھے اور شربت پر ایک دن۔ لہذا عزیر علیہ السلام کا ایک دن فرمانا بھی ٹھیک تھا۔ وہ جتنے کے لحاظ سے تھا۔ اور رب تعالیٰ کا اسے سو سال فرمانا بھی ٹھیک تھا کہ وہ حقیقت پر مبنی تھا۔

اعتراض (۱۹)...... نبی ﷺ نے بہت کوشش کی کہ ابو طالب ایمان لے آویں مگر نہ لائے تو آپ کیا کر سکتے ہیں بلکہ آیت اتری انك لاتهدی من احببت جس سے تم محبت کرو اسے ہدایت نہیں دے سکتے جب اپنے پیاروں کا وسیلہ نہیں بن سکتے تو دوسروں کا کیا پوچھنا۔

جواب:۔ اس آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ جس سے آپ محبت کریں اسے ہدایت نہیں دے سکتے کیونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ ہر بشر سے محبت فرماتے سب ہی پر کرم کرتے ہی۔ کافر ہو یا مومن۔ مخلص ہو یا منافق۔ مگر ہدایت اسے ملے گی جو آپ سے محبت کرے اور آپ سے جو محبت کرے گا وہ آپ کی بات مانے گا ابو طالب نے آپ سے محبت نہ کی اور آپ کی بات نہ مانی کلمہ نہ پڑھا لہذا ہدایت نہ پا سکے اس میں خود ان کا اپنا قصور ہے اگر آفتاب سے روشنی حاصل نہ کر سکے تو اس کا نصیب۔ آفتاب روشنی دینے میں کوتاہی نہ کرتا۔ پھر بھی ابو طالب کو حضور ﷺ کی خدمت کا یہ فائدہ پہنچ گیا کہ وہ دوزخ میں نہیں رکھے گئے۔ بلکہ آگ کے جھیرے میں ہیں جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے۔

اعتراض (۲۰)...... نبی ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی خدمت نہ کی تو اوروں کی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ پھر وسیلہ کیا؟

جواب:۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگی ہی نہیں تا کہ صبر میں فرق نہ آوے جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے وقت رب سے مدد نہ مانگی۔ نیز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یہ استقامت کہ اتنی شدید اور سخت مصیبتوں میں ثابت قدم رہے حضور ﷺ کی مدد سے ہوئی۔

اعتراض (۲۱)......قرآن شریف سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہ السلام اپنی زندگی میں بھی دنیا سے بے خبر رہتے ہیں دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو گم پا کر لوگوں سے پوچھا کہ ہدہد کو میں نہیں دیکھتا۔ اگر واقف تھے تو پوچھا کیوں؟ نیز ہدہد نے آکر کہا میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جو آپ نے نہیں دیکھی یعنی بلقیس اور اس کا تخت دیکھو ہدہد کی خبر سے پہلے آپ کو نہ بلقیس کا پتہ لگا نہ شہر سبا کا۔ جب وہ کسی کی خبر ہی نہیں رکھتے تو وسیلہ کیسے بن سکتے ہیں۔

جواب:۔ اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر نہ تھی۔ ہدہد نے آپ کی بے خبری کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ عرض کیا۔ انی احطت بما لم تحط به۔ میں اس چیز کا احاطہ کر کے اور دیکھ کر آیا ہوں جس کو آپ نے جا کر نہ دیکھا اور واقعی آپ اس وقت تک وہاں بایں جسم شریف نہ گئے تھے خبر تو آپ کو تھی مگر اظہار نہ تھا تا کہ پتہ لگے کہ پیغمبر کی صحبت میں رہنے والے جانور بھی ہزاروں کے لئے ایمان کا وسیلہ بن جاتے ہیں دیکھو ہدہد ہی کے ذریعہ سے سارے یمن والوں اور بلقیس وغیرہ کو ایمان نصیب ہوا اور بھی ہزار رہا اس میں حکمتیں تھیں حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ بن کر بھی اپنے والد ماجد کو خبر نہ بھیجی اس لئے نہیں کہ آپ ان سے بے خبر تھے۔ بلکہ وقت کا انتظار تھا اور آپ کی انتہائی عظمت کا ظہور ہونے والا تھا کہ قحط سالی میں تمام عالم کا رزق آپ کے ہاں پہنچا اور سب لوگ روزی میں آپ کے حاجتمند کئے گئے۔

اچھا بتاؤ کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے آصف کو بلقیس کا تخت لانے کا حکم فرمایا تو انہوں نے نہ تو کسی ملک یمن کا پتہ پوچھا اور نہ بلقیس کا گھر دریافت کیا نہ تخت کی جگہ تلاش کی بلکہ جھپکنے سے پہلے تخت لا کر حاضر کر دیا انہیں بھی بلقیس کے سارے مقامات کی خبر تھی یا نہیں تھی۔ اور ضرور تھی تو جن کی صحبت میں رہ کر یہ کمال حاصل کیا تھا۔ وہ بے خبر ہوں یا ناممکن ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ قال الذی

عندہ علم من الکتاب جس کے پاس کتاب کا علم تھا انہوں نے کہا انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک میں تخت بلقیس آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا بتاؤ وہ کتاب آصف نے کس سے پڑھی تھی خود حضرت سلیمان علیہ السلام سے تعجب ہے کہ شاگرد کو خبر ہو۔ اور استاذ کو نہ ہو۔ رب تعالیٰ سمجھ دے غرضیکہ آپ کو علم تھا مگر وقت سے پہلے اظہار نہ تھا۔ طلب وسیلہ برائے حصول مرادات از خدائے تعالیٰ چیزے دگراست۔

اعتراض (۲۲)......رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ فیغفر لمن یشآء ویعذب من یشآء۔ رب تعالیٰ جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے عذاب دے گا جن نبیوں اور ولیوں کو تم مغفرت کا وسیلہ سمجھتے ہو خود ان کی مغفرت یقینی نہیں۔ نہ معلوم ان کی بخشش ہو یا نہ ہو۔ اگر وہ تمہارے وسیلے ہیں تو بتاؤ اگر خدا تعالیٰ انہیں پکڑے تو ان کا وسیلہ کون بنے گا۔ من یشآء میں من عام ہے نبی ولی سب کو شامل ہے (بعض بے ادب دیوبندی)

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک عالمانہ دوسرا صوفیانہ۔ عالمانہ جواب یہ ہے کہ بندے تین طرح کے ہیں ایک وہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر دی گئی جیسے ابولہب اور اس کی بیوی جمیلہ جن کے بارے میں فرمادیا گیا۔

سیصلیٰ نارا ذات لھب وامراتہ الخ (پارہ ۳۰ سورہ لھب آیت نمبر ۳۔۴) یہ اور اس کی بیوی عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے۔ دوسرے وہ جن کے جنتی ہونے کی خبر دی گئی۔ فرمادیا گیا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ (پارہ ۳۰ سورہ البینہ آیت نمبر ۸) اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے یا فرمادیا کلا وعد اللہ الحسنیٰ اللہ تعالیٰ نے ان سب سے جنت کا وعدہ کرلیا۔ تیسرے وہ جن کے متعلق کوئی خبر نہ دی گئی جیسے ہم لوگ۔ پہلی جماعت کا دوزخی ہونا اور دوسری جماعت کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا سچا ہونا ایسی ہی اس کی صفت ہے جیسے اس کا ایک ہونا تمہاری پیش کردہ آیات میں تیسری جماعت مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

صوفیانہ جواب یہ ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ رب تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے نیک اعمال کی توفیق دے کر جنتی بناتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے گمراہ کر کے جہنمی بناتا ہے یعنی لوگوں کے جنتی اور جہنمی ہونے کا ارادہ ہو چکا۔ قیامت میں صرف اس کا ظہور ہوگا۔ ہر ایک کے متعلق قلم چل چکا ہے یہ مطلب نہیں کہ جس نیک کار کو چاہے جہنمی ہو چکا اور جس کو وہ جنتی ہونا چاہ چکا وہ جنتی ہو چکا۔ اب اس کا برعکس ہونا اس آیت کے خلاف ہوگا۔

اعتراض (۲۳)......قرآن کریم فرمارہا ہے کہ کفار نے نبی ﷺ سے مطالبہ کیا کہ لن نومن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعاً۔ الایۃ۔

یعنی ہم اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ زمین سے چشمے جاری نہ کردیں یا آپ کے پاس کھجور و انگور کا باغ نہ ہو جس کے بیچ میں نہریں ہوں۔ الخ اس کے جواب میں فرمایا گیا۔ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولاً۔ کہ سبحان اللہ میں تو صرف رسول بشر ہوں مجھ میں یہ طاقت نہیں اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ نبی میں کوئی طاقت اور زور نہیں بندہ مجبور ہیں ورنہ انہیں یہ معجزے دکھا کر مسلمان کرلیا جاتا۔ دوسرے یہ کہ پانی کے چشمے بہانا۔
باغ اگانا یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے نبی ولی کا نہیں۔ اسی طرح بیٹی بیٹا بخشنا عزت ذلت دینا مرادیں پوری کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے کسی کو ان چیزوں کا وسیلہ ماننا بھی اس آیت کے خلاف ہے۔

جواب:۔ نبی اس سے کہیں زیادہ طاقت ہے یہ کہو کہ ان کے مطالبہ پر اپنی طاقت دکھائی نہیں کیونکہ وہ ایمان لانے کی نیت سے یہ

مطالبہ نہ کرتے تھے بلکہ نبی کا زور آزمانے کے لیے کرتے تھے اور جس قوم نے نبی کا زور آزمایا وہ مٹادی گئی۔ فرعون نمرود قوم عاد وثمود ان سب نے نبی کا زور دیکھنا چاہا زور دکھایا گیا مگر وہ ایمان نہ لائے ہلاک ہو گئے حضور ﷺ کا ان کے یہ مطالبے پورے نہ فرمانا رحمت کی بنا پر ہے۔ ورنہ وہ تو زمین سے چشمے نکالنے کا مطالبہ کرتے تھے حضور ﷺ نے انگلیوں سے چشمے بہادیئے۔ وہ تو کھجور وانگور کے باغ کا مطالبہ کرتے تھے حضور ﷺ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایا۔ ڈوبے ہوئے سورج کو لوٹایا۔ کھاری کنوئیں کو میٹھا بنایا مکڑیوں کنکریوں سے اپنا کلمہ پڑھوایا۔ فقیروں کو بادشاہ بنادیا جس کو چاہا غنی کر دیا۔

ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

بوریا ممنون خواب راحتش　　تاج کسریٰ زیر پائے امتش

غرضیکہ ہونا ہونا اور چیز ہے اور دکھانا کچھ اور۔ اور اس آیت میں طاقت نہ دکھانے کا ذکر ہے ان سرکش کافروں کو تاکہ ہلاک نہ ہو جائیں۔

خاتمہ

حقیقت یہ ہے کہ وہابیوں دیوبندیوں کو خدا نے گمراہ کر دیا۔ ان کی شامت آگئی ہے اس لئے تمام وسیلوں سے منہ موڑ رہے ہیں جسے خدا ہدایت دیتا ہے وہ ولی اور مرشد کے دامن میں رہتا ہے اور جسے رب گمراہ کرتا ہے اس کا نہ ولی نہ مرشد۔ رب فرماتا ہے۔ **ومن یضلل فلن تجدلہ ولیا مرشدا**۔ جسے رب گمراہ کر دے اس کے لئے نہ تو تم کوئی ولی پاؤ گے نہ مرشد یہ بے پیرے بے نورے درگاہ الٰہی سے نکالے ہوئے ہیں۔ یہ ساری باتیں اسی سبب سے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہر نئے مذہب سے بچیں اسی راستے پر رہیں جو اب تک اللہ کے نیک بندوں کا ہے بے سمجھے بوجھے قرآن کا ترجمہ گمراہی کا راستہ ہے رب فرماتا ہے۔ **یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا**۔ رب تعالیٰ اس قرآن سے بہت لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اور بہت کو گمراہ کر دیتا ہے ہدایت ملنے کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ اچھوں کے ساتھ رہو رب فرماتا ہے **یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین**۔ اے مسلمانو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو ہمیں سورہ فاتحہ میں یہ دعا مانگنے کی ہدایت فرمائی۔ **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم**۔ اے مولیٰ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے (یعنی قائم رکھ) ان بندوں کے راستہ پر جن پر تو نے انعام کیا۔ یعنی نبیوں صدیقوں شہداء اور صلحاء کے راستہ پر قائم رکھ۔ آج ہر چکڑالوی ہر قادیانی ہر دیوبندی وہابی ہر بے دین قرآن کریم بغل میں دبائے پھر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ قرآن کی رو سے ہیں سچا ہوں جیسے کہ یزیدیوں سے بے سوچے سمجھے نفسانی خواہش سے قرآن پڑھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر یہ آیت چسپاں کی **فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ** یعنی جو بادشاہ اسلام سے باغی ہو جائے اس سے جنگ کرو یہاں تک کہ رجوع کرے انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تو باغی اور یزید پلید کو بادشاہ اسلام بنایا غرضیکہ بے سمجھے قرآن کے ترجموں نے بہت لوگوں کا بیڑا غرق کر دیا ہے اگر چاہتے ہو کہ دنیا سے ایمان سلامت لے جاؤ تو اسی راستہ پر چلو جو اولیائے کرام اور علمائے عظام کا راستہ ہے اور اسی میں دین ودنیا کی بھلائی ہے۔

آج سوائے مذہب اہل سنت کے کسی فرقہ میں اولیاء موجود نہیں معلوم ہوا کہ یہی جماعت حق پر ہے جب تک دین موسوی منسوخ نہ ہوا تھا بنی اسرائیل میں ہزارہا ولی ہوئے جب وہ منسوخ ہو گیا اب ان میں کوئی ولی نہیں۔ حضرت مریم۔ اصحاب کہف آصف بن برخیا جن کے قصے قرآن شریف میں مذکور ہیں سب بنی اسرائیل کے ولی تھے جریج اسرائیلی کی ولایت کا یہ حال تھا کہ اس نے چار سال کے بچے سے

اپنی پاکدامنی کی گواہی لے لی مگر بتاؤ جب سے یہ دین منسوخ ہوا اب کوئی یہودی عیسائی ولی ہوا۔ جب ان میں ایمان ہی نہیں تو ولایت کہاں سے آوے اسی طرح آج سوائے مذہب اہل سنت کے کسی فرقہ میں ولی نہیں کوئی دیوبندی ولی نہیں۔ کوئی قادیانی چکڑالوی غیر مقلد ولی نہیں ادھر دیکھو کہ حضور غوث پاک سرکار بغداد ہم میں حضور خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہم میں، حضور خواجہ بہاؤ الدین نقشبند ہم میں۔ حضور شیخ شہاب الدین سہروردی ہم میں گزرے ہیں اب بھی مذہب اہل سنت میں ہزار ہا اولیاء جلوہ گر ہیں۔ حضرت پیر سید حیدر شاہ صاحب جلال پوری حضرت خواجہ مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اعلیٰ حضرت بریلوی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی اور تمام گدی والے حضرات ہماری ہی جماعت میں ہیں۔ یہ تمام حضرات پکے سنی متقی وسیلہ کے قائل۔ نیاز۔ عرس۔ فاتحہ۔ میلاد شریف پر عامل رہے۔ ان اولیاء کرام کا ہم میں ہونا مذہب اہل سنت کی حقانیت کی کھلی دلیل ہے آج تمام فرقوں کو میں چیلنج کرتا ہوں کہ اپنے مذہبوں میں اولیاء دکھائیں۔ ولی کی پہچان قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی ہے۔ کہ خلقت انہیں ولی مانے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لهم البشرى في الحيوة الدنيا وفي الاخرة** ان کے لئے دنیا و آخرت میں خوشخبری دنیا کی خوشخبری عام لوگوں کا ان کی طرف جھکنا۔ اور آخرت کی خوشخبری ملائکہ کا انہیں مبارکباد دینا قرآن کریم فرماتا ہے۔ **ان الذين امنوا وعملوا الصلحت سيجعل لهم الرحمن ودا۔** یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کی محبت سب کے دلوں میں ڈال دے گا۔ جن بزرگوں کے نام ہم نے گنائے ہیں ان کو عام خلقت ولی مانتی ہے چونکہ دیوبندیوں میں کوئی نہیں اس لیے وہ اولیاء اللہ کو گالیاں دینے لگے۔ جیسے قادیانیوں کے مسیح موعود مرزا میں کوئی کرامت یا معجزہ نہیں تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرنے لگے۔ بہرحال مسلمان اس فقیر کے اس قاعدہ کو یاد رکھیں کہ وہی راستہ اختیار کریں جو اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آج کل کی زہریلی ہواؤں سے ان کا ایمان محفوظ رہے گا گلدستہ کی گھاس پھولوں کے وسیلہ سے بادشاہوں کے ہاتھ میں پہنچ جاتی ہے بادام کے چھلکے مغز کے ساتھ تلتے ہیں مگر علیحدہ ہو کر پھینک دیئے جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کتابوں سے علم و حکمت ملتا ہے لیکن دین کسی کی نظر سے نصیب نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

علم و حکمت از کتب دین از نظر　　دین مجو اندر کتب اے بے خبر

بوسہ زن بر آستانے کاملے　　کیمیا پیدا کن از مشتے گلے

دین صرف کتابوں سے نہ ڈھونڈو کتابوں سے صرف علم ملتا ہے اور دین کامل کی نگاہ کرم سے۔ اپنے جسم کو کیمیا بنا لو اس طرح کہ کسی کامل کے آستانہ پر ادب سے بوسہ دو۔

اگر قرآن شریف کا ترجمہ پڑھ لینے سے دین مل جاتا تو ابوجہل ابولہب اور ابلیس اول درجہ کے مومن ہوتے کیونکہ یہ ترجمہ جانتے تھے صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض حاصل نہ کیا مارے گئے۔

آؤ ہم مثنوی شریف کا ایک قصہ سنا کر رسالہ کو ختم کریں تا کہ وسیلہ اولیاء کا رسالہ ولی کامل کے ذکر پر ختم ہو۔

حکایت

مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز کے زمانہ میں بسطام شریف میں ایک رنڈی آگئی جس کے حسن و جمال اور خوش آواز پر خلقت عاشق ہوگئی مسجدیں خانقاہیں خالی ہوگئیں اور رنڈی کے گھر تماشائیوں کا ہر وقت میلہ لگا رہتا۔ کسی شخص نے حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت آپ

کے زمانہ اور آپ کے شہر میں ایسا فسق وفجور۔ حضور نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس شخص نے سارا ماجرا عرض کردیا۔ فرمایا ہمیں اس رنڈی کا مکان بتاؤ آپ مصلے اور لوٹا لے کر اس کے گھر پہنچ گئے تمام تماشائی آپ کو دیکھ کر غائب ہوگئے آپ نے اس رنڈی کے دروازے پر مصلے بچھا دیا۔ اور نوافل شروع کردیئے۔ جو ادھر آتا آپ کو دیکھ کر لوٹ جاتا۔ یہاں تک کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا اور کسی کے آنے کا خطرہ نہ رہا۔ تو آپ نے اس رنڈی سے پوچھا تیری روزانہ کی آمدنی کتنی ہے اس نے بتائی آپ نے اتنی نقدی مصلے کے نیچے سے نکال کر اس کے حوالے کردی۔

فقیروں کی جھولی میں ہوتا ہے سب کچھ　　　مگر چاہیئے ان سے لینے کا ڈھب کچھ
بہت جانچ لیتے ہیں دیتے ہیں تب کچھ

پھر آپ نے اسے فرمایا کہ اب تیری یہ رات ہم نے خرید لی کیونکہ تیری اجرت دیدی اس نے عرض کی کہ ہاں بے شک پھر حضور نے فرمایا اچھا اب ہم جو کہیں تو وہ کر۔ بولی بہت اچھا آپ نے فرمایا وضو کر کے دو نفل کی نیت کر۔ غرضیکہ اسے نماز میں کھڑا کردیا۔ جب تک اس نے قیام کیا وہ رنڈی تھی۔ رکوع میں گئی تو رنڈی تھی قومہ کیا تو رنڈی تھی مگر جب سجدہ میں گئی ادھر تو اس کا سر سجدہ میں جھکا اور ادھر سلطان العارفین کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھے مولانا فرماتے ہیں کہ آپ نے بدرگاہ خدا عرض کیا۔

آنچہ کار من بود آخر کردمش　　　کز زنا سوئے نماز آوردمش

اے مولیٰ تو قوی میں ضعیف تو رب میں بندہ مجھ عاجز کمزور اور ضعیف بندے کا تو اتنا ہی کام تھا کہ فاسقہ کو زنا سے ہٹا کر تیرے دروازے پر جھکا دیا اگلا کام تیرا ہے کہ تو اس جھکے ہوئے سر کو قبول کرے یا رد کرے پھر عرض کیا کہ اگر تو نے اس کو رد کردیا تو میری بدنامی ہوجائے گی کہ لوگ کہیں گے سلطان العارفین تجھے کیا دے گئے۔

بر درت آوردہ ام من اے خدا　　　قلب ہا قلب طفیل مصطفی

یہ نہ دیکھ کہ آنے والا کون ہے مولیٰ یہ دیکھ کہ لانے والا کون ہے اگر چہ آنے والی ایک فاسقہ ہے لیکن لانے والا میں گنہگار ہوں اس لئے اس ہرے گنبد والے کالی زلفوں والے محبوب ﷺ کے صدقہ اس کے دل کا رخ بدل دے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ فاسقہ ولیہ بن گئی پھر بعد میں اس کے دوست اسے بلاتے تو وہ اندر سے کہلا بھیجتی کہ اب میں نے ان آنکھوں سے سلطان العارفین کو دیکھ لیا جو سلطان العارفین کو دیکھ لے وہ کسی کو نہ دیکھے۔

سورج کی شعاعیں کی آتشی شیشہ کے ذریعہ کسی کپڑے پر ڈالی جائیں تو وہ کپڑا جل جاتا ہے اگر یہ آتشی شیشہ درمیان میں نہ ہو۔ تو جلن پیدا نہیں ہوتی مدینہ کے سورج ﷺ کی نورانی شعاعیں بغداد والے یا اجمیر والے شیشہ کے ذریعہ دل پر ڈالو تاکہ تپش اور درد پیدا ہو۔ یہ درد دل وہ چیز ہے جس کے سبب انسان فرشتوں سے افضل ہو۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

احقر العباد

احمد یار خاں

سرپرست: مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات

بحث بدعت کے معنی اور اس کے اقسام واحکام

اس میں دو باب ہیں۔ پہلا باب بدعت کے معنی اور اس کے اقسام واحکام میں۔ دوسرا باب اس پر اعتراضات وجوابات میں۔

پہلا باب

بدعت کے معنی اور اس کے اقسام واحکام میں

بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز قرآن کریم فرماتا ہے۔
قل ما کنت بدعا من الرسل۔
ترجمہ: فرمادو کہ میں نیا رسول نہیں ہوں۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۴۶ آیت نمبر ۹)

نیز فرماتا ہے **بدیع السموت والارض** (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۱۷) آسمانوں اور زمینوں کا ایجاد کرنے والا ہے۔ نیز فرماتا ہے **ورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم**۔ (پارہ ۲۷ سورہ ۵۷ آیت نمبر ۲۷)۔

ان آیات میں بدعت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی ایجاد کرنا، نیا بنانا وغیرہ۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ہے۔ **قال النووی البدعته کل شیئی عبل علی غیر مثال سبق** بدعت وہ کام ہے جو بغیر گزری مثال کے کیا جاوے۔
(مرقات المفاتیح ج ۱ ص ۲۱۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اب بدعت تین معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ نیا کام جو حضور انور کے بعد ایجاد ہوا۔ خلاف سنت کام جو دافع سنت ہو۔ برے عقائد جو بعد میں پیدا ہوئے پہلے معنی سے بدعت دو قسم کی ہے۔ حسنہ، سیئہ دوسرے دو معنی سے ہر بدعت سیئہ ہی ہے جن بزرگوں نے فرمایا کہ ہر بدعت سیئہ ہوتی ہے وہاں دوسرے معنی مراد ہیں وہ جو حدیث میں ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے وہاں تیسرے معنی مراد ہیں لہذا احادیث واقوال علماء آپس میں متعارض نہیں۔

بدعت کے شرعی معنی ہیں وہ اعتقاد یا وہ اعمال جو کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ حیات ظاہری میں نہ ہوں بعد میں ایجاد ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بدعت شرعی دو طرح کی ہوئی۔ بدعت اعتقادی اور بدعت عملی۔ بدعت اعتقادی ان برے عقائد کو کہتے ہیں جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد اسلام میں ایجاد ہوئے عیسائی، یہودی، مجوسی اور مشرکین کے عقائد بدعت اعتقادی نہیں۔ کیونکہ یہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ پاک میں موجود تھے۔ نیز ان عقائد کو عیسائی وغیرہ بھی اسلامی عقائد نہیں کہتے اور جبریہ، قدریہ، مرجیہ، چکڑالوی، غیر مقلد، دیوبندی عقائد بدعت اعتقادیہ ہیں۔ کیونکہ یہ سب بعد کو بنے۔ اور یہ لوگ ان کو اسلامی عقائد سمجھتے ہیں۔ مثلاً دیوبندی کہتے ہیں کہ خدا جھوٹ پر قادر ہے۔ حضور علیہ السلام غیب سے جاہل یا حضور علیہ السلام کا خیال نماز میں بیل گدھے کے خیال سے بدتر ہے۔ یہ ناپاک عقیدے بارھویں صدی کی پیداوار ہیں۔ جیسا کہ ہم شامی سے اس کا ثبوت مقدمہ کتاب میں دے چکے ہیں۔ بدعت حسنہ کے ثبوت ملاحظہ ہوں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وجعلنا فی قلوب الذین اتبعوہ رافۃ ورحمۃ ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم الا ابتغآء رضوان اللہ** (پارہ ۲۷ سورہ ۵۷ آیت نمبر ۲۷) پھر فرماتا ہے **فاتینا الذین امنوا منھم اجرھم** اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسائیوں نے بدعت حسنہ یعنی تارک الدنیا ہو جانا ایجاد کیا رب نے اس کی تعریف کی بلکہ اس پر اجر بھی دیا۔ ہاں جو اسے نبھا نہ سکے ان پر عتاب آیا۔

فرمایا گیا۔ فمارعوھا حق رعایتھا (پارہ ۲۷ سورہ ۵۷ آیت نمبر ۲۷) دیکھو ایجاد بدعت پر عتاب نہیں ہوا بلکہ نبھانے پر۔ معلوم ہوا کہ بدعت حسنہ اچھی چیز ہے اور باعث ثواب۔ مگر اس پر پابندی نہ کرنا براخیر الامور ادومھا لہذا چاہئیے کہ مسلمان محفل میلاد شریف وغیرہ پر پابندی کریں۔ مشکوٰۃ باب الاعتصام کی پہلی حدیث ہے کہ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد جو شخص ہمارے اس دین میں وہ عقیدے ایجاد کرے جو دین کے خلاف ہوں وہ مردود ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الاول ص ۲۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم شریف ج ۳ ص ۱۳۴۳ رقم الحدیث ۱۷۱۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ المقدمہ باب تعظیم حدیث رسول اللہ ج ۱ ص ۷ رقم الحدیث ۱۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۰۷ رقم الحدیث ۲۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

ہم نے ماکے معنی عقیدے اس لئے کئے ہیں کہ دین عقائد کا ہی نام ہے اعمال فروع میں بے نمازی گنہگار ہے بے دین یا کافر نہیں۔ بداعتقادیا تو گمراہ ہے یا کافر۔ اس کے ماتحت مرقات میں ہے۔

والمعنی ان من احدث فی الاسلام رایا فھو مردود علیه اقول فی وصف ھذا الامر اشارۃ الی ان امر الاسلام کمل۔

ترجمہ: معنی یہ ہیں کہ جو اسلام میں ایسا عقیدہ نکالے کہ دین سے نہیں ہے وہ اس پر پردے ہے میں کہتا ہوں کہ ہذا الامر کے وصف میں اس طرف اشارہ ہے کہ اسلام کا معاملہ مکمل ہو چکا۔

ثابت ہوا کہ بدعت عقیدے کو فرمایا گیا۔ اسی مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے تو فرمایا بلغنی انه قد احدث فان کان احدث فلا تقرعه منی السلام مجھے خبر ملی ہے کہ وہ بدعتی ہو گیا ہے اگر ایسا ہو تو اس کو میرا سلام نہ کہنا۔ بدعتی کیسے ہوا؟

فرماتے ہیں۔

یقول یکون فی امتی خسف ومسخ او قذف یف اھل القدر۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام فرماتے تھے کہ میری امت میں زمین میں دھنسا صورت بدلنا یا پتھر برسنا ہو گا قدریہ لوگوں میں۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب باب الایمان بالقدر الفصل الثالث ص ۲۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ وہ قدریہ یعنی تقدیر کا منکر ہو گیا تھا۔ اس کو منکر فرمایا۔ درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الامت میں ہے۔

ومبتدع ای صاحب بدعة وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول۔

ترجمہ: بدعتی امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے بدعت اس عقیدے کے خلاف اعتقاد رکھنا ہے جو حضور علیہ السلام سے معروف ہیں۔

(الدر المختار وعلی حاشیہ کشف الاستار کتاب الامامۃ ص ۸۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بدعت نئے اور برے عقائد کو بھی کہتے ہیں اور بدعت اور بدعتی پر جو سخت وعیدیں احادیث میں آئی ہیں ان سے مراد بدعت اعتقادیہ ہے حدیث میں ہے کہ جس نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔ یعنی بدعت اعتقادیہ والے کی۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۰ میں ہے۔ جس بدعت میں ایسی شدید وعید ہے وہ بدعت فی العقائد ہے۔ جیسا کہ روافض خوارج کی بدعت ہے۔

بدعت عملی ہر وہ کام ہے جو حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک کے بعد ایجاد ہوا خواہ وہ دنیاوی ہو یا دینی خواہ صحابہ کرام کے زمانہ میں ہو یا اس کے بھی بعد۔ مرقات باب الاعتصام میں ہے۔

وفی الشرع احداث مالم یکن فی عھد رسول اللہ علیه السلام۔

ترجمہ: بدعت شریعت میں اس کام کا ایجاد کرنا ہے جو کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ ہو۔

اشعۃ اللمعات میں یہ ہی باب بدانکہ ہر چیز پیدا شدہ بعد از پیغمبر علیہ السلام بدعت است جو کام حضور علیہ السلام کے بعد پیدا ہو وہ بدعت ہے۔

(اشعۃ اللمعات باب الاعتصام الفصل الاول ج ا ص ۱۳۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

ان دونوں عبارتوں میں نہ تو دینی کام کی قید ہے نہ زمانہ صحابہ کا لحاظ جو کام بھی ہو دینی ہو یا دنیاوی حضور علیہ السلام کے بعد جب بھی ہو خواہ زمانہ صحابہ میں یا اس کے بعد وہ بدعت ہے ہاں عرف عام میں ایجادات صحابہ کرام کو سنت صحابہ کہتے ہیں بدعت نہیں بولتے یہ عرف ہے ورنہ خود فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت مقرر فرما کر فرمایا نعمتہ البدعتہ هذه یہ تو بہت ہی اچھی بدعت ہے۔

بدعت عملی دو قسم کی ہے۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ بدعت حسنہ وہ نیا کام جو کسی سنت کے خلاف نہ ہو جیسے محفل میلاد اور دینی مدارس اور نئے نئے عمدہ کھانے اور پریس میں قرآن و دینی کتب کا چھپوانا اور بدعت سیئہ وہ جو کہ کسی سنت کے خلاف ہو یا سنت کو مٹانے والی ہو۔ جیسے کہ غیر عربی میں خطبہ جمعہ وعیدین پڑھنا یا کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھنا پڑھانا کہ اس میں سنت خطبہ یعنی عربی میں نہ ہونا اور تبلیغ تکبیر کی سنت اٹھ جاتی ہے۔ یعنی بذریعہ مکبرین کے آواز پہنچانا بدعت حسنہ جائز بلکہ بعض وقت مستحب اور واجب بھی ہے اور بدعت سیئہ مکروہ تنزیہی یا مکروہ تحریمی یا حرام ہے۔ اس تقسیم کو ہم آئندہ بیان کریں گے۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی دلیل سنو۔ اشعۃ اللمعات جلد اول باب الاعتصام زیر حدیث **و کل بدعتہ ضلالۃ** ہے۔ وآنچہ موافق اصول وقواعد وسنت اوست وقیاس کردہ شدہ است آں را بدعت حسنہ گویند وآنچہ مخالف آں باشد باعث ضلالت گویند۔ جو بدعت کہ اصول اور قوانین اور سنت کے موافق ہے اور اس سے قیاس کی ہوتی ہے۔ اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور جو اس کے خلاف ہے اس کو بدعت گمراہی کہتے ہیں۔

(اشعۃ اللمعات باب الاعتصام الفصل الاول ج ا ص ۱۳۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

مشکوۃ باب العلم میں ہے۔

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله واجر من عمل بها من م بعده من غير ان ينقص من اجورهم شيئى و من سن فی الاسلام سنة سيئة فعليه وزرها و وزر من عمل بها من غير ان ينقص من اوزاهم شيئى۔

ترجمہ: جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے اس کو اس کا ثواب ملے گا۔ اور اس کا بھی جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہو گا اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ جاری کرے اس پر اس کا گناہ بھی ہے اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں اور ان کے گناہ بھی ہے اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں اور ان کے گناہ میں بھی کچھ کمی نہ ہو گی معلوم ہوا کہ اسلام میں کار خیر ایجاد کرنا ثواب کا باعث ہے۔ اور برے کام نکالنا گناہ کا موجب۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب الحث علی الصدقہ ج ۲ ص ۷۰۵ رقم الحدیث ۱۰۱۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن نسائی کتاب الزکاۃ باب التحریض علی الصدقہ ج ۵ ص ۷۵-۷۶ رقم الحدیث ۲۵۵۴ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن ابن ماجہ مقدمہ باب من سنۃ حسنۃ اوسیئۃ ج ا ص ۷۴ رقم الحدیث ۲۰۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۷-۳۵۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۱۰۱-۱۰۲ رقم الحدیث ۳۳۰۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

شامی کے مقدمہ میں فضائل امام ابوحنیفہ بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

قال العلمآء هذه احاديث من قواعد الاسلام وهو ان كل من ابتدع شيئاً من الشر كان عليه مثل وزر من اقتدى به فی ذلك و كل من ابتدع شيئاً من الخير كان له مثل اجر كل من يعمل الى يوم القيمة۔

ترجمہ: علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں اسلام کے قانون ہیں کہ جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرے اس پر اس کام میں ساری پیروی کرنے

والوں کا گناہ ہے اور جو شخص اچھی بدعت نکالے اس کو قیامت تک کے سارے پیروی کرنے والوں کا ثواب ہے۔
(ردالمحتار علی درالمختار ج اص ۴۳مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اچھی بدعت ثواب ہے اور بری بدعت گناہ۔

بری بدعت وہ ہے جو سنت کے خلاف ہو۔ اس کی بھی دلیل ملاحظہ ہو۔ مشکوۃ باب الاعتصام میں ہے۔

من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد۔

ترجمہ: جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی رائے نکالے جو کہ دین سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔
(مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الاول ص ۲۷مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

دین سے نہیں ہے کے معنی یہ ہیں کہ دین کے خلاف ہے۔ چنانچہ اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کی شرح میں ہے۔

ومراد چیزے است کہ مخالف ومغیر آن باشد۔

اس سے مراد وہ چیز ہے جو کہ دین کے خلاف یا دین کو بدلنے والی ہو۔ اسی مشکوۃ باب الاعتصام تیسری فصل میں ہے۔

ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة فتمسك بسنة خير من احداث بدعة۔

ترجمہ: کوئی قوم بدعت ایجاد نہیں کرتی مگر اتنی سنت اٹھ جاتی ہے۔ لہٰذا سنت کو لینا بدعت کے ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔
(مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثالث ص ۳۱مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس کی شرح میں اشعۃ اللمعات میں ہے۔ وچوں احداث بدعت رافع سنت است ہمیں قیاس اقامت سنت قاطع بدعت خواہد بود۔

اور جب بدعت نکالنا سنت کو مٹانے والا ہے۔ تو سنت کو قائم کرنا بدعت کو مٹانے والے ہوگا۔

اس حدیث اور اس کی شرح سے یہ معلوم ہوا کہ بدعت سیئہ یعنی بری بدعت وہ ہے کہ جس سے سنت مٹ جاوے۔ اس کی مثالیں ہم پہلے دے چکے ہیں۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی پہچان خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ اسی جگہ دھوکا ہوتا ہے۔

بدعت کی قسمیں اور ان کے احکام

یہ تو معلوم ہو چکا کہ بدعت دو طرح کی ہے۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ اب یاد رکھنا چاہیئے کہ بدعت حسنہ تین طرح کی ہے۔

بدعت جائز...... بدعت مستحب،...... بدعت واجب۔

اور بدعت سیئہ دو طرح کی ہے۔ **بدعت مکروہ** ......اور...... **بدعت حرام۔**

اس تقسیم کی دلیل ملاحظہ ہو۔ مرقات باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ہے۔

البدعة اما واجبة كتعلم النحو وتدوين اصول الفقه واما محرمة كمذهب الجبرية واما مندوبة كاحداث الروابط والمدارس وكل احسان لم يعهد في الصدر الاول وكالتراويح اى بالجماعة العامة واما مكروهة كذخرفة المسجد واما مباحة كالمصافحة عقيب الصبح والتوسع بلذيذ الماكل والمشارب۔

ترجمہ: بدعت یا تو واجب ہے جیسے علم نحو کا سیکھنا اور اصول فقہ کا جمع کرنا اور یا حرام ہے جیسے جبریہ مذہب اور یا مستحب ہے۔ جیسے مسافر خانوں اور مدرسوں کا ایجاد کرنا اور ہر وہ اچھی بات جو پہلے زمانہ میں نہ تھی اور جیسے عام جماعت سے تراویح پڑھنا اور یا مکروہ ہے جیسے مسجدوں کو فخریہ زینت دینا اور یا جائز ہے جیسے فجر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا اور عمدہ عمدہ کھانوں اور شربتوں میں وسعت کرنا۔

(مرقات المفاتیح ج اص ۲۱۶مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

شامی جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب الامامت میں ہے۔

ای صاحب بدعة محرمة والا فقد تكون واجبة كنصب الادلة وتعلم النحو ومندوبة كاحداث نحو رباط ومدرسة وكل احسان لم يكن في الصدر الاول مكروهة كزخرفة المسجد ومباحة كالتوسع بلذيذ الماكل و المشارب والثياب كما في شرح الجامع الصغير۔

ترجمہ: یعنی حرام بدعت والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے ورنہ بدعت تو کبھی واجب ہوتی ہے جیسے کہ دلائل قائم کرنا اور علم نحو سیکھنا اور کبھی مستحب جیسے مسافر خانہ اور مدرسے اور ہر وہ اچھی چیز جو کہ پہلے زمانہ میں نہ تھی ان کا ایجاد کرنا اور کبھی مکروہ جیسے کہ مسجدوں کی فخریہ زینت اور کبھی مباح جیسے عمدہ کھانے شربتوں اور کپڑوں میں وسعت کرنا اسی طرح جامع صغیر کی شرح میں ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج ۱ص ۴۱۴ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

ان عبارات سے بدعت کی پانچ قسمیں بخوبی واضح ہوئیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ہر بدعت حرام نہیں بلکہ بعض بدعتیں کبھی ضروری بھی ہوتی ہیں جیسے کہ علم فقہ واصول فقہ قرآن کریم کا جمع کرنا یا قرآن کریم میں اعراب لگانا یا آج کل قرآن کریم کا چھاپنا اور دینی مدرسوں کے درس وغیرہ بنانا۔

بدعت کی قسموں کی پہچانیں اور علامتیں

بدعت حسنہ اور سیئہ کی پہچان تو بتادی گئی کہ جو بدعت اسلام کے خلاف ہو یا کسی سنت کو مٹانے والی ہو۔ وہ بدعت سیئہ۔ اور جو ایسی نہ ہو۔ وہ بدعت حسنہ ہے۔ اب ان پانچ قسموں کی علامتیں معلوم کرو۔

بدعت جائز......: ہر وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو۔ اور بغیر کسی نیت خیر کے کیا جاوے۔ جیسے چند کھانے کھانا وغیرہ۔ اس کا حوالہ مرقاۃ اور شامی میں گزر گیا۔ ان کاموں پر نہ ثواب نہ عذاب۔

بدعت مستحبہ......: وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اس کو عام مسلمان کار ثواب جانتے ہوں یا کوئی شخص اس کو نیت خیر سے کرے جیسے محفل میلاد شریف اور فاتحہ بزرگان کہ عام مسلمان اس کو کار ثواب جانتے ہیں۔ اس کو کرنے والا ثواب پاوے گا۔ اور نہ کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

مرقات باب الاعتصام میں ہے۔

وروى عن ابن مسعود ماراه المومنون حسنا فهو عند الله حسن۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۹ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۸۵۸۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۹ رقم الحدیث ۳۶۰۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۸۳ رقم الحدیث ۴۴۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المدخل السنن الکبری للبیہقی ج ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الخلفاء للکتاب الاسلامی الکویت)، (مسند الطیالسی ج ۱ ص ۳۳ رقم الحدیث ۲۴۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

وفي حديث مرفوع ولاتجمع امتي على الضلالة۔

ترجمہ: اور حدیث مرفوع میں ہے کہ میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔

(سنن الترمذی کتاب الفتن باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ ج ۴ ص ۴۶۶ رقم الحدیث ۲۱۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۱ ص ۲۰۱ رقم الحدیث ۳۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مشکوۃ کے شروع میں ہے۔

انما الاعمال بالنيات وانما لامرء مانوى۔

ترجمہ: اعمال کا مدار نیت سے ہے اور انسان کے لئے وہی ہے جو نیت کرے۔

(صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۵۱۵ رقم الحدیث ۱۹۰۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الترمذی قال ابوعیسی ہذا حدیث حسن صحیح ج ۴ ص ۱۷۹ رقم الحدیث ۱۶۴۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد باب فیما عنی بہ الطلاق والنیات ج ۲ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۲۲۰۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (مسند الحمیدی ج ۱ ص ۱۶ رقم الحدیث ۲۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۱۱۳۔۱۱۴ رقم الحدیث ۳۸۸۔۳۸۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (صحیح ابن خذیمۃ ج ۱ ص ۷۳ رقم الحدیث ۱۴۲ المکتب الاسلامی بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۴۲ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۴۱۳ رقم الحدیث ۴۲۲۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (مسند الطیالسی ص ۹ رقم الحدیث ۳۷ مطبوعہ دارالعرفۃ بیروت)، (سنن نسائی ج ۶ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۳۴۳۷ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (البحر الزخار المعروف بمسند البزار ج ۱ ص ۳۸۰۔۳۸۱ رقم الحدیث ۲۵۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (المنتقی لابن الجارود باب فی النیۃ فی الاعمال ص ۲۷ رقم الحدیث ۶۴ مطبوعہ موسسۃ الکتاب الثقافیۃ بیروت)، (مسند احمد ج ۱ ص ۲۵ رقم الحدیث ۱۶۸ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)، (سنن الکبری للبیہقی باب النیۃ فی الطہارۃ الحکمیۃ ج ۱ ص ۴۱ رقم الحدیث ۱۸۱ مطبوعہ مکتبۃ دارالباز مکۃ المکرمۃ)، (تاریخ بغداد ج ۶ ص ۱۵۳ برقم ۳۱۹۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (السنن الصغری للبیہقی ص ۱۸ رقم الحدیث ۱ مطبوعہ مکتبۃ الدار المدینۃ المنورۃ)، (مسند الربیع عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ص ۲۳ رقم الحدیث ۱ مطبوعہ دارالحکمۃ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبۃ عن ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۷ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۳۷۵۵۷۔۳۷۵۵۸ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

درمختار جلد اول بحث مستحبات وضو میں ہے۔

ومستحبہ وھو ما فعلہ النبی علیہ السلام مرۃ و ترکہ اخری وما احبہ السلف۔

ترجمہ: مستحب وہ کام ہے جو حضور علیہ السلام نے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑا ہو اور وہ کام جسے گزشتہ مسلمان اچھا جانتے ہوں۔

(الدرمختار علی حاشیہ کشف الاستار بحث مستحبات وضو ص ۲۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور)

شامی جلد پنجم بحث قربانی میں ہے۔

فان النیات تجعل العادات عبادات۔

ترجمہ: کیونکہ نیت خیر عادات کو عبادت بنا دیتی ہے۔

(ردالمحتار علی الدالمختار ج ۵ ص مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

اسی طرح مرقاۃ بحث نیت میں بھی ہے۔

ان احادیث و فقہی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جو جائز کام نیت ثواب سے کیا جاوے یا مسلمان اس کو ثواب کا کام جانیں۔ وہ عند اللہ بھی کار ثواب ہے۔ مسلمان اللہ کے گواہ ہیں جس کے اچھے ہونے کی گواہی دیں وہ اچھا ہے اور جس کو برا کہیں وہ برا۔ گواہی کی نفیس بحث ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو اور اس کتاب میں بھی عرس بزرگان کی بحث میں کچھ اس کا ذکر آویگا۔ انشاء اللہ۔

بدعت واجبہ......: وہ نیا کام جو شرعاً منع نہ ہو اور اس یک چھوڑنے سے دین میں حرج واقع ہو۔ جیسے کہ قرآن کے اعراب اور دینی مدارس اور علم نحو وغیرہ پڑھنا اس کے حوالے گزر چکے۔

بدعت مکروھہ......: وہ نیا کام جس سے کوئی سنت چھوٹ جاوے۔ اگر سنت غیر موکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اگر سنت موکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہ تحریمی۔ اس کی مثالیں اور حوالے گزر گئے۔

بدعت حرام......: وہ نیا کام جس سے کوئی واجب۔ چھوٹ جاوے۔ یعنی واجب کو مٹانے والی ہو۔

درمختار باب الاذان (الدرمختار علی حاشیہ کشف الاستار باب الاذان ص ۶۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور) میں ہے کہ بعد سلام کرنا ۷۸۱ھ میں ایجاد ہوا۔ لیکن وہ بدعت حسنہ ہے اس کے ماتحت شامی میں ہے کہ اذان جوق کے بارے میں فرماتے ہیں۔

ففیہ دلیل علی انہ غیر مکروہ لان المتوارث لایکون مکروھا و کذلک تقول فی الاذان بین یدی الخطیب فیکون بدعۃ حسنۃ اذ ما راہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ۱ ص ۲۸۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ جو جائز کام مسلمانوں میں مروج ہو جائے باعث ثواب ہے۔

آؤ ہم آپ کو دکھائیں کہ اسلام کی کوئی عبادت حسنہ سے خالی نہیں۔ فہرست ملاحظہ ہو۔

ایمان:۔ مسلمان کے بچہ بچہ کو ایمان مجمل اور ایمان مفصل یاد کرایا جاتا ہے۔ ایمان کی یہ دو قسمیں اور ان کے یہ دونوں نام بدعت ہیں قرون ثلثہ میں اس کا پتہ نہیں۔

کلمہ:۔ ہر مسلمان چھ کلمہ یاد کرتا ہے۔ یہ چھ کلمے ان کی تعداد ان کی ترکیب کہ یہ پہلا کلمہ ہے۔ یہ دوسرا اور ان کے یہ نام ہیں۔ سب بدعت ہیں۔ جن کا قرون ثلثہ میں پتہ بھی نہیں تھا۔

قرآن:۔ قرآن شریف کے تیس پارہ بنانا۔ ان میں رکوع قائم کرنا۔ اس پر اعراب لگانا اس کی سنہری رو پہلی جلدی تیار کرنا۔ قرآن کو بلاک وغیرہ بنا کر چھاپنا سب بدعت ہیں۔ جن کا قرون ثلثہ میں ذکر بھی نہ تھا۔

حدیث:۔ حدیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا۔ حدیث کی اسناد بیان کرنا۔ اسناد پر جرح کرنا اور حدیث کی قسمیں بنانا کہ یہ صحیح ہے یہ حسن، یہ ضعیف، یہ معضل، یہ مدلس ان قسموں میں ترتیب دینا کہ اول نمبر صحیح ہے۔ دوم نمبر حسن سوم نمبر ضعیف۔ پھر ان کے احکام مقرر کرنا کہ حرام وحلال چیزیں حدیث صحیح سے ثابت ہوں گی۔ اور فضائل میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوگی۔ غرضکہ سارا فن حدیث ایسی بدعت ہے۔ جس کا قرون ثلثہ میں ذکر بھی نہ تھا۔

اصول حدیث:۔ یہ فن بالکل بدعت ہے بلکہ اس کا تو نام بھی بدعت ہے اس کے سارے قاعدے قانون بدعت۔

فقه: اس پر آج کل دین کا دارومدار ہے۔ مگر یہ بھی از اول تا آخر بدعت ہے جس کا قرون ثلثہ میں ذکر نہیں۔

اصول فقه وعلم کلام:۔ یہ علم بھی بالکل بدعت ہے ان کے قواعد وضوابط سب بدعت۔

نماز:۔ نماز میں زبان سے نیت کرنا۔ بدعت جس کا ثبوت قرون ثلثہ میں نہیں۔ رمضان میں بیس تراویح پر ہمیشگی کرنا بدعت ہے خود امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا **نعمة البدعته هذه** یہ بڑی اچھی بدعت ہے۔

روزہ:۔ روزہ افطار کرتے وقت زبان سے دعا کرنا۔ **اللهم لك صمت** الخ اور سحری کے وقت دعا مانگنا کہ **اللهم بالصوم لك غدا نويت** بدعت ہے۔

زکوۃ:۔ زکوۃ میں موجود سکہ رائج الوقت ادا کرنا بدعت ہے قرون ثلثہ میں یہ تصویر والے سکے نہ تھے نہ ان سے زکوۃ جیسی عبادات ادا ہوتی تھی۔ موجودہ سکے سے غلوں سے فطرانہ نکالنا یہ سب بدعت ہیں۔

حج:۔ ریل گاڑیوں لاریوں موٹروں ہوائی جہازوں کے ذریعہ حج کرنا۔ موٹروں میں عرفات شریف جانا بدعت ہے اس زمانہ پاک میں نہ یہ سواریاں تھیں نہ ان کے ذریعہ حج ہوتا تھا۔

طریقت:۔ طریقت کے قریباً سارے مشاغل اور تصوف کے قریباً سارے مسائل بدعت ہیں مراقبے چلے پاس انفاس تصور شیخ ذکر کے اقسام سب بدعت ہیں۔ جن کا قرون ثلثہ میں کہیں پتہ نہیں چلتا۔

چار سلسلے:۔ شریعت وطریقت دونوں کے چار چار سلسلے یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اسی طرح قادری، چشتی، نقشبندی، کوئی صحابی تابعی حنفی قادری نہ ہوئے۔

اب دیوبندی بتائیں کہ بدعت سے بچ کر وہ دینی حیثیت سے زندہ بھی رہ سکتے ہیں؟ جب ایمان اور کلمہ میں بدعات داخل ہیں۔ تو

بدعت سے چھٹکارا کیسا؟

دنیاوی چیزیں:۔ آج کل دنیا میں وہ وہ چیزیں ایجاد ہو گئی ہیں۔ جن کا خیر القرون میں نام ونشان بھی نہ تھا اور جن کے بغیر اب دنیاوی زندگی مشکل ہے۔ ہر شخص ان کے استعمال پر مجبور ہے۔ ریل موٹر ہوائی جہاز سمندری جہاز تانگہ گھوڑا گاڑی پھر خط لفافہ تار ٹیلیفون ریڈیو لاؤڈ سپیکر وغیرہ یہ تمام چیزیں اور ان کا استعمال بدعت ہے اور انہیں ہر جماعت کے لوگ بلا تکلف استعمال کرتے ہیں۔

بولو دیوبندی، وہابی بغیر بدعات حسنہ کے دنیاوی زندگی گزار سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

لطیفہ:۔ ایک مولوی صاحب کسی شخص کا نکاح پڑھانے گئے۔ دولہا کے پھولوں کا سہرا بندھا ہوا تھا۔ جاتے ہی بولے یہ سہرا بدعت ہے شرک ہے حرام ہے نہ حضور نہ باندھا نہ صحابہ کرام نے نہ تابعین نے نہ تبع تابعین نے بتاؤ کونسی کتاب میں لکھا ہے کہ سہرا باندھو لوگوں نے سہرا کھول دیا جب نکاح پڑھا چکے تو دولہا کے باپ نے دس روپیہ کا نوٹ دیا۔ مولوی صاحب نوٹ جیب میں ڈال رہے تھے کہ دولہا نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ مولوی صاحب نکاح پڑھا کر روپیہ لینا بدعت ہے حرام ہے۔ شرک ہے۔ نہ حضور نے لئے نہ صحابہ نے نہ تابعین نے نہ تبع تابعین نے۔ بتاؤ کہاں لکھا ہے کہ نکاح کی فیس لو مولوی صاحب بولے یہ تو خوشی کے پیسے ہیں۔ دولہا نے کہا کہ سہرا بھی خوشی کا تھا۔ غم کا نہ تھا۔ مولوی صاحب شرم سے ڈوب گئے۔ یہ ہے ان بزرگوں کی بدعت۔

دوسرا باب

اس تعریف اور تقسیم پر اعتراضات وجوابات میں

ہم نے بدعت عملی کی یہ تعریف کی ہے کہ جو کام دینی یا دنیاوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے بعد ایجاد ہو وہ بدعت ہے خواہ زمانہ صحابہ کرام میں ہو یا اس کے بعد اس پر دو مشہور اعتراض ہیں۔

اعتراض (۱).......:۔ بدعت صرف اس دینی کام کو کہیں گے کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ایجاد ہو۔ دنیاوی نئے کام بدعت نہیں۔ لہذا محفل میلاد وغیرہ تو بدعت ہیں اور تار ٹیلیفون ریل گاڑی کی سواری بدعت نہیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ **من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد** جو شخص ہمارے دین میں کوئی بات نکالے وہ مردود ہے امرنا سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی ایجادات بدعت نہیں اور دینی بدعت کوئی بھی حسنہ نہیں سب حرام ہیں۔ کیونکہ حدیث میں ان سب کو کہا گیا کہ وہ مردود ہے۔

جواب:۔ دینی کام کی قید لگانا محض اپنی طرف سے ہے احادیث صحیحہ اور اقوال علماء اور محدثین کے خلاف ہے۔ حدیث میں ہے **کل محدث بدعة** (مشکوٰۃ باب الاعتصام الفصل الاول ص ۲۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) ہر نیا کام بدعت ہے اس میں دینی یا دنیاوی کی قید نہیں۔ نیز ہم اشعۃ اللمعات اور مرقاۃ کی عبارتیں نقل کر چکے ہیں اس میں دینی کام کی قید نہیں لگائی۔ نیز ہم پہلے باب میں مرقاۃ اور شامی کی عبارتیں دکھا چکے کہ انہوں نے عمدہ کھانے اچھے کپڑے بدعت جائزہ میں داخل کئے ہیں۔ یہ کام دنیاوی ہیں۔ مگر بدعت میں ان کو شمار کیا لہذا یہ قید لگانا غلط ہے۔ اگر مان بھی لیا جاوے کہ بدعت میں دینی کام کی قید ہے تو دینی کام اسی کو تو کہتے ہیں جس پر ثواب ملے۔ مستحبات، نوافل، واجبات، فرائض سب دینی کام ہیں کہ اس کو آدمی ثواب کے لئے کرتا ہے اور دنیا کا کوئی بھی کام نیت خیر سے کیا جاوے اس پر ثواب ملتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ مسلمان سے خندہ پیشانی سے ملنا صدقہ کا ثواب رکھتا ہے۔ اپنے بچوں کو پالنا نیت خیر سے ہو تو ثواب ہے۔ **حتی اللقمة ترفعها الی فی امراء** تک یہاں تک کہ جو لقمہ اپنی زوجہ کے منہ میں دے وہ بھی ثواب۔ لہذا مسلمان کا ہر دنیاوی کام دینی ہے۔

اب بتاؤ کہ نیت خیر سے پلاؤ کھلانا بدعت ہے یا نہیں؟ نیز دینی کام کی قید لگانا آپ کے لئے کوئی مفید نہیں۔ کیونکہ دیوبند کا مدرسہ وہاں کا نصاب دورہ حدیث تنخواہ لے کر مدرسین کا پڑھانا امتحان اور تعطیلات کا ہونا آج قرآن پاک میں اعراب لگانا قرآن و بخاری چھاپنا مصیبت کے وقت ختم بخاری کرنا جیسا کہ دیوبند میں پندرہ روپیہ لے کر کرایا جاتا ہے بلکہ سارا فن حدیث بلکہ خود احادیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا بلکہ خود قرآن کو کاغذ پر جمع کرنا۔ اس میں رکوع بنانا۔ اس کے تیس سیپارے کرنا وغیرہ وغیرہ سب ہی دینی کام ہیں اور بدعت ہیں۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ان سے کوئی کام نہ ہوا تھا۔ بولو یہ حرام ہیں یا حلال؟ بیچارے محفل میلاد شریف اور فاتحہ نے ہی کیا قصور کیا ہے جو صرف وہ تو اس لئے حرام ہوں کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ تھا اور اوپر ذکر کئے ہوئے سب کام حلال۔

ہم نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو اپنے مناظرہ میں کہا تھا کہ آپ حضرات چار چیزوں کی صحیح تعریف کر دیں۔ جس پر کوئی اعتراض نہ ہو جامع مانع ہو۔ تو جس قدر چاہیں ہم سے انعام لیں بدعت شرک دین عبادت اور اب بھی اپنے رب بھروسہ پر کہتے ہیں کہ دنیا کا کوئی دیوبندی کوئی غیر مقلد اور کوئی شرک و بدعت کی رٹ لگانے والا ان چار چیزوں کی تعریف ایسی نہیں کر سکتا جس سے اس کا مذہب بچ جاوے۔ آج بھی ہر دیوبندی اور ہر غیر مقلد کو اعلان عام ہے کہ ان کی ایسی صحیح تعریف کرو جس سے محفل میلاد حرام ہو۔ اور رسالہ قاسم اور پرچہ اہل حدیث حلال اور اولیاء اللہ سے مدد مانگنا شرک ہو اور پولیس وغیرہ سے استمداد عین اسلام اور کہے دیتے ہیں کہ انشاء اللہ یہ تعریفیں نہ ہو سکیں گی۔ لہٰذا چاہیئے کہ اپنے اس بے اصولے مذہب سے توبہ کریں اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہوں اللہ الموافق۔ وہ حدیث جو آپ نے پیش کی۔ اس کے متعلق ہم عرض کر چکے ہیں یا تو ما سے مراد عقائد ہیں کہ دین کا عام اطلاق عقائد پر ہوتا ہے اور اگر مراد اعمال بھی ہوں تو لیس منہ سے مراد وہ اعمل ہیں۔ جو خلاف سنت یا خلاف دین ہوں ہم اس کے حوالہ بھی پیش کر چکے ہیں۔

یہ کہنا کہ ہر بدعت حرام ہوتی ہے بدعت حسنہ کوئی چیز ہی نہیں یہ اس حدیث کے خلاف ہے جو پیش کی جا چکی کہ اسلام میں جو نیک کام ایجاد کرے وہ ثواب کا مستحق ہے اور جو برا کام ایجاد کرے وہ عذاب کا۔ نیز شامی اشعۃ اللمعات اور مرقاۃ کی عبارات پیش کی جا چکی ہیں کہ بدعت پانچ قسم کی ہے جائز واجب مستحب مکروہ اور حرام۔ اور اگر مان بھی لیا جاوے کہ ہر بدعت حرام ہے تو مدارس وغیرہ کو ختم کر دو کہ یہ بھی حرام ہیں۔ نیز مسائل فقہیہ اور اشغال صوفیہ جو خیر القرون کے بعد ایجاد ہوئے تمام حرام ہو جائیں گے۔ شریعت کے چار سلسلے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور طریقت کے چار سلسلے قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی یہ تمام ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ صحابہ کرام کے بعد ایجاد ہوئے پھر ان کے مسائل اجتہادیہ اور اعمال وظیفے مراقبے چلے وغیرہ سب بعد کی ایجاد ہیں اور سب لوگ ان کو دین کا کام سمجھ کر ہی کرتے ہیں چھ کلمہ، ایمان مجمل، و مفصل قرآن کے تیس پارے حدیث کی قسمیں اور ان کے احکام کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف یہ حسن ہے یا معضل وغیرہ عربی مدارس کے نصاب جلسہ دستار بندی سند لینا پگڑی بندھوانا ان چیزوں کا کہیں قرآن و حدیث میں نام بھی نہیں۔ کوئی دیوبندی وہابی ان چیزوں کو تو کیا ان کے نام بھی کسی حدیث میں نہیں دکھا سکتا۔ پھر حدیث کی اسناد اور راویوں پر مروجہ جرح خیر القرون سے ثابت نہیں کر سکتا غرضکہ شریعت و طریقت کا کوئی عمل ایسا نہیں جس میں بدعت شامل نہ ہو۔

مولوی اسمٰعیل صاحب صراط مستقیم صفحہ ۷ پر فرماتے ہیں۔ نیز اکابر طریقت نے اگرچہ اذکار و مراقبات و ریاضات و مجاہدات کی تعیین میں جو راہ ولایت کے مبادی ہیں کوشش کی ہے لیکن بحکم ہر سخن وقتی و ہر نکتہ مقامی دارد۔ ہر ہر وقت کے مناسب اشغال صوفیاء کی ایجاد ہے اور ہر زمانہ میں نئے نئے ہوتے رہتے ہیں جائز ہیں۔ بلکہ راہ سلوک ان ہی سے طے ہوتی ہے کہیئے کہ اب وہ قاعدہ کہاں گیا کہ ہر نئی چیز حرام ہے؟ ماننا پڑے گا کہ جو کام خلاف سنت ہو وہ برا ہے باقی عمدہ اور اچھا۔

اعتراض (۲)......:۔مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ جوکام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا صحابہ کرام یا تابعین یا تبع تابعین کے زمانہ میں سے کسی زمانہ میں ایجاد ہوجاوے وہ بدعت نہیں۔ان زمانوں کے بعد جوکام ایجاد ہوگا وہ بدعت ہے اور وہ کوئی بھی جائز نہیں۔سب حرام ہیں۔یعنی صحابہ کرام اور تابعین وتبع تابعین کی ایجادات سنت ہیں۔اس لئے کہ مشکوٰۃ باب الاعتصام میں ہے۔

(۱)فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ۔

ترجمہ: تم پر لازم ہے میری سنت اور ہدایت والے خلفائے راشدین کی سنت کہ اس کو دانت سے مضبوط پکڑلو۔

(سنن ابن ماجہ ج۱ ص۱۵۔۱۶ رقم الحدیث۴۲۔۴۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)،(جامع الترمذی جلد۲ ص۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)،(سنن ابی داؤد ج۴ ص۲۰۰ برقم ۴۶۰۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)،(غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محب الدین طبری ج۱ ص۲۵۳ رقم الحدیث ۶۷۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(مسند احمد جلد۴ صفحہ ۱۲۶۔۱۲۷ برقم ۱۷۲۷۵۔۱۷۲۷۶ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)،(مسند الامام الطحاوی ج۶ ص۱۶۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دبئی)،(سنن الکبریٰ بیہقی جلد۱۰ ص۱۱۴ مطبوعہ دارالباز مکۃ المکرمۃ)،(شعب الایمان جلد۶ ص۶۷ رقم الحدیث ۷۵۱۵۔۷۵۱۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(جامع المسانید والسنن ابن کثیر ج۹ ص۴۰۵ تا ۴۰۷ رقم الحدیث ۶۴۷۴۔۶۴۷۵۔۶۴۷۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)،(کتاب الاعتقاد والھدایۃ الی سبیل الرشاد امام بیہقی ص۲۲۹ مطبوعہ دارالآفاق الجدیدۃ بیروت)،(دلائل النبوۃ امام بیہقی ج۶ ص۵۴۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(شرح السنۃ امام بغوی ج۱ ص۱۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(السنۃ محمد بن نصر المروزی ص۲۶۔۲۷ رقم الحدیث ۶۹ مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت)،(صحیح ابن حبان جلد۱ ص۱۷۸۔۱۷۹ رقم الحدیث ۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)،(تاریخ دمشق الکبیر امام ابن عساکر ج۲۱ جز ۴۲ ص۱۴۷۔۱۴۸ رقم الحدیث ۸۷۱۰۔۸۷۱۱۔۸۷۱۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)،(المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم امام ابونعیم جلد۱ ص۳۵ تا ۳۷ رقم الحدیث ۱ تا ۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(حلیۃ الاولیاء جلد۵ ص۲۲۰ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)،(سنن دارمی جلد۱ ص۵۷ رقم الحدیث ۹۵ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)،(مسند الشامیین امام طبرانی جلد۱ ص۲۵۴ رقم الحدیث ۴۳۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)،(المعجم الکبیر امام طبرانی جلد۱۸ ص۲۵۷ رقم الحدیث ۶۴۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)،(وابن ابی عاصم فی السنۃ جلد۱ ص۲۹۔۳۰ رقم الحدیث ۵۴ تا ۵۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)،(سیر اعلام النبلاء ج۴ ص۵۰۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت)،(السنن الواردۃ فی الفتن جلد۲ ص۳۷۵ رقم الحدیث ۱۲۴ مطبوعہ دارالعاصمۃ الریاض)،(اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج۱ ص۲۲ مطبوعہ دارطیبۃ الریاض)،(الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر للنبہانی ج۱ ص۲۵۷ رقم الحدیث ۲۷۷۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت)،(الموضوعات الکبریٰ ص۲۱۰ برقم ۸۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں خلفائے راشدین کے کاموں کو سنت کہا گیا۔اس کو پکڑنے کی تاکید فرمائی گئی جس سے معلوم ہوا کہ ان کی ایجادات بدعت نہیں۔

(۲)مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے۔

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم ان بعد ذلك قوماً یشھدون ولا یستشھدون ویخونون ولا یؤتمنون۔

ترجمہ: میری امت میں بہتر گروہ میرا گروہ ہے پھر وہ جو ان کے متصل میں پھر وہ جو ان کے متصل ہیں پھر اس کے بعد ایک قوم ہوگی جو بغیر گواہ بنائے ہوئے گواہی دیتی پھریگی اور جو خیانت کریں گے۔امین نہ ہوں گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب الصحابۃ الفصل الاول ص۵۵۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)،(سنن ابن ماجہ ج۲ ص۹۱ رقم الحدیث ۲۳۶۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)،(نیل الاوطار ج۹ ص۲۰۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت)،(صحیح ابن حبان ج۱۵ ص۱۲۳ رقم الحدیث ۶۷۲۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)،(سنن الترمذی کتاب الفتن باب ماجاء فی القرن الثالث ج۴ ص۵۰۰ رقم الحدیث ۲۲۲۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)،(طبرانی کبیر ج۲۴ ص۲۵۸ رقم الحدیث ۶۵۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)،(الآحاد والمثانی للشیبانی ج۵ ص۳۷ رقم الحدیث ۳۱۶۹ مطبوعہ دارالرایہ سعودی عرب ریاض)،(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ج۷ ص۵۵۹ برقم ۱۰۹۷۴ مطبوعہ دارالجیل بیروت)،(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج۱۰ ص۱۹ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)،(طبرانی الاوسط ج۳ ص۳۲۹ رقم الحدیث ۳۲۹ مطبوعہ دارالحرمین القاھرۃ)،(حلیۃ الاولیاء ج۴ ص۱۷۲ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)،(البحر الزخار المعروف بمسند البزار ج۸ ص۲۰۸۔۲۰۹ رقم الحدیث ۳۲۴۶۔۳۲۴۷ وص۲۳۰ رقم الحدیث ۳۲۸۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)،(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص۳۸۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج۴ ص۱۸۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(کنز العمال ج۱۱ ص۵۲۶۔۵۲۷ رقم الحدیث ۳۲۴۴۹۔۳۲۴۵۰۔۳۲۴۵۱۔۳۲۴۵۲۔۳۲۴۵۳۔۳۲۴۵۴۔۳۲۴۵۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)،(طبرانی صغیر باب من اسمہ احمد ج۱ ص۳۸ وباب من اسمہ ابراہیم ص۸۹ وباب الحاء من اسمہ الحسن ص۱۲۷۔۱۲۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج۱ ص۱۸۹ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)(الاحادیث المختارۃ وقال اسنادہ صحیح ج۱ ص۳۹۱۔۳۹۲ رقم الحدیث ۲۷۱۔۲۷۲ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمۃ)،(مسند ابن جعد ص۱۹۶ رقم الحدیث ۱۲۸۹

مطبوعہ موسستہ نادر بیروت)، (الآحاد والمثانی ومن ذکر جعد بن ھبیرہ ج ۲ص ۷۴رقم الحدیث ۷۲۶مطبوعہ دارالرایۃ الریاض)، (معجم الصحابۃ ج ۱ص ۱۵۴برقم ۱۶۳مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ج ۲ص ۷۶مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ص ۳۳۶رقم الحدیث ۴۰۳۶۔ ۴۰۳۷مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر للسیوطی ج ۲۰ص ۷۴رقم الحدیث ۱۷۸۵۱مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (المعجم الکبیر طبرانی ج ۲ص ۲۸۵رقم الحدیث ۲۱۸۷۔۲۱۸۸مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ج ۲ص ۷۹مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی فضل اصحاب رسول اللہ ﷺ ج ۴ص ۲۱۴رقم الحدیث ۴۶۵۷مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (مسند الحارث زوائد الھیثمی کتاب المناقب باب ای القرون خیر ج ۲ص ۹۴۰رقم الحدیث ۱۰۳۶مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ المدینۃ المنورۃ)، (مسند الرویانی ج ۱ص ۸۹رقم الحدیث ۵۴مطبوعہ موسستہ قرطبہ مصر)، (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱۳ص ۱۷۸رقم الحدیث ۱۲۴۶۳مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ تین زمانہ خیر ہیں صحابہ کرام کا تابعین کا تبع تابعین کا اور پھر شراور خیر کا زمانہ میں جو پیدا ہووہ خیر یعنی سنت ہے اور شرزمانہ میں جو پیدا ہووہ شر یعنی بدعت ہے۔ نیز مشکوٰۃ باب الاعتصام میں ہے۔

(۳) تفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا واحدۃ قالوا من ھی یارسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی۔

ترجمہ: میری امت کے تہتر فرقے ہوجائیں گے ایک کے سواسب جہنمی ہیں۔ عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ ایک کون ہے؟ فرمایا جس پر ہم اور ہمارے صحابہ ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثانی ص ۳۰مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (ص ۳۰)، (خصائص الکبری ج ۲ص ۲۴۸مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ص ۱۶۰مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۶مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ص ۱۵۴مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ص ۲۰۷مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الترمذی ص ۳۷۸۔۳۷۹مطبوعہ نور محمد تجارت کتب خانہ کراچی)، (سنن ابن ماجہ ص ۲۸۷مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (سنن الدارمی ج ۲ص ۱۵۸مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ص ۱۷۸رقم الحدیث ۱۲۲۳مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی صغیر باب من اسمہ عیسیٰ ج ۱ص ۲۵۶مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تفسیر الطبری ج ۴ص ۲۲مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی پیروی جنت کا راستہ ہے اس لئے ان کے ایجادات کو بدعت نہیں کہہ سکتے۔ مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے۔

(۴) اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

ترجمہ: میرے صحابہ تاروں کی طرح ہیں تم جس کے پیچھے ہولو ہدایت پالو گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب الصحابۃ الفصل الثالث ص ۵۵۴مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۲ص ۳۷۷برقم ۵۰۲مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (مسند عبد بن حمید ص ۲۵۰رقم الحدیث ۷۸۳مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاھرۃ)، (الاعتقاد للبیہقی ص ۳۱۹مطبوعہ دارالآفاق الجدیدۃ بیروت)

اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی پیروی باعث نجات ہے لہٰذا ان کے ایجاد کردہ کام بدعت نہیں۔ کیونکہ بدعت تو گمراہ کن ہے۔

جواب: یہ سوال بھی محض دھوکا ہے اس لئے کہ ہم نے مرقاۃ اور اشعۃ اللمعات کے حوالہ سے ثابت کیا ہے کہ بدعت وہ کام ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد پیدا ہو۔ اس میں صحابہ کرام وتابعین کا ذکر نہیں۔ نیز اس لئے کہ مشکوٰۃ باب قیام شہر رمضان میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں تراویح کی باقاعدہ جماعت کا حکم دیا پھر تراویح کی جماعت دیکھ کر فرمایا۔

نعمت البدعۃ ھذہ۔

ترجمہ: یہ تو بڑی اچھی بدعت ہے۔

(موطا امام مالک کتاب الصلاۃ باب ماجاء فی قیام رمضان ج ۱ص ۱۱۴رقم الحدیث ۲۵۰مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (بخاری شریف کتاب صلاۃ التراویح باب فضل من قام رمضان ج ۲ص ۷۰۷رقم الحدیث ۱۹۰۶مطبوعہ)، (صحیح ابن خذیمہ ج ۲ص ۱۵۵رقم الحدیث ۱۱۵۵مطبوعہ کتب الاسلامی بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۴ص ۲۵۸رقم الحدیث ۷۷۲۳المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ص ۴۹۳رقم الحدیث ۴۳۷۸مطبوعہ مکتبۃ دارالباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۳ص ۱۷۷رقم الحدیث ۳۲۶۹مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مبارک فعل کو بدعت حسنہ فرمایا۔ اور ترمذی ابن ماجہ نسائی مشکوٰۃ شریف باب القلوب میں حضرت ابو مالک اشجعی سے روایت فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے نماز فجر میں قنوت نازلہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ای محدث۔ بیٹے یہ بدعت ہے دیکھو زمانہ صحابہ کی چیز کو آپ بدعت سیئہ کہہ رہے ہیں۔ اگر زمانہ صحابہ کی ایجادات بدعت نہیں ہوتیں تو تراویح بدعت حسنہ کیوں ہوتی اور قنوت نازلہ بدعت سیئہ کیوں ٹھہری۔ وہ زمانہ تو بدعت کا ہے ہی نہیں۔ تیسرے اس لئے کہ پہلے باب میں بحوالہ مرقات گزر چکا ہے کہ تراویح کی جماعت بدعت مستحبہ ہے یعنی تراویح سنت اور اس کی باقاعدہ پابندی سے۔ جماعت بدعت حسنہ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فعل کو بدعت میں داخل کیا۔ چوتھے اس لئے کہ بخاری جلد دوم کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن میں ہے کہ حضرت صدیق نے حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہما کو قرآن پاک جمع کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا کہ:

كيف تفعلون شيئا لم يفعله رسول الله ﷺ قال هو خير۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قولہ لقد جاءکم رسول ج ۴ ص ۲۰۷ ارقم الحدیث ۴۴۰۲ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الترمذی کتاب التفسیر باب من سورۃ التوبۃ ج ۵ ص ۲۸۳ رقم الحدیث ۳۱۰۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۷ رقم الحدیث ۲۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں۔ جو حضور علیہ السلام نے نہ کیا صدیق نے فرمایا کہ یہ کام اچھا ہے حضرت زید ابن ثابت نے بارگاہ صدیقی رضی اللہ عنہما میں یہ ہی عرض کیا کہ قرآن کا جمع کرنا بدعت ہے آپ بدعت کیوں ایجاد کر رہے ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ بدعت تو ہے مگر حسنہ ہے یعنی اچھی ہے جس سے پتہ لگا کہ فعل صحابہ کرام بدعت حسنہ ہے مخالفین کے دلائل کے جوابات حسب ذیل ہیں۔

(۵) فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين۔

ترجمہ: خلفاء راشدین کی اقوال وافعال کو لغوی معنی سی سنت فرمایا گیا۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵۔۱۶ ارقم الحدیث ۴۲۔۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۲۰۰ برقم ۴۶۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محب الدین طبری ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۳۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۶۔۱۲۷ ابرقم ۱۷۲۷۵۔۱۷۲۷۶ مطبوعہ مؤسسہ قرطبہ مصر)، (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۱۶۳ ارقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبہ الحرمین للنشر والتوزیع دبئی)، (سنن الکبری بیہقی جلد ۱۰ ص ۱۱۴ امطبوعہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان جلد ۶ ص ۶۷ رقم الحدیث ۷۵۱۵۔۷۵۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع المسانید والسنن ابن کثیر ج ۹ ص ۲۴۰۵ تا ۲۴۰۷ رقم الحدیث ۶۷۷۴۔۶۷۷۵۔۶۷۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد والھدایہ الی سبیل الرشاد امام بیہقی ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۵۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۱۸۱ ارقم الحدیث ۱۰۲ امطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السنۃ لمحمد بن نصر المروزی ص ۲۶۔۲۷ رقم الحدیث ۶۹ مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت)، (صحیح ابن حبان جلد ۱ ص ۱۷۸۔۱۷۹ ارقم الحدیث ۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر امام ابن عساکر ج ۲۱ جز ۴۲ ص ۱۴۷۔۱۴۸ ارقم الحدیث ۸۷۱۰۔۸۷۱۱۔۸۷۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم امام ابونعیم جلد ۱ ص ۳۵ تا ۳۷ رقم الحدیث ۱ تا ۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء جلد ۵ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن دارمی جلد ۱ ص ۵۷ رقم الحدیث ۹۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند الشامیین امام طبرانی جلد ۱ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۴۳۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (المعجم الکبیر امام طبرانی جلد ۱۸ ص ۲۵۷ رقم الحدیث ۶۴۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (وابن ابی عاصم فی السنۃ جلد ۱ ص ۲۹۔۳۰ رقم الحدیث ۵۴ تا ۵۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۵۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السنن الواردۃ فی الفتن جلد ۲ ص ۳۷۵ رقم الحدیث ۱۲۴ امطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)، (اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۱ ص ۲۲ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر للنبہانی ج ۱ ص ۲۵۷ رقم الحدیث ۲۷۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الموضوعات الکبری ص ۲۱۰ برقم ۸۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یعنی اے مسلمانوں تم میرے اور میرے خلفاء کے طریقوں کو اختیار کرو جیسے کہ ہم پہلے باب میں حدیث نقل کر چکے ہیں۔

من سن في الاسلام سنة حسنة فله اجرها اور من سن في الاسلام سنة سيئة

اس حدیث میں سنت بمعنی طریقہ ہے قرآن کریم فرماتا ہے۔

سنة من قد ارسلنا قبلك من رسلنا و لاتجدلسنتنا تحويلا

(پارہ ۱۵سورہ ۱۷آیت نمبر ۷۷)

نیز فرماتا ہے

سنة الله التي قد خلت ان آیات اور حدیث میں سنت سے مراد سنت شرعیہ بدعت کے مقابل نہیں۔ بلکہ بمعنی طریقہ ہے سنت الہیہ اللہ کا طریقہ۔ سنت انبیاء نبیوں کا طریقہ وغیرہ۔

اسی حدیث فعليكم بسنتي کے ماتحت اشعۃ اللمعات میں ہے

وبحقیقت سنت خلفائے راشدین هماں سنت پیغمبر است که درزبان آنحضرت علیه السلام شهرت نیافته بود ودرزمان ایشاں مشهور ومضاف به ایشاں شده۔

خلفائے راشدین کی سنت حقیقۃ سنت نبوی ہے جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں مشہور نہ ہوئی۔ ان حضرات کے زمانہ میں مشہور ہوگئی اور ان کی طرف منسوب ہوگئی اس سے معلوم ہوا کہ سنت خلفاء اس کو کہتے ہیں اصل میں سنت رسول اللہ ہو مگر اس کو مسلمانوں میں رائج کرنے والے خلفاء راشدین ہوں پانچویں اس لئے کہ محدثین اور فقہاء فرماتے ہیں کہ خلفائے راشدین کے حکم سنت سے ملحق ہیں یعنی سنت تو نہیں۔ سنت سے الحاق کئے ہوئے ہیں اگر ان حضرات کے ایجاد فرمودہ کام سنت ہی ہوتے تو الحاق کے کیا معنی۔ نور الانوار کے شروع میں ہے۔ وقول الصحبی فيما يعقل ملحق بالقياس و فيما لا يعقل فملحق بالسنة صحابی کا فرمان عقلی باتوں سے تو قیاس سے ملحق ہے اور غیر عقلی باتوں میں سنت سے ملحق ہے۔ اگر صحابی کا ہر قول وفعل سنت ہے تو قیاس اور سنت سے الحاق کے کیا معنی؟ اشعۃ اللمعات زیر حدیث فعليكم بسنتي ہے۔

پس هرچه خلفائے راشدین بداں حکم کرده باشد۔ اگرچه باجتهاد وقیاس ایشاں بود موافق سنت نبوی است اطلاق بدعت برآں نتواں کرد۔

جس چیز کا خلفائے راشدین نے حکم فرمایا ہو اگرچہ اپنے قیاس اور اجتہاد سے ہو سنت نبوی کے وافق ہے اس پر لفظ بدعت نہیں بول سکتے ان عبارات سے بالکل واضح ہوگیا کہ سنت خلفاء راشدین بمعنی لغوی سنت ہے۔ اور سنت شرعی سے ملحق ہے ان کو ادبا بدعت نہ کہا جاوے۔ کیونکہ بدعت اکثر بدعت سیئہ کو بولتے ہیں۔

(اشعۃ اللمعات باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثانی ج اص ۱۵۰ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۲) خير امتي قرني الخ سے تو معلوم ہوا کہ ان تین زمانوں تک خیر زیادہ ہوگی اور ان کے بعد خیر کم شر زیادہ۔ یہ مطلب نہیں کہ ان تین زمانوں میں جو بھی کام ایجاد ہوا اور کوئی بھی ایجاد کرے وہ سنت ہو جائے یہاں سنت ہونے کا ذکر ہی کہاں ہے ورنہ مذہب جبریہ اور قدریہ زمانہ تابعین ہی میں ایجاد ہوا اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتل اور حجاج کے مظالم ان ہی زمانوں میں ہوئے کیا معاذ اللہ ان کو بھی سنت کہا جاویگا۔

(۳،۴) ما انا عليه و اصحابي اور اصحابي كالنجوم سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی غلامی ان کی پیروی کرنا باعث ہدایت ہے اور ان کی مخالفت باعث گمراہی۔ یہ بالکل درست ہے اور اس پر ہر مسلمان کا ایمان ہے لیکن اس سے یہ کب لازم آیا کہ ان کا ہر فعل سنت شرعی ہو۔ بدعت حسنہ بھی واجب الاتباع ہوتی ہے۔ مشکوۃ باب الاعتصام میں ہے۔

اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذشذ فی النار۔

ترجمہ: بڑی جماعت کی پیروی کرو جو جماعت سے علیحدہ رہا وہ جہنم میں علیحدہ کیا گیا۔

(مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثانی ص ۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (مستدرک للحاکم کتاب العلم ج ۱ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الترمذی کتاب الفتن باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ ج ۴ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۲۱۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن نسائی کتاب المحاربۃ باب قتل من فارق الجماعۃ ج ۷ ص ۹۲ رقم الحدیث ۴۰۲۰ مطبوعہ کتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

نیز وارد ہوا۔

ما راہ المومنون حسنا فھو عنداللہ حسن۔

(طبرانی کبیر ج ۹ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۸۵۸۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۹ رقم الحدیث ۳۶۰۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۸۳ رقم الحدیث ۴۴۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المدخل السنن الکبری للبیہقی ج ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الخلفاء للکتاب الاسلامی الکویت)، (مسند الطیالسی ج ۱ ص ۳۳ رقم الحدیث ۲۴۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

ومن فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقة الاسلام عن عنقه۔

ترجمہ: جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کی نزدیک بھی اچھا ہے۔

جو مسلمانوں کی جماعت سے بالشت بھر علیحدہ رہا اس نے اسلام کی رسی اپنے گلے سے اتار دی۔

قرآن کریم میں ہے۔

ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی و نصله جهنم۔

ترجمہ: اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور دوزخ میں داخل کریں گے۔

(پارہ ۵ سورہ آیت نمبر ۱۱۵)

اس آیت وحدیث سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو لازم ہے کہ عقائد واعمال میں جماعت مسلمین کے ساتھ رہے ان کی مخالفت جہنم کا راستہ ہے لیکن اس سے یہ تو لازم نہیں کہ جماعت مسلمین کا ایجاد کیا ہوا کوئی بھی کام بدعت نہ ہو سب سنت ہی ہو۔ بدعت ہی ہوگا مگر بدعت حسنہ۔ جس طرح کہ ایجادات صحابہ کرام کو سنت صحابہ کہتے ہیں۔ اسی طرح سلف الصالحین کے ایجادات کو بھی سنت سلف کہتے ہیں۔ بمعنی لغوی یعنی پسندیدہ دینی طریقہ۔

ہدایت ضروریہ:۔ جو حضرات ہر بدعت یعنی نئے کام کو حرام جانتے ہیں وہ اس قاعدہ کلیہ کے کیا معنی کریں گے کہ **الاصل فی الاشیاء الاباحة** تمام چیزوں کی اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہے یعنی ہر چیز مباح اور حلال ہے ہاں اگر کسی چیز کو شریعت منع کر دے تو وہ حرام یا منع ہے یعنی ممانعت سے حرمت ثابت ہوگی نہ کہ نئے ہونے سے۔ یہ قاعدہ قرآن پاک اور احادیث صحیحہ واقوال فقہاء سے ثابت ہے اور غالباً کوئی مقلد کہلانے والا تو اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

یایها الذین امنو لاتسئلوا عن اشیآء ان تبدلکم تسوکم وان تسئلوا عنها حین ینزل القرآن تبدلکم عفااللہ عنها۔

ترجمہ: اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو کہ جو تم پر ظاہر کی جاویں تو تم کو بری لگیں اور اگر ان کو اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اتر رہا ہے تو ظاہر کر دی جاویں گی اللہ ان کو معاف کر چکا ہے۔

(پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جس کا کچھ بیان نہ ہوا ہو نہ حلال ہونے کا نہ حرام تو معافی میں ہے اسی لئے قرآن کریم نے حرام عورتوں کا ذکر فرما کر فرمایا واحل لکم ماوراء ذلکم (پارہ۵ سورہ۴ آیت نمبر۲۴) ان کے سوا باقی عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں نیز فرمایا وقد فصل لکم ما حرم علیکم (پارہ۸ سورہ۶ آیت نمبر۱۱۹) تم سے تفصیل وار بیان کردی گئیں وہ چیزیں جو تم پر حرام ہیں یعنی حلال چیزوں کی تفصیل ضرورت نہیں تمام چیزیں ہی حلال ہیں ہاں چند محرمات ہیں جن کی تفصیل بتادی ان کے سوا سب حلال۔ مشکوۃ کتاب الاطعمہ باب آداب الطعام فصل دوم میں ہے۔

الحلال ما احل الله فی کتبه والحرام ما حرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفی عنه۔

ترجمہ: حلال وہ جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس سے خاموشی فرمائی وہ معاف۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الاطعمہ الفصل الثانی ص ۳۶۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چیزیں تین طرح کی ہیں ایک وہ جن کا حلال ہونا صراحتہ قرآن میں مذکور ہے دوسری وہ جن کی حرمت صراحتہ آگئی۔ تیسرے وہ جن سے خاموشی فرمائی یہ معاف ہے؟ شامی جلد اول کتاب الطہارۃ بحث تعریف سنت میں ہے۔ **المختار ان الاصل الاباحة عند الجمهور من الحنفية والشافعية** جمہور حنفی اور شافعی کے نزدیک یہ ہی مسئلہ ہے کہ اصل مباح ہوتا ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ا ص ۸۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس طرح تفسیر خازن وروح البیان اور تفسیر خزائن العرفان وغیرہ نے بھی تصریح کی ہے کہ ہر چیز میں اصل یہ ہی ہے کہ وہ مباح ہے ممانعت سے ناجائز ہوگی۔ اب جو بعض لوگ اہل سنت سے پوچھتے ہیں کہ اچھا بتاؤ کہاں لکھا ہے کہ میلاد شریف کرنا جائز ہے یا حضور علیہ السلام یا صحابہ کرام یا تابعین یا تبع تابعین نے کب کیا تھا یہ محض دھوکا ہے۔ اہل سنت کو چاہئے کہ ان سے پوچھیں کہ بتاؤ کہاں لکھا ہے کہ میلاد شریف کرنا حرام ہے جب خدا حرام نہ کرے۔ رسول علیہ السلام منع نہ فرمائیں اور کسی دلیل سے ممانعت ثابت نہ ہو تو تم کس دلیل سے حرام کہتے ہو بلکہ میلاد شریف وغیرہ کا ثبوت نہ ہونا جائز ہونے کی علامت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة الآیة** (پارہ۸ سورہ۶ آیت نمبر۱۴۵) نیز فرماتا ہے۔ **قل ما حرم زینة الله التی اخرج لعباده والطیبات من الرزق الآیة** (پارہ۸ سورہ۷ آیت نمبر۳۲) ان آیات سے معلوم ہوا کہ حرمت کی دلیل نہ ملنا حلال ہونے کی دلیل ہے نہ کہ حرام ہونے کی یہ حضرات اس سے حرمت ثابت کرتے ہیں عجیب الٹی منطق ہے اچھا بتاؤ کہ ریلوے سفر مدارس کا قیام کہاں لکھا ہے؟ کہ حلال ہے یا کسی صحابی یا تابعی نے کیا۔ جیسے وہ حلال ایسے ہی یہ بھی جائز اور حلال ہے۔

☆.................☆

بحث محفل میلاد شریف کے بیان میں

اس بحث میں دو باب ہیں۔ پہلا باب تو میلاد شریف کے ثبوت میں۔ دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات میں۔

پہلا باب

میلاد شریف کے ثبوت میں

اولاً تو معلوم ہونا چاہئے کہ میلاد شریف کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس کا حکم کیا؟ پھر یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کے دلائل کیا ہیں؟ میلاد شریف کی حقیقت ہے حضور ﷺ کی ولادت پاک کا واقعہ بیان کرنا۔ حمل شریف کے واقعات۔ نور محمدی کے کرامات، نسب نامہ یا شیر خوارگی اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں پرورش حاصل کرنے کے واقعات بیان کرنا اور حضور علیہ السلام کی نعت پاک نظم یا نثر میں پڑھنا سب اس کے تابع ہیں۔ اب واقعہ ولادت خواہ تنہائی میں پڑھو یا مجلس جمع کر کے اور نظم میں پڑھو یا نثر میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر جس طرح بھی ہو اس کو میلاد شریف کہا جاوے گا۔ محفل میلاد شریف منعقد کرنا اور ولادت پاک کی خوشی منانا۔ اس کے ذکر کے موقعہ پر خوشبو لگانا۔ گلاب چھڑکنا۔ شیرینی تقسیم کرنا غرضکہ خوشی کا اظہار جس جائز طریقہ سے ہو وہ مستحب اور بہت ہی باعث برکت اور رحمت الٰہی کے نزول کا سبب ہے۔

(۱) عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی۔

ربنا انزل علینا مآئدة من السمآء تکون لنا عید الا ولنا و اخرنا۔

(سورہ المائدہ پارہ ۷ آیت نمبر ۱۱۴)

معلوم ہوا کہ مائدہ آنے کے دن کو حضرت مسیح نے عید کا دن بنایا۔ آج بھی اتوار کو عیسائی اسی لئے عید مناتے ہیں کہ اس دن دستر خوان اترا تھا اور حضور علیہ السلام کی تشریف آوری اس مائدہ سے کہیں بڑھ کر نعمت ہے لہذا ان کی ولادت کا دن بھی یوم العید ہے۔ ہاں اس مجلس پاک میں حرام کام کرنا سخت جرم اور گناہ ہے جیسے عورتوں کا اس قدر بلندہ آواز سے نعت شریف پڑھنا کہ اجنبی مرد سنیں سخت منع ہے عورت کی آواز اجنبی مرد کو سننا جائز نہیں۔ اگر کوئی مرد نماز کی حالت میں کسی کو سامنے نکلنے سے روکے تو آواز سے سبحان اللہ کہد ے۔ لیکن اگر عورت کسی کو روکے تو سبحان اللہ نہ کہے بلکہ بائیں ہاتھ کی پشت پر داہنا ہاتھ مارے جس سے معلوم ہوا کہ عورت نماز میں ضرورت کے وقت بھی کسی کو اپنی آواز نہ سنائے اسی طرح میلاد شریف میں باجے کے ساتھ نعت خوانی کرنا بہت ہی گناہ ہے کہ باجہ کھیل کود اور لغویات میں سے ہے ویسے ہی باجہ سے کھیلنا حرام ہے اور خاص نعت خوانی جو کہ عبادت ہے۔ اس کو باجے پر استعمال کرنا اور بھی جرم ہے اگر کسی جگہ میلاد شریف میں یہ خرابیاں پیدا کر دی گئیں ہوں تو ان خرابیوں کو دور کی جاوے۔ لیکن اصل میلاد شریف کو بند نہ کیا جاوے اگر عورت بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کرے یا لوگ قرآن کریم باجے سے پڑھنے لگیں تو ان بیہودگیوں کو مٹا دو۔ قرآن پڑھنا نہ روکو کیونکہ یہ عبادت ہے۔

میلاد شریف قرآن و احادیث و اقوال علماء اور ملائکہ اور پیغمبروں کے فعل سے ثابت ہے قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **واذکروا نعمة علیکم** اور حضور کی تشریف آوری اللہ کی بڑی نعمت ہے میلاد پاک میں اسی کا ذکر ہے لہذا محفل میلاد کرنا اس آیت پر عمل ہے۔

(۲) **واما بنعمة ربك فحدث** اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔

(پارہ ۳۰ سورہ ضحیٰ آیت نمبر ۱۱)

اور حضور علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے کہ رب تعالیٰ نے اس پر احسان جتایا ہے اس کا چرچا کرنا اسی آیت پر عمل ہے۔ آج کسی کے فرزند پیدا ہو تو ہر سال تاریخ پیدائش پر سالگرہ کا جشن کرتا ہے۔ کسی کو سلطنت ملی تو ہر سال اس تاریخ پر جشن جلوس مناتا ہے تو جس تاریخ کو دنیا میں سب سے بڑی نعمت آئی اس پر خوشی منانا کیوں منع ہوگا؟ خود قرآن کریم نے حضور علیہ السلام کا میلاد جگہ جگہ ارشاد فرمایا فرماتا ہے۔ **لقد جاء کم رسول الآیۃ** اے مسلمانوں تمہارے پاس عظمت والے رسول تشریف لے آئے اس میں تو ولادت کا ذکر ہوا پھر فرمایا **من انفسکم** حضور علیہ السلام کا نسب نامہ بیان ہوا کہ وہ تم میں سے یا تمہاری بہترین جماعت میں سے ہیں۔ **حریص علیکم** سے آخر تک حضور علیہ السلام کی نعت بیان ہوئی آج میلاد شریف میں یہ ہی تین باتیں بیان ہوتی ہیں۔

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا۔

ترجمہ: اللہ نے مسلمانوں پر بڑا ہی احسان کیا کہ ان میں اپنے رسول علیہ السلام کو بھیج دیا۔

(پارہ ۴ سورہ ال عمران آیت نمبر ۱۶۴)

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق۔

ترجمہ: رب العالمین وہ قدرت والا ہے جس نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۶۱ آیت نمبر ۹)

غرضکہ بہت سی آیات ہیں جن میں حضور علیہ السلام کی ولادت پاک کا ذکر فرمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ میلاد کا ذکر سنت الہیہ ہے۔ اب اگر جماعت کی نماز میں امام یہ ہی آیات ولادت پڑھے تو عین نماز میں میرے آقا کا میلاد ہوتا ہے۔ دیکھو امام صاحب کے پیچھے مجمع بھی ہے اور قیام بھی ہو رہا ہے۔ پھر ولادت پاک کا ذکر بھی ہے بلکہ خود کلمہ طیبہ میں میلاد شریف ہے کیونکہ اس میں محمد رسول اللہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ رسول کے معنی ہیں بھیجے ہوئے اور بھیجنے کے لئے آنا ضروری ہے حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کا ذکر ہو گیا۔ اصل میلاد پایا گیا۔ قرآن کریم نے تو انبیاء علیہم السلام کا بھی میلاد بیان فرمایا ہے۔ سورہ مریم میں حضرت مریم کا حاملہ ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پاک کا ذکر حتیٰ کا مریم کا دروازہ۔ اس تکلیف میں جو کلمات فرمائے کہ **یلیتنی مت قبل ھذا** (پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۲۳) پھر ان کی ملائکہ کی طرف سے تسلی پانا۔ پھر یہ کہ حضرت مریم نے اس وقت کیا غذا کھائی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قوم سے کلام فرمانا غرضکہ سب ہی بیان فرمایا۔ یہ ہی میلاد خواں بھی پڑھتا ہے کہ حضرت آمنہ خاتون نے ولادت پاک کے وقت فلاں فلاں معجزات دیکھے۔ پھر یہ فرمایا پھر اس طرح حوران بہشتی آپ کی امداد کو آئیں۔ پھر کعبہ معظمہ نے آمنہ خاتون کے گھر کو سجدہ کیا۔ وغیرہ وغیرہ وہی قرآنی سنت ہے اسی طرح قرآن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ان کی شیر خوارگی ان کی پرورش ان کا چلنا پھرنا مدین میں جانا حضرت شعیب کی خدمت میں جانا، وہاں رہنا اور ان کی بکریاں چرانا، ان کا نکاح ان کی نبوت ملنا سب کچھ بیان فرمایا۔ یہ ہی باتیں میلاد پاک میں ہوتی ہیں۔

مدارج النبوۃ وغیرہ نے فرمایا کہ سارے پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کو حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبریں دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان تو قرآن نے بھی نقل فرمایا۔

ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔

ترجمہ: میں ایسے رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام پاک احمد ہے۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۶۱ آیت نمبر ۶)

سبحان اللہ بچوں کے نام پیدائش کے ساتویں روز ماں رکھتے ہیں۔ مگر ولادت پاک سے ۵۷۰ سال پہلے مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان کا نام احمد ہے۔ ہوگا نہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ان کا نام پاک رب تعالیٰ نے رکھا۔ کب رکھا؟ یہ تو رکھنے والا جانے۔

یہ بھی میلاد شریف ہے۔صرف اتنا فرق ہوا کہ ان حضرات نے اپنی قوم کے مجمعوں میں فرمایا کہ وہ تشریف لائیں گے۔ہم اپنے مجمعوں میں کہتے ہیں کہ وہ تشریف لے آئے۔فرق ماضی و مستقبل کا ہے بات ایک ہی ہے۔ثابت ہوا کہ میلاد سنت انبیا بھی ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل بفضل الله و برحمته فبذلك فليفرحوا یعنی اللہ کے فضل ورحمت پر خوب خوشیاں مناؤ۔
(پارہ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۵۸)

معلوم ہوا کہ فضل الٰہی پر خوشی منانا اسی آیت پر عمل ہے اور چونکہ یہاں خوشی مطلق ہے۔

ہر جائز خوشی اس میں داخل۔لہٰذا محفل میلاد کرنا وہاں کی زیب و زینت سج دھج وغیرہ سب باعث ثواب ہیں۔

(۴) مواہب لدنیہ اور مدارج النبوۃ وغیرہ میں ذکر ولادت میں ہے کہ شب ولادت میں ملائکہ نے آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کیا۔ہاں ازلی راندہ ہوا شیطان رنج وغم میں بھاگا بھاگا پھرا۔اس سے معلوم ہوا کہ میلاد سنت ملائکہ بھی ہے۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بوقت پیدائش کھڑا ہونا ملائکہ کا کام ہے۔اور بھاگا بھاگا پھرنا شیطان کا فعل۔اب لوگوں کو اختیار ہے کہ چاہے تو میلاد پاک کے ذکر کے وقت ملائکہ کے کام پر عمل کریں یا شیطان کے۔

(۵) خود حضور علیہ السلام نے مجمع صحابہ کے سامنے منبر پر کھڑے ہو کر اپنی ولادت پاک اور اپنے اوصاف بیان فرمائے۔جس سے معلوم ہوا کہ میلاد پڑھنا سنت رسول اللہ ﷺ بھی ہے۔

چنانچہ مشکوۃ جلد دوم باب فضائل سید المرسلین فصل ثانی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔شاید حضور علیہ السلام تک خبر پہنچی تھی کہ بعض لوگ ہمارے نسب پاک میں طعن کرتے ہیں۔فقام النبی ﷺ علی المنبر فقال من انا پس منبر پر قیام فرما کر پوچھا بتاؤ میں کون ہوں؟ سب نے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ ہیں فرمایا میں محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ہوں۔اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ہم کو بہتر مخلوق میں سے کیا۔پھر ان کے دو حصے کیے عرب و عجم۔ہم کو ان میں سے بہتر یعنی عرب میں سے کیا۔پھر عرب کے چند قبیلے فرمائے۔ہم ان کے بہتر یعنی قریش میں سے کیا۔
(مشکوۃ المصابیح الفصل الاول باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی مشکوۃ اسی فصل میں ہے کہ ہم خاتم النبیین ہیں اور ہم حضرت ابراہیم کی دعا حضرت عیسیٰ کی بشارت اور اپنی والدہ کا دیدار ہیں۔جو انہوں نے ہماری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان سے ایک نور چمکا جس سے شام کی عمارتیں ان کو نظر آئیں۔
(مشکوۃ المصابیح الفصل الاول باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس مجمع میں حضور علیہ السلام نے اپنا نسب نامہ اپنی نعت شریف اپنی ولادت پاک کا واقعہ بیان فرمایا۔یہ ہی میلاد شریف میں ہوتا ہے۔ایسی صدہا احادیث پیش کی جا سکتی ہیں۔

(۶) صحابہ کرام ایک دوسرے کے پاس جا کر فرمائش کرتے تھے کہ ہم کو حضور علیہ السلام کی نعت شریف سناؤ۔معلوم ہوا کہ میلاد سنت صحابہ بھی ہے۔چنانچہ مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین فصل اول میں ہے کہ حضرت عطا ابن یسار فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ مجھے حضور علیہ السلام کی وہ نعت سناؤ جو کہ توریت شریف میں ہے۔انہوں نے پڑھ کر سنائی۔

اسی طرح حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کی نعت پاک توریت میں یوں پاتے ہیں محمد اللہ کے رسول ہیں۔میرے پسندیدہ بندے ہیں نہ کج خلق، نہ سخت طبیعت، ان کی ولادت مکہ مکرمہ میں اور ان کی ہجرت طیبہ میں۔ان کا ملک شام میں ہوگا۔ان کی امت خدا کی بہت حمد کرے گی کہ رنج وخوشی ہر حال میں خدا کی حمد کرے گی۔
(مشکوۃ المصابیح الفصل الاول باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۷) یہ تو مقبول بندوں کا ذکر تھا۔ کفار نے بھی ولادت پاک کی خوشی منائی۔ تو کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہی کر لیا۔ چنانچہ بخاری جلد دوم کتاب النکاح باب وامھاتکم التی ارضعنکم وما یحرم من الرضاعتہ میں ہے۔

فلما مات ابولھب اریہ بعض اھلہ بشر ھیئة قال له ماذا بقیت قال ابو لھب لم الق بعدکم خیرا انی سقیت فی ھذہ بعتاقتی ثوبیة۔

ترجمہ: جب ابولہب مر گیا تو اس کو اس کے بعض گھر والوں نے خواب میں برے حال میں دیکھا پوچھا کیا گزری؟ ابولہب بولا کہ تم سے علیحدہ ہو کر مجھے کوئی خیر نصیب نہ ہوئی۔ ہاں مجھے اس کلمہ کی انگلی سے پانی ملتا ہے۔ کیونکہ میں نے ثوبیہ لونڈی کو آزاد کیا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح باب وامھاتکم اللاتی ارضعنکم ج ۵ ص ۱۹۶۱ رقم الحدیث ۴۸۱۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۷۸ رقم الحدیث ۱۳۹۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۱۳۷۰۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۱ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۲۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)

بات یہ تھی کہ ابولہب حضرت عبداللہ کا بھائی تھا۔ اس کی لونڈی ثوبیہ نے آ کر اس کو خبر دی کہ آج تیرے بھائی عبداللہ کے گھر فرزند (محمد رسول اللہ) پیدا ہوئے ﷺ۔ اس نے خوشی میں اس لونڈی کی برکت سے اللہ نے اس پر یہ کرم کیا کہ جب دوزخ میں وہ پیاسا ہوتا ہے تو اپنی اس انگلی کو چوستا ہے۔ پیاس بجھ جاتی ہے۔ حالانکہ وہ کافر تھا۔ ہم مومن۔ وہ دشمن تھا ہم ان کے بندے بے دام۔ اس نے بھتیجے کے پیدا ہونے کی خوشی کی تھی۔ نہ کہ رسول اللہ کی۔ ہم رسول اللہ کی ولادت کی خوشی کرتے ہیں ﷺ۔ تو وہ کریم ہیں ہم ان کے بھکاری وہ کیا کچھ نہ دیں گے۔

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

حاشیہ.....☆

حافظ شمس الدین محمد بن عبداللہ جزری متوفی ۶۶۰ھ لکھتے ہیں۔

فاذا کان ابو لھب الکافر الذی نزل القران بذمہ جوزی فی النار بفرحہ لیلة مولد النبی ﷺ بہ فما حال المسلم الموحد من امة النبی ﷺ یسر بمولدہ وبذل ما تصل الیہ قدرتہ فی محبتہ ﷺ؟ لعمری انما یکون جزاؤہ من اللہ الکریم ان یدخلہ بفضلہ جنات النعیم۔

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر خوشی منانے کے اجر میں اس ابولہب کے عذاب میں بھی تخفیف کر دی جاتی ہے جس کی مذمت میں قرآن حکیم میں ایک مکمل سورت نازل ہوئی ہے۔ تو امت محمدیہ کے اس مسلمان کو ملنے والے اجر و ثواب کا کیا عالم ہوگا جو آپ ﷺ کے میلاد کی خوشی مناتا ہے اور آپ ﷺ کی محبت و عشق میں حسب استطاعت خرچ کرتا ہے؟ خدا کی قسم! میرے نزدیک اللہ تعالیٰ ایسے مسلمان کو اپنے حبیب مکرم ﷺ کی خوشی منانے کے طفیل اپنی نعمتوں بھری جنت عطا فرمائیں گے۔

(الحاوی للفتاویٰ ص ۲۰۶)، (سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ﷺ ج ۱ ص ۳۶۶۔۳۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ محمد بن یوسف متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

کان اول من فعل بالموصل عمر بن محمد الملاء احد الصالحین المشھورین وبہ اقتدی فی ذلک اربل وغیرھم رحمھم اللہ تعالی۔

ترجمہ: پہلا شخص جنہوں نے اہتمام اور شان و شوکت سے موصل میں محفل میلاد منائی وہ شیخ عمر بن محمد تھے جو مشہور صالحین میں سے تھے اور صاحب اربل ابو سعید مظفر اور ان کے علاوہ دوسروں نے اس عمل میں ان کی پیروی کی ہے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مدارج النبوۃ جلد دوم حضور علیہ السلام کی رضاعت کے وصل میں اسی ابولہب کے واقعہ کو بیان فرما کر فرماتے ہیں۔

دوریں جتسند است مراہل موالید را کہ در شب میلاد آں سرور سرور کنند وبذل نمایند یعنی ابولہب کہ کافر بود چوں بسرور میلاد آں حضرت جزا دادہ شد تا حال مسلماں کہ مملو است بمحبت وسرور و بذل مال در دے چہ باشد لیکن باید کہ از بدعت ہا کہ عوام احداث کردہ انداز تغنی وآلات محرمہ ومنکرات خالی باشد۔

ترجمہ: اس واقعہ میں مولودوالوں کی بڑی دلیل ہے جو حضور علیہ السلام کی شب ولادت میں خوشیاں مناتے اور مال خرچ کرتے ہیں یعنی ابولہب جو کافر تھا جب حضور کی ولادت کی خوشی اور لونڈی کے دودھ پلانے کی وجہ سے انعام دیا گیا تو اس مسلمان کا کیا ہوگا جو محبت خوشی سے بھرا ہوا ہے اور مال خرچ کرتا ہے لیکن چاہیے کہ محفل میلاد شریف عوام کی بدعتوں یعنی گانے اور حرام باجوں وغیرہ سے خالی ہو۔

(۸) ہر زمانہ اور ہر جگہ میں علماء واولیاء مشائخ اور عامۃ المسلمین اس میلاد شریف کو مستحب جان کر کرتے رہے اور کرتے ہیں۔ حرمین شریفین میں بھی نہایت اہتمام سے یہ مجلس پاک منعقد کی جاتی ہے۔ جس ملک میں بھی جاؤ۔ مسلمانوں میں یہ عمل پاؤ گے۔ اولیاء اللہ وعلماء امت نے اس کے بڑے بڑے فائدے اور برکات بیان فرمائی ہیں۔ ہم حدیث نقل کر چکے ہیں کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے قرآن فرماتا ہے۔ لتکونوا شھدآء (پارہ۲ سورہ۲ آیت نمبر۱۴۳) تا کہ تم اے مسلمانو گواہ ہو۔ حدیث پاک میں بھی ہے۔ **انتم شھدآء اللہ فی الارض** تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ لہذا محفل میلاد پاک مستحب ہے۔

آخر مجمع البحار صفحہ ۵۵۰ میں ہے کہ شیخ محمد طاہر محدث ربیع الاول کے متعلق فرماتے ہیں **فانہ شھر امرنا باظھار الحبور فیہ کل عام** معلوم ہوا کہ ربیع الاول میں ہر سال خوشی منانے کا حکم ہے۔

تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت محمد رسول اللہ ہے۔

ومن تعظیمہ عمل المولد اذا لم یکن فیہ منکر قال الامام السیوطی یستحب لنا اظھار الشکر لمولدہ علیہ السلام۔

پھر فرماتے ہیں۔ **فقد قال ابن الحجر الھیتمی ان البدعۃ الحسنۃ متفق علی ندبھا و عمل المولد واجتماع الناس لہ کذلک بدعۃ حسنۃ قال السخاوی۔**

لم یفعلہ احد من القرون الثلثۃ وانما حدث بعد ثم لازال اھل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الکبار یعملون المولد ویتصدقون بانواع الصدقت و یعتنون بقراءۃ مولدہ الکریم ویظھر من برکاتہ علیھم کل فضل عظیم قال ابن الجوزی من خواصہ انہ امان فی ذلک العام وبشری عاجلۃ بنیل البغتہ والمرام واول من احدثہ من الملوک صاحب اربل وصنف لہ ابن دحیۃ کتابا فی المولد فاجازہ بالف دینار وقد استخرج لہ الحفظ ابن حجر اصلاً من السنۃ و کذا الحافظ السیوطی ورد علی انکارھا فی قولہ ان عمل المولد بدعۃ مذمومۃ۔

ترجمہ: میلاد شریف کرنا حضور علیہ السلام کی تعظیم ہے جبکہ وہ بری باتوں سے خالی ہو امام سیوطی فرماتے ہیں کہ ہم کو حضور علیہ السلام کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے ابن حجر ہیتمی نے فرمایا کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور میلاد شریف کرنا اور اس میں لوگوں کا جمع ہونا بھی اسی طرح بدعت حسنہ ہے امام سخاوی نے فرمایا کہ میلاد شریف تینوں زمانوں میں کسی نے نہ کیا بعد میں ایجاد ہوا پھر ہر طرف کے اور ہر شہر کے مسلمان ہمیشہ مولود شریف کرتے رہے اور کرتے ہیں اور طرح طرح کے صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کے میلاد پڑھنے کا

بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ اس مجلس پاک کی برکتوں سے ان پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہوتا ہے امام ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کی تاثیر یہ ہے کہ سال بھر اس کی برکت سے امن رہتی ہے اور اس میں مرادیں پوری ہونے کی خوشخبری ہے جس بادشہ نے پہلے اس کو ایجاد کیا وہ شاہ اربل ہے اور ابن دحیہ نے اس کے لئے میلاد شریف کی ایک کتاب لکھی جس پر بادشاہ نے اس کو ہزار اشرفیاں نذر کیں اور حافظ ابن حجر اور حافظ سیوطی نے اس کی اصل سنت سے ثابت کی ہے اور ان کا کیا ہے جو اس کو بدعت سیہ کہہ کر منع کرتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ملا علی قاری مورد الروی میں دیباچہ کے متصل فرماتے ہیں **لازال اهل الاسلام يحتفلون فى كل سنته جديدة ويعتنون بقراء مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عظيم** اور اسی کتاب کے دیباچہ میں یہ اشعار فرماتے ہیں۔

لھذا الشھر فی الاسلام فضل — ومنقبتہ تفوق علی الشھور

ربیع فی ربیع فی ربیع — ونور فوق نور فوق نور

ان عبارات سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ مشرق و مغرب کے مسلمان اس کو اچھا جان کر کرتے ہیں دوسرے یہ کہ بڑے بڑے علماء فقہاء محدثین مفسرین وصوفیاء نے اس کو اچھا جانا ہے جیسے امام سیوطی۔ علامہ ابن حجر ہیتمی امام سخاوی، ابن جوزی، حافظ ابن حجر وغیرہم۔ تیسرے یہ کہ میلاد پاک کی برکت سے سال بھر تک گھر میں امن۔ مراد پوری ہونا، مقاصد بر آنا حاصل ہوتا ہے۔

(المورد الروی فی المولد النبوی اردو ص ۵ ناشر مکتبہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ)

(۹) عقل کا بھی تقاضا ہے کہ میلاد شریف بہت مفید محفل ہے۔ اس میں چند فائدے ہیں۔ مسلمانوں کے دل میں حضور علیہ السلام کے فضائل سن کر حضور علیہ السلام کی محبت بڑھتی ہے۔ شیخ عبدالحق دہلوی اور دیگر صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی محبت بڑھانے کے لئے زیادتی درود شریف اور حضور علیہ السلام کے احوال زندگی کا مطالعہ ضروری ہے پڑھے لکھے لوگ تو کتابوں میں حالات دیکھ سکتے ہیں۔ مگر ناخواندہ لوگ نہیں پڑھ سکتے۔ ان کو اس طرح سننے کا موقعہ مل جاتا ہے یہ مجلس پاک غیر مسلموں میں تبلیغ احکام کا ذریعہ ہے کہ وہ بھی اس میں شریک ہوں۔ حضور علیہ السلام کے حالات طیبہ سنیں۔ اسلام کی خوبیاں دیکھیں۔ خدا توفیق دے تو اسلام لے آویں۔ تیسرے یہ کہ اس مجلس کے ذریعہ سے مسلمانوں کو مسائل دینیہ بتانے کا موقعہ ملتا ہے۔ بعض دیہات کے لوگ جمعہ میں آتے نہیں اور اس طرح سے بلاؤ تو جمع نہیں ہوتے۔ ہاں محفل میلاد شریف کا نام لو تو فوراً بڑے شوق سے جمع ہو جاتے ہیں۔ خود میں نے بھی اس کا بہت تجربہ کیا۔ اب اسی مجلس میں مسائل دینیہ بتاؤ ان کو ہدایت کرو اچھا موقعہ ملتا ہے۔

چوتھے یہ کہ میلاد شریف میں ایسی نظمیں بنا کر پڑھی جاویں جس میں مسائل دینیہ ہوں اور مسلمانوں کو ہدایت کی جاوے کیونکہ بمقابلہ نثر کے نظم دل میں زیادہ اثر کرتی ہے۔ اور جلد یاد ہوتی ہے۔ پانچویں یہ کہ اس مجلس میں سنتے سنتے مسلمانوں کو حضور علیہ السلام کا نسب شریف اولاد پاک ازواج، مطہرات اور ولادت پاک و پرورش کے حالات یاد ہو جائیں گے۔ آج مرزائی۔ رافضی وغیرہم کو اپنے مذاہب کی پوری پوری معلومات ہوتی ہیں۔ رافضی کے بچوں کو بھی بارہ اماموں کے نام اور خلفائے راشدین کے اسماء تبرا کرنے کو یاد ہوں گے مگر اہل سنت کے بچے تو کیا بوڑھے بھی اس سے غافل ہیں۔ میں نے بہت سے بوڑھوں کو پوچھا کہ حضور علیہ السلام کی اولاد کتنی ہے؟ داماد کتنے ہیں! بے خبر پایا۔ اگر ان مجلسوں میں ان کا چرچا رہے تو بہت مفید ہو۔ بنی ہوئی چیز کہ نہ بگاڑو۔ بلکہ بگڑی ہوئی چیز کو بنانے کی کوشش کرو۔

(۱۰) مخالفین کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب نے فیصلہ ہفت مسئلہ میں محفل میلاد شریف کو جائز اور باعث فرکت فرمایا چنانچہ وہ اس کے صفحہ ۸ پر فرماتے ہیں۔ کہ مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں۔ بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد

کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں'' عجیب بات ہے کہ پیر صاحب تو مولود شریف کو ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال کریں اور مریدین مخلصین کا عقیدہ ہو (کہ شرک وکفر کی محفل ہے محفل میلاد) نہ معلوم ہوا کہ اب پیر صاحب پر کیا فتوے لگے گا؟

(۱۱) ہم عرس کی بحث میں عرض کریں گے کہ فقہاء کے نزدیک بغیر دلیل کراہت تنزیہی کا بھی ثبوت نہیں ہوسکتا۔ حرمت تو بہت بڑی چیز ہے اور استحباب کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ مسلمان اس کو اچھا جانیں تو جو کام شریعت میں منع نہیں اور مسلمان اس کو نیت خیر سے کرے یا کہ عام مسلمان اس کو اچھا جانتے ہوں وہ مستحب ہے اس کا ثبوت بدعت کی بحث میں بھی ہو چکا۔ تو محفل میلاد شریف کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ شرعاً یہ منع نہیں اور مسلمان اس کو کار ثواب سمجھتے ہیں نیت خیر سے کرتے ہیں لہذا یہ مستحب ہے مگر حرام کہنے والے پر اس کی حرمت پر کونسی قطعی الثبوت یا آیت لائیں گے صرف بدعت کہہ دینے سے کام نہیں چلتا۔

دوسرا باب

میلاد شریف پر اعتراضات وجوابات میں

مخالفین کے اس پر حسب ذیل اعتراضات ہیں اور ان کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

اعتراض (۱)......۔ محفل میلاد بدعت ہے کہ نہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی اور نہ صحابہ کرام وتابعین کے زمانہ میں۔ اور ہر بدعت حرام ہے لہذا مولود حرام۔

جواب:۔ میلاد شریف کو بدعت کہنا نادانی ہے۔ ہم پہلے باب میں بتا چکے کہ اصل میلاد وسنت الٰہیہ سنت انبیاء۔ سنت ملائکہ سنت رسول اللہ ﷺ سنت صحابہ کرام سنت صالحین اور عام مسلمانوں کا معمول ہے۔ پھر بدعت کیسی؟ اور اگر بدعت ہو بھی۔ تو ہر بدعت حرام نہیں۔ ہم بدعت کی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ بدعت واجب بھی ہوتی ہے اور مستحب بھی جائز بھی ہوتی ہے اور مکروہ حرام بھی۔ نیز پہلے باب میں تفسیر روح البیان کے حوالہ سے بتا چکے کہ یہ محفل بدعت حسنہ مستحبہ ہے۔ حضور علیہ السلام کا ذکر کیونکر حرام ہوسکتا ہے۔

اعتراض (۲)......۔ اس مجلس میں بہت سی حرام باتیں ہوتی ہیں مثلاً عورتوں مردوں کو خلط ملط داڑھی منڈوں کا نعت خوانی کرنا۔ غلط روایات پڑھنا گویا کہ یہ مجلس حرام باتوں کا مجموعہ ہے۔ لہذا حرام ہے۔

جواب:۔ اولاً یہ حرام چیزیں ہر مجلس میلاد میں ہوتی نہیں۔ بلکہ اکثر نہیں ہوتیں۔ عورتیں پردوں میں علیحدہ بیٹھتی ہیں۔ اور مرد علیحدہ۔ پڑھنے والے پابند شریعت ہوتے ہیں۔ روایات بھی صحیح بلکہ ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ پڑھنے والے سننے والے باوضو بیٹھتے ہیں۔ سب درود شریف پڑھتے رہتے ہیں۔ اور رقت طاری ہوتی ہے بسا اوقات آنسو جاری ہوتے ہیں اور محبوب علیہ السلام کا ذکر پاک ہوتا ہے۔

لذت بادہ عشقش زمن مست مپرس ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشتی

ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

اور اگر کسی جگہ یہ باتیں ہوتی بھی ہوں۔ تو یہ باتیں حرام ہوں گی اصل میلاد شریف یعنی ذکر ولادت مصطفٰی علیہ السلام کیوں حرام ہوگا۔ بحث عرس میں ہم عرض کریں گے کہ حرام چیز کے شامل ہوجانے سے کوئی سنت یا جائز کام حرام نہیں ہوجاتا۔ ورنہ سب سے پہلے دینی مدرسے حرام ہونے چاہئیں۔ کیونکہ وہاں مرد بے داڑھی والے بچے جوانوں کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ ان کا آپس میں اختلاط بھی ہوتا

ہے بھی کبھی اس کے برے نتیجے بھی برآمد ہوتے ہیں۔ اور ترمذی و بخاری ابن ماجہ وغیرہ کتب حدیث و تفسیر پڑھتے ہیں۔ ان میں تمام روایات صحیح نہیں ہوتیں۔ بعض ضعیف بلکہ موضوع بھی ہوتی ہیں۔ بعض طلباء بلکہ بعض مدرسین داڑھی منڈے بھی ہوتے ہیں تو کیا ان کی وجہ سے مدرسے بند کئے جائیں گے؟ نہیں بلکہ ان محرمات کو روکنے کی کوشش کی جاوے گی۔ بتاؤ اگر داڑھی منڈا قرآن پڑھے تو کیسا؟ قرآن پڑھنا بند کرو گے؟ ہرگز نہیں تو اگر داڑھی منڈا میلاد شریف پڑھے تو کیوں بند کرتے ہو؟

اعتراض (۳)......۔ محفل میلاد کی وجہ سے رات کو دیر میں سونا ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے فجر کی نماز قضا ہوتی ہے اور جس سے فرض چھوٹے وہ حرام لہذا میلاد حرام۔

جواب:۔ اولاً تو میلاد شریف ہمیشہ رات کو نہیں ہوتا۔ بہت دفعہ دن میں بھی ہوتا ہے۔ جہاں رات کو ہو وہاں بہت دیر تک نہیں ہوتا۔ دس گیارہ بجے تک ختم ہو جاتا ہے اتنی دیر تک لوگ عموماً ویسے بھی جاگتے ہی ہیں۔ اگر دیر لگ بھی جاوے۔ تو نماز جماعت کے پابند لوگ صبح کو نماز کے وقت جاگ جاتے ہیں۔ جیسا کہ بارہا کا تجربہ ہے لہذا یہ اعتراض محض ذکر رسول علیہ السلام کو روکنے کا بہانہ ہے اور اگر کبھی میلاد شریف دیر میں ختم ہوا اور اس کی وجہ سے کسی کی نماز کے وقت آنکھ نہ کھلی تو اس سے میلاد شریف کیوں حرام ہو گیا؟ دینی مدارس کے سالانہ جلسے دیگر مذہبی و قومی جلسے رات کو دیر تک ہوتے ہیں۔ اور بعض جگہ نکاح کی مجلس آخر رات میں ہوتی ہے۔ رات کی ریل سے سفر کرنا ہوتا ہے تو بہت رات تک جاگنا ہوتا ہے۔ کہو کہ یہ جلسے، یہ نکاح۔ یہ ریل کا سفر حرام ہے یا حلال؟ جب یہ تمام چیزیں حلال ہیں تو محفل میلاد پاک کیوں حرام کیوں حرام ہو گی؟ ورنہ وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے۔

اعتراض (۴)......۔ علامہ شامی نے جلد دوم کتاب الصوم بحث نذر اموات میں کہا کہ میلاد شریف سب سے بدتر چیز ہے۔ اسی طرح تفسیرات احمدیہ شریف میں میلاد شریف کو حرام بتایا اور اس کے حلال جاننے والے کو کافر کہا۔ جس سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد سخت بری چیز ہے۔

جواب:۔ شامی نے مجلس میلاد شریف کو حرام نہ کہا بلکہ جس محفل میں گانے باجے اور لغویات ہوں اور اس کو لوگ میلاد کہیں۔ کار ثواب سمجھیں اس کو منع فرمایا ہے چنانچہ وہ اسی بحث میں فرماتے ہیں۔

واقبح منہ النذر بقراء المولد فی المنابر مع اشتمالہ علی الغناء واللعب وایھاب ثواب ذلک الی حضرت المصطفی۔

ترجمہ: اس سے بھی بری میناروں میں مولود پڑھنے کی نذر ماننا ہے۔ باوجودیکہ اس مولود میں گانے اور کھیل کود ہوتے ہیں اس کا ثواب حضور علیہ السلام کو ہدیہ کرنا۔

(ردالمحتار علی درالمختار مطلب فی النذر الذی یقع للاموات الخ ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی طرح تفسیرات احمدیہ نے گانے کی مجالس کو منع کیا کہ جن میں کھیل تماشے بلکہ شراب نوشی بھی ہو۔ اور لوگ اس کو سماع کہہ کر کار ثواب جانیں۔ تفسیرات احمدیہ نے ان لغویات کی تصریح بھی کر دی ہے دیکھو تفسیرات احمدیہ سورہ لقمان زیر آیت **ومن الناس من یشری لھو الحدیث** (پارہ ۲۱ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۶) ہم نے بھی پہلے عرض کیا کہ محفل میلاد میں لغویات نہ ہوں گے۔ میں نے خود کراچی میں دیکھا ہے کہ بعض جگہ باجے پر نعت پڑھتے ہیں اور اس کو میلاد شریف کہتے ہیں۔ ایک بار سہوان ضلع بدایوں کے قریب کسی گاؤں میں ایک شخص نے اپنے باپ کی فاتحہ کرائی۔ بجائے قرآن کی تلاوت کے گرافون ریکارڈ میں سورہ یاسین بجا کر اس کا ثواب باپ کی روح کو بخشا۔ ایسی بیہودہ اور حرام باتوں کو کون جائز کہتا ہے؟ اسی طرح ان حضرات کے زمانہ میں بھی ایسی لغو اور بیہودہ مجلسیں ہوتی ہوں گی۔ اور یہ تو یہ تنبیہ

فرمارہے ہیں۔اگر یہ مطلقاً میلاد شریف کو جائز ماننا کفر ہے تو حاجی امداداللہ صاحب پیرومرشد بھی اسی میں شامل ہوئے جاتے ہیں۔

اعتراض (۵)........:۔نعت خوانی حرام ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا گانا ہے اور گانے کی احادیث میں برائی آئی ہے۔اسی طرح تقسیم شیرینی کہ یہ اسراف ہے۔

جواب:۔ نعت کہنا اور نعت پڑھنا بہترین عبادت ہے سارا قرآن حضور علیہ السلام کی نعت ہے۔دیکھو اس کی تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں۔گزشتہ انبیائے کرام نے حضور علیہ السلام کی نعت خوانی کی۔صحابہ کرام اور سارے مسلمان نعت شریف کو مستحب جانتے رہے خود حضور علیہ السلام نے اپنی نعت پاک سنی اور نعت خوانوں کو دعائیں دیں۔حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعتیہ اشعار اور کفار کی مذمت منظوم کر کے حضور علیہ السلام کی خدمت میں لاتے تھے تو حضور علیہ السلام ان کے لئے مسجد میں منبر بچھواد یتے تھے۔حضرت حسان اس پر کھڑے ہو کر نعت شریف سنایا کرتے تھے اور حضور علیہ السلام دعائیں دیتے تھے کہ **اللھم ایدہ بروح القدس** اے اللہ حسان کی روح القدس سے امداد کر۔(دیکھو مشکوۃ شریف جلد دوم باب الشعر)

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۹۳۲ رقم الحدیث ۲۴۸۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)،(سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی الشعر ج ۴ ص ۳۰۳ رقم الحدیث ۵۰۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)،(سنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۷۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نعت گوئی اور نعت خوانی ایسی اعلیٰ عبادت ہے کہ اس کی وجہ سے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجلس مصطفیٰ علیہ السلام میں منبر دیا گیا۔ابو طالب نے نعت لکھی۔خرپوتی شرح قصیدہ بردہ میں ہے کہ صاحب قصیدہ بردہ کو فالج ہو گیا تھا۔کوئی علاج مفید نہ ہوتا تھا۔آخر کار قصیدہ بردہ شریف لکھا۔رات کو خواب میں حضور کو کھڑے ہو کر سنایا شفا بھی پائی اور انعام میں چادر مبارک بھی ملی۔نعت شریف سے دین و دنیا کی نعمتیں ملتی ہیں۔مولانا جامی،امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما،حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ غرضیکہ سارے اولیاء وعلماء نے نعتیں لکھیں اور پڑھی ہیں۔ان حضرات کے قصائد نعتیہ مشہور ہیں۔حدیث وفقہ میں گانے بجانے کی برائیاں ہیں نہ کہ نعت کی۔جن گیتوں میں مخرب اخلاق مضامین ہوں۔عورتوں یا شراب کی تعریفیں ہوں واقعی وہ گانے ناجائز ہیں۔اس کی پوری تحقیق کے لئے **مرقاۃ شرح مشکوۃ باب مایقال بعد التکبیر (کتاب الصلوٰۃ)** اور **باب الشعر** میں دیکھو۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ فصیح وبلیغ اشعار کا سیکھنا فرض کفایہ ہے اگرچہ ان کے مضامین خراب ہوں۔مگر ان کے الفاظ سے علوم میں مدد ملتی ہے۔دیوان متنبی وغیرہ مدارس اسلامیہ میں داخل ہیں۔حالانکہ ان کے مضامین گندے ہیں۔تو نعتیہ اشعار سیکھنا یاد کرنا۔پڑھنا جن کے مضامین بھی اعلیٰ الفاظ بھی پاکیزہ کس طرح ناجائز ہو سکتے ہیں؟ شامی کے مقدمہ میں شعر کی بحث میں ہے۔

ومعرفۃ شعرھم روایۃ ودرایۃ عند فقھاء الاسلام فرض کفایۃ لانہ تثبت بہ قواعد العربیۃ وکلامھم وان فیہ الخطاء فی المعانی فلا یجوز فیہ الخطاء فی الالفاظ۔

ترجمہ: شعراء جاہلیت کے شعروں کو جاننا سمجھنا روایت کرنا فقہاء اسلام کے نزدیک فرض کفایہ ہے کیونکہ اس سے عربی قواعد ثابت کئے جاتے ہیں اور ان کے کلام میں اگرچہ معنوی خطا ممکن ہے مگر لفظی غلطی نہیں ہو سکتی۔

(ردالمحتار علی درالمختار مقدمہ ج ۱ ص ۳۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

گانے کی پوری تحقیق بحث عرس میں قوالی کے ماتحت آوے گی۔ان شاءاللہ۔

تقسیم شیرینی بہت اچھا کام ہے خوشی کے موقعہ پر کھانا کھلانا مٹھائی تقسیم کرنا احادیث سے ثابت ہے۔عقیقہ ولیمہ وغیرہ میں کھانے کی دعوت سنت ہے کیوں؟ اس لئے کہ یہ خوشی کا موقعہ ہے خاص نکاح کے وقت خرمے تقسیم کرنا بلکہ اس کا لٹانا سنت ہے۔اظہار خوشی کے لئے مسلمان کا ذکر محبوب پاک پر خوشی ہوتی ہے۔دعوت کرتا ہے۔صدقہ وخیرات کرتا ہے۔شیرینی تقسیم کرتا ہے اسی طرح اساتذہ کرام کا طریقہ

ہے کہ دینی کتاب شروع ہونے اور ختم ہونے پڑھنے والے سے شیرینی تقسیم کراتے ہیں۔ میں نے مینڈو ضلع علی گڑھ میں کچھ عرصہ تعلیم پائی ہے وہاں دیوبندیوں کا مدرسہ تھا مگر کتاب شروع ہونے پر شیرینی تقسیم کی جاتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دینی اہم کام کرنے سے پہلے اور ختم کرکے تقسیم شیرینی سنت سلف صالحین ہے اور محفل میلاد بھی اہم دینی کام ہے اس سے پہلے اہل قرابت کو میلاد خوانوں اور مہمانوں کو کھانا کھلانا بعد میں حاضرین میں تقسیم شیرینی کرنا اسی میں داخل ہے اس تقسیم کی اصل قرآن وحدیث سے ملتی ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

یایها الذین امنوا اذا نا جیتم الرسول فقد موابین یدی نجوکم صدقة ذلك خیرلکم و اطهر۔

ترجمہ: اے ایمان والوں جب تم رسول سے کچھ آہستہ عرض کرنا چاہو تو اس سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لئے بہتر اور بہت ستھرا ہے۔
(پارہ ۲۸ سورہ ۵۸ آیت نمبر ۱۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شروع اسلام میں مالداروں پر ضروری تھا کہ جب حضور علیہ السلام سے کوئی ضروری مشورہ کریں تو پہلے خیرات کریں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دینار خیرات کرکے حضور علیہ السلام سے دس مسئلہ پوچھے بعد میں اس کا وجوب منسوخ ہوگیا (دیکھو تفسیر خزائن العرفان وخازن ومدارک) اگرچہ وجوب منسوخ ہوگیا۔ مگر اباحت اصلیہ اور استحباب تو باقی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مزارات اولیاء اللہ پر کچھ شیرینی لے کر جانا۔ مرشدین اور صلحاء کے پاس کچھ لے کر حاضر ہونا مستحب ہے۔ اسی طرح احادیث وقرآن یا دینی کتب کے شروع کرتے وقت کچھ صدقہ کرنا بہتر ہے میلاد شریف پڑھنے سے پہلے کچھ خیرات کرنا کار ثواب ہے کہ ان میں بھی درحقیقت حضور ہی سے کلام کرنا ہے تفسیر فتح العزیز صفحہ ۸۶ میں شاہ عبدالعزیز صاحب نے ایک حدیث نقل کی۔ بیہقی درشعب الایمان از ابن عمر روایت کردہ کہ عمر ابن الخطاب سورہ بقر ابا حقائس آن در مدت دوازدہ سال خواندہ فارغ شد وروزے ختم شترے راکشتہ طعام وافر پختہ یاران حضرت پیغمبر را خوارنید۔ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا کہ حضرت فاروق نے سورہ بقرہ سال کی مدت میں اس کے رموز اسرار کے ساتھ پڑھی۔ جب فارغ ہوئے تو ختم کے دن ایک اونٹ ذبح کرکے بہت سا کھانا پکا کر صحابہ کرام کو کھلایا۔ اہم کار خیر سے فارغ ہوکر تقسیم شیرینی وطعام ثابت ہوا۔ میلاد پاک بھی اہم کام ہے بزرگان دین تو فرماتے ہیں کہ کسی اہل قرابت کے یہاں جاؤ تو خالی نہ جاؤ کچھ لے کر جاؤ تھادوا تحبوا ایک دوسرے کو ہدیہ دو محبت بڑھے گی۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ جب دیار محبوب یعنی مدینہ پاک میں جاوے تو وہاں کے فقراء کو صدقہ دے کہ وہ اجیران رسول اللہ ﷺ ہیں۔ رب تعالیٰ کے یہاں بھی پہلا سوال یہ ہی ہوگا کہ کیا اعمال لائے؟۔

حق بفرماید چہ آوردی مرا! اندران مہلت کہ من دادم ترا

یہ تقسیم اسراف نہیں۔ کسی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ لاخیر فی السرف اسراف میں بھلائی نہیں۔ فوراً جواب دیا لاسرف فی الخیر بھلائی میں خرچ کرنا اسراف نہیں۔

اعتراض (۲)......: محفل میلاد کے لئے ایک دوسرے کو بلانا حرام ہے۔ دیکھو لوگوں کو بلا کر نفل کی جماعت بھی منع ہے تو کیا میلاد اس سے بڑھ کر ہے؟ (براہین)

جواب:۔ مجلس، وعظ، دعوت ولیمہ، مجالس امتحان ومحفل نکاح وعقیقہ وغیرہ میں لوگوں کو بلایا ہی جاتا ہے بولو یہ امور حرام ہوگئے یا حلال رہے؟ اگر کہو کہ نکاح ووعظ وغیرہ فرائض اسلامی ہیں لہذا ان کے لئے جمع کرنا حلال۔ تو جناب تعظیم رسول اللہ ﷺ اہم فرائض سے ہے۔ لہذا اس کے لئے بھی جمع کرنا حلال ہے۔ نماز پر دیگر حالات کو قیاس کرنا سخت جہالت ہے اگر کوئی کہے کہ نماز بے وضو منع ہے۔ لہذا تلاوت قرآن بھی بے وضو منع ہونی چاہیئے۔ وہ احمق ہے یہ قیاس مع الفارق ہے۔

اعتراض (۷)......۔کسی کی یادگار منانا اور دن تاریخ مقرر کرنا شرک ہے اور میلاد شریف میں یہ دونوں ہیں لہٰذا یہ بھی شرک ہے۔

جواب:۔ خوشی کو یادگار منانا بھی سنت ہے۔اور دن و تاریخ مقرر کرنا مسنون۔اس کو شرک کہنا انتہاء کی جہالت و بے دینی ہے۔رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا **و ذکر هم بايام الله** (پارہ ۱۳ سورہ ۱۴ آیت نمبر ۵) یعنی بنی اسرائیل کو وہ دن بھی یاد دلاؤ جن میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر نعمتیں اتاریں۔جیسے غرق فرعون من وسلویٰ کا نزول وغیرہ (خزائن العرفان) معلوم ہوا کہ جن دنوں میں رب تعالیٰ اپنے بندوں کو نعمت دے۔ان کی یادگار منانے کا حکم ہے۔مشکوٰۃ کتاب الصوم باب صوم التطوع فصل اول میں ہے۔

سئل رسول الله ﷺ عن صوم يوم الاثنين فقال فيه ولدت فيه انزل علی وحی۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام سے دوشنبہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ اسی دن ہم پیدا ہوئے اور اسی دن ہم پر وحی کی ابتدا ہوئی۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلثۃ ایام من کل شھر ج ۲ ص ۸۱۹ رقم الحدیث ۱۱۶۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۲۸۶ رقم الحدیث ۸۱۸۲ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۲ ص ۱۴۶ رقم الحدیث ۲۷۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۲۹۶ رقم الحدیث ۷۸۶۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

ثابت ہوا کہ دوشنبہ کا روزہ اس لئے سنت ہے کہ یہ دن حضور علیہ السلام کی ولادت کا ہے۔اس سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ یادگار منانا سنت ہے اس کے لئے دن مقرر کرنا سنت ہے۔حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں عبادت کرنا سنت ہے۔عبادت خواہ بدنی ہو جیسے روزہ اور نوافل یا مالی جیسے صدقہ اور خیرات تقسیم شیرینی وغیرہ۔مشکوٰۃ یہ ہی باب فصل ثالث میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ پاک میں تشریف لائے تو وہاں یہودیوں کو دیکھا کہ عاشورہ کے دن روزے رکھتے ہیں سبب پوچھا۔تو انہوں نے عرض کیا کہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب نے فرعون سے نجات دی تھی۔ہم اس کے شکریہ میں روزہ رکھتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔فنحن احق واولیٰ بموسیٰ منکم ہم موسیٰ علیہ السلام سے تم سے زیادہ قریب ہیں **فصامه و امر بصيامه** خود بھی اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو عاشورہ کے روزہ کا حکم دیا۔چنانچہ اول اسلام میں یہ روزہ فرض تھا۔اب فرضیت تو منسوخ ہو چکی مگر استحباب باقی ہے۔اسی مشکوٰۃ کے اسی باب میں ہے کہ عاشورہ کے روزے کے متعلق کسی نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ اس میں یہود مشابہت اہل کتاب سے بچ گئے۔ہم نے شان حبیب الرحمٰن میں حوالہ کتب سے بیان کیا کہ پنجگانہ نمازوں کی رکعتیں مختلف کیوں ہیں۔فجر میں دو مغرب میں تین عصر میں چار وہاں جواب دیا ہے کہ یہ نمازیں گزشتہ انبیاء کی یادگاریں ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے دنیا میں آکر رات دیکھی تو پریشان ہوئے۔صبح کے وقت دو رکعت شکریہ ادا کیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل کا فدیہ دنبہ پایا۔لخت جگر کی جان بچی۔قربانی منظور ہوئی۔چار رکعت شکریہ ادا کیں۔یہ ظہر ہوئی وغیرہ وغیرہ معلوم ہوا کہ نماز کی رکعات بھی دیگر انبیاء کی یادگار ہیں۔حج تو از اول تا آخر ہاجرہ و اسمٰعیل و ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے اب نہ تو وہاں پانی کی تلاش ہے اور نہ شیطان کا قربانی سے روکنا۔مگر صفا و مروہ کے درمیان چلنا بھاگنا منیٰ میں شیطان کو کنکر مارنا بدستور ویسے ہی موجود ہے۔محض یادگار کے لئے۔اس کی نفیس بحث کا مطالعہ کرو۔شان حبیب الرحمٰن میں۔

ماہ رمضان خصوصاً شب قدر اس لئے افضل ہوئے کہ ان میں قرآن کریم کا نزول ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔**شهر رمضان الذی انزل فيه القران** (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۸۵) اور فرماتا ہے **انا انزلنه فی ليلة القدر** (پارہ ۳۰ سورہ ۹۷ آیت نمبر ۱) جب قرآن کے نزول کی وجہ سے یہ مہینہ رات تا قیامت اعلیٰ ہو گئے تو صاحب قرآن ﷺ کی ولادت پاک سے تا قیامت ربیع الاول اور اس کی

بارھویں تاریخ اعلیٰ وافضل کیوں نہ ہو۔حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کے دن کو روز عید قرار دے دیا گیا۔معلوم ہوا کہ جس دن تاریخ میں کسی اللہ والے پر اللہ کی رحمت آئی ہو۔وہ دن تاریخ تا قیامت رحمت کا دن بن جاتا ہے دیکھو جمعہ کا دن اس لئے افضل ہے کہ اس دن میں گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر ربانی انعام ہوئے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش انہیں سجدہ کرنا۔ان کا دنیا میں آنا نوح علیہ السلام کی کشتی پار لگنا یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا یعقوب علیہ السلام کا اپنے فرزند سے ملنا۔موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے نجات پانا۔پھر آئندہ قیامت کا آنا یہ سب جمعہ کے دن ہے لہذا جمعہ سید الایام ہو گیا۔

اسی طرح برعکس کا حال ہے کہ جن مقامات اور جن تاریخوں میں قوموں پر عذاب آیا ان سے ڈرو۔منگل کے دن فصد نہ لو یہ خون کا دن ہے۔اسی دن ہابیل قتل ہوا۔اسی دن حضرت حوا کو حیض شروع ہوا۔دیکھو ان دنوں میں یہ واقعات کبھی ایک بار ہو چکے۔مگر ان واقعات کی وجہ سے دن میں عظمت یا حقارت ہمیشہ کے لئے ہو گئی۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی خوشی یا عبادت کی یادگاریں منانا عبادت ہے آج بھی یادگار اسمٰعیل شہید یادگار مولانا قاسم خود مخالفین مناتے ہیں۔اگر کسی چیز کا مقرر کرنا شرک ہو جاوے تو مدرسہ دیوبند کی تاریخ امتحان مقرر تعطیل کے لئے ماہ رمضان مقرر دستار بندی کے لئے دورہ حدیث مقرر مدرسین کی تنخواہ مقرر کھانے اور سونے کے لئے وقت مقرر جماعت کے لئے گھنٹہ اور منٹ مقرر نکاح ولیمہ اور عقیقہ کے لئے تاریخیں مقرر۔میلاد شریف کو شرک کرنے کے شوق میں اپنے گھر کو تو آگ نہ لگاؤ۔یہ تاریخیں محض عادت کے طور پر مقرر کی جاتی ہیں۔یہ کوئی بھی نہیں سمجھتا کہ اس تاریخ کے علاوہ اور تاریخ میں محفل میلاد جائز ہی نہیں۔اسی لئے ہمارے یوپی میں ہر مصیبت کے وقت کسی کے انتقال کے بعد میلاد شریف کرتے ہیں۔کاٹھیاواڑ میں خاص شادی کے دن،میت کے تیجہ،دسویں،چالیسویں کے دن میلاد شریف کرتے ہیں۔پھر ماہ ربیع الاول میں ہر جگہ پورے ماہ میلاد شریف ہوتے رہتے ہیں۔سوائے دیوبند کے ہر جگہ دستور ہے بلکہ سنا گیا ہے۔کہ وہاں عام باشندے میلاد شریف برابر کرتے ہیں۔

خیال رہے کہ دن یا جگہ مقرر کرنا چند وجہ سے منع ہے۔ایک یہ کہ وہ دن یا جگہ کسی بت سے نسبت رکھتی ہو۔جیسے ہولی،دیوالی کے دن اس کی تعظیم کے لئے دیگ پکائے۔یا مندر میں جا کر صدقہ کرے اسی لئے مشکوٰۃ باب النذر میں ہے کہ کسی نے بوانہ میں اونٹ ذبح کرنے کی منت مانی تو فرمایا۔کیا وہاں کوئی بت یا کفار کا میلہ تھا عرض کیا نہیں۔فرمایا جا اپنی نذر پوری کر۔یا اس تعین میں کفار سے مشابہت ہے۔یا اسے واجب جاننا منع ہے یا جمعہ عید کے دن ہے اسے روزے کا دن نہ بناؤ۔

ان اعتراضات سے معلوم ہوا کہ مانعین کے پاس کوئی دلیل حرمت موجود نہیں۔یوں ہی ایک چڑ پیدا ہو گئی ہے اس لئے محض قیاسات باطلہ سے حرام کہتے ہیں مگر یا در ہے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

بحث قیام میلاد کے بیان میں

اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں۔ مقدمہ میں قیام کے متعلق ضروری باتیں ہیں۔

مقدمہ

نماز میں دو طرح کی عبادتیں ہیں۔ قولی اور فعلی۔ قولی تو قرآن کریم کی تلاوت۔ رکوع سجود کی تسبیح التحیات وغیرہ کا پڑھنا۔ اور فعلی عبادت چار ہیں۔ قیام رکوع سجدہ بیٹھنا قیام کے معنی ہیں اس طرح سیدھا ہونا کہ ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچ سکیں۔ رکوع کے معنی ہیں اس قدر جھکنا کہ گھٹنوں تک ہاتھ پہنچ جاویں۔ اسی لئے زیادہ کبڑے کے پیچھے تندرست کی نماز جائز نہیں۔ کیونکہ وہ قیام نہیں کرسکتا۔ ہر وقت رکوع میں ہی رہتا ہے۔ سجدہ کے معنی ہیں سات اعضا کا زمین پر لگنا۔ دونوں پاؤں کے پنجے دونوں گھٹنے دونوں ہتھیلیاں ناک پیشانی۔ اسلام سے پہلے دیگر انبیائے کرام کی امتوں میں کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا۔ رکوع کرنا سجدہ کرنا اور بیٹھنا ہر کام جائز تھا۔ مگر عبادت کی نیت سے نہیں بلکہ تحیۃ و تعظیم کے لئے خدائے پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ سے سجدہ تعظیمی کرایا۔ اور یعقوب علیہ السلام اور ان کے فرزندوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کیا (قرآن کریم) مگر اسلام نے تعظیمی قیام اور تعظیما بیٹھنے کو تو جائز رکھا۔ مگر تعظیمی رکوع اور تعظیمی سجدہ حرام کردیا۔ معلوم ہوا کہ قرآن حدیث سے منسوخ ہوتا ہے کیونکہ غیر اللہ کے لئے سجدہ تعظیمی کا ثبوت تو قرآن سے ہے۔ اور اس کا نسخ حدیث پاک سے ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ کسی کے سامنے جھکنا یا زمین پر سر رکھنا جب حرام ہوگا جبکہ رکوع و سجدہ کی نیت سے یہ کام کرے۔ لیکن اگر کسی بزرگ کا جوتا سیدھا کرنے یا ہاتھ پاؤں چومنے کے لئے جھکا تو اگرچہ جھکنا تو پایا گیا۔ مگر چونکہ اس میں رکوع کی نیت نہیں ہے لہذا یہ رکوع نہیں ہاں تا حد پر رکوع جھک کر سلام کرنا حرام ہے یعنی تعظیما تا حد رکوع جھکنا حرام اور جھکنا کسی اور کام کے لئے تھا۔ اور کام تعظیم کے لئے تو جائز جیسے کہ کسی کے جوتے سیدھے کرنا وغیرہ۔ یہ فرق ضرور خیال میں رہے بہت ہی باریک ہے۔ شامی جلد پنجم کتاب الکراہیۃ باب الاستبراء کے آخر میں ہے۔

الایماء فی الاسلام الی قریب الرکوع کالسجود وفی المحیط انه یکره الانحناء للسلطن وغیره۔

ترجمہ: اسلام میں رکوع کے قریب جھک کر اشارہ کرنا سجدہ کی طرح ہے (حرام ہے) محیط میں ہے کہ بادشاہ کے سامنے جھکنا مکروہ تحریمی ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

پہلا باب

قیام میلاد کے ثبوت میں

قیام یعنی کھڑا ہونا چھ طرح کا ہے۔ قیام جائز قیام فرض قیام سنت قیام مستحب۔ قیام مکروہ قیام حرام۔ ہم ہر ایک کے پہچاننے کا قاعدہ عرض کئے دیتے ہیں۔ جس سے قیام میلاد کا حال خود بخود معلوم ہوجاوے گا کہ یہ قیام کیسا ہے۔

(۱) دنیاوی ضروریات کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے۔ اس کی سینکڑوں مثالیں ہیں۔ کھڑے ہوکر عمارت بنانا اور دیگر دنیاوی کاروبار کرنا وغیرہ۔

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض۔

ترجمہ: جب نماز جمعہ ہو جاوے تو تم زمین میں پھیل جاؤ۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۶۲ آیت نمبر ۱۰)

(۲) پنج وقتہ نماز اور واجب نماز میں قیام فرض ہے۔ **وقوموا للہ قنتین** (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۳۸) اللہ کے سامنے اطاعت کرتے ہوئے کھڑے ہو یعنی اگر کوئی شخص قدرت رکھتے ہوئے بیٹھ کر ادا کرے تو یہ نماز نہ ہوگی۔

(۳) نوافل میں کھڑا ہونا مستحب ہے اور بیٹھ کر بھی جائز۔ یعنی کھڑے ہو کر پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے۔

(۴) چند موقعوں پر کھڑا ہونا سنت ہے اولاً تو کسی دینی عظمت والی چیز کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا اسی لئے آب زمزم اور وضو کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینا مسنون ہے۔ حضور علیہ السلام کے روضہ پاک پر اللہ حاضری نصیب فرمادے تو نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑا سنت ہے۔ عالمگیری جلد اول آخر کتاب الحج آداب زیارت قبر النبی علیہ السلام میں ہے۔

ویقف کما یقف فی الصلوة ویمثل صورته الکریمة کانه نائم فی لحد عالم به یسمع کلامه۔

ترجمہ: روضہ مطہرہ کے سامنے ایسے کھڑا ہو جیسے کہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور اس جمال پاک کا نقشہ ذہن میں جمائے گویا کہ وہ سرکار اپنی قبر انور میں آرام فرما ہیں۔ اس کو جانتے ہیں اور اس کی بات سنتے ہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب المناسک باب نذر بالحج خاتمہ فی زیارۃ قبر النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اسی طرح مومنین کی قبروں پر فاتحہ پڑھے تو قبلہ کو پشت اور قبر کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا سنت ہے عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب زیارت القبور میں ہے۔

یخلع نعلیه ثم یقف مستد بر القبلة مستقبلا لوجه المیت۔

ترجمہ: اپنے جوتے اتار دے اور کعبہ کی طرف پشت اور میت کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو۔

روضہ پاک آب زمزم وضو کا پانی قبر مومن سب متبرک چیزیں ہیں۔ ان کی تعظیم قیام سے کرائی گئی۔ دوسرے جب کوئی دینی پیشوا آئے تو اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جانا سنت ہے۔ اسی طرح جب دینی پیشوا سامنے کھڑا ہو تو اس کے لئے کھڑا رہنا سنت اور بیٹھنا رہنا بے ادبی ہے۔ مشکوۃ جلد اول کتاب الجہاد باب حکم الاسرا اور باب القیام میں ہے کہ جب اسعد ابن معاذ اللہ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے انصار کو حکم دیا۔ **قوموا الی سیدکم** اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب ج ۴ ص ۱۵۱۱ رقم الحدیث ۳۸۹۵ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب جواز قتال من نقض العہد ج ۳ ص ۱۳۸۸ رقم الحدیث ۱۷۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤ کتاب الادب ما جاء فی القیام ج ۴ ص ۳۵۵ رقم الحدیث ۵۲۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یہ قیام تعظیمی تھا نہ یہ کہ ان کو محض مجبوری کی وجہ سے قیام کرایا گیا۔ نیز گھوڑے سے اتارنے کے لئے ایک دو صاحب ہی کافی تھے۔ سب کو کیوں فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ۔ نیز گھوڑے سے اتارنے کے لئے تو حاضرین مجلس پاک میں سے کوئی بھی چلا جاتا۔ خاص انصار کو کیوں حکم فرمایا۔ ماننا پڑے گا کہ یہ قیام تعظیمی ہی تھا۔ اور حضرت سعد انصار کے سردار تھے۔ ان سے تعظیم کرائی گئی۔ جن لوگوں نے الٹی سے دھوکا کھا کر کہا ہے کہ یہ قیام بیماری کے لئے تھا۔ وہ اس آیت میں کیا کہیں گے؟ **اذا قمتم الی الصلوة** کیا نماز بھی بیمار ہے کہ اس کی امداد کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

حکمت در مراعات توقیر و اکرام سعد دریں مقام وامر تعظیم او از ادریں ها آں باشد که از ابرائے حکم کردن طلبیدہ بودند پس اعلان شان او دریں مقام اولیٰ و انسب باشد۔

فاذا قام قمنا قیاماً حتی فرء یناه قد دخل بعض بیوت ازواجه۔

ترجمہ: اس موقعہ پر سعد کی تعظیم وتکریم کرانے میں یہ حکمت ہوگی کہ ان کو بنی قریظہ پر حکم فرمانے کے لئے بلایا تھا۔اس جگہ ان کی شان کا اظہار بہتر اور مناسب تھا۔

(اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب القیام الفصل الاول ج ۴ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

مشکوٰۃ باب القیام میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ جب حضور علیہ السلام مجلس سے اٹھتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے تھے یہاں تک کہ ہم دیکھ لیتے تھے کہ آپ اپنی کسی بیوی پاک کے گھر میں داخل ہو گئے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب القیام الفصل الثالث ص ۴۰۳۔۴۰۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب القیام میں زیر آیت حدیث **قوموا الی سید کم** ہے

اجماع کردہ اند جماھیر علماء بایں حدیث براکرام اہل فضل از علم یاصلاح یا شرف ونووی گفتہ کہ ایں قیام مراہل فضل راوقت قدوم آوردن نیست قیام جالس از برائے کسی کہ درآمدہ است برویئے بجہت تعظیم۔

(اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب القیام الفصل الاول ج ۴ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

اس حدیث کی وجہ سے جمہور علماء نے علمائے صالحین کی تعظیم کرنے پر اتفاق کیا ہے نووی نے فرمایا کہ بزرگوں کی تشریف آوری کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے اس بارے میں احادیث آئی ہیں اور اس کی ممانعت میں صراحۃً کوئی حدیث نہیں آئی۔قنیہ سے نقل کیا کہ بیٹھے ہوئے آدمی کا کسی آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جانا مکروہ نہیں۔عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ملاقات الملوک میں ہے۔

تجوز الخدمة بغیر اللہ تعالٰی بالقیام و اخذ الیدین والانحناء۔

ترجمہ: غیر خدا کی عظمت کرنا کھڑے ہو کر مصافحہ کرکے جھک کر ہر طرح جائز ہے۔

(فتاوی عالمگیری کتاب الکراھیۃ باب ملاقاۃ الملوک التواضع لھم الباب الثامن والعشرون ج ۵ ص ۳۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس جگہ جھکنے سے مراد حد رکوع سے کم جھکنا ہے۔تا حد رکوع جھکنا تو ناجائز ہے جیسا کہ ہم مقدمہ میں عرض کر چکے۔درمختار جلد پنجم کتاب الکراہیۃ باب الاستبراء کے آخر میں ہے۔

یجوز بل یندب القیام تعظیماً للقادم یجوز القیام ولو للقاری بین یدی العالم۔

ترجمہ: آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جانا جائز بلکہ مستحب ہے جیسے کہ قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے کھڑا ہو جانا جائز ہے۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ ج ۵ ص ۲۴۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن کی حالت میں بھی کوئی عالم دین آجاوے تو اس کے لئے کھڑا ہو جانا مستحب ہے اس کے ماتحت شامی میں ہے۔

وقیام قاری القران لمن یجئی تعظیماً لایکرہ اذ کان ممن یستحق التعظیم۔

ترجمہ: قرآن پڑھنے والے کا آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جانا مکروہ نہیں جبکہ وہ تعظیم کے لائق ہو۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ ج ۵ ص ۲۴۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی جلد اول باب الامامت میں ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں صف اول میں جماعت کے انتظار میں بیٹھا ہے۔اور کوئی عالم آدمی آ گیا اس کے لئے جگہ چھوڑ دینا خود پیچھے ہٹ جانا مستحب ہے بلکہ اس کے لئے پہلی صف میں نماز پڑھنے سے یہ افضل ہے۔یہ تعظیم تو علماء امت کی ہے۔

(رد المحتار علی در المختار باب الامامۃ ج ۱ ص ۴۲۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

لیکن صدیق اکبر نے تو عین نماز پڑھاتے ہوئے جب حضور علیہ السلام کو تشریف لاتے دیکھا تو خود مقتدی بن گئے۔اور بیچ نماز میں

حضور علیہ السلام امام ہوئے۔

(مسند احمد ج ۱ص ۲۰۹ رقم الحدیث ۱۷۸۵ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)

ان امور سے معلوم ہوا کہ بزرگان دین کی تعظیم عبادت کی حالت میں بھی کی جاوے۔ مسلم جلد دوم باب حدیث توبہ ابن مالک کتاب التوبہ میں ہے۔

فقام طلحة ابن عبيدالله يهرول حتى صافحني و هناء ني۔

ترجمہ: پس طلحہ ابن عبید اللہ کھڑے ہوگئے دوڑتے ہوئے آئے مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی۔

(صحیح مسلم کتاب التوبۃ حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۶۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس جگہ نووی میں ہے۔

فيه استحباب مصافحته القادم والقيام له اكرما والهرولته الى لقاء ہ۔

(شرح صحیح مسلم للنووی کتاب التوبۃ حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۶۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے ثابت ہوا کہ آنے والے سے مصافحہ کرنا۔ اس کی تعظیم کو کھڑا ہونا۔ اس کے ملنے کے لئے دوڑنا مستحب ہے۔

تیسرے جبکہ کوئی اپنا پیارا آجاوے تو اس کی خوشی میں کھڑا ہو جانا۔ ہاتھ پاؤں چومنا سنت ہے مشکوۃ کتاب الادب باب المصافحہ میں ہے کہ زید ابن حارثہ دروازہ پاک مصطفیٰ علیہ السلام پر حاضر ہوئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔

فقام اليه رسول الله ﷺ عريانا فاعتنقه وقبله۔

ترجمہ: ان کی طرف حضور علیہ السلام بغیر چادر شریف کے کھڑے ہوگئے پھر ان کو گلے سے لگالیا اور بوسہ دیا۔

(سنن الترمذی کتاب الاستئذان والآداب باب ما جاء فی المعانقۃ والقبلۃ ج ۴ ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۲۷۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۹۲ رقم الحدیث ۶۷۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۲ مطبوعہ)

مشکوۃ اسی باب میں ہے کہ جب حضرت خاتون جنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتیں۔

قام اليها فاخذ بيدها فقبلها واجلسها يف مجلسه۔

ان کے لئے کھڑے ہو جاتے اور ان کا ہاتھ پکڑ ے ان کو چومتے اور اپنی جگہ ان کو بٹھاتے۔ اسی طرح جب حضور علیہ السلام فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے۔ تو آپ بھی کھڑی ہو جاتیں اور ہاتھ مبارک دیتیں اور اپنی جگہ حضور علیہ السلام کو بٹھالیتیں۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فضل فاطمۃ ج ۶ ص ۱۷۵ رقم الحدیث ۳۸۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ما جاء فی القیام ج ۴ ص ۳۵۵ رقم الحدیث ۵۲۱۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۹۶ رقم الحدیث ۸۳۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۵ ص ۴۰۳ رقم الحدیث ۶۹۵۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۷۴ رقم الحدیث ۴۷۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مرقات باب المشی بالجنازۃ فصل دوم میں ہے۔

فيه ايمآء الى ندب القيام لتعظيم الفضلآء والكبرآء۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۴ ص ۴۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

معلوم ہوا کہ فضلاء کے لئے قیام تعظیمی جائز ہے۔ چوتھے جبکہ کوئی پیارے کا ذکر سنے یا کوئی اور خوشی کی خبر سنے تو اسی وقت کھڑا ہو جانا مستحب اور سنت صحابہ وسنت سلف ہے۔ مشکوۃ کتاب الایمان فصل ثالث میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک خوشخبری سنائی۔

فقمت اليه وقلت بابى انت وامى انت احق بها۔

ترجمہ: تو میں کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ ہی اس لائق ہیں۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان الفصل الثالث ص ۱۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت ۲۹ محمد رسول الله ہے کہ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مجمع علماء موجود تھا کہ ایک نعت خواں نے نعت کے دو شعر پڑھے۔

فعند ذلك قام الامام السبكي و جميع من في المجلس فحصل انس عظيم بذلك المجلس۔

ترجمہ: تو فوراً امام سبکی اور تمام حاضرین مجلس کھڑے ہو گئے اور اس مجلس میں بہت ہی لطف آیا۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

پانچویں کوئی کافر اپنی قوم کا پیشوا ہو۔ اور اس کے اسلام لانے کی امید ہو تو اس کے آنے پر اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا سنت ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے کے لئے حاضر خدمت ہوئے تو حضور علیہ السلام نے کھڑے ہو کر ان کو اپنے سینہ پاک سے لگایا۔

(کتب تواریخ)

عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب اہل الذمہ میں ہے۔

اذا دخل ذمي على مسلم فقام له طعام في اسلامه فلا باس۔

ترجمہ: کوئی ذمی کافر مسلمان کے پاس آیا مسلمان اس کے اسلام کی امید پر اس کے لئے کھڑا ہو گیا تو جائز ہے۔

(فتاوی عالمگیری الباب الرابع عشر فی اھل الذمۃ والاحکام التی تعود الیھم ج ۵ ص ۳۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۵) چند جگہ قیام مکروہ ہے۔ اولاً آب زمزم اور وضو کے سوا اور پانی کو پیتے وقت کھڑا ہونا بلا عذر مکروہ ہے۔ دوسرے دنیادار کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا دنیاوی لالچ سے بلا عذر مکروہ ہے۔ تیسرے کافر کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا سا کی مالداری کی وجہ سے مکروہ ہے۔ عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب اہل الذمہ میں ہے۔

وان قام له من غير ان ينوى شيئا مما ذكرنا او قام طمعاً لغناه كره له ذلك۔

ترجمہ: اگر اس کے لئے سوائے مذکورہ صورتوں کے کھڑا ہو یا اس کی مالداری کے طمع میں کھڑا ہو تو مکروہ ہے۔

(فتاوی عالمگیری الباب الرابع عشر فی اھل الذمۃ والاحکام التی تعود الیھم ج ۵ ص ۳۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

چوتھے جو شخص اپنی تعظیم کرانا چاہتا ہو اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا منع ہے۔ پانچویں اگر کوئی بڑا آدمی درمیان میں بیٹھا ہو اور لوگ اس کے آس پاس دست بستہ کھڑے ہوں تو اس طرح کھڑا ہونا سخت منع ہے۔ اپنے لئے قیام پسند کرنا بھی منع ہے اس کے حوالہ دوسرے باب میں آویں گے انشاء اللہ یہ تقسیم خیال میں رہے۔

جب یہ تحقیق ہو چکی تو اب پتہ لگ گیا کہ میلاد پاک میں ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا سنت صحابہ اور سنت سلف صالحین سے ثابت ہے کیونکہ ہم قیام سنت میں چوتھا قیام وہ بتا چکے کہ جو خوشی کی خبر پا کر یا کسی پیارے کے ذکر پر ہو۔ اور پہلا قیام وہ بتایا جو کسی دینی عظمت والی چیز کی تعظیم کے لئے ہو۔ لہذا قیام میلاد چند وجہ سے سنت میں داخل ہوا۔ ایک تو اس لئے کہ یہ ذکر ولادت کی تعظیم کے لئے ہے دوسرے اس لئے کہ ذکر ولادت سے بڑھ کر مسلمان کے نزدیک کون محبوب ہے وہ جان اولاد ماں باپ مال متاع سب سے زیادہ محبوب ہیں ﷺ ان کے ذکر پر کھڑا ہونا سنت سلف صالحین ہے۔ چوتھے اس لئے کہ ولادت پاک کے وقت ملائکہ در دولت پر کھڑے ہوئے تھے۔ اس لئے ولادت کے ذکر پر کھڑا ہونا فعل ملائکہ سے مشابہ ہے۔ پانچویں اس لئے کہ ہم بحث میلاد میں حدیث سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنے اوصاف اور اپنا نسب شریف منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا۔ تو اس قیام کی اصل مل گئی چھٹے اس لئے کہ شریعت نے اس کو منع نہ کیا۔ اور ہر ملک کے عام مسلمان اس کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں۔ اور جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ ہم اس کی تحقیق بحث میلاد اور بحث بدعت میں کر چکے ہیں۔ نیز پہلے عرض کر چکے ہیں کہ مسلمان جس کام کو مستحب جانیں۔ وہ شریعت میں

مستحب ہے شامی جلد سوم کتاب الوقف۔ وقف منقولات کی بحث میں فرماتے ہیں۔ لان التعامل یترک بہ القیاس لحدیث ماراہ المومنون حسناً فھو عنداللہ حسن یعنی دیگچی و جنازہ وغیرہ کا وقف قیاساً ناجائز ہونا چاہیے مگر چونکہ عام مسلمان اس کے عامل ہیں لہذا قیاس چھوڑ دیا گیا اور اسے جائز مانا گیا۔ دیکھو عامۃ المسلمین جس کام کو اچھا سمجھنے لگیں۔ اور اس کی حرمت کی نص نہ ہو تو قیاس کو چھوڑ نا لازم ہے۔ درمختار جلد پنجم کتاب الاجارات باب اجارت الفاسدہ میں ہے۔

وجاز اجارة الحمام لانه عليه السلام دخل حمام الجحفة وللعرف وقال النبی عليه السلام ما راه المومنون حسنا فهو عند الله حسن۔

ترجمہ: حمام کا کرایہ جائز ہے کیونکہ حضور علیہ السلام مہر جحفہ کے حمام میں تشریف لے گئے اور اس لئے کہ عرف جاری ہو گیا۔ اور حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ عنداللہ اچھا ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ ج ۵ ص ۳۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس کے ماتحت شامی میں ہے کہ حضور علیہ السلام کے جحفہ کے حمام میں داخل ہونے کی روایت سخت ضعیف ہے۔ بعض نے کہا کہ موضوع ہے۔ لہذا اب حمام کے جائز ہونے کی دلیل صرف ایک رہ گئی یعنی عرف عام تو ثابت ہوگا کہ جو کام مسلمان عام طور پر جائز سمجھ کر کریں وہ جائز ہے۔ شامی میں اسی جگہ ہے۔

لان الناس فی سائر الامصار یدفعون اجرت الحمام فدل اجماعهم علی جواز ذلك وان كان القياس یاباہ۔

ترجمہ: کیونکہ تمام شہروں میں مسلمان لوگ حمام کی اجرت دیتے ہیں پس ان کے اجماع سے اس کا جائز ہونا معلوم ہوا اگرچہ یہ خلاف قیاس ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الفاسدۃ ج ۵ ص ۳۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ثابت ہوا کہ حمام کا کرایہ قیاساً جائز نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ خبر نہیں ہوتی کہ کتنا پانی خرچ ہوگا۔ اور کرایہ میں نفع و اجرت معلوم ہونا ضروری ہے لیکن چونکہ مسلمان عام طور پر اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ لہذا یہ جائز ہے۔ قیام میلاد کو بھی عام مسلمان مستحب سمجھتے ہیں۔ لہذا مستحب ہے۔ ساتویں اس لئے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وتعزروه وتوقروه۔

ترجمہ: اے مسلمانو ہمارے نبی کی مدد کرو اور ان کی تعظیم کرو۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۴۸ آیت نمبر ۹)

تعظیم میں کوئی پابندی نہیں بلکہ جس زمانہ میں اور جس جگہ جو طریقہ بھی تعظیم کا ہو اس طرح کرو بشرطیکہ شریعت نے اس کو حرام نہ کیا ہو جیسے کہ تعظیمی سجدہ ورکوع۔ اور ہمارے زمانہ میں شاہی احکام کھڑے ہو کر بھی پڑھے جاتے ہیں لہذا محبوب کا ذکر بھی کھڑے ہو کر ہونا چاہیے۔ دیکھو کلوا واشربوا (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۶۰) میں مطلقاً کھانے پینے کی اجازت ہے کہ ہر حلال غذا کھاؤ پیو۔ تو بریانی، زردہ، قورما، سب ہی حلال ہوا خواہ خیر القرون میں ہو یا نہ ہو۔ ایسے ہی توقروہ کا امر مطلق ہے کہ ہر قسم کی جائز تعظیم کرو۔ خیر القرون سے ثابت ہو یا نہ ہو۔ آٹھویں اس لئے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب۔

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دل کے تقوے سے ہے۔

(پارہ ۱۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۳۲)

روح البیان نے زیرآیت وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدون (پارہ۶ سورہ۵ آیت نمبر۲) لکھا کہ جس چیز کو دینی عظمت حاصل ہو وہ شعائر اللہ ہیں۔ان کی تعظیم کرنا ضروری ہے جیسے کہ بعض مہینے بعض دن و مقامات۔بعض اوقات وغیرہ اسی لئے صفا و مروہ کعبہ معظمہ ماہ رمضان شب قدر کی تعظیم کی جاتی ہے۔اور ذکر ولادت بھی شعائر اللہ ہے لہذا اس کی تعظیم بھی بہتر ہے وہ قیام سے حاصل ہے۔

ہم نے آٹھ دلائل سے اس قیام کا مستحب ہونا ثابت کیا۔مگر مخالفین کے پاس خدا جا ہے۔تو ایک بھی دلیل حرمت نہیں۔محض اپنی رائے سے حرام کہتے ہیں۔

دوسرا باب

قیام میلاد پر اعتراض وجواب میں

اعتراض (۱)......:۔ چونکہ میلاد کا قیام اول تین زمانوں میں نہیں تھا۔لہذا بدعت ہے اور ہر بدعت حرام ہے۔حضور کی وہ ہی تعظیم کی جاوے جو کہ سنت سے ثابت ہو۔اپنی ایجادات کو اس میں داخل نہ ہو کیا ہم کو مقابلہ صحابہ کرام حضور سے زیادہ محبت نہیں ہے جب انہوں نے یہ قیام نہ کیا تو ہم کیوں کریں۔

جواب:۔ بدعت کا جواب تو بارہا دیا جا چکا ہے کہ ہر بدعت حرام نہیں۔رہا یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام کی وہ ہی تعظیم کی جاوے جو سنت سے ثابت ہو کیا یہ قاعدہ صرف حضور علیہ السلام کی تعظیم کے لئے ہے یا دیگر علمائے دیوبند کے لئے بھی یعنی عالم کتاب مدرسہ تمام چیزوں کی وہ ہی تعظیم ہونی چاہیے جو سنت سے ثابت ہے تو علماء دیوبند کی آمد پر سٹیشن پر جانا۔ان کے گلوں میں ہار پھول ڈالنا۔ان کے لئے جلوس نکالنا جھنڈیوں سے راستہ اور جلسہ گاہ کو سجانا۔کرسیاں لگانا۔وعظ کے وقت زندہ باد کے نعرے لگانا۔مسند اور قالین بچھانا وغیرہ اس طرح کی تعظیم کا آپ کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہیں کہ صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کی ایسی تعظیم کی ہو۔نہیں پیش کر سکتے۔تو فرمایئے کہ یہ تعظیم حرام ہے یا حلال۔لہذا آپ کا یہ قاعدہ ہی غلط ہے۔بلکہ رکوع و سجدہ محرمات کے علاوہ جس تعظیم کا جس ملک میں رواج ہو وہ جائز ہے اور جذبہ دل جس طرف راہبری کرے وہ عبادت ہے۔لکھنؤ میں مہتر بھنگی کو کہتے ہیں۔اور فارسی اور بعض جگہ اردو میں بھی مہتر بمعنی سردار بولا جاتا ہے جیسے کہ چترال کے نواب کو مہتر چترال کہتے ہیں۔لکھنؤ میں جو شخص یہ کلمہ مہتر کسی نبی کے لئے استعمال کرے کافر ہے۔اور چترال میں اور فارسی میں نہیں۔ہر ملکے ہر رسمے۔

ہندیاں را اصطلاح ہند مدح　　　سندھیاں را اصطلاح سندھ قدح

مرقاۃ و اشعۃ اللمعات کے مقدمہ دراحوال محدثین ص ۱۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال میں لکھتے ہیں کہ آپ مدینہ پاک کی زمین پاک میں کبھی گھوڑے پر سوار نہ ہوئے اور جب حدیث بیان فرماتے تو غسل کرتے عمدہ لباس پہنتے۔خوشبو لگاتے اور ہیبت و وقار سے بیٹھتے تھے۔کہیئے مدینہ پاک یا حدیث شریف کی یہ تعظیم کسی صحابی نے کی تھی؟ نہیں۔مگر امام مالک کا جذبہ دل ہے عین ثواب ہے۔تفسیر روح البیان زیر آیت ما کان محمد ابا احد من رجالکم (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۴۰) ہے کہ ایاز کے فرزند کا نام محمد تھا۔سلطان اس کا نام لے کر پکارتے تھے۔ایک روز غسل خانہ میں جا کر فرمایا کہ اے ایاز کے بیٹے پانی لا۔ایاز نے عرض

کیا کہ حضور کیا قصور ہوا کہ غلام زادے کا نام نہ لیا۔ فرمایا کہ ہم اس وقت بے وضو تھے اس مبارک نام کو بے وضو نہیں لیا کرتے۔

ہزار بار بشویم دھن بمشک و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

کہیئے یہ تعظیم کہاں ثابت ہے؟ کہیئے کیا سلطان محمود اور امام مالک رحمہما اللہ کو صحابہ کرام سے زیادہ عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام تھا۔

اعتراض (۲)......:۔ اگر ذکر رسول علیہ السلام کی تعظیم منظور ہے تو ہر ذکر پر کھڑے ہو جایا کرو۔ اور میلاد شریف میں اول سے ہی کھڑے رہا کرو۔ یہ کیا کہ پہلے بیٹھے اور بعد کو بیٹھے درمیان میں کھڑے ہو گئے۔

جواب:۔ یہ تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر کسی کو اللہ توفیق دے اور ہر وقت کھڑے ہو۔ یا بعض وقت ہر طرح جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کتب حدیث کھڑے ہو کر پڑھایا کرتے تھے دیکھنے والوں نے ہم کو بتایا کہ خود بھی کھڑے ہوتے پڑھنے والے بھی کھڑے ہوتے تھے ان کا یہ فعل بہت ہی مبارک تھا مگر چونکہ از اول تا آخر کھڑا ہونا عوام کو دشوار ہوگا۔ اس لئے صرف ولادت کے ذکر کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں۔ نیز بیٹھے بیٹھے بعض لوگ کبھی اونگھ جاتے ہیں کھڑا کر کے صلوٰۃ وسلام پڑھ لو۔ تاکہ نیند جاتی رہے اسی لئے اس وقت عرق گلاب وغیرہ چھڑکتے ہیں۔ تاکہ پانی سے نیند اڑ جاوے کیوں صاحب! نماز میں بعض ذکر تو آپ کھڑے ہو کر کرتے ہو۔ اور بعض رکوع میں اور بعض سجدے میں اور بیٹھ کر۔ ہر ذکر کھڑے ہو کر ہی کیوں نہ کیا؟ نیز جب التحیات میں اشھد ان لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں تو حکم ہے کہ انگلی کا اشارہ کرے۔ اور ہزار ہا موقعوں پر آپ یہ ہی کلمہ پڑھتے ہو۔ انگلی کیوں نہیں ہلاتے؟ صوفیائے کرام بعض وظائف میں کچھ اشاروں کی قیدیں لگاتے ہیں۔ مثلاً جب مقدمہ میں حاکم کے سامنے جاوے تو کھیعص اس طرح پڑھے کہ اس کے ہر حرف پر ایک انگلی بند کر دے کاف پر وہ پری پر وغیرہ۔ پھر حمعسق پڑھے ہر ایک پر ایک انگلی کھولے پھر حاکم کی طرف دم کر دے تو جب تلاوت قرآن کے دوران یہ کلمے آتے ہیں تو یہ اشارہ کیوں نہیں۔ اور یہ اشعارے صحابہ کرام سے کہاں ثابت ہیں۔ حزب البحر وغیرہ پڑھنے والے حضرات بعض مقامات پر خاص اشارے کرتے ہیں اور موقعوں پر کیوں نہیں کرتے۔ نیز طواف خانہ کعبہ میں پہلے طواف کے چار چکروں میں اضطباع بھی کرتے ہیں۔ اور رمل بھی بعد میں کیوں نہیں کرتے؟ اس قسم کے صدہا سوالات کئے جاسکتے ہیں۔ امام بخاری نے بعض احادیث کو اسناداً بیان کیا۔ بعض کو تعلیقاً۔ سب کو یکساں کیوں نہ بیان کیا۔ بھلا ان جیسی باتوں سے حرمت ثابت ہو سکتی ہے۔

اعتراض (۳)......:۔ لوگوں نے قیام میلاد کو ضروری سمجھ لیا ہے کہ نہ کرنے والوں پر طعن کرتے ہیں اور غیر ضروری کو ضروری سمجھنا ناجائز ہے لہذا قیام ناجائز ہے۔

جواب:۔ یہ مسلمانوں پر محض بہتان ہے کہ وہ قیام میلاد کو واجب سمجھتے ہیں۔ نہ کسی عالم دین نے لکھا کہ قیام واجب ہے۔ اور نہ تقریروں میں کہا۔ عوام بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ قیام اور میلاد شریف کار ثواب ہے۔ پھر آپ ان پر واجب سمجھنے کا کس طرح الزام لگاتے ہیں! اگر کوئی واجب سمجھے بھی تو اس کا یہ سمجھنا برا ہوگا نہ کہ اصل قیام حرام ہو جاوے۔ نماز میں درود شریف پڑھنا امام شافعی صاحب ضروری سمجھتے ہیں احناف غیر واجب۔ تو ہمارے نزدیک ان کا یہ قول صحیح نہ ہوگا۔ نہ کہ یہ درود نماز ہی منع ہو جاوے اس کی تحقیق حاجی امداد اللہ صاحب نے (ہفت مسئلہ) میں خوب کی ہے رہا یہ کہ مسلمان اس کو پابندی سے کرتے ہیں اور نہ کرنے والے کو وہابی کہتے ہیں۔ یہ بالکل درست ہے۔

مشکوٰۃ باب القصد فی العمل میں ہے۔

احب الاعمال الی اللہ ادومھا و ان قل۔

ترجمہ: اللہ کے نزدیک اچھا کام وہ ہے جو کہ ہمیشہ ہو۔ اگرچہ تھوڑا ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب القصد فی العمل الفصل الاول ص ۱۱۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ہر کار خیر کو پابندی سے کرنا مستحب ہے مسلمان ہر عید کو اچھے کپڑے پہنتے ہیں۔ ہر جمعہ کو غسل کرتے ہیں۔ خوشبو لگاتے ہیں۔ مدارس میں ہر رمضان و جمعہ میں چھٹی کرتے ہیں۔ ہر سال امتحان لیتے ہیں۔ مسلمان ہر رات کو سوتے ہیں۔ ہر دوپہر کو کھانا کھاتے ہیں۔ تو کیا ان کو واجب سمجھتے ہیں یا پابندی وجوب کی علامت ہے رہا قیام نہ کرنے والوں کو وہابی سمجھنا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فی زمانہ ہندوستان میں یہ وہابیوں کی علامت ہوگئی ہے اہل ایمان کے ہر زمانہ میں علامات مختلف رہی ہیں اور حسب زمانہ علامات کفار سے بچنا علامت اہل ایمان اختیار کرنا ضروری ہے۔ اول اسلام میں فرمایا گیا کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا جنتی ہوگیا۔

(مشکوۃ کتاب الایمان ص ۱۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

کیونکہ اس وقت کلمہ پڑھنا ہی اہل ایمان کی علامت تھی۔ پھر جب کلمہ گویوں میں منافق پیدا ہوئے تو قرآن پاک نے فرمایا کہ آپ کے سامنے منافق آکر کہتے ہیں کہ ہم گواہ ہیں کہ آپ رسول اللہ ہیں۔ اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ رسول اللہ ہیں۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ منافق جھوٹے ہیں کہیئے بات تو سچی کہہ رہے ہیں۔ مگر ہیں جھوٹے پھر حدیث میں آیا کہ ایک قوم نہایت ہی عبادت گزار ہوگی۔ مگر دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ نیز حدیث میں آیا کہ خارجی کی پہچان سر منڈانا ہے۔

(دیکھو دونوں حدیثیں مشکوۃ کتاب القصاص باب قتل اہل الردہ)۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب ذکر الخوارج وصفاتھم ج ۲ ص ۷۴۵ رقم الحدیث ۱۰۶۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۵ رقم الحدیث ۱۱۰۳۱ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)، (السنۃ لابن عبد اللہ بن احمد وقال اسنادہ صحیح ج ۲ ص ۶۲۲ رقم الحدیث ۱۴۸۲ مطبوعہ دار ابن القیم الدمام)

یہ تین امور تین زمانوں کے اعتبار سے ہیں شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ کسی نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سنی کی علامت کیا ہے؟ فرمایا حب الختنین تفضیل الشیخین والمسح علی الخفین دو داماموں یعنی سیدنا علی و عثمان سے محبت رکھنا۔ شیخین صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تمام پر افضل جاننا اور چمڑے کے موزے پر مسح کرنا۔ تفسیرات احمدیہ میں سورہ انعام زیر آیت وان ھذا صراطی مستقیما ہے کہ سیدنا عبد اللہ ابن عباس نے فرمایا کہ جس میں دس عادات ہوں وہ سنی ہے۔

تفضیل الشیخین توقیر الختنین تعظیم القبلتین الصلوۃ علی الجنازتین الصلوۃ خلف الامامین ترك الخرج علی الامامین المسح علی الخفین والقول بالتقدبرین والامساك عن الشهادتین واداء الفریضتین۔

(التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الایات الشرعیہ ۴۰۸ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

مرقات شروع باب المسح علی الخفین میں ہے۔

سئل انس ابن ملك عن علامته اهل السنة والجماعته فقال ان تحب الشیخین ولا تطعن الختنین وتمسح علی الخفین۔

درمختار باب المیاہ میں ہے۔

والتوضو من الحوض افضل رغما للمعتزلة۔

ترجمہ: حوض سے وضو کرنا افضل ہے معتزلہ کو جلانے کے لئے

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الطھارۃ باب المیاہ ج ۱ ص ۱۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی جگہ شامی میں ہے

لان المعتزلة لایحبیزونه من الحیاض فنزغمهم بالوضوء منها۔

ترجمہ: یعنی معتزلہ حوض سے وضوکرنے کو ناجائز کہتے ہیں۔لہذا ہم ان کو حوض سے وضوکر کے جلائیں گے۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الطھارۃ باب المیاہ ج ا ص ۱۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

دیکھو حوض سے وضوکرنا۔ چمڑے کے موزوں پرمسح کرنا وغیرہ واجبات میں سے نہیں۔لیکن چونکہ اس زمانہ میں اس کے منکر پیدا ہوگئے ہیں لہذا ان کو سنی کی پہچان قرار دیا۔اسی طرح قیام میلاد فاتحہ وغیرہ واجبات میں سے نہیں۔مگر چونکہ اس کے منکر پیدا ہو گئے ہیں لہذا فی زمانہ یہ ہندوستان میں سنی ہونے کی علامت ہے۔اور مجلس میلاد میں اکیلا بیٹھا رہنا علامت دیوبندی کی ہے۔ **من تشبہ بقوم فھو منھم** لہذا اس سے بچنا چاہیے۔نیز شامی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی جائز یا مستحب کام سے بلاوجہ لوگ روکیں تو اس کو ضرور کرے۔آج ہندوستان میں ہندو قربانی گائے سے روکتے ہیں خاص گائے کی قربانی واجب نہیں۔مگر مسلمانوں نے اپنا خون بہا کر اس کو جاری رکھا۔اسی طرح محفل میلاد وقیام وغیرہ ہے۔فقہاء کے نزدیک زنار باندھنا اور ہندوؤں کی سی چوٹی سر پر رکھنا۔قرآن پاک نجاست میں ڈالنا کفر ہے کیونکہ یہ کفار کی مذہبی علامت ہے۔

ضروری نوٹ:۔ یہ سوال ۱۱۳ کثر دیوبندی کیا کرتے ہیں کہ فاتحہ عرس ومیلاد وغیرہ سب کو اس وجہ سے حرام بتاتے ہیں۔یہ بھی کہتے ہیں کہ تم نے خود سنی ہونیکی علامات ایجاد کرلی ہیں حدیث وقرآن میں یہ علامت نہیں ہیں سب کے لئے یہ ہی جواب دیا جاوے بہت مفید ہوگا انشاء اللہ۔

اعتراض (۴)......:۔کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا منع ہے مشکوۃ باب القیام میں ہے۔**وکانوا اذا را ولم یقوموا لما یعلمون من کراھیۃ لذلک** صحابہ کرام جب حضور علیہ السلام کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ حضور علیہ السلام کو یہ ناپسند ہے۔

(مشکوۃ المصابیح باب القیام الفصل الثانی ص ۴۰۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوۃ اسی باب میں ہے۔

من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاماً فلیتبوء مقعدہ من النار۔

ترجمہ: جس کو پسند ہو کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں وہ اپنی جگہ دوزخ میں ڈھونڈے۔

(مشکوۃ المصابیح باب القیام الفصل الثانی ص ۴۰۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوۃ باب القیام میں ہے۔

لا تقوموا کما تقوم الاعاجم۔

ترجمہ: عجمی لوگوں کی طرح نہ کھڑے ہوا کرو۔

(مشکوۃ المصابیح باب القیام الفصل الثانی ص ۴۰۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زندگی میں بھی اگر کوئی بڑا آدمی آوے تو اس کی تعظیم کے لئے نہ کھڑا ہو۔میلاد شریف میں تو حضور علیہ السلام آتے بھی نہیں پھر تعظیمی قیام کیونکہ جائز ہوسکتا ہے؟

جواب:۔ ان احادیث میں مطلق قیام سے منع نہیں فرمایا گیا۔ورنہ پہلے باب میں ہم نے جو احادیث اور اقوال فقہاء نقل کئے اس کے خلاف ہوگا بلکہ حسب ذیل امور سے ممانعت ہے اپنے لئے قیام چاہنا لوگوں کا دست بستہ سامنے کھڑا رہنا اور پیشوا کا درمیان میں بیٹھا رہنا۔ہم نے بھی لکھا ہے کہ اس قسم کے دونوں قیام منع ہیں۔پہلی حدیث کے ماتحت اشعۃ اللمعات میں ہے۔

وحاصل آنکہ قیام وترک قیام بحسب زمان واحوال واشخاص مختلف گردو وازیں جا است کہ گاہے نہ کردند۔

خلاصہ یہ ہے کہ قیام تعظیمی کرنا اور نہ کرنا زمانہ اور حالات اور اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے اسی طرح صحابہ کرام نے کبھی تو حضور کے لئے قیام کیا اور کبھی نہ کیا معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کبھی تو حضور علیہ السلام کی تشریف آوری پر کھڑے ہوجاتے تھے۔اور کبھی نہیں۔ نہیں کا تو ذکر یہاں کیا اور کھڑے ہونے کی نفی ہے مطلقاً کی۔دوسری اور تیسری حدیث کے ماتحت اشعۃ اللمعات میں ہے۔

قیام مکروہ بعینہ نیست بلکہ مکروہ محبت قیام است اگر دے محبت قیام نہ دارد وقیام برائے دے کہ مکروہ نیست قاضی عیاض مالکی گفتہ کہ قیام منہی درحق کسی است کہ نشستہ باشد وایستادہ باشد پیش دے دودقیام تعظیم برائے اہل دنیا بجہت دنیائے ایشاں وعید دارد شدو مکروہ است۔

خود قیام مکروہ نہیں بلکہ قیام چاہنا مکروہ ہے اگر وہ قیام نہ چاہتا ہو تو اس کے لئے مکروہ نہیں ہے۔قاضی عیاض نے فرمایا کہ قیام اس کے لئے منع ہے جو کہ خود تو بیٹھا ہو۔اور لوگ کھڑے ہوں اور دنیا داروں کے لئے قیام تعظیمی میں وعید آئی ہے اور وہ مکروہ ہے۔اسی طرح حاشیہ مشکوۃ کتاب الجہاد۔باب حکم الاسرار زیر حدیث قوموا الی سیدکم میں ہے۔

قال النووی فیہ اکرام اھل الفضل وتلقیھم و القیام الیھم واحتج بہ الجمھور وقال القاضی عیاض لیس ھذا من القیام المنھی عنہ وانما ذلک فیمن یقومون علیہ وھو جالس و یمثلون لہ قیاماً ما طول جلوسہ۔

ترجمہ: نووی نے فرمایا کہ اس سے بزرگوں کی تعظیم ان سے ملنا۔ان کے لئے کھڑا ہونا ثابت ہے۔جمہور علماء نے اس سے دلیل پکڑی ہے یہ قیام ممنوع قیاموں میں سے نہیں۔ممانعت جب ہے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں اور وہ بیٹھا ہو۔اور لوگ اس کے بیٹھے رہنے تک کھڑے رہیں۔

(حاشیہ مشکوۃ المصابیح کتاب الجہاد باب حکم الاسرار ص ۳۴۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ان دونوں حدیثوں میں خاص خاص قیام سے ممانعت ہے اور محفل میلاد کا قیام ان میں سے نہیں۔نیز اگر تعظیمی قیام منع ہے تو علمائے دیوبند وغیرہ کے آنے پر لوگ سروقد کھڑے ہوجاتے ہیں۔وہ کیوں جائز ہے؟



بحث

فاتحہ تیجہ، دسواں، چالیسواں کا بیان

اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں۔

مقدمہ

بدنی اور مالی عبادات کا ثواب دوسرے مسلمان کو بخشنا جائز ہے اور پہنچتا ہے جس کا ثبوت قرآن وحدیث اور اقوال فقہاء سے ہے۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے دعا کرنے کا حکم دیا۔ نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے۔

مشکوٰۃ باب الفتن باب الملاحم فصل دوم میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی سے فرمایا کہ **من یضمن لی منکم ان یصلی فی مسجد العشار رکعتین ویقول ھذہ لابی ھریرۃ**

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ عبادت بدنی یعنی نماز بھی کسی کی ایصال ثواب کی نیت سے ادا کرنا جائز ہے دوسرے یہ کہ زبان سے ایصال ثواب کرنا کہ خدایا اس کا ثواب فلاں کو دے بہت بہتر ہے تیسرے یہ کہ برکت کی نیت سے بزرگان دین کی مسجدوں میں نماز پڑھنا باعث ثواب ہے۔ رہی عبادت مالی یا مالی وبدنی کا مجموعہ جیسے زکوٰۃ اور حج اس میں اگر کوئی شخص کسی سے کہدے کہ تم میری طرف سے زکوٰۃ دے تو دے سکتا ہے۔ اور اگر صاحب مال میں حج کرنے کی قوت نہ رہے تو دوسرے سے حج بدل کرا سکتا ہے۔ لیکن ثواب ہر عبادت کا ضرور پہنچتا ہے اگر میں کسی کو اپنا مال دیدوں تو وہ مالک ہو جاوے گا اسی طرح یہ بھی۔ ہاں فرق یہ ہے کہ مال تو کسی کو دے دیا تو اپنے پاس نہ رہا اور اگر چند کو دیا تو تقسیم ہو کر ملا لیکن ثواب اگر سب کو بخش دیا تو سب کو پورا پورا ملا۔ اور خود بھی محروم نہ رہا۔ جیسے کسی کو قرآن پڑھایا تو سب کو پورا قرآن آ گیا اور پڑھانے والے کا جاتا نہ رہا۔

دیکھو شامی جلد اول بحث دفن میت۔ اسی لئے نابالغ بچے سے ہدیہ لینا منع ہے مگر ثواب لینا جائز ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ثواب کسی کو نہیں پہنچتا۔ کیونکہ قرآن کریم میں ہے۔

لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت۔

ترجمہ: ہر نفس کے لئے وہ ہی مفید ومضر ہے جو اس نے خود کر لیا۔

(پارہ ۳ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۸۶)

نیز قرآن میں ہے۔

لیس للانسان الا ما سعی۔

ترجمہ: انسان کے لئے نہیں ہے مگر وہ جو خود کرے۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۳ آیت نمبر ۳۹)

جس سے معلوم ہوا کہ غیر کا کام اپنے لئے مفید نہیں لیکن یہ غلط ہے کیونکہ یہ لام ملکیت کا ہے یعنی انسان کے لئے قابل بھروسہ اور اپنی ملکیت اپنے ہی اعمال ہیں۔ نہ معلوم کہ کوئی اور ایصال ثواب کرے یا نہ کرے اس بھروسہ پر اپنے عمل سے غافل نہ رہے۔ (دیکھو تفسیر خزائن العرفان وغیرہ) یا یہ حکم ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں کا تھا نہ کہ اسلام کا۔ یہاں اس کی نقل ہے۔ یا یہ آیت اس آیت سے

منسوخ ہے واتبعتھم ذریتھم بالایمان (پارہ ۲۷ سورہ ۵۲ آیت نمبر ۲۱) یہ ہی عبداللہ ابن عباس کا قول ہے اسی لئے مسلمانوں کے بچے ماں باپ کی طفیل جنت میں جاویں گے۔ بغیر عمل درجات پائینگے۔ دیکھو جمل وخازن یا یہ آیت بدنی اعمال میں نیابت کی نفی کرتی ہے۔ اسی لئے ان میں کسب وسعی کا ذکر ہے۔ نہ کہ ہبہ ثواب کا یا یہ ذکر عدل ہے اور وہ فضل غرضکہ اس کی بہت توجیہات ہیں۔

فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ اسی ایصال ثواب کی شاخیں ہیں۔ فاتحہ میں صرف یہ ہوتا ہے کہ تلاوت قرآن جو کہ بدنی عبادت ہے۔ اور صدقہ یعنی مالی عبادت کا جمع کر کے ثواب پہنچایا جاتا ہے۔

پہلا باب

فاتحہ کے ثبوت میں

تفسیر روح البیان نے پارہ ۷ سورہ انعام زیر آیت وھذا کتاب انزلناہ مبارک (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۵۵) میں ہے۔

وعن حمید الا عرج قال من قرء القران وختمہ ثم دعا امن علی دعائہ اربعۃ الاف ملك ثم لایزالون یدعون لہ ویستغفرون ویصلون علیہ الی السماء او الی الصباح۔

ترجمہ: حضرۃ اعرج سے مروی ہے کہ جو شخص قرآن ختم کرے پھر دعا مانگے تو اس کی دعا پر چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں پھر اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اور مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔ شام یا صبح تک۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۱۵۶۔ ۱۵۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

یہ ہی مضمون نووی کتاب الاذکار کتاب تلاوت القرآن میں بھی ہے۔

معلوم ہوا کہ ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور ایصال ثواب بھی دعا ہے لہذا اس وقت ختم پڑھنا بہتر ہے۔ اشعۃ اللمعات باب زیارت القبور میں ہے۔ وتصدق کردہ شود از میت بعد رفتن او از عالم تا ہفت روز۔ میت کے مرنے کے بعد سات روز تک صدقہ کیا جاوے۔ اسی اشعۃ اللمعات میں اسی باب میں ہے۔ وبعض روایات آمدہ است کہ روح میت مے آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظر مے کند کہ تصدق کنند از دے یا نہ۔ جمعہ کی رات کو میت کی روح اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے لوگ صدقہ کرتے ہیں یا نہیں۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۷۱۶)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض جگہ جو رواج ہے کہ بعد موت سات روز تک برابر روٹیاں خیرات کرتے ہیں اور ہمیشہ جمعرات کو فاتحہ کرتے ہیں۔ اس کی یہ اصل ہے۔ انوار ساطعہ صفحہ ۱۴۵ اور حاشیہ خزانۃ الروایات میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تیسرے اور ساتویں اور چالیسویں دن اور چھٹے ماہ اور سال بھر بعد صدقہ دیا۔ یہ تیجہ ششماہی اور برسی کی اصل ہے۔

نووی نے کتاب الاذکار باب تلاوت القرآن میں فرمایا کہ انس بن مالک ختم قرآن کے وقت اپنے گھر والوں کو جمع کر کے دعا مانگتے۔ حکیم ابن عتبہ فرماتے ہیں کہ ایک مجمع کو مجاہد وعبدہ ابن ابی لبابہ نے بلایا اور فرمایا کہ ہم نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ آج ہم قرآن پاک ختم کر رہے ہیں۔ اور ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے حضرت مجاہد سے بروایت صحیح منقول ہے کہ بزرگان دین ختم قرآن کے

وقت جمع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس وقت رحمت نازل ہوتی ہے☆

(نووی کتاب الاذکار)

لہذا تیجہ و چہلم کا اجتماع سنت سلف ہے۔ درمختار بحث قرأت للمیت باب الدفن میں ہے **فی الحدیث من قرء الاخلاص احد عشر مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات** حدیث میں ہے کہ جو شخص گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے پھر اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اس کو تمام مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔

(ردالمحتار علی درالمختار بحث قرأت للمیت باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی جگہ ہے۔ **ویقرء من القرآن ما تیسر له من الفاتحه واول۔**

ویقرء من القران ما تیسر له من الفاتحة واول البقرة واية الكرسي وامن الرسول وسورة يس وتبارك الملك وسورة التكاثر والاخلاص اثنی عشر مرة او احدی عشر او سبعا او ثلاثا ثم يقول اللهم او صل ثواب ما قرء نا الى فلان او اليهم۔

ترجمہ: جو ممکن ہو قرآن پڑھے سورہ فاتحہ بقر کی اول آیات اور آیۃ الکرسی اور امن الرسول اور سورہ یس اور ملک اور سورہ تکاثر اور سورہ اخلاص بارہ گیارہ یا سات یا تین دفعہ پھر کہے کہ یا اللہ جو کچھ میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں کو یا فلاں لوگوں کو پہنچا دے۔

(ردالمحتار علی درالمختار بحث قرأت للمیت باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

حاشیہ.....☆

امام سعید بن منصور متوفی ۲۲۷ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا سعيد قال نا جعفر بن سليمان الضبعي عن ثابت البناني عن انس انه كان اذا ختم القرآن جمع اهله فدعا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم ختم کرتے اپنی اولاد کو جمع کرتے پھر دعا کرتے۔

(سنن سعید بن منصور فضائل القرآن ج ۱ ص ۱۴۰ رقم الحدیث ۲۷ مطبوعہ دار العصیمی الریاض)

امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عفان ثنا جعفر بن سليمان حدثنا ثابت قال ثم كان انس اذا ختم القرآن جمع ولده واهل بيته فدعا لهم۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم ختم کرتے اپنی اولاد اور اھل بیت کو جمع کرتے پھر ان کے لیئے دعا فرماتے۔

(سنن الدارمی و من کتاب فضائل القرآن ج ۲ ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۳۴۷۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن علي بن شعيب السمسار ثنا خالد بن خداش ثنا جعفر بن سليمان عن ثابت ثم ان انس بن مالك كان اذا ختم القرآن جمع اهله وولده فدعا لهم۔

ترجمہ: حضرت بن مالک رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم ختم کرتے اپنے اہل و عیال کو جمع کرتے پھر ان کے لیے دعا فرماتے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۲۴۲ رقم الحدیث ۶۷۴ مطبوعہ مکتبہ العلوم والحکم الموصل)

امام ابی الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

كان انس بن مالك اذا ختم القرآن جمع ولده واهل بيته فدعا لهم۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم ختم کرتے اپنی اولاد اور اہل بیت کو جمع کرتے پھر ان کے لیئے دعا فرماتے۔

(صفوة الصفوة ج ۱ ص ۷۱۳ مطبوعہ دار المعرفة بیروت)

ان عبارات میں فاتحہ مروجہ کا پورا طریقہ بتایا گیا۔ یعنی مختلف جگہ سے قرآن پڑھنا۔ پھر ایصال ثواب کی دعا کرنا اور دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت لہٰذا ہاتھ اٹھادے۔ غرضیکہ فاتحہ مروجہ پوری پوری ثابت ہوئی۔ فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۷۵ میں ہے

طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند بر آں قل و فاتحہ و درود خواندن متبرک می شود و خوردن بسیار خوب است۔

جس کھانے پر حضرات حسنین کی نیاز کریں اس پر قل اور فاتحہ اور درود پڑھنا باعث برکت ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے اسی فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۴۱ میں ہے۔

اگر مالیدہ و شیر برائے فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخوارند جائز است مضائقہ نیست۔

اگر دودھ مالیدہ کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ایصال ثواب کی نیت سے پکا کر کھلا دے تو جائز ہے کوئی مضائقہ نہیں۔
(فتاویٰ عزیزی ج ا ص ا۷ مطبوعہ کوئٹہ)

مخالفین کے پیشوا ولی اللہ صاحب کا بھی تیجہ ہوا۔ چنانچہ اس کا تذکرہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے ملفوظات صفحہ ۸۰ میں اس طرح فرمایا۔

روز سوم کثرت ہجوم مردم آں قدر بود کہ بیروں از حساب است ہشتاد ویک کلام اللہ بہ شمار آمدہ وزیادہ ہم شدہ باشد و کلمہ را حصر نیست۔

تیسرے دن لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا۔ کہ شمار سے باہر ہے اکیاسی ختم کلام اللہ شمار میں آئے اور زیادہ بھی ہوئے ہوں گے کلمہ طیبہ کا تو اندازہ نہیں۔

اس سے تیجہ کا ہونا اور اس میں ختم کلام اللہ کرانا ثابت ہوا۔ مولوی قاسم محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند تحذیر الناس صفحہ ۲۴ پر فرماتے ہیں جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہوگیا۔ آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے یہ کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنید نے ایک لاکھ پانچ ہزار بار کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر بعض روایات میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے آپ نے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کی اطلاع نہ دی۔ بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے۔ آپ نے سبب پوچھا۔ اس نے عرض کیا کہ اپنی ماں کو جنت میں دیکھتا ہوں۔ آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی۔ اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگئی۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کلمہ طیبہ ایک لاکھ پانچ ہزار بخشنے سے مردے کی بخشش کی امید ہے اور تیجہ میں چنوں پر یہ ہی پڑھا جاتا ہے۔

ان تمام عبارات سے فاتحہ اور تیجہ وغیرہ کے تمام مراسم کا جواز معلوم ہوا۔ فاتحہ میں پنج آیت پڑھنا پھر ایصال ثواب کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا۔ تیجہ کے دن قرآن خوانی، کلمہ شریف کا ختم کھانا پکا کر نیاز کرنا سب معلوم ہوگیا صرف ایک بات باقی ہے کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا۔ اس کے متعلق مختلف رواج ہیں۔ کاٹھیاوار میں تو اولاً کھانا فقراء کو کھلا دیتے ہیں۔ پھر بعد میں ایصال ثواب کرتے ہیں اور یو پی و پنجاب اور عرب شریف میں کھانا سامنے رکھ کر ایصال ثواب کراتے ہیں۔ پھر کھلاتے ہیں۔ دونوں طرح جائز ہے اور احادیث سے ثابت ہے۔ مشکوٰۃ میں بھی بہت سی روایات موجود ہیں کہ حضور علیہ السلام نے کھانا ملاحظہ فرما کر صاحب طعام کے لئے دعا

فرمائی۔ بلکہ حکم دیا کہ دعوت کھا کر میزبان کو دعا دو اسی طرح مشکوٰۃ باب آداب طعام میں ہے کہ حضور علیہ السلام جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے۔ **الحمدللہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ غیر مکفی ولا مودع ولا مستغناً عنہ ربنا۔**

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاطعمۃ الفصل الاول ص ۳۶۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (صحیح البخاری کتاب الاطعمۃ باب ما یقول اذا فرغ من طعامہ ج ۲ ص ۸۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جس سے معلوم ہوا کہ کھانے کے بعد دو چیزیں مسنون ہیں۔ حمد الٰہی کرنا اور صاحب طعام کے لئے دعا کرنا اور فاتحہ میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ اور غالباً اس قدر کا انکار مخالفین بھی نہیں کرتے ہوں گے۔ رہا کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا۔ اس کی بہت سی احادیث آئی ہیں۔ مشکوٰۃ باب المعجزات فصل دوم میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کچھ خرمے حضور علیہ السلام کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ اس کے لئے دعائے برکت فرما دیں۔

فضمھن ثم دعا لی فیھن بالبرکۃ۔

ترجمہ: آپ نے ان کو ملایا اور دعائے برکت کی۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب المعجزات الفصل الثانی ص ۵۴۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ باب المعجزات فصل اول ص ۵۳۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی میں ہے کہ غزوہ تبوک میں لشکر اسلام میں کھانے کی کمی ہوگئی حضور علیہ السلام نے تمام اہل لشکر کو حکم دیا کہ جو کچھ جس کے پاس ہو لاؤ۔ سب حضرات کچھ نہ کچھ لائے دسترخوان بچھایا گیا اس پر یہ سب رکھا گیا۔ **فدعآء رسول اللہ ﷺ علیہ بالبرکتہ ثم قال خذوا فی اوعیتکم** پس اس پر دعا زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا۔ حضرت ام سلیم نے کچھ کھانا بطور ولیمہ پکایا۔ لیکن بہت لوگوں کو بلایا گیا۔ **فرء یت النبی ﷺ وضع یدہ علی تلک الحیسۃ وتکلم بماشآء اللہ** اس کھانے پر دست مبارک رکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ پڑھا۔

(مشکوٰۃ باب المعجزات الفصل الثانی ص ۵۳۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی مشکوٰۃ اسی باب میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ خندق کے دن کچھ تھوڑا کھانا پکا کر حضور علیہ السلام کی دعوت کی۔ حضور علیہ السلام ان کے مکان میں تشریف لائے **فاخرجت لہ عجیناً فبصق فیہ و بارک** آپ کے سامنے گندھا ہوا آٹا پیش کیا گیا۔ تو اس میں لعاب شریف ڈالا اور دعائے برکت کی۔ اس قسم کی بہت سے روایات پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اتنے پر کفایت کرتا ہوں۔

(مشکوٰۃ باب المعجزات فصل اول ص ۵۳۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اب فاتحہ کے تمام اجزاء بخوبی ثابت ہو گئے۔ والحمدللہ۔ عقلاً بھی فاتحہ میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ جیسا پہلے مقدمہ میں عرض کیا جاچکا کہ فاتحہ دو عبارتوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ تلاوت قرآن اور صدقہ اور جب یہ دونوں کام علیحدہ علیحدہ جائز ہیں تو ان کو جمع کرنا کیوں حرام ہوگا۔ بریانی کھانا کہیں بھی ثابت نہیں مگر حلال ہے۔ کیوں اس لئے کہ بریانی چاول، گوشت، گھی وغیرہ کا مجموعہ ہے اور جب اس کے سارے اجزا حلال تو بریانی بھی حلال۔ ہاں جہاں چند حلال چیزوں کا جمع کرنا حرام ہو جیسے کہ دو ہمشیرہ ایک نکاح میں یا چند حلال چیزوں کے ملنے سے کوئی حرام چیز بن جائے۔ مثلاً مجموعہ میں نشہ پیدا ہو گیا۔ تو یہ مجموعہ اس عارضہ کی وجہ سے حرام ہوگا۔ یہاں قرآن کی تلاوت اور صدقہ جمع کرنا شریعت نے حرام نہ کیا اور ان کے اجتماع سے کوئی حرام چیز پیدا نہ ہوئی۔ پھر یہ کام حرام کیوں ہوگا۔ دیکھو بکری مرر ہی ہے۔ اگر ویسے ہی مرجائے تو مردار ہے جہاں اللہ کا نام لے کر ذبح کیا حلال ہوگئی۔ قرآن کریم تو مسلمانوں کے لئے رحمت اور شفاء ہے۔ **شفاء ورحمۃ للمومنین** (پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۸۲) پھر اگر اس کی تلاوت کر دینے سے کھانا حرام ہو جاوے تو قرآن رحمت کہاں

رہا۔ زحمت ہوا۔ مگر ہاں مومنین کے لئے رحمت ہے کفار کے لئے زحمت۔ و لا یزید الظلمین الا خسارا (پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۸۲) اس سے ظالم تو نقصان میں رہتے ہیں کہ اس کے پڑھے جانے سے کھانے سے محروم ہو گئے۔ نیز جس کے لئے دعا کرنا ہو اس کے سامنے رکھ کر دعا کرنا چاہیے جنازے میں میت کو سامنے رکھ کر نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ کیونکہ اسی کے لئے دعا ہے۔ اس کو سامنے رکھ کر دعا پڑھتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اپنی امت کی طرف سے قربانی فرما کر مذبوحہ جانور سامنے رکھ کر پڑھا۔

اللهم هذا من امه محمد۔

ترجمہ: اے اللہ یہ قربانی میری امت کی طرف سے ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

حضرت خلیل نے کعبہ کی عمارت سامنے لے کر دعا کی ربنا تقبل منا (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۷) الایۃ اب بھی عقیقہ کا جانور سامنے رکھ کر ہی دعا پڑھی جاتی ہے۔ لہذا اگر فاتحہ میں بھی کھانا سامنے رکھ کر ایصال ثواب ہو تو کیا حرج ہے۔

بسم اللہ سے کھانا شروع کرتے ہیں۔ اور بسم اللہ قرآن شریف کی آیت ہے۔ اگر کھانا سامنے رکھ کر قرآن پڑھنا منع ہو تو بسم اللہ پڑھنا بھی منع ہونا چاہیے۔

مانعین کے پیشوا بھی فاتحہ مروجہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۱۱۴ میں فرماتے ہیں پس دہ ۱۰ مرتبہ درود خوانند ختم تمام کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا سوال نمایند۔ پھر دس بار درود پڑھیں اور پورا ختم کریں اور تھوڑی شیرینی پر تمام خواجگان چشت کی فاتحہ دیں پھر خدا سے دعا کریں۔ شاہ ولی اللہ صاحب زبدۃ النصائح صفحہ ۱۳۲ پر ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ وشیر برنج بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پزند و بخورند مضائقہ نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شود اغنیا را ہم خوردن جائز است۔ دودھ چاول پر کسی بزرگ کی فاتحہ دی ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکائیں اور کھائیں اور اگر کسی بزرگ کی فاتحہ دی جاوے تو مالداروں کو بھی کھانا جائز ہے۔ مولانا اشرف علی و رشید احمد صاحبان کے مرشد حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں۔ نفس ایصال ثواب ارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں۔ اس میں بھی تخصیص و تعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب و فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تقلید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں جیسا کہ بمصلحت نماز میں سورہ خاص معین کرنے کو فقہاء محققین نے جائز رکھا ہے۔ جو تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے۔ پھر فرماتے ہیں جیسے کہ نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے۔ مگر موافقت قلب و زبان کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے اگر یہاں بھی زبان سے کہہ لیا جاوے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جاوے تو بہتر ہے پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشار الیہ اگر روبرو موجود تو زیادہ استحضار قلب ہو کھانا روبرو لانے لگے۔ کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جاوے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جاوے گا۔ تو جمع بین العبادتین ہے پھر فرماتے ہیں۔ اور گیارہویں حضرت غوث پاک کی، دسویں بیسواں، چہلم، ششماہی سالیانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ عبد الحق اور سہ منی حضرت شاہ بوعلی قلندر اور حلوا شب برات و دیگر طریق ایصال ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔ پیر صاحب کے اس کلام نے بالکل فیصلہ فرما دیا۔ الحمد للہ کہ مسئلہ فاتحہ دلائل عقلیہ نقلیہ اور اقوال مخالفین سے بخوبی واضح ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول کی توفیق دے۔ آمین۔

دوسرا باب

فاتحہ پر اعتراض وجوابات میں

اس مسئلہ فاتحہ پر مخالفین کے حسب ذیل اعتراضات مشہور ہیں۔

اعتراض (۱)...... بہت سے فقہاء نے تیسرے اور ساتویں روز میت کے لئے کھانا پکانا منع کیا ہے۔ (دیکھو شامی عالمگیری) بلکہ بزازیہ نے تو لکھ ہے۔ وبعد الاسبوع یعنی ہفتہ کے بعد بھی پکانا منع ہے اس میں برسی ششماہی چہلم سب شامل ہیں۔ نیز قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے وصیت فرمائی تھی۔ کہ بعد مردن من رسوم دنیاوی دہم وبستم وچہلم وششماہی وبرسینی ہیچ نہ کنند کہ رسول اللہ ﷺ زیادہ از سہ روز ماتم کردن جائز نہ داشتہ۔ نیز حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میت کا کھانا دل کو مردہ کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

جواب:۔ فقہاء نے میت کے ایصال ثواب سے منع نہ کیا بلکہ حکم دیا جیسا کہ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں۔ جس کو فقہاء منع کرتے ہیں وہ چیز ہی اور ہے وہ ہے میت کے نام پر برادری کی روٹی لینا۔ یعنی قوم کے طعنہ سے بچنے کے لئے جو میت کے تیجے، دسویں وغیرہ میں برادری کی دعوت عام کی جاتی ہے وہ ناجائز ہے اس لئے کہ یہ نام ونمود کے لئے ہے اور موت نام ونمود کا وقت نہیں ہے اگر فقراء کو بغرض ایصال ثواب فاتحہ کر کے کھانا کھلایا تو سب کے نزدیک جائز ہے۔ شامی جلد اول کتاب الجنائز باب الدفن میں ہے۔

ویکرہ اتخاذ الضیافة من اهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی السرور۔

ترجمہ: یعنی میت والوں سے دعوت لینا مکروہ ہے کیونکہ یہ تو خوشی کے موقعہ پر ہوتی ہے نہ غم پر۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الجنائز باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

دعوت لینے کے وہی معنی کہ برادری مجبور کرے کہ روٹی کر۔ پھر فرماتے ہیں۔

وهذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها لانهم لایریدون بها وجه الله۔

ترجمہ: یہ سارے کام محض دکھاوے کے ہوتے ہیں لہذا ان سے بچے کیونکہ اس سے اللہ کی رضا نہیں چاہتے۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الجنائز باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

صاف معلوم ہوا کہ فخریہ طور پر برادری کی دعوت منع ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا۔

ترجمہ: اگر اہل میت نے فقراء کے لئے کھانا پکایا تو اچھا ہے۔ یہ فاتحہ کا جواز ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الجنائز باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا اپنے تیجہ دسویں سے منع فرمایا بالکل درست ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ رسوم دنیا کیا ہے عورتوں کا تیجہ وغیرہ کو جمع ہوکر رونا پیٹنا نوحہ کرنا وہ واقعی حرام ہے۔ اسی لئے فرماتے ہیں کہ تین دن سے زیادہ تعزیت جائز نہیں۔ اس جگہ ایصال ثواب اور فاتحہ کا ذکر نہیں۔ جس کا مقصد یہ ہوا کہ تیجہ وغیرہ میں ماتم نہ کریں۔ تمہارا یہ کہنا کہ میت کا کھانا دل کو مردہ کرتا ہے ہم نے یہ حدیث کہیں نہ دیکھی۔ اگر یہ حدیث ہو تو ان احادیث کا یہ مطلب ہوگا جن میں مردوں کی طرف سے خیرات کرنے کی رغبت دی گئی ہے۔ نیز تم بھی کہتے ہو کہ بغیر تاریخ مقرر کئے ہوئے مردے کے نام پر خیرات جائز ہے۔ اس خیرات کو کون کھائے گا؟ جو آدمی کھالے اس کا دل مردہ ہو جائے گا تو کیا اس کو ملائکہ کھائیں گے۔

مسئلہ:۔ میت کے فاتحہ کا کھانا صرف فقراء کو کھلایا جاوے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس پر مستقل رسالہ لکھا جلی الصوت النھی الدعوات عن الموت۔ بلکہ دیکھنے والے تو کہتے ہیں۔ کہ خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ کسی اہل میت کے ہاں تعزیت کے لئے تشریف لے جاتے تو وہاں پان حقہ وغیرہ بھی نہ استعمال فرماتے تھے۔ اور خود وصایا شریف میں وصیت موجود ہے کہ ہماری فاتحہ کا کھانا صرف فقراء کو کھلایا جاوے۔ نیز اگر میت کی فاتحہ میت کے ترکہ سے کی ہے تو خیال رہے کہ غائب وارث یا نابالغ کے حصہ سے فاتحہ نہ کی جاوے یعنی اولاً مال میت تقسیم ہو جاوے پھر کوئی بالغ وارث اپنے حصہ سے یہ امور خیر کرے۔ ورنہ یہ کھانا کسی کو بھی جائز نہ ہوگا کہ بغیر مالک کی اجازت یا بچہ کا مال کھانا جائز نہیں۔ یہ ضرور خیال رہے۔

اعتراض (۲)......۔ فاتحہ کے لئے تاریخ مقرر کرنا ناجائز ہے۔ گیارہوں تاریخ یا تیسرا، دسواں، بیسواں، چہلم اور برسی وغیرہ یہ دن کی تعیین محض لغو ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔ **وھم عن اللغو معرضون** (پارہ ۱۸ سورۃ ۲۳ آیت نمبر ۳) مسلمان لغو کاموں سے بچتے ہیں بلکہ جس قدر جلد ممکن ہو ایصال ثواب کرو۔ تیسرے دن کا انتظار کیسا؟ نیز تیجہ کے لیے چنے مقرر کرنا وہ بھی بھنے ہوئے یہ محض لغو اور بیہودہ ہے اس لئے تیجہ وغیرہ کرنا منع ہے۔

جواب:۔ مقرر کرنے کا جواب تو ہم قیام میلاد کی بحث میں دے چکے ہیں۔ کسی جائز کام کے لئے دن تاریخ مقرر کرنے کا محض یہ مقصد ہوتا ہے کہ مقرر دن پر سب لوگ جمع ہو جائیں گے اور مل کر یہ کام کریں گے۔ اگر کوئی وقت مقرر ہی نہ ہو تو بخوبی یہ کام نہیں ہوتے۔ اسی لئے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وعظ کے لئے جمعرات کا دن مقرر فرمایا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ روزانہ وعظ فرمایا کیجئے۔ فرمایا تم کو تنگی میں ڈالنا مجھ کو پسند نہیں۔ (دیکھو مشکوٰۃ کتاب العلم)

(صحیح بخاری ج ا ص ۱۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

بخاری نے تو باری مقرر کرنے کا باب باندھا۔ یہ محض آسانی کے لئے ہوتا ہے آج بھی مدارس کے امتحان جلسے، تعطیلات کے مہینہ اور تاریخیں مقرر ہوتی ہیں کہ لوگ ہر سال بغیر بلائے ان تاریخوں پر پہنچ جاویں۔ صرف یہ ہی مقصد ان کا بھی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ یہ ہی تاریخیں مقرر کیوں کیں۔ تو سنیئے! گیارہویں کے مقرر ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ سلاطین اسلامیہ کے تمام محکموں میں چاند کی دسویں تاریخ کو تنخواہ تقسیم ہوتی تھی اور ملازمین کا خیال ہی تھا کہ ہماری تنخواہ کا پہلا پیسہ حضور غوث پاک کی فاتحہ پر خرچ ہو۔ لہٰذا جو دہ شام کو دفتر سے گھر آتے تو کچھ شیرینی لیتے آتے بعد مغرب فاتحہ دیتے یہ شب گیارہویں شریف ہوتی تھی۔ یہ رواج ایسا پڑا کہ مسلمانوں میں اس فاتحہ کا نام گیارہویں شریف ہو گیا۔ اب جس تاریخ کو بھی حضور غوث پاک کی فاتحہ کریں یا کچھ پیسہ ان کے نام پر خرچ کریں۔ اس کا نام گیارہویں ہی ہوتا ہے۔ یو۔ پی اور کاٹھیاواڑ میں ماہ ربیع الآخر میں سارے ماہ فاتحہ ہوتی ہے مگر نام گیارہویں ہی ہوتا ہے۔

نیز بزرگوں کے بڑے بڑے واقعات دسویں تاریخ کو ہوئے جس کے بعد گیارہویں رات آتی ہے۔ آدم علیہ السلام کا زمین پر آنا ان کی توبہ قبول ہونا۔ نوح علیہ السلام کی کشتی کا پار لگنا اسمٰعیل علیہ السلام کا ذبح سے نجات پانا۔ یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا۔ یعقوب علیہ السلام کا فرزند سے ملنا۔ موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے نجات پانا۔ ایوب علیہ السلام کا شفا پانا۔ امام حسین کا شہید ہونا اور سید الشہداء کا درجہ پانا سب دسویں تاریخ کو واقع ہوئے۔ اس کے بعد جو پہلی رات آئی۔ وہ گیارہویں تھی۔ لہٰذا یہ رات متبرک ہے۔ اسی لئے گیارہویں کی فاتحہ اکثر شب گیارہویں میں ہوتی ہے کیونکہ متبرک راتوں میں صدقہ وخیرات وغیرہ کرنا چاہیئے۔

اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہے بلکہ خود میرا بھی تجربہ ہے کہ اگر گیارہویں تاریخ کو کچھ مقرر پیسوں پر فاتحہ پابندی کی جاوے

تو گھر میں بہت برکت رہتی ہے۔ میں بحمدہ تعالیٰ اس کا بہت سختی سے پابند ہوں اور اس کی بہت برکت دیکھتا ہوں۔ کتاب یازدہ مجلس میں لکھا ہے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی بارہویں یعنی بارہ تاریخ کے میلاد کے بہت پابند تھے۔ایک بار خواب میں سرکار نے فرمایا کہ عبدالقادر تم نے بارہویں سے ہم کو یاد کیا۔ ہم تم کو گیارہویں دیتے ہیں۔ یعنی لوگ گیارہویں سے تم کو یاد کیا کریں گے۔ اسی لئے ربیع الاول میں عموماً میلاد مصطفیٰ علیہ السلام کی محفل ہوتی ہے۔ تو ربیع الثانی میں حضور غوث پاک کی گیارہویں چونکہ یہ سرکاری عطیہ تھا۔ اس لئے تمام دنیا میں پھیل گیا۔لوگ تو شرک و بدعت کہہ کر گھٹانے کی کوشش کرتے رہے مگر اس کی ترقی ہوتی گئی۔

جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا ۔۔۔ تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے

تیجہ کے لئے تیسرا دن مقرر کرنے میں بھی مصلحت ہے۔ پہلے دن تو لوگ میت کی تجہیز و تکفین میں مشغول رہتے ہیں دوسرے دن آرام کرنے کے لئے خالی پر چھوڑا گیا۔ تیسرے دن عام طور پر جمع ہو کر فاتحہ قل وغیرہ پڑھتے ہیں۔ یہ تیسرا دن تعزیت کا آخری دن ہے کہ اس کے بعد تعزیت کرنا منع ہے الا للغائب عالمگیری کتاب الجنائز باب الدفن میں ہے۔

ووقتها من حين يموت الى ثلثة ايام ويكره بعدها الا ان يكون المعزى او المعزے اليه غائباً۔

ترجمہ: اور ماتم پرسی کا وقت مرنے کے وقت سے تین دن تک ہے اس کے بعد مکروہ ہے۔ مگر یہ کہ تعزیت دینے والا یا لینے والا غائب ہو۔

آج تک تو لوگ تعزیت کے لئے آتے رہے۔ اب نہ آئیں گے تو کچھ ایصال ثواب کر کے جاویں۔ نیز باہر کے پردیسی خویش و اقربا بھی اس فاتحہ میں شرکت کر لیتے ہیں کہ تین دن میں مسافر بھی اپنے گھر پہنچ سکتا ہے۔

چہلم برسی وغیرہ کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا منشاء ہے کہ سال بھر تک میت کو وقتاً فوقتاً ثواب پہنچاتے رہیں۔ کیونکہ بعد مرنے کے اول اول مردے کا دل اپنے دوست اور احباب سے لگا رہتا ہے پھر آہستہ آہستہ بالکل ادھر سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ لڑکی کا نکاح کر کے سسرال بھیجتے ہیں۔ تو اولاً جلد از جلد اس کو بلانا چلانا ہدیہ وغیرہ بھیجنا جاری رہتا ہے۔ پھر جس قدر زیادہ مدت گزری یہ کام بھی کم ہوتے گئے۔ کیونکہ شروع میں وہاں دلجمعی اس کو حاصل نہیں ہوتی۔ اس کی اصل حدیث سے بھی ملتی ہے بعد دفن کچھ دیر قبر پر کھڑا ہو کر ایصال ثواب اور تلقین سے میت کی مدد کرنی چاہئے۔

حضرت عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ بعد دفن تھوڑی دیر میری قبر پر کھڑا رہنا تاکہ تمہاری وجہ سے میرا دل لگ جاوے اور نکیرین کو جواب دے لوں چنانچہ مشکوٰۃ باب الدفن میں ان کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

ثم اقيموا احول قبرى قدر ما ينحر جزور ويقسم لحمها حتى استانس بكم واعلم ماذا اراجع رسل ربى۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الدفن المیت الفصل الثالث ص ۱۴۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی لئے جلد از جلد اس کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی پارہ عم والقمر اذا تسق کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اول حالتے کہ بجرد جدا شدن روح از بدن خواهد شد فی الجملہ اثر حیات سابقہ والفت تعلق بدن ودیگر معروفاں از ابناء جنس خود باقی است واں وقت گویا برزخ است کہ چیزے ازاں طرف وچیزے ازیں طرف مدد زندگان بمردگان دریں حالت زود ترمی رسد

ومردگان منتظر لحوق مدد ازیں طرف مے باشند صدقات وادعیہ و فاتحہ دریں وقت بسیار بکار ادمی آید وازیں است کہ طوائف بنی آدم تایك سال وعلی الخصوص یك چلہ بعد موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند۔

(تفسیر فتح العزیز فارسی ج ۳ پارہ عم ص ۱۱۲۔۱۱۳ مطبوعہ کابل افغانستان)

مردے کی پہلی حالت جو کہ فقط جسم سے روح نکلنے کا وقت ہے اس میں کچھ نہ کچھ پہلی زندگی کا اثر اور بدن اور اہل قرابت سے تعلق باقی ہوتا ہے۔ یہ وقت گویا برزخ ہے کچھ ادھر ادھر تعلق اور کچھ اس طرف اس حالت میں زندوں کی مدد مردوں کو بہت جلد پہنچتی ہے اور مردے اس مدد پہنچنے کے منتظر ہوتے ہیں اس زمانہ میں صدقہ دعائیں فاتحہ اس کے بہت ہی کام آتی ہیں۔ اس وجہ سے تمام لوگ ایک سال تک خاص کر موت کے بعد چالیس روز تک اس قسم کی مدد پہنچانے میں بہت کوشش کرتے ہیں۔ یہ ہی حال زندوں کا بھی ہوتا ہے کہ اول اول بہت غم پھر جس قدر وقت گزرتا گیا رنج کم ہوتا گیا۔ تو منشاء یہ ہوتا ہے کہ سال بھر تک ہر آدھے پر صدقہ کریں سال پر برسی اس کے نصف پر ششماہی اس کے نصف پر سہ ماہی کی فاتحہ اس کے بعد نصف یعنی ۴۵ دن فاتحہ ہونی چاہیئے تھی۔ مگر چونکہ چالیس کا عدد روحانی اور جسمانی ترقی کا ہے اس لئے چہلم مقرر کیا گیا۔ پھر اس کا آدھا بیسواں پھر اس کا آدھا دسواں۔

چالیس میں کیا ترقی ہے ملاحظہ ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر چالیس سال تک ایک حالت میں رہا۔ پھر چالیس سال میں وہ خشک ہوا۔ ماں کے پیٹ میں بچہ چالیس روز تک نطفہ پھر چالیس روز تک جما ہوا خون، پھر چالیس روز تک گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔

(دیکھو مشکوۃ باب الایمان بالقدر ص ۲۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

پیدا ہونے کے بعد چالیس روز تک ماں کو نفاس آسکتا ہے۔ پھر چالیس سال کی عمر میں پہنچ کر عقل پختہ ہوتی ہے۔ اسی لئے اکثر انبیائے کرام کو چالیس سال کی عمر میں تبلیغ نبوت دی گئی۔ صوفیائے کرام وظیفوں کے لئے چلے یعنی چالیس روز مشقیں کرتے ہیں تو ان کو روحانی ترقی ہوتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو بھی حکم ہوا کہ کوہ طور پر آکر چالیس روز اعتکاف کرو سب توراۃ دی گئی۔ **واذ وعدنا موسی اربعین لیلة** (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۵۱)

انوار ساطعہ نے بیہقی کی روایت سیدنا انس سے بیان کی۔ بحث چہلم کہ **ان الانبیآء لایترکون فی قبورھم اربعین لیلة ولکن ھم یصلون بین یدی اللہ حتی ینفخ فی الصور۔**

(حیاۃ الانبیاء فی قبورھم ص ۳ رقم الحدیث ۴ مطبوعہ مکتبۃ الایمان جامعۃ الازہر مصر)، (الفردوس بماثور الخطاب ج ۱ ص ۲۲۲ رقم الحدیث ۸۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۷۳۔۴۷۴ مطبوعہ بیروت)

اس حدیث کے معنی زرقانی شرح مواہب نے یوں بیان کئے کہ انبیاء کرام کی روح کا تعلق اس جسم مدفون سے چالیس روز تک بہت زیادہ رہتا ہے۔ بعد ازاں وہ روح قرب الٰہی میں عبادت کرتی ہے اور جسم کی شکل میں ہو کر جہاں چاہتی ہے جاتی ہے عوام میں تو یہ بھی مشہور ہے کہ چالیس دن تک میت کی روح کو گھر سے علاقہ رہتا ہے۔ ممکن ہے اس کی اصل کچھ ہو۔

(زرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۳۳۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ چالیس کے عدد میں تغیر وتبدل ہے لہٰذا مناسب ہوا کہ چالیس دن پر فاتحہ کی جاوے اور اس کی ممانعت ہے نہیں۔

تیجہ کے متعلق مختلف رواج ہیں۔ کاٹھیاواڑ میں علی العموم تیسرے دن صرف قرآن پاک ہی پڑھتے ہیں۔ پنجاب میں عام طور پر تیسرے دن دودھ اور کچھ پھل پر فاتحہ کرتے ہیں۔ یوپی میں تیسرے دن قرآن خوانی بھی کرتے ہیں اور بھنے ہوئے چنوں پر کلمہ طیبہ پڑھ کر ایصال ثواب کرتے ہیں۔ ہم پہلے باب میں مولوی قاسم صاحب کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ میت کو ایک لاکھ کلمہ طیبہ پڑھوانے کے لئے ساڑھے بارہ سیر چنے منتخب کئے گئے ہیں کیونکہ اتنے چنے ایک لاکھ ہو جاتے ہیں یہ محض شمار کے لئے ہے اگر اتنی تسبیحیں یا اس قدر گٹھلیاں یا کنکریاں جمع کی جائیں تو اس میں کلمہ کا شمار بھی ہے اور بعد میں صدقہ بھی بھنے ہوئے اس لئے تجویز ہوئے کہ کچے چنے لوگ پھینک دیں گے یا گھوڑوں کا دانہ بنا دیں گے۔ اس میں بے حرمتی ہے۔ بھنے ہوئے چنے صرف کھانے ہی کے کام آجاویں گے۔

اعتراض (۳)......:۔ فاتحہ وغیرہ میں ہنود سے مشابہت ہے کہ وہ بھی مردوں کی تیرھویں کرتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ من تشبہ بقوم فھو منھم جو کسی قوم سے مشابہت کرے وہ ان میں سے ہے لہذا یہ فاتحہ منع ہے۔

جواب:۔ کفار سے ہر مشابہت منع نہیں بلکہ بری باتوں میں مشابہت منع ہے۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کام ایسا ہو جو کہ کفار کی دینی یا قومی علامت بن چکا ہے جس کو دیکھ کر لوگ اس کو کافر قوم کا آدمی سمجھیں جیسے کہ دھوتی، چوٹی، زنار، ہیٹ وغیرہ ورنہ ہم بھی آب زمزم مکہ معظمہ سے لاتے ہیں ہندو بھی گنگا جل لاتے ہیں۔ ہم بھی منہ سے کھاتے ہیں اور پاؤں سے چلتے ہیں کفار بھی۔ حضور علیہ السلام نے عاشورہ کے روزہ کا حکم دیا تھا۔ حالانکہ اس میں مشابہت یہود تھی۔ پھر فرمایا کہ اچھا ہم دو روزے رکھیں گے۔ کچھ فرق کر دیا مگر اس کو بند نہ کیا۔ اسی طرح ہمارے یہاں کلمہ قرآن پڑھا جاتا ہے۔ مشرکین کے یہاں یہ نہیں ہوتا۔ پھر مشابہت کہاں رہتی؟ اس کی بحث شامی باب مکروہات الصلوٰۃ میں دیکھو وہاں جو کام مشابہت کفار کی نیت سے کئے جاویں وہ منع ہیں۔ فاتحہ کی پوری بحث انوار ساطعہ میں دیکھو۔

اعتراض (۴)......:۔ اگر فاتحہ میں بدنی و مالی عبادت کا اجتماع ہے تو چاہیئے نجس چیز خیرات کرتے وقت بھی فاتحہ پڑھ لیا کرو لہذا اوپلہ (گوبر) وغیرہ پر بھی فاتحہ پڑھ کر کسی کو دیا کرو۔ جب چوہڑا پاخانہ اٹھائے تو تم فاتحہ پڑھ کر اسے گھر سے باہر جانے دو۔ (دیو بندی تہذیب)۔

جواب:۔ نجس چیز پر اور نجس جگہ تلاوت قرآن حرام ہے لہذا ان کی خیرات پر تلاوت نہیں کر سکتے ڈکار پر الحمد للہ پڑھتے ہیں۔ نہ کہ ریح نکلنے پر کہ وہ نجس و ناقض عضو ہے۔ اسی طرح چھینک پر الحمد للہ کہتے ہیں نہ کہ نکسیر پر۔



بحث دعا بعد نماز جنازہ کی تحقیق میں

اس بحث میں دو باب ہیں۔ پہلا باب اس دعا کے ثبوت میں اور دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات میں۔

پہلا باب

دعا بعد نماز جنازہ کے ثبوت میں

مسلمان کے مرنے کے بعد تین حالتیں ہیں۔ نماز جنازہ سے پہلے نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے دفن کے بعد۔ ان تینوں حالتوں میں میت کے لئے دعا کرنا۔ ایصال ثواب کرنا جائز بلکہ بہتر ہے۔ ہاں میت کے غسل سے پہلے اگر اس کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنا ہو تو اس کو ڈھک دیں کیونکہ ابھی وہ ناپاک ہے۔ جب غسل دے دیا پھر ہر طرح قرآن وغیرہ پڑھیں۔ مخالفین نماز سے پہلے اور دفن کے بعد تو دعا وغیرہ کرنا جائز مانتے ہیں۔ مگر بعد نماز دفن سے پہلے دعا کو نا جائز، حرام، بدعت، مشرک نہ معلوم کیا کیا کہتے ہیں۔ اسی کی اس جگہ تحقیق ہے۔ اس کے ثبوت ملاحظہ ہوں۔ مشکوٰۃ باب صلوٰۃ الجنازۃ فصل ثانی میں ہے۔

اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعآء۔

ترجمہ: جب تم میت پر نماز پڑھ لو۔ تو اس کے لئے خالص دعا مانگو۔

(سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۳۱۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ف سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے بعد فوراً دعا کی جاوے بلا تاخیر۔ جو لوگ اس کے معنے کرتے ہیں کہ نماز میں اس کے لئے دعا مانگو وہ ف کے معنی سے غفلت کرتے ہیں۔ صلیتم شرط ہے۔ اور فاخلصوا اس کی جزا۔ شرط اور جزا میں تغایر چاہیئے نہ یہ کہ اس میں داخل ہو۔ پھر صلیتم ماضی ہے اور فاخلصوا امر۔ جس سے معلوم ہوا کہ دعا کا حکم نماز پڑھ چکنے کے بعد ہے۔ جیسے **فاذا طعمتم فانتشروا** میں کھا کر جانے کا حکم ہے نہ کہ کھانے کے درمیان۔ اور **اذا قمتم الى الصلوة فاغسلوا وجوهكم** میں نماز کے لئے اٹھنا مراد ہے نہ کہ نماز کا قیام جیسا کہ الیٰ سے معلوم ہوا۔ لہذا یہاں بھی وضو ارادہ نماز کے بعد ہی ہوا اور ف سے تاخیر ہی معلوم ہوئی۔ حقیقی معنی کو چھوڑ کر بلا قرینہ مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں۔

حاشیہ......☆

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالعزيز بن يحيى الحرني حدثني محمد يعني ابن سلمة عن محمد بن اسحاق عن محمد بن ابراهيم عن ابى سلمة بن عبدالرحمن عن ابى هريرة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ لو تو اس کے لئے خالص دعا کرو۔

(سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۳۱۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (ریاض الصالحین ص ۳۱۰۔ ۳۱۱ رقم الحدیث ۹۳۷ مطبوعہ مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع الریاض)، (سنن الکبری بیہقی ج ۴ ص ۴۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ج ۱۰ ص ۳۸۰ رقم الحدیث ۱۴۹۹۳۔ ۱۴۹۹۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (کتاب الدعا امام طبرانی ص ۳۶۲ رقم الحدیث ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المغنی ج ۲ ص ۱۸۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المجموع امام نووی ج ۵ ص ۱۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الفتح الربانی مع شرحہ بلوغ الامانی ج ۷ ص ۲۲۸ مطبوعہ مصر)، (عون الباری صدیق حسن بھوپالی ج ۳ ص ۳۰۰ مطبوعہ مصر)، (نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۰۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (تحفۃ المحتاج ج ۱ ص ۵۹۴ رقم الحدیث ۷۸۶ مطبوعہ دار حراء مکۃ المکرمۃ)

حاشیہ......☆

اس حدیث مبارکہ سے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا ثابت ہوا جولوگ اس دعا سے نماز جنازہ میں عام طور پر پڑھی جانے والی دعا "اللھم اغفرلحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا......الخ مراد لیتے ہیں ان کو اس حدیث کے اس جملہ(فاخلصوا لہ الدعاء)میں غور کرنا چاہیئے کیونکہ وہ دعاء جو نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے وہ خالصتاً میت کے لئے کہاں ہوتی ہے،وہ تو تمام زندوں،مردوں،غائب،حاضر،مردوں،عورتوں،سب کے لئے ہوتی ہے جبکہ حدیث کے الفاظ ہیں کہ جب تم نماز جنازہ پڑھ لو تو میت کے لیئے خلوص سے دعا مانگو سو معلوم ہوا کہ اس دعا سے مراد جنازہ پڑھنے کے بعد کی دعا ہے کہ جب تم نماز جنازہ پڑھ لو تو اخلاص کے ساتھ میت کے لیئے دعاء مانگو۔

گھر کی گواہی

نواب قطب الدین خان دیوبندی اس حدیث مبارکہ کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس وقت کہ تم پڑھو نماز میت پر پس خالص کرو اس کے لیئے دعاء۔

(مظاہر حق ج ۲ ص ۱۱۸۔۱۱۹ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

نیز(اذا صلیتم علی المیت)شرط ہے اور(فاخلصوا لہ الدعاء)اس کی جزا ہے شرط اور جزاء میں تغیر ہوتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں(صلیتم)ماضی کا صیغہ ہے اور فاخلصوا امر کا صیغہ ہے اور یہاں(فا)برائے تعقیب مع الوصل ہے۔

ہدایۃ النحو میں ہے۔نحو قام زید فعمرو واذا کان زید مقدماً وعمرو متاخراً بلا مھلۃ۔

ترجمہ:یعنی جیسے زید کھڑا ہوا پھر عمرو یہ اس وقت بولا جائے گا جب زید کھڑا ہونے میں مقدم ہو اور عمرو بلا مہلت متاخر ہو۔

(ہدایۃ النحو القسم الثالث فی الحروف فصل الحروف العطف ص ۱۱۳۔۱۱۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام محمد بن محمد العمادی ابوسعود متوفی ۹۵۱ھ سورۃ "ص" آیت "قال فالحق والحق اقول" کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

الفاء للترتیب۔

ترجمہ:یعنی فاء ماقبل و مابعد میں بیان ترتیب کے لیے ہوتی ہے۔

(تفسیر ابوسعود ج ۷ ص ۲۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض۔

ترجمہ:یعنی جب نماز جمعہ پڑھ لی جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ۔

(سورۃ الجمعہ آیت نمبر ۱۰)

یہاں منتشر ہونے کا حکم نماز ختم ہونے کے بعد ہے نہ کہ دوران نماز اسی طرح قرآن کریم میں ہے:

فاذا طعمتم فانتشروا۔

ترجمہ:جب تم کھانا کھا چکو تو چلے جاؤ۔

(سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۵۳)

اسی مشکوۃ میں اسی جگہ ہے۔

قرء علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھی۔

اس کی شرح میں اشعۃ اللمعات میں ہے۔ واحتمال دارد کہ بر جنازہ بعد از نماز یا پیش ازاں بقصد تبرک خواندہ باشد چنانکہ آلان متعارف است۔ ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام نے سورہ فاتحہ نماز کے بعد یا نماز سے پہلے برکت کے لئے پڑھی ہو جیسا کہ آج کل رواج ہے۔

(اشعۃ اللمعات فارسی ج اص ۱۳۷ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

حاشیہ.....☆

یہاں بھی چلے جانے اور منتشر ہو جانے کا حکم کھانا کھالینے کے بعد ہے نہ کہ کھانے کی حالت میں۔ معلوم ہوا کہ **اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء** سے نماز جنازہ کے اندر دعا مراد نہیں بلکہ نماز جنازہ کے فوراً بعد دعا مراد ہے اور اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد فوراً دعا مانگنے کا حکم ہے۔

دیوبندی حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ اس دعا سے نماز جنازہ کے اندر دعا کرنا مراد ہے جیسا کہ مفتی احمد ممتاز دیوبندی نے لکھا ہے کہ عبدالحئی لکھنوی نے اس دعا سے مراد نماز جنازہ کے اندر لیا ہے۔

(مروجہ حیلہ اسقاط اور دعا بعد نماز جنازہ ص ۳۱ مطبوعہ کتاب گھر کراچی)

عبدالحئی لکھنوی دیوبندی نہ کوئی مستند عالم ہے نہ ان کی بات کوئی حجت ہے اور نہ وہ ہمارے نزدیک معتبر ہے۔ مگر فقیر جن امام کی بات کو پیش کر رہے ہیں جنہوں نے اس دعا کو نماز جنازہ کے اندر مراد نہیں لیا وہ تمام دیوبندیوں کے نزدیک معتبر ہیں۔ وہ ہے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ۔

امام حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے اپنی کتاب الدعا میں نماز جنازہ کے اندر دعا کے لئے باب باندھا ہے **باب: القول فی الصلاۃ علی الجنازۃ** جس میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے 40 احادیث مبارکہ کو بیان کیا ہے لیکن اس حدیث مبارکہ (**اذا صلیتم علی المیت الخ**) کو ان احادیث مبارکہ میں شمار نہیں کیا بلکہ اس حدیث مبارکہ کے لئے الگ باب باندھا ہے: **باب: الأمر باخلاص الدعاء للمیت** جس میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو دو اسنادوں سے بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (**کتاب الدعا ص ۳۶۲ رقم الحدیث ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت**) معلوم ہوا کہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس دعا سے مراد نماز جنازہ کے اندر دعا کرنا مراد نہیں اگر اس دعا سے نماز جنازہ کے اندر مراد ہوتا تو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں بیان کرتے اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے الگ باب باندھ کر یہ بھی بتادیا کہ اس حدیث مبارکہ میں سرکار دوعالم ﷺ نے میت کے لئے اخلاص سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے الحمدللہ اہلسنت والجماعت کا اسی پر معمول ہے کہ نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر میت کے لئے اخلاص سے دعا کرتے ہیں۔

اسی طرح امام محب الدین ابی جعفر احمد بن عبداللہ الطبری متوفی ۶۹۴ھ نے نماز جنازہ کے اندر پڑھی جانے والی دعا کے لئے باب باندھا ہے جن میں 10 احادیث مبارکہ کو بیان کیا ہے لیکن اس حدیث مبارکہ (**اذا صلیتم علی المیت الخ**) کو ان احادیث مبارکہ میں شمار نہیں کیا بلکہ اس حدیث مبارکہ کے لئے الگ باب باندھا ہے **ذکر الاخلاص فی الدعاء للمیت**۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۳ ص ۷۵۵ رقم الحدیث ۶۸۱۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں بھی رواج تھا کہ نماز جنازہ کے آگے اور بعد سورہ فاتحہ وغیرہ برکت کے لئے پڑھتے تھے اور حضرت شیخ نے اس کو منع نہ فرمایا بلکہ حدیث پر اس کو محمول کیا۔

حاشیہ......☆

امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنی محمد بن صالح عن عاصم بن عمر بن قتادة وحدثنی عبدالجبار ابن عمارة بن عبدالله بن ابی بکر، زاد احدهما، علی صاحبه فی الحدیث قالا لما التقی الناس بموتة جلس رسول الله ﷺ علی المنبر و کشف له ما بینه و بین الشام فهو ینظر الی معرکتهم فقال رسول الله ﷺ اخذا الرایة زید بن حارثة فجاء ه الشیطان فحبب الیه الحیاة و کره الیه الموت وحبب الیه الدنیا فقال الآن حین استحکم الایمان فی قلوب المومنین تحبب الی الدنیا فمضی قدما حتی استشهدا فصلی علیه رسول الله ﷺ وقال استغفروا له فقد دخل الجنة وهو یسعی ثم اخذ الرایة جعفر بن ابی طالب فجاء ه الشیطان فمناه الحیاة و کره الیه الموت ومناه الدنیا فقال الآن حین استحکم الایمان فی قلوب المومنین تمنینی الدنیا ثم معنی قدما حتی استشهدا فصلی علیه رسول الله ﷺ ودعا له ثم قال "استغفروا لأخیکم فانه شهید دخل الجنة فهو یطیر فی الجنة بجناحین من یاقوت حیث یشاء من الجنة......

ترجمہ: واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب موتہ میں دونوں لشکر آمنے سامنے آئے تو نبی ﷺ مدینہ منورہ میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور معرکہ جنگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے حضور ﷺ نے فرمایا زید نے جھنڈا اٹھالیا۔ شیطان ان کے پاس آیا اور سمجھانے لگا کہ زندگی محبوب چیز ہے اور موت بری اس نے زید رضی اللہ عنہ کے دل میں دنیا کی محبت ڈالنے کی کوشش کی تو زید رضی اللہ عنہ نے کہا اب تو آیا ہے جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا اس کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہاں سیر کر رہے ہیں۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا اب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھالیا۔ ان کے پاس بھی شیطان آیا اور ان کے دل میں زندگی کی محبت اور موت سے کراہت ڈالنا چاہی تو انہوں نے کہا اس وقت جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی پھر فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو چکا اور وہاں اپنی خواہش سے جہاں چاہتا ہے اپنے دو یاقوتی پروں کے ساتھ اڑ رہا ہے۔

(کتاب المغازی ج ۲ ص ۷۶۰-۷۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ بیہقی ج ۴ ص ۳۶۸-۳۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۱ جز ۲۱ ص ۲۵۸-۲۵۹ رقم الحدیث ۴۵۹۱-۴۵۹۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

قال قال محمد بن عمر: اول سریة خرج فیها زید سریته الی القردة ثم سریته الی الجموم ثم سریته الی العیص ثم سریته الی الطرف ثم سریته الی حسمی ثم سریته الی ام قرضة ثم عقد له رسول الله ﷺ علی الناس فی غزوة موتة وقدمه علی الامراء فلما التقی المسلمون والمشرکون کان الامراء یقاتلون علی ارجلهم فاخذ زید بن حارثة اللّواء فقاتل وقاتل الناس معه والمسلمون علی صفوفهم فقتل زید طعنا بالرماح شهیدا فصلی علیه رسول الله ﷺ وقال: استغفروا له وقد دخل الجنة وهو یسعی و کانت موتة فی جمادی الاولی سنة ثمان من الهجرة وقتل زید یومئذ وهو ابن خمس وخمسین سنة۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۳ ص ۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فتح القدیر کتاب الجنائز فصل صلوٰۃ الجنازہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے منبر پر قیام فرما کر غزوہ موتہ کی خبر دی اور اسی اثناء میں جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی **فصلی علیه رسول الله ﷺ ودعاله وقال استغفروا له** پس اس پر نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی اور لوگوں سے فرمایا کہ تم بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۱۱۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت) دعا کے واؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا نماز کے علاوہ تھی۔ **مواهب الدنیه جلد دوم القسم الثانی فیما اخبر من الغیوب** میں یہی واقعہ نقل فرما کر کہا **ثم قال استغفروا استغفروا له** اسی طرح عبداللہ ابن رواحہ پر بعد نماز دعا فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ دعائے مغفرت جائز ہے۔

منتخب کنز العمال کتاب الجنائز میں ابراہیم ہجیری کی روایت ہے۔☆

قال رء يت ابن ابى اوفى وكان من اصحب الشجرة ماتت ابنته الى ان قال ثم كبر عليها اربعا ثم قام بعد ذلك قدر ما بين التكبيرتين وقال رء يت رسول الله ﷺ كان يصنع هكذا۔

ترجمہ: میں نے ابن ابی اوفی کو دیکھا یہ بیعت الرضوان والے صحابی ہیں کہ ان کی دختر کا انتقال ہوا۔ پھر ان پر چار تکبیریں کہیں پھر اس کے بعد دو تکبیروں کے فاصلہ کی بقدر کھڑے ہو کر دعا کی اور فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا۔

حاشیہ.....☆

عبداللہ العمادی دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

غزوہ موتہ میں مسلمانوں اور مشرکوں کا مقابلہ

رسول اللہ ﷺ نے غزوہ موتہ میں انہیں لوگوں پر امیر بنایا اور دوسروں امیروں پر مقدم کیا، مسلمانوں اور مشرکوں میں اس طرح مقابلہ ہوا کہ امراء پیادہ لڑ رہے تھے زید بن حارثہؓ نے جھنڈا لے لیا اور قتال کیا لوگوں نے بھی ان کے ساتھ قتال کیا مسلمان اپنی صفوں ہی میں تھے۔ زیدؓ نیزہ مارے جانے کی وجہ سے شہید ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے ان پر نماز پڑھی اور فرمایا کہ ان کے لیے دعائے مغفرت کرو، وہ اس جنت میں داخل ہو گئے جس کی وہ سعی کرتے تھے۔ غزوہ موتہ جمادی الاولی ۸ھ میں ہوا جس روز زیدؓ مقتول ہوئے اس وقت ان کی عمر پچپن سال تھی۔

(طبقات ابن سعد اردو حصہ سوم ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فصلى عليه رسول الله ﷺ وقال استغفروا له ۔

ترجمہ: پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا اس کے لئے استغفار کرو۔

(دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۹۲۔۱۹۳ مطبوعہ حیدرآباد دکن ہند)

☆امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله حدثنى ابى ثنا حسين بن محمد ثنا شعبة عن ابراهيم الهجرى عن عبدالله بن ابى اوفى وكان من اصحاب الشجرة فماتت ابنة له وكان يتبع جنازتها على بغلة خلفها، فجعل النساء يبكين، فقال لا ترثين فان رسول الله ﷺ نهى عن المراثى، فتفيض احداكن من عبرتها ماشاء ت، ثم كبر عليها اربعا، ثم قام بعد الرابعة قدر ما بين التكبيرتين يدعو، ثم قال كان رسول الله ﷺ يصنع فى الجنازة هكذا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما جو اصحاب شجرہ میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیٹی فوت ہو گئی، وہ ان کے

بیہقی میں ہے۔

وعن المستظل ابن حصین ان علیا صلی علی جنازۃ بعد ما صلی علیہ۔

ترجمہ: مستظل ابن حصین سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک جنازے پر نماز کے بعد دعا مانگی۔

(السنن الکبری بیہقی ج ۴ ص ۴۷ رقم الحدیث ۶۹۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مدونۃ الکبریٰ میں ہے۔

یقول ھکذا کلما کبروا واذا کان التکبیر الاخر قال مثل ذلک ثم یقول اللھم صلی علی محمد۔

ترجمہ: ہر تکبیر اسی طرح کہے کہ جب آخری تکبیر ہو تو اسی طرح کہے پھر کہے **اللھم صل علی محمد۔**

اس سے معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ درود شریف پڑھے۔ کشف الغطاء میں ہے۔ فاتحہ ودعا برائے میت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ کذافی خلاصۃ الفتح میت کے لئے فاتحہ اور دعا مانگنا دفن سے پہلے درست ہے اسی روایت پر عمل ہے۔

(کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ ص ۴۰ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی)

حاشیہ......☆

جنازہ میں خچر پر سوار ہوکر جا رہے تھے کہ عورتوں نے رونا شروع کر دیا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم مرثیہ مت پڑھو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، تم میں سے کوئی عورت اپنی آنکھ سے جس قدر چاہے آنسو بہائے، پھر انہوں نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں، پھر اتنا وقفہ کیا جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور اس وقفہ میں دعا کرتے رہے پھر کہا: رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ میں اسی طرح کرتے تھے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۷۴۔۴۷۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۸ ص ۲۸۷ رقم الحدیث ۳۳۵۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۷۰ رقم الحدیث ۶۹۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جمع الجوامع ج ۱۴ ص ۴۹۳ رقم الحدیث ۱۱۵۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۱۷ ص ۱۳۵۔۱۳۶ رقم الحدیث ۹۵۰۹ وج ۲۰ ص ۲۲۷ رقم الحدیث ۶۸ ۱۶۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف النون ج ۲ ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۹۳۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۳ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۱۲۸۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں۔

وحدثنا احمد بن جعفر القطیعی، ثنا عبداللہ بن احمد بن حنبل، حدثنی ابی، ثنا محمد بن جعفر قالوا: ثنا شعبۃ، عن ابراھیم الھجری، عن عبداللہ بن ابی اوفی قال: توفیت بنت لہ فتبعھا علی بغلۃ یمشی خلف خلف الجنازۃ ونساء یرثینھا، فقال: یرثین ولا یرثین، فان رسول اللہ ﷺ نھی عن المراثی، ولتفیض احداکن من عبرتھا ماشاء ت، ثم صلی علیھا فکبر علیھا اربعا، ثم قام بعد الرابعۃ قدر ما بین التکبیرتین یستغفرلھا ویدعو و قال کان رسول اللہ ﷺ یصنع ھکذا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما جو اصحاب شجرہ میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیٹی فوت ہوگئی، وہ اس کے جنازہ میں خچر پر سوار ہوکر جا رہے تھے کہ عورتوں نے رونا شروع کر دیا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم مرثیہ مت پڑھو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، تم میں سے کوئی عورت اپنی آنکھ سے جس قدر چاہے آنسو بہائے، پھر انہوں نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں، پھر اتنا وقفہ کیا جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور اس وقفہ میں دعا کرتے رہے پھر کہا: رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ میں اسی طرح کرتے تھے۔

(مستدرک ج ۱ ص ۵۱۲ رقم الحدیث ۱۳۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اسی طرح خلاصۃ الفتح میں ہے۔

مبسوط شمس الائمہ سرخسی جلد دوم صفحہ ۶۷ باب غسل المیت میں روایت ہے کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک جنازے پر بعد نماز پہنچے اور فرمایا۔

ان سبقتمونی بالصلوۃ علیه فلا تسبقونی بالدعاء۔

ترجمہ: اگر تم نے مجھ سے پہلے نماز پڑھ لی تو عامیں تو مجھ سے آگے نہ بڑھو یعنی آؤ میرے ساتھ مل کر دعا کر لو۔

(المبسوط سرخسی ج۱ جز۲ ص۶۷ مطبوعہ مکتبۃ الغفاریہ کوئٹہ)

اسی مبسوط میں اسی جگہ یعنی باب غسل المیت میں ابن عمر و عبداللہ ابن عباس و عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہم سے ثابت کیا کہ ان حضرات نے دعا بعد نماز جنازہ کی۔

(المبسوط سرخسی ج۱ جز۲ ص۶۷ مطبوعہ مکتبۃ الغفاریہ کوئٹہ)

حاشیہ......☆

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

قال اخبرنا محمد بن عبید الطنافسی قال اخبرنا سالم المرادی قال اخبرنا بعض اصحابنا قال جآء عبداللہ بن سلام وقد صلی علی عمر فقال واللہ لئن کنتم سبقتمونی بالصلوۃ علیه لاتسبقونی بالثناء علیه فقام عند سریرہ فقال نعم اخوالاسلام کنت یاعمر جوادا بالھق بکیلا بالباطل ترضی حین الرضی وتغضب حین الغضب عفیف الطرف طیب الظرف لم تکن صداحا ولا مغتابا ثم جلس۔

ترجمہ: حضرت سالم فرماتے ہیں کہ ہمیں ہمارے بعض اصحاب نے اطلاع دی کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس وقت آئے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی جا چکی تھی تو فرمایا اللہ کی قسم اگر تم نے ان پر نماز میں مجھ سے پہل کر لی ہے تو ثنا کرنے میں مجھ سے پہل نہ کرو پھر ان کی چارپائی کے قریب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے عمر آپ اسلام کے سچے اور بہترین جانثار تھے حق کے لئے سخی اور باطل کے لئے بخیل آپ رضا خدا پر راضی ہوتے اور غضب پر ناراض پاک دامن صاف دل نہ خوشامد کرنے والے اور نہ عیب جو پھر بیٹھ گئے۔

(طبقات الکبریٰ ج۳ ص۳۶۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

جاء عبداللہ بن سلام وقد صلی علی عمر، فقال: واللہ لئن کنتم سبقتمونی بالصلاۃ لا تسبقونی بالثناء، فقام عند سریرہ فقال: نعم اخو الاسلام کنت یاعمر جوادا بالحق، بخیلا بالباطل، ترضی حین الرضاء، وتغضب حین الغضب، عفیف الطرف، طیّب الظرف، لم تکن مداحا ولا مغتابا، ثم جلس۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس وقت آئے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی جا چکی تھی تو فرمایا اللہ کی قسم اگر تم نے ان پر نماز میں مجھ سے پہل کر لی ہے تو ثنا کرنے میں مجھ سے پہل نہ کرو پھر ان کی چارپائی کے قریب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے عمر آپ اسلام کے سچے اور بہترین جانثار تھے حق کے لئے سخی اور باطل کے لئے بخیل آپ رضا خدا پر راضی ہوتے اور غضب پر ناراض پاک دامن صاف دل نہ خوشامد کرنے والے اور نہ عیب جو پھر بیٹھ گئے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج۲۳ جز۴۷ ص۳۳۱ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ.....☆

یہی امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ دوسری سند سے روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابوبکر اللفتوانی، انا ابو عمرو الاصبهانی، انا ابو محمد بن یوة، انا ابوالحسن اللنبانی، نا ابوبکر القرشی نا اسحاق بن اسماعیل، نا وکیع بن الجرّاح، نا سالم ابو العلاء المرادی، عن عبدالله بن سارية قال: جاء عبدالله بن سلام بعد ما صلی علی عمر، فقال: ان کنتم سبقتمونی بالصلاة علیه، فلا تسبقونی بالثناء، ثم قام فقال: نعم اخو الاسلام کنت یاعمر، جوادا بالحق، بخیلا بالباطل، ترضی حین الرضاء، وتسخط حین السخط، لم تکن مداحا ولا مغتابا، طیب الظرف، عفیف الطرف،

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ساریہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازے پڑھنے کے بعد آئے تو فرمایا اگر تم مجھ سے نماز پڑھنے میں سبقت لے گئے ہو تو ان کے لئے دعا کرنے میں مجھ سے سبقت نہ لے جانا۔ پھر کھڑے ہوگئے اور فرمایا آپ اسلام کے اچھے بھائی تھے حق کے لئے سخی تھے باطل کے لئے بخیل تھے رضا کے وقت راضی غصے کے وقت غصے تھے نہ آپ مدح کرنے والے تھے اور نہ غیبت کرنے والے اچھے ظرف والے تھے پاک طبیعت والے تھے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۴۳ جز ۴۷ ص ۳۳۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں۔

وروی عن عبدالله بن سلام انه فاتته الصلاة علی جنازة عمر رضی الله عنه فلما قال ان سبقتمونی بالصلاة علیه فلاتسبقونی بالدعآء له۔

ترجمہ: اور روایت میں ہے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے کہ بے شک ان سے حضرت عمر کی نماز جنازہ فوت ہوگئی پس جب آپ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ اگر تم ان پر نماز میں مجھ سے سبقت لے گئے ہو تو ان کے لئے دعا کرنے میں مجھ سے سبقت نہیں لے سکتے۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۱۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

فتح اللہ المعین میں ہے۔

عن عبدالله بن سلام لما فاتته الصلوة علی عمر رضی الله عنه ان سبقت بالصلاة فلم اسبق بالدعآء له۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ فوت ہوگیا تو فرمایا کہ اگر تم مجھ سے نماز پڑھنے میں سبقت لے گئے ہو تو ان کے لئے دعا کرنے میں مجھ سے سبقت نہیں لے سکتے۔

(فتح اللہ المعین ج ۱ ص ۳۵۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

استاذ الفقیہ ابوالوفاء افغانی کتاب الآثار امام محمد کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

وعبدالله بن سلام رضی الله عنه فاتته الصلاة علی جنازة عمر رضی الله عنه فلما حضر قال: ان سبقتمونی بالصلاة علیه فلاتسبقونی فی الدعآء له۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں شمولیت سے رہ گئے تو جب وہاں پہنچے تو فرمایا کہ اگر تم نے ان پر مجھ سے پہلے نماز پڑھ لی ہے تو دعا میں مجھ سے پہل نہ کرو اور میرے ساتھ ان کے لئے دعا کرو۔

(حاشیہ کتاب الآثار امام محمد ج ۲ ص ۱۲۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس اثر مبارک سے معلوم ہوا کہ دعا بعد نماز جنازہ صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کی سنت مبارکہ ہیں اور خصوصاً حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی سنت مبارکہ ہے جن کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت کی بشارت دی تھی:

اور فلاتسبقوا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دعا پر صحابہ کرام کا عمل تھا۔ مفتاح الصلوٰۃ صفحہ ۱۱۲ مصنفہ مولانا فتح محمد صاحب برہان پوری میں ہے۔ چوں از نماز فارغ شوند مستحب است کہ امام یا صالح دیگر فاتحہ بقرتا مفلحون طرف سر جنازہ خاتمہ بقرا من الرسول طرف پائیں بخواند کہ در حدیث وارد است ودر بعض حدیث بعد از دفن واقعہ شدہ ہر وقت کہ میسر شود مجوز است۔ جب نماز جنازے فارغ ہوں تو مستحب ہے کہ امام یا کوئی اور صالح آدمی سورہ بقر کا شروع کا رکوع مفلحون تک جنازے کے سرہانے اور سورہ بقر کی آخری ایات امن الرسول میت کی بائیں طرف پڑھے کہ حدیث میں آیا ہے۔ بعض احادیث میں دفن کے بعد واقعہ ہوا میسر ہو تو دونوں وقت پڑھے جائز ہے۔ زادالآخرت میں نہر فائق شرح کنز الدقائق اور بحر ذخار سے نقل فرمایا۔

بعد از سلام بخواند۔ **اللھم لاتحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ اغفرلنا ولہ۔**

ترجمہ: سلام کے بعد پڑھے کہ اے اللہ ہم کو اس کے اجر سے محروم نہ کرو اور اس کے بعد فتنہ میں مبتلا نہ کرو اور ہماری اور اس کی مغفرت فرما۔
(نہر الفائق شرح کنز الدقائق ج ۱ ص ۳۹۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

طحطاوی میں ہے۔

وان ابا حنیفۃ اما مات فختم علیہ سبعون الفا قبل الدفن۔

ترجمہ: جب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ان پر دفن سے پہلے ستر ہزار ختم قرآن ہوئے۔

کشف الغمہ، فتاویٰ عالمگیری، شامی باب الدفن بحث تعزیت میں ہے۔ **وھی بعد الدفن اولیٰ منھا قبلہ** تعزیت کرنا دفن کے بعد دفن سے پہلے تعزیت کرنے سے بہتر ہے اسی جگہ شامی اور عالمگیری نے یہ بھی فرمایا وھذا اذالم یر منھم جزع شدید والا قدمت یہ جب ہے جبکہ ان ورثا میں سخت گھبراہٹ نہ ہو ورنہ تعزیت دفن سے پہلے کی جاوے۔

حاشیہ.....☆

معلوم ہوا کہ دعا بعد نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی سنت مبارکہ ہے اور تاریخ دمشق الکبیر کی روایت میں جاء عبداللہ بن سلام **بعد ما صلی علی عمر** اور **فقام عند سریرہ** سے منکرین دعا بعد نماز جنازہ کے تمام اعتراضات دفع ہوئے۔ جیسا کہ عزیز علی شاہ دیوبندی نے اعتراض کیا ہے۔ لکھا ہے ان کے اس قول میں تو یہ صراحت موجود نہیں کہ وہ کس وقت آئے تھے۔
(تحقیق الدعا بعد صلوۃ الجنازۃ ص ۹۳ مطبوعہ انجمن اسلامیہ لکھ منڈی)

لیجئے اس روایت میں وہ تمام صراحت موجود ہے کہ **بعد ما صلی** یعنی عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جنازہ کے بعد آئے اسی طرح عبداللہ العمادی دیوبندی نے بھی طبقات ابن سعد کے اردو ترجمے میں لکھا ہے کہ: سالم مرادی سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ پر نماز پڑھ لینے کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام آئے۔

(طبقات ابن سعد اردو ج ۲ حصہ سوم ص ۱۵۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اور **فقام عند سریرہ** نے یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ دعا دفن سے پہلے ہے اسی طرح عبداللہ العمادی دیوبندی نے طبقات ابن سعد کے اردو ترجمے میں لکھا ہے کہ: تخت کے پاس کھڑے ہو گئے۔

(طبقات ابن سعد اردو ج ۲ حصہ سوم ص ۱۵۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اس کے بعد کسی دیوبندی کو دعا بعد نماز جنازہ پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت مبارکہ سمجھ کر اس پر عمل کرنا چاہیے اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہیں۔

حسن ظہیریہ میں ہے۔

وھی بعد الدفن اولی منھا قبلہ۔

ترجمہ: دفن کے بعد تعزیت کرنا دفن سے پہلے تعزیت افضل ہے۔

میزان کبریٰ مصنفہ امام شعرانی میں ہے۔

(عالمگیری ج ۱ ص ۱۷۷)، (الجوہرۃ النیرۃ شرح قدوری ج ۱ ص ۱۳۴)، (ردالمحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۶۶۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال ابو حنیفۃ والثوری ان التعزیۃ سنۃ قبل الدفن لا بعدہ لان شدۃ الحزن تکون قبل الدفن فیعزی ویدعوا لہ۔

ترجمہ: امام ابو حنیفہ اور امام ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ تعزیت کرنا دفن سے پہلے سنت ہے کہ بعد کیونکہ زیادتی رنج دفن سے پہلے ہوتی ہے پس تعزیت کرے اور اس کے لئے دعا کرے۔

(المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۲۱۰)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ دفن سے پہلے خواہ نماز سے بھی پہلے ہو یا نماز کے بعد تعزیت کرنا جائز بلکہ مسنون ہے اور تعزیت میں میت و پسماندگان کے لئے دعائے اجر و صبر ہی تو ہوتی ہے۔ عقل کا بھی تقاضا ہے کہ بعد نماز جنازہ دعا جائز ہو۔ کیونکہ نماز جنازہ ایک حیثیت سے تو دعا ہے کہ میت کو سامنے رکھا گیا ہے اور اس میں رکوع سجدہ التحیات وغیرہ نہیں ہے اور ایک حیثیت سے نماز ہے۔ اسی لئے اس میں غسل وضو ستر عورت قبلہ کو منہ ہونا جگہ اور کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے اور جماعت مسنون۔ اگر یہ محض دعا ہوتی تو نماز کی طرح یہ شرائط اس میں کیوں ہوتیں اور دعاؤں کی طرح یہ بھی ہر طرح ادا ہو جایا کرتی۔ ماننا پڑے گا کہ ایک حیثیت سے یہ نماز بھی ہے اور ہر نماز کے بعد مسنون ہے اور زیادہ قابل قبول۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ہے۔

قیل یارسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل لاخر ودبر الصلوات المکتوبات۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ فرمایا کہ آخر رات کے درمیانی حصہ میں اور فرض نمازوں کے پیچھے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص ۸۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اور نماز جنازہ بھی فرض نماز ہے پھر اس کے کیوں دعا نہ کی جاوے؟ نیز دعا مانگنے کی ہر وقت اجازت دی گئی ہے اور بہت تاکید فرمائی گئی۔ مشکوٰۃ کتاب الدعوات میں ہے کہ الدعاء ھو العبادۃ اسی جگہ یہ بھی ہے۔ الدعآء مخ العبادۃ دعا عبادت بھی ہے یا دعا اصل عبادت ہے۔ دعا مانگنے کے لئے کوئی وقت وغیرہ کی پابندی نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے کہ نماز جنازہ سے پہلے تو دعا جائز اور دفن کے بعد بھی جائز مگر نماز کے بعد اور دفن سے پہلے حرام؟ نماز جنازہ بھی کوئی جادو ہے کہ اس کے پڑھتے ہی دعا کرنا۔ ایصال ثواب کرنا سب حرام اور دفن میت اس جادو کا اتار ہے کہ دفن ہوا اور سب جائز ہو گیا۔ لہٰذا ہر وقت دعا اور ایصال ثواب جائز ہے کسی وقت کی پابندی نہیں۔

دوسرا باب

اس دعا پر اعتراضات و جوابات میں

اس پر صرف چار اعتراض ہیں تین عقلی اور ایک نقلی۔ اس کے سوا اور کوئی اعتراض نہیں۔

اعتراض (۱)......:۔ وہی پرانا یاد کیا ہوا سبق کہ یہ دعا بدعت ہے اور ہر بدعت حرام ہے لہذا یہ دعا کرنا حرام ہے شرک ہے بے دینی ہے۔

جواب:۔ یہ دعا بدعت نہیں اس کا ثبوت حضور علیہ السلام کے قول و فعل مبارک سے ہو چکا۔ نیز صحابہ کرام کا اس پر عمل رہا۔ فقہاء نے اس کی اجازت دی۔ جیسا کہ اس بحث کے پہلے باب میں گزر گیا۔ اور اگر مان بھی لیا جاوے کہ بدعت ہے تو ہر بدعت حرام نہیں ہوتی۔ بلکہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ دیکھو ہماری بدعت کی بحث۔

اعتراض (۲)......:۔ نماز جنازہ میں خود دعا ہے پھر دوبارہ دعا مانگنا جائز نہیں ہے پہلی دعا کافی ہو چکی۔

جواب:۔ یہ اعتراض بالکل لغو ہے نماز پنجگانہ میں دعا ہے۔ نماز استخارہ۔ نماز کسوف اور نماز استسقاء سب دعاء کے لئے ہیں مگر ان سب کے بعد دعا مانگنا جائز بلکہ سنت ہے حدیث پاک میں ہے اکثروا الدعآء دعا زیادہ مانگو۔ دعا کے بعد دعا مانگنا زیادہ دعا ہے۔ تیسرے اس لئے کہ یہ تو محض دعا ہے بعض صورتوں میں تو نماز جنازہ کے بعد نماز جنازہ دوبارہ ہوتی ہے اگر میت کے ولی نے نماز نہ پڑھی اوروں نے پڑھ لی تو دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کا وصال مبارک دوشنبہ کو ہوا اور دفن شریف چہار شنبہ کو (شامی کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ج ۱ ص ۴۰۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) اور ان دو روز میں لوگ جماعت آتے رہے نماز جنازہ ادا کرتے رہے کیونکہ اب تک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو کہ ولی تھے نہ پڑھی تھی۔ پھر جب آخر دن حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھ لی۔ اب تا قیامت کسی کو جائز نہ رہا کہ حضور علیہ السلام پر نماز جنازہ پڑھے (دیکھو شامی باب صلوٰۃ الجنازہ بحث و من احق بالامامۃ ج ۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) اب کہو کہ یہ نماز تو دعا تھی۔ وہ ادا ہو گئی۔ یہ دوبارہ نمازیں کیسی ہو رہی ہیں؟ یہ سوال تو ایسا ہے کہ کوئی کہے کہ کھانے کے بعد پانی نہ پیو۔ کیونکہ کھانے میں پانی موجود ہے وہ پانی یہ سے پکا ہے۔

اعتراض (۳)......:۔ چونکہ دعا مانگنے کی وجہ سے دفن میں دیر ہوتی ہے اور یہ حرام ہے لہذا یہ دعا بھی حرام ہے۔

جواب:۔ یہ اعتراض بھی لغو ہے اولاً تو اس لئے کہ آپ تو اس دعا کو بہر حال منع کرتے ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دفن میں دیر ہو تو منع ورنہ نہیں۔ تو بتاؤ کہ اگر ابھی قبر تیار ہونے میں دیر ہے اور نماز جنازہ ہو گئی۔ اب دعا وغیرہ پڑھیں یا کہ نہیں کیونکہ یہاں تاخیر دفن سے دعا سے نہیں بلکہ تیاری قبر کی وجہ سے ہے دوسرے اس لئے کہ دعا میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔ صرف دو یا تین منٹ۔ مشکل سے خرچ ہوتے ہیں۔ اس قدر غیر محسوس دیر کا اعتبار نہیں اتنی بلکہ اس سے زیادہ دیر تو راستہ میں آہستہ لے جانے اور غسل کا کام آہستہ آہستہ انجام دینے اور قبر کو اطمینان سے کھودنے میں بھی لگ جاتی ہے اگر اس قدر دیر بھی حرام ہو تو لازم ہو گا کہ غسل، و کفن دینے والے نہایت بدحواسی سے بہت جلد یہ کام کریں اور قبر کھودنے والے مشین کی طرح جھٹ پٹ قبر کھود دیں اور میت

کو لے جانے والے انجن کی رفتار بھاگتے ہوئے جاویں اور فوراً پھینک کر آجاویں۔ تیسرے اس لئے کہ ہم پہلے باب میں حوالے دے چکے ہیں کہ دفن سے پہلے اہل میت کی تعزیت کرنا۔ ان کو تسلی وتشفی دینا جائز بلکہ سنت ہے۔ خواہ بعد کرے یا قبل نماز تو تعزیت کے الفاظ کہنے اور تسلی دینے میں بھی دیر لگے گی یا کہ نہیں؟ ضرور لگے گی مگر چونکہ یہ ایک دینی کام کے لئے جائز ہے۔ چوتھے اس لئے کہ ہم ابھی عرض کر چکے کہ حضور علیہ السلام کی وفات شریف دوشنبہ کو اور دفن چہار شنبہ کو ہوا۔ علامہ شامی اسی کتاب الصلوٰۃ باب الامامت میں یہ واقعہ بیان فرما کر فرماتے ہیں۔

وهذه السنة باقية الى الان لم يدفن خليفة حتى بولى غيره۔

ترجمہ: یہ سنت اب تک باقی ہے کہ خلیفہ اس وقت تک دفن نہیں کیا جاتا جب تک کہ دوسرا خلیفہ نہ بن جائے۔

(شامی کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ ج ۱ص ۴۰۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ دفن میں وہ تاخیر مکروہ ہے جو کہ دنیاوی وجہ سے ہو دینی وجہ سے قدرے جائز ہے کہ خلیفہ بنانا دینی کام ہے۔ اس کی وجہ سے دفن میں دیر کردی اور دعا مانگنا بھی دینی کام ہے۔ اگر کوئی نمازی آخر میں ملے تو وہ دعا پڑھ کر سلام پھیر سکتا ہے۔ لیکن اگر نماز کے بعد فوراً نعش اٹھالی جائے تو یہ شخص دعا پوری نہ کر سکے گا کہ اٹھائے ہوئے جنازے پر نماز نہیں ہوتی۔ لہذا دعا بعد جنازہ میں مسبوق نمازیوں کی بھی رعایت ہے۔ اگر اس کے لئے ایک غیر محسوس سی تاخیر ہو تو جائز ہے۔ پانچویں اس لئے کہ دفن میں مطلقاً تاخیر کرنا حرام کہاں لکھا ہے؟ فقہاء فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن میت کا انتقال ہو گیا تو نماز جمعہ کا انتظار نہ کرے بلکہ ممکن ہو قبل جمعہ ہی دفن کرلے یہ نہیں کہتے کہ یہ انتظار کرنا حرام ہے شرک ہے۔ کفر ہے معاذ اللہ۔

اعتراض (۴)......: نماز جنازے کے بعد دعا کو فقہاء منع فرماتے ہیں۔ چنانچہ جامع الرموز میں ہے۔

لا يقوم داعيا له۔

ترجمہ: نماز کے بعد دعا کے لئے نہ کھڑا رہے۔

ذخیرہ کبریٰ اور محیط میں ہے۔

لا يقوم بالدعآء بعد صلوة الجنازة۔

ترجمہ: نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے کھڑا نہ رہے۔

عالمگیری میں ہے۔

لايدعوا بعده فى ظاهر المذهب۔

ترجمہ: اس کے بعد دعا نہ کرے ظاہر مذہب میں۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے۔

ولا يدعوا للميت بعد صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة فى صلوة الجنازة۔

ترجمہ: نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا نہ کرے کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کرنے کے مشابہ ہے۔

کشف الغطاء میں ہے کہ قائم نہ شود بعد از نماز برائے دعا۔ نماز کے بعد دعا کے لئے کھڑا نہ رہے۔

جامع الرموز میں ہے۔

ولا يقوم بالدعآء بعد۔

صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة۔

ترجمہ: نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ کھڑا ہے کیونکہ یہ زیادتی کے مشابہ ہے۔

ابن حامد سے مروی ہے۔

ان الدعآء بعد صلوة الجنازة مكروه۔

ترجمہ: نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔

جامع الرموز میں ہے۔

ولا يقوم بالدعآء بعد صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة۔

ترجمہ: نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ کھڑا ہو کیونکہ یہ زیادتی کے مشابہ ہے۔

ان فقہی عبارات سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعاوغیرہ ناجائز ہے۔

جواب:۔ اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک اجمالی دوسرا تفصیلی اجمالی جواب تو یہ ہے کہ اس دعا سے ممانعت کی تین وجہیں ہیں۔اولاً یہ کہ یہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے ہو۔دوم یہ کہ دعائیں زیادہ لمبی نہ ہوں۔جس سے کہ دفن میں بہت تاخیر ہو۔اسی لئے نماز جنازہ جمعہ کے انتظار میں دفن میں تاخیر کرنا منع ہے۔تیسرے یہ کہ اسی طرح صف بستہ بحیثیت نماز دعا کی جاوے کہ دیکھنے والا سمجھے نماز ہو رہی ہے یہ زیادتی کے مشابہ ہے۔لہٰذا اگر بعد سلام بیٹھ کر یا صفیں توڑ کر تھوڑی دیر دعا کی جاوے تو بلا کراہت جائز ہے یہ وجوہ اس لئے نکالے گئے کہ فقہاء کی عبارتیں آپس میں متعارض نہ ہوں اور یہ اقوال احادیث مذکورہ اور صحابہ کرام کے قول وعمل کے خلاف نہ ہوں۔

تفصیلی جواب یہ ہے کہ عبارات میں سے جامع الرموز، ذخیرہ، محیط، کشف الغطاء کی عبارتوں میں تو دعا سے ممانعت ہے ہی نہیں بلکہ کھڑے ہو کر دعا کرنے سے منع فرمایا ہے۔وہ ہم بھی منع کرتے ہیں مرقات اور جامع الرموز میں یہ بھی ہے۔لانه يشبه الزيادة یہ زیادتی کے مشابہ ہے۔یعنی اس دعا سے دھوکا ہوتا ہے کہ نماز جنازہ زیادہ ہو گئی۔اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح دعا مانگنا منع ہے جس میں زیادتی کا دھوکا ہو۔وہ یہی ہے کہ صف بستہ کھڑے کھڑے دعا کریں۔اگر صف توڑ دی یا بیٹھ گئے تو حرج نہیں دیکھو۔جماعت فرض کے بعد حکم ہے کہ لوگ صفوف توڑ کر سنتیں پڑھیں تاکہ کسی کو دھوکا نہ ہو کہ جماعت ہو رہی ہے(دیکھو شامی اور مشکوۃ شریف باب السنن) تو اس سے یہ لازم نہیں کہ فرض کے بعد سنتیں پڑھنا ہی منع ہیں بلکہ فرض سے ملا کر پڑھنا منع ہے۔اسی طرح یہ بھی ہے۔عالمگیری کی عبارت غلط نقل کی۔اس کی اصل عبارت یہ ہے۔

وليس بعد التكبير الرابعة قبل السلام دعاء۔

ترجمہ: چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے کوئی دعا نہیں۔

(جوہرہ نیرہ شرح قدوری ص ۱۳۸ مطبوعہ عامرہ ترکی)۔

یعنی نماز جنازہ میں پہلے تین تکبیروں کے بعد کچھ نہ کچھ پڑھا جاتا ہے مگر اس چوتھی تکبیر کے بعد کچھ نہ پڑھا جاوے گا۔جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے۔چنانچہ بدائع، کفایہ عنایہ میں ہے۔ ليس بعد التكبير الرابعته قبل السلام دعاء (بنایہ شرح ہدایہ ج ۳ ص ۲۵۳)

ابوبکر ابن حامد کی جو عبارت پیش کی گئی یہ قنیہ کی عبارت ہے مگر قنیہ غیر معتبر کتاب ہے۔اس پر فتویٰ نہیں دیا جاتا۔

مقدمہ شامی بحث رسم المفتی میں ہے کہ صاحب قنیہ ضعیف روایت بھی لیتا ہے۔اس سے فتویٰ دینا جائز نہیں وہ فرماتے ہیں۔

او لنقل الاقوال الضعیفته فیها کالقنیته للزاهدی فلا یجوز الافتاء من هذه۔

(شامی مقدمہ بحث رسم المفتی ج ا ص ۵۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بذل الجوائز میں فرمایا کہ قنیہ والا معتزلی بد مذہب ہے اور اگر قنیہ کی یہ عبارت صحیح مان بھی لی جائے تو خود مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا منع ہے تو بعد دفن بھی دعا نا جائز ہونا چاہیے کیونکہ یہ وقت بھی تو نماز کے بعد ہی ہے غرضکہ کوئی بھی عبارت آپ کے موافق نہیں۔ دعا بعد نماز جنازہ جائز بلکہ سنت ہے۔

حاشیہ......☆

علامہ زاہدی نے قنیہ میں نقل کیا ہے جو فقیہی بھی اس کو نقل کرتا ہے ساتھ میں یہ بھی لکھتا ہے و عن الفضلی لا باس به اور وفی القنیة جس کو دیوبندی کھا جاتے ہیں۔ قنیہ جو کہ ضعیف و غیر معتبر کے ساتھ ساتھ اس کے مصنف معتزلی بھی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین الشامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں۔

لا یجوز الافتآء من الکتب المختصرة کالنهر و شرح الکنز للعینی و الدر المختار شرح تنویر الابصار او لعدم الاطلاع علی حال مؤلفیها کشرح الکنز لملامسکین و شرح النقایة للقهستانی او لنقل الاقوال الضعیفة کالقنیة للزاهدی، الا اذا علم المنقول عنه و اخذه منه۔

ترجمہ: مختصر کتب سے فتویٰ دینا جائز نہیں جس طرح کہ نہر اور شرح الکنز للعینی اور الدر المختار شرح تنویر الابصار وغیرہ۔ اسی طرح جن کتب کے مصنفین کے احوال کی خبر نہ ہو۔ جس طرح شرح الکنز لملا مسکین و شرح نقایہ للقهستانی یا جس میں ضعیف اقوال نقل کیے گئے ہوں جس طرح کہ زاہدی کی تصنیف قنیہ پس اس سے فتویٰ دینا جائز نہیں۔ مگر اس صورت میں جائز ہے جبکہ اس منقول قول اور اس کے لینے پر عالم ہو۔

(فتاویٰ شامی ج ا ص ۵۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)، (مقدمہ فتاویٰ عالمگیری مترجم ج ا ص ۱۳۲ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

عبدالحیٔ لکھنوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

(ففی القنیة وغیرها) کا لمجتبی هو ایضا للعلامة مختار بن محمود الزاهدی صاحب القنیة و کتاب القنیة مشهور بضعف الراویة وقد نقل هذا الفرع من شرح الصباغی۔

ترجمہ: صاحب در مختار کا قول (نفی القنیة وغیرها) جس طرح کا مجتبیٰ اور یہ بھی علامہ مختار بن محمود الزاہدی کی تصنیف ہے اور اس کی کتاب قنیہ ضعف میں مشہور ہے اور تحقیق یہ تفریع شرح صباغی سے نقل کی گئی ہے۔

(مقدمہ عمدۃ الرعایہ ج ا ص ۱۰۔ ۱۱ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

علامہ سید احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں۔

القنیة لیست من کتب المعتمدة۔

ترجمہ: قنیہ کتب معتمدہ میں سے نہیں۔

(طحطاوی علی در المختار ج ا ص ۴۲)

سید امیر علی دیوبندی مقدمہ عالمگیری (اردو) میں لکھتے ہیں۔

اور انہیں غیر معتبرات میں سے جملہ تالیفات نجم الدین مختار بن محمود بن محمد زاہدی معتزلی ہیں۔ یہ شخص اعتقاد میں معتزلی تھا اور فروع میں حنفی تھا جس نے ۶۵۶ھ میں انتقال کیا پس اس کی تالیفات میں سے قنیہ و حاوی زاہدی و مجتبےٰ شرح قدوری و زاد الائمہ وغیرہ ہیں اور یہ

حاشیہ......☆

سب غیر معتبرات ہیں چنانچہ ابن عابدین نے تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں کہا ہے کہ مذہب حنفیہ میں معتبر کتابوں میں جو منقول ہے اس کے خلاف زاہدی کی نقل معارض نہیں ہوسکتی ہے چنانچہ ابن وہبان نے فرمایا کہ قنیہ کا مؤلف جو کچھ نقل کرتا ہے اگر وہ فقہاء حنفیہ کی نقل سے مخالف ہو تو قنیہ کی نقل پر التفات نہ کیا جائے گا جب تک کہ اس کی موافقت میں کسی کتاب معتمد سے نقل موجود نہو۔ اور ایسا ہی نہر الفائق میں بھی مذکور ہے۔

(مقدمہ فتاویٰ عالمگیری مترجم ج۱ص ۳۸ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)، (مقدمہ عمدۃ الرعایہ ج۱ص۱۲ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

ثابت ہوا کہ علامہ زاہدی کی کتاب قنیہ ضعیف کتاب ہیں اور ضعیف قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔

چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقال العلامة قاسم فی فتاواه ولیس للقاضی المقلدان یحکم بالضعیف لانه لیس من اهل الترجیح الا لقصد غیر جمیل ولو حکم لا ینفذ لان الحق هو الصحیح وما وقع من ان القول الضعیف یتقوی بالقضاء المراد به قضاء المجتهد کما بین فی موضعه۔

ترجمہ: علامہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ کسی بھی قاضی مقلد کے لئے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ کسی ضعیف قول پہ فیصلہ کرے۔ کیونکہ یہ قاضی اہل ترجیح میں سے نہیں ہے۔ مگر کسی غیر جمیل کے لئے اور اگر ضعیف قول پہ فیصلہ کر بھی لیا جائے تو اس فیصلے کو نافذ نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ ایسا فیصلہ ہے کہ ناحق ہے۔ کیونکہ حق یہ ہے کہ فیصلہ صحیح قول پہ ہو۔ اور جو یہ واقع ہوا ہے کہ فیصلے کے ساتھ ضعیف قول کو تقویت مل جاتی ہے اس سے مراد مجتہد کی قضاء ہے۔ یعنی مجتہد اگر قول ضعیف پر فیصلہ کرے تو قول ضعیف کو تقویت ملے گی۔

نیز لکھتے ہیں۔

وقال ابن غرس واما المقلد المحض فلا یقضی الا بما علیه العمل و الفتوی۔

ترجمہ: اور ابن غرس نے کہا ہے کہ مقلد محض فیصلہ نہیں کریگا مگر اس قول پر کہ جس پر عمل و فتویٰ ہو۔

وقال صاحب البحر فی بعض رسائله اما القاضی المقلد فلیس له الحکم الا بالصحیح المفتی به فی مذهبه ولا ینفذ قضاء ہ بالقول الضعیف۔

ترجمہ: صاحب بحر نے اپنے بعض رسائل میں کہا ہے کہ قاضی مقلد فیصلہ نہ کریگا مگر قول صحیح پر۔ جو اس کے مذہب میں مفتی بہ ہو اور قاضی مقلد کی قضاء قول ضعیف کے ساتھ نافذ نہ کی جائے گی۔

(فتاویٰ شامی ج۴ص ۳۲۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

دیوبندیوں کو چاہیئے کہ علامہ زاہدی کے ضعیف قول کو جوڑ کر امام محمد بن فضل رحم اللہ علیہ کے صحیح قول پر عمل کرے اور اہل سنت وجماعت کے ساتھ جھگڑا نہ کرے جو کوئی بھی نماز جنازہ کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے ان سے جھگڑا نہ کرے اسی میں ان کا بھلا ہے اللہ تعالیٰ حق کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین۔

☆............☆

بحث مزارات اولیاء اللہ پر گنبد بنانا

مسلمان دو طرح کے ہیں ایک تو عام مومنین۔ دوسرے علماء مشائخ اولیاء اللہ جن کی تعظیم و توقیر در حقیقت اسلام کی تعظیم ہے۔ عامۃ المسلمین کی قبروں کو پختہ بنانا یا ان پر قبہ وغیرہ بنانا چونکہ بے فائدہ ہے اس لئے منع ہے ہاں اس پر مٹی وغیرہ ڈالتے رہنا تا کہ اس کا نشان نہ مٹ جائے فاتحہ وغیرہ پڑھی جا سکے جائز ہے۔ اور علماء مشائخ عظام اولیاء اللہ جن کے مزارات پر خلقت کا ہجوم رہتا ہے لوگ وہاں بیٹھ کر قرآن خوانی وفاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں ان کے آسائش اور صاحب قبر کی اظہار عظمت کے لئے اس کے آس پاس سایہ کے لئے قبہ وغیرہ بنانا شرعاً جائز بلکہ سنت صحابہ سے ثابت ہے اور جن عوام مومنین کی قبریں پختہ بنانا یا ان پر قبہ بنانا منع ہے اگر ان کی قبریں پختہ بن گئی ہوں تو ان کو گرانا حرام ہے پہلے مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے آخر کے دو مسئلوں میں اختلاف اس لئے ہم اس بحث کے دو باب کرتے ہیں۔ پہلے باب میں تو اس کا ثبوت۔ دوسرے باب میں مخالفین کے اعتراضات اور ان کے جوابات۔

پہلا باب

مزارات اولیاء اللہ پر عمارت کا ثبوت

اس جگہ تین امور ہیں ایک تو خود قبر کو پختہ کرنا دوسرے قبر ولی کو قدر سنت یعنی ایک ہاتھ سے زیادہ اونچا کرنا۔ تیسرے قبر کے آس پاس عمارت بنا دینا۔ پھر قبر کو پختہ کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک تو قبر کا اندرونی حصہ جو کہ میت سے ملا ہوا ہے اس کو پختہ بنانا دوسرے قبر کا بیرونی حصہ جو کہ اوپر نظر آتا ہے اس کو پختہ کرنا۔

قبر کے اندرونی حصہ کو پختہ اینٹ سے پختہ کرنا۔ وہاں لکڑی لگانا منع ہے ہاں اگر وہاں پتھر یا سیمنٹ لگایا جاوے تو جائز ہے کیونکہ لکڑی اور اینٹ میں آگ کا اثر ہے۔ قبر کا بیرونی حصہ پختہ بنانا عامۃ المسلمین کے لئے منع ہے اور خاص علماء ومشائخ کے لئے جائز ہے۔

قبر کا تعویذ ایک ہاتھ سے زیادہ اونچا کرنا منع ہے اور اگر آس پاس چبوترہ اونچا کر کے اس پر تعویذ بقدر ایک ہاتھ کیا تو جائز ہے۔

قبر کے آس پاس یا قبر کے قریب کوئی عمارت بنانا عامۃ المسلمین کی قبروں پر تو منع ہے۔ اور فقہاء وعلماء کی قبروں پر جائز۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) مشکوۃ کتاب الجنائز باب الدفن میں بروایت ابوداؤد ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کو دفن فرمایا تو ان کی قبر کے سرہانے ایک پتھر نصب فرمایا۔ اور فرمایا کہ **اعلم بها قبر اخی وادفن الیه من مات من اهلی** ہم اس سے اپنے بھائی کی قبر کا نشان لگائیں گے اور اسی جگہ اپنے اہل بیت کے مردوں کو دفن کریں گے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الجنائز باب دفن المیت الفصل الثانی ص ۱۴۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۲) بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں تعلیقاً ہے حضرت خارجہ فرماتے ہیں۔ ہم زمانہ عثمان میں تھے۔

ان اشدنا وثبة الذی یثب قبر عثمان ابن مظعون حتی یجاوزه۔

ترجمہ: ہم میں بڑا کودنے والا وہ تھا جو عثمان ابن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر ج ۱ ص ۴۵۷ مطبوعہ ابن کثیر بیروت وفی نسخہ ج ۱ ص ۱۸۱-۱۸۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ کی روایت سے معلوم ہوا کہ عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے پتھر تھا اور بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ خود قبر عثمان کا تعویذ اس پتھر کا تھا اور دونوں روایات اس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ مشکوٰۃ میں جو آیا کہ قبر کے سرہانے پر پتھر لگایا اس کے معنی یہ نہیں کہ قبر سے علیحدہ سر کے قریب کھڑا کر دیا بلکہ یہ ہے کہ خود قبر میں ہی سر کی طرف اس کو لگایا یا مطلب یہ کہ قبر ساری اس پتھر کی تھی مگر سرہانے کا ذکر کیا۔ ان دونوں احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کسی خاص قبر کا نشان قائم رکھنے کے لئے قبر کچھ اونچی کر دی جاوے یا پتھر وغیرہ سے پختہ کر دی جائے تو جائز ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے۔ اس سے پہلے دو مسئلے حل ہو گئے نیز فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی زمین نرم ہو اور لوہے یا لکڑی کے صندوق میں میت رکھ کر دفن کرنا پڑے تو اس کے اندرونی حصہ میں چاروں طرف مٹی سے کہگل کر دو۔ (دیکھو شامی اور عالمگیری وغیرہ باب دفن المیت) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر کو اندر سے کچا ہونا چاہیے دو مسائل ثابت ہوئے۔

(۳) مشائخ کرام اولیاء عظام علماء کرام کی مزارات کے اردگرد یا اس کے قریب میں کوئی عمارت بنانا جائز ہے۔ اس کا ثبوت قرآن کریم اور صحابہ کرام و عامۃ المسلمین کے عمل اور علماء کے اقوال سے ہے۔ قرآن کریم نے اصحاب کہف کا قصہ بیان فرماتے ہوئے کہا۔ قال الذین غلبوا علی امرھم لنتخذن علیھم مسجداً وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے کہ ہم تو ان اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔ (پارہ ۱۵ سورہ کہف آیت نمبر ۲۱) روح البیان میں اس آیت میں بنیانا کی تفسیر میں فرمایا۔ دیوارے کہ از چشم مردم پوشیدہ شوند یعنی لایعلم احد تربتھم وتکون محفوظتہ من تطرق الناس کما حفظت تربت رسول اللہ بالحظیرۃ (تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۷۴۔۲۷۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) یعنی انہوں نے کہا کہ اصحاب کہف پر ایسی دیوار بناؤ جو ان کی قبر کو گھیرے اور ان کے مزارات لوگوں کے جانے سے محفوظ ہو جاویں۔ جیسے کہ حضور علیہ السلام کی قبر شریف چار دیواری سے گھیر دی گئی ہے۔ مگر یہ بات نامنظور ہوئی تب مسجد بنائی گئی۔ مسجداً کی تفسیر روح البیان میں ہے کی صلی فیہ المسلمون ویتبرکون بمکانھم لوگ اس میں نماز پڑھیں اور ان سے برکت لیں۔ قرآن کریم نے ان لوگوں کی باتوں کا ذکر فرمایا ایک تو اصحاب کہف کے گرد قبہ اور مقبرہ بنانے کا مشورہ کرنا دوسرے ان کے قریب مسجد بنانا اور کسی باب کا انکار نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ دونوں فعل جب بھی جائز تھے اور اب بھی جائز ہیں جیسا کہ کتب اصول سے ثابت ہے کہ شرائع قبلنا یلزمنا۔ حضور سید عالم ﷺ کو حضرت صدیقہ کے حجرے میں دفن کیا گیا۔ اگر یہ ناجائز تھا تو پہلے صحابہ کرام اس کو گرا دیتے۔ پھر دفن کرتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کے گرد کچی اینٹوں کی گول دیوار کھچادی۔ پھر ولید ابن عبدالملک کے زمانہ میں سیدنا عبداللہ ابن زبیر نے تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں اس عمارت کو نہایت مضبوط بنایا اور اس میں پتھر لگوائے چنانچہ خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ مصنفہ سید سمہودی دسویں فصل فیما یتعلق بالحجرہ المنیفتہ ۱۹۶ میں ہے۔

عن عمرو ابن دینار وعبیداللہ ابن ابی زید قالا لم یکن علی عھد النبی ﷺ حائط فکان اول من بنی علیہ جداراً عمر ابن الخطاب۔ قال عبیداللہ ابن ابی زید کان جدار قصیرا ثم بناہ عبداللہ ابن الزبیر الخ وقال الحسن البصری کنت ادخل بیوت رسول اللہ ﷺ وانا غلام مراھق اذا نال السقف بیدی وکان لکل بیت حجرۃ وکانت حجرہ من العکستہ من سعیر مربوطتہ فی حشب عرعرۃ۔

ترجمہ وہ ہی جو اوپر بیان ہو چکا۔

(خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ دسویں فصل فیما یتعلق بالحجرہ المنیفتہ ص ۱۹۶)

بخاری جلد اول کتاب الجنائز باب ماجآء فی قبر النبی وابی بکر وعمر میں ہے کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ ولید ابن عبدالملک کے زمانہ میں روضہ رسول اللہ ﷺ کی ایک دیوار گر گئی تو اخذوا فی بنائہ صحابہ کرام اس کے بنانے میں مشغول ہوئے۔

فبدت لهم قدم ففزعوا وظنوا انها قدم النبی علیه السلام حتی قال لهم عروة لا والله ما هی قدم النبی علیه السلام ما هی الا قدم عمر۔

ترجمہ: ایک قدم ظاہر ہو گیا تو لوگ گھبرا گئے اور سمجھے کہ یہ حضور علیہ السلام کا قدم پاک ہے۔ حضرت عروہ نے کہا اللہ کی قسم یہ حضور علیہ السلام کی قدم نہیں ہے یہ حضرت فاروق کا قدم ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما جآء فی قبر النبی وابی بکر وعمر ج ا ص ۱۸۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جذب القلوب الی دیار المحبوب میں شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ ۵۵۰ ھ میں جمال الدین اصفہانی نے علماء کرام کی موجودگی میں صندل کی لکڑی کی جالی اس دیوار کے آس پاس بنائی اور ۵۵۷ ھ میں بعض عیسائی عابدوں کی شکل میں مدینہ منورہ آئے اور سرنگ لگا کر نعش مبارک کو زمین سے نکالنا چاہا۔ حضور علیہ السلام نے تین بار بادشاہ کو خواب میں فرمایا۔ لہذا بادشاہ نے ان کو قتل کرایا اور روضہ کے آس پاس پانی تک بنیاد کھود کر سیسہ لگا کر اس کو بھر دیا پھر ۶۷۸ ھ میں سلطان قلاؤں صالحی نے یہ گنبد سبز جو اب تک موجود ہے بنوایا۔

ان عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ روزہ مطہرہ صحابہ کرام نے بنوایا تھا اگر کوئی کہے کہ یہ تو حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے تو کہا جاوے گا کہ اس روضہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ وفاروق رضی اللہ عنہ بھی دفن ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دفن ہوں گے لہذا یہ خصوصیت نہ رہی۔ بخاری جلد اول کتاب الجنائز اور مشکوۃ باب البکا علی المیت میں ہے کہ حضرت امام حسن ابن حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

ضربت امراته القبة علی قبره سنة۔

ترجمہ: تو ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک قبہ ڈالے رکھا۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر ج ا ص ۲۳۶ مطبوعہ ابن کثیر بیروت وفی نسخہ ج ا ص ۱۷۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ بھی صحابہ کرام کے زمانہ میں سب کی موجودگی میں ہوا۔ کسی نے انکار نہ کیا۔ نیز ان کی بیوی ایک سال تک وہاں رہیں۔ پھر گھر واپس آئیں۔ جیسا کہ اسی حدیث میں ہے۔ اس سے بزرگوں کی قبروں پر مجاوروں کا بیٹھنا بھی ثابت ہوا۔

یہاں تک تو قرآن وحدیث سے ثابت ہوا۔ اب فقہاء محدثین اور مفسرین کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

روح البیان جلد ۳ پارہ ۱۰ سورہ ۹ زیر آیت (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸) انما یعمر مسجد الله من امن بالله میں ہے۔

فبناء قباب علی قبور العلمآء والاولیاء والصلحآء امر جائز اذا کان القصد بذلك التعظیم فی اعین العآمة حتی لا یحتقروا صاحب هذا القبر۔

ترجمہ: علماء اور اولیاء صالحین کی قبروں پر عمارات بنانا جائز کام ہے جبکہ اس سے مقصود ہو لوگوں کی نگاہوں میں عظمت پیدا کرنا تا کہ لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ جانیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۴۰۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مرقات شرح مشکوۃ کتاب الجنائز باب دفن المیت میں ہے۔

قد اباح السلف البناء علی قبور المشائخ و العلمآء المشهورین لیزورهم الناس و یستریحوا بالجلوس۔

ترجمہ: پہلے علماء نے مشائخ اور علماء کی قبروں پر عمارات بنانا جائز فرمایا ہے تاکہ ان کی لوگ زیارت کریں۔ اور وہاں بیٹھ کر آرام پائیں۔
(مرقات شرح مشکوۃ باب دفن المیت ج ۴ ص ۶۰)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں۔
درآخر زمان بجہت اقتصار نظر عوام بر ظاہر مصلحت در تعمیر و ترویج مشاہد و مقابر مشائخ و عظماء دیدہ چیز ہا افزودند تا آنجا ہیبت و شوکت اہل اسلام و اہل صلاح پیدا آید خصوصاً در دیار ہند کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بسیار اند۔ و ترویج و اعلاء شان ایں مقامات باعث رعب و انقیاد ایشاں است و بسیار اعمال و افعال و اوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بودہ اند در آخر زمان از مستحسنات گشتہ۔

ترجمہ: آخر زمان میں چونکہ عام لوگ محض ظاہر بین رہ گئے۔ لہذا مشائخ اور صلحاء کی قبروں پر عمارت بنانے میں مصلحت دیکھ کر زیادتی کردی تاکہ مسلمانوں اور اولیاء اللہ کی ہیبت ظاہر ہو خاصکر ہندوستان میں کہ یہاں ہندو اور کفار بہت سے دشمنان دین ہیں ان مقامات کی اعلان شان کفار کے رعب اور اطاعت کا ذریعہ ہے اور بہت سے کام پہلے مکروہ تھے اور آخر زمانہ میں مستحب ہو گئے۔
(سفر السعادات باب زیارۃ القبور ص ۲۷۲ مطبوعہ نوریہ رضویہ)

شامی جلد اول باب الدفن میں ہے۔
وقیل لایکرہ البناء اذا کان المیتمن المشائخ والعلماء والسادات۔

ترجمہ: کہ اگر میت مشائخ اور علماء اور سادات کرام میں سے ہو تو اس کی قبر پر عمارت بنانا مکروہ نہیں ہے۔
(ردالمحتار کتاب الجنائز مطلب فی دفن المیت ج ۱ ص ۶۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

درمختار میں اسی باب الدفن میں ہے۔ **لایرفع علیہ بناء وقیل لاباس بہ وھو المختار** قبر پر عمارت نہ بنائی جائے اور کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی قول پسندیدہ ہے۔

(ردالمحتار کتاب الجنائز مطلب فی دفن المیت ج ۱ ص ۶۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ شامی اور درمختار نے عمارت کے جواز کو قیل سے بیان کیا۔ اس لئے یہ قول ضعیف ہے لیکن یہ صحیح نہیں فقہ میں قیل علامت ضعف نہیں۔ اور بعض جگہ ایک مسئلہ میں دو قول بیان کرتے ہیں اور دونوں قیل سے۔ ہاں منطق میں قیل علامت ضعف ہے۔ قیل کی مکمل بحث اذان قبر کے بیان میں دیکھو۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ ۳۳۵ میں ہے۔
وقد اعتاد اھل المصر وضع الاحجار حفظا للقبور عن الاندراس والنبش ولاباس بہ وفی الدرر ولا یجصص ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لاباس بہ ھو المختار۔

ترجمہ: مصر کے لوگ قبروں پر پتھر رکھنے کے عادی ہیں۔ تاکہ وہ مٹنے اکھڑنے سے محفوظ رہیں اور قبر کو گچ نہ کی جاوے نہ کہگل کی جاوے نہ اس پر عمارت بنائی جاوے اگر کہا گیا کہ جائز ہے اور یہی مختار ہے۔

(طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ ۳۳۵)

میزان کبریٰ آخر جلد اول کتاب الجنائز میں امام شعرانی فرماتے ہیں۔
ومن ذلک قول الائمۃ ان القبر لایبنی ولا یجصص مع قول ابی حنیفۃ یجوز ذلک قال الاول مشدد والثانی مخفف۔

ترجمہ: اسی سے ہے دیگر اماموں کا یہ کہنا کہ قبر پر نہ عمارت بنائی جاوے اور نہ اس کو گچ کی جاوے باوجود یکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ یہ سب جائز ہے پس پہلے قول میں سختی ہے اور دوسرے میں آسانی۔

(میزان کبریٰ آخر جلد اول کتاب الجنائز ج ا ص ۱۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اب تو رجسٹری ہوگئی کہ خود امام مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان مل گیا کہ قبر پر قبہ وغیرہ بنانا جائز ہے۔

الحمد للہ کہ قرآن وحدیث اور فقہی عبارات بلکہ خود امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان پاک سے ثابت ہوگیا کہ اولیاء علماء کی قبور پر گنبد وغیرہ بنانا جائز ہے۔ عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ یہ جائز ہو چند وجود سے اولاً تو یہ دیکھا گیا ہے کہ عام کچی قبروں کا عوام کی نگاہ میں نہ ادب ہوتا ہے نہ احترام اور نہ زیادہ فاتحہ خوانی نہ کچھ اہتمام بلکہ لوگ پیروں سے اس کو روندتے ہیں۔ اور اگر کسی قبر کو پختہ دیکھتے ہیں خلاف وغیرہ پڑا ہوا پاتے ہیں سمجھتے ہیں کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے اس سے بچ کر نکلتے ہیں اور خود بخود فاتحہ کو ہاتھ اٹھ جاتا ہے اور مشکوٰۃ باب الدفن میں اور مرقات میں ہے کہ مسلمان کا زندگی اور بعد موت یکساں ادب چاہیے۔ اسی طرح فقہاء فرماتے ہیں کہ قبر سے اتنی دور بیٹھے جتنی دور کہ صاحب قبر کی زندگی میں اس سے بیٹھتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ میت کا احترام بقدر زندگی کے احترام کے ہے اور اولیاء اللہ تو زندگی میں واجب التعظیم تھے۔ لہٰذا بعد موت بھی اور قبر کی عمارت اس تعظیم کا ذریعہ ہے لہٰذا کم از کم مستحب ہے۔ دوسرے اس لئے کہ جس طرح تمام عمارات میں سرکاری عمارتیں یا کہ مساجد ممتاز رہتی ہیں کہ ان کو پہچان کر لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ علماء کو چاہیے کہ اپنی وضع قطع لباس صورت اہل علم کا سا رکھیں تاکہ لوگ ان کو پہچان کو مسائل دریافت کریں۔ اسی طرح چاہیے کہ علماء ومشائخ کے قبور عام قبروں سے ممتاز رہیں تاکہ لوگ پہچان کر ان سے فیض لیں۔ تیسرے اس لئے کہ مقابر اولیاء اللہ شعائر اللہ ہیں جیسا کہ ہم اس سے پہلے تفسیر روح البیان کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں اور شعائر اللہ کا ادب ضروری ہے قرآن سے ثابت ہے لہٰذا قبروں کا ادب چاہیے۔ ادب کے ہر ملک اور ہر زمانہ میں علیحدہ طریقے ہوتے ہیں۔ جو طریقہ بھی ادب کا خلاف اسلام نہ ہو وہ جائز ہے حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں قرآن پاک ہڈیوں اور چمڑے پر لکھا تھا۔ مسجد نبوی کچی تھی اور چھت میں کھجور کے پتے تھے جو بارش میں ٹپکتی تھی۔ مگر بعد کے زمانہ میں مسجد نبوی نہایت شاندار روضہ رسول اللہ ﷺ بہت اہتمام سے بنائے گئے اور قرآن کو اچھے کاغذ پر چھاپہ گیا۔

درمختار کتاب الکراہیت فصل فی البیع میں ہے۔ **وجاز تحلیته المصحف لما فیه من تعظیمه کما فی نقش المسجد۔**

(رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷۳ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس کے ماتحت شامی میں ہے ای **بالذهب والفضة** یعنی قرآن کریم کو چاندی سونے سے آراستہ کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں ان کی تعظیم ہے۔ جیسا کہ مسجد کو نقشین کرنا۔ اسی طرح صحابہ کرام کے زمانہ میں حکم تھا کہ قرآن کو آیات اور رکوع اور اعراب سے خالی رکھو۔ لیکن اس زمانہ کے بعد چونکہ ضرورت درپیش ہوئی۔ یہ تمام کام جائز بلکہ ضروری ہوگئے۔ شامی میں اسی جگہ ہے۔

وما روی عن ابن مسعود جردو القرآن کان فی ومنهم وکم من شیئ یختلف باختلاف الزمان والمکان۔

ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قرآن کو اعراب وغیرہ سے خالی رکھو یہ اس زمانہ میں تھا۔ اور بہت سی چیزیں زمانہ اور جگہ بدلنے سے بدل جاتی ہیں۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷۳ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی مقام پر شامی (رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷۳ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) میں ہے کہ قرآن کو چھوٹا کر کے نہ چھاپو یعنی حمائل نہ بناؤ بلکہ اس کا قلم موٹا ہو۔ حرف کشادہ ہوں تقطیع بڑی ہو یہ سارے احکام کیوں ہیں؟ صرف قرآن کی عظمت کے لئے اسی طرح یہ بھی ہے اول زمانہ میں تعظیم قرآن واذان واقامت پر اجرت لینا حرام تھا حدیث وفقہ میں موجود ہے مگر بعد کو ضرورتا جائز کیا گیا۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں خود زندہ لوگوں کو پختہ مکان بنانے کی ممانعت تھی۔ ایک صحابی نے پختہ مکان بنایا تو حضور علیہ السلام ناراض ہوئے یہاں تک کہ ان کے سلام کا جواب نہ دیا جب اس کو گرا دیا۔ تب جواب سلام دیا (دیکھو مشکوۃ کتاب الرقاق فصل الثانی ص ۴۴۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) اسی مشکوۃ کتاب الرقاق میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اذا لم یبارك للعبد فی مالہ جعلہ فی الماء والطین جب بندے کے مال میں بے برکتی ہوتی ہے تو اس کو اینٹ گارے میں خرچ کرتا ہے (مشکوۃ المصابیح کتاب الرقاق الفصل الثالث ص ۴۴۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) لیکن ان احکام کے باوجود عام مسلمانوں نے بعد میں پختہ مکان بھی بنائے اور مسجدیں بھی۔ تعجب ہے کہ جو حضرات اولیاء اللہ کی قبروں کے پختہ کرنے یا ان پر قبہ بنانے کو حرام کہتے ہیں وہ اپنے مکان کیوں عمدہ اور پختہ بناتے ہیں۔ افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض (پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۸۵) کیا بعض حدیثوں پر ایمان ہے اور بعض کا انکار۔ اللہ سمجھ دے۔ چوتھے اس لئے کہ اولیاء اللہ کی مقابر کا پختہ ہونا۔ ان پر عمارات قائم ہونا۔ تبلیغ اسلام کا ذریعہ ہے۔ اجمیر شریف وغیرہ میں دیکھا گیا ہے کہ مسلمانوں سے زیادہ وہاں ہندو اور دیگر کفار زیارت کو جاتے ہیں بہت سے ہندوؤں اور رافضیوں کو میں نے دیکھا کہ خواجہ صاحب کی دھوم دھام دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

ہندوستان میں اب کفار مسلمانوں کے ان اوقاف پر قبضہ کر رہے ہیں جن میں کوئی علامت نہ ہو۔ بہت سی مسجدیں، خانقاہیں، قبرستان بے نشان ہو کر ان کے قبضے میں پہنچ گئے اگر قبرستان کی ساری قبریں کچی ہوں تو وہ کچھ دن میں گر گر کر برابر ہو جاتی ہیں اور سادہ زمین پر کفار قبضہ جما لیتے ہیں لہٰذا اب سخت ضرورت ہے کہ ہر قبرستان میں کچھ قبریں پختہ ہوں تا کہ ان سے اس زمین کا قبرستان ہونا بلکہ اس کے حدود معلوم رہیں۔

میں نے اپنے وطن میں خود دیکھا کہ مسلمانوں کے دو قبرستان بھر چکے تھے ایک میں بجز دو تین قبروں کے ساری قبریں کچی تھیں۔ دوسرے قبرستان کے کچھ حصہ میں پختہ قبریں بھی تھیں۔ مسلمان فقیروں نے یہ دونوں قبرستان خفیہ طور پر فروخت کر دیئے جس پر مقدمہ چلا۔ پہلا قبرستان تو سوائے پختہ قبروں کے مکمل طور پر مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا۔ کیونکہ حکام نے اسے سفید زمین مانا۔ دوسرے قبرستان کا آدھا حصہ جہاں تک پختہ قبریں تھیں مسلمانوں کو ملا۔ باقی وہ حصہ جس میں ساری قبریں کچی تھیں اور مٹ چکی تھیں کفار کے پاس پہنچ گئے۔ کیونکہ اس قبرستان کے حدود پختہ قبروں کی حد سے قائم کئے گئے باقی کا بیعنامہ درست مانا گیا۔ اس سے مجھے پتہ لگا کہ اب ہندوستان میں کچھ قبریں پختہ ضرور بنوانی چاہئیں کیونکہ یہ بقاء وقف کا ذریعہ ہیں جیسے مسجد کے لئے مینارے۔

ماہ جولائی ۱۹۶۰ء کے اخبارات میں مسلسل یہ خبر شائع ہو رہی ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے پیر سید احمد صاحب بریلوی کی قبر جو بالا کوٹ میں واقع ہے شکستہ حالت میں ہے اس کی مرمت کی جاوے گی اور اس پر گنبد وغیرہ تعمیر کیا جاویگا۔ سبحان اللہ سید احمد صاحب جنہوں نے عمر بھر مسلمانوں کی قبریں ڈھائیں اب خود ان کی قبر پر گنبد بنے لاکھ مسلمان شریک تھے اس عمارت پر ۷۵ لاکھ روپیہ خرچ ہوگا اس تقریب میں دیوبندیوں کے پیشوا مولوی احتشام الحق نے بھی شرکت کی۔ ان کی تقریر راولپنڈی کے جنگ ۱۲ اگست ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی آپ نے بہت خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ مبارک ہو کہ بانی انقلاب آج بانی پاکستان کی قبر پر سنگ بنیاد رکھ رہا ہے اب تک

پاکستان کی حکومتوں نے اس مبارک کام میں بہت سستی کی تھی۔ مسلمانو! یہ ہیں وہ دیوبندی جواب تک مسلمانوں کی قبریں اکھڑواتے تھے جنہوں نے نجدی حکومت کو مبارک باد کے تار دیئے تھے کہ اس نے صحابہ و اہل بیت کی قبریں اکھیڑ دیں آج قائداعظم کی قبر پر گنبد وغیرہ تعمیر ہونے پر مبارک باد دے رہے ہیں۔ ان کا کتابی مذہب اور ہے۔ زبانی مذہب اور عملی مذہب کچھ اور چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی۔ بہرحال مزار پر گنبد کے دیوبندی بھی قائل ہو گئے۔

دوسرا باب

عمارت قبور پر اعتراضات کے جوابات میں

مخالفین کے اس مسئلہ پر صرف دو ہی اعتراض ہیں اول تو یہ کہ مشکوۃ باب الدفن میں بروایت مسلم ہے۔

اعتراض (۱)......: نهى رسول الله ﷺ ان يجصص القبور و ان يبنى عليه و ان يقعد عليه۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے منع فرمایا اس سے کہ قبروں پر گچ کی جاوے اور اس سے کہ اس پر عمارت بنائی جاوے اور اس سے کہ اس پر بیٹھا جاوے۔

(مشکوۃ المصابیح باب الدفن علی المیت الفصل الاول ص ۱۴۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

نیز عام فقہاء فرماتے ہیں کہ يكره البناء على القبور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین کام حرام ہیں قبر کو پختہ بنانا۔ قبر پر عمارت بنانا اور قبر پر مجاور بن کر بیٹھنا۔

جواب:۔ قبر کو پختہ کرنے سے منع ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ قبر کا اندرونی حصہ جو کہ میت کی طرف ہے اس کو پختہ کیا جاوے۔ اسی لئے حدیث میں فرمایا گیا۔ ان يجصص القبور یہ نہ فرمایا گیا علی القبور دوسرے یہ کہ عامۃ المسلمین کی قبور پختہ کی جاویں کیونکہ یہ بے فائدہ ہے تو معنی یہ ہوئے کہ ہر قبر کو پختہ بنانے سے منع فرمایا۔ تیسرے یہ کہ قبر کو سجاوٹ تکلیف یا فخر کے لئے پختہ کیا۔ یہ تینوں صورتیں منع ہیں اور اگر نشان باقی رکھنے کے لئے کسی ولی اللہ کی قبر پختہ کی جاوے تو جائز ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پختہ پتھر کی بنائی۔ جیسا کہ پہلے باب میں عرض کیا گیا۔ لمعات میں اسی ان یجصص القبور کے ماتحت ہے لما فيه من الزينته و التكليف کیونکہ اس میں محض سجاوٹ اور تکلیف ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اگر اس لئے نہ ہو تو جائز ہے ان یبنی علیہ یعنی قبر پر عمارت بنانا منع فرمایا۔ اس کے بھی چند معنی اولاً تو یہ کہ خود قبر پر عمارت بنائی جاوے اس طرح کہ قبر دیوار میں شامل ہو جاوے۔ چنانچہ شامی باب الدفن میں ہے۔

وتكره الزيادة عليه لما فى المسلم۔ نهى رسول الله عليه السلام ان يجصص القبر و ان يبنى عليه۔

ترجمہ: قبر کو ایک ہاتھ سے اونچا کرنا منع ہے کیونکہ مسلم میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے قبر کو پختہ کرنے اور اس پر کچھ بنانے سے منع فرمایا۔

(ردالمحتار کتاب الجنائز مطلب فی دفن المیت ج ۱ ص ۶۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

درمختار اسی باب میں ہے وتكره الزيادة عليه من التراب لانه بمنزلة البناء قبر پر مٹی زیادہ کرنا منع ہے کیونکہ یہ عمارت بنانے کے درجہ میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر بنانا یہ ہے کہ قبر دیوار میں آجاوے اور گنبد بنانا یہ حول القبر یعنی قبر کے اردگرد بنانا ہے یہ ممنوع نہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ حکم عامۃ المسلمین کے لئے قبروں کے لئے ہے۔ تیسرے یہ کہ اس بنانے کی تفسیر خود دوسری حدیث نے کردی جو کہ

مشکوۃ باب المساجد میں ہے۔

اللهم لاتجعل قبری وثنا يعبد اشتد غضب الله على قوم ن اتخذوا قبور انبيآء هم مسجد۔

ترجمہ: اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا کی جاوے اس قوم پر خدا کا سخت غضب ہے جس نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنالیا۔

(مشکوۃ المصابیح الفصل الاول ص ۷۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی قبر کو مسجد بنانا اس پر عمارت بنا کر اس طرف نماز پڑھنا حرام ہے یہ ہی اس حدیث سے مراد ہے۔ قبروں پر کیا نہ بناؤ مسجد۔ قبر کو مسجد بنانے کے یہ معنی ہیں کہ اس کی عبادت کی جاوے۔ یا کم ازکم اس کو قبلہ بنا کر اس کی طرف سجدہ کیا جاوے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

قال البيضاوی لما كانت اليهود والنصری يسجدون لقبور الانبيآء تعظيما لشانهم و يجعلونها قبلة يتوجهون فی الصلوة نحوها و اتخذوها اوثانا لعنهم ومنع المسلمون عن مثل ذلك۔

ترجمہ: بیضاوی نے فرمایا کہ جبکہ یہود و نصاریٰ پیغمبروں کی قبروں کو تعظیماً سجدہ کرتے تھے اور اس کو قبلہ بنا کر اس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور ان قبور کو انہوں نے بت بنا کر رکھا تھا لہذا اس پر حضور علیہ السلام نے لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا گیا۔

یہ حدیث معترض کی پیش کردہ حدیث کی تفسیر ہوگئی۔ معلوم ہوگیا کہ قبہ بنانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ قبر کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا۔ چوتھے یہ کہ یہ ممانعت حکم شرعی نہیں ہے۔ بلکہ زہد و تقویٰ کی تعلیم ہے جیسے کہ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے کہ رہنے کے مکانات کو پختہ کرنے سے بھی روکا گیا۔ بلکہ گرادیئے گئے پانچواں یہ کہ جب بنانے والے کا یہ اعتقاد ہو کہ اس عمارت سے میت کو راحت یا فائدہ پہنچتا ہے تو منع ہے کہ غلط خیال ہے اور اگر زائرین کی آسائش کے لئے عمارت بنائی جاوے تو جائز ہے۔

ہم نے یہ توجیہیں اس لئے کیں کہ بہت سے صحابہ کرام نے خاص خاص قبروں پر عمارات بنائی ہیں یہ فعل سنت صحابہ ہے چنانچہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی قبر انور کے گرد عمارت بنائی۔ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس پر خوبصورت عمارت بنائی۔ حسن مثنیٰ کی بیوی نے اپنے شوہر کی قبر پر قبہ ڈالا جس کو ہم بحوالہ مشکوۃ باب البکاء سے نقل کر چکے۔ زوجہ حسن مثنیٰ کے اس فعل کے ماتحت ملا علی قاری مرقات شرح مشکوۃ باب البکاء میں فرماتے ہیں۔

الظاهر انه لاجتماع الاحباب للذكر والقراءة وحضور الاصاحب للدعا بالمغفرة والرحمة اما حمل فعلها على العبث المكروه فغير لائق لصنيع اهل البيت۔

ترجمہ: ظاہر یہ ہے کہ یہ قبہ دوستوں اور صحابہ کے جمع ہونے کے لئے تھا تا کہ ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کریں اور دعائے مغفرت کریں لیکن ان بی بی کے اس کام کو محض بے فائدہ بنانا جو کہ مکروہ ہے یہ اہل بیت کی شان کے خلاف ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب الجنائز البکاء علی المیت الفصل الثالث تحت رقم الحدیث ۱۷۴۹ ص ۲۲۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

صاف معلوم ہوا کہ فلا فائدہ عمارت بنانا منع اور زائرین کے آرام کے لئے جائز ہے۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی قبر پر قبہ بنایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر اور حضرت محمد ابن حنیفہ نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبر پر قبہ بنایا۔ منتقٰی شرح مؤطا امام مالک میں ابوعبید سلیمان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وضربه عمر على قبر زينب بنت جحش و ضربته عائشة على قبر اخيها عبدالرحمن و ضربه محمد ابن الحنفية على قبر ابن عباس و انما كرهه لمن ضربه على وجه السمعة و المباهات۔

ترجمہ: حضرت عمر نے زینب جحش کی قبر پر قبہ بنایا حضرت عائشہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر قبہ بنایا محمد ابن حنیفہ (ابن علی رضی اللہ عنہما) نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر پر قبہ بنایا رضی اللہ عنہم اور جس نے قبہ بنانا مکروہ کہا ہے تو اس کے لئے کہا جو کہ اس کو فخر دریا کے لئے بنائے۔

بدائع الصنائع جلد اول صفحہ ۳۲۰ میں ہے۔

روی ان ابن عباس لما مات بالطائف صلی علیہ محمد ابن حنفیۃ وجعل قبرہ مسنما و ضرب علیہ فسطاطا۔

ترجمہ: جبکہ وظائف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا تو ان پر محمد ابن حنیفہ نے نماز پڑھی اور ان کی قبر ڈھلوان بنائی اور قبر پر قبہ بنایا۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۲۰ مطبوعہ مصر)

عینی شرح بخاری میں ہے ضربہ محمد ابن حنیفۃ علی قبر ابن عباس ان صحابہ کرام نے یہ فعل کئے اور ساری امت روضہ رسول علیہ السلام پر جاتی رہی۔ کسی محدث کسی فقیہ کسی عالم نے اس روضہ پر اعتراض نہ کیا لہٰذا اس حدیث کی وہ ہی توجیہیں کی جاویں جو کہ ہم نے کیں۔ قبر پر بیٹھنے کے معنے ہیں قبر پر چڑھ کر یہ منع ہے نہ کہ وہاں مجاور بننا۔ مجاور بننا تو جائز ہے۔ مجاور اسی کو تو کہتے ہیں جو قبر کا انتظام رکھے کھولنے بند کرنے کی چابی اپنے پاس رکھے وغیرہ وغیرہ یہ صحابہ کرام سے ثابت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسلمانوں کی والدہ حضور علیہ السلام کی قبر انور کی منتظمہ اور چابی والی تھیں۔ جب صحابہ کرام کو زیارت کرنی ہوتی تو ان سے ہی کھلوا کر زیارت کرتے۔ دیکھو مشکوۃ باب الدفن۔ آج تک روضہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مجاور رہتے ہیں کسی نے ان کو ناجائز نہ کہا۔

اعتراض (۲)......: مشکوۃ باب الدفن میں ہے۔

وعن ابی ہیاج ن الاسدی قال قال لی علی الا ابعثک علی ما بعثنی رسول اللہ علیہ السلام ان لاتدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ۔

ترجمہ: ابو ہیاج اسدی سے مروی ہے کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھ کو حضور علیہ السلام نے بھیجا تھا وہ یہ کہ تم کوئی تصویر نہ چھوڑ دمگر مٹادو اور نہ کوئی اونچی قبر مگر اس کو برابر کردو۔

(مشکوۃ المصابیح باب الدفن علی المیت الفصل الاول ص ۱۴۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

بخاری جلد اول کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں ہے۔

ورای ابن عمر فسطاطا علی قبر عبدالرحمن فقال انزعہ یا غلام فانما یظلہ عملہ۔

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالرحمٰن کی قبر پر قبہ خیمہ دیکھا پس آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے اس کو علیحدہ کردو کیونکہ ان پر ان کے عمل سایہ کر رہے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر ج ۱ ص ۱۸۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر کسی قبر پر عمارت بنی ہو یا قبر اونچی ہو تو اس کو گرا دینا چاہئے۔

نوٹ ضروری:۔ اس حدیث کو آڑ بنا کر نجدی وہابیوں نے صحابہ کرام اور اہل بیت کے مزارات کو گرا کر زمین کے ہموار کر دیا۔

جواب:۔ جن قبروں کو گرادینے کا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ہے وہ کفار کی قبریں تھیں۔ نہ کہ مسلمین کی۔ اس کی چند وجہ ہیں۔
اولاً تو یہ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تم کو اس کام کے لئے بھیجتا ہوں۔ جس کے لئے مجھے حضور علیہ السلام نے بھیجا۔
حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جن قبروں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گرایا وہ مسلمانوں کی قبریں نہیں ہوسکتیں۔
کیونکہ ہر صحابی کے دفن میں حضور علیہ السلام شرکت فرماتے تھے۔ نیز صحابہ کرام کوئی کام بھی حضور علیہ السلام کے بغیر مشورہ کے نہ کرتے تھے لہٰذا اس وقت جس قدر قبور مسلمین بنیں۔ وہ یا تو حضور کی موجودگی کی یا آپ کی اجازت سے تو وہ کون سے مسلمانوں کی قبریں تھیں جو کہ ناجائز بن گئیں اور ان کو مٹانا پڑا۔ عیسائیوں کی قبور اونچی ہوتی تھیں۔ بخاری شریف صفحہ ۶۱ مسجد نبوی کی تعمیر کے بیان میں ہے۔

امر النبی علیہ السلام بقبور المشرکین فنبشت۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے مشرکین کی قبروں کا حکم دیا پس اکھیڑ دی گئیں۔
(صحیح البخاری باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاهلیة ویتخذ مکانھا مساجد؟ ج ۱ ص ۶۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

بخاری شریف جلد اول صفحہ ۶۱ میں ایک باب باندھا باب **ھل ینبش قبور مشرکی الجاھلیة** کیا مشرکین زمانہ جاہلیت کی قبریں اکھیڑ دی جاویں اسی کی شرح میں حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری جلد دوم صفحہ ۲۶ میں فرماتے ہیں۔

ای دون غیرھا من قبور الانبیآء واتباعھم لما فی ذلک اھانة لھم۔

ترجمہ: یعنی ماسوا انبیاء اور ان کے متبعین کے کیونکہ ان کی قبریں ڈھانے میں ان کی اہانت ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۲۴ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

وفی الحدیث جواز تصرف فی المقبرة المملوکة وجواز نبش قبور الدارسة اذا لم یکن محرمة۔

ترجمہ: اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جو قبرستان ملک میں آ گیا اس میں تصرف کرنا جائز ہے اور پرانی قبریں اکھاڑ دی جاویں بشرطیکہ محترمہ نہ ہوں۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۲۴ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس حدیث اور اس کی شرح نے مخالف کی پیش کردہ حدیث علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کر دی کہ مشرک کی قبریں گرائی جاویں۔ دوسرے اس لئے کہ اس میں قبر کے ساتھ فوٹو کا کیوں ذکر ہے۔ مسلمان کی قبر پر فوٹو کہاں ہوتا ہے؟ معلوم ہوا کہ کفار کی قبریں ہی مراد ہیں۔ کیونکہ ان کی قبروں پر میت کا فوٹو بھی ہوتا ہے۔ تیسرے اس لئے کہ فرماتے ہیں کہ اونچی قبر کو زمین کے برابر کردو اور مسلمان کی قبر کے لئے سنت ہے کہ زمین سے ایک ہاتھ اونچی رہے۔ اس کو بالکل پیوند زمین کرنا خلاف سنت ہے۔ ماننا پڑے گا کہ یہ قبور کفار تھیں ورنہ تعجب ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تو اونچی قبریں اکھڑوائیں اور ان کے فرزند محمد ابن حنیفہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر پر قبہ بنائیں۔ اگر کسی مسلمان کی قبر اونچی بن بھی گئی۔ تب بھی اس کو نہیں اکھیڑ سکتے کیونکہ اس میں مسلمان کی توہین ہے۔ اولاً اونچی نہ بناؤ۔ مگر جب بن جائے۔ تو نہ مٹاؤ۔ قرآن پاک چھوٹا سائز چھاپنا منع ہے دیکھو شامی کتاب الکراہیت۔ مگر جب چھپ گیا تو اس کو پھینکو نہ جلاؤ۔ کیونکہ اس میں قرآن کی بے ادبی ہے احادیث میں وارد ہے کہ مسلمان کی قبر پر بیٹھنا وہاں پاخانہ کرنا۔ وہاں جوتے سے چلنا ویسے بھی اس پر چلنا پھرنا منع ہے مگر افسوس کہ نجدی نے صحابہ کرام کے مزارات گرائے اور معلوم ہوا ہے کہ اب جدہ میں انگریز عیسائیوں کی اونچی اونچی قبریں برابر بن رہی ہیں

صدق رسول اللہ ﷺ یقتلون اھل الاسلام ویترکون اھل الاصنام ہرایک کواپنی جنس سے محبت ہوتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے سند لانا محض بے جا ہے وہ تو خود فرمار ہے ہیں کہ میت پر اعمال کا سایہ کافی ہے جس سے معلوم ہوا کہ اگر میت پر سایہ کرنے کے لئے قبہ بنایا تو جائز ہے۔ عینی شرح بخاری اسی حدیث ابن عمر کے ماتحت فرماتے ہیں۔

وھی اشارۃ الی ان ضرب القسطاط لغرض صحیح کالتستر من الشمس مثلا للاحیآء لا لاضلال المیت جاز۔

ترجمہ: ادھر اشارہ ہے کہ قبر پر صحیح غرض کے لئے خیمہ لگانا جیسے کہ زندوں کو دھوپ سے بچانے کے لئے نہ کہ میت کو سایہ کرنے کے لئے جائز ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب الجرید علی القبر ج ۸ ص ۱۸۳)

اس کا تجربہ خود مجھ کو اس طرح ہوا کہ میں ایک دفعہ دوپہر کے وقت ایک گھنٹہ کے لئے سیالکوٹ گیا۔ بہت شوق تھا کہ ملا عبد الحکیم فاضل سیالکوٹی علیہ الرحمۃ کے مزار پر فاتحہ پڑھوں۔ کیونکہ ان کے حواشی دیکھنے کا اکثر مشغلہ رہا وہاں پہنچا۔ قبر پر کوئی سائبان نہ تھا۔ زمین گرم تھی دھوپ تیز تھی بمشکل تمام چند آیات پڑھ کر فوراً وہاں سے ہٹنا پڑا۔ جذبہ دل دل ہی میں رہ گیا۔ اس دن معلوم ہوا کہ مزارات پر عمارات بہت فائدہ مند ہیں۔ تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت **اذیبا یعونك تحت الشجرۃ** (پارہ ۲۶ سورہ ۴۸ آیت نمبر ۱۸) ہے کہ بعض مغرور لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ آج کل لوگ انبیاء اللہ کی قبروں کی تعظیم کرتے ہیں لہذا ہم ان قبروں کو گرائیں گے تاکہ یہ لوگ دیکھ لیں کہ اولیاء اللہ میں کوئی قدرت نہیں ہے ورنہ وہ اپنی قبروں کو گرنے سے بچا لیتے۔

فاعلم ان ھذا الصنیع کفر صراح ماخوذ من قول فرعون ذرونی اقتل موسی ولیدع ربہ انی اخاف ان یبدل دینکم او ان یظھر فی الارض الفساد۔

ترجمہ: تو جان لو کہ یہ کام خالص کفر ہے فرعون کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ چھوڑ دو مجھ کو میں موسیٰ کو قتل کر دوں وہ اپنے خدا کو بلا لے میں خوف کرتا ہوں کہ تمہارا دین بدل دے گا یا زمین میں فساد پھیلا دے گا۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۴۲۔۴۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مجھ سے ایک بار کسی نے کہا کہ اگر اولیاء اللہ یا صحابہ کرام میں کچھ طاقت تھی تو نجدی وہابیوں سے اپنی قبروں کو کیوں نہ بچایا؟ معلوم ہوا کہ یہ محض مردے ہیں پھر ان کی تعظیم و توقیر کیسی؟ میں نے کہا کہ حضور علیہ السلام سے پہلے کعبہ معظمہ میں تین سو ساٹھ ۳۶۰ بت تھے اور احادیث میں ہے کہ قریب قیامت ایک شخص کعبہ کو گرا دے گا۔ آج لاہور میں مسجد شہید گنج سکھوں کا گوردوارہ بن گئی۔ بہت سی مساجد ہیں جو کہ برباد کر دی گئیں تو اگر ہندو کہیں کہ اگر خدا میں طاقت تھی تو اس نے اپنا گھر ہمارے ہاتھوں سے کیوں نہ بچا لیا۔ اولیاء اللہ یا ان کی مقابر کی تعظیم ان کی محبوبیت کی وجہ سے کی ہے۔ نہ کہ محض قدرت سے جیسے کہ مساجد اور کعبہ معظمہ کی تعظیم ابن سعود نے بہت سی مسجدیں بھی گرا دیں جیسے کہ مسجد سیدنا بلال کو ہ صفا پر وغیرہ وغیرہ۔



بحث مزارات پر پھول ڈالنا چادریں چڑھانا چراغاں کرنا

اس بحث میں تین مسائل ہیں قبروں پر پھول ڈالنا۔ چادریں چڑھانا چراغاں کرنا علمائے اہل سنت کا فرمان ہے کہ پھول ڈالنا تو ہر مومن کی قبر پر جائز ہے خواہ ولی اللہ ہو یا گنہگار اور چادریں ڈالنا اولیاء علماء صلحاء کی قبور پر جائز عوام مسلمین کی قبور پر نا جائز کیونکہ یہ بے فائدہ ہے قبر پر چراغ جلانا اس میں تفصیل ہے عام مسلمانوں کی قبر پر تو بلا ضرورت نا جائز ہے اور ضروتاً جائز اور اولیاء اللہ کی قبور پر صاحب مزار کی عظمت شان کے اظہار کے لئے بھی جائز ہے ضرورتیں تین ہیں یا تو رات میں مردے کو دفن کرنا ہے روشنی کی ضرورت ہے جائز ہے۔ قبر راستہ کے کنارے پر ہے تو اس پر اس لئے چراغ جلادینا کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے یا کوئی خبر پا کر فاتحہ پڑھے تو جائز ہے یا کوئی شخص شب میں کسی مسلمان کی قبر پر گیا وہاں کچھ قرآن وغیرہ دیکھ کر پڑھنا چاہتا ہے روشنی کرے جائز ہے اگر ان میں سے کوئی بات بھی نہیں تو چراغ جلانا فضول خرچی اور اسراف ہے لہذا منع۔ مزارات اولیاء اللہ پر اگر ان میں سے کوئی ضرورت بھی نہ ہو تب بھی تعظیم ولی کے لئے جائز ہے خواہ ایک چراغ جلائے یا چند ان تینوں باتوں کا مخالفین انکار کرتے ہیں۔ اس لئے اس بحث کے دو باب کئے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں ان کا ثبوت اور دوسرے باب میں اس پر اعتراضات وجوابات۔

پہلا باب

ان کے ثبوت میں

ہم اس سے پہلی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ اولیاء اللہ اور ان کے مزارات شعائر اللہ ہیں اور شعائر اللہ یعنی اللہ کے دین کی نشانیوں کی تعظیم کرنے کا قرآنی حکم ہے **و من یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب** (پارہ ۱۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۳۲) اس تعظیم میں کوئی قید نہیں ہر ملکے ہر سے جس ملک میں اور جس زمانہ میں جو بھی جائز تعظیم مروج ہے وہ کرنا جائز ہے ان کی قبروں پر پھول ڈالنا، چادریں چڑھانا۔ چراغاں کرنا سب میں ان کی تعظیم ہے لہذا جائز ہے۔ تر پھول میں چونکہ زندگی ہے اس لئے وہ تسبیح وتہلیل کرتا ہے جس سے میت کو ثواب ہوتا ہے یا اس کے عذاب میں کمی ہوتی ہے۔ زائرین کو خوشبو حاصل ہوتی ہے لہذا یہ ہر مسلمان کی قبر پر ڈالنا جائز ہے اگر مردے کو عذاب ہو رہا ہے تو اس کی تسبیح کی برکت سے کم ہوگا اس کی اصل وہ حدیث ہے جو مشکوۃ باب آداب الخلاء۔ فصل اول میں ہے کہ ایک بار حضور علیہ السلام کا دو قبروں پر گزر ہوا فرمایا کہ دونوں میتوں کو عذاب ہو رہا ہے ان میں ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔

ثم اخذ جریدۃ رطبۃ فشقها نصفین ثم غرز فی کل قبر واحدۃ قالوا یارسول اللہ لما صنعت هذا فقال لعله ان یخفف عنهما مالم ییبسا۔

ترجمہ: لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے یہ کیوں کیا؟ فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں تب تک ان کے عذاب میں کمی رہے۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۶۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (سنن ابی داؤد باب الاستبراء من البول ج ۱ ص ۶ رقم الحدیث ۲۰۔ ۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی باب التنزہ عن البول ج ۱ ص ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰ رقم الحدیث ۳۱ مطبوعہ مکتبۃ المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (سنن الکبری امام بیہقی باب التوقی عن البول ج ۱ ص ۱۰۴ رقم الحدیث ۵۱۰ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۲۔ ۳۳ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ فی التوقی من البول ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۱۳۰۸ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (مسند ابی یعلی ج ۴ ص ۴۳ رقم الحدیث ۲۰۵۰ مطبوعہ

دار المامون للتراث دمشق)، (مسند اسحاق بن راھویہ ج ۱ ص ۲۴۶ رقم الحدیث ۲۰۷ مطبوعہ مکتبۃ الایمان المدینۃ المنورۃ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵ رقم الحدیث ۱۹۸۰ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (طبرانی الاوسط عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۱۳ رقم الحدیث ۳۷۴۷ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۱۵۴ رقم الحدیث ۴۰۴ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاھرۃ)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۲ ص ۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۲ ص ۲۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۵۸۸ رقم الحدیث ۶۷۵۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (خصائص الکبری باب ما وقع فی غزوۃ ذات الرقاع من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۳۷۱-۳۷۲ ج ۲ ص ۱۴۸-۱۴۹ باب فیما اطلع علیہ من احوال البرزخ والجنۃ والنار غیر ما تقدم مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (المنتقی لابن الجارود باب التنزہ فی الابدان والثیاب عن النجاسات ج ۱ ص ۴۲ رقم الحدیث ۱۳۰ مطبوعہ مؤسسۃ الکتاب الثقافیۃ بیروت)، (معجم الصحابۃ ج ۳ ص ۱۴۲-۱۴۳ رقم ۱۱۱۷ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (سنن الدارمی باب الاتقاء من البول ج ۱ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۷۳۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ باب التشدید فی البول ج ۱ ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۳۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

وقیل انھما یسبحن مادام رطبتین واستحب العلمآء قرءۃ القرآن عند القبر لھذا الحدیث اذ تلاوت القرآن اولی بالتخفیف من تسبیح الجرید۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اس لئے عذاب کم ہوگا کہ جب تک تر رہیں گی تسبیح پڑھیں گی اس حدیث سے علماء نے قبر کے پاس قرآن پڑھنے کو مستحب فرمایا۔ کیونکہ تلاوت قرآن شاخ کی تسبیح سے زیادہ اس کی حقدار ہے کہ اس سے عذاب کم ہو۔

اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے

تمسک کنند جماعت بہ اس حدیث درانداختن سبزہ و گل ریحان برقبور۔

اس حدیث سے ایک جماعت دلیل پکڑتی ہے قبروں پر سبزی پھول اور خوشبو ڈالنے کے جواز میں۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۱۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مرقات میں اسی حدیث کی شرح میں ہے۔

ومن ثم افتی بعض الائمۃ من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنۃ لھذا الحدیث وقد ذکر البخاری ان یرید الخضیب الصحابی اوصی ان یجعل فی قبرہ جرید تان۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۹ ۵مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

معلوم ہوا کہ مزاروں پر تر پھول ڈالنا سنت ہے۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ نمبر ۳۶۴ میں ہے۔

قد افتی بعض الائمۃ من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنۃ بھذا الحدیث۔

ترجمہ: ہمارے بعض متاخرین اصحاب نے اس حدیث کی وجہ سے فتویٰ دیا کہ خوشبو اور پھول چڑھانے کی جو عادت ہے وہ سنت ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۷۸ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)

ان عبارتوں میں جو فرمایا کہ بعض نے فتویٰ دیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ بعض علماء اس کو جائز کہتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعض نے سنت مانا ہے جائز تو سب ہی کہتے ہیں سنت ہونے میں اختلاف ہے عالمگیری کتاب الکراہت جلد پنجم باب زیارت القبور میں ہے۔

وضع ورود والویا حین علی القبور حسن قبروں پر پھول اور خوشبو رکھنا اچھا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۱ مطبوعہ مصر)

شامی جلد اول بحث زیارت القبور میں ہے۔

ویوخذ من ذلک ومن الحدیث ندب وضع ذلک للاتباع ویقاس علیہ ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الاس ونحوہ۔

ترجمہ: اس سے بھی اور حدیث سے بھی ان چیزوں کے قبروں پر رکھنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے قبروں پر آس کی

شاخیں وغیرہ چڑھانے کو بھی قیاس کیا جاوے گا جس کا ہمارے زمانہ میں رواج ہے۔

(ردالمحتار ج ا ص ۸۴۷۔۸۴۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول)

شامی میں اسی جگہ ہے۔

وتعليه بالتخفيف عنهما مالم ييبسا اى يخفف عنها ببركة تسبيحها اذ هو اكمل من تسبيح اليا بس لما فى الاخضر نوع حياة۔

ترجمہ: یہ کمی عذاب کی علت ہے ان کا خشک نہ ہونا یعنی ان کی تسبیح کی برکت سے عذاب قبر میں کمی ہوگی کیونکہ ہری شاخ کی تسبیح خشک کی تسبیح سے زیادہ کامل ہے کیونکہ اس میں ایک قسم کی زندگی ہے۔

(ردالمحتار ج ا ص ۸۴۷۔۸۴۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول)

اس حدیث اور محدثین وفقہاء کی عبارات سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ ہر سبز چیز کا رکھنا ہر مسلمان کی قبر پر جائز ہے۔ حضور علیہ السلام نے ان قبروں پر شاخیں رکھیں جن کو عذاب ہو رہا تھا اور دوسرے یہ کہ عذاب کی کمی سبزے کی تسبیح کی برکت سے ہے نہ کہ محض حضور علیہ السلام کی دعا سے اگر محض دعا سے کمی ہوتی۔ تو حدیث میں شک نہ ہونے کی کیوں قید لگائی جاتی؟ لہٰذا اگر ہم بھی آج پھول وغیرہ رکھیں تو بھی انشاءاللہ میت کو فائدہ ہوگا۔ بلکہ عام مسلمانوں کی قبروں کو کچا رکھنے میں یہی مصلحت ہے۔ کہ بارش میں اس پر سبز گھاس جمے اور اس کی تسبیح سے میت کے عذاب میں کمی ہو۔ ثابت ہوا کہ پھول وغیرہ تو ہر چیز قبر مومن پر جائز ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب نے اصلاح الرسوم میں لکھا کہ پھول وغیرہ فاسقوں فاجروں کی قبروں پر ڈالنا چاہیے۔ نہ کہ قبور اولیاء پر ان کے مزارات میں عذاب ہے ہی نہیں۔ جس کی پھول وغیرہ سے تخفیف کی جائے۔ مگر خیال رہے کہ جو اعمال گنہگار کے لئے دفع مصیبت کرتے ہیں وہ صالحین کے لئے بلندی درجات کا فائدہ دیتے ہیں دیکھو مسجد کی طرف چلنا ہمارے گناہ معاف کراتا ہے مگر صالحین کے درجات بڑھاتا ہے۔ ایسے ہی بعض دعائیں مجرموں کے گناہوں کو مٹاتی ہیں اور صالحین کے مراتب بڑھاتی ہیں۔ اس قاعدہ سے لازم آتا ہے کہ صالحین نہ مسجد میں آئیں نہ استغفار پڑھیں کہ وہ گناہوں سے پاک ہیں۔ جناب ان پھولوں کی تسبیح سے ان قبروں میں رحمت الٰہی اور بھی زیادہ ہوگی جیسے وہاں تلاوت قرآن سے۔

(۲) اولیاء اللہ کی قبروں پر چادریں ڈالنا جائز ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے عام زائرین کی نگاہ میں صاحب قبر کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ شامی جلد ۵ کتاب الکراہیت باب اللبس میں ہے۔

قال فى فتاوى الحجة وتكره الستور على القبور ولكن نحن نقول الان اذا قصدبه التعظيم فى عيون العامة لايحتقروا صاحب القبر بل جلب الخشوع والادب للغفلين والزائرين فهو جائز لان الاعمال بالنيات۔

ترجمہ: یعنی فتاویٰ حجہ میں ہے کہ قبروں پر غلاف پردے مکروہ ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ آج کل اگر اس سے عوام کی نگاہ میں تعظیم مقصود ہوتا کہ وہ صاحب قبر کی حقارت نہ کریں بلکہ غافلوں کو اس سے ادب اور خشوع حاصل ہو تو جائز ہے کیونکہ عمل نیت سے ہیں۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۳۱۹ مطبوعہ استنبول)

شامی اس کی عبارت نے فیصلہ کردیا کہ جو جائز کام اولیاء اللہ کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے ہو۔ وہ جائز ہے۔ اور چادر کی اصل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں بھی کعبہ معظمہ پر غلاف تھا۔ اس کو منع نہ فرمایا۔ صدیوں سے حضور علیہ السلام کے روضہ پاک پر غلاف سبز ریشمی چڑھا ہوا ہے۔ جو نہایت قیمتی ہے۔ آج تک کسی نے اس کو منع نہ کیا مقام ابراہیم یعنی وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت خلیل نے کعبہ معظمہ بنایا اس پر بھی غلاف چڑھا ہوا ہے اور عمارت بنی ہوئی ہے۔ اللہ کی شان کہ نجدی وہابیوں نے بھی ان کو اسی طرح قائم رکھا۔ ان پر غلاف کیوں چڑھائے؟ ان چیزوں کی عظمت کے لئے احترام اولیاء کے لئے ان قبور پر بھی غلاف وغیرہ ڈالنا مستحب ہے۔

تفسیر روح البیان پارہ ۱۰ سورہ توبہ زیر آیت انما یعمر مسجداللہ من امن باللہ (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸) ہے۔
فبنآء القبات علی قبور العلمآء والاولیآء و الصلحآء ووضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورهم امر جائز اذا کان القصد بذا التعظیم فی اعین العامة حتی لا یحتقروا صاحب هذا القبر۔

ترجمہ: علماء اولیاء اور صالحین کی قبروں پر عمارت بنانا اور ان پر غلاف اور عمامہ اور کپڑے چڑھانا جائز کام ہیں جبکہ اس سے مقصود ہو کہ عوام کی نگاہ میں ان کی عزت ہو اور لوگ ان کو حقیر نہ جانیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۳) عام مسلمانوں کی قبر پر ضرورۃ اولیاء اللہ کی مزارات پر اظہار عظمت کے لئے چراغ روشن کرنا جائز ہے۔ چنانچہ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مصری جلد دوم صفحہ ۴۲۹ میں ہے۔

اخراج الشموع الی القبر بدعة واتلاف مال کذا فی البزازیة وهذا کله اذا خلا عن فائدة و اما اذا کان موضع القبور مسجدا او علی طریق او کان هناک احد جالسا اور کان قبر ولی من الاولیآء او عالم من المحققین تعظیما لروحه اعلام للناس انه ولی لیتبر کوابه ویدعو اللہ تعالی عنده فیستجاب لهم فهو امر جائز۔

ترجمہ: قبروں پر چراغ لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے اسی طرح بزازیہ میں ہے یہ تمام حکم جب ہے جبکہ بے فائدہ ہو لیکن اگر کسی قبر کی جگہ مسجد ہو یا قبر راستہ پر ہو یا وہاں کوئی بیٹھا ہو یا کسی ولی یا کسی محقق عالم کی قبر ہو تو ان کی روح کی تعظیم کرنے اور لوگوں کو بتانے کے لئے کہ یہ ولی کی قبر ہے تاکہ لوگ اس سے برکت حاصل کرلیں اور وہاں اللہ سے دعائیں کرلیں تو چراغ جلانا جائز ہے۔

(حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد دوم صفحہ ۴۲۹ مطبوعہ مصر)

تفسیر روح البیان پارہ ۱۰ سورہ توبہ زیر آیت انما یعمر مسجداللہ میں ہے۔
وکذا ایقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولیآء والصلحآء والاجلال للاولیآء فالمقصد فیها مقصد حسن ونذر الزیت والشمع للاولیآء یوقد عند قبورهم تعظیما لهم ومحبة فیهم جائز لاینبغی النهی عنه۔

ترجمہ: اسی طرح اولیاء صالحین کی قبروں کے پاس قندیل اور موم بتیاں جلانا ان کی عظمت کے لئے چونکہ اس کا مقصد صحیح ہے لہٰذا جائز ہے اور اولیاء کے لئے تیل اور موم بتی کی نذر ماننا تاکہ ان کی عزت کے لئے ان کی قبور کے پاس جلائی جاویں جائز ہے۔ اس سے منع نہ کرنا چاہئیے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ کشف النور عن اصحاب القبور میں بھی بالکل یہی مضمون تحریر فرمایا اور عقل کا بھی تقاضا ہے کہ یہ امور جائز ہوں جیسا کہ ہم گنبد کی بحث میں عرض کرچکے ہیں کہ ان مزارات اولیاء اللہ کی رونق سے اسلام کی رونق ہے عالم واعظ کو چاہئیے کہ اچھا لباس پہنے عید کے دن سنت ہے کہ ہر مسلمان عمدہ لباس پہنے اور خوشبو وغیرہ لگائے کیوں؟ اس لئے کہ اس سے لوگ ملنا گوارا کریں معلوم ہوا کہ جس کا تعلق عام مسلمانوں سے ہو اس کو اچھی طرح رہنا چاہئیے۔ اور مزارات اولیاء تو زیارت گاہ خلائق ہیں ان پر اہتمام وغیرہ کرنا بھی ضروری ہے۔ میں نجدی وہابیوں کی حکومت میں حج کو گیا وہاں جاکر دیکھا کہ کعبہ معظمہ کے گرد گول دائرہ کی شکل میں بہت سے برقی قمقمے جلتے تھے اور حطیم شریف کی دیوار پر بھی روشنی تھی۔ خاص دروازہ کعبہ پر شمع کافوری چار چار جلائی تھیں۔ جب مدینہ منورہ حاضری نصیب ہوئی تو یہاں روضہ رسول علیہ السلام پر کعبہ بیعت اللہ ہے اور حضور علیہ السلام نور اللہ اور ظاہر ہے کہ گھر میں روشنی نور ہی کی ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ زمانہ ترکی میں اس سے کہیں زیادہ روشنی ہوتی تھی۔ یہ تمام اہتمام کیوں ہیں؟ لوگوں کی نگاہ میں عظمت پیدا کرنے کے لئے تو مقابر اولیاء پر بھی تو وہاں ہی کی تجلی ہے۔ پھر اگر یہاں روشنی کا اہتمام ہو تو کیا برائی ہے؟ ہم اپنے گھر میں شادی بیاہ کے موقعہ پر چراغاں کرتے ہیں یا بجائے چراغ یا لالٹین کے گیس جلاتے ہیں جس میں تیل بہت خرچ ہوتا ہے۔ مدرس کے جلسوں میں بیسیوں روپیہ روشنی پر خرچ ہوجاتا ہے ابھی چند سال گزرے کہ مراد آباد میں

دیوبندیوں نے جمعیۃ العلماء کا جلسہ کیا۔ جس میں برقی روشنی آنکھوں کو خیرہ کرتی تھی۔ میرے خیال میں تین شب میں کم از کم ڈیڑھ سو روپیہ محض روشنی پر خرچ ہوا ہوگا۔ یہ محض مجمع کو خوش کرنے کے لئے تھا اسی طرح دینی جلسوں میں جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں۔ واعظین کے گلوں میں پھولوں کے ہار ڈالے جاتے ہیں نہ یہ اسراف ہے اور نہ حرام۔ یہ مجالس عرس دینی جلسے ہیں ان میں بھی یہ امور جائز ہیں۔

دوسرا باب

اس پر اعتراضات وجوابات میں

ان تین مسائل پر مخالفین کے حسب ذیل اعتراضات ہیں جن کو وہ مختلف طرح بیان کرتے ہیں۔

اعتراض (۱)......:۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ان اللہ لم یامرنا ان نکسو الحجارۃ والطین رب نے ہمیں حکم نہ دیا کہ پتھروں اور مٹی کو کپڑے پہنائیں (مشکوۃ باب التصاویر الفصل الاول ۳۸۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) اس سے معلوم ہوا کہ قبروں پر چادر یا غلاف ڈالنا حرام ہے کہ وہاں بھی پتھر مٹی ہی ہے۔

جواب:۔ اس سے مکانات کی دیواروں بلاضرورت تکلفاً پردے ڈالنا مراد ہیں اور یہ بھی تقوٰی اور زہد کا ہے یعنی مکانات کی زینت خلاف زہد ہے اسی طرح حدیث میں ہے کہ عائشہ صدیقہ نے دیوار پر غلاف ڈالا تھا۔ اسے پھاڑ کر یہ فرمایا۔ قبور اولیاء کی چادر کو اس سے کوئی تعلق نہیں کعبہ معظمہ پر قیمتی سیاہ غلاف ہے اور روضہ رسول اللہ علیہ السلام پر سبز اور غلاف کعبہ زمانہ نبوی میں تھا۔ بتاؤ وہ جائز ہے تو قبور کی چادر بھی جائز ہے۔

اعتراض (۲)......:۔ قبروں پر پھول یا چادر ڈالنا وہاں روشنی کرنا اسراف اور فضول خرچ ہے لہذا منع ہے اولیاء اللہ کی قبروں پر بہت سے پھول اور چراغ ہوتے ہیں۔ ضرورت پوری کرنے کے لئے ایک پھول یا ایک چراغ بھی کافی ہے۔

جواب:۔ اسراف کے معنی ہیں بے فائدہ مال خرچ کرنا۔ چونکہ ان پھولوں اور چراغوں اور چادروں میں وہ فوائد ہیں جو کہ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں لہذا یہ اسراف نہیں رہا۔ رہا کام چلنے کا عذر۔ اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ ہم کرتہ اس پر واسکٹ اس پر اچکن پہنتے ہیں۔ پھر وہ بھی قیمتی کپڑے کی حالانکہ کام تو صرف ایک کرتے میں بھی چل سکتا ہے اور معمولی کپڑا کفایت کر سکتا ہے۔ بتاؤ یہ اسراف ہوا یا نہیں۔ اسی طرح عمارت اور لذیذ خوراک سواریاں اور دیگر دنیاوی آرائشی سامان کہ ان سب میں خوب وسعت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان سے کم اور ان سے ادنیٰ چیزوں سے بھی کام چل سکتا ہے۔ لیکن اسراف نہیں جس کو شریعت نے حلال کیا وہ مطلقاً ہی حلال ہے۔ قل من حرم زینتہ اللہ التی اخرج لعبادہ للناس۔ (پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۳۲)

اعتراض (۳)......:۔ مشکوۃ باب المساجد میں ہے۔

لعن رسول اللہ ﷺ زائرات القبور والمتخذین علیها المسجد والسرج۔

ترجمہ: یعنی حضور علیہ السلام نے لعنت فرمائی۔ قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور قبور پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر۔
(مشکوۃ المصابیح باب المساجد الفصل الثانی ص ۷۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ قبور پر چراغ جلانا لعنت کا سبب ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔ **اخراج الشموع الی المقابر بدعتہ لا اصل لہ**۔ اسی طرح فتاوٰی بزازیہ میں بھی ہے۔ یعنی قبرستان میں چراغ لے جانا بدعت ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ شامی جلد دوم کتاب الصوم میں ہے۔

اما لو نذر زینا لایقاد قندیل فوق ضریح الشیخ اوفی المنارۃ کما تفعل النسآء من نذر الزیت لسیدی عبدالقادر ویو قد فی المنارۃ جھۃ الشرق فھو باطل۔

ترجمہ: لیکن اگر شیخ کی قبر پر یا مینارہ میں چراغ جلانے کے لئے تیل کی نذر مانی جیسی کہ عورتیں حضور غوث پاک کے لئے تیل کی نذر مانتی ہیں اور اس کو مشرقی مینارہ میں جلاتی ہیں یہ سب باطل ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الصوم ج۲ ص۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے ارشاد الطالبین میں لکھا۔ کہ چراغاں کردن بدعت است پیغمبر خدا برشمع افروزاں نزد قبر وسجدہ کنندگان لعنت گفتہ۔ چراغاں کرنا بدعت ہے حضور علیہ السلام نے قبر کے پاس چراغاں کرنے اور سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتاویٰ میں صفحہ ۱۴ پر ہے۔ داما ارتکاب محرمات از روشن کردن چراغہا وملبوس ساختن بدعت شنیعہ اند۔ لیکن عرسوں میں حرام کام کرنا جیسے کہ چراغاں کرنا ان قبروں کو غلاف پہنانا یہ سب بدعت سیۂ ہیں۔

ان عبارات سے صاف معلوم ہوا کہ چراغاں بر مزارات محض حرام ہے۔ رہا یہ کہ حرمین شریفین میں چراغاں ہوتا ہے تو یہ فعل کوئی حجت نہیں کیونکہ خیر القرون کے بعد ایجاد ہوا جس کا اعتبار نہیں ترکی سلطنت نے ایجاد کیا ہے۔

جواب:۔ یہ اعتراض حقیقت میں چھ اعتراضوں کا مجموعہ ہے۔ اور ان ہی کے بل بوتے پر مخالفین بہت شور مچاتے ہیں۔ جوابات ملاحظہ ہوں۔ ہم اس بحث کے پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ کسی قبر پر بے فائدہ چراغ جلانا منع ہے یہ فضول خرچی ہے اور اگر کسی فائدے سے ہو تو جائز ہے۔ فوائد کل چار بیان کئے۔ تین تو عام مومنین کی قبروں کے لئے اور چوتھا یعنی تعظیم روح لی مشائخ وعلماء کی قبور کے لئے۔ اس حدیث میں جو قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت ہے وہ اسی کی ہے جو کہ بے فائدہ ہو۔ چنانچہ حاشیہ مشکوۃ میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

والنھی عن اتخاذ السرج لما فیہ من تضبیع المال۔

ترجمہ: قبروں پر چراغ جلانے سے اس لئے ممانعت ہے کہ اس میں مال برباد کرنا ہے۔

(حاشیہ مشکوۃ المصابیح باب المساجد الفصل الثانی ص ۷۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی طرح مرقاۃ شرح مشکوۃ وغیرہ نے تصریح فرمائی۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد دوم صفحہ ۴۲۹ مصری میں اسی حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں۔

ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثاً من غیر فائدۃ۔

ترجمہ: ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو کہ قبروں پر بے فائدہ عبث چراغ جلاتے ہیں۔

(حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد دوم صفحہ ۴۲۹ مطبوعہ مصر)

مشکوۃ باب الدفن میں ہے۔

ان النبی ﷺ دخل لیلا فاسرج لہ بسراج۔

ترجمہ: نبی کریم ایک شب دفن میت کے لئے قبرستان میں تشریف لے گئے تو آپ کے لئے چراغ جلایا گیا۔

(مشکوۃ المصابیح باب الدفن علی المیت ص ۱۴۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

دوم یہ کہ حدیث میں ہے۔

والمتخذین علیھا المسجد والسرج۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے ان پر لعنت فرمائی جو قبروں پر مسجدیں بنائیں اور چراغ جلائیں۔

(مشکوۃ المصابیح باب المساجد الفصل الثانی ص ۷۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ودیگر شارحین اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ خود قبر پر مسجد بنانا کہ قبر کی طرف سجدہ ہو یا قبر فرض مسجد میں آ جائے یہ منع ہے لیکن اگر قبر کے پاس مسجد ہو برکت کے لئے تو جائز ہے یعنی اس جگہ انہوں نے اعلیٰ کو اپنے حقیقی معنی پر رکھا۔ جس سے لازم آیا کہ خود تعویذ قبر پر چراغ جلانا منع ہے۔ لیکن اگر قبر کے اردگرد ہو تو وہ قبر پر نہیں۔ لہذا جائز ہے جیسے کہ ہم گنبد کی بحث میں لکھ چکے ہیں۔ نیز حدیقہ ندیہ میں علامہ نابلسی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ **المتخذین علیھا ای علی القبور یعنی فوقھا** (حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد دوم صفحہ ۴۲۹ مطبوعہ مصر) یعنی خاص قبروں کے اوپر اور وجہ اس کی یہ ہے کہ چراغ آگ ہے اور آگ کا قبر پر رکھنا برا ہے اسی لئے خاص قبر میں لکڑی کے تختے لگانے کو فقہاء منع فرماتے ہیں کہ اس میں آگ کا اثر ہے لیکن اگر لکڑی قبر کے پاس پڑی ہو وہ منع نہیں تو چراغ کی ممانعت ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ تعظیم قبر کے لئے نیز یہاں ایک ہی علیٰ اور ذکر ہے مسجد کا اور چراغ کا۔ مسجد کے لئے تو آپ علیٰ کے حقیقی معنی مراد لیں یعنی خاص قبر کے اوپر اور چراغ کے لئے مجازی یعنی قبر کے قریب۔ تو حقیقت اور مجاز کا اجتماع لازم ہوگا اور یہ منع ہے لہذا دونوں جگہ علیٰ کے حقیقی معنی ہی مراد ہیں۔ مرقات میں ملا علی قاری اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ۔

ترجمہ: اوپر کی قید لگائی۔ جس سے معلوم ہوا کہ قبر کے برابر مسجد بنانے میں حرج نہیں۔

لفظ علیٰ سے ثابت کیا کہ قبر کے برابر مسجد جائز۔ اسی طرح لفظ علیٰ سے یہ بھی نکلا کہ قبر کے برابر چراغ جائز تیسرے یہ کہ ہم گنبد کی بحث میں شامی اور دیگر کتب کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں کہ بہت سی باتیں زمانہ صحابہ کرام میں منع تھیں مگر اب مستحب۔ روح البیان پارہ ۱۰ سورہ توبہ زیر آیت **انما یعمر مسجد من امن باللہ** (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸) ہے۔

وفی الاحیاء اکثر مصروفات ھذہ الاثار منکرات فی عصر الصحابۃ۔

ترجمہ: یعنی احیاء العلوم میں امام غزالی نے فرمایا کہ اس زمانہ کے بہت سے مستحبات صحابہ کرام کے زمانہ میں ناجائز تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ باب ماعلی الولاۃ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا تھا کہ کوئی مسلمان حاکم خچر پر سوار نہ ہو اور چپاتی روٹی نہ کھائے اور باریک کپڑا نہ پہنے اور اپنے دروازہ کو اہل حاجت سے بند نہ کرے اور فرماتے ہیں۔

فان فعلتم شیئا من ذلك فقد حلت بکم العقوبۃ۔

ترجمہ: اگر تم نے ان میں کچھ بھی کیا تو تم کو سزا دی جاوے گی۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ باب ماعلی الولاۃ الفصل الثالث ص ۳۲۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی مشکوٰۃ باب المساجد میں ہے **ما امرت بتشبید المسجد** مجھ کو مسجدیں اونچی بنانے کا حکم نہ دیا گیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد ص ۶۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس کے حاشیہ میں ہے۔ **ای باعلاء بناء ھا وتزیینھا** یعنی مسجدیں اونچی بنانے اور ان کو آراستہ کرنے کا حکم نہیں۔

(حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد ص ۶۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی مشکوٰۃ میں ہے۔

لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ۔

ترجمہ: عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکو۔

(سنن ابوداؤد باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد ج ۱ ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۵۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قرآن میں زکوۃ کے مصرف آٹھ ہیں یعنی مولفۃ القلوب بھی زکوۃ کا مصرف ہے لیکن عہد فاروقی سے صرف سات مصرف رہ گئے۔ مولفۃ القلوب کو علیحدہ کردیا گیا۔ (دیکھو ہدایہ وغیرہ) کہیئے اب بھی ان پر عمل ہے؟ اب احکام اگر معمولی حالت میں رہیں۔ ان کا رعایا پر رعب نہیں ہوسکتا اگر کفار کے مکانات اوران کے مندر تو اونچے ہوں مگر اللہ کا گھر مسجد نیچی اور کچی اور معمولی ہوتو اس میں اسلام کی توہین ہے اگر عورتیں مسجد میں جادیں تو صدہا خطرات ہیں کسی کافر کو زکوۃ دینا جائز نہیں۔ یہ احکام کیوں بدلے؟ اس لئے کہ ان کی علتیں بدل گئیں۔ اس وقت بغیر ظاہری زیب وزینت کے مسلمانوں کے دلوں میں اولیاء اللہ اور مقابر کی عزت وحرمت تھی۔ لہذا زندگی موت ہر کام میں سادگی تھی اب دنیا کی آنکھیں ظاہری ٹیپ ٹاپ دیکھتی ہیں لہذا اس کو جائز قرار دیا گیا۔ چنانچہ پہلے حکم تھا کہ مزارات پر روشنی نہ کرو۔ اب جائز قرار پایا۔ تفسیر روح البیان میں زیر آیت **انما یعمر مسجد اللہ** (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸) ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کے مینارہ پر ایسی روشنی کی تھی کہ بارہ میل مروع می عورتیں اس کی روشنی میں چرخہ کاتتی تھیں اور بہت ہی سونے چاندی سے اس کو آہستہ کیا تھا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

عالمگیری کی عبارت غلط کی اصل عبارت یہ ہے۔

اخراج الشموع الی راس القبور فی اللیالی الاول بدعۃ۔

ترجمہ: شروع راتوں میں قبرستان میں چراغ لے جانا بدعت ہے۔

اس دو کلمے قابل غور ہیں ایک تو خراج دوسرے فی اللیالی الاول۔ ان سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ اس زمانہ میں لوگ اپنے نئے مردوں کی قبروں پر چراغ لے جاکر جلا آتے تھے۔ یہ سمجھ کر کہ اس سے مردہ قبر میں نہ گھبرائے گا۔ جیسا کہ آج کل بعض عورتیں چالیس روز تک لحد میں مردلیے کی جگہ چراغ جلاتی ہیں۔ یہ سمجھتی ہیں کہ روزانہ مردے کی روح آتی ہے اور اندھیرا پا کر لوٹ جاتی ہے لہذا روشنی کردو یہ حرام ہے کیونکہ تیل کا بلاضرورت خرچ ہے اور بدعقیدگی بھی ہے اسی کو یہ منع فرمارہے ہیں۔ عرس کے چراغات نہ تو اس نیت سے ہوتے ہیں اور نہ شروع راتوں میں اگر یہ مطلب نہ ہوتو شروع راتوں کی قید کیوں ہے؟ شامی کی عبارت تو بالکل صاف ہے وہ بھی عرس کے چراغوں کو منع نہیں کررہے ہیں وہ فرمارہے ہیں کہ چراغ جلانے کی نذر ماننا جس میں اولیاء اللہ سے قرب حاصل کرنا منظور ہو وہ حرام ہے کیونکہ شامی کی عبارت اور درمختار کی اس عبارت کے ماتحت ہے۔

واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یوخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیآء تقربا الیھم بالاجماع باطل۔

ترجمہ: جاننا چاہیئے کہ عوام جو مردوں کی نذریں مانتے ہیں اوران سے جو پیسہ یا موم یا تیل وغیرہ قبروں پر جلانے کے لئے لیا جاتا ہے اور اولیاء سے قرب حاصل کرنے کے لئے وہ بالاجماع باطل ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الصوم ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اور خود شامی کی عبارت بھی ہے۔ لونذر اگر اس کی منت مانی۔ پھر شامی کی عبارت میں ہے **فوق ضریح الشیخ** شیخ کی قبر کے اوپر چراغ جلانا ضریح کہتے ہیں

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الصوم ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

خالص تعویذ قبر کو منتخب اللغات میں ہے۔ ضریح گوریا یا مغاکے کہ درمیان گور سازند اور ہم بھی عرض کرچکے ہیں کہ خود قبر کے تعویذ پر

چراغ جلانا منع ہے۔اسی طرح اگر قبر تو نہ ہو یوں ہی کسی بزرگ کے نام پر چراغ کسی جگہ رکھ کر جلا دے جیسے کہ بعض جہلاء بعض درختوں یا بعض طاق میں کسی کے نام کے چراغ جلاتے ہیں۔یہ بھی حرام ہے اس کو فرما رہے ہیں کہ حضور غوث پاک کے نام کے چراغ کسی مشرقی مینارہ میں جلانا باطل ہے۔غوث پاک کی قبر شریف تو بغداد میں ہے۔اور ان کے چراغ جلے شام کے مینارہ میں یہ بھی منع ہے۔خلاصہ یہ ہوا کہ شامی نے تین چیزوں کو منع فرمایا۔چراغ جلانے کی منت ماننا وہ بھی ولی اللہ کی قربت حاصل کرنے کی نیت سے۔خاص قبر پر چراغ جلانا بغیر قبر کسی کے نام کے چراغ جلانا۔عرس کے چراغوں میں یہ تینوں باتیں نہیں۔

مسئلہ:۔ بعض جہلاء کسی درخت یا کسی جگہ کی یہ سمجھ کر زیارت کرتے اور وہاں چراغاں کرتے ہیں کہ وہاں فلاں بزرگ کا چلہ ہے یعنی وہاں وہ آیا کرتے ہیں یہ محض باطل ہے ہاں اگر کسی جگہ کوئی بزرگ کبھی بیٹھے ہوں یا وہاں انہوں نے عبادت کی ہو تو وہاں یہ سمجھ کر عبادت کرنا کہ یہ جگہ متبرک ہے جائز بلکہ سنت ہے۔بخاری جلد اول کتاب الصلوٰۃ بحث المساجد میں ایک باب مقرر کیا باب المسجد التی طریق المدینۃ اس میں بیان فرمایا کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما راستہ میں ہر اس جگہ نماز ادا کرتے ہیں جہاں کہ حضور علیہ السلام نے کبھی نماز پڑھی تھی حتیٰ کہ بعض جگہ مسجدیں بنادی گئیں تھیں۔مگر وہ غلطی سے کچھ علیحدہ بن گئیں تو سیدا ابن عمر رضی اللہ عنہما اس مسجد میں نماز نہ پڑھتے تھے بلکہ وہاں ہی پڑھتے تھے جہاں حضور علیہ السلام نے نماز پڑھی تھی۔**فلم یکن عبداللہ ابن عمر یصلی فی ذلک المسجد کان یترکہ عن یسارہ۔**

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب المسجد التی طریق المدینہ ج ۱ص ۷۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ کیا تھا محض برکت حاصل کرنا آج بھی بعض حاجی غار حرا میں جہاں حضور علیہ السلام نے چھ ماہ عبادت فرمائی نمازیں پڑھتے ہیں۔ لہٰذا خواجہ اجمیری وغیرہ رحمہم اللہ کی عبادت گاہوں میں نمازیں ادا کرنی ان کی زیارت کرنی۔ان کو متبرک سمجھنا سنت صحابہ سے ثابت ہے۔

مسئلہ:۔ اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے یہ نذر شرعی نہیں۔نذر لغوی ہے۔جس کے معنی ہیں نذرانہ جیسے کہ میں اپنے استاد سے کہوں کہ یہ آپ کی نذر ہے یہ بالکل جائز ہے اور فقہاء اس کو حرام کہتے ہیں جو کہ اولیاء کے نام کی نذر شرعی مانی جائے اسی لئے فرماتے ہیں **تقربا الیھم** نذر شرعی عبادت ہے وہ غیر اللہ کے لئے ماننا یقیناً کفر ہے کوئی کہتا ہے کہ یا حضور غوث پاک آپ دعا کریں اگر میرا مریض اچھا ہو گیا تو آپ کی نام کی دیگ پکاؤں گا۔اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں پلاؤ کا صدقہ کرونگا۔اللہ کے لئے اس پر جو ثواب ملے گا۔آپ کو بخشوں گا جیسے کوئی شخص کسی طبیب سے کہے کہ اگر بیمار اچھا ہو گیا۔تو پچاس روپیہ آپ کی نذر کروں گا اس میں کیا گناہ ہے؟ اسی کو شامی نے کتاب الصوم بحث اموات میں اس طرح بیان فرمایا۔

بان تکون صیغۃ النذر للہ تعالیٰ للتقرب الیہ ویکون ذکر الشیخ مراداً بہ فقراء ہ۔

ترجمہ: صیغہ نذر کا اللہ کی عبادت کے لئے ہو اور شیخ کی قبر پر رہنے والے فقراء اس کا مصرف ہوں۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الصوم ج ۲ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یہ محض جائز ہے تو یوں سمجھو کہ یہ صدقہ اللہ کے لئے اس کے ثواب کا ہدیہ روح شیخ کے لئے اس صدقہ کا مصرف مزار بزرگ کے خدام فقراء جیسے کہ حضرت مریم علیہ السلام کی والدہ نے مانی تھی کہ اپنے پیٹ کا بچہ خدایا تیرے لئے نذر کرتی ہوں جو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف ہوگا۔نذر اللہ کی اور مصرف بیت المقدس کا **انی نذرت لک ما فی بطنی محرراً** (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۳۵) دیکھو غیر اللہ کی قسم کھانا شرعاً منع ہے اور خود قرآن کریم اور نبی ﷺ نے غیر اللہ کی قسمیں کھائیں۔**والتین والزیتون وطور سینین** (پارہ ۳۰ سورہ ۹۵ آیت نمبر ۱۔۲) وغیرہ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا **وافلح وابیہ** اس کے باپ کی قسم وہ کامیاب ہو گیا۔

مطلب یہ ہی ہے کہ شرعی قسم جس پر احکام قسم کفارہ وغیرہ جاری ہو وہ خدا کے سوا کسی کی نہ کھائی جاوے۔مگر لغوی قسم جو محض تاکید کلام کے لئے ہو وہ جائز یہ ہی نذر کا حال ہے ایک شخص نے نذر مانی تھی کہ بیت المقدس میں چراغ کے لئے تیل بھیجوں گا۔حضور علیہ السلام نے

فرمایا کہ اس نذر کو پورا کرو۔ مشکوۃ باب النذور میں ہے کہ کسی نے نذر مانی تھی کہ میں بوانہ مقام میں اونٹ ذبح کروں گا۔ تو فرمایا گیا کہ اگر کوئی وہاں بت غیرہ نہ ہو تو نذر پوری کرو۔ کسی نے نذر مانی تھی کہ میں بیت المقدس میں نماز پڑھوں گا تو فرمایا کہ مسجد حرام میں نماز پڑھ لو۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ وخیرات کی نذر میں کسی جگہ یا کسی خاص جماعت فقراء کی قید لگا دینا جائز ہے

اسی طرح یہ بھی ہے فتاوی رشیدیہ جلد اول کتاب الحظر والاباحت صفحہ ۵۴ میں ہے اور جو اموات اولیاء اللہ کی نذر ہے تو اس کے اگر یہ معنی ہیں کہ اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچے تو صدقہ ہے درست ہے جو نذر بمعنی تقریب ان کے نام پر ہے تو حرام ہے۔ (رشید احمد)

فتاوی رشیدیہ جلد اول کتاب الحظر والاباحت صفحہ ۵۴

مشکوۃ باب مناقب عمر میں ہے کہ بعض بیویوں نے نذر مانی تھی کہ اگر حضور علیہ السلام جنگ احد سے بخیریت واپس آئے تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب عمر ج ۵ ص ۶۲۰ رقم الحدیث ۳۶۹۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (نوادر الاصول فی احادیث الرسول ج اص ۲۳۰ مطبوعہ دار الجیل بیروت)، (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱۱ ص ۵۸۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

یہ نذر بھی عرفی تھی نہ کہ شرعی یعنی حضور علیہ السلام کی خدمت میں خوشی کا نذرانہ۔ جیسے طواف کے دو معنی ہیں لغوی بمعنی آس پاس گھومنا اور شرعی رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولیطوفوا بالبیت العتیق (پارہ ۱۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۲۹) پرانے گھر کا طواف کریں۔ یہاں طواف شرعی معنی میں ہے اور فرماتا ہے یطوفون بینھا وبین حمیم ان (پارہ ۲۷ سورہ ۵۵ آیت نمبر ۴۴) یہاں طواف بمعنی لغوی ہے آنا جانا گھومنا۔ (۴) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب وقاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہما بے شک بزرگ ہستیاں ہیں۔ لیکن یہ حضرات مجتہد نہیں تا کہ کراہت تحریمی وحرمت فقط ان کے قول سے ثابت ہو۔ اس کے لئے مستقل دلیل شرعی کی ضرورت ہے ایک عالم کے قول سے استحباب یا جواز ثابت ہوسکتا ہے۔ مستحب اس کو بھی کہتے ہیں جس کو علماء مستحب جانیں۔ مگر کراہت وحرمت میں خاص دلیل کی ضرورت ہے۔ نیز شاہ عبدالعزیز صاحب وقاضی صاحبان علیہما الرحمۃ والرضوان کے قول پر لازم ہے کہ حرمین شریفین خصوصاً روضہ مطہرہ سرور عالم ﷺ بدعتوں اور حرام کاموں کا مرکز ہے۔ کیونکہ وہاں غلاف بھی چڑھتے ہیں اور چراغاں بھی ہے اور آج تک کسی عالم یا فقیہ نے اس پر انکار نہ کیا تو وہ تمام حضرات بدعتی یا گمراہ ہوئے۔ ان دو صاحبوں کا وہ فتویٰ کس طرح مانا جائے۔ جس میں یہ سخت قباحت لازم آوے۔ شاہ رفیع الدین صاحب رسالہ نذور میں فرماتے ہیں کہ نذریکہ ایں جامستعمل میشود بر معنی شرعی است چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگان می برند ونذر ونیاز گویند۔

(۵) حرمین شریفین کے علماء کا کسی شئی کو اچھا سمجھنا بے شک اس کے استحباب کی دلیل ہے۔ یہ زمین پاک وہ ہے کہ جہاں کبھی بھی شرک نہیں ہوسکتا۔ حدیث پاک میں ہے کہ شیطان مایوس ہو چکا کہ اہل عرب اس کی پرستش کریں اور مدینہ پاک کی زمین اسلام کی جائے پناہ اور کفار ومشرکین سے محفوظ رہنے والی ہے۔ مشکوۃ باب حرم المدینہ میں ہے کہ مدینہ پاک برے لوگوں کو اس طرح نکال پھینکتا ہے۔ جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو خواہ فوراً نکالے یا کچھ عرصہ بعد یا کہ بعد موت۔ جذب القلوب میں حضرت شیخ عبدالحق فرماتے ہیں

مراد نفی دابعاد اہل شر وفساد است از ساحت عزت ایں بلدہ طیبہ وخاصیت مذکورہ دردے درجمیع ازمان ہویدا است۔

اس سے مراد یہ ہے کہ مدینہ پاک کی زمین پاک تمام شریر ومفسدین کو نکال دیتی ہے اور یہ خاصیت اس میں ہمیشہ باقی ہے۔ لہذا علمائے مدینہ کی عبادات کو بے دھڑک شرک وبدعت کہہ دینا سخت غلطی ہے یہ کہنا بھی غلط ہے کہ یہ چراغاں سلطنت ترکیہ کی ایجاد ہے۔ امام اجل سید نورالدین سمہودی اور جلال الدین سیوطی علیہما الرحمۃ کی وفات ۹۱۱ھ میں ہوئی اور امام نورالدین سمہودی نے کتاب خلاصۃ الوفا شریف ۸۹۴ھ میں تصنیف فرمائی وہ اس کتاب کے چوتھے باب کی سولہویں فصل میں مدینہ پاک کے چراغاں کا ذکر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

واما معالیق الحجرة الشریفة التی تعلق حولها من قنادیل الذھب والفضة ونحوھما فلم اقف علی ابتداء حدوثھما۔

ترجمہ: لیکن جو سونے چاندی کی قندیلیں روضہ مطہرہ کے ارد گرد لٹکی ہوئی ہیں۔ مجھے خبر نہیں کہ کب سے شروع ہوئیں۔

(وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی ج ۲ ص ۵۸۴ مطبوعہ دار النفائس الریاض)

اسی مقام پر فرماتے ہیں۔

وقد الف السبکی تالیفا سماہ تنزل السکینة علی قنادیل المدینة و ذھب فیہ الی جوازھا وصحة وقفھا وعدم جواز صرف شیئی منھا لعمارة المسجد۔

ترجمہ: امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام رکھا تنزل السکینہ علی قنادیل المدینہ وہ فرماتے ہیں کہ روضہ مطہرہ کی یہ قندیلیں جائز ہیں ان کا وقف درست ہے ان میں سے کوئی چیز مسجد پر حرچ نہیں ہو سکتی۔

(وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی ج ۲ ص ۵۸۴ مطبوعہ دار النفائس الریاض)

الحمد للہ کہ مخالفین کے تمام سوالات کا مکمل جواب ہو گیا۔

بحث خاتمہ پنجاب اور یو پی و کاٹھیاواڑ میں عام رواج ہے کہ رمضان میں ختم قرآن تراویح کی شب میں مساجد میں چراغاں کیا جاتا ہے۔ بعض دیو بندی اس کو بھی شرک و حرام کہتے ہیں۔ یہ محض ان کی بے دینی ہے مساجد کی زینت ایمان کی علامت ہے تفسیر روح البیان میں زیر آیت انما یعمر مسجد اللہ ہے (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸)۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ۱۷ سو قندیلیں بیت المقدس میں روشن کرنے کا حکم دیا۔ اور مسجد نبوی شریف میں اولاً کھجور کی لکڑیاں وغیرہ جلا کر روشنی کی جاتی تھی۔ پھر تمیم داری کچھ قندیلیں اور رسیاں اور تیل لائے اور ان کو مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں لٹکا کر جلایا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا نورت مسجدنا نور اللہ علیك تم نے ہماری مسجد کو روشن کر دیا اللہ تعالیٰ تم کو نورانی رکھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چراغاں کیا اور قندیلیں لٹکائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

نورت مسجدنا نور اللہ قبرك یا ابن الخطاب۔

ترجمہ: اے عمر رضی اللہ عنہ تم نے ہماری مسجد کو روشن کیا۔ اللہ تمہاری قبر کو روشن کرے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر کبیر میں آیت انما یعمر مسجد اللہ من امن باللہ کی تفسیر میں ہے۔

عن النبی ﷺ من اسرج فی مسجد سراجا لم تنزل الملئکة وحملة العرش الا یستغفرون لہ مادام فی المسجد ضوءہ۔

ترجمہ: (یعنی) جو کوئی مسجد میں چراغ جلائے تو جب تک مسجد میں اس کی روشنی رہے فرشتے اور حاملین عرش اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم کتاب الحظر والاباحت صفحہ ۱۱۲ میں یہ مانا ہے کہ عہد فاروقی میں بعض صحابہ بیت المقدس سے وہاں کی روشنی دیکھ کر آئے اور مسجد نبوی میں متعدد چراغ جلائے گئے پھر مامون رشید بادشاہ نے عام حکم دیا تھا کہ مسجدوں میں بکثرت چراغ جلائے جاویں۔ غرضکہ مسجد کی روشنی سنت انبیاء وسنت صحابہ اور سنت عامۃ المسلمین ہے۔

☆............☆

بحث قبر اذان دینے کی تحقیق

مسلمان میت کو قبر میں دفن کر کے اذان دینا اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔جس کے بہت سے دلائل ہیں۔مگر وہابی دیوبندی اس کو بدعت حرام،شرک اور نہ معلوم کیا کہتے ہیں۔اس لئے اس بحث کے دو باب کئے جاتے ہیں۔پہلے باب میں اس کا ثبوت دوسرے باب میں اس پر اعتراضات و جواب بعون اللہ تعالیٰ و کرمہ۔

پہلا باب

اذان قبر کے ثبوت میں

قبر پر بعد دفن اذان دینا جائز ہے احادیث اور فقہی عبارات سے اس کا ثبوت ہے مشکوۃ شریف کتاب الجنائز مایقال عند من حضرت الموت میں ہے۔ لقنوا امو تکم لاالہ الا اللہ اپنے مردوں کو سکھاؤ لاالہ الا اللہ۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الجنائز مایقال عند من حضرت الموت الفصل الاول ص ۱۴۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)،(سنن ابوداؤد باب فی التلقین ج ۲ ص ۸۸)

دنیاوی زندگی ختم ہونے پر انسان کے لئے دو بڑے خطرناک وقت ہیں ایک تو جان کنی کا۔دوسرا سوالات قبر بعد دفن کا اگر جان کنی کے وقت خاتمہ بالخیر نصیب نہ ہوا تو عمر بھر کا ادھرا سب برباد گیا۔اور اگر قبر کے امتحان میں ناکامی ہوئی تو آئندہ کی زندگی برباد ہوئی۔دنیا میں تو اگر ایک سال امتحان میں فیل ہو گئے تو سال آئندہ دے لو۔مگر وہاں یہ بھی نہیں۔اس لئے زندوں کو چاہئے کہ ان دونوں وقتوں میں مرنے والے کی امداد کریں کہ مرتے وقت کلمہ پڑھ پڑھ کر سنائیں اور بعد دفن اس تک کلمہ کی آواز پہنچائیں کہ اس وقت تو وہ کلمہ پڑھ کر دنیا سے جائے اور اب اس امتحان میں کامیاب ہو۔لہذا اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ایک تو یہ ہے کہ جو مر رہا ہو اس کو کلمہ سکھاؤ۔دوسرے یہ کہ جو مر چکا ہو اس کو کلمہ سکھاؤ پہلے معنی مجازی ہیں اور دوسرے حقیقی اور بلا ضرورت معنی مجازی لینا ٹھیک نہیں لہذا حدیث کا یہ ہی ترجمہ ہوا کہ اپنے مردوں کو کلمہ سکھاؤ۔اور یہ وقت دفن کے بعد کا ہے۔چنانچہ شامی جلد اول باب الدفن بحث تلقین بعد الموت میں ہے۔

اما عند اهل السنة فالحديث لقنوا موتاكم محمول على حقيقته وقد روى عنه عليه السلام انه امر بالتلقين بعد الدفن فيقول يافلان ابن فلان اذكر دينك الذى كنت عليها۔

ترجمہ: اہل سنت کے نزدیک یہ حدیث لقنوا امو تکم اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اور حضور علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے دفن کے بعد تلقین کرنے کا حکم دیا پس قبر پر کہے کہ اے فلاں کے بیٹے فلاں تو اس دین کو یاد کر جس پر تھا۔

(فتاوی شامی جلد اول باب الدفن بحث تلقین بعد الموت ص ۶۲۸۔۶۲۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی جگہ ہے۔

وانما لاينهى عن التلقين بعد الدفن لانه لاضرر فيه بل فيه نفع فان الميت يستانس بالذكر على ما ورد فى الاثار۔

ترجمہ: دفن کے بعد تلقین کرنے سے منع نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس میں کوئی نقصان تو ہے نہیں بلکہ اس میں نفع ہی نفع ہے کیونکہ میت ذکر الٰہی سے انس حاصل کرتی ہے۔

(فتاوی شامی جلد اول باب الدفن بحث تلقین بعد الموت ص ۶۲۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

جیسا کہ احادیث میں آیا ہے اس حدیث اوران عبارات سے معلوم ہوا کہ دفن میت کے بعد اس کوکلمہ طیبہ کی تلقین مستحب ہے تا کہ مردہ نکرین کے سوالات میں کامیاب ہو۔ چونکہ اذان میں کلمہ بھی ہے۔اس لئے اذان بھی تلقین میت ہے اور مستحب ہے بلکہ اذان میں پوری تلقین ہے کیونکہ اذان میں کلمہ بھی ہے۔اس لئے اذان بھی تلقین میت ہے اور مستحب ہے بلکہ اذان میں پوری تلقین ہے کیونکہ نکرین میت سے تین سوال کرتے ہیں اول تو یہ کہ تیرا رب کون ہے؟ پھر یہ کہ تیرا دین کیا ہے؟ پھر یہ کہ اس سنہری جالی والے سبز گنبد والے آقا کوتو کیا کہتا ہے؟ پہلے سوال کا جواب ہوا اشھد ان لا الـٰـه الا الله دوسرے کا جواب ہوا حی علی الصلوة یعنی میرا دین وہ ہے جس میں پانچ نمازیں فرض ہیں (سوائے اسلام کے کسی دین میں پانچ نمازیں نہ تھیں) تیسرے کا جواب ہوا اشھد ان محمد رسول الله درمختار جلد اول باب الاذان میں ہے کہ دس جگہ اذان کہنا سنت ہے جس کواشعار میں یوں فرمایا۔

فرض الصلوة وفی اذن الصغیر وفی — وقت الحریق والحرب الذی وقعا
خلف المسافر والغیلان ان ظهرت — فاحفظ لست من الذی قد شرعا
و زید اربع دوهم وذو غضب — مسافر ضل فی ففر ومن صرعا

نماز پنجگانہ کے لئے بچہ کے کان میں۔ آگ لگنے کے وقت جبکہ جنگ واقع ہو۔ مسافر کے پیچھے اور جنات کے ظاہر ہونے پر۔ غصہ والے۔ جو مسافر کہ راستہ بھول جاوے اور مرگی والے کے لئے۔

(ردالمحتار علی درالمختار باب الاذان ج۱ص۲۸۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی کے تحت ہے۔

قد یسن الاذان بغیر الصلوة کما فی اذان المولود والمهوم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقه من انسان اوبهیمة وعند مزدهم الجیش وعند الحریق وقیل عند انزال المیت القبر قیاسا علی اول خروجه للدنیا لکن رده ابن حجر فی شرح العباب وعند تقول الغیلان ای تمرد الجن۔

ترجمہ: نماز کے سواء چند جگہ اذان دینا سنت ہے بچہ کے کان میں غمزدہ کے، مرگی والے کے، غصہ والے کے کان میں، جس جانور یا آدمی کی عادت خراب ہو اس کے سامنے لشکروں کے جنگ کے وقت آگ لگ جانے کے وقت، میت کو قبر میں اتارتے وقت اس کے پیدا ہونے پر قیاس کرتے ہوئے لیکن اس میں اذان کے سنت ہونے کا ابن حجر علیہ الرحمۃ نے انکار کیا ہے جنات کی سرکشی کے وقت۔

(ردالمحتار علی درالمختار باب الاذان ج۱ص۲۸۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ ابن حجر کے انکار کا جواب دوسرے باب میں دیا جاوے گا۔ ان شاء اللہ۔

مشکوۃ باب فضل الاذان میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم بلال کی اذان سے رمضان کی سحری ختم نہ کردو۔ وہ تو لوگوں کو جگانے کے لئے اذان دیتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب الاذان قبل الفجر ج۱ص۲۲۴ رقم الحدیث ۵۹۶ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن ابوداؤد باب وقت السحور ج۲ص۳۰۳ رقم الحدیث ۲۳۴۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ ج۱ص۵۴۱ رقم الحدیث ۱۶۹۶ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (السنن الکبری للنسائی ج۲ص۸۱ رقم الحدیث ۲۴۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج۸ص۲۵۰ رقم الحدیث ۳۴۷۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند ابوداؤد الطیالسی ص۴۶ رقم الحدیث ۳۵۰ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)، (صحیح ابن خزیمہ باب ذکر العلۃ التی کان لھا بلال یوذن بلیل ج۱ص۲۰۹ رقم الحدیث ۴۰۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی باب ذکر المعانی التی یوذن لھا بلال بلیل ج۱ص۳۸۱ رقم الحدیث ۱۶۶۴ مطبوعہ مکتبۃ والباز مکۃ المکرمۃ)، (مسند احمد ج۱ص۳۸۶ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)

معلوم ہوا کہ زمانہ نبوی میں سحری کے وقت بجائے نوبت یا گولے کے اذان دی جاتی تھی لہذا سوتے کو جگانے کے لئے اذان دینا سنت سے ثابت ہے۔

اذان کے سات فائدے ہیں جن کا پتہ احادیث اور فقہاء کے اقوال سے چلتا ہے ہم وہ فائدے عرض کئے دیتے ہیں۔ خود معلوم

ہو جائے گا کہ میت کو ان میں سے کون کون سے فائدے حاصل ہونگے۔ اولاً تو یہ کہ میت کو تلقین جوابات سے ہے جیسا کہ بیان کیا جاچکا۔ دوسرے اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے۔ مشکوۃ باب الاذان میں ہے۔

اذا نودی للصلوۃ ادبر الشطن له صراط حتی لا یسمع التاذین۔

ترجمہ: جب نماز کی اذان ہوتی ہے تو شیطان گوزلگاتا ہوا بھاگتا ہے یہاں تک کہ اذان نہیں سنتا۔

(صحیح مسلم ج۱ ص۲۹۱ رقم الحدیث ۳۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور جس طرح کہ بوقت موت شیطان مرنے والے کو ورغلاتا ہے تاکہ ایمان چھین لے اسی طرح قبر میں بھی پہنچتا ہے اور بہکاتا ہے کہ تو مجھے خدا کہہ دے تاکہ میت اس آخری امتحان میں فیل ہو جاوے۔ **اللھم احفظنا منه** چنانچہ نوادر الوصول میں امام محمد ابن علی ترمذی فرماتے ہیں۔

اذا سئل المیت من ربك ترای له الشیطان فی صورۃ یشیر الی نفسه ای انا ربك فلھذا ورد سوال التثبیت له حین یسئل۔

ترجمہ: یعنی جبکہ میت سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو شیطان اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ اسی لئے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام نے میت کے سوالات کے وقت اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا فرمائی۔

(نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول ج۱ ص۳۲۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)

اب اذان کی برکت سے شیطان دفع ہو گیا میت کو امن مل گئی اور بہکانے والا گیا۔

تیسرے یہ کہ اذان دل کی وحشت کو دور کرتی ہے ابونعیم اور ابن عساکر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی۔ **نـــزل ادم بالھند واستوحش فنزل جبریل فنادی بالاذان** حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں اترے اور ان کو سخت وحشت ہوئی پھر جبریل آئے اور اذان دی۔ اسی طرح مدارج النبوت جلد اول صفحہ ۶۲ باب سوم درمیاں آیات شرف دے میں ہے۔ اور میت بھی اس وقت عزیز واقارب سے چھوٹ کر تیرہ وتاریک مکان میں اکیلا پہنچتا ہے سخت وحشت ہے اور وحشت میں حواس باختہ ہو کر امتحان میں ناکامی کا خطرہ ہے۔ اذان سے دل کو اطمینان ہوگا۔ جوابات درست دے گا۔ چوتھے یہ کہ اذان کی برکت سے غم دور ہوتا ہے۔ اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ مسند الفردوس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

رانی النبی ﷺ حزینا فقال یا ابن ابی طالب انی اراك حزینا فمر بعض اھلك یوذن فی اذنك فانه درء الھم۔

ترجمہ: مجھ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رنجیدہ دیکھا تو فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ تم کو رنجیدہ پاتا ہوں تم کسی کو حکم دو کہ تمہارے کان میں اذان کہہ دے کیونکہ اذان غم کو دور کرنے والی ہے۔

(جامع الرضوی صحیح البھاری کتاب الجنائز باب الاذان علی القبر لدفع الحزن ج۲ ص۹۱۳ طبع سنہ ۱۹۹۲ء)

بزرگان دین حتیٰ کہ ابن الحجر علیہ الرحمۃ بھی فرماتے ہیں کہ **جربته فوجدته كذلك فی المرقات۔** (جامع الرضوی صحیح البھاری کتاب الجنائز باب الاذان علی القبر لدفع الحزن ج۲ ص۹۱۳ طبع سنہ ۱۹۹۲ء) مرقاۃ شروع باب الاذان میں ہے یعنی میں نے اس کو آزمایا مفید پایا۔ اب مردے کے دل پر اس وقت جو صدمہ ہے۔ اذان کی برکت سے دور ہوگا اور سرور حاصل ہوگا۔

پانچویں یہ کہ اذان کی برکت سے لگی ہوئی آگ بجھتی ہے۔ ابو یعلی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

یطفئوا الحریق بالتکبیر واذا رء یتم الحریق فکبروا فانه یطفئی النار۔

ترجمہ: لگی ہوئی آگ کو تکبیر سے بجھاؤ اور جبکہ تم آگ لگی ہوئی دیکھو تو تکبیر کہو کیونکہ یہ آگ کو بجھاتی ہے۔

اور اذان میں تکبیر تو ہے اللہ اکبر لہذا اگر قبر میت میں آگ لگی ہو تو امید ہے کہ خدائے پاک اس کی برکت سے بجھا دے۔

چھٹے یہ کہ اذان ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ کی برکت سے عذاب قبر دور ہوتا ہے اور قبر فراخ ہوتی ہے تنگی قبر سے نجات ملتی ہے۔امام احمد و طبرانی و بیہقی نے جابر رضی اللہ عنہ سے سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کے دفن کا واقعہ نقل کر کے روایت کی۔

سبح النبی ﷺ ثم کبروا کبر الناس قالوا یارسول اللہ لم سبحت قال لقد تضآئق علی ھذا الرجل الصلح قبرہ حتے فرج اللہ تعالی عنہ بعد دفن۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے سبحان اللہ فرمایا۔پھر اللہ اکبر حضور ﷺ نے فرمایا اور دیگر حضرات نے بھی۔لوگوں نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ تسبیح و تکبیر کیوں پڑھی ارشاد فرمایا کہ اس صالح بندے پر قبر تنگ ہوگئی تھی اللہ نے قبر کو کشادہ فرمایا۔☆

(مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۳۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس کی شرح میں علامہ طیبی فرماتے ہیں۔

ای ما زلت مکبرا وتکبرون واسبح و تسبحون حتی فرجه اللہ۔

ترجمہ: یعنی ہم اور تم لوگ تسبیح و تکبیر کہتے رہے۔یہاں تک کہ اللہ نے قبر کو کشادہ فرمادیا۔

(مرقات المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح الفصل الثالث من اثبات عذاب القبر ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ساتویں یہ کہ اذان میں حضور علیہ السلام کا ذکر ہے اور صالحین کے ذکر کے وقت نزول رحمت ہوتا ہے۔امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں۔**ذکر الصالحین تنزیل الرحمة** (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) اور میت کو اس وقت رحمت کی سخت ضرورت ہے۔غرضکہ ہماری تھوڑی سی جنبش زبان سے اگر میت کو اتنے بڑے بڑے سات فائدے پہنچ جاویں تو کیا حرج ہے؟

ان الفرق بین العادة والعبادة ھو النیة المتضمنة للاخلاص۔

ترجمہ: عادت اور عبادت میں فرق نیت اخلاص سے ہے یعنی جو کام بھی اخلاص سے کیا جاوے وہ عبادت ہے۔

اور جو کام بغیر اخلاص کے ہو وہ عادت۔درمختار بحث مستحبات الوضو میں ہے۔

ومستحبه ھو ما فعله النبی علیه السلام کرة وترکه اخری وماحبه السلف۔

ترجمہ: مستحب وہ کام ہے جس کو حضور علیہ السلام نے کبھی کیا اور کبھی نہ کیا۔اور وہ بھی ہے جس کو گذشتہ مسلمان اچھا جانتے ہیں۔

(رد المحتار علی در المختار بحث مستحبات الوضوج ا ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی بحث دفن زیر عبارات ولا تجصص ہے۔**وقال علیه السلام ما راہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن** جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(رد المحتار علی در المختار ج ا ص ۶۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ چونکہ اذان قبر شریعت میں منع نہیں لہذا جائز ہے اور چونکہ اس کو بہ نیت اخلاص مسلمان بھائی کے نفع کے لئے کیا جاتا ہے۔لہذا یہ مستحب ہے۔اور چونکہ مسلمان اس کو اچھا سمجھتے ہیں لہذا یہ عند اللہ اچھی ہے۔خود دیوبندیوں کے پیشوا

حاشیہ......☆

محدث کبیر امام ابو نعیم متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو حامد احمد بن محمد بن الحسین ثنا الحسین بن محمد الجعینی ثنا محمد بن حسان قال سمعت ابن عیینة یقول ذکر الصالحین تنزل الرحمة۔

ترجمہ: محمد بن حسان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۲۸۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ للجوزی ج ا ص ۴۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فتاوٰی رشیدیہ جلد اول کتاب العقائد صفحہ ۱۴ میں فرماتے ہیں۔ کسی نے سوال کیا ہے کہ تلقین کے بعد دفن ثابت ہے یا نہیں تو جواب دیا یہ مسئلہ عہد صحابہ سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ تلقین کرنا بعد دفن اس پر مبنی ہے جس پر عمل کر لے درست ہے۔ رشید احمد۔

دوسرا باب

اذان قبر پر اعتراضات و جوابات میں

اس مسئلہ میں مخالفین کے حسب ذیل اعتراضات ہیں۔ انشاء اللہ اس کے علاوہ اور نہ ملیں گے۔

اعتراض (۱)......۔ قبر پر اذان دینا بدعت ہے اور ہر بدعت حرام ہے لہذا یہ بھی حرام حضور علیہ السلام سے ثابت نہیں وہ ہی پرانا سبق۔

جواب:۔ ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ بعد دفن ذکر اللہ تسبیح و تکبیر حضور علیہ السلام سے ثابت ہے اور جس کی اصل ثابت ہو وہ سنت ہے اس پر زیادتی کرنا منع نہیں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ حج میں تلبیہ کے جو الفاظ احادیث سے منقول ہیں ان میں کمی نہ کرے اگر کچھ بڑھائے تو جائز ہے۔ (ہدایہ وغیرہ) اذان میں تکبیر بھی ہے اور کچھ زیادہ بھی لہذا یہ سنت سے ثابت ہے اور اگر بدعت بھی ہو تو حسنہ ہے جیسے کہ ہم بحث بدعات میں عرض کر چکے ہیں۔ فتاوٰی رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۸۹ پر ہے کہ کسی نے دیوبندیوں کے سردار رشید احمد صاحب سے پوچھا کہ کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں؟

جواب:۔ قرون ثلثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی۔ مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اس کی اصل شرع سے ثابت ہے۔ بدعت نہیں۔ رشید احمد عفی۔

اسی کتاب میں صفحہ ۸۸ پر ہے کہ کھانا تاریخ معین پر کھلانا بدعت ہے اگر چہ ثواب پہنچے گا۔ رشید احمد۔

کہیئے جناب یہ ختم بخاری اور برسی کی فاتحہ پر ثواب کیوں ہو رہا ہے؟ یہ تو بدعت ہے۔ اور ہر بدعت حرام ہے۔ حرام پر ثواب کیسا۔

نوٹ ضروری:۔ مدرسہ دیوبند میں مصیبت کے وقت ختم بخاری وہاں کے طلبا سے کرایا جاتا ہے اہل حاجت طلباء کو شیرینی دیتے ہیں اور روپیہ نفع میں رہا۔ کم از کم پندرہ روپیہ وصول کئے جاتے ہیں شاید یہ بدعت اس لئے جائز ہو کہ مدرسہ کو روپیہ کی ضرورت ہے اور یہ حصول زر کا ذریعہ۔ لیکن اب قبر مومن پر اذان کیوں حرام؟

اعتراض (۲)......:۔ شامی نے باب الاذان میں جہاں اذان کے موقعہ شمار کئے ہیں وہاں اذان قبر کا بھی ذکر فرمایا مگر ساتھ ہی فرمایا لکن ردہ ابن حجر فی شرح العباب اس اذان کی ابن حجر نے شرح عباب میں تردید کر دی معلوم ہوا کہ اذان قبر مردود ہے۔

جواب:۔ اولاً تو ابن حجر شافعی مذہب میں بہت سے علماء جن میں بعض احناف بھی شامل ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اذان قبر سنت ہے اور امام ابن حجر شافعی اس کی تردید کرتے ہیں تو بتاؤ کہ حنفیوں کو مسئلہ جمہور پر عمل کرنا ہوگا کہ قول شافعی پر؟ دوم ابن حجر نے بھی اذان قبر کو منع نہ کیا بلکہ اس کے سنت ہونے کا انکار کیا۔ یعنی سنت نہیں۔ اگر میں کہوں کہ بخاری چھاپنا سنت نہیں بالکل درست ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ بخاری تھی نہ پریس۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جائز بھی نہیں۔ شامی نے اس موقعہ پر فرمایا وقد یسن الاذان ان موقعوں پر اذان سنت ہے آگے فرمایا ردہ اس کی ابن حجر نے تردید کی تو کس چیز کی تردید ہوئی؟ سنت کی۔ شامی سمجھنے کے لئے عقل و ایمان کی

ضرورت ہے تیسرے یہ کہ اگر مان بھی لو کہ علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے خود اذان کی تردید کی تو کیا کسی عالم کے تردید کرنے سے کراہت تنزیہی بھی ثابت نہیں ہوتی۔ شامی بحث مستحباب الوضو میں ہے۔

و لا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذلا بدله من دليل خاص۔

ترجمہ: مستحب کے ترک سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مکروہ ہوجائے بغیر خاص ممانعت کے کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے اس کے لئے خاص دلیل کی ضرورت ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار بحث مستحبات الوضوج اص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

آپ تو اذان قبر کو حرام فرماتے ہیں فقہاء بغیر خاص ممانعت کے کسی شئی کو مکروہ تنزیہی بھی نہیں مانتے۔

اگر کہا جاوے کہ شامی نے اذان قبر کو قیل سے بیان کیا اور قیل ضعف کی علامت ہے تو جواب یہ ہے کہ فقہ میں قیل ضعف کے لئے لازم نہیں شامی کتاب الصوم فصل کفارہ میں ہے۔ **فتعبير المصنف بقيل ليس يلزم الضعف** اسی (ردالمحتار علی درالمختار کتاب الصوم فصل کفارہ ج ۲ ص ۱۲۰ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) طرح شامی بحث دفن میت میں ذکر مع الجنازہ کے لئے فرمایا **قيل تحريما و قيل تنزيها** (ردالمحتار علی درالمختار جباب صلوۃ الجنائز ج اص ۵۹۸ مطبوعہ ادارۃ الطبعۃ المصر یہ مصر) دیکھو یہاں دو قول تھے اور دونوں قیل سے نقل کئے۔ عالمگیری کتاب الوقف بحث مسجد میں ہے **و قيل هو مسجد ابدا و هوا الاصح** یہاں صحیح قول قیل سے بیان کیا معلوم ہوا کہ قیل دلیل ضعف نہیں۔ اور اگر مان بھی لیا جاوے تو بھی اس اذان کو سنت کہنا ضعیف ہوگا نہ کہ جائز کہنا کیونکہ یہ سنت ہی کا قول ہے ہم بھی اذان قبر سنت نہیں کہتے صرف جائز و مستحب کہتے ہیں۔

اعتراض (۳)......: فقہاء فرماتے ہیں کہ قبر پر جا کر فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ کرے اور اذان قبر فاتحہ کے علاوہ ہے لہذا حرام ہے چنانچہ بحرالرائق میں ہے۔ **ويكره عند القبر كل مالم يعهد من السنته و المهود منها ليس الا زيارتها و الدعاء عندها قائما۔**

شامی کتاب الجنائز میں ہے۔

لايسن الاذان عند ادخال الميت فی قبره كما هو المعتاد الان وقد صرح ابن حجر بانه بدعة وقال من ظن انه سنة فلم يصب۔

ترجمہ: یعنی میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان دینا سنت نہیں ہے۔ جیسا کہ آجکل مروج ہے اور ابن حجر نے تصریح فرمادی کہ یہ بدعت ہے اور جو کوئی اس کو سنت جانے وہ درست نہیں کہتا۔

درالبحار میں ہے۔

من البدع التی شاعت فی بلاد الهند الاذان علی القبر بعد الدفن۔

ترجمہ: جو بدعتیں کہ ہندوستان میں شائع ہوگئیں۔ ان میں سے دفن کے بعد قبر پر اذان دینا ہے۔

توشیح شرح تنقیح میں محمود بلخی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں **الاذان علی القبر ليس بشئی** قبر پر اذان دینا کچھ نہیں۔ مولوی اسحاق صاحب مائۃ مسائل میں فرماتے ہیں کہ قبر پر اذان دینا مکروہ ہے کیونکہ یہ ثابت نہیں اور جو سنت سے ثابت نہ ہو وہ مکروہ ہوتا ہے۔

جواب: بحرالرائق کا یہ فرمانا کہ قبر پر جا کر بجز زیارت و دعا اور کچھ کرنا مکروہ ہے بالکل درست ہے وہ زیارت قبور کے وقت فرماتے ہیں۔ یعنی جب وہاں زیارت کی نیت سے جاوے تو قبر کو چومنا یا سجدہ کرنا وغیرہ ناجائز کام نہ کرے اور یہاں گفتگو ہے دفن کے وقت یہ زیارت کا وقت نہیں ہے اگر وقت دفن بھی اس میں شامل ہے تو پھر لازم ہوگا کہ میت کو قبر میں اتارنا، تختہ دینا، مٹی ڈالنا اور بعد دفن تلقین کرنا

جس کو فتاویٰ رشیدیہ میں بھی جائز کہا ہے سب منع ہے۔ بس مردے کو جنگل میں رکھ کر فاتحہ پڑھ کر بھاگ آنا چاہئے اور زیارت قبر کے وقت بھی ممنوع کام کرنا منع ہیں۔ وہ ہی عبارت بحرالرائق کا مقصود ہے ورنہ مردوں کو سلام کرنا یا ان کے قبور پر سبزہ یا پھول ڈالنا بالاتفاق جائز ہے۔ حضور علیہ السلام سے ثابت ہے اور بحرالرائق میں فرمارہے ہیں کہ وہاں بجز زیارت اور کھڑے ہوکر دعا کرنے کے کچھ بھی نہ کرے، مولوی اشرف علی صاحب کی حفظ الایمان میں ایک سوال ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کشف قبور کا طریقہ بیان فرماتے ہیں۔ وبعدہ

ہفت کرہ طواف کند ودراں تکبیر بخواند واغاز از راست کند وبعدہ طرف پایاں رخسار نہد۔

یعنی اس کے بعد قبر کا سات چکر طواف کرے اس میں تکبیر کہے اور داہنی طرف سے شروع کرے اور قبر کے پاؤں کی طرف اپنا رخسارہ رکھے تو کیا قبر کا طواف اور سجدہ جائز ہے؟ اس کا جواب حفظ الایمان صفحہ ۶ پر دیتے ہیں یہ طواف اصطلاحی نہیں ہے جو کہ تعظیم وتقرب کے لئے کیا جاتا ہے۔ اور جس کی ممانعت نصوص شرعیہ سے ثابت ہے بلکہ طواف لغوی ہے یعنی محض اس کے اردگرد پھرنا واسطے پیدا کرنے مناسبت وحی کے صاحب قبر کے ساتھ اور لینے فیوض کے اس کے نظیر حضرت جابر کے قصے میں وار ہوتی ہے۔ جبکہ ان کے والد مقروض ہوکر وفات پاگئے۔ اور قرض خواہوں نے حضرت جابر کو تنگ کیا۔ انہوں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ باغ میں تشریف لاکر رعایت کرادیجئے حضور علیہ السلام باغ میں رونق افروز ہوئے اور چھوہاروں کے انبار لگواکر بڑے انبار کے گرد تین بار پھرے۔ طاف احول اعظم ھا بیدارا یہ حضور کا یہ پھرنا کوئی طواف نہ تھا۔ بلکہ اس میں اثر پہنچانے کے لئے اس کی چاروں طرف پھر گئے۔ اسی طرح کشف القبور کے عمل میں ہے۔ کہئیے اگر اذان قبر اس لئے منع ہے کہ قبر پر بجز زیارت ودعا کوئی کام جائز نہیں تو یہ قبر کا طواف اور اس سے فیض لینا کیوں جائز ہے؟ لہذا بحرالرائق کی ظاہری عبارت آپ کے بھی موافق نہیں پر لطف بات یہ ہے کہ حفظ الایمان کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قبروں سے فیض ملتا ہے اور فیض لینے کے لئے وہاں جانا اور طواف کرنا، قبر پر رخسارہ رکھنا جائز ہے اسی کو تقویۃ الایمان میں شرک کہا ہے۔ شامی وتوشیخ وغیرہ کی عبارتوں کا جواب سوال نمبرا کے ماتحت گزر گیا کہ اس میں سنیت کا انکار ہے نہ کہ جواز کا توشیخ کا فرمانا لیس بشئی اس کے معنی یہ نہیں کہ حرام ہے مراد یہ ہے کہ نہ فرض ہے نہ واجب۔ نہ سنت محض جائز اور مستحب ہے اور اس کو سنت یا واجب سمجھنا محض غلط ہے جو فقہاء کہ اس کو بدعت فرماتے ہیں وہ بدعت جائزہ یا کہ بدعت مستحبہ فرماتے ہیں نہ کہ بدعت مکروہہ کیونکہ بلا دلیل کراہت ثابت نہیں ہوتی۔ مولوی اسحاق صاحب دیوبندیوں کے پیشوا ہیں ان کا قول حجت نہیں۔ اور یہ قاعدہ صحیح ہے کہ جو سنت سے ثابت نہیں۔ درمختار باب صلوٰۃ العیدین مطلب فی تکبیر التشریق میں ہے۔

ووقوف الناس یوم عرفته فی غیرھا تشبیھا بالواقفین لیس بشئی۔

(ردالمختار علی درالمختار ج ۱ ص ۶۱۸ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی کے ماتحت شامی میں ہے۔

وھو نکرة فی موضع النفی فتعم انواع العبادة من فرض وواجب و مستحب فبقیت الاباحته قیل یستحب۔

(ردالمختار علی درالمختار ج ۱ ص ۶۱۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ہدایہ کے حاشیہ میں لیس بشئی کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ای لیس بشئی یتعلق به الثواب وھو یصدق علی الاباحته۔

(حاشیہ ہدایہ اولین ص ۱۷۵)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ لیس بشئی مباح کو بھی کہا جاتا ہے۔

اعتراض (۴)......:۔اذان تو نماز کی اطلاع کے لئے ہے دفن کے وقت کونسی نماز ہو رہی ہے۔جس کی اطلاع دینا منظور ہے چونکہ یہ اذان لغو ہے پس ناجائز ہے۔

جواب:۔ یہ خیال غلط ہے کہ اذان فقط نماز کی اطلاع کے لئے ہے ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ اذان کتنی جگہ کہنی چاہئے آخر بچہ کے کان میں اذان دی جاتی ہے وہاں کونسی نماز کا وقت ہے حضور علیہ السلام کے زمانہ میں رمضان کی شب دو اذانیں ہوتی تھیں ایک تو سحری کے لئے بیدار کرنے کو دوسری نماز فجر کے لئے۔

لطیفہ:۔کاٹھیاواڑ میں رواج ہے کہ بعد نماز فجر مصافحہ کرتے ہیں اور یوپی میں رواج ہے کہ بعد نماز عید معانقہ (گلے ملنا) کرتے ہیں۔ایک صاحب نے ہم سے دریافت کیا کہ معانقہ یا مصافحہ اول ملاقات کے وقت چاہئے نماز کے بعد تو لوگ رخصت ہو رہے ہیں پھر اس وقت یہ کیوں ہوتا ہے۔یہ مصافحہ اور معانقہ بدعت ہے لہذا حرام ہے ہم نے عرض کیا کہ معانقہ حضور علیہ السلام سے ثابت ہے۔

مشکوۃ کتاب الادب میں ایک باب ہی اس کا باندھا باب المصافحۃ والمعانقۃ اور وہاں لکھا کہ حضور علیہ السلام نے زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ سے معانقہ فرمایا۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الادب باب المصافحۃ والمعانقۃ الفصل الثانی ص ۴۰۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حدیث کی روش بتاتی ہے کہ معانقہ خوشی کا تھا اور عید کا دن بھی خوشی کا دن ہے اس لئے اظہار خوشی میں معانقہ کرتے ہیں۔نیز درمختار جلد پنجم باب الکراہیۃ باب الاستبراء میں ہے۔

حاشیہ.....☆ ••

غنیہ حاشیہ غرر و درر باب صلوۃ العیدین میں ہے۔

المستحب الخروج ماشیا والرجوع من طریق اخر والتھنئۃ بتقبل اللہ منا ومنکم لا تنکر کما فی البحر وکذا المصافحۃ بل ھی سنۃ عقب الصلوات کلھا عند کل لقی ولنا فیھا رسالۃ سمیتھا سعادۃ اھل الاسلام بالمصافحۃ عقب الصلاۃ والسلام۔

ترجمہ: عید کے دن عید گاہ کو پیدل جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا ہی مستحب ہے۔اور "اللہ عزوجل ہمارے اور تمہارے عمل قبول فرمائے" کے الفاظ سے مبارکباد پیش کرنے میں کوئی برائی نہیں جیسا کہ "بحر الرائق" میں ہے اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ وہ تمام نمازوں کے بعد ہر ملاقات کے وقت سنت ہے اور اس بارے میں "نماز کے بعد مصافحہ وسلام میں اہل سلام کی خوش بختی" نامی ہمارا ایک رسالہ ہے۔

(غنیۃ ذوی الاحکام علی حاشیۃ غرر الاحکام کتاب الصلاۃ باب صلاۃ العیدین ج ۱ ص ۱۴۲ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

کذا تطلب المصافحۃ فھی سنۃ عقب الصلوات کلھا۔

ترجمہ: اسی طرح مصافحہ بھی مطلوب ہے بلکہ یہ تو تمام نمازوں کے بعد سنت ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلاۃ باب العیدین ص ۵۳۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں۔

تستحب المصافحۃ بل ھی سنۃ عقب الصلوات کلھا وعند کل لقی ابو السعود عن الشرنبلالیۃ۔

ترجمہ: مصافحہ مستحب ہے بلکہ یہ تو تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنت ہے ابو السعود نے شرنبلالی سے نقل کیا۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلاۃ باب العیدین ج ۱ ص ۳۵۳ مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ)

ای کما تجوز المصافحة ولو بعد العصر و قولهم انه بدعة ای مباحة حسنة کما افاده النووی فی اذکاره۔

ترجمہ: مصافحہ جائز ہے اگر چہ نماز عصر کے بعد ہو اور فقہاء کا فرمانا کے مصافحہ نماز عصر بدعت ہے یعنی بدعت مباحہ حسنہ ہے جیسا کہ نووی نے اپنے اذکار میں فرمایا۔

(الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ ج ۹ ص ۶۲۹،۶۲۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اسی کے ماتحت شامی میں فرماتے ہیں۔

اعلم ان المصافحة مستحبة عند کل لقاء و اما ما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلوة الصبح فلا اصل له فی الشرع علی هذا الوجه ولکن لاباس به وتقبیده بما بعد الصبح و العصر علی عادة کانت فی زمنه و الا فعقب الصلوات کلها کذالك۔

ترجمہ: ہر ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مستحب ہے اور فجر کے بعد مصافحہ کا جو رواج ہے اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ لیکن اس میں حرج بھی نہیں اور صبح یا عصر کی قید فقط لوگوں کی عادت کی بناء پر ہے ورنہ ہر نماز کے بعد مصافحہ کا یہ ہی حکم ہے۔

(الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ ج ۹ ص ۶۲۹،۶۲۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ بہر حال جائز ہے لیکن اس کی تسلی نہ ہوئی یہ ہی کہتا رہا کہ مصافحہ معانقہ ملاقات کے وقت چاہیئے ہم نے کہا اچھا بتاؤ۔ اول ملاقات کسے کہتے ہیں؟ بولا غائب ہونے کے بعد جب ملیں۔ تو یہ اول ملاقات ہے ہم نے کہا۔ غائب ہون کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ جسماً غائب ہوں۔ دوسرے یہ کہ ولی طور پر غائب ہوں نماز کی حالت میں اگر چہ بظاہر تمام مقتدی اور امام ایک جگہ ہی رہے مگر حکمی لحاظ سے سب ایک دوسرے سے غائب تھے کہ نہ کسی سے کلام کر سکیں نہ ایک دوسرے کی مدد۔ بلکہ یہ تمام لوگ دنیا ہی سے غائب ہیں کہ کھانا، پینا، چلنا پھرنا، تمام دنیاوی کام حرام ہیں اور الصلوٰۃ معراج المومنین کا نقشہ نظر آرہا ہے دنیا سے تعلق منقطع ہے اور واصل الی اللہ ہیں جب سلام پھیرا۔ اب دنیا میں آگئے تمام دنیاوی کام حلال ہو گئے۔ یہ وقت غائب ہونے کے بعد ملنے کا ہے۔ لہذا مصافحہ سنت ہے وہ کہنے لگا کہ یہ منطق ہے سمجھا دیا اس کو شریعت نے تو ملاقات کا وقت نہیں مانا۔ ہم نے کہا مانا ہے اس وقت سلام کس کو کرتے ہیں اور کیوں کرتے ہیں؟ امام کو چاہیئے کو سلام میں مقتدیوں اور ملائکہ کو سلام کرنے کی کرے اور مقتدی لوگ امام کو اور ملائکہ کو اور تنہا نمازی صرف ملائکہ کی نیت کرے اور سلام یا تو ملاقات کے وقت ہوتا ہے یا رخصت کے وقت۔ بتاؤ یہ سلام کیسا کیا یہ لوگ کہیں سے آرہے ہیں یا جا رہے ہیں؟ جا تو نہیں رہے ہیں کہ ابھی دعا مانگیں کے وظیفہ پڑھیں گے بعض لوگ اشراق پڑھ کر اٹھیں گے۔ معلوم ہوا کہ عالم بالا کی سیر کر کے آرہے ہیں اور سلام کر رہے ہیں لہذا مصافحہ بھی کریں تو کیا حرج ہے؟ کہنے لگا کہ پھر تو ہر نماز کے بعد چاہیئے۔ ہم نے کہا ہاں اگر ہر نماز کے بعد کرے تب بھی منع نہیں۔ الحمد للہ کہ اس کی تسکین ہو گئی۔ اسی طرح یہ مسئلہ اذان ہے۔

☆............☆

بحث عرس بزرگان

اس بحث کے دو باب ہیں۔ پہلا باب عرس کے ثبوت میں، دوسرا باب مسئلہ عرس پر اعتراضات وجوابات میں۔

پہلا باب

ثبوت عرس میں

عرس کے لغوی معنی ہیں شادی۔ اسی لئے اور دلہن کو عروس کہتے ہیں بزرگان دین کی تاریخ وفات کو اس لئے عرس کہتے ہیں کہ مشکوۃ باب اثبات عذاب القبر میں ہے کہ جب نکیرین میت کا امتحان لیتے ہیں اور وہ کامیاب ہوتا ہے تو کہتے ہیں **نم کنومة العروس التی لایوقظه الا احب اهله الیه۔**

(مشکوۃ المصابیح باب اثبات عذاب القبر الفصل الثانی ص ۲۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

تو اس دلہن کی طرح سو جا جس کو سوائے اس کے پیارے کے کوئی نہیں اٹھا سکتا تو چونکہ اس دن نکیرین نے ان کو عروس کہا۔ اس لئے وہ دن روز عرس کہلایا۔ یا اس لئے کہ وہ جمال مصطفیٰ علیہ السلام کے دیکھنے کا دن ہے کہ نکیرین دکھا کر پوچھتے ہیں کہ تو ان کو کیا کہتا تھا اور وہ تو خلقت کے دولہا ہیں۔ تمام عالم ان ہی کے دم کی بہار ہے اور وصال محبوب کا دن عرس کا دن ہے لہذا یہ دن عرس کہلایا عرس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ ہر سال تاریخ وفات پر قبر کی زیارت کرنا اور قرآن خوانی وصدقات کا ثواب پہنچانا اس اصل عرس کا ثبوت حدیث پاک اور اقوال فقہاء سے ہے۔ شامی جلد اول باب زیارت القبور میں ہے۔

روی ابن ابی شیبة ان النبی ﷺ کان یاتی قبور الشهدآء باحد علی راس کل حول۔

ترجمہ: ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام ہر سال شہدا احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۷۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۱۳ ص ۱۴۲)، (تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ج ۲ ص ۵۱۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

تفسیر کبیر اور تفسیر درمنثور میں ہے۔

عن رسول اللہ علیه السلام انه کان یاتی قبور الشهدآء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفآء الاربعة هکذا کانوا یفعلون۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام سے ثابت ہے کہ آپ ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے اور ان کو سلام فرماتے تھے اور چاروں خلفاء بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

(الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ۴ ص ۶۴۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

شاہ عبدالعزیز صاحب فتاوئ عزیزیہ صفحہ ۴۵ میں فرماتے ہیں۔

دوم آنکہ بہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند وختم کلام اللہ فاتحہ بر شیرینی وطعام نمودہ تقسیم درمیان حاضراں کنند ایں قسم معمول درزمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نہ بود اگر کسے ایں طور کنند پاک نیست بلکہ فائدہ احیاء اموات را حاصل میشود۔ دوسرے یہ کہ بہت سے لوگ جمع ہوں اور ختم قرآن اور کھانے شیرینی پر فاتحہ کر کے حاضرین میں تقسیم کریں یہ قسم حضور علیہ السلام اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں

مروج نہ تھی۔ لیکن اگر کوئی کرے تو حرج نہیں بلکہ زندوں کو مردوں سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ زبدۃ النصائح فی مسائل الذبائح میں شاہ عبدالعزیز صاحب مولوی عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی علیہما الرحمۃ والرضوان کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ایں طعن مبنی است بر جهل به احوال مطعون علیه زیرا که غیر از فرائض شرعیه مقرره را هیچ کس فرض نمی داند آرے تبرک بقبور وامداد ایشاں بایصال ثواب وتلاوت قرآن ودعائے خیر وتقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب است باجماع علماء وتعیین روز عرس برائے آں است که آں روز ذکر انتقال ایشاں می باشد از دار العمل بدار الثواب والا هر روز که ایں عمل واقع شود موجب فلاح ونجات است۔

یہ طعن لوگوں کے حالات سے خبردار نہ ہونے کی وجہ سے ہے کوئی شخص بھی شریعت کے مقرر کردہ فرائض کے سواء کو فرض نہیں جانتا ہاں صالحین کی قبروں سے برکت لینا اور ایصال ثواب اور تلاوت قرآن اور تقسیم شیرینی وطعام سے ان کی مدد کرنا اجماع علماء سے اچھا ہے عرس کا دن اس لئے مقرر ہے کہ وہ دن ان کی وفات کو یاد دلاتا ہے۔ ورنہ جس دن بھی یہ کام کیا جاوے اچھا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی مکتوب ۱۸۲ میں مولانا جلال الدین کو لکھتے ہیں۔ ''اعراس پیراں بسماع دصفائی جاری دارند'' پیروں کا عرس پیروں کے طریقہ سے قوالی اور صفائی کے ساتھ جاری رکھیں۔ مولوی رشید احمد واشرف علی صاحبان کے پیر وحاجی امداد اللہ صاحب اپنے فیصلہ ہفت مسئلہ میں عرس کے جواز پر بہت زور دیتے ہیں خود اپنا عمل یوں بیان فرماتے ہیں ''فقیر کا مشرب اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر ومرشد کی روح مبارک پر ایصال ثواب کرتا ہوں اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہو تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔

مولوی رشید احمد صاحب بھی اصل عرس کو جائز مانتے ہیں چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۲ میں فرماتے ہیں۔ بہت سے اشیاء ہیں کہ اول مباح تھیں پھر کسی وقت منع ہو گئیں۔ مجلس عرس ومولود بھی ایسا ہی ہے اہل عرب سے معلوم ہوا کہ عرب شریف کے لوگ حضرت سید احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس بہت دھوم دھام سے کرتے ہیں خاص کر علماء مدینہ منورہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا عرس کرتے رہے۔ جن کا مزار مقدس احد پہاڑ پر ہے۔ غرضکہ دنیا بھر کے مسلمان علماء وصالحین خصوصاً اہل مدینہ عرس پر کاربند ہیں اور جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے۔ عقل بھی چاہتی ہے کہ عرس بزرگان عمدہ چیز ہو اولاً تو اس لئے کہ عرس زیارت قبور اور صدقہ خیرات کا مجموعہ ہے زیارت قبور بھی سنت، صدقہ بھی سنت تو دو سنتوں کا مجموعہ حرام کیونکر ہو سکتا ہے؟ مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور میں ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ہم نے تم کو زیارت قبور سے منع فرمایا تھا۔ الا فـزوروها اب ضرور زیارت کیا کرو۔ اس سے ہر طرح زیارت قبور کا جواز معلوم ہو خواہ روزانہ ہو یا سال کے بعد اور خواہ تنہا زیارت کی جاوے یا کہ جمع ہو کر اب اپنی طرف سے اس میں قیود لگانا کہ مجمع کے ساتھ زیارت کرنا منع ہے سال کے بعد مقرر کر کے زیارۃ کرنا منع ہے محض لغو ہے معین کر کے ہو یا بغیر معین کئے ہر طرح جائز ہے۔ دوم اس لئے کہ عرس کی تاریخ مقرر ہونے سے لوگوں کو جمع ہونے میں آسانی ہوتی ہے اور لوگ جمع ہو کر قرآن خوانی کلمہ طیبہ درود پاک وغیرہ پڑھتے ہیں، بہت سی برکات جمع ہوتی ہیں۔ تیسرے اس لئے کہ ایک پیر کے مریدین اس تاریخ میں اپنے پیر بھائیوں سے بلا تکلف مل لیتے ہیں جس سے ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت ہوتی ہے اور آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ چوتھے اس لئے کہ طالبان کو پیر تلاش کرنے میں آسانی ہے اگر کسی عرس میں پہنچے تو وہاں مختلف جگہ کے بزرگان دین جمع ہوتے ہیں علماء وصوفیاء کا مجمع ہوتا ہے سب کو دیکھ کر جس سے عقیدت ہو اس سے بیعت کر لے۔ آخر حج اور زیارت مدینہ منورہ بھی تاریخ مقررہ میں ہی ہوتے ہیں اس میں بھی گزشتہ فوائد ملحوظ ہیں۔ ہم نے دیوبندی اکابر کی قبریں دیکھی ہیں نہ وہاں رونق، نہ کوئی فاتحہ خواں، نہ ان کو ایصال ثواب، نہ کسی کو ان سے اور نہ کسی سے ان کو فیوض، امور خیر بند کرنے کی یہ برکات ہیں۔

دوسرا باب

مسئلہ عرس پر اعتراضات وجوابات میں

اعتراض (۱)......:۔ جس کو تم بعد موت ولی سمجھتے ہو اس کا عرس کرتے ہو تم کو کیا معلوم کہ یہ ولی ہے کسی کے خاتمہ پر یقین نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مسلمان مرا یا بے دین۔ پھر کسی مردے کی ولایت کیونکر معلوم ہو سکتی ہے؟ بڑے بڑے صالح کافر ہو کر مرتے ہیں۔

جواب:۔ زندگی کے ظاہری احکام بعد موت جاری ہوتے ہیں اور زندگی میں مسلمان تھا بعد موت بھی اس کو مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ، کفن دفن، میراث کی تقسیم وغیرہ کی جاوے گی اور جو زندگی میں کافر تھا بعد موت نہ اس کی نماز جنازہ ہوگی، نہ گور کفن، نہ تقسیم میراث، شریعت کا حکم ظاہر پر ہوتا ہے فقط احتمال معتبر نہیں۔ اسی طرح جو زندگی میں ولی ہو وہ بعد وفات بھی ولی ہے اگر محض احتمال پر احکام جاری ہوں تو کفار کی نماز جنازہ پڑھ لیا کرو شاید مسلمان ہو کر مرا ہو۔ اور مسلمان کو بے جنازہ پڑھے آگ میں جلا دیا کرو کہ شاید کافر ہو کر مرا ہو۔ نیز مشکوۃ کتاب الجنائز باب المشی بالجنازہ میں بروایت مسلم و بخاری ہے کہ حضور علیہ السلام کے سامنے ایک جنازہ گزرا جس کی لوگوں نے تعریف کی فرمایا وجبت واجب ہوگئی۔ دوسرا جنازہ گزرا جس کی لوگوں نے برائی کی فرمایا وجبت واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا واجب ہوئی؟ فرمایا پہلے کے لئے جنت اور دوسرے کے لئے دوزخ پھر فرمایا انتم شھدآء اللہ فی الارض تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الجنائز باب المشی بالجنازۃ الفصل الاول ص ۱۴۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

جس سے معلوم ہوا کہ عامۃ المسلمین جس کو ولی سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی ولی ہے مسلمانوں کے منہ سے وہ ہی بات نکلتی ہے جو اللہ کے یہاں ہوتی ہے اسی طرح جس کو مسلمان ثواب جانیں حلال جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی باعث ثواب اور حلال ہے کیونکہ مسلمان اللہ کے گواہ ہیں اسی کی حدیث نے تصریح فرمائی۔ ماراہ المومنون حسنا فھو عنداللہ حسن قرآن فرماتا ہے۔

و کذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شھدآء علی الناس۔

ترجمہ: ہم نے تم کو امت عادلہ بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۴۳)

مسلمان قیامت میں بھی گواہ اور دنیا میں بھی۔ رب تعالیٰ نے قرآن کریم کی حقانیت اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت کے ثبوت میں حضرت عبداللہ ابن سلام و دیگر بزرگوں کی گواہی پیش فرمائی۔ کہ فرمایا و شھد شاھد من بنی اسرائیل علی مثلہ (پارہ ۲۶ سورہ ۴۶ آیت نمبر ۱۰) اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا۔ جب صالح مومنین کی گواہی سے نبوت ثابت کی جا سکتی ہے تو ولایت بدرجہ اولیٰ ثابت ہو سکتی ہے اور جب اس گواہی سے سارے قرآن پاک کا ثبوت ہو سکتا ہے تو کسی شرعی مسئلہ کا ثبوت بدرجہ اولیٰ ہوگا؟

نوٹ ضروری:۔ یہ سوال مکہ مکرمہ میں حرم شریف کے نجدی امام نے کیا تھا۔ ایک مجمع کے سامنے اس کا میں نے یہ ہی جواب دیا تھا۔ جس پر اس نے کہا کہ یہ صحابہ کرام کے لئے تھا کہ وہ جس کے متعلق جو گواہی دیں ویسا ہی ہو جائے کیونکہ وہاں فرمایا ہے۔ انتم ہم اس خطاب میں داخل نہیں۔ کیونکہ ہم اس وقت موجود نہ تھے۔ میں نے کہا اسی مشکوۃ میں اسی جگہ ہے وفی روایتہ المومنون شھدآء اللہ فی الارض (مشکوۃ المصابیح کتاب الجنائز باب المشی بالجنازۃ الفصل الاول ص ۱۴۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) ایک روایت میں ہے کہ مسلمان اللہ کے گواہ ہیں زمین میں۔ اس میں انتم نہیں۔ و نیز قرآن میں سارے احکام خطاب کے صیغہ سے آئے اقیموا الصلوٰۃ واتو الزکوۃ وغیرہ اور

ہم قرآن کے نزول کے وقت نہ تھے لہذا ہم ان احکام سے بری ہیں۔ یہ سب امور صرف صحابہ کرام کے لئے تھے قرآن وحدیث کے خطابات قیامت تک کے مسلمانوں کو شامل ہوتے ہیں۔ الحمدللہ کہ امام صاحب کو اس جواب پر غصہ تو آ گیا مگر جواب نہ آیا۔

اعتراض (۲)......:۔ حدیث شریف میں ہے۔ لاتتخذوا قبری عیداً میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ جس سے معلوم ہوا کہ قبروں پر لوگوں کا اجتماع کرنا۔ میلہ لگانا منع ہے کیونکہ عید سے مراد میلا ہے اور عرس میں اجتماع ہوتا ہے میلہ لگتا ہے لہذا حرام ہے۔

جواب:۔ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ عید سے مراد ہے لوگوں کا جمع ہونا۔ اور حدیث کے معنی ہیں کہ میری قبر پر جمع نہ ہو تنہا آیا کرو۔ عید کے دن خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ مکانات کی زینت و آراستگی ہوتی ہے۔ کھیل کود بھی ہوتے ہیں۔ یہ ہی اس جگہ مراد ہے یعنی ہماری قبر انور پر حاضر ہو تو باادب آؤ۔ یہاں آ کر شور نہ مچاؤ۔ کھیل کود نہ کرو۔ اگر قبر پر جمع ہونا منع ہے تو آج مدینہ منورہ کی طرف قافلے بھی جاتے ہیں اللھم ارزقنا بعد نماز پنج گانہ لوگ جمع ہو کر سلام عرض کرتے ہیں۔ حاجی امداداللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں بحث عرس میں فرماتے ہیں۔ لاتتخذوا قبری عیدا اس کے صحیح معنے یہ ہیں کہ قبر پر میلہ لگانا اور خوشیاں اور زینت و آراستگی دھوم دھام کا اہتمام یہ ممنوع ہے اور یہ معنی نہیں کہ کسی قبر پر جمع ہونا منع ہے ورنہ مدینہ طیبہ قافلوں کا جانا واسطے زیارت روضہ اقدس کے بھی منع ہوتا وھذا باطل پس حق یہ ہے کہ زیارت مقابر انفراداً و اجتماعاً دونوں طرح جائز ہے یا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم ہماری قبر پر جلد جلد آیا کرو مثل عید کے سال بھر کے بعد ہی نہ آیا کرو۔

اعتراض (۳)......:۔ عام عرسوں میں عورتوں، مردوں کا اختلاط ہوتا ہے ناچ رنگ ہوتے ہیں، قوالی گائی ہے غرضکہ عرس بزرگان صدہا محرمات کا مجموعہ ہے اس لئے یہ حرام ہے۔

جواب:۔ اس کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ کسی مسنون یا جائز کام میں حرام چیزوں کے مل جانے سے اصل حلال کام حرام نہیں ہو جاتا بلکہ حرام تو حرام رہتا ہے اور حلال حلال۔ شامی بحث زیارت قبور کتاب الجنائز میں ہے۔

ولا تترك لما يحصل عندها من منكرات و مفاسد كاختلاط الرجال بالنسآء وغيرها لان القربات لاتترك لمثل ذلك بل على الانسان فعلها وانكار البدع قلت ويوبده مامر من عدم ترك اتباع الجنازة وان كان معها نسآء نائحات۔

ترجمہ: زیارت قبور اس لئے نہ چھوڑ دے کہ وہاں ناجائز کام ہوتے ہیں جیسے کہ عورت مرد کا خلط کیونکہ ان جیسی ناجائز باتوں سے مستحبات نہیں چھوڑے جاتے بلکہ انسان پر ضروری ہے کہ زیارات قبور کرے اور بدعت کو روکے اس کی تائید وہ گذشتہ مسئلہ کرتا ہے کہ جنازے کے ساتھ جانا نہ چھوڑے اگرچہ اس کے ساتھ نوحہ کرنے والیاں ہوں۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور ج المطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

فتح مکہ سے پہلے خانہ کعبہ میں بت تھے اور کوہ صفا و مروہ پر بھی بت تھے مگر بتوں کی وجہ سے مسلمانوں نے نہ تو طواف چھوڑا اور نہ عمرہ، ہاں جب اللہ نے قدرت دی تو بتوں کو مٹا دیا آج بازاروں میں ریل کے سفروں اور دنیاوی جلسوں میں عورتوں مردوں کا اختلاط ہوتا ہے خود حاجیوں کے جہازوں میں بعض وقت طواف منی مزدلفہ میں اختلاط مرد و زن ہو جاتا ہے مگر ان کی وجہ سے اصل شئی کو کوئی منع نہیں کرتا دینی مدارس میں بھی اکثر اوقات بے احتیاطیاں ہو جاتی ہیں مگر ان کی وجہ سے نفس مدرسہ حرام نہیں۔ اسی طرح عرس ہے کہ عورتوں کا وہاں جانا حرام ہے ناچ رنگ حرام ہیں۔ لیکن ان کی وجہ سے اصل عرس کیوں حرام ہو۔ بلکہ وہاں جا کر ان جیسی ناجائز رسموں کو روکو، لوگوں کو سمجھاؤ۔ دیکھو جب ابن قیس منافق نے عرض کیا تھا کہ مجھے غزوہ تبوک میں شریک نہ فرمایئے کہ روم و شام کی عورتیں خوبصورت ہیں اور میں عورتوں کا شیدائی ہوں۔ مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے مگر قرآن کریم نے اس عذر کی تردید یوں فرمائی کہ **الا فی الفتنة سقطوا وان جهنم**

لمحیطة بالکفرین (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۴۹) اس عذر کو رب نے کفر اور ذریعہ جہنم بتایا۔ دیکھو تفسیر کبیر و روح البیان۔ یہ ہی عذر آج دیوبندی محض رو کنے کے لئے کرتے ہیں۔

آج بیاہ شادی میں صدہا حرام رسمیں ہوتی ہیں جس سے مسلمان تباہ بھی ہوتے ہیں اور گنہگار بھی لیکن ان رسوم کی وجہ سے کوئی نکاح کو حرام کہہ کر بند نہیں کرتا۔

قوالی جو آج کل عام طور پر مروج ہے۔ جس میں گندے مضامین کے اشعار گائے جاتے ہیں اور فاسق اور امردوں کا اجتماع ہوتا ہے اور محض آواز پر رقص ہوتا ہے۔ یہ واقعی حرام ہے لیکن اگر کسی جگہ تمام شرائط سے قوالی ہو گانے والے اور سننے والے اہل ہوں تو اس کو حرام نہیں کہہ سکتے۔ بڑے بڑے صوفیائے کرام نے خاص قوالی کو اہل کے لئے جائز فرمایا اور نااہل کو حرام۔ اس کی اصل وہ حدیث ہے جو مشکوۃ کتاب المناقب عمر میں ہے کہ حضور علیہ السلام کے سامنے ایک لونڈی دف بجا رہی تھی۔ صدیق اکبر آئے تو وہ بجاتی رہی۔ عثمان غنی آئے بجاتی رہی مگر جب فاروق اعظم آئے رضی اللہ عنہم اجمعین تو دف کو اپنے نیچے ڈال کر بیٹھ گئی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! تم سے شیطان خوف کرتا ہے سوال یہ ہے کہ یہ دف بجانا شیطانی کام تھا یا کہ نہیں۔ اگر تھا تو کیا حضور علیہ السلام اور صدیق اکبر و عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے شیطان نے خوف نہ کیا اور اس میں خود حضور علیہ السلام کے اس فرمان کے کیا معنی ہیں؟ جواب وہ ہی ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے آنے سے قبل یہ ہی کام شیطانی نہ تھا ہوتا رہا۔ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے آتے ہی شیطانی بن گیا بند ہو گیا۔ اسی لئے صوفیا کرام نے اس پر چھ شرطیں لگائی ہیں ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مجلس میں کوئی غیر اہل نہ ہو۔ ورنہ شیطان کی اس میں شرکت ہوگی۔ جیسے کہ مجلس طعام میں اگر کوئی شخص بغیر بسم اللہ کے کھانا شروع کر دے تو شیطان بھی اس میں شریک ہو جاتا ہے اس سے لازم یہ نہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا درجہ کچھ کم ہے بلکہ صحابہ کرام کے مشرب علیحدہ علیحدہ ہیں بعض پر اتباع غالب بعض پر جذبہ محبت غالب اس لئے اثرات مختلف تھے اگر کوئی غوث یا قطب بغیر بسم اللہ کھانے میں شرکت کریں تو ان میں شیطان کی شرکت ہو جاتی ہے اس سے اس غوث کی توہین نہیں ہوتی۔

شامی جلد پنجم کتاب الکراہیت فصل فی اللبس سے کچھ قبل ہے۔

الہ اللھو لیست بحرمتہ لعینھا بل بقصد اللھو منھا الا تری ان ضرب تلک الالتہ بعینھا احل تارۃ وحرم اخری وفیہ دلیل لساداتنا الصوفیة الذین یقصدون بسماعھا امور اھم اعلم بھا فلا یبادر المعترض بالانکار کی لایحرم برکتھم فانھم السادۃ الاخیار۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

تفسیرات احمدیہ پارہ ۲۱ سورہ لقمان زیر آیت ۶ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث (پارہ ۲۱ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۶) میں اس قوالی کی بہت تحقیق فرمائی۔ آخر فیصلہ یہ فرمایا کہ قوالی اہل کے لئے حلال ہے اور نااہل کو حرام۔ پھر فرماتے ہیں۔

وبہ ناخذ لانا شھدنا انہ شآء من قوم کانوا عارفین ومحبین لرسول اللہ و کانوا معدورین لغلبتہ الحال ویستکثرون السماع للغناء و کانوا یحسبون ذلک عبادۃ اعظم وجھادا اکبر فیحل لھم خاصتہ انتھی ملخصاً۔

(التفسیرات الاحمدیہ ص ۶۰۴ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں بحث عرس قوالی کے متعلق فرماتے ہیں محققین کا قول یہ ہے اگر شرائط جواز جمع ہوں اور عوارض مانع مرتفع ہو جاویں تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔ مولوی رشید احمد صاحب فتاویٰ رشیدیہ جلد کتاب الحظر والاباحۃ صفحہ ۶۱ پر فرماتے ہیں۔ بلا مزامیر راگ کا سننا جائز ہے۔ اگر گانے والا محل فساد نہ ہو اور مضمون کا خلاف شرع نہ ہو اور موافق موسیقی کے ہونا کچھ حرج نہیں۔ خلاصہ

کلام یہ ہوا کہ قوالی اہل کے لئے شرائط کے ساتھ جائز ہے اور بلا شرائط اور نا اہل کے لئے حرام ہے۔ قوالی کی شرائط علامہ شامی نے اسی کتاب الکراہیۃ میں چھ بیان فرمائے ہیں مجلس میں کوئی امرد، بے داڑھی کا لڑکا نہ ہو۔ اور ساری جماعت اہل کی ہو اس میں کوئی نا اہل نہ ہو قوال کی نیت خالص ہو اجرت لینے کی نہ ہو۔ لوگ بھی کھانے اور لذت لینے کی نیت سے جمع نہ ہوں۔ بغیر غلبہ کے وجد میں کھڑے نہ ہوں۔ اشعار خلاف شرع نہ ہوں۔ اور قوالی کا اہل وہ ہے کہ اس کو وجد کی حالت میں اگر کوئی تلوا مارے تو خبر نہ ہو۔ بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ اہل وہ ہے کہ اگر سات روز تک اس کو کھانا نہ دیا جاوے۔ پھر ایک طرف کھانا ہو اور دوسری طرف گانا تو کھانا چھوڑ کر گانا اختیار کرے۔ ہماری اس گفتگو کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آج کی عام قوالیاں حلال ہیں یا عام لوگ قوالی سنیں بلکہ ہم نے بہت سے مخالفین کو سنا کہ وہ اکابر صوفیائے عظام کو محض قوالی کی بنا پر گالیاں دیتے ہیں اور قوالی کو مثل زنا کے حرام کہتے ہیں اس لئے عرض کرنا پڑا کہ خود قوالی نہ سنو مگر اولیاء اللہ جن سے سماع ثابت ہے ان کو برا نہ کہو۔ قوالی ایک درد کی دوا ہے جس کو درد ہو وہ پیئے جس کو نہ ہو وہ نہ پیئے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نہ ایں کار می کنم و نہ انکار می کنم۔ میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے خود سنا کہ حدیث میں چونکہ گانے کی برائیاں آگئیں۔ لہذا اس کے مقابل خواجہ اجمیری و امام غزالی کے قول کا اعتبار نہیں یہ سب فاسق تھے۔ معاذ اللہ ان کلمات سے دکھ پہنچا۔ مختصر یہ مسئلہ لکھ دیا۔

اعتراض (۴)......: اگر یہ قاعدہ صحیح ہے کہ حلال کام میں حرام مل جانے سے حلال حرام نہیں بن جاتا تو تعزیہ داری بت پرستوں کے میلے، کھیل تماشے، سینما تھیٹر وغیرہ سب جائز ہوئے کہ ان میں کوئی نہ کوئی کام جائز بھی ہوتا ہی ہے وہاں بھی یہ ہی کہو کہ یہ مجمع حرام نہیں بلکہ ان میں جو برے کام ہیں وہ حرام ہیں جو جائز ہیں وہ حلال نیز فقہاء فرماتے ہیں کہ جس ولیمہ میں ناچ رنگ دستر خوان پر ہو وہاں جانا منع ہے حالانکہ قبول دعوت سنت مگر حرام کام ملنے سے حرام ہوگئی۔ اسی طرح عرس بھی ہے مخالفین یہ انتہائی اعتراض ہے۔

جواب:۔ ایک تو ہے حرام کا فعل حلال میں شامل ہونا۔ ایک ہے اس میں داخل ہونا جہاں فعل حرام اس کا جز بن جاوے کہ اس کے بغیر وہ کام ہوتا ہی نہ ہو اور اگر ہوتا ہو تو اس کا یہ نام نہ ہو۔ اس صورت میں حرام کام حلال کو بھی حرام کر دے گا۔ اگر فعل حرام اس طرح ہو کر جز میں داخل نہ ہو گیا ہو بلکہ کبھی اس میں ہوتا ہو اور کبھی نہیں جس کو خلط کہتے ہیں۔ تو یہ حرام اصل حلال کو حرام نہ کر دے گا جیسے کہ پیشاب کپڑے میں لگ گیا اور پانی میں پڑ گیا۔ کپڑے کا جز نہ بنا۔ پانی کا جز بن گیا۔ تو احکام میں بہت فرق پڑ گیا، نکاح سفر، بازار وغیرہ میں محرمات شامل ہو جاتا ہیں مگر ان کا جز نہیں سمجھے جاتے کہ ان کے بغیر اس کو نکاح ہی نہ کہا جاوے اور تعزیہ داری میں اسراف باجے ناجائز میلے اس طرح جز بن کر داخل ہوئے کہ کوئی تعزیہ داری وغیرہ اس سے خالی نہیں ہوتی اور اگر خالی ہو تو اس کو تعزیہ داری نہیں کہتے اگر کوئی شخص کربلا معلیٰ کا نقشہ بنا کر گھر میں رکھ لے نہ تو زمین میں دفن کرے نہ یہ محرمات ہوں تو جائز ہے کیونکہ غیر جاندار کی تصویر بنانا مباح ہے۔ الحمد للہ کہ عرس میں ناچ گانا وغیرہ داخل نہیں ہوا بہت سے عرس ان محرمات سے خالی ہوتے ہیں اور ان کو عرس ہی کہا جاتا۔ سرہند شریف میں مجدد الف ثانی صاحب رضی اللہ عنہ کا عرس بالکل محرمات سے خالی ہوتا ہے عام طور پر لوگ حضرت آمنہ خاتون، سیدنا عبد اللہ، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم کا عرس کرتے ہیں۔ صرف مجلس وعظ اور تقسیم طعام شیرینی ہوتی ہے۔ نیز ہر دعوت قبول کرنا سنت نہیں، نابالغ بچہ کی دعوت۔ اہل میت کی مروجہ دعوت اغنیاء کو جس کے یہاں صرف حرام کا ہی مال ہو اس کی دعوت قبول کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح جس ولیمہ میں ناچ و رنگ خاص دستر خوان پر ہو اس کا قبول کرنا منع ہے۔ بخلاف زیارت قبور کے وہ بہر حال سنت ہے لہذا حرام کام کے اختلاط سے دعوت تو سنت ہی نہ بنی اور زیارت قبور چونکہ مطلقاً سنت تھی وہ حرام نہ ہوئی۔ جیسے کہ شرکت دفن بہر حال سنت ہے تو اگر وہاں محرمات ہوں تو اس سے یہ سنت حرام نہ ہوگی بہت باریک فرق ہے خیال رکھنا چاہیے۔

بحث زیارت قبور کے لئے سفر کرنا

عرس بزرگان اور زیارت قبور کے لئے سفر کرنا بھی جائز اور باعث ثواب ہے دیوبندی وغیرہ اس کو بھی حرام کہتے ہیں۔ اس لئے اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں پہلے باب میں جواز کا ثبوت اور دوسرے میں اس پر اعتراضات وجوابات۔

پہلا باب

سفر عرس کے بارے میں

سفر کا حکم اس کے مقصد کی طرح ہے یعنی حرام کام کے لئے سفر کرنا حرام۔ جائز کے لئے جائز اور سنت کے لئے سنت۔ فرض کے لئے فرض۔ حج فرض کے لئے سفر بھی فرض۔ کبھی جہاد و تجارت کے لئے سفر سنت ہے۔ کیونکہ یہ کام خود سنت ہیں۔ روضہ مصطفیٰ علیہ السلام کی زیارت کے لئے سفر واجب ہے کیونکہ یہ زیارت واجب دوستوں کی ملاقات۔ شادی ختنہ میں اہل قرابت کی شرکت۔ اطباء سے علاج کرانے کے لئے سفر کرنا جائز کیونکہ یہ چیزیں خود جائز ہیں چوری ڈکیتی کے لئے سفر حرام۔ کیونکہ یہ کام خود حرام ہیں۔ غرضکہ سفر کا حکم معلوم کرنا ہو تو اس کے مقصد کا حکم دیکھ لو۔ عرس خاص زیارت قبر کا نام ہے اور زیارت قبر تو سنت ہے لہذا اس کے لئے سفر بھی سنت ہی میں شمار ہوگا۔ قرآن کریم میں بہت سفر ثابت ہیں۔

ومن یخرج من بیته مهاجراً الی الله ورسوله ثم یدرکه الموت فقد وقع اجره علی الله۔

ترجمہ: جو شخص اپنے گھر سے ہجرت کے لئے اللہ اور رسول کی طرف نکل گیا پھر اس کو موت آ گئی تو اس کا اجر عند اللہ ثابت ہو گیا۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۰۰)

سفر ہجرت ثابت ہوا **لایلف قریش ایلافهم رحلة الشتآء والصیف** (پارہ ۳۰ سورہ ۱۰۶ آیت نمبر ۲) اس لئے کہ قریش کو میل دلایا ان کے جاڑے اور گرمی کے دونوں سفروں میں۔ سفر تجارت ثابت ہوا۔

واذ قال موسیٰ لفتٰه لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین او امضی حقبا۔

ترجمہ: اور یاد کرو جبکہ موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ میں باز نہ رہوں گا جب تک کہ وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملتے ہیں۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۶۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے کے لئے گئے۔ شائخ کی ملاقات کے لئے سفر کرنا ثابت ہوا۔

یبنی اذهبوا فتحسسوا من یوسف واخیه ولا تیئسوا من روح الله۔

ترجمہ: اے میرے بیٹو جاؤ یوسف اور ان کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۸۷)

یعقوب علیہ السلام نے فرزندوں کو تلاش یوسف کے لئے حکم دیا۔ تلاش محبوب کے لئے سفر ثابت ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔

اذهبوا بقمیصی هذا فالقوه علی وجه ابی یات بصیرا۔

ترجمہ: میرا یہ کرتہ لے جاؤ۔ میرے باپ کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۹۳)

علاج کے لئے سفر ثابت ہوا۔

ولما دخلوا علی یوسف اوی الیہ۔

ترجمہ: پھر جب وہ سب یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۶۹)

ملاقات فرزند کے لئے سفر ثابت ہوا۔ فرزندان یعقوب علیہ السلام نے والد ماجد سے عرض کیا۔

فارسل معنا اخانا نکتل وانا لہ لحفظون۔

ترجمہ: ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے ہم غلہ لائیں گے اور ان کی ضرور حفاظت کریں گے۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۶۳)

روزی حاصل کرنے کے لئے سفر ثابت ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔

اذھب الی فرعون انہ طغی۔

ترجمہ: فرعون کی طرف جاؤ کیونکہ وہ سرکش ہوگیا ہے۔

(پارہ ۳۰ سورہ ۷۹ آیت نمبر ۱۷)

تبلیغ کے لئے سفر ثابت ہوا۔ مشکوۃ کتاب العلم میں ہے۔

من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ۔

ترجمہ: جو شخص تلاش علم میں نکلا وہ اللہ کی راہ میں ہے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الاول ص ۳۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حدیث میں ہے۔

اطلبوا العلم ولو کان بالصین۔

ترجمہ: علم طلب کرو اگرچہ چین میں ہو۔

(جامع الصغیر ج ۱ ص ۷۲ رقم الحدیث ۱۱۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

کریما میں ہے۔

طلب کردن علم شد بر تو فرض دگر واجب است از پیش قطع ارض

علم کا طلب کرنا تجھ پر فرض ہے اس کے لئے سفر بھی ضروری ہے طلب علم کے لئے سفر ثابت ہوا۔ گلستان میں ہے۔

بر د انـدر جہاں تفـرج کن پیش ازاں روز کز جہاں بردی

جاؤ دنیا کی سیر کرو مرنے سے پہلے۔ سیر کے لئے سفر ثابت ہوا۔ قرآن مجید میں ہے۔

قل سیروا فی الارض ثم انظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین۔

ترجمہ: کفار سے فرمادو کہ زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ کفار کا کیا انجام ہوا۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۱)

جن ملکوں پر عذاب الٰہی آیا ان کو دیکھ کر عبرت پکڑنے کے لئے سفر ثابت ہوا۔

جب اس قدر سفر ثابت ہوئے تو مزارات اولیاء کی زیارت کے لئے سفر کرنا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوا یہ حضرات طبیب روحانی ہیں اور ان کے فیوض مختلف۔ ان کے مزارات پر پہنچنے سے شان الٰہی نظر آتی ہے کہ اللہ والے بعد وفات بھی دنیا پر راج کرتے ہیں اس سے ذوق عبادت پیدا ہوتا ہے ان کے مزارات پر دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ شامی جلد اول بحث زیارت قبور میں ہے۔

وھل تندب الرحلۃ لھا کما اعتید من الرحلۃ الی زیارۃ خلیل الرحمن وزیارۃ السید البدوی لم ار

من صرح به من ائمتنا ومنع منه بعض الائمة الشافعية قياسا على منع الرحلة بغير المساجد الثلث وردہ الغزالی بوضوح الفرق۔

ترجمہ: اور آیا زیارت قبور کے لئے سفر کرنا مستحب ہے جیسے کہ آج کل خلیل الرحمٰن اور سید بدوی علیہ الرحمۃ کی زیارت کے لئے سفر کرنے کا رواج ہے میں نے اپنے آئمہ میں سے کسی کی تصریح نہیں دیکھی بعض شافعی علماء نے منع کیا ہے مسجدوں کے سفر پر قیاس کر کے لیکن امام غزالی نے اس منع کی تردید کر دی فرق واضح فرمادیا۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الجنائز مطلب فی زیارۃ القبور ج ا ص ۶۶۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی جگہ ہے۔

واما الاولیآء فانهم متفاوتون فی القرب الی الله و نفع الزائرین بحسب معارفهم واسرارهم۔

ترجمہ: لیکن اولیاء اللہ تقرب الی اللہ وزائرین کو نفع پہنچانے میں مختلف ہیں بقدر اپنے معروف واسرار کے۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الجنائز مطلب فی زیارۃ القبور ج ا ص ۶۶۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مقدور شامی میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں امام شافعی رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔

انی لاتبرك بابی حنيفة واجیء الی قبره فاذا عرضت لی حاجة صليت ركعتين وسالت الله عند قبره فتقضی سريعا۔

ترجمہ: میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اوران کی قبر پر آتا ہوں اگر مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو دو رکعتیں پڑھتا ہوں اوران کی قبر کے پاس جا کر اللہ سے دعا کرتا ہوں تو جلد حاجت پوری ہوتی ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار مقدمہ ج ا ص ۱۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے چند امور ثابت ہوئے زیارت قبور کے لئے سفر کرنا۔ کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن فلسطین سے بغداد آتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے رضی اللہ عنہ صاحب قبر سے برکت لینا ان کی قبروں کے پاس جا کر دعا کرنا۔ صاحب قبر کو ذریعہ حاجت روائی جاننا۔ نیز زیارات روضہ رسول اللہ ﷺ کے لئے سفر کرنا ضروری ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب الحظر والاباحۃ صفحہ ۵۹ میں ہے۔ زیارت بزرگان کے لئے سفر کر کے جانا علماء اہل سنت میں مختلف ہے بعض درست کہتے ہیں اور بعض ناجائز دونوں اہل سنت کے علماء ہیں۔ مسئلہ مختلفہ ہے اس میں تکرار درست نہیں اور فیصلہ بھی ہم مقلدوں سے محال ہے۔ رشید احمد عفی عنہ۔

اب کسی دیوبندی کو حق نہیں کہ سفر عرس سے کسی کو منع کرے کیونکہ مولوی رشید احمد صاحب تکرار کو منع فرماتے ہیں اور اس کا فیصلہ نہیں فرما سکتے۔ عقل بھی چاہتی ہے کہ یہ سفر زیارت جائز ہو۔ اس لئے کہ ہم عرض کر چکے سفر کی حلت وحرمت اس کے مقصد سے معلوم ہوتی ہے اور سفر کا مقصد تو ہے زیارت قبر۔ اور یہ منع نہیں۔ کیونکہ زیارت قبر کی اجازت مطلقاً ہے۔ الا فزوروھا تو سفر کیوں حرام ہوگا۔ نیز دینی ودنیاوی کاروبار کے لئے سفر کیا ہی جاتا ہے۔ یہ بھی ایک دینی کام کے لئے سفر ہے یہ کیوں حرام ہو؟

دوسرا باب

سفر عرس پر اعتراضات وجوابات میں

اعتراض (۱)......: مشکوۃ باب المساجد میں ہے۔

لاتشد الرجال الا الی ثلث مسجد مسجد الحرام والمسجد الا قصٰی ومسجدی هذا۔

ترجمہ: تین مسجدوں کے سواء اور کسی طرف کا سفر نہ کیا جاوے۔ مسجد بیت اللہ۔ مسجد بیت المقدس اور میری یہ مسجد۔
(صحیح البخاری کتاب الجمعۃ باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ المدینہ ج ا ص ۳۹۸ رقم الحدیث ۱۱۳۲ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب الحج باب لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد ج ۲ ص ۱۰۱۴ رقم الحدیث ۱۳۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سوائے ان تین مسجدوں کے اور کسی طرف سفر جائز نہیں اور زیارت قبور بھی ان تینوں کے سواء ہے۔

جواب:۔ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ ان تین مسجدوں میں نماز کا ثواب زیادہ ملتا ہے چنانچہ مسجد بیت الحرام میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ کے برابر۔ بیت المقدس اور مدینہ پاک کی مسجد میں ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار کے برابر۔ لہذا ان مساجد میں یہ نیت کر کے دور سے آنا چونکہ فائدہ مند ہے جائز ہے لیکن کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنا یہ سمجھ کر کہ وہاں ثواب زیادہ ملتا ہے محض لغو ہے اور نا جائز کیونکہ ہر جگہ کی مسجد میں ثواب یکساں ہے جیسے بعض لوگ دہلی کی جامع مسجد میں جمعۃ الوداع پڑھنے کے لئے سفر کر کے جاتے ہیں۔ یہ سمجھ کر وہاں ثواب زیادہ ہوتا ہے یہ نا جائز ہے تو سفر کرنا کسی مسجد کی طرف اور پھر زیادتی ثواب کی نیت سے منع ہوا۔ اگر حدیث کی یہ توجیہ نہ کی جاوے تو ہم پہلے باب میں بہت سے سفر قرآن سے ثابت کر چکے ہیں وہ سب حرام ہو نگے۔ آج تجارت کے لئے علم دین کے لئے دنیاوی کاموں کے لئے صدہا قسم کے سفر کرتے ہیں۔ وہ سب حرام ٹھہریں گے۔ چنانچہ اس حدیث کی شرح میں اشعۃ اللمعات میں ہے۔

وبعضے از علماء گفتہ اند کہ سخن در مساجد است یعنی در مسجدے دیگر جز ایں مساجد سفر جائز نہ باشد واما مواضع دیگر جز مساجد خارج از مفہوم ایں کلام است۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہاں کلام مسجدوں کے بارے میں ہے یعنی ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کی طرف سفر جائز نہیں مسجد کے علاوہ اور مقامات وہ اس کلام کے مفہوم سے خارج ہیں۔

(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۳۲۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

مرقات شرح مشکوۃ میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

فی الشرح المسلم للنووی قال ابو محمد یحرم شد الرحال الی غیر الثلثة وھو غلط وفی الاحیاء ذھب بعض العلمآء الی الاستدلال علی المنع من الرحلة لزیارة المشاھد وقبور العلمآء و الصلحین وما تبین الی ان الامر لیس کذالك بل الزیادة مامور بھا الخبر الا فزوروھا انما وردنھیا عن الشد بغیر الثلثة من المسجد لتما ثلھا واما المشاھد فلا تساوی بل برکة زیارتھا علی قدر درجاتھم عنداللہ ھل یمنع ذلك القائل عن شد الرجال بقبور الانبیآء کا براھیم وموسی ویحیی والمنع من ذلك فی غایة الاحالة والاولیآء فی معناھم فلا یبعد ان یکون ذلك من اغراض الرحلة کما ان زیارة العلمآء فی الحیوة۔

ترجمہ: نووی کی شرح مسلم میں ہے کہ ابو محمد نے فرمایا کہ سواء ان تین مساجد کے اور طرف سفر کرنا حرام ہے مگر یہ محض غلط ہے احیاء العلوم میں ہے کہ بعض علماء متبرک مقامات اور قبور علماء کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو منع کرتے ہیں جو مجھ کو تحقیق ہوئی وہ ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ زیارت قبور کا حکم ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے کہ الا فزوروھا ان تین مساجد کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف سفر کرنے سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے کہ تمام مسجدیں یکساں ہیں لیکن مقامات متبرکہ یہ برابر نہیں بلکہ ان کی برکات بقدر درجات ہیں کیا یہ مانع انبیائے کرام کی قبور کے سفر سے بھی منع کرے گا جیسے حضرت ابراہیم وموسیٰ ویحییٰ علیہم السلام اس سے منع کرنا سخت دشوار ہے اور اولیاء اللہ بھی انبیاء کے حکم میں ہیں پس کیا بعید ہے کہ ان کی طرف سفر کرنے میں بھی کوئی خاص غرض ہو۔ جیسا کہ علماء کی زندگی میں ان کی زیارت کرنا۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۱۹۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اسی مشکوۃ کتاب الجہاد فی فضائلہ میں ہے۔

لا ترکب البحر الا حاجا او معتمرا او غازیا فان تحت البحر نارا وتحت النار بحرا۔

ترجمہ: دریا میں سوار نہ ہو مگر حاجی یا غازی یا عمرہ کرنے والا کہیے کیا سوائے ان تینوں کے اوروں کو سفر دریا حرام ہے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الجہاد فی فضائلہ الفصل الثانی ص ۳۳۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اعتراض (۲)......:۔ اللہ ہر جگہ ہے اس کی رحمت ہر جگہ پھر کسی چیز کو ڈھونڈنے کے لئے اولیاء کے مزاروں پر سفر کر کے جاتے ہیں دینے والا رب ہے وہ ہر جگہ ہے۔

جواب:۔ اولیاء اللہ رحمت رب کے دروازے ہیں۔ رحمت دروازوں سے ہی ملتی ہے ریل اپنی پوری لائن سے گزرتی ہے اگر اس کو حاصل کرنے کے لئے اسٹیشن پر جانا ہوتا ہے اگر اور جگہ لائن پر کھڑے ہو گئے تو ریل گزر یگی تو سہی مگر تم کو نہ ملے گی۔ آج دنیاوی مقاصد، نوکری، تجارت وغیرہ کے لئے سفر کیوں کرتے ہو۔ خدا رازق ہے وہ ہر جگہ دے گا۔ طبیب کے پاس بیمار سفر کر کے کیوں آتے ہیں خدا شافی الامراض ہے اور وہ تو ہر جگہ ہے آب و ہوا بدلنے کے لئے پہاڑ اور کشمیر کا سفر کیوں کرتے ہو، وہاں کی آب و ہوا تو تندرستی کو مفید ہو۔ لیکن اولیاء کے مقامات کی آب و ہوا ایمان کو مفید نہ ہو۔ رب نے موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس کیوں بھیجا؟ وہ سب کچھ ان کو یہاں ہی دے سکتا تھا۔ قرآن کریم میں ہے ھنالک دعا زکریا ربہ معلوم ہوا کہ زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہ السلام کے پاس کھڑے ہو کر بچے کے لئے دعا کی یعنی ولیہ کے پاس دعا کرنا باعث قبول ہے۔ معلوم ہوا کہ قبور اولیاء کے پاس دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔

اعتراض (۳)......:۔ جس درخت کے نیچے بیت الرضوان ہوئی تھی لوگوں نے اس کو زیارت گاہ بنالیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے اس کو کٹوا دیا تو قبور اولیاء کو زیارت گاہ بنانا فعل عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے۔

جواب:۔ یہ محض غلط ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو ہرگز نہیں کٹوایا بلکہ وہ اصل درخت قدرتی طور پر لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو گیا تھا۔ اور لوگوں نے اس کے دھوکے میں دوسرے درخت کی زیارت شروع کر دی تھی۔ اس غلطی سے بچانے کے لئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس دوسرے درخت کو کٹوایا۔ اگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تبرکات کی زیارت کے مخالف ہوتے تو حضور علیہ السلام کے بال مبارک تہبند شریف اور قبر انور سب ہی تو زیارت گاہ بنی ہوئی تھیں۔ ان کو کیوں باقی رہنے دیا۔ مسلم جلد دوم کتاب الامارت باب بیان بیعت الرضوان۔ بخاری جلد دوم باب غزوہ الحدیبیہ میں ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

کان ابی ممن بایع رسول اللہ ﷺ عند الشجرۃ قال فانطلقنا فی قابل حآجین فخفی علینا مکانھا۔

ترجمہ: میرے والد بھی ان میں سے ہیں جنہوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے درخت کے پاس بیعت کی تھی انہوں نے فرمایا کہ ہم سال آئندہ حج کے لئے گئے۔ تو اس کی جگہ ہم پر مخفی ہو گئی۔

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب بیان بیعت الرضون تحت الشجرۃ ج ۲ ص ۱۳۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

بخاری میں ہے۔

فلما خرجنا من العام المقبل نسیناھا فلم نقدر علیھا۔

ترجمہ: پس جبکہ ہم سال آئندہ گئے تو اس کو بھول گئے اور اس کو پا نہ سکے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ ۵۹۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

پھر یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اصل درخت کٹوایا۔

بحث کفنی یا الفی لکھنے کا بیان

اس بحث میں دو مسئلے ہیں اولاً تو قبر میں شجرہ یا غلاف کعبہ یا عہد نامہ یا دیگر تبرکات کا رکھنا۔ دوم مردے کے کفن یا پیشانی پر انگلی یا مٹی یا کسی چیز سے عہد نامہ یا کلمہ طیبہ لکھنا۔ یہ دونوں کام جائز اور احادیث صحیحہ اقوال فقہاء سے ثابت ہیں۔ مخالفین اس کے منکر ہیں۔ لہذا اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں پہلے باب میں اس کا ثبوت۔ دوسرے میں اس پر اعتراضات و جوابات۔

پہلا باب

کفنی یا الفی لکھنے کے ثبوت میں

قبر میں بزرگان دین کے تبرکات اور غلاف کعبہ و شجرہ یا عہد نامہ رکھنا مردہ کی بخشش کا وسیلہ ہے قرآن فرماتا ہے **وابتغوا الیہ الوسیلۃ** (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۳۵) یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے فرمایا تھا **اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیراً** (پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۹۳) میری قمیص لے جا کر والد ماجد کے منہ پر ڈال دو وہ انکھیارے ہو جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا لباس شفا بخشتا ہے۔ کیونکہ یہ ابراہیم علیہ السلام کی قمیص تھی۔ تو امید ہے کہ بزرگوں کا نام مردے کی عقل کھول دے اور جوابات یاد آ جائیں۔

مشکوۃ باب غسل المیت میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم زینب بنت رسول علیہ السلام کو غسل دے کر فارغ ہوئے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دی۔ ہم کو حضور علیہ السلام نے اپنا تہبند شریف دیا اور فرمایا کہ اس کو تم کفن کے اندر جسم میت سے متصل رکھ دو۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس کے ماتحت لمعات میں ہے۔

ھذا الحدیث اصل فی التبرک باثار الصلحین ولباسھم کما یفعلہ بعض مریدی المشائخ من لبس اقمصھم فی القبر۔

ترجمہ: یہ حدیث صالحین کی چیزوں اور ان کے کپڑوں سے برکت لینے کی اصل ہے جیسا کہ مشائخ کے بعض مریدین قبر میں مشائخ کے کرتے پہنا دیتے ہیں۔

(لمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح باب غسل المیت فصل اول ج ۴ ص ۳۱۸ مطبوعہ المعارف العلمیہ لاہور)

اسی حدیث کے ماتحت اشعۃ اللمعات شریف میں ہے دریں جا استحباب تبرک است بلباس صالحین و اثار ایشاں بعد از موت در قبر چنانچہ قبل از موت نیز ہمچنیں بودہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ صالحین کے لباس اور ان کے تبرکات سے بعد موت قبر میں بھی برکت لینا مستحب ہے جیسا کہ موت سے پہلے تھا یہ ہی شیخ عبدالحق دہلوی اخبار الاخیار میں اپنے والد ماجد سیف الدین قادری قدس سرہ کے احوال میں فرماتے ہیں۔

چوں وقت رحلت قریب تر آمد فرمودند کہ بعض ابیات و کلمات کہ مناسب معنی عفو

واشعاراور کلمات جو کہ عفو وبخشش کے مناسب ہوں کسی کاغذ پرلکھ کر میرے کفن میں ساتھ رکھ دینا۔

شاہ عبدالعزیز قدس سرہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔

شجرہ در قبر نہادن معمول بزرگان است لیکن ایں رادو طریق است اول اینکہ بر سینہ مردہ درون کفن یا بالا۔ کفن گذارند ایں طریق رافقہاء منع مے کنند وطریق دوم ایں است کہ جانب سر مردہ اندروں قبر طاقچہ بگزار مذدوران کاغذ شجرہ رانہند۔

قبر میں شجرہ رکھنا بزرگان دین کا معمول ہے لیکن اس کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ مردے کے سینہ پر کفن کے اوپر یا نیچے رکھیں اس کو فقہاء منع کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ مردے کے سر کی طرف قبر میں طاقچہ بنا کر شجرہ کا کاغذ اس میں رکھیں۔ مشکوٰۃ باب غسل المیت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام عبداللہ ابن ابی کی قبر پر تشریف لائے جبکہ وہ قبر میں رکھا جا چکا تھا۔ اس کو نکلوایا۔ اس پر اپنا لعاب دہن ڈالا۔ اور اپنی قمیص مبارک اس کو پہنائی۔ بخاری جلد اول کتاب الجنائز باب من اعدالکفن میں ہے کہ ایک دن حضور علیہ السلام تہبند شریف پہنے ہوئے باہر تشریف لائے۔ کسی نے وہ تہبند شریف حضور سے مانگ لیا۔ صحابہ کرام نے اس سے کہا کہ حضور علیہ السلام کو اس وقت تہبند کی ضرورت تھی اور سائل کو رد کرنا عادت کریمہ نہیں تم نے کیوں مانگ لیا۔ انہوں نے کہا۔

واللّٰہ ماسئلتہ لالبسھا انما سئلتہ لتکون کفنی قال سھل فکانت کفنہ۔

ترجمہ: اللہ کی قسم میں نے پہننے کے لئے نہیں لیا ہے میں نے تو اس لئے لیا ہے کہ یہ میرا کفن ہو سہل فرماتے ہیں کہ وہی اس کا کفن ہوا۔

(صحیح البخاری باب من استعد الکفن فی زمن النبی ﷺ فلم ینکر علیہ ج ۱ ص ۴۲۹ رقم الحدیث ۱۲۱۸ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۱۷۷ رقم الحدیث ۳۵۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۳ رقم الحدیث ۲۲۸۷۶ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)

ابو نعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بسند حسن عبداللہ ابن عباس سے روایت کیا کہ سیدنا علی کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد کو حضور علیہ السلام نے اپنی قمیص میں کفن دیا اور کچھ دیر ان کی قبر میں خود لیٹے پھر ان کو دفن کیا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا۔

انی البستھا لتلبس من ثیاب الجنۃ واضطجعت معھا فی قبرھا لاخفف عنھا ضغطۃ القبر۔

ترجمہ: قمیص تو اس لئے پہنائی کہ ان کو جنت کا لباس ملے اور ان کی قبر میں آرام اس لئے فرمایا کہ ان سے تنگی قبر دور ہو۔

(معرفۃ الصحابۃ ج ۱ ص ۸۔۲۷۹ رقم الحدیث ۲۸۸ مطبوعہ مکتبۃ دار مدینہ منورۃ)، (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حاشیہ......☆

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال الرجل واللّٰہ ما سالتہ الا لتکون کفنی یوم اموت قال سھل فکان کفنہ۔ قال قتیبۃ کان سعد بن ابی وقاص۔

ترجمہ: اس آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نے حضور ﷺ سے ایسے نہیں مانگی بلکہ اس لئے مانگی ہے تا کہ جب میں مروں تو یہ میرا کفن بنے حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ واقعی وہی چادر اس شخص کا کفن بنی تھی۔

امام قتیبہ المعروف امام الدینوری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ یہ جلیل القدر صحابی رسول حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔

(طبرانی کبیر ج ۶ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۵۹۹۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۵ ص ۷۰ ارقم الحدیث ۶۲۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ابن عبدالبر نے کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوقت انتقال وصیت فرمائی کہ مجھ کو حضور علیہ السلام نے اپنا ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا وہ میں نے اسی دن کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔ اس قمیص پاک کو میرے کفن کے نیچے رکھ دینا۔

وخذ ذلك الشعر والاظفار فاجعله في فمي وعلى عيني ومواضع السجود مني۔

ترجمہ: اوران مبارک بالوں اور ناخنوں کرلو۔ اوران کو میرے منہ میں اور میری آنکھوں پر اور میرے اعضاء سجدہ پر رکھ دینا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب علی حاشیہ الاصابہ ج۳ ص۳۹۹ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حاکم نے مستدرک میں حمید ابن عبدالرحمٰن رواسی سے نقل کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ مشک تھا وصیت فرمائی مجھ کو اس سے خوشبو دینا اور فرمایا کہ یہ حضور علیہ السلام کی خوشبو کا بچا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر حوالے بھی پیش کئے جاسکتے ہیں۔ اسی پر قناعت کرتا ہوں۔

(المستدرک علی الصحیحین کتاب الجنائز ج۱ ص۳۶۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (نصب الرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ باب الجنائز فصل فی الغسل ج۲ ص۲۵۹ مطبوعہ ریاض سعودی عرب)

زیادہ تحقیقات منظور ہوتو الحرف الحسن مصنفہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مطالعہ کریں۔

میت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ یا کلمہ طیبہ لکھنا۔ اسی طرح عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے۔ خواہ انگلی سے لکھا جاوے یا کسی اور چیز سے۔ امام ترمذی حکیم ابن علی نے نوادر الاصول میں روایت کی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

من كتب هذا الدعاء وجعله بين صدر الميت وكفنه في رقعة لم ينله عذاب القبر ولا يرى منكراً ونكيراً۔

ترجمہ: جو شخص اس دعا کو لکھے اور میت کے سینے اور کفن کے درمیان کسی کاغذ میں لکھ کر رکھے تو اس کو عذاب قبر نہ ہوگا اور نہ منکر نکیر کو دیکھے گا۔

(نوادر الاصول ص۲۱۷ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

فتاویٰ کبریٰ للمکی میں اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا۔

ان هذا الدعآء له اصل وان الفقيه ابن عجيل كان يامره به ثم افتى بجواز كتابته قياساً على كتابة الله في نعم الزكوة۔

ترجمہ: اس دعا کی اصل ہے اور فقیہ ابن عجیل اس کا حکم دیتے تھے اور اس کے لکھنے کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے اس قیاس پر کہ زکوۃ کے اونٹوں پر اللہ لکھا جاتا ہے۔

(فتاویٰ کبریٰ لابن حجر مکی باب الجنائز ج۲ ص۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وہ دعا یہ ہے **لااله الا الله والله اكبر لااله الا الله وحده لا شريك له لااله الا الله له الملك وله الحمد لااله الا الله ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم** الحرف الحسن میں ترمذی سے نقل کیا کہ اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو کوئی عہد نامہ پڑھے تو فرشتہ اسے مہر لگا کر قیامت کے لئے رکھ لے گا۔ جب بندے قبر سے اٹھائے جائیں گے تو فرشتہ وہ نوشتہ ساتھ لا کر نداء کرے گا کہ عہد والے کہاں ہیں؟ ان کو یہ عہد نامہ دیا جاوے گا امام ترمذی نے فرمایا کہ **وعن طاوس انه امر بهذا الكلمت فكتب في كفنه** (الحرف الحسن ص۴ مطبوعہ بریلی شریف) حضرت طاؤس سے مروی ہے کہ انہوں نے حکم دیا تو ان کے کفن میں یہ کلمات لکھے گئے۔ وجیز امام کردری کتاب الاستحسان میں ہے۔

ذکر الامام الصفار لو کتب علی جبھة المیت او علی عمامته او کفنه عھد نامه یرجی ان یغفر اللہ تعالی للمیت ویجعله امنا من عذاب القبر۔

ترجمہ: امام صفار نے فرمایا کہ اگر میت کی پیشانی یا عمامے یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا تو امید ہے کہ خدا میت کی بخشش فرمادے اور عذاب قبر سے امن دے۔

(فتاویٰ بزازیہ علی ھامش فتاویٰ ہندیہ کتاب الاحسان ج ۶ ص ۳۷۹ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

درمختار جلد اول باب الشہید سے کچھ قبل ہے۔

کتب علی جبھة المیت او عمامته او کفنه عھد نامه یرجی ان یغفر اللہ للمیت۔

ترجمہ: میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا تو امید ہے کہ رب تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے۔

(درمختار باب صلوۃ الجنائز ج ۱ ص ۱۲۶ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

درمختار میں اسی جگہ ایک واقعہ نقل فرمایا کہ کسی نے وصیت کی تھی کہ اس کے سینہ یا پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ دی جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ کیا گذری؟ اس نے کہا کہ بعد دفن ملائکہ عذاب آئے مگر جب انہوں نے بسم اللہ لکھی ہوئی دیکھی تو کہا کہ تو عذاب الٰہی سے بچ گیا۔ فتاویٰ بزازیہ میں کتاب الجنایات سے کچھ قبل ہے۔

وذکر الامام الصفار لو کتب علی جبھة المیت او علی عمامته او کفنه عھد نامه یرجی ان یغفر اللہ تعالی للمیت ویجعله امنا من عذاب القبر قال نصیر ھذہ روایة فی تجویز ذلك وقد روی انه کان مکتوبا علی افخاذ افراس فی اصطبل الفاروق حبس فی سبیل اللہ۔

ترجمہ: اگر میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا تو امید ہے کہ اللہ اس کی بخشش کردے اور اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ امام نصیر نے فرمایا کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ لکھنا جائز ہے۔ اور مروی ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اصطبل کے گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا۔ حبس فی سبیل اللہ۔

ان کے علاوہ اور بہت سی روایات فقہیہ پیش کی جاسکتی ہیں مگر ان پہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ زیادہ تحقیق کے لئے الحرف الحسن یا فتاویٰ رضویہ شریف کا مطالعہ کرو۔

عقل بھی چاہتی ہے کہ یہ عہد نامہ وغیرہ لکھنا یا قبر میں رکھنا جائز ہو چند وجوہ سے۔ اولاً تو یہ کہ جب قبر کے اوپر سبز گھاس و پھول کی تسبیح سے میت کو فائدہ پہنچ سکتا ہے تو قبر کے اندر جو تسبیح وغیرہ لکھی ہوئی ہے اس سے فائدہ کیوں نہ پہنچے گا؟ دوم اس لئے کہ قبر کے باہر سے میت کو تلقین کرنے کا حکم ہے کہ اللہ کا نام اس کے کان میں پہنچ جاوے تا کہ اس امتحان میں کامیاب ہو تو وہ ہی اللہ کا نام لکھا ہوا دیکھ کر بھی مردے کو جواب نکیرین یاد آنے کی امید ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی تلقین ہے اور حدیث لقنو اموتکم میں تلقین مطلق ہے ہر طرح درست ہے لکھ کر یا کہہ کر۔ تیسرے اس لئے کہ اللہ والوں کے نام کی برکت سے مصیبت ٹلتی ہے۔ جلی ہوئی آگ بجھتی ہے۔ گھبرایا ہوا دل قرار پاتا ہے۔ رب فرماتا ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۲۸) اللہ کے ذکر سے دل چین میں آتے ہیں۔ تفسیر نیشاپوری وروح البیان سورہ کہف زیر آیت ما یعلمہ الا قلیل اور تفسیر صاوی شریف میں اسی آیت کے ماتحت ہے کہ اصحاب کہف کے نام اتنی جگہ کام آتے ہیں گی ہوئی چیز تلاش کرنا۔ جنگ کے وقت بھاگتے وقت آگ بجھانے کے لئے ایک کاغذ پر لکھ کر آگ میں ڈال دو۔ بچہ کے رونے کے وقت لکھ کر گہوارے میں بچہ کے سر کے نیچے رکھ دیئے جاویں۔ اور کھیتی کے لئے اگر کسی کاغذ پر لکھ کر لکڑی میں لگا کر درمیان کھیت میں کھڑی کردی جاوے۔ اور بخار، دردسر کے لئے حاکم کے پاس جانے کے وقت سیدھی ران پر لکھ کر باندھے مال کی حفاظت کے لئے

دریا میں سوار ہوتے وقت اور قتل سے بچنے کے لئے۔ (از الحروف الحسن وتفسیر خزائن العرفان وجمل) عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اصحاب کہف سات ہیں۔ یملیخا، مکشیلینا، مشلینا، مرنوش، وبرنوش، شاذنوش، مرطوش (روح البیان سورہ کہف آیت مایعلم الا قلیل (پارہ ۱۵ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۲۲) محدثین بھی اسناد صحیح نقل کر کے فرمادیتے ہیں لو قرء ت ھذہ الاسناد علی مجنون لبرء من جنتہ اگر یہ اسناد کسی دیوانے پر پڑھی جائے تو اس کو آرام ہو جاوے اسناد میں کیا ہے بزرگان دین، راویان حدیث کے نام ہی تو ہیں۔ اصحاب بدر کے نام کے وظیفے پڑھے جاتے ہیں۔ تو زندگی میں تو ان بزرگوں کے نام فائدہ مند ہوں۔ اور بعد موت بے کار ہوں یہ نہیں ہو سکتا ضرور ان سے فائدہ ہوگا۔ لہذا میت کے لئے کفن وغیرہ پر ضرور عہد نامہ لکھا جائے۔

دوسرا باب

کفنی لکھنے پر اعتراضات وجوابات

اس مسئلہ پر حسب ذیل اعتراضات ہیں۔

اعتراض (۱)......:۔ وہ ہی پرانا سبق کہ کفنی (الفی) لکھنا بدعت ہے لہذا حرام ہے۔

جواب:۔ ہماری گذشتہ تقریر سے معلوم ہو چکا کہ یہ بدعت نہیں۔ اس کی اصل ثابت ہے اور اگر بدعت بھی ہو۔ تو ہر بدعت حرام نہیں۔ دیکھو ہماری بدعت کی تحقیق۔

اعتراض (۲)......:۔ کفنی کو تلقین سمجھنا غلط ہے کیونکہ اگر مردہ ان پڑھ ہے تو سوالات کے وقت لکھا ہوا کیسے پڑھے گا۔

جواب:۔ بعد موت ہر شخص تحریر پڑھ سکتا ہے۔ جہالت اس عالم میں ہو سکتی ہے وہاں نہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اہل جنت کی زبان عربی ہے (دیکھو شامی کتاب الکراہیت) حالانکہ بہت سے جنتی دنیا میں عربی سے ناواقف ہیں اسی طرح ہر مردے سے عربی میں ملائکہ سوال کرتے ہیں اور وہ عربی سمجھ لیتا ہے۔ رب تعالیٰ نے میثاق کے دن عربی ہی میں سب سے عہد و پیمان لیا تو کیا مرنے کے بعد میت کو کسی مدرسہ میں عربی پڑھائی جاتی ہے؟ نہیں بلکہ خود بخود آجاتی ہے۔ قیامت کے دن سب کو نامہ اعمال لکھے ہوئے دیئے جائیں گے۔ اور جاہل و عالم سب ہی پڑھیں گے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد ہر شخص عربی سمجھتا ہے اور لکھا ہوا پڑھ لیتا ہے لہذا یہ تحریر اس کے لئے مفید ہے۔

اعتراض (۳)......:۔ علامہ شامی نے شامی جلد اول میں باب التشہد کے کچھ عرصہ قبل کفن پر لکھنے کو منع فرمایا۔ اسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحب نے فتاویٰ عزیزیہ میں اس کو منع فرمایا کیونکہ جب میت پھولے پھٹے گی تو اس کے پیپ وخون میں یہ حروف خراب ہوں گے۔ اور ان کی بے ادبی ہوگی۔ لہذا یہ ناجائز ہے (مخالفین عام طور پر یہ ہی سوال کرتے ہیں)۔

جواب:۔ اس کے چند جوابات ہیں اولاً تو یہ کہ دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں دعویٰ تو یہ ہے کہ قبر میں کسی قسم کی تحریر رکھنا جائز نہیں مگر اس دلیل سے معلوم ہوا کہ روشنائی یا مٹی سے لکھ کر کفن میں رکھنا منع ہے اور اگر انگلی سے میت کی پیشانی یا سینے پر کچھ لکھ دیا یا کہ عہد نامہ قبر میں طاقچہ میں رکھ دیا تو جائز۔ اس میں حرفوں کی بے ادبی کا اندیشہ نہیں۔ لہذا یہ اعتراض آپ کے لئے کافی نہیں۔ دوم یہ کہ علامہ شامی نے مطلقاً تحریر کو منع نہ فرمایا۔ اسی مقام پر خود فرماتے ہیں۔

نعم نقل عن بعض المحشين عن فوائد الشرجي ان مما يكتب على جبهة الميت بغير مداد بالاصبع المسبحة بسم الله الرحمن الرحيم وعلى الصدر لا اله الا الله محمد رسول الله وذلك بعد الغسل قبل التكفين۔

ترجمہ: بعض محققین نے فوائد الشرجی سے نقل کیا کہ میت کی پیشانی پر انگلی سے بغیر روشنائی لکھ دیا جاوے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور سینے پر لکھ دیا جاوے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور یہ تحریر غسل کے بعد کفن دینے سے پہلے ہو۔

(درمختار باب صلوٰۃ الجنائز ج ۱ ص ۱۲۶ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

معلوم ہوا کہ تحریر کو مطلقاً منع نہیں فرمایا۔ تیسرے یہ کہ علامہ شامی نے فتاویٰ بزازیہ سے فتویٰ جواز نقل فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اکابر حنفیہ جواز کے قائل ہیں اور فتاویٰ ابن حجر نے فتویٰ حرمت نقل کیا ابن حجر شافعی ہیں۔ تو کیا احناف کے حکم کے مقابل شوافع کے فتوے پر عمل ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ نیز فتویٰ حرمت صرف شیخ ابن حجر کا اپنا قول ہے کسی سے نقل نہیں فرماتے چوتھے یہ کہ میت کے پھولنے پھٹنے کا یقین نہیں بہت سی میتیں نہیں پھولتی پھٹتیں۔ تو صرف بے ادبی کے وہم سے مردہ کو فائدہ سے محروم رکھنا کہاں کا انصاف ہے؟ پانچویں یہ کہ ہم نے پہلے باب میں صحابہ کرام کے افعال نقل کئے کہ انہوں نے اپنے کفنوں میں حضور علیہ السلام کے تبرکات رکھنے کی وصیت کی۔ خود حضور علیہ السلام نے اپنا تہبند شریف اپنی لخت جگر زینب بنت رسول اللہ کے کفن میں رکھوایا۔ حضرت طاؤس نے اپنے کفن پر دعائیہ کلمات لکھنے کی وصیت کی۔ کہیئے کیا یہاں خون و پیپ میں لتھڑنے کا اندیشہ نہ تھا؟ یا کہ یہ چیزیں معظم نہ تھیں چھٹے یہ کہ مسئلہ شرعی یہ ہے کہ متبرک چیزوں کا نجاست میں ڈالنا حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اچھی نیت سے پاک جگہ ضرور تا رکھے تو صرف احتمال تلوث سے وہ ناجائز نہیں ہوگا۔ اس کے بہت سے دلائل ہیں آب زمزم نہایت متبرک پانی ہے اس سے استنجا کرنا حرام ہے مگر اس کا پینا جائز۔ آیات قرآنیہ لکھ کر دھو کر پینا مباح۔ حضور اقدس ﷺ کا پس خوردہ مبارک کھانا پینا جائز حلال۔ حالانکہ یہ پیٹ میں پہنچ کر مثانہ میں جاتے ہیں اور وہاں سے پیشاب بن کر خارج ہوں گے۔ پہلے باب میں ہم نقل کر چکے۔ کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اصطبل کے گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا۔ حبس فی سبیل اللہ حالانکہ وہاں لکھنے میں پیشاب کی چھینٹیں پڑنے کا احتمال قوی ہے گھوڑے نجس زمین پر بھی لوٹتے ہیں مگر اس کا اعتبار نہ ہوا۔ اسی دلیل سے امام نصیر اور امام صفار جو کہ احناف کے جلیل القدر امام ہیں اس تحریر کو جائز فرماتے ہیں۔ رہا شیخ ابن حجر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ فاروق اعظم کے گھوڑوں کی یہ تحریر امتیاز کے لئے تھی لہٰذا اس کا حکم اور ہو گیا یہ صحیح نہیں کیونکہ کسی مقصد کے لئے ہو حروف تو وہ ہی ہیں نیت کے فرق سے حروف کا حکم نہیں بدلتا۔ غرضکہ یہ اعتراض محض لغو ہے۔ حدیث اور عمل صحابہ اور اقوال آئمہ کے مقابلہ میں کسی غیر مجتہد شافعی المذہب کا محض قیاس معتبر نہیں۔ ہاں کسی امام حنفی کا قول یا کہ صریح حدیث ممانعت پیش کرو۔ اور وہ تو نہ ملے گی۔ ساتویں یہ کہ علماء کے قول سے استحباب یا جواز ثابت ہو سکتا ہے مگر کراہیت کے لئے دلیل خاص کی ضرورت ہے، جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ تو ان اقوال میں قول استحباب قابل قبول ہے نہ کہ یہ قول کراہت کیونکہ بلا دلیل ہے۔

اعتراض (۴)......: عہد نامہ یا شجرہ قبر میں رکھنا اسراف ہے کیونکہ وہاں رہ کر کسی کے کام تو آوے گا نہیں برباد ہو جاوے گا۔ اور اسراف حرام ہے۔

جواب: چونکہ اس سے میت کو بہت سے فائدے ہیں اور میت کے کام آتا ہے لہٰذا بے کار نہیں تو اسراف بھی نہیں۔

اعتراض (۵)......: حضور علیہ السلام نے عبداللہ ابن ابی منافق کو اس کے مرنے کے بعد اپنی قمیص پہنائی اور اس کے منہ میں

اپنا لعاب دہن ڈالا مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ کفنی بے کار ہے۔ نیز پتہ لگا کہ حضور کو علم غیب نہیں۔ ورنہ آپ اس کو اپنا لعاب دہن ولباس نہ دیتے۔ نیز معلوم ہوا کہ نبی کے اجزائے بدن دوزخ میں جا سکتے ہیں۔ کیونکہ عبداللہ ابن ابی منافق دوزخی ہے اور اس کے منہ میں حضور کا لعاب۔ لہذا لعاب بھی وہاں ہی پہنچا۔

جواب:۔ اس واقعہ سے تو کفنی دینے کا ثبوت ہوا کیونکہ حضور علیہ السلام نے منافق کو اپنی قمیص بطور کفنی ہی پہنائی تھی۔ وہاں یہ معلوم ہوا کہ ایمان کے بغیر یہ تبرکات فائدہ مند نہیں۔ ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ مومن میت کو کفنی مفید ہے نہ کہ کافر کو۔ حضور علیہ السلام کو عبداللہ ابن ابی کا منافق ہونا معلوم تھا کہ آپ ہی کے بتائے جانے سے ہم نے جانا ہے۔ یہ بھی خبر تھی کہ ایمان کے بغیر تبرکات مفید نہیں۔ کیونکہ یہ عقائد کا مسئلہ ہے جس کا علم نبی کو ضروری ہے۔ جب کسان بنجر و قابل پیداوار زمین کو پہچانتا ہے تو نبی ایمان کی زمین یعنی انسانی دلوں کو کیوں نہ جانیں۔ تین وجہ سے آپ نے اسے تبرکات دیئے۔

ایک تو اس کا بیٹا مخلص مومن تھا جس کی دلجوئی منظور تھی۔

دوسرے اس نے ایک بار حضرت عباس کو اپنی قمیص پہنائی تھی۔ آپ نے چاہا کہ میرے چچا پر اس کا احسان نہ رہ جائے۔

تیسرے اپنے رحمت عالم ہونے کا اظہار کیا تھا کہ ہم تو ہر ایک پر کرم فرمانے کو تیار ہیں کوئی فیض لے یا نہ لے۔ بادل ہر زمین پر برستا ہے مگر نالی وغیرہ گندی زمین اس سے فائدہ نہیں لیتی۔ نبی کے اجزائے بدن اسی حالت میں رہ کر دوزخ میں نہیں جا سکتے۔ ملائکہ نے وہ لعاب اس کے منہ میں جذب نہ ہونے دیا بلکہ نکال دیا ہوگا۔ کنعان ابن نوح کا دوزخ میں جانا شکل انسانی میں ہے یعنی وہ نطفہ جب کچھ اور بن گیا تب جہنم میں گیا۔ ورنہ حضرت طلحہ نے حضور کے فصد کا خون پیا تو فرمایا کہ تم پر آتش دوزخ حرام ہے۔



بحث بلند آواز سے ذکر کرنا

پنجاب وغیرہ میں قاعدہ ہے کہ بعد نماز فجر وعشاء بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں مخالفین اس کو حرام کہتے ہیں اور طرح طرح کے حیلوں سے اس کو روکنا چاہتے ہیں ایک حیلہ یہ ہے کہ ذکر بالجہر بدعت ہے اصول حنیفہ کے خلاف ہے۔ اس سے نمازی لوگ نماز میں بھول جاتے ہیں۔ لہذا یہ حرام ہے ذکر بالجہر جائز بلکہ بعض موقعوں پر ضروری ہے لہذا اس بحث کے دو باب کئے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں اس کا ثبوت۔ دوسرے میں اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات۔

پہلا باب

ذکر بالجہر کے ثبوت میں

ذکر بالجہر جائز ہے اور قرآن وحدیث واقوال علماء سے ثابت ہے قرآن فرماتا ہے **فاذکروا اللہ کذکرکم اباء کم او اشد ذکـــراً** (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۰۰) اللہ کا اس طرح ذکر کرو جس طرح اپنے باپ دادوں کا ذکر کرتے ہو بلکہ اس سے زیادہ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۰۰) کفار مکہ حج سے فارغ ہو کر مجمعوں میں اپنی قومی خوبیاں اور نسبی عظمتیں بیان کیا کرتے تھے اس کو منع فرمایا۔ اور اس کی جگہ ذکر اللہ کرنے کا حکم دیا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بالجہر ہی ہوگا۔ اسی لئے تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے خاصکر جماعتوں کے ملنے کے وقت۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

واذا قراء القران فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون۔

ترجمہ: جب قرآن پڑھا جاوے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔

(پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۲۰۴)

معلوم ہوا کہ بلند آواز سے تلاوت جائز ہے۔ ذکر بالجہر ہی سنا جا سکتا ہے نہ کہ ذکر خفی (تفسیر کبیر یہ ہی آیت) مشکوۃ باب الذکر بعد الصلوۃ میں ہے۔

كان رسول الله ﷺ اذا سلم من صلوة يقول بصوته الا على لآ اله الا الله وحده لا شريك له۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے فرماتے تھے لآ اله الا الله وحده لاشريك له۔

(مشکوۃ شریف ص ۸۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوۃ میں اسی جگہ ہے۔

عن ابن عباس قال كنت اعرف انقضاء صلوة رسول الله ﷺ بالتكبير۔

ترجمہ: عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں تکبیر کی آواز سے حضور علیہ السلام کی نماز کا اختتام معلوم کرتا تھا۔

(مشکوۃ شریف ص ۸۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

یعنی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بوجہ صغر سنی کے بعض جماعت نماز میں حاضر نہ ہوتے تھے فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد مسلمان اسی قدر بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے کہ ہم گھروں کے لوگ سمجھ جاتے تھے کہ اب نماز ختم ہوئی۔

لمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

ان ابن عباس کان لم یحضر الجماعة لانه کان صغیرا ممن لا یواظب علی ذلک۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بچے تھے اس لئے جماعت میں پابندی سے نہ آتے تھے۔

(لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح باب الذکر بعد الصلاۃ الفصل الاول ج ۳ ص ۲۱۱ مطبوعہ مکتبۃ المعارف العلمیہ شیش محل لاہور)

مسلم جلد اول باب الذکر بعد الصلوۃ میں ان ہی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبته کان علی عهد النبی ﷺ۔

ترجمہ: یعنی فرائض سے فارغ ہو کر بلند آواز سے ذکر اللہ کرنا حضور علیہ السلام کے زمانہ میں مروج تھا۔

(صحیح مسلم باب الذکر بعد الصلوۃ ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مشکوۃ باب ذکر اللہ عزوجل میں ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی و ان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منهم۔

ترجمہ: جو شخص مجھ کو اپنے دل میں یاد کرے تو ہم بھی اس کو اپنے نفس میں یاد کرتے ہیں اور جو مجمع میں ہمارا ذکر کرے تو ہم بھی اس سے بہتر مجمع میں اس کا ذکر فرماتے ہیں (یعنی مجمع ملائکہ میں)

(صحیح مسلم ج ۴ ص ۲۰۶۱ رقم الحدیث ۲۶۷۵ مطبوعہ دار احیاء الترث العربی بیروت)، (سنن الکبری للنسائی ج ۴ ص ۴۱۲ رقم الحدیث ۷۷۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۳ رقم الحدیث ۹۳۴۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

جامع صغیر میں ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا فی الجنازۃ قول لا الہ الا اللہ۔

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جنازہ میں لآ الہ الا اللہ زیادہ کہا کرو۔

(جامع صغیر ج ۱ ص ۸۷ رقم الحدیث ۱۴۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ جنازے کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھنا یا کوئی اور ذکر کرنا ہر طرح جائز ہے بلند آواز سے ہو یا خفیہ رسالہ اذکار مطبوعہ دہلی مصنفہ شیخ محمد تھانوی مولوی رشید احمد صاحب کے استاد حدیث صفحہ ۷۹ میں ہے۔

ان النبی ﷺ کان یجهر مع الصحابة بالاذکار والتهلیل والتسبیح بعد الصلوۃ۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نماز کے بعد صحابہ کرام کے ساتھ تسبیح و تہلیل بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

(رسالہ اذکار مصنفہ شیخ محمد تھانوی ص ۷۹ مطبوعہ دہلی)

حاشیہ......☆

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ایں حدیث صریح است در جہر بذکر کہ آنحضرت بآواز بلند می خواند۔

ترجمہ: اور یہ حدیث ذکر بالجہر پر نص صریح ہے کہ حضور ﷺ ذکر بالجہر کیا کرتے تھے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۱۹ مطبوعہ لکھنؤ ہندوستان)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں۔

هذا دلیل لما قاله بعض السلف انه یستحب الجهر بالتکبیر والذکر عقب المکتوبة وممن استحبه من المتاخرین ابن حزم الظاهری۔

ترجمہ: یہ حدیث سلف کے اس مسلک پر دلیل ہے کہ فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے اور متاخرین میں ابن حزم ظاہری کا یہی مسلک ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

تفسیر روح البیان پارہ ۴ زیر آیت ربنا ما خلقت هذا باطلاً سبحنك فقنا عذاب النار (پارہ ۴ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۹۱) ہے۔

الذکر برفع الصوت جائز بل مستحب اذا لم یکن عن ریاء لیغتنم الناس باظهار الدین و وصول برکة الذکر الی السامعین فی الدور و البیوت ویوافق الذکر من سمع صوته ویشهد له یوم القیامة کل رطب ویابس سمع صوته۔

ترجمہ: بلند آواز سے ذکر کرنا جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ ریاء سے نہ ہوتا کہ دین کا اظہار ہو۔ذکر کی برکت گھروں میں سامعین تک پہنچے اور جو کوئی اس کی آواز سنے ذکر میں مشغول ہو جاوے اور قیامت کے دن ہر خشک وتر ذاکر کے ایمان کی گواہی دے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۹۰ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر میں بہت سے دینی فائدے ہیں۔تفسیر خازن وروح البیان پارہ ۶ میں زیر آیت واتینا داود زبوراً ایک روایت نقل کی کہ حضور علیہ السلام نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری سے فرمایا کہ آج رات ہم نے تمہاری قرات سنی تم کوتو داؤدی آواز دی گئی ہے۔ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں۔

فقلت اما واللہ لو علمت انك تسمع لحبرته حبیراً التحبیر حسن الصوت۔

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ رب کی قسم اگر مجھے خبر ہوتی کہ میرا قرآن صاحب قرآن سن رہے ہیں ﷺ۔تو میں اور بھی آواز بنا کر پڑھتا۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔اولاً یہ کہ صحابہ کرام بلند آواز سے ذکر کرتے تھے کہ باہر آواز آتی تھی دوسرے یہ کہ ذکر اللہ تلاوت قرآن عبادت الٰہی ہے اور عین عبادت میں حضور علیہ السلام کو خوش کرنا صحابہ کرام کی تمنا تھی۔

حمامة جرعی حومة الجندل اسجعی فانت بمرای من سعاد و مسمعی!

حاشیہ......☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنه ان رسول اللہ ﷺ قال اکثروا ذکر اللہ تعالی حتی یقولوا مجنون۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۶۸ رقم الحدیث ۱۱۶۷۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)،(صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۹۹ رقم الحدیث ۸۱۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)،(مسند ابویعلی ج ۲ ص ۵۲۱ رقم الحدیث ۱۳۷۶ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)،(مستدرک للحاکم ج ۱ ص ۶۷۷ رقم الحدیث ۱۸۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(شعب الایمان ج ۱ ص ۳۹۷ رقم الحدیث ۵۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(الفردوس بماثور الخطاب ج ۱ ص ۷۲ رقم الحدیث ۲۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام سلیمان بن احمد ابوالقاسم طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال قال رسول اللہ ﷺ اذکروا اللہ ذکرا یقول المنافقون انکم تراؤون۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کا ذکر اس قدر کرو کہ منافق تمہیں ریاکار کہیں۔

(طبرانی کبیر ج ۱۲ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۱۲۷۸۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)،(حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۸۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)،(شعب الایمان ج ۱ ص ۳۹۷ رقم الحدیث ۵۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام یوسف بن الزکی عبدالرحمٰن مزی متوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں۔

وقال بن عباد یعقوب الرواجنی رأیت الحسین بن زید بن علی یجهر ببسم اللہ الرحمن الرحیم۔

ترجمہ: ابن عباد یعقوب الرواجنی بیان کرتے ہیں ہے کہ میں نے حسین بن زید بن علی رحمہم اللہ کو بلند آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے دیکھا۔

(تھذیب الکمال ج ۶ ص ۳۷۷ برقم ۱۳۱۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ اللیل میں روایت ہے کہ ایک شب حضور علیہ السلام اپنے جانثار صحابہ کرام کا امتحان لینے کے لئے تشریف لے گئے کہ ان کے رات کے مشاغل کو ملاحظہ فرمادیں۔ ملاحظہ فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تو پست آواز سے قرآن پڑھ رہے ہیں اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خوب بلند آواز سے صبح کو ان صاحبوں سے وجہ دریافت فرمائی تو صدیق نے عرض کیا کہ اسمعت من فاجیت منه یارسول اللہ یا حبیب اللہ جس کو سنانا منظور تھا اس کو میں نے سنادیا یعنی رب کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اوقظ الوسنان واطرد الشیطن سوتوں کو جگا رہا تھا۔ شیطان کو بھگا رہا تھا۔ سبحان اللہ دونوں جواب مبارک ہیں کسی پر ناراضگی نہ فرمائی بلکہ فرمایا صدیق تم اپنی آواز کچھ بلند کرو اور فاروق تم کچھ پست کرو۔ صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

(مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ اللیل ص ۱۰۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ کتاب السماء اللہ تعالیٰ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ عشاء کے وقت مسجد میں گیا دیکھا کہ ایک شخص بلند آواز سے قرآن پڑھ رہا ہے میں نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ یہ ریاکار ہے فرمایا بل مؤمن منیب نہیں بلکہ توبہ کرنے والا مومن ہے۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب السماء اللہ تعالیٰ الفصل الثالث ص ۲۰۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

عالمگیری کتاب الکراھیة باب جھام فی الصلوٰۃ والتسبیح وقرء ۃ القرآن میں ہے۔

قاض عنده جمع عظیم یرفعون اصواتھم بالتسبیح والتھلیل جملة لاباس به۔

حاشیہ.....☆

امام محمد بن عبداللہ ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا بن احمد بن عبد الحمید ابو ثنا اسحاق بن منصور السلولی ثنا محمد بن مسلم الطائفی عن عمرو بن دینار عن جابر ثم ان رجلا کان یرفع صوته بالذکر فقال رجل لو ان ھذا خفض من صوته فقال رسول اللہ ﷺ فانه اواہ قال فمات فرأی رجل نارا فی قبرہ فاتاہ فاذا رسول اللہ ﷺ فیه وھو یقول ھلموا الی صاحبکم فاذا ھو الرجل الذی کان یرفع صوته بالذکر۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی بلند آواز سے ذکر کیا کرتا تھا ایک آدمی نے کہا اگر یہ آدمی اپنی آواز پست رکھتا (تو بہتر ہوتا)۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ مست ہے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ شخص انتقال کرگیا۔ پس ایک شخص اس کی قبر میں روشنی دیکھ کر اس کے قریب آیا۔ حضور ﷺ وہاں (پہلے سے) موجود تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا اپنے اس ساتھی کی طرف آؤ جو بلند آواز سے ذکر کرتا تھا۔

(مستدرک ج ۱ ص ۵۳۲ رقم الحدیث ۱۳۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح معانی الآثار للطحاوی باب الدفن باللیل ج ۱ ص ۵۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شعب الایمان ج ۱ ص ۴۱۸ رقم الحدیث ۵۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

یقول ناولونی الی صاحبکم فاذا ھو الرجل الذی کان یرفع صوته بالذکر۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اپنا ساتھی پکڑاؤ۔ جو بلند آواز سے ذکر الٰہی کرتا تھا۔

(سنن ابوداؤد باب فی الدفن باللیل ج ۳ ص ۲۰۱ رقم الحدیث ۳۱۶۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲ ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۱۷۳۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

یہ بلند آواز سے ذکر کرنے والا خوش نصیب صحابی رسول حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ تھے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ مسند احمد ج ۹ ص ۱۵۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت۔ جن کے الفاظ ہیں قال لرجل یقال له ذو البجادین انه اواہ۔

کسی قاضی کے پاس بہت بڑی جماعت ہواور وہ سب کل کر بلند آواز سے سبحان اللہ یا لاالہ الا اللہ کہیں تو اس میں حرج نہیں۔
(فتاویٰ عالمگیری ج ۴ص ۹۰مطبوعہ مصر)

عالمگیری میں اسی جگہ ہے۔

الافضل فی قراء ۃ القراٰن خارج الصلوٰۃ الجھر۔

ترجمہ: نماز کے علاوہ بہتر ہے کہ قرآن بلند آواز سے پڑھے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۴ص ۹۰مطبوعہ مصر)

عالمگیری یہ ہی مقام **اما التسبیح والتھلیل لاباس بذالك وان رفع صوته سبحان اللہ یا لاالہ الا اللہ** کہنے میں حرج نہیں۔اگر چہ بلند آواز سے کہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۴ص ۹۰مطبوعہ مصر)

شامی جلد اول مطلب فی احکام المسجد سے متصل ہے۔

اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المسجد الا ان تشوش جھرھم علی نائم اومصل او قاری۔

ترجمہ: متقدین اور متاخرین علماء نے اس پر اتفاق کیا کہ مسجدوں میں جماعتوں کا بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے مگر یہ ان کے جہر سے کسی سونے والے یا نمازی یا قاری کو پریشانی نہ ہو۔

(ردالمحتار ج ۱ص ۴۴۴مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

شامی میں اسی جگہ ہے۔

فقال بعض اھل العلم ان الجھر افضل لانه اکثر عملا ولتعدی فائدته الی السامعین ویوقظ قلب الغافلین فیجمع همه الی الذکر ویصرف سمعه الیه ویطرد النوم ویدیز النشاط۔

ترجمہ: بعض اہل علم نے فرمایا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں کام زیادہ ہے اور اس کا فائدہ سننے والوں کو بھی پہنچتا ہے اور یہ غافلوں کے دل کو بیدار کرتا ہے ان کے خیالات اور ان کے کانوں کو ذکر الٰہی کی طرف کھینچتا، نیند کو بھگاتا ہے خوشی بڑھاتا ہے۔
(ردالمحتار ج ۱ص ۴۴۴مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

درمختار باب صلوٰۃ العیدین بحث تکبیر تشریق میں ہے۔

ولا یمنع العامة من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبه ناخذ۔

ترجمہ: بقرعید کے دس دنوں میں عام مسلمانوں کو بازاروں میں نعرہ تکبیر کہنے سے نہ روکو۔اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔
(الدرالمختار وعلی حاشیہ کشف الاستار ص ۱۱۷ المطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

غالبًا اس زمانہ میں عوام عید کے دنوں میں بازاروں میں نعرہ تکبیر لگاتے ہوں گے۔یہ اگر چہ بدعت ہے مگر فرمایا کہ اس کو منع نہ کرو۔

اسی عبارت کے ماتحت شامی میں ہے۔

قیل لابی حنیفة ینبغی لاھل الکوفة وغیرھا ان یکبروا ایام العشر فی الاسواق والمسجد قال نعم الفقیه ابو جعفر والذی عندی انه لاینبغی ان تمنع العامة عنه لقلة رغبتھم فی الخیر وبه ناخذفا فادان فعله اولی۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا کوفہ وغیرہ کے لوگوں کو یہ مستحب ہے کہ عشرہ ذی الحجہ میں بازاروں اور مسجدوں میں تکبیر کہیں فرمایا کہ ہاں امام ابوجعفر قدس سرہ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ عوام کو اس تکبیر سے نہ روکا جاوے کیونکہ وہ پہلے ہی کار خیر میں کم

رغبت رکھتے ہیں اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔

(ردالمحتار علی درالمختار باب صلوٰۃ العیدین بحث تکبیر تشریق ج ۱ص ۶۲۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ بازاروں کی تکبیریں مستحب ہیں۔

کتاب الاذکار مصنفہ امام نووی کتاب الصلوٰۃ علی النبی میں ہے۔

یستحب لقاری الحدیث وغیرہ ممن فی معناہ اذا ذکر رسول اللہ ان یرفع صوتہ بالصلوٰۃ علیہ والتسلیم بہ وقد نص العلماء من اصحابنا وغیرھم علی انہ یستحب ان یرفع صوتہ بالصلوۃ علی رسول اللہ ﷺ فی التلبیۃ۔

ترجمہ: یعنی حدیث شریف پڑھنے والوں وغیرہم کو چاہئیے کہ جو حضور کا ذکر ہو تو بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھیں ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ تلبیہ میں حضور پر بلند آواز سے درود پڑھے۔

(کتاب الاذکار للنووی باب صفۃ الصلاۃ علی رسول اللہ ص ۱۰۷ مطبوعہ المکتبۃ السیفیۃ پشاور)

ان کے علاوہ اور بھی احادیث وفقہی عبارات پیش کی جاسکتی ہیں مگر اختصاراً اس پر کفایت کی جاتی ہے بحمد اللہ تعالیٰ مخالفین کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب بھی اس میں ہم سے متفق ہیں چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم کتاب الحظر باحہ صفحہ ۱۰۴ میں ایک سوال وجواب ہے سوال یہ ہے کہ ذکر بالجہر اور دعا بالجہر اور درود بالجہر خواہ جہر خفیف ہو یا شدید جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ ذکر جہر خواہ کوئی ذکر ہو امام ابوحنیفہ کے نزدیک سوائے ان مواقع کے کہ ثبوت جہر نص سے ہے وہاں مکروہ ہے اور صاحبین ودیگر فقہاء محدثین جائز کہتے ہیں اور مشرب ہمارے مشائخ کا اختیار مذہب صاحبین ہے۔ والسلام ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۱۲ء رشید احمد۔

مصرع۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

اب تو کسی دیوبندی وہابی کو حق نہیں کہ کسی سنی مسلمان کو بلند آواز ذکر سے روکے۔ کیونکہ اس کے بلاکراہت جواز پر رجسٹری ہو چکی۔

عقل بھی چاہتی ہے کہ ذکر بالجہر جائز ہو چند وجوہ سے اولاً تو اس لئے کہ قاعدہ شریعت ہے کہ ثواب بقدر محنت ملتا ہے۔ اسی لئے سردی میں وضو کرنا۔ اندھیری رات میں مسجدوں میں جماعت کے لئے آنا دور سے مسجد میں آنا زیادہ ثواب کا باعث ہے (دیکھو مشکوٰۃ وغیرہ) اور ذکر بالجہر میں بمقابلہ خفی کے مشقت زیادہ ہے لہذا یہ افضل ہے دوسرے اس لئے کہ مشکوٰۃ کتاب الاذان میں ہے کہ جہاں تک موذن کی آواز جاتی ہے۔ وہاں تک کے تمام درخت، پتے گھاس جن وانس قیامت میں اس کے ایمان کی گواہی دیں گے۔ تو ذکر بالجہر سے بھی اس فائدے کی امید ہے۔ تیسرے اس لئے کہ خفی ذکر کا فائدہ صرف ذاکر کو ہے مگر ذکر بالجہر کا فائدہ ذاکر کو بھی کہ کلمہ وغیرہ کی ضرب سے دل بیدار ہوتا ہے اور سامعین کو بھی کہ ممکن ہے کہ وہ بھی سن کر ذکر کریں۔ اگر نہ بھی کریں تو بھی سننا ثواب ہے اور لازم سے متعدی اچھا۔ چوتھے اس لئے کہ مشکوٰۃ باب الاذان میں ہے کہ اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے۔ ابھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جواب نقل کیا جاچکا ہے کہ انہوں نے عرض کیا تھا اطرد الشیطن جس سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر سے نیند اور کسل وسستی دور ہوتی ہے ذکر خفی میں اکثر نیند بھی آجاتی ہے مگر یہ تمام تقریر اس صورت میں ہے کہ جب ریاکاری کے لئے نہ ہو اگر ریا کے لئے ہے تو ریا کی نیت سے مراقبہ کرنا، نماز پڑھنا بھی گناہ کا موجب ہے۔ حضرات نقشبندیہ قدست اسرارہم کا مشغلہ ذکر خفی ہے وہ تو اس پر عامل ہیں۔

دل میں ہو یاد تری گوشہ تنہائی ہو   پھر خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

باقی سلاسل کے اولیاء ذکر بالجہر میں مشغول رہتے ہیں ان کا اس پر عمل ہے۔

سارا عالم ہو مگر دیدہ دل دیکھے تمہیں انجمن گرم ہو اور لذت تنہائی ہو

ہر دو حضرات خدا کے پیارے ہیں۔نقشبندی حضرات تو خلوت میں جلوت کرتے ہیں اور باقی حضرات جلوت میں خلوت مگر کلا وعد اللہ الحسنی (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۹۵) اللہ تعالیٰ نے سب سے جنت کا وعدہ فرمالیا مگر ان کا یہ اختلاف حلت وحرمت میں نہیں۔اپنا اپنا طریقہ کار ہے۔نہ تو خفی والے جہر والوں کو طعن کریں نہ جہر والے خفی والوں کو یہ ساری گفتگو ان دیوبندیوں وغیرہ سے ہے جو کہ جہر پر فتوئی حرمت لگاتے ہیں۔مجدد صاحب قدس سرہ کے اس فرمان کے قربان کہ نہ ایں کا میکنم ونہ انکار میکنم، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

دوسرا باب

ذکر بالجہر پر اعتراضات وجوابات

اس مسئلہ پر مخالفین دو طرح کے اعتراض کرتے ہیں نقلی اور عقلی ہم اولاً نقلی اعتراضات میں مع جوابات عرض کرتے ہیں۔

اعتراض (۱)......۔

واذکر ربك فی نفسك تضرعاً وخیفة و دون الجهر من القول بالغدو والاصال۔

ترجمہ: اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بغیر آواز نکلے صبح وشام۔

(سورہ الاعراف آیت نمبر ۲۰۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ذکر الٰہی دل ہی میں چاہیے بلند آواز سے منع ہے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں۔اولاً یہ کہ اس آیت میں ذکر بحالت نماز مراد ہے یعنی اخفا کی نمازوں میں قرءت یا مقتدی ہر نماز میں یا التحیات وغیرہ دل میں پڑھے یا امام قدر ضرورت سے زیادہ آواز نہ نکالے تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فمن ام فی صلوة الجهر ینبغی له ان لایجهر جهراً شدیداً بل یقتصر علی قدر ما یسمعه من خلفه قال فی الکشف لا یجهر فوق حاجة الناس والا فهو مسئی۔

ترجمہ: جو شخص جہری نماز میں امامت کرے وہ بہت آواز سے قرءت نہ کرے بلکہ اس قدر پر کفایت کرے کہ پیچھے والے سن لیں۔ کشف میں فرمایا کہ قدر ضرورت سے زیادہ نہ چیخے ورنہ گنہگار ہوگا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۹۰ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر کبیر میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

والمراد منه ان یقع ذلك الذکر حیث یکون متوسطاً بین الجهر والمخافته کما قال اللہ تعالیٰ ولا تجهر۔

یعنی مراد یہ ہے کہ جہر و اخفاء کے درمیان ذکر اللہ چاہیے۔

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قال ابن عباس یعنی بالذکر القرآن فی الصلوٰة یرید اقرء سراً فی نفسك۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ذکر سے مراد نماز میں تلاوت قرآن یہ ہے۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۸۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

مقصد یہ ہے کہ دل میں قرءت کرو خود قرآن کریم نے دوسری جگہ اس کی یوں تفسیر فرمائی۔

ولا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا۔

ترجمہ: اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ ان دونوں کے بیچ میں راستہ ڈھونڈو۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۱۱۰)

اور ہم مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں کہ تفسیر قرآن بالقرآن سب پر مقدم ہے دوسرے یہ کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ ذکر محض قولی نہ ہو بلکہ قول کے ساتھ قلب بھی شامل ہو کہ اس کے بغیر ذکر بے کار ہے خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقيل المراد بالذكر في النفس ان يستحضر في قلبه عظمة المذكور جل جلاله۔

ترجمہ: کہا گیا کہ دل میں ذکر کرنے سے یہ مراد ہے کہ قلب میں خدائے قدوس کی عظمت موجود ہو۔

(تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اسی خازن میں ہے۔

واذا كان الذكر باللسان عاريا عن ذكر القلب كان عديم الفائدة لان فائدة الذكر حضور القلب واستشعاره عظمة المذكور جل جلاله۔

ترجمہ: یعنی جبکہ زبانی ذکر قلبی ذکر سے خالی ہو تو بے فائدہ ہے۔ کیونکہ ذکر کا فائدہ تو دل کا حاضر کرنا اور خدائے تعالیٰ کی عظمت کا دل میں لانا ہے۔

(تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات ذکر قلبی ذکر بالجہر سے بہتر ہے یعنی یہ امر استحبابی ہے اور استحباب بھی ہر وقت اور ہر حیثیت سے نہیں بلکہ بعض صورتوں میں ہے۔ اسی لئے یہ آیت اس آیت کے بعد ہے کہ واذا قرء القرآن فاستمعو الخ دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ ذکر الٰہی کبھی بالجہر چاہئے اور کبھی آہستہ۔ جب بالجہر ہو تو خاموشی سے سنو۔ اور جب آہستہ ہو تو اس میں غور وفکر کرو۔ اگر جہر میں خوف ریا ہے تو سکوت بہتر اور اگر یہ مقصود ہو کہ شیطان دفع ہو قلب بیدار ہو۔ اور سونے والے جاگ جاویں اور تمام چیزیں قیامت کے دن ذاکر کے ایمان کی گواہی دیں تو جہر بہتر ہے۔ روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

واذكر ربك في نفسك وهو الذكر بالكلام الخفي فان الاخفآء ادخل في الاخلاص و اقرب من الاجابة وهذا الذكر يعم الاذكار كلها من القرءة والدعاء وغيرها۔

ترجمہ: اس سے مراد ہے ذکر خفی کیونکہ اخفا کو اخلاص میں زیادہ دخل ہے اور یہ قبولیت سے زیادہ قریب ہے اور یہ ذکر تمام ذکروں اور قراءت اور دعاؤں کو شامل ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

بان الاخفاء افضل حيث خاف الرياء او تاذى المصلون او النائمون والجهر افضل في غير ذلك لان العمل فيه اكثر و لان فائدته تتعدى الى السامعين ولانه يوقظ قلب الذاكر ويجمع همه ويصرف سمعه اليه۔

ترجمہ: آہستہ ذکر وہاں افضل ہے جہاں کہ ریا کا خوف ہو یا نمازیوں یا سونے والوں کو ایذا ہو اور اس کے علاوہ دیگر مقام میں ذکر بالجہر افضل ہے کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے اور اس کا فائدہ سننے والوں کو بھی پہنچتا ہے اور اس لئے کہ یہ ذاکر کے دل کو بیدار کرتا ہے

خیالات کو جمع کرتا ہے اور ذاکر کی طرف کانوں کو متوجہ کرتا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اعتراض (۲)......:۔

ادعو ربکم تضرعا وخفية انه لا يحب المعتدين۔

ترجمہ: اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ دعا کرو بے شک حد سے بڑھنے والے اس کو پسند نہیں۔

(پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۵۵)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ بلند آواز سے ذکر خدا کو نا پسند ہے۔

جواب:۔ اس کے بھی چند جوابات ہیں اولاً تو یہ کہ اس آیت میں دعا کا ذکر ہے نہ کہ ہر ذکر الٰہی کا اور واقعی دعا خفیہ ہی کرنا افضل ہے تا کہ اخلاص تام ہو۔ تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ای متضرعین متذللین مخفیین الدعاء لیکون اقرب الی الاجابة لکون الاخفاء دلیل الاخلاص والا حتراز عن الریاء۔

ترجمہ: یعنی زاری اور عاجزی کرتے ہوئے دعا کو خفیہ کرتے ہوئے دعا کرو تا کہ قبولیت سے قریب ہو کیونکہ چپکے سے دعا کرنا اخلاص کی اور ریا سے دور ہونے کی دلیل ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۲۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر خازن یہ ہی آیت۔

وقیل المراد به حقيقة الدعاء وهو الصحيح لان الدعآء هو السوال و الطلب وهو نوع من العبادة۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حقیقتاً دعا ہے اور یہ ہی صحیح ہے کیونکہ دعا سوال اور طلب ہے اور یہ ایک قسم کی عبادت ہے۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

والادب فی الدعآء ان یکون خفیا لهذه الاية قال الحسن دعوة السر و دعوة العلانية سبعون ضعفاً۔

ترجمہ: دعا کا طریقہ یہ ہے کہ خفیہ ہو۔ اسی آیت کی وجہ سے حسن فرمایا کہ خفیہ ایک دعا اور علانیہ ستر دعائیں برابر ہیں۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یا یہ مراد ہے کہ بعض حالات میں ذکر الٰہی خفیہ طور پر بہتر ہے یعنی ادعوا سے مراد ہر ذکر الٰہی ہے اور یہ امر استحبابی ہے اور وہ بھی بعض اوقات کے لحاظ سے۔

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فذهب بعضهم الى ان اخفاء الطاعات و العبادات افضل من اظهارها لهذا الاية ولكونها ابعد من الرياء وذهب بعضهم الى ان اظهارها افضل ليقتدى به الغير فيعمل مثل عمله وذهب بعضهم الى ان اظهار العبادات المفروضة افضل من اخفاء ها۔

ترجمہ: بعض مفسرین ادھر گئے ہیں کہ عبادتوں کو خفیہ کرنا ظاہر کرنے سے بہتر ہے اسی آیت کی وجہ سے اور اس لئے کہ یہ ریا سے زیادہ دور ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ اظہار افضل ہے تا کہ دوسرے بھی اس کی پیروی کر کے عبادت کریں اور بعض فرماتے ہیں کہ فرضی عبادات کا اظہار اخفا سے بہتر ہے۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اعتراض (۳)......:۔

واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔

ترجمہ: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی پکار جب مجھے پکارے۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۸۶)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ ہم سے قریب ہے دل کے خیالات اور آہستہ بات کو سنتا ہے پھر بلند آواز سے پکارنا بے کار ہے۔

جواب:۔ اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کے خیال کو باطل فرمایا گیا جو ذکر بالجہر یہ سمجھ کر کریں کہ خدا ہم سے دور ہے بغیر بلند آواز کے وہ ہماری سنتا نہیں یہ خیال محض جہالت ہے ذکر بالجہر تو غافل قالب کو جگانے کے لئے ہوتا ہے۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وسبب نزوله ما روی ان اعرابیاً قال لرسول اللہ ﷺ اقریب ربنا فنناجیه ام بعید فنناديه فقال تعالی۔

ترجمہ: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بدوی نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ رب تعالیٰ قریب ہے تا کہ اس سے مناجات کریں یا دور ہے کہ اس کو پکاریں اس پر رب نے فرمایا۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۳۶۹۔۳۷۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کو دور سمجھ کر پکارنا برا ہے یہ بھی روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ غزوہ خیبر کے موقعہ پر اتری جبکہ لوگ نعرہ تکبیر لگانا چاہتے تھے اور حضور علیہ السلام کا منشاء تھا کہ ہم خفیہ طور پر وہاں پہنچ جاویں کہ کفار کو خبر نہ چنانچہ روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قال ابو موسی الاشعری لما توجه رسول اللہ علیه السلام الی خیبر اشرف الناس علی وادفر فعوا اصواتهم بالتکبیر فقال علیه السلام اربعوا علی انفسکم لاتدعون اصم ولا غائباً۔

ترجمہ: جبکہ حضور علیہ السلام خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو لوگ کسی اونچے جنگل پر چڑھے تو انہوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی۔ پس حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے ہو۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان یہی آیت۔

هذا باعتبار المشارب والمقامات واللائق بحال الغفلات الجهر بقلع الخواطر۔

ترجمہ: یہ موقع اور محل کے اعتبار سے ہے اور غافل لوگوں کے حال کے لائق ذکر بالجہر ہے برے خیالات کو دفع کرنے کے لئے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اعتراض (۴)......:۔

مشکوٰۃ کتاب الاسماء باب ثواب التسبیح والتحمید میں ہے۔

فجعل الناس یجهرون بالتکبیر فقال رسول اللہ علیه السلام یایها الناس اربعوا علی انفسکم انکم لاتدعون اصم ولا غائبا انکم تدعون سمیعا بصیرا وهو معکم والذی تدعونه اقرب الی احدکم من عنق راحلته۔

ترجمہ: باآواز بلند تکبیر کہنے لگے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اے لوگو اپنی جانوں پر نرمی کرو تم نہ تو بہرے کو پکارتے ہو نہ غائب کو تم تو سمیع و بصیر کو پکارتے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے اور جس کو تم پکارتے ہو وہ تم سے بمقابلہ تمہاری سواریوں کی گردنوں

کے زیادہ قریب ہے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الاسماء باب ثواب التسبیح والتحمید الفصل الاول ص ۲۰۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر منع ہے۔اور حضور علیہ السلام کی ناخوشی کا باعث ہے۔

جواب:۔اس کا جواب ضمناً سوال نمبر ۲ کے ماتحت گزر چکا کہ یہ حدیث ایک سفر جہاد کے موقعہ کی ہے اس وقت ضرورت تھی کہ مسلمانوں کا لشکر بغیر اطلاع خیبر میں داخل ہو جاوے تا کہ کفار خیبر جنگ کی تیاری نہ کر سکیں۔بعض لوگوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی چونکہ موقع کے خلاف تھا لہذا روک دیا گیا۔اسی حدیث کی ابتدا اسی طرح ہے کنا مع رسول اللہ ﷺ فی سفر فجعل الناس یجھرون الخ ہم ایک سفر میں تھے کہ لوگ باآواز بلند تکبیر کہنے لگے۔یا یہ کہ مسلمانوں پر آسانی کے لئے بطور مشورہ یہ فرمایا گیا کہ تم سفر کی مشقت میں ہو پھر چیخنے کی مشقت بھی اٹھاتے ہو۔اس کی کیا ضرورت ہے۔لمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

فیه اشارة الی ان المنع من الجهر للتیسیر و الارفاق لالکون الجهر غیر مشروع۔

ترجمہ: اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ جہر سے ممانعت محض آسانی کے لئے ہے نہ اس لئے کہ جہر منع ہے۔

(لمعات بحوالہ حاشیہ مشکوۃ المصابیح کتاب الاسماء باب ثواب التسبیح والتحمید الفصل الاول ص ۲۰۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے دریں اشارات است کہ منع از جہر برائے آسانی ونرمی است نہ از جہت نامشروعیت ذکر جہر وحق آنست ذکر جہر مشروع است بے شبہ مگر بعارض ایں راور رسالہ اوراد اثبات نمودیم۔اس حدیث میں ادھر اشارہ ہے کہ جہر سے ممانعت نرمی اور آسانی کے لئے ہے نہ اس لئے کہ جہر منع ہے اور حق یہ ہے کہ جہر بلاشبہ مشروع ہے لیکن کسی وجہ سے اور ہم نے اس کا ثبوت رسالہ اوراد میں دیا ہے۔

(اشعۃ اللمعات فارسی ج ۲ ص ۲۴۳ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

اعتراض (۵)......:۔ہدایہ جلد اول فصل فی تکبیرات التشریق میں ہے۔

واخذ بقول ابن مسعود اخذا بالاقل لان الجهر بالتکبیر بدعة۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول لیا کم کو لینے کے لئے کیونکہ بلند آواز سے تکبیر کہنا بدعت ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۱۷۵ مطبوعہ مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

اور بدعت میں کمی بہتر ہے ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک نویں ذی الحجہ کی فجر سے دسویں کی عصر تک ہر نماز فرض کے تکبیر تشریق کہنا چاہئیے۔اور صاحبین کے نزدیک نویں کی فجر سے دسویں کی عصر تک امام صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ تکبیر بالجہر بدعت ہے اور بدعت میں کمی بہتر۔اس لئے صرف دو دن تکبیر کہو۔جس سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر بدعت ہے۔اسی ہدایہ میں اسی فصل تکبیرات التشریق میں ہے۔

ولان الجهر بالتکبیر خلاف السنة والشرع و ردبه عند استجماع هذه الشرائط۔

ترجمہ: اور اس لئے کہ تکبیر بالجہر خلاف سنت ہے اور اس کا حکم ان شرائط کے جمع ہونے کی صورت میں ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۱۷۵ مطبوعہ مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

جواب:۔ امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف اس تکبیر تشریق کے وجوب میں ہے نہ کہ جواز میں یعنی امام صاحب تو صرف دو دن ضروری کہتے ہیں اور صاحبین پانچ دن۔امام صاحب اس کو بدعت یا خلاف سنت کہہ کر وجوب کا انکار فرماتے ہیں ہم اسی بحث کے پہلے باب میں شامی سے نقل کر چکے ہیں کہ خود امام صاحب نے اہل کوفہ کو بازاروں میں نعرہ تکبیر کی اجازت دی۔کہئیے اس بدعت کی اجازت کیوں دی؟ شامی باب صلوۃ العیدین میں عید الفطر کی بحث میں فرماتے ہیں۔

والخلاف فی الافضلیة اما الکراهة فمتفیة عن الطرفین۔

ترجمہ: یعنی اختلاف محض افضلیت میں ہے۔ لیکن کراہت وہ کسی طرف نہیں ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار باب صلوۃ العیدین ج ۱ص ۶۱۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی شامی میں اسی جگہ ہے۔

التکبیر بالجھر فی غیر ایام التشریق لایسن الا بازاء العدوا واللصوص وقاس علیه بعضھم الحریق و المخارف کلھا زاد القھستانی او علا شرفا۔

ترجمہ: ایام تشریق کے علاوہ اور دنوں میں نعرہ تکبیر سنت نہیں۔ مگر دشمن یا چوروں کے مقابلہ میں اور اس پر بعض لوگوں نے قیاس کیا ہے کہ آگ لگنے اور تمام خوفناک چیزوں اور قہستانی نے زیادہ کیا ہے کہ بلندی پر چڑھنے کے وقت۔

(ردالمحتار علی الدر المختار باب صلوۃ العیدین ج ۱ص ۶۱۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

درمختار باب العیدین میں ہے۔

وھذ للخواص اما العوام فلا یمنعون عن تکبیر ولا تنفل اصلا۔

ترجمہ: یہ احکام خواص کے لئے ہیں عوام کو نہ تو تکبیر سے روکو نہ نفل سے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار باب صلوۃ العیدین ج ۱ص ۶۱۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی بحث میں ہے لافی البیت ای لایسن والا فھو ذکر مشروع (ردالمحتار علی الدر المختار باب صلوۃ العیدین ج ۱ ص ۶۱۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) غرضکہ ثابت ہوا کہ ہدایہ کی یہ تمام گفتگو سنت ہونے میں۔ نیز تکبیر تشریق میں یہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے۔ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے کہ مولوی رشید احمد صاحب کا فتوی یہی ہے کہ ذکر بالجہر جائز ہے۔ اور اگر ان آیات واحادیث کی یہ توجیہیں نہ کی جاویں تو مخالفین کے بھی یہ خلاف ہیں۔ کیونکہ بعض ذکر اللہ وہ بھی بلند آواز سے کرتے ہیں۔ جیسے اذان۔ بقرعید کے موقعہ پر تکبیر تشریق حج میں تلبیہ جلسوں کے موقعوں پر نعرہ تکبیر اور فلاں صاحب زندہ باد وغیرہ کیونکہ ان کے یہ دلائل تو ذکر بالجہر کو مطلقا منع کر رہے ہیں اور حدیث احاد کی وجہ سے قرآنی آیات میں قید لگانا جائز نہیں لہذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ ان موقعوں پر ذکر بالجہر حدیث میں آ گیا لہذا جائز ہے کیونکہ قرآنی آیات میں حدیث سے پابندی لگانا کہاں جائز ہے۔

اعتراض (۶)......نہ فتاوی بزازیہ صفحہ ۳۷۸ میں ہے۔

عن فتاوی القاضی انه حرام لما صح عن ابن مسعود انه اخرج جماعة عن المسجد یھللون ویصلون علی النبی ﷺ جھرا وقال لھم ما اراکم الا مبتدعین۔

ترجمہ: قاضی صاحب کے فتاوی سے نقل کیا کہ جہر سے ذکر کرنا حرام ہے کیونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت کے ساتھ ثابت ہو چکا کہ انہوں نے ایک جماعت کو مسجد سے محض اسی لئے نکال دیا تھا کہ وہ بلند آواز سے لا الہ الا اللہ اور بلند آواز سے آنحضرت پر درود شریف پڑھتی تھی اور فرمایا میں تمہیں بدعتی خیال کرتا ہوں۔

(فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۷۸ مطبوعہ کبری امیریہ بولاق مصر)

دیکھو بلند آواز سے جماعت کے ساتھ مل کر ذکر اللہ اور درود شریف پڑھنا حرام ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان ذاکرین اور درود خوانوں کو بدعتی فرمایا بلکہ انہیں مسجد سے نکال دیا افسوس کہ آج ذکر بالجہر نہ کرنے والوں کو وہابی کہا جاتا ہے۔ یہ ہے انقلاب زمانہ ایمان کفر بن گیا اور کفر ایمان۔ (راہ سنت)۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر تم بھی بدعتی ہوئے اور حرام کے مرتکب کیونکہ

تمہارے دینی سیاسی جلسے ہوتے ہیں تقریروں کے دوران نعرہ تکبیر اور فلاں صاحب زندہ باد۔ دن رات مسجدوں میں ہوتے ہیں نہ تم ان بالجہر ذکروں پر فتوے لگاتے ہو نہ انہیں روکتے ہو کیا مسجد میں صرف درود شریف آواز سے پڑھنا حرام ہے۔ باقی تمہارے جلسے نعرے سب جائز۔ جواب تحقیقی وہ ہے جو یہاں اسی جگہ فتاوٰی بزازیہ اور فتاوٰی شامی نے دیا ہے، جسے آپ نے نقل نہ فرمایا اگر آپ پوری عبارت نقل کر لیتے تو اسی کا جواب ان کتابوں سے مل جاتا۔ سنو اسی جگہ شامی میں ہے۔

واما رفع الصوت بالذکر فجائز کما فی الاذان والخطبة والجمعة والحج وقد حررت المسئلة فی الخیریة وحمل ما فی فتاوی القاضی علی جھر المضر۔

ترجمہ: بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ اذان خطبہ جمعہ اور حج میں ہوتا ہے اور یہ مسئلہ فتاوٰی خیریہ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اور جو فتاوٰی قاضی میں ہے اس سے مراد نقصان دہ جہر ہے۔

(ردالمختار ج۵ص۳۵۰)

معلوم ہوا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو بدعتی فرمایا جو جماعت اول کے وقت جبکہ لوگ نماز جماعت سے ادا کر رہے تھے یہ ذکر بالجہر کرتے تھے۔ جس سے لوگوں کی نماز میں حرج واقع ہوتا تھا یا کوئی اور دینی ضرر تھا۔ خلاصہ یہ کہ نقصان دہ جہر ممنوع ہے۔ اب ذرا فتاوٰی بزازیہ کو بھی دیکھ لو اسی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہما کو نقل فرما کر ایک اعتراض مع جواب فرماتے ہیں کہ اگر تم کہو کہ فتاوٰی میں تو یہ ہے کہ ذکر بالجہر سے کسی کو نہ روکو اگرچہ وہ مسجد ہی میں کرتے ہوں تاکہ اس آیۃ کے خلاف نہ ہو جاوے۔ **من اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر الخ** (پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۱۱۴) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا یہ عمل تمہارے ان فتاوٰی کے خلاف ہے اس کے جواب میں عبارت فرماتے ہیں۔ جس میں یہ بھی ہے۔

الاخراج عن المسجد یجوز ان یکون لاعتقاد ھم العبادة فیه ولیعلم الناس بانه بدعة والفعل جائز والجائز یجوز ان یکون غیر جائز لعرض یلحقه۔

ترجمہ: آپ کا انہیں مسجد سے نکالنا ممکن ہے اس لئے ہو کہ ان لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ جہر بھی عبادت ہے اور لوگوں کو یہ بتانا ہو کہ یہ عقیدہ بدعت ہے اور جائز کام کبھی کسی عارضی وجہ سے ناجائز ہو جاتا ہے۔

اسی فتاوٰی میں اسی جگہ ہے۔

واما رفع الصوت بالذکر فجآئز کما فی الاذان والخطبته والحج۔

(ردالمختار ج۵ص۳۵۰)

مخالفین کے عقلی اعتراضات صرف تین ہیں اولاً یہ کہ خدا ہے پھر زور سے چیخنا کیوں؟ جواب گزر چکا کہ یہ آواز بلند کرنا خدا تعالٰی کے سنانے کے لئے نہیں بلکہ دیگر فوائد کے لئے ہے۔ جیسے اذان وغیرہ زور سے دی جاتی ہے۔ دوم یہ کہ درود صلی اللہ علیک وسلم یا رسول اللہ حدیث سے ثابت نہیں لہذا ناجائز ہے اس کا جواب اسی کتاب میں اور مقام پر گزر گیا کہ دوا غذا دعا میں نقل خاص کی ضرورت نہیں بلکہ جو ناجائز کی حد میں نہ آوے وہ جائز ہے اور اس کی پوری تحقیق کہ کون سا درود پاک افضل ہے ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں ملاحظہ کرو۔ تیسرے یہ کہ بعد نماز بلند آواز سے درود پڑھتے ہیں۔ ان سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے کہ نماز بھولتے ہیں لہذا ناجائز ہے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ یہ اعتراض دعوٰی کے مطابق نہیں کیونکہ تم کہتے ہو ذکر بالجہر بالکل منع ہے۔ اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ کسی نمازی کو اس سے تکلیف ہو تو منع ورنہ جائز تو اگر کسی وقت کوئی نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ تب جائز ہونا چاہئے دوسرے یہ کہ یہاں

پنجاب میں دیکھا جاتا ہے کہ بعد نماز فجر کچھ توقف کر کے اور عشاء کی سنتوں اور وتر سے فارغ ہو کر یہ درود پڑھا جاتا ہے اور اس وقت سب لوگ نماز سے فارغ ہو چکتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ ہم اسی بحث کے پہلے باب میں احادیث پیش کر چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام بعد نماز بلند آواز سے ذکر کرتے تھے۔ نیز آج بھی بعض مسجدوں میں قرآن کے مدرسے ہیں جہاں کہ طلباء بعد نماز ظہر وعشاء چیخ کر قرآن یاد کرتے ہیں۔ کبھی مسجدوں میں بعد نماز عشاء دینی جلسے ہوتے ہیں جن میں نعرے بھی لگتے ہیں تقریریں بھی ہوتی ہیں۔ بقرعید کے زمانہ میں جماعت فرض کے بعد فوراً ہی سب لوگ بآواز بلند تین بار تکبیر تشریق کہتے ہیں۔ کہیئے ان ذکروں سے نمازی کا دھیان ہٹتا ہے یا نہیں؟ اور یہ جائز ہیں یا منع؟ فقہاء جو فرماتے ہیں کہ ذکر بالجہر سے نمازیوں کو تکلیف پہنچے تو منع ہے۔ اس کا مقصد ظاہر ہے کہ جب جماعت کا وقت ہو لوگ نماز میں مشغول ہوں اور یہ ذکر بالجہر کر رہا ہو یہ منع ہے نہ یہ کہ نماز بھی ہو چکی لوگ فارغ ہو کر اب ذکر و تلاوت میں مشغول ہو گئے اب کوئی شخص تارک الجماعت بعد میں آیا تو اپنی نماز کے حیلے سے سب کو خاموش کرتا پھرے کہ چونکہ مجھے اب نماز پڑھنا ہے لہذا اے نمازیو! اے قرآن یاد کرنے والو واعظو تم سب خاموش ہو جاؤ۔ خیال رہے کہ مساجد میں زیادہ اہتمام جماعت اول کا ہوتا ہے جس پر بہت سے شرعی مسئلے متفرع ہیں۔ مکہ معظمہ میں صرف جماعت اولی کے لئے طواف بند ہوتا ہے۔ جہاں یہ جماعت ختم ہوئی طواف شروع ہوا۔ اور طواف دعاؤں کا اس قدر شور ہوتا ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ کہیئے وہاں اس ذکر بالجہر کا کیا حکم ہے؟ کیا نماز کے خلل کی وجہ سے طواف بند کراؤ گے۔



بحث اولیاء اللہ کے نام پر جانور پالنا

بعض لوگ جو کہ فاتحہ گیارہویں یا کہ میلاد شریف کے پابند ہیں وہ اس کے لئے کچھ عرصہ پہلے بکرے مرغے وغیرہ پال لیتے ہیں۔ اور ان کو فربہ کرتے ہیں۔ تاریخ فاتحہ پر ان کو بسم اللہ پر ذبح کر کے کھانا پکا کر فاتحہ کرتے ہیں اور فقراء اور صلحاء کو کھلاتے ہیں۔ چونکہ وہ جانور اس کی نیت سے پالا گیا ہے اس لئے کہہ دیتے ہیں۔ گیارہویں کا بکرا یہ غوث پاک کی گائے وغیرہ یہ شرعاً حلال ہے۔ جیسے کہ ولیمہ کا جانور مگر مخالفین اس کام کو حرام۔ اس گوشت کو مردار۔ اور فاعل کو مرتد و مشرک کہتے ہیں۔ اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں اس کے جواز کا ثبوت اور دوسرے میں اس پر اعتراضات و جوابات۔

پہلا باب

اس کے جواز کے ثبوت میں

جس حلال جانور کو مسلمان یا اہل کتاب اللہ کا نام لے کر ذبحہ کرے وہ حلال ہے اور جس حلال جانور کو مشرک یا مرتد ذبح کرے وہ مردار ہے۔ اسی طرح اگر مسلمان دیدہ دانستہ بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دے یا خدا کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبحہ کرے (مثلاً بجائے بسم اللہ اللہ اکبر کے کہہ دے یا غوث اور ذبحہ کر دے) تو حرام ہے خیال رہے کہ اس حلت و حرمت میں ذبحہ کرنے والے کا اعتبار ہے نہ کہ مالک کا۔ اگر مسلمان کا جانور مشرک نے ذبحہ کر دیا مردار ہو گیا۔ اگر مشرک نے بت کے نام پر جانور پالا مگر اس کو مسلمان نے بسم اللہ سے ذبح کر دیا حلال ہے۔ اسی طرح ذبحہ کے وقت نام لینے کا اعتبار ہے نہ کہ آگے پیچھے زندگی میں جانور بت کے نام کا تھا مگر ذبح اللہ کے نام پر ہوا ہے حلال ہے اور زندگی میں جانور قربانی کا تھا مگر ذبح کے وقت اور نام لیا گیا وہ مردار اسی کو قرآن نے فرمایا **وما اھل بہ لغیر اللہ** (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۷۳) وہ جانور بھی حرام ہے جو کہ غیر خدا کے نام پر پکارا گیا۔ یہاں پکارنے سے مراد بوقت ذبح پکارنا ہے۔ چنانچہ تفسیر بیضاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس آیت **وما اھل لغیر اللہ بہ** کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

یعنی ما اھل للطواغیت کلھا۔

ترجمہ: اس سے مراد وہ جانور ہیں جنہیں بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۳۹ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

نیز یہی امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ دوسری کتاب میں فرماتے ہیں۔

وما اھل لغیر اللہ بہ ما ذبح لآلھتھم۔

ترجمہ: وما اہل غیر اللہ بہ کا معنی وہ جانور ہیں جو مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں کے نام ذبح کیا کرتے تھے۔

(شعب الایمان ج ۵ ص ۲۰ رقم الحدیث ۵۶۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

رئیس المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی تفسیر میں ہے۔

وما اھل بہ لغیر اللہ ما ذبح لغیر اسم اللہ عمداً للاصنام۔

ترجمہ: وما اھل بہ لغیر اللہ کا معنی ہے وہ جانور جس کو جان بوجھ کر اللہ کا نام لیے بغیر بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

(تنویر المقباس ص ۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ای رفع الصوت لغیر اللہ بہ کقولھم باسم اللات والعزی عند ذبحہ۔

ترجمہ: یعنی اس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو جیسے کفار ذبح کے وقت کہتے تھے۔ اللات والعزی۔

(تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۱۶۲)

تفسیر جلالین میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ **بان ذبح علی اسم غیرہ** اس طرح کہ غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جاوے۔ تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۷۳)

یعنی ما ذکر علی ذبحہ غیر اسم اللہ وذلک ان العرب فی الجاھلیۃ کانوا یذکرون اسماء اصنامھم عند الذبح فحرم اللہ ذلک بھذہ الایۃ وبقولہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ۔

ترجمہ: یعنی وہ جانور حرام ہے۔ جس کے ذبحہ پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اور یہ اس لئے ہے کہ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں ذبح کے وقت بتوں کا نام لیتے تھے پس خدا تعالیٰ نے اس کو اس آیت سے اور آیت **ولا تاکلوا** سے حرام فرمایا۔

تفسیر کبیر یہی آیت۔

الذبح باسم اللات والعزی فحرم اللہ تعالیٰ ذلک۔

ترجمہ: اہل عرب ذبح کے وقت کہتے تھے۔ بسم اللہ اللات والعزی اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام فرمایا۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ایران)

تفسیرات احمدیہ میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

معناہ ما ذبح بہ لاسم غیر اللہ مثل اللات والعزی واسماء الانبیآء۔

ترجمہ: آیت کے معنی یہ ہیں کہ اس کو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا اور وہ وہ ہے جو بتوں کے لئے ذبح کیا جاتا تھا۔

تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ای ذبح للاصنام فذکر علیہ غیر اسم اللہ ای رفع بہ الصوت للصنم وذلک قول اھل الجاھلیۃ باسم اللات والعزی۔

ترجمہ: یعنی وہ جانور حرام ہے جو کہ بتوں کے لئے ذبحہ کیا جاوے پس اس پر غیر اللہ کا نام لیا جاوے۔ یعنی اس پر بت کی آواز دی گئی ہو۔ اور یہ جاہلیت والوں کا یہ کہنا تھا کہ بسم اللہ اللات والعزی۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ایران)

تفسیر لباب التاویل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

یعنی ما ذبح للاصنام والطواغیت واصل الابلال رفع الصوت وذلک انھم کانوا یرفعون اصواتھم بذکر الھتھم اذا ذبحوھا۔

(تفسیر لباب التاویل فی معانی التنزیل ج ۱ ص ۱۱۹)

تفسیر علامہ ابو السعود میں ہے۔

ای رفع بہ الصوت عند ذبحہ للصنم۔

(تفسیر ابو سعود ج ۱ ص ۱۹۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر حسینی میں اسی آیت کے ماتحت ہے و آنچہ آواز برآوردہ شود بغیر اللہ از برائے غیر خدا بداں در وقت ذبحہ آں یعنی بنام بتاں بکشند۔

ان تمام تفاسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت ما اھل میں اھل سے مراد ہے ذبحہ کے وقت غیر خدا کا نام پکارنا۔ لہٰذا جانور کی زندگی میں کسی طرف نسبت کرنے کا اعتبار نہیں۔ اب ہم فقہاء کی عبارات بھی پیش کرتے ہیں۔ تفسیرات احمدیہ میں اسی آیت وما اھل بہ لغیر اللہ کے ماتحت ہے۔

ومن ھھنا علم ان البقرة المندورة للاولیآء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانه لم یذکر اسم غیر اللہ وقت الذبح وان کانوا ینذرونھا۔

ترجمہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس گائے کی اولیاء اللہ کے لئے نذر مانی گئی جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رواج ہے یہ حلال طیب ہے کیونکہ اس پر ذبحہ کے وقت غیر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اگرچہ اس گائے کی نذر مانتے ہیں۔

اس میں تو گیارہویں شریف کے بکرے کا خاص فیصلہ فرما دیا نام لے کر اور اس کتاب کے مصنف مولانا احمد جیون علیہ الرحمۃ وہ بزرگ ہیں جو کہ عرب وعجم کے علماء کے استاذ ہیں اور تمام دیوبندی بھی ان کو مانتے ہیں۔ شامی باب الذبحہ میں ہے۔

اعلم ان المدار علی القصد عند ابتداء الذبح۔

ترجمہ: جاننا چاہیئے کہ حلت وحرمت کا دارومدار ذبحہ کے وقت نیت کا ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار ج۵ ص۱۹۷۔۱۹۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

صاف معلوم ہوا کہ ذبح سے پہلے کی نیت یا نام بالکل معتبر نہیں۔

عالمگیری باب الذبح میں ہے۔

مسلم ذبح شاۃ المجوسی لبیت نارھم او بکافر لالھتم توکل لانه سمی اللہ تعالی ویکرہ للمسلم کذا فی التتارخانیه ناقلاً عن جامع الفتاوی۔

مسلمان نے مجوسی کی وہ بکری جوان کے آتشکدہ کے لئے یا کافر کی ان بتوں کے لئے تھی۔ ذبحہ کی وہ حلال ہے کیونکہ اس مسلمان نے اللہ کا نام لیا ہے مگر یہ کام مسلمان کے لئے مکروہ ہے۔ اسی طرح تتارخانیہ میں جامع الفتاوٰی سے نقل کیا۔ دیکھئے جانور پالنے والا کافر ہے اور ذبحہ بھی کرتا ہے بت یا آگ کی عبادت کی نیت سے گویا مالک کا پالنا اور ذبحہ کرانا دونوں فاسد۔ مگر چونکہ بوقت ذبحہ مسلمان نے بسم اللہ کہہ کر ذبحہ کیا ہے۔ لہٰذا جانور حلال ہے۔ کہیئے گیارہویں یا میلاد کا بکرا اس بت پرست کے بکرے سے بھی گیا گزرا ہے؟ کہ وہ تو حلال مگر یہ حرام۔ الحمدللہ بخوبی ثابت ہوا کہ یہ گیارہویں وغیرہ کا جانور حلال ہے اور یہ فعل باعث ثواب ہے۔

دوسرا باب

اولیاء اللہ کے جانور کے متعلق اعتراضات وجوابات

اعتراض (۱)......:۔ اس آیت ما اھل بہ لغیر اللہ (سورہ بقرہ آیت نمبر۱۷۳) میں کلمہ اھل بلال سے مشتق ہے اور اہلال کے معنی لغت میں ذبحہ کے نہیں بلکہ مطلقاً پکارنے کے ہیں۔ لہٰذا جس جانور پر غیر خدا کا نام پکارا خواہ تو اس کی زندگی میں یا بوقت ذبحہ وہ مردار ہے تو غوث پاک کا بکرا شیخ سدو کی گائے اگرچہ خدا کے نام پر ذبحہ ہو حرام ہے۔ (نوٹ) یہ اعتراض شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کا ہے وہ مسئلہ میں سخت غلطی فرما گئے۔

ترجمہ: اہلال کے لغوی معنی میں ہیں مطلقاً پکارنا۔ مگر عرفی معنی میں بوقت ذبح پکارنا۔ اور یہ عرفی معنی ہی اس جگہ مراد ہیں۔ صلوٰۃ کے لغوی معنی تو ہیں مطلقاً دعا۔ مگر عرفی معنی ہیں نماز تو اقیمو الصلوۃ سے نماز فرض ہوگی نہ کہ عام دعا۔ تفسیر کبیر میں اسی آیت مااہل کے ماتحت ہے۔

الاهلال رفع الصوت هذا معنے الاهلال فی اللغة ثم قیل للمحرم۔

ترجمہ: الخ اہلال کے معنی ہیں آواز بلند کرنا (پکارنا) یہ معنی لغوی ہیں پھر محرم کو کہا گیا الخ۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ایران)

اسی طرح حاشیہ بیضاوی للشہاب میں اسی آیت مااہل کے ماتحت ہے۔

ای رفع به الصوت الخ هذا اصله ثم جعل عبارة عماد ذبح لغیر الله۔

ترجمہ: یعنی اس کو پکارا گیا ہو یہ اہلا کے لغوی معنی ہیں پھر اس الخ سے مراد لی گئی ہے کہ وہ جانور جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جاوے۔

اگر یہاں اہلال کے لغوی معنی مراد ہوں تو چند خرابیاں لازم ہونگی۔ اولاً تو یہ کہ یہ تفسیر اجماع مفسرین اور اقوال صحابہ کرام کے خلاف ہے۔ مفسرین کے اقوال تو ہم پہلے باب میں عرض کر چکے۔ اب صحابہ کرام وغیرہم کے اقوال ملاحظہ ہوں۔ تفسیر درمنثور میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

اخرج ابن المنذر عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ و ما اهل لغیر الله به قال ذبح و اخرج ابن جریر عن ابن عباس وما اهل یعنی ما اهل للطواغیت و اخرج ابن ابی حاتم عن ابی العالیه و ما اهل یقول ما ذکر علیه اسم غیر الله۔

تفسیر مظہری میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قال الربیع ابن انس یعنی ما ذکر عند ذبحه اسم غیر الله۔

معلوم ہوا کہ اس قدر صحابہ کرام و تابعین کا یہی فیصلہ ہے کہ اس آیت سے مراد ہے غیر اللہ کے نام پر ذبحہ کرنا۔

جواب: دوم یہ کہ تمہارے بتائے ہوئے یہ معنی خود قرآن کریم کے بھی خلاف ہیں قرآن فرماتا ہے۔

ما جعل الله من بحیرة ولا سائبة ولا صیلة ولاحام ولکن الذین کفروا یفترون علی الله الکذب۔

ترجمہ: اللہ نے بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام نہیں مقرر کئے۔ لیکن کفار اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

(پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰۳)

یہ چار جانور بحیرہ وغیرہ وہ تھے جن کو کفار عرب بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور ان کو حرام سمجھتے تھے۔ قرآن نے اس حرام سمجھنے کی تردید فرمادی۔ حالانکہ ان پر زندگی میں بتوں کا نام پکارا گیا تھا۔ اور ان کے کھانے کا حکم دیا کہ فرمایا۔

کلوا مما رزقکم الله ولاتتبعوا خطوت الشیطن۔

ترجمہ: کھاؤ اس کو جو تمہیں اللہ نے دیا اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔

(پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۴۲)

تفسیر فتح البیان میں زیر آیت ما جعل الله من بحیرة اور نووی شرح مسلم الجبته و نعیما باب الصفته اللتی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنته صفحہ ۳۸۵ میں ہے۔

المراد انکار ما حرموا علی انفسهم من السائبة والبحیرة والحام وانها لم تصر حراماً بتحریمه۔

ترجمہ: یعنی اس آیت سے ان جانوروں کی حرمت کا انکار کرنا مقصود ہے جن کو کفار حرام سمجھتے تھے بحیرہ وغیرہ کہ یہ جانور ان کے حرام کر لینے سے حرام نہیں ہوگئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو سانڈ ہندو لوگ بتوں کے نام پر چھوڑتے ہیں وہ حرام نہیں ہوجاتا اگر مسلمان بسم اللہ کہہ کر ذبح کرلے تو حلال

ہے ہاں غیر کی ملکیت کی وجہ سے ایسا کرنا منع ہے نیز رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وقالوا هذه انعام وحرث حجر لا يطعمها الا من تشآء بزعمهم** (پارہ ۸ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۳۸) اور کفار بولے کہ یہ جانور اور کھیتی روکی ہوئی ہے نہ اس کو وہ ہی کھائے۔ جس کو ہم چاہیں اپنے جھوٹے خیال میں۔ نیز فرماتا ہے **وقالوا ما فی بطون هذه الانعام خالصة لذكورنا ومحرم على ازواجنا** (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۳۹) کفار بولے جوان جانوروں کے شکم میں بچہ ہے وہ ہمارے مردوں کے لئے خاص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام۔ یہ ہی وہ کھیتیاں اور جانور تھے جو بتوں کے نام پر وقف تھے اور کفار ان کی حلت میں پابندیاں لگاتے تھے اس پابندی کی تردید فرمادی گئی۔ تو جب بتوں کے نام پر چھوٹے ہوئے جانور حرام نہ ہوئے تو اہل اللہ کی فاتحہ کی نیت سے پالے ہوئے جانور کیوں حرام ہوگئے؟ تیسرے یہ کہ اہل کے یہ معنی فقہاء کی تصریح کے بھی خلاف ہیں ہم اس بحث کے پہلے باب میں عالمگیری کی عبارت پیش کر چکے ہیں کہ مشرک یا آتش پرست نے بت یا آگ کے چڑھاوے کے لئے جانور مسلمان سے ذبح کرایا۔ مسلمان نے بسم اللہ سے ذبح کیا وہ حلال ہے اسی طرح تفسیرات احمدیہ کی عبارت بھی پیش کردی گئی کہ اولیاء اللہ کی نذر کا پالا ہوا جانور حلال ہے چوتھے یہ کہ یہ معنی عقل کے بھی خلاف ہیں اس لئے کہ جب اہل کے لغوی معنی مراد ہوئے یعنی جانور پر اس کی زندگی میں یا بوقت ذبح غیر اللہ کا نام پکارنا جانور کو حرام کر دیتا ہے تو لازم آیا کہ جانور کے سوا دوسری اشیاء بھی غیر اللہ کی طرف نسبت کرنے سے حرام ہو جاویں۔ کیونکہ قرآن میں آتا ہے۔ **ما اهل به لغير الله** اور ہر وہ چیز جو کہ غیر اللہ کے نام پر پکاری جاوے۔ ما میں جانور کی قید نہیں پھر خواہ تقرب کی نیت سے پکارا یا کسی اور نیت سے بہر حال حرمت آنی چاہئے تو زید کا بکرا، عمر کی بھینس، زید کے آم، بکرے کے باغ کے پھل، فلاں کی بیوی، ام سعد کا کنواں، فلاں کی مسجد، میرا گھر، دیوبند کا مدرسہ، امام بخاری کی کتاب سب ہی نسبتیں ناجائز ہوگئیں اور ان کا استعمال حرام۔ اور بخاری ترمذی تو خاص شرک ہوا۔ کہ ان کی نسبت بخارا اور ترمذ کی طرف ہوئی جو کہ غیر اللہ ہیں۔ جناب جس وقت تک کہ عورت صرف اللہ ہی کی بندی کہلائی۔ سب کو حرام رہی، جب اس پر غیر خدا کا نام آیا، آباد میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستی لکھا ہوا قرآن شریف تھا انگریز اس کے دو لاکھ روپے دیتے تھے مگر نہ دیا گیا امیر عبدالرحمٰن خان کا استعمال شدہ قالین پچاس ہزار روپے میں امریکہ والوں نے خریدا۔ پرانے ٹکٹ بھی قیمتی ہوتے ہیں (سرکار علی پوری) غرضکہ اہل کے یہ معنی ایسے فاسد ہیں کہ عقل ونقل سب ہی کے خلاف۔ پانچویں یہ کہ اگر کسی نے جانور بت کے نام پر پالا بعد میں اس سے تائب ہوگیا اور خالص نیت سے اس کو ذبح کیا تو یہ بالاتفاق حلال ہے حالانکہ اھل میں تو یہ بھی داخل ہوا۔ اگر ایک بار بھی غیر اللہ کا نام اس پر بول دیا ما اھل کی حد میں آگیا۔ اب ماننا ہی پڑا کہ وقت ذبح اللہ کا نام پکارنا معتبر ہے نہ کہ قبل کا۔ اگر کوئی شخص غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے پھر گوشت میں اللہ کی نیت کرے بالکل غیر معتبر ہے۔ اسی طرح اگر زندگی کا پکارنا معتبر ہوتا تو جو آدمی جانور کی زندگی میں غیر اللہ کا نام پکارے پھر توبہ کرکے اللہ کے نام پر ذبح کرتا۔ تو بھی حرام ہوتا۔ چھٹے یہ کہ اگر اھل کے معنی لغوی مراد لئے جاویں جب بھی بہ کی وجہ سے پکارنے میں تخصیص ہوگی۔ اس طرح کہ ب فی کے معنی میں ہوگا اور مضاف پوشیدہ یعنی فی ذبحہ ورنہ پھر بہ سے کیا فائدہ۔ بغیر بہ کے بھی یہ معنی حاصل تھے۔ جیسا کہ سلیمان جمل نے آیت **اهل به لغير الله** کی تفسیر میں لکھا ہے تو بھی مطلب وہ ہی بنا کہ جس جانور پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا وہ حرام ہے بہر حال یہ ترجمہ محض فاسد ہے۔

اعتراض (۲) ....: فقہی مسئلہ ہے کہ جس جانور کو بسم اللہ سے ذبح کیا جاوے مگر ذبح کی نیت غیر خدا سے تقرب حاصل کرنا ہو تو وہ حرام ہے۔ چونکہ گیارہویں کرنے والے کی نیت حضور غوث پاک کو راضی کرنا ہے لہذا اس ذبح میں غیر اللہ کی طرف تقرب ہوا۔ تو اگر چہ جانور ذبح تو بسم اللہ سے ہوا۔ مگر اس قاعدے سے حرام ہوگیا۔ اس قاعدے کی تحقیق سوال نمبر ۳ میں آتی ہے۔

جواب :۔ ذبح کی چار قسمیں ہیں۔ اولاً یہ کہ ذبح سے مقصود محض خون بہانا ہو اور گوشت محض تابع ہو۔ اور یہ خون بہانا رب کو راضی

کرنے کے لئے ہو۔ جیسے کہ قربانی، ہدی، عقیقہ اور نذر کا جانور یہ ذبح عبادۃ ہے مگر اس میں وقت یا جگہ کی قید ہے کہ قربانی خاص تاریخوں میں عبادت ہے آگے پیچھے نہیں۔ ہدی حرم میں عبادت ہے اور جگہ نہیں۔ دوسرے چھری کی دھار کی آزمائش کے لئے ذبح کرنا یہ نہ عبادت ہے نہ گناہ۔ اگر بسم اللہ سے ہوا تو جانور حلال ورنہ حرام۔ تیسرے گوشت کھانے کے لئے ذبح کرنا جیسے کہ شادی ولیمہ کی دعوت یا گوشت کی تجارت کے لئے ذبح کرنا۔ اسی طرح فاتحہ بزرگان کے لئے ذبح کرنا کہ ان سب ذبح سے مقصود گوشت ہے ذبح گوشت کے لئے ہے یہ بھی اگر بسم اللہ سے ہو تو حلال ورنہ حرام۔ چوتھے غیر خدا کو راضی کرنے لئے صرف خون بہانے کی نیت سے ذبح کرنا کہ اس میں گوشت مقصود ہے یہ جانور اگر بسم اللہ کہہ کر بھی ذبح کیا جاوے، جب بھی حرام ہے بشرطیکہ ذبح کرنے والے کی نیت بھینٹ کی ہو نہ کہ ذبح کرانے والے کی۔ ان فقہی عبارات سے یہی مراد ہے قرآن فرماتا ہے۔ **و ما ذبح علی النصب** (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۳) اور حرام ہے وہ جانور جو بتوں پر ذبح کیا جائے اس آیت کی تفسیر میں سلیمان جمل فرماتے ہیں۔

ای ما قصد بذبحه النصب ولم یذکر اسمها عند ذبحه بل قصد تعظیمها بذبحه فعلی بمعنی اللام فلیس هذا مکررا مع ما سبق اذ ذاك فیما ذکر عند ذبحه اسم الصنم وهذا فیما قصد بذبحه تعظیم الصنم من غیر ذکره۔

ترجمہ: یعنی وہ جانور بھی حرام ہے جس کے ذبح سے بت مقصود ہوں اور ان کے ذبح کے وقت بت کا نام نہ لیا گیا ہو یا کہ بت کی تعظیم کے لئے کیا گیا ہو۔ پس اعلیٰ بمعنی لازم ہے لہذا یہ آیت گذشتہ سے مکرر نہیں کیونکہ وہاں ما اھل میں تو وہ مراد تھے جن پر بتوں کا نام لیا جاوے اور اس سے وہ جانور مراد ہیں جن کے ذبح سے بت کی تعظیم مقصود ہو اور اس کا نام نہ لیا گیا ہو۔

سبحان اللہ کیا عمدہ فیصلہ کیا جو بت کے نام پر ذبح ہو وہ تو ما اھل میں داخل ہے اور جس ذبح سے تعظیم غیر اللہ مقصود ہو وہ ماذبح علی النصب (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۳) میں داخل۔ بعض فقہاء نے ان دونوں صورتوں کو ما اھل سے ثابت کیا ہے بمعنی ماذبح لتعظیم غیر اللہ اسی پر درمختار کی عبارت ہے غرضکہ جانوروں کی حرمت میں دو چیزیں کو دخل ہے ایک تو بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لینا۔ دوسرے غیر اللہ کو راضی کرنے کے لئے جانور کا خون بہانا بایں معنی کہ گوشت مقصود بالذات نہ ہو۔ تقرب بغیر اللہ ہے اسی کو فقہاء حرام فرماتے ہیں چونکہ گیارہویں اور فاتحہ کا جانور تیسری قسم میں داخل ہے نہ کہ چوتھی میں۔ اسی لئے حرام نہیں کیونکہ گیارہویں کرنے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس جانور کے گوشت کا کھانا پکا کر فاتحہ کر کے فقراء پر تقسیم کیا جاوے گا۔ لہذا اس سے گوشت مقصود ہوا یہ فرق ضرور خیال میں رہے بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ گیارہویں والے کا گوشت مقصود نہیں ہوتا کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ اگر اس کو اتنا زیادہ گوشت دیا جاوے یا دوسرا جانور کہ تو اس پر فاتحہ کر دے تو وہ اس سے راضی نہیں ہوتا اگر گوشت منظور ہوتا تو تبادلہ کر لیتا معلوم ہوا کہ غوث پاک کے نام پر خون بہانا منظور ہے۔ لیکن یہ قول بھی غلط ہے نیت کا حال تو نیت والا ہی جان سکتا ہے بلا دلیل مسلمان پر بدگمانی کرنا حرام ہے رہا جانور کا نہ بدلنا۔ اس کی وجہ محض اہتمام ہے وہ سمجھتا ہے کہ جس طرح ہم نے پرورش کر کے اس کو اچھا کیا ہے دوسرا گوشت ایسا نہ ملے گا۔ بعض لوگ ولیمہ کے لئے جانور پالتے ہیں وہ بھی دوسرے گوشت سے تبادلہ گوارا نہیں کرتے بعض کا خیال ہوتا ہے کہ جس جانور پر فاتحہ کا وعدہ ہو گیا اس کو بدلنا جائز نہیں جیسے کہ قربانی کا جانور۔ یہ خیال غلط ہے۔ مگر غلط خیال سے ذبیحہ کیوں حرام ہو گیا۔ غرضکہ اہتمام اور ہے بھینٹ اور خلاصہ یہ ہوا کہ اگر نفس ذبح سے، غیر اللہ کو راضی کرنا مقصود ہو تو حرام ہے اور اگر ذبح دعوت یا فاتحہ کے لئے ہو اور فاتحہ یا دعوت کسی کو راضی کرنے کے لئے ہو تو حلال ہے کسی اللہ کے بندے کو راضی کرنا اس کی عبادت نہیں۔

اعتراض (۳)......۔درمختار عالمگیری باب الذبح میں ہے اور نووی شرح مسلم میں تصریح کی ہے کہ:

ذبح لقدوم الامیر ونحوه کواحد من العظماء یحرم لانه اهل به لغیر الله ولو ذکر اسم الله علیه۔

ترجمہ: بادشاہ یا کسی بڑے آدمی کے آنے پر جانور ذبحہ کیا تو وہ حرام ہے کہ اس پر غیر خدا کا نام پکارا گیا۔ اگرچہ اس پر اللہ ہی کا نام لیا گیا ہو۔

(درمختار مع ردالمحتار ج ۵ ص ۱۹۷۔۱۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی خوشنودی کے لئے جانور ذبح کرنا حرام ہے اگرچہ بسم اللہ ہی سے ذبحہ ہو لہذا گیارہویں کا جانور بہر حال حرام ہے کہ حضور غوث پاک کی رضا کے لئے ہے اگرچہ ذبحہ بسم اللہ سے ہو۔

جواب:۔ اس کا مکمل جواب سوال نمبر۲ کے جواب میں گزر گیا کہ اگر سلطان یا کسی کی بھینٹ کی نیت سے ذبح ہو تو جانور حرام۔ بھینٹ کے معنی بیان کئے جا چکے کہ خون بہانے سے اس کو راضی کرنا مقصود ہو گوشت تابع ہو اور اگر سلطان وغیرہ کی دعوت کے لئے جانور ذبح ہو تو اگرچہ دعوت سے رضائے سلطان مقصود ہو مگر جانور حلال ہے۔ درمختار کتاب الذبائح میں اسی جگہ فرماتے ہیں۔

ولو للضیف لا یحرم لانه سنة الخلیل واکرام الضیف اکرام الله والفارق انه ان قدمها لیا کل منها کان الذبح لله والمنفعة للضیف او للولیمة او للذبح وان لم یقد مها لیا کل منها بل یدفعها لغیره کان لتعظیم غیر الله فتحرم۔

ترجمہ: اور اگر ذبح مہمان کے لئے ہو تو حرام نہیں کیونکہ یہ حضرت خلیل اللہ کا طریقہ ہے اور مہمان کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے وجہ فرق یہ ہے کہ اگر اس کا گوشت مہمان کے آگے رکھا تا کہ اس میں سے کھائے تو یہ ذبح اللہ کے لئے ہوگا اور نفع مہمان کے لئے یا ولیمہ یا تجارت کے لئے اور اگر مہمان کے آگے نہ رکھا بلکہ یونہی کسی کو دیدیا تو یہ تعظیم غیر اللہ کے لئے ہے لہذا حرام ہے۔

اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ گوشت کا مقصود ہونا عبادت وغیر عبادت میں فرق ہے۔ اسی جگہ درمختار میں ہے۔

وفی صید المنیة انه یکره ولا یکفر لانا لانسئی الظن بالسملم انه یتقرب الی الادمی بهذا النحر۔

ترجمہ: ایسا کرنا مکروہ ہے اس سے ذابح کافر نہ ہوگا۔ کیونکہ ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس ذبح سے کسی آدمی کی عبادت کرتا ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار ج ۵ ص ۱۹۷۔۱۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت وفی نسخہ ردالمحتار علی الدرالمختار ج ۶ ص ۳۱۰ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

معلوم ہوا کہ مسلمان پر بدگمانی کرنا جرم ہے۔ اس کے حاشیہ ردالمحتار میں اس کو زیادہ واضح کر دیا گیا ہے مگر جس قدر بیان کر دیا گیا اس میں کفایت ہے۔ تفسیر روح البیان پارہ ۶ زیر آیت۔

وما اهل به لغیر الله هی ما یذبح عند استقبال السلطن تقربا الیه افتی اهل البخاری بتحریمه وقال الرفعی هذا غیر محرم لانهم انما یذبحونه استبشارا بقدومه فهو کذبح العقیقة لولادة المولود مثل هذا لایوجب التحریم کذا فی شرح المشارق۔

ترجمہ: یعنی جو جانور سلطان کے آنے پر ذبح کیا جائے اس سے قرب حاصل کرنے کے لئے اہل بخاریٰ نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا اور امام رافعی نے فرمایا کہ جانور حرام نہیں کیونکہ وہ وہ لوگ سلطان کی آمد کی خوشی میں ذبح کرتے ہیں جیسے کہ بچہ کا عقیقہ بچہ کی پیدائش کی خوشی میں اور اس جیسا کام جانور کو حرام نہیں کر دیتا اسی طرح شرح مشارق میں ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۳۱۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں یہ رواج ہوگا کہ بادشاہ کی آمد پر گھر گھر جانور ذبح ہوتے ہوں گے آج کل یہ رسم نہیں تو جو بادشاہ کی عبادت کی نیت سے ذبح کرتے ہوں وہ حرام اور جو اظہار خوشی کے لئے لوگوں کی دعوت کرتے ہوں وہ حلال یہ فتاویٰ کا اختلاف رسوم کے

اختلاف زمانہ کی وجہ سے ہے۔ غرضکہ گیارہویں کے جانور کو ذبیحہ قدوم سلطان سے کوئی نسبت نہیں۔

اعتراض (۴)......:۔ گیارہویں کی نیت سے بکرا پالنے والا مرتد ہے کیونکہ غیر خدا کی نذر ماننا کفر ہے اور کافر و مرتد کا ذبیحہ حرام ہے لہذا گیارہویں ماننے والے کا ذبیحہ حرام ہے۔ شامی جلد دوم کتاب الصوم بحث نذر اموات مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ میں ہے و النذر للمخلوق لا یجوز لانه عبادة والعبادة لاتكون لمخلوق۔

جواب:۔ اس کا مکمل جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ یہ نذر شرعی نہیں یہ نذر عرفی ہے بمعنی ہدیہ و نذرانہ یا یہ نذر اللہ کے لئے ہے اور اس کا تصرف یہ ہے اور ان میں سے کوئی بھی شرک نہیں۔ استاذ سے کہتے ہیں کہ رقم آپ کی نذر ہے یعنی نذرانہ و ہدیہ۔

بحث ہاتھ پاؤں چومنا اور تبرکات کی تعظیم کرنا

اولیاء اللہ کے ہاتھ پاؤں چومنا اور اسی طرح ان کے بعد ان کے تبرکات بال و لباس وغیرہ کو بوسہ دینا، ان کی تعظیم کرنا مستحب ہے احادیث اور عمل صحابہ کرام سے ثابت ہے لیکن بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اس بحث کے بھی دو باب کرتے ہیں۔ پہلا باب اس کے ثبوت میں دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات میں۔

پہلا باب

بوسہ تبرکات کے ثبوت میں

تبرکات کا چومنا جائز ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے وادخلوا الباب سجداً وقولوا حطة (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۵۸) یعنی اے نبی اسرائیل تم بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں۔ اس آیت سے پتہ لگا کہ بیت المقدس جو انبیاء کرام کی آرام گاہ ہے اس کی تعظیم اس طرح کرائی گئی کہ وہاں بنی اسرائیل کو سجدہ کرتے ہوئے جانے کا حکم دیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ متبرک مقامات پر توبہ جلد قبول ہوتی ہے۔ مشکوۃ باب المصافحہ والمعانقہ فصل ثانی میں ہے۔

وعن ذراع وكان فی وفد عبد القیس قال لما قدمنا المدینة فجعلنا نتبادر من رواحلنا فتقبل ید رسول اللہ ﷺ ورجله۔

ترجمہ: حضرت ذراع سے مروی ہے اور یہ وفد عبد القیس میں تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو اپنی سواریوں سے اترنے میں جلدی کرنے لگے پس ہم حضور علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے۔

(الادب المفرد للبخاری ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۱۰۰۴ مطبوعہ)، (سنن ابوداؤد ص ۷۸۶ رقم الحدیث ۵۲۲۵ مطبوعہ)، (شعب الایمان ج ۶ ص ۴۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۳۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۵ ص رقم الحدیث ۵۳۱۳ مطبوعہ)، (طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۱۳۳)، (التاریخ الکبیر ج ۳ ص ۴۴۷)

مشکوۃ باب الکبائر و علامات النفاق میں حضرت صفوان ابن عسال سے روایت ہے۔

فیقبل یدیه ورجله۔

ترجمہ: پس انہوں نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں چومے۔

(سنن الترمذی ص ۷۰۴ رقم الحدیث ۲۷۳۸ مطبوعہ)، (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن النسائی ص ۵۹۴ رقم الحدیث ۴۰۸۰ مطبوعہ)، (سنن الکبری للنسائی ج ۲ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۳۵۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ ص ۵۵۹ رقم الحدیث ۳۷۰۵ مطبوعہ)، (طبرانی کبیر ج ۸ ص ۶۹ رقم الحدیث ۷۳۹۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۹۲ رقم الحدیث ۲۶۲۰۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

مشکوۃ شریف باب ما یقال عند من حضرۃ الموت بروایت ابوداؤد میں ہے۔

عن عائشة قالت قبل رسول الله ﷺ عثمان ابن مظعون وهو ميت۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے عثمان ابن مظعون کو بوسہ دیا حالانکہ ان کا انتقال ہو چکا تھا۔

(مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۲۰۹ رقم الحدیث ۴۸۴۸)، (سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی تقبیل المیت رقم الحدیث ۱۴۵۶)، (مسند احمد ج ۶ ص ۴۳)، (سنن ابوداؤد باب فی تقبیل المیت ج ۳ ص ۲۰۱ رقم الحدیث ۳۱۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

شفا شریف میں ہے۔

كان ابن عمر يضع يده على الممبر الذى يجلس عليه رسول الله عليه السلام فى الخطبة ثم يضعها على وجهه استنبط بعضهم من مشروعية تقبيل الاركان جواز تقبيل كل من يستحق العظمة من ادمى وغيره نقل عن الامام احمد انه سئل عن تقبيل منبر النبى عليه السلام وتقبيل قبره قال فلم يربه باسا ونقل عن ابن ابى الصيف اليمانى احد علماء ملة من الشافعية جواز تقبيل المصحف واجزاء الحديث وقبور الصلحين ملخصا۔

ترجمہ: جس منبر پر حضور علیہ السلام خطبہ فرماتے تھے اس پر حضرت عبداللہ ابن عمر اپنا ہاتھ لگا کر منہ پر رکھتے تھے (چومتے تھے) شرح بخاری لابن حجر پارہ ششم صفحہ ۱۵ میں ہے۔ ارکان کعبہ کے چومنے سے بعض علماء نے بزرگان دین وغیرہم کے تبرکات کا چومنا ثابت کیا ہے امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ حضور علیہ السلام کا منبر یا قبر انور چومنا کیسا ہے؟ فرمایا کوئی حرج نہیں اور ابن ابی الصنف یمانی سے جو کہ مکہ کے علماء شافعیہ میں سے ہیں منقول ہے۔ قرآن کریم اور حدیث کے اوراق بزرگان دین کی قبریں چومنا جائز ہیں۔

(شفاء شریف ج ۲ ص ۷۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

توشیح میں علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

استنبط بعض العارفين من تقبيل الحجر الاسود تقبيل قبور الصلحين۔

ترجمہ: حجر الاسود کے چومنے سے بعض عارفین نے بزرگان دین کی قبروں کا چومنا ثابت کیا ہے۔

حاشیہ......☆

مزارات کو چومنا نہ شرک ہے نہ حرام ہے نہ مکروہ تحریمی ہے بلکہ مزارات کو تبرک کی نیت سے چومنا جائز ہے۔ چند دلائل حاضر ہیں:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله حدثنى ابى ثنا عبدالملك بن عمرو ثنا كثير بن زيد عن داود بن ابى صالح قال ثم اقبل مروان يوما فوجد رجلا واضعا وجهه على القبر فقال اتدرى ما تصنع فاقبل عليه فاذا هو ابو ايوب فقال نعم جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر سمعت رسول الله ﷺ يقول لا تبكوا على الدين اذا وليه اهله ولكن ابكوا عليه اذا اهله۔

ترجمہ: حضرت داؤد بن ابی صالح رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مروان آیا تو اس نے ایک آدمی (حضور ﷺ کی) قبر انور پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے پایا تو اسے نے ان کی گردن سے پکڑ کر کہا کہ کیا تو جانتا ہے تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا ہاں تو جب اس نے توجہ کی تو وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دین پر مت رویا کرو جب اس کا ولی اہل دین ہو لیکن اس وقت رویا کرو جب اس کا ولی نا اہل ہو۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۲ رقم الحدیث ۲۳۶۳۳ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ مصر)، (تاریخ مدینہ دمشق ج ۵۷ ص ۲۴۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حاشیہ......☆

امام محمد بن عبداللہ ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں۔

فوجد رجلا واضعا وجهه على القبر فاخذ برقبته و فقال اتدری ما تصنع قال نعم فاقبل عليه فاذا هو ابو ايوب رضى الله عنه فقال جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر سمعت رسول الله ﷺ يقول لا تبكوا على الدين اذا وليه اهله ولكن ابكوا عليه اذا اهله۔

هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه۔

ترجمہ: تو اس نے ایک آدمی (حضور ﷺ کی) قبر انور پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے پایا تو اسے نے ان کی گردن سے پکڑ کر کہا کہ کیا تو جانتا ہے تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا ہاں تو جب اس نے توجہ کی تو وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دین پر مت رویا کرو جب اس کا ولی اہل دین ہو لیکن اس وقت رویا کرو جب اس کا ولی نا اہل ہو۔

(المستدرک للحاکم کتاب الفتن والملاحم ج ۴ ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۸۵۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۴ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۳۹۹۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (طبرانی الاوسط ج ۱۰ ص ۱۴۴ رقم الحدیث ۹۳۶۶ مطبوعہ دار الحرمین القاہرۃ مصر)

امام علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں۔

فوجد رجلا واضعا وجهه على القبر فقال اتدری ما يصنع فاقبل عليه فاذا هو ابو ايوب فقال نعم جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر۔

ترجمہ: تو اس نے ایک آدمی (حضور ﷺ کی) قبر انور پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے پایا تو اسے نے ان کی گردن سے پکڑ کر کہا کہ کیا تو جانتا ہے تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا ہاں تو جب اس نے توجہ کی تو وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ولایۃ اھلھا ج ۵ ص ۲۴۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام سید نور الدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

رواه احمد بسند حسن۔

(وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۶ مطبوعہ بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال عبدالله بن احمد رايت ابى ياخذ شعره من شعر النبى ﷺ فيضعها على فيه يقبلها واحسب انى رايته يضعها على عينه ويغمسها فى الماء ويشربه يستشفى به ورايته اخذ قصعة النبى ﷺ فغسلها فى حب الماء ثم شرب فيها ورايته يشرب من ماء زم زم يستشفى به ويمسح به يديه و وجهه۔

قلت اين المتنطع المنكر على احمد وقد ثبت ان عبدالله سال اباه عمن يلمس رمانة منبر النبى ﷺ ويمس الحجرة النبوية فقال لا ارى بذلك باسا اعاذنا الله واياكم من راى الخوارج ومن البدع۔

ترجمہ: امام عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک سے ایک مو لیے اپنے منہ پر رکھتے ہیں اور اسے چومتے ہیں اور میرا گمان ہے کہ میں نے موئے مبارک کو اپنی آنکھوں پر رکھتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور شفا حاصل کرنے کے لیے وہ موئے اقدس پانی میں ڈبوتے اور اسے پی لیتے۔ اور میں نے اپنے ابا جان کو دیکھا کہ آپ نے

حاشیہ......☆

آقائے دو عالم ﷺ کے پیالہ مبارکہ کو پکڑا اور اسے پانی کے مٹکے کے اندر دھویا پھر اس میں پانی پیا اور میں نے اپنے والد گرامی کو شفاء حاصل کرنے کے لیے آب زم زم پیتے دیکھا اور آب زم زم کے ساتھ اپنے ہاتھ اور چہرہ کا مسح کرتے دیکھا۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ کون امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا کلام کو منع کرنے والا ہے؟، حالانکہ ثابت ہو چکا ہے عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گرامی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جو منبر و حجرہ نبوی ﷺ کو چھوئے و مس کرے تو جواباً امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں خارجیوں کی سوچ سے پناہ میں رکھے اور بدعتوں سے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۱۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان بلالاً رأى النبى فى منامه وهو يقول ما هذه الجفوة يا بلال اما آن لك ان تزورنى فانتبه حزينا وركب راحلته وقصد المدينة فاتى قبر النبى ﷺ فجعل يبكى عنده ويمرغ وجهه عليه فاقبل الحسن والحسين فجعل يضمهما ويقبلهما......

ترجمہ: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو (شام میں) خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال یہ کیا جفا ہے کیا وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کو حاضر ہو؟ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ غمگین ڈرتے ہوئے جاگے اور اپنی سواری پر سوار ہوئے نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے قصد کے ساتھ تو جب نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوئے تو رونا شروع کر دیا اور اپنا چہرہ قبر انور پر ملنے لگے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو سینہ سے لگا اور دونوں کو بوسہ دیا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۵۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (شفاء السقام فی زیارت خیر الانام ص ۳۹ مطبوعہ حیدر آباد دکن بھارت)، (نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام سید نور الدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فاتى قبر النبى ﷺ فجعل يبكى عنده ويمرغ وجهه عليه۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی قبر انور پر آئے پھر روتے بھی جاتے تھے اور قبر انور پر چہرہ بھی ملتے تھے۔

(وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۶ مطبوعہ بیروت)

محدث ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے بسند جید مروی ہے۔

(الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم اردو ص ۱۰۴ مطبوعہ مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور)

عبدالحکیم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وفى مطالب المومنين ولا باس بتقبيل قبر والديه كما فى كفاية الشعبى ان رجلا جاء الى النبى ﷺ فقال يارسول الله ﷺ انى حلفت ان اقبل عتبة باب الجنة فامر النبى ﷺ ان يقبل رجل ووجه الاب ويدوى انه قال يارسول الله ﷺ ان لم يكن ابوان فقال قبل قبرهما قال فان لم اعرف قبرهما قال حط

حاشیہ.....☆

خطين وانوبان احدهما قبر الام والآخر قبر الاب فقبلها فلا تحنث في يمينك كذا في مغفرة الغفور في زيارة القبور۔

ترجمہ: ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ میں نے آستانِ جنت چومنے کی قسم کھائی تھی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماں کے پاؤں اور باپ کی پیشانی چومے مروی ہے کہ اس نے عرض کیا کہ اگر میرے ماں باپ نہ ہوں تو فرمایا ان دونوں کی قبروں کو بوسہ دے عرض کیا کہ اگر قبریں معلوم نہ ہوں تو فرمایا دو خط کھینچ اور نیت کر کہ ایک ان میں سے ماں کی قبر ہے اور دوسری باپ کی، ان دونوں کو بوسہ دے تیری قسم اتر جائے گی۔

(نور الایمان ص مطبوعہ لکھنؤ ہندوستان)، (حاشیہ شرح الیاس (فقہ حنفی کی ایک کتاب) ج ۲ ص ۳۰۳ مطبوعہ قصہ خوانی پشاور)

امام سید نور الدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وفی كتاب العلل والسئوالات لعبدالله بن احمد بن حنبل سالت ابی عن الرجل يمس منبر النبی ﷺ تبرك بمسه وتقبيله ويفعل بالقبر مثل ذلك جاء ثواب الله تعالى فقال لا باس به۔

ترجمہ: امام عبداللہ بن احمد نے جو سوالات اپنے والد گرامی سے کیے ان میں کہا کہ میں نے اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا کہ جو منبر نبی ﷺ کو مس کرتا ہے اور اس کو مس کر کے برکت حاصل کرتا ہے اور اسے چومتا ہے اور قبر انور کے ساتھ بھی ثواب کی امید پر یہی معاملہ کرتا ہے۔ تو آپ (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) نے جواباً فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔

(وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۴۰۴ مطبوعہ بیروت)، (کتاب العلل ج ۲ ص ۳۲ برقم ۲۵۰)، (معجم الشیوخ للذہبی ج ۱ ص ۴۵ حرف الالف)، (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

محب طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حجر اسود اور دیگر ارکان کو بوسہ دینے سے ہر اس چیز کو بوسہ دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے جس کو بوسہ دینے میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو، کیونکہ اس سلسلے میں اگر کسی حدیث میں تعظیم کا حکم نہیں آیا ہے تو کسی حدیث میں اس کی ممانعت یا کراہت بھی نہیں آئی ہے اور میرے جد محمد بن ابی بکر، محمد بن ابی صیف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ بعض حضرات جب مصاحف کو دیکھتے تو ان کو بوسہ دیتے اور جب احادیث کے اوراق کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیتے اور جب صالحین کی قبروں کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیتے اور یہ بات بعید نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۹ ص ۲۴۱ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

واستحب بعضهم تقبيل الركن اليماني ايضا فائدة اخرى استنبط بعضهم من مشروعية تقبيل الاركان جواز تقبيل كلّ من يستحق التعظيم من آدمي وغيره فاما تقبيل يد الآدمي فياتي في كتاب الادب واما غيره فنقل عن الامام احمد انه سئل عن تقبيل منبر النبي ﷺ وتقبيل قبره فلم ير به باساً واستبعد بعض اتباعه صحة ذلك ونقل عن بن ابی الصيف اليماني احد علماء مكة من الشافعية جواز تقبيل المصحف واجزاء الحديث وقبور الصالحين۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۴۷۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حاشیہ.....☆

انور شاہ کشمیری دیوبندی لکھتے ہیں۔

حجر اسود کو بوسہ دینا شرعاً ثابت ہے اس لیے یہ صالحین کے تبرکات کو بوسہ دینے کی اصل ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مصحف کو بوسہ دیا اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے روضہ مطہرہ کے بوسہ دینے کو جائز کہا۔ حافظ ابن تیمیہ اس سے حیران ہوئے کیونکہ یہ ان کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

(فیض الباری ج ۳ ص ۹۶ مطبوعہ مطبع حجازی مصر)

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لا طیب یعدل تربا ضم اعظمه . طوبیٰ لمنتشق منه وملتثم

ترجمہ: کوئی خوشبو اس تراب اطہر کا مقابلہ و برابری نہیں کر سکتی جو نبی کریم ﷺ کے اعضاء مبارکہ سے ملنے والی ہے، مبارک ہے اس کو سونگھنے والے کے لئے اور اس کو بوسہ دینے والے کے لئے۔

(خرپوتی علی البردۃ ص ۱۰۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام محمد بن حبان ابوحاتم تمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

ابرهيم بن عبدالرحمن بن عبدالقاری يروی عن بن عمر روی عنه حمزة بن ابی جعفر من حديث بن ابی ذويب قال رأيتهبن عمر وضع يده على مقعد النبی ﷺ من المنبر ثم وضعها على وجهه۔

ترجمہ: ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے منبر نبوی کی وہ جگہ جہاں حضور ﷺ تشریف فرما ہوتے اسے اپنے ہاتھ سے چھویا اور پھر ہاتھ اپنے چہرہ پر مل لیا۔

(الثقات ج ۴ ص ۹ برقم ۱۶۰۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

روی ابن عمر واضعا يده على مقعد النبی ﷺ من المنبر ثم وضعها على وجهه وعن ابن قسيط والعتبی كان اصحاب النبی ﷺ اذا خلا المسجد حسو رمانة المنبر التی تلی القبر بميامنهم ثم استقبلوا القبلة يدعون۔

ترجمہ: اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا اس حال میں کہ انہوں نے اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے منبر مبارک پر بیٹھنے کی جگہ پر رکھا پھر اس ہاتھ کو اپنے چہرے پر رکھا (پھیرا) اور ابن قسیط اور عتبی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب، جب مسجد نبوی خالی ہوتی تو اس منبر کے رمانہ کو جو قبر شریف سے ملتا ہے اپنے دائیں ہاتھ سے چھوتے پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کرتے۔

(شفاء شریف ج ۲ ص ۷۰ مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی مصر)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۱ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)۔

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں۔

وقال بعض العلماء لا بأس بتقبيل قبر الوالدين۔

ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا کہ والدین کی قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۴ ص ۱۱۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

حاشیہ......☆

ملا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ولا بأس بتقبيل قبر والديه۔

ترجمہ: والدین کی قبروں کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور وقرأۃ القرآن فی المقابر ج ۵ ص ۳۵۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

امام سلیمان بن عمر البجیرمی شافعی متوفی ۱۲۲۱ھ لکھتے ہیں۔

ان قصد بتقبيل اضرحتهم اى واعتابهم التبرك لم يكره۔

ترجمہ: اگر اولیاء کی قبور یا ان کے دروازوں کی چوکھٹ کو بطور تبرک چوما جائے تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔

(حاشیہ البجیرمی علی شرح منہج الطلاب ج ۱ ص ۴۹۵۔۴۹۶ المکتبۃ الاسلامیۃ ترکی)

علامہ عبدالحمید شروانی شافعی متوفی ۱۳۰۱ھ لکھتے ہیں۔

ان قصد بتقبيل اضرحتهم التبرك لم يكره۔

ترجمہ: اولیاء کی قبور کو حصول برکت کے لئے چومنا مکروہ نہیں۔

(حواشی الشروانی علی تحفۃ المنہاج بشرح المنہاج ج ۳ ص ۱۷۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ذکر کشف قبور: جان کہ ذکر کشف قبور کے واسطے اول جب مقبرہ میں آئے، دوگانہ ان بزرگ کی روح کے واسطے پڑھے...... پھر قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے...... بعدہ، قل کہے بعد فاتحہ کے گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے اور ختم کرے اور تکبیر کہے۔ بعدہ، سات دفعہ طواف کرے اور اس میں تکبیر پڑھے اور شروع دائیں طرف سے کرے پھر پاؤں کی طرف (قبر پر) رخسارہ رکھے اور نزدیک میت کے منہ کے بیٹھے......"

(انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مترجم ص ۹۹۔۱۰۰ مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی ۱۳۴۳ھ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

امروز در حدیث دیدم که ابو ایوب صحابی جلیل القدر بر قبر آں حضرت (ﷺ) رونهاده می گریستند پس ازیں دلیل مارا از متقشفین فقها که بنا بر بوسه قبر مادر پدر وپیرو مرشد منع می کردند نجات شد الحمدلله علی ذلك۔

(ملفوظات ص ۱۱۹ مطبوعہ در مطبع مجتبائی میرٹھ ۱۳۱۴ھ)

مشارق الانوار میں ہے۔

ولا يقبل الاعتاب الا لقصد التبرك فلا باس به كما قال القطب الشعراني۔

ترجمہ: اور چوکھٹ وغیرہ تبرک کے ارادہ پر چوم سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ایسے ہی قطب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

(مشارق الانوار ص ۱۰۴ مطبوعہ مصر)

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ونقل عن ابی الصيف والمحب الطبری جواز تقبيل قبور الصالحين و عن اسمعيل اليمنی قال كان ابن المنكدر يصيبه الصمات فكان يقوم فيضع خده علی قبر النبی ﷺ فعوتب فی ذلك فقال انه

حاشیہ.....☆

يستشفى بقبر النبى ﷺ۔

علامہ ابن ابی الصیف اور محب طبری رحمہما اللہ تعالیٰ سے قبور صالحین کو بوسہ دینے کا جواز منقول ہے اسماعیل الیمنی سے منقول ہے کہ محمد بن المنکدر تابعی رحمۃ اللہ علیہ کو زبان میں بندش کا عارضہ لاحق ہو جاتا اور وہ بولنے سے قاصر و عاجز ہو جاتے تو آ کر نبی اکرم ﷺ کے مزار اقدس پر اپنا رخسار رکھ دیتے انہیں اس فعل کے ارتکاب پر عتاب کیا گیا تو انہوں نے فرمایا میں محبوب خدا ﷺ کے مزار اقدس سے اپنی بیماری سے شفاء یابی میں توسل حاصل کرتا ہوں۔

حضرت عارف کبیر سیدی شیخ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ العزیز نے ایک کتاب تالیف فرمائی ہے جس کا نام "جمع الاسرار فی منع الاشرار عن الطعن فی الصوفیة الاخیار" رکھا ہے اس میں انہوں نے مذاہب اربعہ کے مشاہیر علماء اعلام کے فتاوی نقل کئے ہیں جن میں سے ایک فتوئی یہ ہے کہ جو کہ شیخ امام علامہ محمد شوبری مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

استفتاء۔ کیا کرامات اولیاء ان کے وصال کے بعد بھی ثابت ہیں کیا ان کے تصرفات بعد از وصال منقطع ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور آیا اولیاء کرام کے تابوتوں اور ان کی چوکھٹوں کو بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کرامات اولیاء بعد از وصال بھی ثابت ہیں اور ان کے تصرفات موت کی وجہ سے منقطع نہیں ہوتے۔ ان کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں توسل جائز ہے۔ اور انبیاء، مرسلین اور علماء و صالحین سے موت کے بعد بھی استغاثہ جائز ہے کیونکہ معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء موت سے منقطع نہیں ہوتیں انبیاء کرام کے معجزات کا عدم انقطاع تو اس لیے ہے کہ وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں نمازیں ادا کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسے کہ اخبار و احادیث اس پر شاہد ہیں اور بطور معجزہ وہ فریاد رسی پر قادر ہیں لیکن اولیاء کرام کے تصرفات اور فریاد رسی تو یہ ان کی کرامت ہے اور شیخ شہاب رملی فرماتے ہیں بعد از وصال اولیاء کرام سے کرامات کا صدور مشاہدات کے قبیلہ سے ہے لہذا اس کا انکار ممکن نہیں ہے ہم بہر حال یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کی کرامات بعد از وفات اسی طرح ثابت ہیں جس طرح حالت حیات ہیں اور موت کی وجہ سے منقطع نہیں ہوتیں۔

واما تقبيل توابيت الاولياء واعتابهم فلا خلاف فى جوازه بل ولا كراهة فى تقبيل اعتابهم على قصد التبرك كما افتى به شيخنا الرملى رحمه الله تعالىٰ۔

رہا اولیاء کرام کے تابوتوں اور ان کی چوکھٹوں کو بوسہ دینا تو اس کے جواز میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے بلکہ بطور تبرک بوسہ دینے میں کراہت بھی نہیں ہے جیسے کہ شیخ رملی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوی دیا ہے علامہ شوبری اس فتوئی کے آخر میں فرماتے ہیں یہ امر بالکل ظاہر ہے اور محتاج دلیل نہیں ہے کیونکہ دلیل کی ضرورت صرف جاہل کو ہو سکتی ہے یا منکر یا معاوند کو جن کی طرف نہ التفات کیا جاتا ہے اور نہ ہی مباحث شرعیہ میں ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

(شواہد الحق ص ۱۱۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

نیز یہی امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

نعم ان قصد بتقبيله التبرك لا يكره كما افتى به الوالد رحمه الله تعالى فقد صرحوا بانه اذا عجز عن استلام الحجر سن له ان يشير بعصا وان يقبلها۔

قال شيخنا العدوى بعد هذا ولامرية حينئذ ان تقبيل القبر الشريف لم يكن للتبرك فهو اولى من

حاشیہ......☆

جواز ذلك لقبور الاولياء عند قصد للتبرك۔

ترجمہ: البتہ اگر بوسہ دینے میں اصل مقصود تبرک واستفاضہ ہوتو اس میں حرج نہیں ہے جیسے کہ والد گرامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فتوئ دیا ہے کیونکہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر حجر اسود کو بوسہ دینے سے عاجز آ جائے تو چھڑی کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کر کے اس کو بوسہ دے لے (تو اگر دور سے چھڑی کے ساتھ اشارہ کر لے پر چھڑی کا بوسہ از رہ تبرک درست ہے تو اولیاء کاملین کے مزارات کا بطریق اولیٰ)

علامہ شیخ عدوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جب اولیاء کرام کے کا بوسہ بطور تبرک جائز ہے تو سید الانبیاء ﷺ کے مزار اقدس کا بوسہ خواہ بطور تبرک نہ بھی ہو لامحالہ جائز ہوگا۔

(شواھد الحق ص ۱۱۹ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وفی دارالحدیث لطیف معنی ــــ الی بسط لها اصبو واوی

عسی ادنی امس بحر وجهی ــــ مکانا مسه قدم النواوی

ترجمہ: دارالحدیث اشرفیہ کے فرش میں ایک لطیف بات ہے جس کی وجہ سے مجھے اس سے شیفتگی ہے (میں اس کے فرش پر اپنا منہ اس لئے رگڑتا ہوں) کہ ممکن ہے کبھی میرا منہ اس مقام بھی پہونچ جائے جہاں امام نووی کے قدم پڑے ہیں۔

(تھذیب الاسماء للنووی ج ا ص ۱۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی لکھتے ہیں۔

تاج الدین سبکی نے لکھا ہے کہ میں ان کے فضل وکمال اور علو شان کی تفصیل میں جانے کے بجائے اپنے والد کے دو شعر لکھ دینا کافی سمجھتا ہوں۔ ان شعروں کا قصہ یہ ہے کہ جب ۷۴۲ھ میں دارالحدیث اشرفیہ کے ملحق مکانات میں میرے والد کی سکونت تھے اور وہ رات کو ایوان دارالحدیث میں تہجد پڑھنے جایا کرتے تھے تو دارالحدیث کے فرش پر اپنا منہ ملا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

وفی دارالحدیث لطیف معنی ــــ الی بسط لها اصبو واوی

عسی ادنی امس بحر وجهی ــــ مکانا مسه قدم النواوی

حاصل ان شعروں کا یہ ہے کہ دارالحدیث اشرفیہ کے فرش میں ایک لطیف بات ہے جس کی وجہ سے مجھے اس سے شیفتگی ہے (میں اس کے فرش پر اپنا منہ اس لئے رگڑتا ہوں) کہ ممکن ہے کبھی میرا منہ اس مقام بھی پہونچ جائے جہاں امام نووی کے قدم پڑے ہیں۔

(مقدمہ شرح اربعین نووی ص ۱۴ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

یہاں پر زرا سوچئے جہاں پر صرف امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے قدم آگئے اس جگہ کا چومنا ایک بہت بڑی سعادت قرار پاتی ہیں تو جہاں خود امام نووی رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما ہیں اس قبر کا مبارک چومنا کیسے حرام یا مکروہ تحریمی ہوسکتا ہے؟

رئیس التحریر فیض احمد اویسی مدظلہ العالی لکھتے ہیں۔

مرقات شرح مشکوۃ میں ہے۔

حاشیہ......☆

قال بعض العلماء لاباس بتقبیل قبر الوالدین۔

ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا کہ والدین کی قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے۔

طوالع الانوار حاشیہ میں ہے۔

وتقبیل بغیر اسلحف کقبور الانبیاء ومن یتبرك بهم فللعلماء فیه کلام کرهته بعضهم واستحسنه بعضهم حتی ان اث فی اماجه۔

ترجمہ: مطلقاً مصحف کے علاوہ دوسری چیزوں کو جیسے انبیاء علیہم السلام کے مزارات کو چومنے میں علماء کو اختلاف ہے بعض نے مکروہ کہا بعض نے مستحسن یہاں تک کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مطلقاً مباح بتایا ہے۔

علمائے اربعہ کا فتوی عدم کراہت پر ہے۔

(فتاوی نظامیہ ج ۴ ص ۱۸۶)

عمدۃ القاری شرح بخاری ص ۶۰۷ میں ہے۔

داما تقبیل الاما کن الشریفة علی قصد التبرك۔

ترجمہ: مبارک جگہوں کا بوسہ اچھا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مزار اور دیگر مزارات کے چومنے کا سوال ہوا تو فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔

(خلاصہ الوفاء محبوب مدینہ ص ۴۶)

امام عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کو لکھا:

واذ رای قبور الصالحین قبلها۔

ترجمہ: جب بزرگ کے مزارات دیکھے تو انہیں چومے۔

(مزارات کو چومنا ص ۷۔۸ مطبوعہ مکتبہ فیضان مدینہ کراچی)

صدرالافاضل فخر الاماثل محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یہ روایت مخالفین کے مقبول و مسلم پیشوا مولوی عبدالحئی صاحب کے والد ماجد مولوی عبدالحلیم صاحب فرنگی محلی نے لکھی اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ قبروں کا چومنا جائز، اور قبر موجود نہ ہو تو ایک خط کو قبر فرض کر کے اس کا احترام کرنا بھی صاحب قبر کا احترام ہے۔

(فتاوی صدرالافاضل ص ۴۱۲ مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی)

شیخ الاسلام علامہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواز پر پورا ایک رسالہ بنام "تنویرالابصار بتقبیل المزار" لکھا ہے۔

اس میں فرماتے ہیں:

وتعزروه وتوقروه۔

اے اہل ایمان! تم میرے پیارے حبیب کی تعظیم کرو اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ان کا احترام کرو۔ (پ ۲۶۔ رکوع نمبر ۹)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی تعظیم و توقیر کا مطلق حکم فرمایا۔ اصول کے مطابق تعزیر (تعظیم) جب کسی خاص رکن کے ساتھ مقید نہ ہو یا کسی خاص عمل کے ساتھ مختص نہ ہو۔ اس وقت تک اس کے حکم کا اطلاق عموم پر ہوگا۔ اور تمام افراد پر محیط ہوگا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا فرمان سے جو بھی مراد لیا جائے وہ آپ کے در اقدس کو بوسہ دینے یا آپ ﷺ کی دہلیز مبارک کو چومنے کے منافی نہیں ہے۔ یہ چیز ہر ذی علم فہم اور ذی عقل پر اچھی طرح عیاں ہے کہ چومنے کے فعل کو سجدہ کی تعریف میں شامل نہیں کر سکتے۔ ورنہ ہر رکعت کے

حاشیہ......☆

آخر میں حالت سجدہ میں زمین کو صرف دوبار چومنے سے ہی نماز جائز ہو جاتی اور پیشانی زمین پر رکھنے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ حجر اسود کو بوسہ دینا اس دعوی کی روشن دلیل ہے پس اچھی طرح یہ مسئلہ سمجھ لے اور غافلوں میں سے مت بن۔

(تنویر الابصار بتقبیل الحجر ار ص ۲۴۔۲۵ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی)

ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ قدس سرہ العزیز اس کتاب کے تقریظ میں لکھتے ہیں۔

وہ حدیث پاک جسے امام ہمام حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے۔ وہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام کے مزارات کو بوسہ دینے سے منع کرنے والوں کے خلاف ایک دلیل قاطع اور برہان ساطع ہے۔ اس سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آگئی ہے کہ یہ مستحسن فعل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول رہا ہے۔ پس اس گمراہ اور باطل فرقہ کی توحید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توحید سے ہرگز اعلیٰ وارفع نہیں ہوسکتی۔

(تنویر الابصار بتقبیل الحجر ار ص ۱۶ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی)

مفتی اعظم صوبہ سرحد مفتی شائستہ گل قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے جواز پر ایک پورا رسالہ بنام "تقبیل القبر والاعتاب للتبرک" لکھا ہے۔ جو کہ المقاصد السنہ میں ص ۴۳۲ تا ۴۵۲ (مطبوعہ دار العلوم قادریہ سبحانیہ شاہ فیصل کالونی کراچی) میں موجود ہے۔

آخر میں ہم امام اہل سنت شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ کا صحیح قول پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ بعض نام کے سنی اعلیٰ رضی اللہ عنہ پر بہتان باندھ کر یہ ثابت کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی مزارات کو چومنا مکروہ تحریمی ہے۔ حالانکہ امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ عوام نہ چومے یعنی بہتر یہ ہے نہ کہ حرام و مکروہ تحریمی۔ جیسا کہ بعض لوگ یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ حرام و مکروہ تحریمی ہے جو کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ پر عظیم بہتان ہے۔

فتوی امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

رئیس التحریر فیض احمد اویسی مدظلہ العالی لکھتے ہیں۔

فقیر کے سامنے اس وقت ایک اشتہار ہے پیلی بھیت انڈیا سے شائع کیا گیا ہے مزارات چومنے کے بارے میں مفصل فتویٰ ہے جس کا عنوان یہ ہے کہ مزارات اولیائے کرام کے چومنے کو کفر یا شرک کہنا وہابیوں دیوبندیوں کا طریقہ ہے اور مزارات بزرگان دین کے بوسے کو ماتفاق و اجماع فقہا ناجائز سمجھنا سنیوں کی نادانی ہے۔ ملاحظہ ہو فتوائے مبارکہ کہ حضور پرنور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد اعظم دین ملت رضی اللہ عنہ یہ عنوان دے کر لکھا گیا ہے کہ فتوائے تقبیل مزار ولی حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی دام ظلہ العالی۔

فائدہ آخر میں لفظ (مدظلہ العالی) کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ یہ اشتہار امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کی زندگی مبارک میں شائع ہوا ہوگا۔ (یہ اشتہار فقیر کے پاس محفوظ ہے)

اب اصل مضمون ملاحظہ فرمائیں:

فی الواقع بوسہ قبر میں علماء مختلف ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ ایک امر ہے دو چیزوں داعی و مانع کے درمیان دائرہ داعی محبت ہے اور مانع ادب تو جسے غلبہ محبت ہو اس پر مواخذہ نہیں کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور عوام کے لیے منع ہے احوط ہے ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مزارات اکابر سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو پھر تقبیل کی کیا سبیل عالم مدینہ علامہ سید نور الدین سمہودی قدس

حاشیہ......☆

سرہ خلاصۃ الوفا شریف میں جدار مزار کے مس وتقبیل وطواف سے ممانعت کے اقوال نقل فرماتے ہیں:

وفی کتاب العلل والسئوالات لعبداللہ بن احمد بن حنبل سالت ابی عن الرجل یمس منبر النبی ﷺ تبرک بمسه وتقبیله ویفعل بالقبر مثل ذلک جاء ثواب اللہ تعالی فقال لا باس به۔

امام عبداللہ بن احمد نے جو سوالات اپنے والد گرامی سے کیے ان میں کہا کہ میں نے اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا کہ جو منبر نبی ﷺ کو مس کرتا ہے اور اس کو مس کر کے برکت حاصل کرتا ہے اور اسے چومتا ہے اور قبر انور کے ساتھ بھی ثواب کی امید پر یہی معاملہ کرتا ہے۔ تو آپ (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) نے جواباً فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام اجل تقی الملک والدین علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی شفاء السقام پھر سید نورالدین خلاصۃ الوفا میں براویہ یحیٰ بن الحسن عن عمر بن خالد عن ابی نباتۃ عن کثیر بن یزید عن المطلب بن عبداللہ بن حنطب ذکر فرماتے ہیں کہ مروان نے ایک صاحب کو دیکھا کہ مزار اعطر سید اطہر ﷺ سے لپٹے ہوئے ہیں اور قبر شریف پر اپنا منہ رکھے ہیں مروان نے ان کی گردن پکڑ کر کہا جانتے ہو یہ کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے اس کی طرف منہ کیا اور فرمایا:

نعم انی لم آت الحجر انما جئت رسول اللہ ﷺ۔

ہاں میں سنگدل کے پاس نہیں آیا میں تو رسول اللہ ﷺ کے حضور حاضر ہوا ہوں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔

لا تبکوا علی الدین اذا ولیه اهله ولکن ابکوا علی الدین اذا ولیه غیر اهله۔

دین پر نہ روؤ جب اس کا ولی اہل ہو ہاں دین پر روؤ جب نا اہل اس کا ولی ہو سید قدس سرہ فرماتے ہیں رواہ احمد حسن امام احمد نے یہ حدیث بسند حسن روایت فرمائی نیز فرماتے ہیں۔

روی ابن عساکر سند جید عن ابی الدرداء رضی اللہ عنه ان بلالاً رأی النبی فی منامه وهو یقول ما هذه الجفوة یا بلال اما آن لک ان تزورنی فانتبه حزینا ورکب راحلته وقصد المدینة فاتی قبر النبی ﷺ فجعل یبکی عنده ویمرغ وجهه علیه۔

یعنی ابن عساکر نے بسند صحیح ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو (شام میں) خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال یہ جفا ہے کیا وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کو حاضر ہو؟ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ غمگین ڈرتے ہوئے جاگے اور اپنی سواری پر سوار ہوئے نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے قصد کے ساتھ تو جب نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوئے تو رونا شروع کر دیا اور اپنا چہرہ قبر انور پر ملنے لگے۔

امام حافظ عبدالغنی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں۔

ابس الاعتماد فی السفر للزیارة علی مجرد منامه بل علی فعله ذلک والصحابة متوفرون ولم تخفه علیهم القله۔

یعنی زیارت اقدس کے لیے شد الرحال کرنے میں ہم فقط خواب پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اس پر کہ بلال رضی اللہ عنہ نے یہ کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بکثرت موجود تھے اور انہیں معلوم ہوا اور کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ عالم مدینہ فرماتے ہیں۔

ذکر الخطیب بن حملة ان بلالاً رضی اللہ عنه وضع خدیه علی القبر الشریف وان ابن عمر رضی اللہ عنهما کان یصنع یده الیمنی علیه ثمه قال ولا شک ان الاستغراق فی المحبة یعمل علی الازن فی

☆.....حاشیہ

ذلك والقصد به التعظيم والناس تختلف مراتبهم كما في الحيوة فمنهم من لا يملك نفسه بل يبادر اليه ومنهم من فيه اناة فيتا خراه وتقل عن ابن ابى الصيف والمحب الطبرى جواز تقبيل قبور الصالحين وعن اسماعيل التيمى قال كان ابن المكندر ريصيبه الصمات فكان يقوم فيصنع خده على قبر النبى ﷺ فعوتب فى ذلك فقال اليه يستشفى بقبر النبى ﷺ۔

ترجمہ: یعنی خطیب بن حملہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ بلال رضی اللہ عنہ نے قبر انور پر اپنے دونوں رخسارے رکھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنا داہنا ہاتھ اس پر رکھتے پھر کہا شک نہیں کہ محبت میں استغراق اس میں اذن پر باعث ہوتا ہے اور اس سے مقصود تعظیم ہے اور لوگوں کے مرتبے مختلف ہیں جیسے زندگی میں تو کوئی بے اختیار نہ اس کی طرف سبقت کرتا ہے اور کسی میں تحمل ہے وہ پیچھے رہتا ہے اور ابن ابی الصیف اور امام محب طبری رحمہما اللہ سے نقل کیا کہ مزارات اولیاء کو بوسہ دینا جائز ہے اور اسمٰعیل تیمی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ ابن المنذر تابعی کو ایک مرض لاحق ہوتا کہ کلام میں دشوار ہو جاتا وہ کھڑے ہوتے اور اپنا رخسار قبر انور ﷺ پر رکھتے کسی نے اس پر اعتراض کیا فرمایا میں نبی کریم ﷺ کے مزار اقدس سے شفا حاصل کرتا ہوں۔

علامہ شیخ عبد القادر فاکہی مکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب مستطاب حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل میں فرماتے ہیں۔

تمريغ الوجه والخدو اللحية بتراب الحفرة الشريفة واعتابها فى زمن الخلوة المامون فيها توهم عامى مخدور اشرعيا بسبية امر محبوب حسن الطلابها وامره لاباس به فيما يظهر لكن لم كان له فى ذلك قصد صالح وجمله عليه فرط الشوق والحب الطافح۔

یعنی خلوت میں جہاں اس کا اندیشہ نہ ہو کہ کسی جاہل کا وہم اس کے سبب کسی ناجائز شرعی کی جانب جائے گا ایسے وقت بارگاہ اقدس کی مٹی اور آستانہ پر اپنا منھ اور رخسارہ اور داڑھی رگڑنا مستحب در مستحق ثواب ہے جس میں کوئی حرج معلوم نہیں مگر اس کے لیے جس کی نیت اچھی ہو اور افراط شوق اور غلبہ محبت اسے اس پر باعث ہو پھر فرماتے ہیں۔

علاانى اتحفك بامر يلوح لك منه المعنى بان الشيخ لامام سبكى وضع خروجه على بساط دار الحديث التى مسها قدم النووى لينال بركة قدمه ونيوه بمزيد عظيمته كما اشار الى ذلك بقوله وفى دار الحديث لطيف معنى الى بسط له اصبو وادى لعلى ان اقال بحروجهى مكانا مسه قدم النواوى وبان شيخنا تاج العارفين امام السنته خاتمة المجتهدين كان يمرغ وجهه ولحيته على عتبة البيت الحرام بحجر اسماعيل۔

یعنی علاوہ بریں میں تجھے یہاں ایک ایسا تحفہ دیتا ہوں جس سے معنی تجھ پر ظاہر ہو جائیں وہ یہ کہ امام اجل تقی الملۃ والدین سبکی دار الحدیث کے اس بچھونے پر جس پر امام نووی قدس سرہ العزیز قدم مبارک رکھتے تھے ان کے قدم کی برکت لینے اور ان کی زیارت تعظیم کے شہرہ دینے کو اپنا چہرہ اس پر ملا کرتے تھے جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ دار الحدیث میں ایک لطیف معنی ہیں جن کے ظاہر کرنے کا مجھے عشق ہے کہ شاید میرا چہرہ پہنچ جائے اس جگہ پر جس کو قدم نووی نے چھوا تھا اور ہمارے شیخ تاج العارفین امام سنت خاتمۃ المجتہدین آستانہ بیت الحرام میں حطیم شریف پر جہاں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا مزار کریم ہے اپنا چہرہ اور داڑھی ملا کرتے تھے۔ بالجملہ یہ کوئی امر ایسا نہیں جس پر انکار واجب کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اور اجلہ ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے تو اس پر شورش کوئی وجہ نہیں اگر چہ ہمارے نزدیک عوام کو اس سے بچنے ہی میں احتیاط ہے امام علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں۔

المسئلة متى اسكن ليخرجها على قول من الاقوال فى مذهبنا او مذهب غيرنا فليست بمنكر

حاشیہ......☆

یحب انکار والنهی عنه وانما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمته والنهی عنه والله تعالی اعلم۔

کتبه

عبده المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنه

بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی الله علیه وسلم

مرتب حضرت مولانا مفتی محمد اصغر علی صاحب حشمتی صدر مدرس دار العلوم حشمت الرضا پیلی بھیت شریف

جاری کردہ عطاء الحشمت حشمتی مدرس شعبہ تجوید دار العلوم حشمت الرضا حشمت نگر پیلی بھیت شریف یو پی۔

(نوٹ) حسب عادت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے اس فتوی پر بھی حاشیہ لگایا گیا ہے جو اس فتوی مبارکہ کا نشان احوط کے لفظ پر ہے اسی احوط کے پر لکھا ہے: **احوط**

ما هو خلاف الاحوط والاحتیاط لیس حراما ولا مکروه تحریما کما مقابل الاصح والارجح بحرام بل هو صحیح وراجح والعمل علیه جائز ولا یخفی علی اهل العلم فمن شاء التحقیق فلیرجع الی الشامی والقول انه من عادات النصاری فله اجوبة منها ان کل عادة لا تکون شعارك وما فعل سیدنا بلال رضی الله عنه وارضاه عنا فی الدارین عنه الصحابة رضوان الله تعالیٰ علیهم کیف یکون من عاداتهم بان یکون شعاراً الیهم وهم اعلم منا بشعارهم وعاداتهم وما فعل المشایخ والعرفاء وامر واتباعهم کیف یکون حراما قطعا۔

وسیدنا اعلحضرة المجدد الاعظیم اذا رجع من المدینة المنوره الی الاجمیر المقدسه حضر ثم خرج بعد الفاتحه ولم یقبل تربته قدس سره فسمع ما سمع من قائل فرجع ودخل وقبل وقال هذا صوت مجلس السلطان هذه الواقعة بین مخدومنا مولینا السید حسین علی الرضوی وکیل الجاؤرة۔

ترجمہ: وہ جو احوط کے خلاف ہو وہ نہ حرام ہے اور نہ مکروہ تحریمی جیسا کہ اصح وراجح کا مقابل حرام نہیں بلکہ وہ صحیح وراجح اور اس پر عمل جائز ہے اور یہ اہل علم پر مخفی نہیں جو اس کی تحقیق مزید چاہتا ہے اس شامی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور یہ قول کہ یہ نصاریٰ کی عادات سے ہے تو اس کے کیا ہو وہ نصاریٰ کا شعار کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ صحابہ کرام نصاریٰ کے شعار کو ہم سے زیادہ جانتے وہ کیسے نصاریٰ کا شعار ہو جائے گا تو یہ فعل قطعاً حرام نہ ہوا۔ (بلکہ مباح ہوا)

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ سے واپس آئے تو اجمیر شریف حضور غریب نواز رضی اللہ عنہ کے مزار کی حاضری دی آپ نے فاتحہ شریف پڑھ کر مزار کو چومے بغیر باہر آ گئے پس سنا جو کچھ سنا جو کہنے والا کہہ رہا تھا اسی لیے پھر لوٹ کر مزار شریف داخل ہو کر مزار شریف کو چوم کر فرمایا کہ یہ مجلس سلطان کی آواز تھی اسی لیے چوم رہا ہوں۔

یہ واقعہ سید حسن علی رضوی وکیل مجاورہ نے بیان فرمایا۔

(مزارات کو چومنا ص ۲۰ تا ۲۷ مطبوعہ مکتبہ فیضان مدینہ کراچی)

☆............☆

ان احادیث ومحدثین وعلماء کی عبارات سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے ہاتھ پاؤں اوران کے لباس نعلین. بال غرضکہ سارے تبرکات اسی طرح کعبہ معظمہ، قرآن شریف کتب احادیث کے اوراق کا چومنا جائز اور باعث برکت ہے بلکہ بزرگان دین کے بال ولباس وجمیع تبرکات کی تعظیم کرنا ان سے لڑائی وغیرہ مصائب میں امداد حاصل کرنا۔ قرآن سے ثابت ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

قال لهم نبيهم ان ايته ملكه ان ياتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم ويقيته مما ترك ال موسى وال هرون تحمله الملئكةان فى ذلك الأية لكم ان كنتم مومنين۔

(تفسیر نور العرفان سورۃ البقرۃ پارہ ۲ آیت نمبر ۲۴۸ ص ۴۹ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت آوے گا۔ جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کو چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ھارون کے ترکہ کی کہ اٹھائے ہوں گے اس کو فرشتہ اس آیت کی تفسیر میں تفسیر خازن وروح البیان وتفسیر مدارک اور جلالین وغیرہم نے لکھا ہے کہ تابوت ایک شمشاد کی لکڑی کا صندوق تھا جس میں انبیاء کی تصاویر (یہ تصاویر کسی انسان نے نہ بنائی تھیں بلکہ قدرتی تھیں) ان کے مکانات شریفہ کے نقشے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء ان کے کپڑے اور آپ کے نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا اوران کا عمامہ وغیرہ تھا۔

بنی اسرائیل جب دشمن سے جنگ کرتے تو برکت کے لئے اس کو سامنے رکھتے۔ جب خدا سے دعا کرتے تو اس کو سامنے رکھ کر دعا کرتے تھے۔ بخوبی ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے تبرکات سے فیض لینا۔ ان کی عظمت کرنا طریقہ انبیاء ہے۔ تفسیر خازن ومدارک وروح البیان وکبیر سورہ یوسف پارہ ۱۲ از یر آیت فلما ذهبوا به (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۱۵) کہ جب یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کے ساتھ بھیجا تو ان کے گلے میں ابراہیم علیہ السلام کی قمیص تعویذ بنا کر ڈال دی تا کہ محفوظ رہیں۔

سارے پانی رب نے پیدا کئے ہیں۔ مگر آب زمزم کی تعظیم اس لئے ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قدم شریف سے پیدا ہوا۔ مقام ابراہیم پتھر کو حضرت ابراہیم نے نسبت ہوئی تو اس کی عزت یہاں تک بڑھ گئی کہ رب تعالیٰ نے فرمایا۔ واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۵) سب کے سر ادھر جھکا دیئے مکہ معظمہ کو حضور علیہ السلام سے نسبت ہوئی۔ تو رب تعالیٰ نے اس کی قسم فرمائی۔ لا اقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد (پارہ ۳۰ سورہ ۹۰ آیت نمبر ۱۔۲) نیز فرمایا وهذا البلد الامين (پارہ ۳۰ سورہ ۹۵ آیت نمبر ۳) ایوب علیہ السلام سے فرمایا۔ اركض برجلك هذا مغتسل بارد وشراب (پارہ ۲۳ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۴۲) ایوب علیہ السلام کے پاؤں سے جو پانی پیدا ہوا وہ شفا بنا۔ معلوم ہوا کہ نبی کے پاؤں کا دھوون عظمت والا اور شفاء ہے۔ مشکوۃ شروع کتاب اللباس میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور علیہ السلام کا جبہ (اچکن) شریف تھا۔ اور مدینہ طیبہ میں میں جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ وہ دھو کر اس کو پلاتی تھیں۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس ج ۳ ص ۱۶۴۱ رقم الحدیث ۲۰۶۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب اللباس ج ۴ ص ۴۹ رقم الحدیث ۴۰۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۷ رقم الحدیث ۲۶۹۸۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۴۲۳ رقم الحدیث ۴۰۱۰ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۹۸ رقم الحدیث ۲۶۴ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (شعب الایمان ج ۵ ص ۱۴۱ رقم الحدیث ۶۱۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۵۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حاشیہ.....☆

(وبقية مما ترك ال موسىٰ وال هرون) يعني موسىٰ وهارون نفسهما كان فيه لوحان من التوراة ورضاض الالواح التى تكسرت وكان فيه عصا موسىٰ ونعلاه وعمامة هارون وعصاه وقفيز من المن الذى كان ينزل على بنى اسرائيل۔

اسی مشکوٰۃ کتاب الاطعمہ باب الاشربہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف فرما ہوئے اور ان کے مشکیزے سے منہ مبارک لگا کر پانی پیا۔ انہوں نے برکت کے لئے مشکیزہ کا منہ کاٹ کر رکھ لیا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاشربہ ج ۲ ص ۱۱۳۲ رقم الحدیث ۳۴۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع الصحیح للترمذی ابواب الاشربہ ج ۴ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۱۸۹۲ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۲ ص ۱۳۸ رقم الحدیث ۵۳۱۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند حمیدی ج ۱ ص ۱۷۲ رقم الحدیث ۳۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۵ ص ۱۵ رقم الحدیث ۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

اسی مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب المساجد فصل ثانی میں ہے کہ ایک جماعت حضور علیہ السلام کے دست اقدس پر مشرف بہ اسلام ہوئی اور عرض کیا کہ ہمارے ملک میں بیعہ (یہودیوں کا عبادت خانہ) ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کو توڑ کر مسجد بنالیں۔ حضور علیہ السلام نے ایک برتن میں پانی لے کر اس میں کلی فرمادی اور فرمایا کہ اس بیعہ کو توڑ دو اور اس پانی کو یہاں زمین پر چھڑک دو اور اس کو مسجد بنالو۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب المساجد الفصل ثانی ص ۶۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا لعاب شریف کفر کی گندگی کو دور فرماتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی ٹوپی شریف میں حضور علیہ السلام کا ایک بال شریف رکھتے تھے۔ اور جنگ میں وہ ٹوپی ضرور آپ کے سر مبارک پر ہوتی تھی۔

(الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۲ ص ۶۱۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حاشیہ......☆ ••••••••••••••••••••••••••••••••

ترجمہ: (وبقية مما ترك ال موسیٰ وال هرون) آل سے مراد حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے تبرکات ہیں اس میں تورات کی دو مکمل تختیاں اور کچھ ان تختیوں کے کوٹے ہوئے ٹکڑے تھے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور نعلین اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور عصا اور (جنت کا کھانا) من جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا اس کا ٹکڑا بھی اس میں شامل تھا۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۲۲۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی متوفی ۳۷۵ھ لکھتے ہیں۔

وعصا موسى وعمامة هارون۔

(تفسیر السمرقندی ص ۱۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں۔

ونعلا موسى وعمامة هارون عليهما السلام۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج ۱ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنۃ پشاور)

(تفسیر جلالین میں ہے) وهي نعلا موسىٰ وعصاه وعمامة هارون۔

(تفسیر جلالین ص ۳۴ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

امام عبداللہ محمد بن عمر الواقدی متوفی ۲۰۷ھ لکھتے ہیں۔

وقد اتيتك بالقلنسوة المباركة التي تنتصر بها على اعدائك۔

ترجمہ: میں آپ کے پاس مبارک ٹوپی لایا جس کے وسیلے سے دشمن پر مدد طلب کی جاتی ہے۔

(فتوح الشام جبلۃ یحارب خالدا ج ۱ ص ۱۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن عبداللہ ابوعبداللہ الحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں۔

فسبقتهم الى ناصيته فجعلتها في هذه قلنسوة فلم اهد قتالاً وهي معي الارزقت النصر۔

ترجمہ: یعنی میں نے بھی آپ کی پیشانی مبارک کا ایک بال حاصل کر کے اپنی ٹوپی میں محفوظ کرلیا۔

(مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۲۹۹ مطبوعہ بیروت)

مشکوۃ باب السترۃ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے وضو فرمایا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وضو کا پانی لے لیا اور لوگ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرف دوڑتے۔ جس کو اس غسالہ شریف کی تری مل گئی اس نے اپنے منہ پر مل لی اور جسے نہ ملی۔ اس نے کسی دوسرے کے ہاتھ سے تری لے کر منہ پر ہاتھ پھیر لیا۔

(مشکوۃ المصابیح باب السترۃ الفصل الاول ص ۷۳۔۷۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین کی استعمال چیزوں سے برکت حاصل کرنا سنت صحابہ ہے۔ اب اقوال فقہاء ملاحظہ ہوں۔ عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ملاقات الملوک میں ہے۔

ان قبل يد عالم او سلطن عادل بعلمه وعدله لاباس به۔

ترجمہ: اگر عالم یا عادل بادشاہ کے ہاتھ چومے ان کے علم وعدل کی وجہ سے تو اس میں حرج نہیں۔

اسی عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب زیارۃ القبور میں ہے۔

لاباس بتقبيل قبر والديه كذا في الغرائب۔

ترجمہ: اپنے ماں باپ کی قبروں کو چومنے میں حرج نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور وقرأۃ القرآن فی المقابر ج ۵ ص ۳۵۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ملاقات الملوک میں ہے۔

ان التقبيل على خمسة اوجه قبلة الرحمة كقبلة الوالد ولده وقبلة التحية كقبلة المومنين بعضهم لبعض وقبلة الشفقة كقبلة الولد بوالديه وقبلة المودة كقبلة الرجل اخاه وقبلة الشهوة كقبلة الرجل امراته وزاد بعضهم قبلة الديانة وهي قبلة الحجر الاسود۔

ترجمہ: بوسہ لینا پانچ طرح کا ہے رحمت کا بوسہ جیسے کہ باپ اپنے فرزند کو چومے۔ ملاقات کا بوسہ جیسے کہ بعض مسلمان بعض کو بوسہ دیں۔ شفقت کا بوسہ جیسے کہ فرزند اپنے ماں باپ کو بوسہ دے دوستی کا بوسہ جیسے کہ شوہر اپنی بیوی کا بوسہ لے۔ بعض نے زیادہ کیا دین داری کا بوسہ اور وہ سنگ اسود کا چومنا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ملاقات الملوک ج ۵ ص ۳۶۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

درمختار جلد پنجم کتاب الکراہیت آخر باب الاستبراء بحث مصافحہ میں ہے۔

ولاباس بتقبيل يد العالم والسلطن العادل۔

ترجمہ: عالم اور عادل بادشاہ کے ہاتھ چومنے میں حرج نہیں۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس جگہ شامی نے حاکم کی ایک حدیث نقل کی جس کے آخر میں ہے۔

قال ثم اذن له فقبل راسه ورجليه وقال لو كنت امرا احد يسجد لاحد لامرت المراة ان تسجد لزوجها وقال صحيح الاسناد۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے اس شخص کو اجازت دی اس نے آپ کے سر اور پاؤں مبارک پر بوسہ دیا۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر ہم کسی کو سجدے کا حکم دیتے تو عورت کو حکم دیتے کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

درمختار نے اسی جگہ پانچ قسم کا بیان کیا مثل عالمگیری کے اتنا اور زیادہ کیا۔

قبلة الديانه للحجر الاسود وتقبيل عتبة الكعبة تقبيل المصحف قيل بدعة لكن روى عن عمر انه كان ياخذ المصحف كل غداوة ويقبله واما تقبيل الخبز فجوز الشافعية انه بدعة مباحة و قيل حسنة ملخصاً۔

ترجمہ: ایک بوسہ دینداری کا ہے وہ حجر اسود کا بوسہ کعبہ شریف کی چوکھٹ کا بوسہ ہے قرآن پاک کو چومنا بعض لوگوں نے بدعت کہا ہے مگر عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ہر صبح کو قرآن پاک ہاتھ میں لے کر چومتے تھے اور روٹی کا چومنا اس کو شافعی نے جائز فرمایا کہ یہ بدعت جائز ہے بعض نے کہا کہ بدعت حسنہ ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نیز رب تعالیٰ فرماتا ہے واتخذوا من مقام ابراهيم مصلی (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۵) مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت خلیل علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی ان کے قدم پاک کی برکت سے اس پتھر کا یہ درجہ ہوا کہ دنیا بھر کے حاجی اس کی طرف سر جھکانے لگے۔ ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بوسے چند طرح کے ہیں اور متبرک چیزوں کو بوسہ دینا دینداری کی علامت ہے، یہاں تک تو اقوال موافقین کا ذکر ہوا۔ مخالفین کے سردار جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ جلد کتاب الحظر والاباحہ صفحہ ۵۴ پر فرماتے ہیں تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے حدیث سے ثابت ہے۔ فقط رشید احمد عفی عنہ۔

اس کے متعلق اور بھی احادیث و فقہی عبارات پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اس قدر پر کفایت کی جاتی ہے۔

دوسرا باب

اس پر اعتراضات وجواب میں

بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنے اور تبرکات کی تعظیم پر مخالفین کے پاس حسب ذیل اعتراضات ہیں۔ انشاء اللہ اس کے سوا اور نہ مل سکیں گے۔

اعتراض (۱) ......:۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ علماء کے سامنے زمین چومنا حرام ہے نیز جھک کر تعظیم کرنا حرام ہے کیونکہ یہ رکوع کے مشابہ ہے اور جس طرح تعظیمی سجدہ حرام ہو گیا۔ تعظیمی رکوع بھی حرام ہو گیا اور جبکہ کسی کے پاؤں چومنے کے لئے اس کے قدم پر منہ رکھا تو یہ رکوع تو کیا سجدہ ہو گیا لہذا یہ حرام ہے۔ درمختار کتاب الکراہیت باب الاستبراء بحث مصافحہ میں ہے۔

وتقبيل الارض بين يدى العلمآء والعظمآء فحرام لانه يشبه عبادة الوثن۔

ترجمہ: علماء اور بڑے بزرگوں کے سامنے زمین چومنا یہ حرام ہے کیونکہ یہ بت پرستی کے مشابہ ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی کے ماتحت شامی میں ہے۔

الايماء فی الاسلام الی قريب الركوع كالسجود وفی المحيط انه يكره الانحناء للسلطن وغيره وظاهر كلامهم علی اطلاق السجود علی هذا التقبيل۔

ترجمہ: سلام میں رکوع کے قریب تک جھکنا سجدہ کی طرح ہے اور محیط میں ہے کہ بادشاہ وغیرہ کے سامنے جھکنا مکروہ ہے اور فقہاء کا ظاہری کلام یہ ہے کہ وہ اس چومنے کو سجدہ ہی کہتے ہیں۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

معلوم ہوا کہ کسی انسان کے آگے جھکنا سجدہ کرنا شرک ہے لہذا کسی کے پاؤں چومنا شرک ہے حضرت مجدد صاحب کو دربار اکبری میں بلایا

گیا اور داخل ہونے کا دروازہ چھوٹا رکھا گیا تا کہ اس بہانہ سے آپ اکبر کے سامنے جھک جاویں۔ مگر جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو آپ نے اولاً دروازے میں پاؤں داخل کئے تا کہ جھکنا نہ لازم آجاوے (یہ اعتراض انتہائی ہے اور عام دیوبندی وہابی اسی کو پیش کرتے ہیں)۔

جواب:۔ ہم اولاً سجدہ کی تعریف کریں۔ پھر سجدے کے احکام۔ پھر یہ عرض کریں کہ کسی کے سامنے جھکنے کے کیا احکام ہیں اس سے یہ اعتراض خود بخود ہی دفع ہو جاوے گا۔ شریعت میں سجدہ یہ ہے کہ زمین پر سات عضو لگیں۔ دونوں پنجے، دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ اور ناک و پیشانی پھر اس میں سجدہ کی نیت بھی ہو۔ دیکھو عام کتب فقہ کتاب الصلوٰۃ بحث سجدہ اگر بغیر سجدے کی نیت کے کوئی شخص زمین پر اوندھا لیٹ گیا تو سجدہ نہ ہوا۔ جیسا کہ بعض لوگ بیماری یا سردی سے چارپائی پر اوندھے پڑ جاتے ہیں۔ سجدہ دو طرح کا ہوتا ہے سجدہ تحیۃ اور سجدہ عبادت۔ سجدہ تحیۃ تو کسی کی ملاقات کے وقت سجدہ کرنا اور سجدہ عبادت کسی کو خدا یا خدا کی طرح جان کر کرنا۔ سجدہ عبادت غیر اللہ کو کرنا شرک ہے کسی نبی کے دین میں جائز نہ ہوا کیونکہ ہر نبی تو حید لائے شرک کسی نے نہیں پھیلایا سجدہ تحیۃ زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک تک جائز رہا فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور برادران حضرت یوسف نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ تفسیر روح البیان پارہ ۱۲ سورہ ہود زیر آیت **وقیل بعدا للقوم الظالمین** (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۴۴) میں حضرت ابوالعالیہ سے ایک روایت نقل کی کہ زمانہ نوح علیہ السلام میں شیطان نے توبہ کرنی چاہی تو حضرت نوح علیہ السلام کو زندگی میں سجدہ نہ کیا تو اس کی قبر کو کیا سجدہ کروں گا۔ پھر اسلام نے اس سجدہ تحیۃ کو حرام فرمایا۔ لہٰذا اگر کوئی مسلمان کسی آدمی کو سجدہ تحیۃ کرے تو گنہگار ہے، مجرم ہے حرام کا مرتکب ہے، مگر مشرک یا کافر نہیں۔ معترض نے جو درمختار کی عبارت پیش کی اسی جگہ درمختار میں ہے۔

ان کان علی وجه العبادة والتعظيم كفرو ان كان على وجه التحية لا وصار اثما مرتكبا للكبيرة۔

ترجمہ: اگر یہ زمین چومنا عبادت اور تعظیم کے لئے ہو تو کفر ہے اور اگر تحیۃ کے لئے ہو تو کفر نہیں ہاں گنہگار اور کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ۵ ص ۱۷۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی عبارت کے ماتحت شامی نے اس کو اور بھی واضح کر دیا ہے۔ رہا غیر کے سامنے جھکنا۔ اس کی دو نوعیت ہیں ایک یہ کہ جھکنا تعظیم کے لئے ہو جیسے کہ جھک کر سلام کرنا۔ یا معظم شخص کے سامنے زمین چومنا یہ اگر حد رکوع ہے تو حرام ہے اسی کو فقہاء منع فرما رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جھکنا کسی اور کام کے لئے ہو اور وہ کام تعظیم کے لئے ہو جیسے کہ کسی بزرگ کا جوتا سیدھا کرنا اس کے پاؤں چومنا کہ جھکنا اگر چہ اس میں بھی ہے مگر جوتا سیدھا کرنے یا پاؤں چومنے کے لئے ہے اور وہ کام تعظیم بزرگ کے لئے یہ حلال ہے اگر یہ توجیہ کی نہ جائے تو ہماری پیش کردہ احادیث اور فقہی عبارات کا کیا مطلب ہوگا۔ نیز یہ سوال دیوبندیوں کے بھی خلاف ہوگا کہ ان کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب بھی ہاتھ پاؤں چومنا جائز فرماتے ہیں۔ حضرت مجدد صاحب کا یہ انتہائی تقویٰ تھا کہ انہوں نے سمجھا کہ چونکہ دربار اکبری میں اکبر بادشاہ کو سجدہ کرایا جاتا ہے اور اکبر اس غرض سے مجھ کو اپنے سامنے جھکانا چاہتا ہے۔ اس لئے آپ نہ جھکے ورنہ اگر آپ جھک کر اس کھڑکی سے داخل ہوتے تو بھی آپ پر کچھ شرعی الزام نہ ہوتا کہ آپ کا مقصد اس جھکنے سے تعظیم اکبر نہ تھی۔

اعتراض (۲).........۔ احادیث میں ہے کہ حضرت عمر نے سنگ اسود کو بوسہ دے کر فرمایا۔

انی اعلم انك حجر لا تنفع ولا تضر لولا انی رءيت رسول الله ﷺ ما قبلتك۔

ترجمہ: پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے اگر میں نے حضور علیہ السلام کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھ کو نہ چومتا۔

(صحیح مسلم کتاب الحج باب استحباب تقبیل الحجر الاسود فی الطواف ج ۲ ص ۹۲۵ رقم الحدیث ۱۲۷۰ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنگ اسود کا بوسہ ناگوار تھا مگر چونکہ نص میں آ گیا مجبوراً چوم لیا۔ اور چونکہ ان تبرکات کے چومنے کی نص نہیں آئی لہٰذا نہ چومنا ہی مناسب ہے۔

جواب:۔ مولوی عبدالحئی صاحب نے مقدمہ ہدایہ مذیلۃ الہدایہ میں حجر اسود کے ماتحت اسی حدیث کو نقل فرما کر فرمایا کہ حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جواب دیا کہ اے امیر المومنین حجر اسود نافع بھی ہے اور مضر بھی۔ کاش کہ آپ نے قرآن کی اس آیت کی تفسیر پر توجہ فرمائی ہوتی۔ **واذ اخذ ربك من بنی ادم من ظهورهم ذريتهم** جب میثاق کے دن رب تعالیٰ نے عہد و پیمان لیا تو وہ عہد نامہ ایک ورق میں لکھ کر اس حجر اسود میں رکھا اور یہ سنگ اسود قیامت کے دن آویگا کہ اس کی آنکھیں اور زبان اور لب ہوں گے اور مومنین کی گواہی دے گا۔ لہذا یہ اللہ کا امیر اور مسلمانوں کا گواہ ہے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اے علی رضی اللہ عنہ جہاں تم نہ ہو خدا مجھے وہاں نہ رکھے۔

(ارشاد الساری ج ۳ ص ۶۲ ۵ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر)، (شرح الموطا امام مالک ج ۲ ص ۲۸۷ مطبوعہ مطبع خیریہ مصر)

معلوم ہوا کہ سنگ اسود نفع ونقصان پہنچانے والا ہے اور اس کی تعظیم دین کی تعظیم ہے۔ نیز حضرت فاروق کا سنگ اسود کو یہ خطاب اس لئے نہ تھا کہ آپ اس بوسہ حجر اسود سے ناراض تھے۔ سنت سے ناراضی کفر ہے بلکہ محض اس لئے کہ اہل عرب پہلے بت پرست تھے ایسا نہ ہو کہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اسلام نے چند بتوں سے ہٹا کر ایک پتھر پر ہم کو متوجہ کر دیا اس فرمان سے لوگوں کو فرق معلوم ہو گیا کہ وہ تھا پتھروں کا پوجنا اور یہ ہے پتھر کا چومنا۔ پوجنا اور ہے اور چومنا اور۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مقصد کی تردید نہ کی بلکہ **لاتضر و لاتنفع** کے لفظ سے جو سامعین دھوکا کھاتے اس کو صاف فرما دیا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ بالذات یہ پتھر میں بالکل نفع وضرر نہیں تو حضرت فاروق کا فرمان بھی لوگوں کو سمجھانے کے لئے تھا حضرت علی مرتضی کا بھی رضی اللہ عنہما ہماری تقریر سے روافض اور وہابیوں دونوں کے اعتراض اٹھ گئے۔

تعجب ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ یہاں تو سنگ اسود کے بوسہ کے بقول تمہارے خلاف ہیں لیکن خود ہی حضور علیہ السلام سے انہوں نے عرض کیا کہ ہم مقام ابراہیم کو اپنا مصلیٰ بنا لیتے کہ اس کے سامنے سجدہ کرتے اور نفل پڑھتے ان ہی کی عرض پر یہ آیت آئی۔ **واتخذوا من مقام ابراهيم مصلیٰ** (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۵) مقام ابراہیم بھی تو ایک پتھر ہی ہے اس کے سامنے نفل پڑھنا اور سجدہ کرنا آپ کو پسند ہے۔

اعتراض (۳)......: بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ آج کل جو تبرکات حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں خبر نہیں کہ بناوٹی ہیں یا کہ اصل چونکہ ان کے واصلی ہونے کا ثبوت نہیں اس لئے ان کا چومنا ان کی عظمت کرنا منع ہے۔ ہندوستان میں صدہا جگہ بال مبارک کی زیارت کرائی جاتی ہے نہ تو اس کا پتہ ہے اور نہ ثبوت کہ یہ حضور علیہ السلام کے بال ہیں؟

جواب:۔ تبرکات کے ثبوت کے لئے مسلمانوں میں یہ مشہور ہونا کہ یہ حضور کے تبرکات ہیں کافی ہیں اس کے لئے آیت قرآنی یا حدیث بخاری کی ضرورت نہیں ہر چیز کا ثبوت یکساں نہیں ہوتا زنا کے ثبوت کے لئے چار متقی مسلمانوں کی شہادت درکار۔ دیگر مالی معاملات کے ثبوت کے لئے دو کی گواہی اور رمضان کے چاند کے لئے صرف ایک عورت کی خبر بھی معتبر، نکاح نسب یادگاروں اور اوقاف کے ثبوت کے لئے صرف شہرت یا خاص علامت کافی ہے۔ ایک پردیسی آدمی کسی عورت کو ساتھ لے کر مثل زن و شوہر رہتے ہیں۔ آپ اس علامت کو دیکھ کر اس کے نکاح کی گواہی دے سکتے ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ ہم فلاں کے بیٹے فلاں کے پوتے ہیں۔ اس کا ثبوت نہ قرآن سے ہے نہ حدیث سے نہ ہماری والدہ کے نکاح کے گواہ موجود۔ مگر مسلمانوں میں اس کی شہرت ہے اتنا ہی کافی ہے۔ اسی طرح یادگاروں کے ثبوت کے لئے صرف شہرت معتبر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے

اولم يسيروا في الارض فينظر و كيف كان عاقبة الذين من قبلهم۔

ترجمہ: کیا یہ لوگ زمین کی سیر نہیں کرتے تا کہ دیکھیں ان سے پہلے والوں کا کیا انجام ہوا۔

(پارہ ۲۱ سورہ ۳۰ آیت نمبر ۹)

اس آیت میں کفار مکہ کو رغبت دی گئی ہے کہ گذشتہ کفار کی یادگاروں، ان کی اجڑی ہوئی بستیوں کو دیکھ کر عبرت پکڑیں کہ نافرمانوں کا یہ انجام ہوتا ہے اب یہ کیسے معلوم ہو کہ فلاں جگہ فلاں قوم آباد تھی قرآن نے بھی اس کا پتہ نہ دیا اس کے لئے محض شہرت معتبر مانی۔ معلوم ہوا کہ قرآن نے بھی اس شہرت کا اعتبار فرمایا شفا شریف میں ہے۔

ومن اعظامه واكباره اعظام جميع اسبابه واكرام مشاهده وامكنته وما لمسه عليه السلام او عرف به۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام کی تعظیم وتوقیر میں سے یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام کے اسباب ان کے مکانات اور جس کو اس جسم پاک سے مس بھی ہو گیا ہو اور جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ یہ حضور علیہ السلام کی ہے ان سب کی تعظیم کرے۔

(شفا شریف ج ۲ ص ۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

شرح شفا میں ملا علی قاری اسی عبارت کے ماتحت فرماتے ہیں۔ **ان المراد جميع ما نسب اليه و يعرف به عليه السلام** اس سے مقصد یہ ہے کہ جو چیز حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہو مشہور ہو اس کی تعظیم کرے۔ مولانا عبد الحلیم صاحب لکھنوی نے اپنی کتاب نور الایمان میں یہی عبارت شفا نقل فرما کر ویعرف بہ پر حاشیہ لکھا:

اى و لو كان على وجه الاشتهار من غير ثبوت اخبار فى اثاره كذا قال على ن القارى۔

ترجمہ: اگرچہ یہ نسبت محض شہرت کی بنا پر ہو اور اس کا ثبوت احادیث سے نہ ہو۔ اسی طرح ملا علی قاری نے فرمایا۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب مسلک متقسط میں یہی مضمون تحریر فرمایا۔ اسی طرح علماء امت نے احکام حج میں تصانیف شائع کیں اور زائرین کو ہدایت کی کہ حرمین شریفین میں ہر اس مقام کی زیارت کرے جس کی لوگ عزت وحرمت کرتے ہوں۔

تعجب ہے کہ فقہاء کرام فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کو بھی معتبر مانیں۔ اور یہ مہربان تبرکات کے ثبوت کے لئے حدیث بخاری کا مطالبہ کریں۔

عاشقاں را چہ کار باتحقیق! ہر کجا نام اوست قربانیم!

حاشیہ......☆

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں۔

و ما يفعله بعض الناس من النزول بقرب من المدينة والمشى على اقدامه الى ان يدخلها حسن و كل ما كان ادخل فى الادب والاجلال كان حسنا۔

ترجمہ: بعض لوگ مدینہ کے قریب سواری سے اتر جاتے ہیں اور پیدل چل کر مدینہ میں داخل ہوتے ہیں ان کا یہ فعل مستحسن ہے اور ہر وہ فعل جس کا حضور ﷺ کے ادب اور اجلال میں زیادہ دخل ہو اس کو کرنا مستحسن ہے۔

(فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں۔

و ما يفعله بعض الناس من النزول بقرب من المدينة والمشى الى ان يدخلها حسن و كل ما كان ادخل فى الادب والاجلال كان حسنا۔

ترجمہ: اور یہ جو بعض آدمیوں کا دستور ہے کہ مدینہ کے قریب اترتے ہیں اور وہاں سے پیادہ پا چلکر مدینہ میں داخل ہوتے ہیں یہ بہتر ہے اور جس چیز میں ادب اور تعظیم زیادہ ہو وہ بہتر ہے۔

(فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

محمد احتشام الحسن کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

اللہ رب العالمین کی محبت وعظمت کے بعد مومن کے پاس اصل جو سرمایہ ہے رسول اللہ ﷺ کی محبت وعظمت ہے اور جس قدر یہ محبت و

لطیفہ: ہم دھوراجی کاٹھیاواڑ کی نگینہ مسجد میں بارہویں ربیع الاول شریف کو وعظ کہنے گئے وہاں بال مبارک کی زیارت کی جارہی تھی۔ مسلمان زیارت کررہے تھے درود پاک کا ورد کررہے تھے کوئی روتا تھا۔ کوئی دعا مانگ رہا تھا۔ غرضکہ عجب پر کیف منظر تھا ایک صاحب ایک کونہ میں منہ بنائے کھڑے تھے معلوم ہوتا تھا کہ ان کے منہ کو لقوے نے مارا ہے میں نے پوچھا کہ حضرت آپ غصہ میں کیوں ہیں؟ فرمانے لگے کہ مسجدوں میں شرک ہورہا ہے اس کا کیا ثبوت ہے؟ کہ یہ بال حضور علیہ السلام کا ہے اور اگر ہو بھی تو اس تعظیم کا کیا ثبوت ہے؟ میں نے ان کا جواب نہ دیا بلکہ ان سے پوچھا کو جناب کا اسم شریف کیا ہے؟ فرمانے لگے عبدالرحمٰن۔ والد مہربان کا اسم گرامی کیا؟ فرمایا کہ عبدالرحیم۔ ہم نے پوچھا کہ اس کا ثبوت کیا ہے؟ کہ آپ عبدالرحیم صاحب کے فرزند ہیں۔ اولاً تو اس نکاح کے گواہ نہیں اگر کوئی ہو بھی تو وہ صرف عقد نکاح کی گواہی دے گا یہ کیسے معلوم ہوا کہ جناب کی ولادت شریف ان کے ہی قطرے سے ہے تڑپ کر بولے کہ جناب مسلمان کہتے ہیں کہ میں ان کا بیٹا ہوں اور مسلمانوں کی گواہی معتبر ہے۔ ہم نے کہا جناب مسلمان کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا بال شریف ہے اور مسلمانوں کی گواہی معتبر ہے۔ شرمندہ ہو گئے۔ کہنے لگے یہ اور بات ہے پوچھا کہ جناب کہاں کے تعلیم یافتہ ہیں فرمایا دیوبند کے۔ ہم نے کہا کہ پھر کیا پوچھنا آپ رجسٹری شدہ ہیں۔ مولانا قطب الدین برہمچاری قدس سرہ سے ایک دیوبندی صاحب فرمانے لگے کہ حضور علیہ السلام کو حضور کہنا بدعت ہے نام لینا چاہیے کیونکہ حضور کہنا کہیں ثابت نہیں انہوں نے جواب دیا۔ چپ رہ الو۔ بولے یہ کیا؟ فرمایا کہ آپ کو جناب یا آپ کہنا بدعت ہے کہیں بھی ثابت نہیں میں یقین کرتا ہوں کہ دیوبندیوں کو بہت زیادہ تکلیف قیامت کے دن ہوگی۔ جبکہ حضور علیہ السلام مقام محمود پر جلوہ گر ہوں گے اور آپ کی شان تمام عالم پر ظاہر ہوگی اللھم ارزقنا شفاعتہ ﷺ۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے ۔۔۔ پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

حاشیہ.....☆

عظمت دل و دماغ میں راسخ ہوگی اسی قدر دیار رسول ﷺ کی زیارت کی اہمیت اور فوقیت نمایاں اور آشکارا ہوگی۔ اللہ رب العالمین کی محبت وعظمت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی محبت وعظمت ایک لازمی اور فطری تقاضا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت وعظمت کے بعد ہر اس شے کی عظمت ومحبت ہوگی اور شوق واشتیاق ہوگا جسے رسول اللہ ﷺ کی جانب ادنی انتساب اور وابستگی ہوگی۔

(تجلیات مدینہ ص ۷ امطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

قاضی عیاض شفا میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتکریم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ ان تمام اشیاء اور مقامات اور آثار کا اعزاز واکرام ہو جو رسول اللہ ﷺ کی جانب ادنی انتساب رکھتے ہیں۔ اور یہی شیوہ الفت وآشنائی ہے۔

(تجلیات مدینہ ص ۱۰۰ امطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

امام عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں۔

ثم اعلم ان کل ما مال الی التعظیم رسول اللہ ﷺ لا ینبغی لاحد البحث فیہ ولا المطالبۃ بدلیل خاص فیہ فان ذلک سوء ادب فقل ما شئت فی رسول اللہ ﷺ علی سبیل المدح لا حرج۔

ترجمہ: پھر اس بات پر یقین رکھ کہ (ہر قول، فعل، تقریر، تحریر) وہ چیز جو حضور ﷺ کی تعظیم کی طرف مائل ہو کسی کو لائق نہیں کہ اس میں بحث کرے۔ اور نہ یہ لائق ہے کہ اس جزئیہ پر دلیل خاص کا مطالبہ کرے۔ کیونکہ یہ بلاشک وشبہ بے ادبی ہے۔ تو جو جی چاہے حضور ﷺ کے حق میں بطریق مدح بیان کر۔ اس میں کسی قسم کا حرج نہیں۔

(کشف الغمہ عن جمیع الامۃ ج ۲ ص ۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جواہر البحار امام نبہانی ج ۲ ص ۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اعتراض (۴)......: نقشہ نعلین اصل نعلین شریف نہیں یہ تمہاری روشنائی تمہارے قلم سے بنایا ہوا فوٹو ہے۔ پھر اس کی تعظیم کیوں کرتے ہو۔

جواب:۔ یہ نقشہ اصل نعلین کی نقل اور اس کی حکایت ہے حکایت کی بھی تعظیم چاہیئے لاہور کا چھپا ہوا، قرآن شریف اس کا کاغذ روشنائی آسمان سے نہیں اتری ہماری بنائی ہوئی ہے مگر واجب التعظیم ہے کہ اس اصل کی نقل ہے۔ ہر ماہ ربیع الاول ہر دوشنبہ معظم ہے کہ اصل کی حاکی ہے۔

حاشیہ......☆

امام تقی الدین السبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

امر علی الدیار دیار لیلی — اقبل ذا الجدار وذا الجدار

وما حب الدیار شغفن قلبی — ولکن حب من سکن الدیارا

(۱) میں لیلی کے مکانات پر سے گزرتا ہوں تو اس دیوار اور اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں۔ (۲) مکانات کی محبت نے میرے دل کو نہیں گھیرا، لیکن اس کی محبت نے جوان مکانات میں رہا۔

(شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام عربی اردو ص ۱۰۳ مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلیکیشنز لاہور)



بحث عبدالنبی، عبدالرسول نام رکھنا

عبدالنبی عبدالرسول عبدالمصطفیٰ عبدالعلی وغیرہ نام رکھنا جائز ہے۔ اسی طرح اپنے کو حضور علیہ السلام کا بندہ کہنا جائز ہے قرآن وحدیث واقوال فقہاء سے ثابت ہے مگر بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں اس لئے اس بحث کے بھی ہم دو باب کرتے ہیں۔ باب اول میں اس کا ثبوت دوسرے میں اس پر اعتراض وجواب۔

پہلا باب

اس کے ثبوت میں

قرآن کریم فرماتا ہے:

وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم وامائکم۔

ترجمہ: اور نکاح کرواپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۲)

اس عبارت میں عبادکم کی طرف مضاف کیا گیا۔ یعنی تمہارے بندے۔

قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ۔

ترجمہ: اے محبوب فرمادو کہ میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانور پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

(پارہ ۲۴ سورہ ۳۹ آیت نمبر ۵۳)

اس یا عبادی میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ رب فرماتا ہے کہ اے میرے بندو دوسرے یہ کہ حضور علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ آپ فرمادو اے میرے بندو۔ اس دوسری صورت میں عباد رسول اللہ مراد ہوئے یعنی حضور علیہ السلام کے غلام اور امتی، دوسرے معنی کو بھی بہت سے بزرگان دین نے اختیار فرمایا۔ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

بندہ خود خواند احمد در رشاد   جملہ رانجواں قل یا عباد

حضور علیہ السلام نے سارے عالم کو اپنا بندہ فرمایا۔ قرآن میں پڑھ لو قل یا عباد۔ حاجی امداد اللہ صاحب رسالہ نفحہ مکیہ ترجمہ شمائم امدادیہ صفحہ ۱۳۵ میں فرماتے ہیں۔ عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل یا عبادی الذین الایۃ مرجع ضمیر متکلم کا آنحضرت ﷺ ہیں۔ ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی قل یا عبادی الذین الایۃ آپ کہہ دو کہ میرے بندو۔ ازالۃ الخفاء میں شاہ ولی اللہ صاحب بحوالہ الریاض النضرۃ وغیرہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بر سر منبر خطبہ میں فرمایا۔

قد کنت مع رسول اللہ ﷺ فکنت عبدہ وخادمہ۔

ترجمہ: میں حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ پس میں آپ کا بندہ اور خادم تھا۔

مثنوی شریف میں وہ واقعہ نقل فرمایا۔ جبکہ حضرت صدیق اکبر حضرت بلال کو خرید کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ لائے (رضی اللہ عنہما) تو عرض کیا۔

گفت ما دو بندگان کوئے تو   کردمش آزاد ھم بر روئے تو

عرض کیا کہ ہم دونوں آپ کی بارگاہ کے بندے ہیں۔ میں ان کو آپ کے سامنے آزاد کرتا ہوں۔

صاحب درمختار خطبہ درمختار میں اپنا شجرہ علمی بیان فرماتے ہیں۔

فانی ارویه عن شیخنا الشیخ عبدالنبی الخلیلی۔

ترجمہ: میں اس کو اپنے شیخ عبدالنبی خلیلی سے روایت کرتا ہوں۔

(درمختار علی حاشیہ کشف الاستار ص ۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان)

معلوم ہوا کہ صاحب درمختار کے استاد کا نام عبدالنبی تھا۔ مرثیہ رشید احمد گنگوہی میں مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی نے لکھا ہے۔

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

جس سے معلوم ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب کے کالے بندے بھی یوسف ثانی کہلاتے ہیں۔ غرضکہ عبد کی نسبت غیر خدا کی طرف قرآن و حدیث و اقوال فقہاء اور اقوال مخالفین سے ثابت ہے عرب والے عام طور پہ کہتے ہیں۔ عبدی حز شاعر کہتا ہے الواهب الماء تته انهجان و عبده ۱۰۔

لطیفہ:۔ تقویۃ الایمان میں علی بخش، پیر بخش، غلام علی، مدار بخش، عبدالنبی نام رکھنے کو شرک کہا۔ مگر تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ ۱۳ میں رشید احمد صاحب کا شجرہ نسب یوں ہے مولانا رشید احمد ابن مولانا ہدایت احمد ابن قاضی پیر بخش ابن غلام حسن ابن غلام علی۔ اور ماں کی طرف سے نسب نامہ یوں لکھا ہے۔ رشید احمد ابن کریم النساء بنت فرید بخش ابن غلام قادر ابن محمد صالح ابن غلام محمد۔ دیوبندی بتائیں کہ مولوی رشید احمد صاحب کے خاندانی بزرگ مشرک مرتد تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر تھے تو مرتد کی اولاد حلالی ہے یا حرامی۔

دوسرا باب

اس پر اعتراضات و جوابات میں

اعتراض (۱)......:۔ عبد کے معنی ہیں عابد عبادت کرنے والا تو عبدالنبی کے معنی ہوں گے نبی کے عبادت کرنے والا اور یہ معنی صریحی شرکیہ ہیں لہذا ایسے نام منع ہیں۔

جواب:۔ عبد کے معنی عابد بھی ہیں اور خادم بھی۔ جب عبد کو اللہ کی طرف نسبت کیا جاوے گا تو اس کے معنی عابد ہوں گے۔ اور جب غیر اللہ کی نسبت ہوگی تو معنی ہوں گے خادم غلام لہذا عبدالنبی کے معنی ہوئے نبی کا غلام۔ عالمگیری کتاب الکراہیت باب تسمیۃ الاولاد میں ہے۔

والتسمية باسم يوجد فی كتاب الله تعالی جائنزة كالعلی والرشيد والبديع لانه من الاسمآء المشتركه ويراد فی حق العباد ﷺ يراد فی حق الله تعالی كذا فی السراجية۔

ترجمہ: جو نام قرآن شریف میں پائے جاتے ہیں ان سے نام رکھنا جائز ہے جیسے کہ علی یا رشید اور بدیع کیونکہ یہ اسماء مشترکہ میں سے ہیں اور بندے کے لئے ان کے وہ معنی مراد ہوں گے جو کہ اللہ کے لئے مراد نہیں۔

(فتاوی عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب تسمیۃ الاولاد ج ۵ ص ۳۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا نام بھی علی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام بھی علی ہے۔ اسی طرح خدا کا نام بھی رشید بدیع وغیرہ ہیں اور بندوں کے بھی یہ نام ہو سکتے ہیں۔ مگر اللہ کے نام میں ان الفاظ کے معنے اور ہیں اور بندوں کے لئے دوسرے معنی اسی طرح عبداللہ کے معنی اللہ کا عابد، عبدالنبی کے معنی نبی کا غلام اگر یہ توجیہ نہ ہو تو قرآن کی اس آیت کے کیا معنی ہوں گے۔ من عبادکم

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۲)۔

اعتراض (۲)......: مشکوۃ باب الادب الاسامی اور مسلم جلد دوم کتاب الالفاظ من الادب وغیرہ میں ہے۔
لا یقولن احدکم عبدی وامتی کلکم عبیداللہ وکل نسآء کم اماء اللہ ولکن لیقل غلامی وجاریتی۔

ترجمہ: تم میں سے کوئی نہ کہے عبدی امتی (میرا بندہ وغیرہ) تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری عورتیں اللہ کی لونڈیاں ہیں لیکن یہ کہے کہ غلامی وجاریتی۔

(صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ لفظ عبد کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا خلاف احادیث ہے لہذا حرام ہے اور عبدالنبی میں بھی یہ بات موجود ہے لہذا منع ہے۔

جواب:۔ یہ ممانعت کراہت تنزیہی کے طور پر ہے کہ عبدی کہنا بہتر نہیں بلکہ غلامی کہنا اولیٰ ہے اسی حدیث کے ماتحت نووی شرح مسلم میں ہے۔
فان قیل قد قال النبی علیہ السلام فی اشراط الساعۃ ان تلد الامۃ ربتھا فالجواب من وجھین احدھما ان الحدیث الثانی لبیان الجواز وان النھی فی الاول للادب وکراھۃ التنزیہ لا للتحریم۔

ترجمہ: اگر کہا جاوے کہ حضور علیہ السلام نے علامات قیامت میں فرمایا کہ لونڈی اپنے رب کو جنے گی (یعنی بندے کو رب فرمایا) اس کا جواب دو طرح ہے ایک یہ کہ دوسری حدیث بیان جواز کے لئے ہے اور پہلی حدیث میں ممانعت ادب کے لئے ہے اور کراہت تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔

(صحیح مسلم للنووی کتاب الالفاظ من الادب ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مسلم میں اسی جگہ ہے **لایقولن احدکم للعنب الکرم فان الکرم الرجل المسلم۔**

(صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب ج ۲ ص ۲۳۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی جگہ یہ بھی ہے **لا تسمو العنب الکرم فان الکرم المسلم** انگور کو کرم نہ کہو کیونکہ کرم تو مسلمان ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مشکوۃ کتاب الادب باب الاسامی میں ہے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الادب باب الاسامی ۴۰۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوۃ میں اسی جگہ ہے۔
لاتسمین غلامك یسارا ولا رباحاً ولا نجیحاً ولا افلح۔

ترجمہ: حکم تو اللہ ہے اسی کا حکم ہے تو تیرا نام ابوالحکم کیوں ہے۔ اپنے غلام کا نام یسار اور رباح اور نجیح اور افلح نہ رکھو۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الاول ۴۰۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان تمام احادیث میں ان ناموں سے جو ممانعت ہے کراہت تنزیہی کی بنا پر ہے ورنہ قرآن اور حدیث بلکہ خود احادیث میں سخت تعارض ہوگا۔ دیکھو رب خدا کا بھی نام ہے اور قرآن کریم میں بندوں کو بھی رب فرماتا ہے **کما ربیانی صغیراً** (پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۲۴) **قال ارجع الی ربك** (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵۰) اگر کوئی شخص کسی کو اپنا مربی یا رب کہے تو مشرک نہ ہوگا۔ ہاں اس سے بچے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ یہ نام رکھنا واجب نہیں۔ لیکن اگر اس زمانہ میں دیوبندیوں وہابیوں کو چڑانے کے لئے یہ نام رکھے تو بہت باعث ثواب ہے۔ جیسے کہ ہندوستان میں گائے کی قربانی۔ ہم اس کی تحقیق فاتحہ کی بحث میں کر چکے ہیں کہ جس مستحب کام کو اعدائے دین روکنے کی کوشش کریں اور اس ضرور کرنا چاہئے۔

بحث اسقاط کا بیان

اس بحث میں تین باتیں عرض کرنی ہیں۔ اسقاط کے معنی۔ اسقاط کرنے کا صحیح طریقہ۔ اسقاط کا ثبوت مگر چونکہ بعض لوگ اسقاط کے بالکل منکر ہیں۔ وہ قسم قسم کے اعتراض کرتے ہیں اس لئے اس بحث کے دو باب کئے جاتے ہیں پہلے باب میں مذکورہ تین باتیں اور دوسرے باب میں اس پر سوال وجواب۔

پہلا باب

اسقاط کے طریقے اور اس کے ثبوت میں

اس باب میں چار باتیں عرض کی جاتی ہیں۔ اسقاط کے کیا معنی ہیں۔ اسقاط کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ اسقاط کرنے سے فائدہ کیا ہے اسقاط کا ثبوت کیا ہے (۱) اسقاط کے لغوی معنی ہیں گرادینا۔ اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ میت کے ذمہ جو احکام شرعیہ رہ گئے ہوں ان کو اس کے ذمہ سے دور کرنا۔ چنانچہ وجیز الصراط میں ہے اسقاط آں چیز است کہ دور کردہ شود از ذمہ میت بہ ایں کہ میسر شود۔ اسقاط کا فائدہ یہ ہے کہ مسلمان سے بہت سے شرعی احکام عمداً سہوا خطاء رہ جاتے ہیں۔ جس کو وہ اپنی زندگی میں ادا نہ کرسکا۔ اور بعد موت ان کی سزا میں گرفتار ہے اب نہ تو ادا کرنے کی طاقت ہے نہ اس سے چھوٹنے کی کوئی سبیل۔ شریعت مطہرہ نے اس بیکسی کی حالت میں اس میت کی دستگیری کرنے کے لئے کچھ طریقے تجویز فرمادئے کہ اگر ولی میت وہ طریقہ میت کی طرف سے کردے تو بیچارہ مردہ چھوٹ جاوے اس طریقہ کا نام اسقاط ہے حقیقت میں یہ میت کی ایک طرح کی مدد ہے۔ وہابی دیوبندی جس طرح کہ زندہ مسلمان کے دشمن ہیں اسی طرح مردوں کے بھی دشمن کہ ان کو نفع پہنچانے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اسقاط کا طریقہ یہ ہے کہ میت کی عمر معلوم کی جاوے اس میں سے نو سال عورت کے لئے اور بارہ سال مرد کے لئے نابالغی کے لئے نکال دو اب جتنے سال بچے اس میں حساب لگاؤ کتنی مدت تک وہ بے نمازی یا بے روزہ رہا۔ یا نمازی ہونے کے زمانہ میں کس قدر نمازیں اس کی باقی رہ گئیں ہیں کہ نہ وہ پڑھی اور نہ قضا کی اس لئے زیادہ سے زیادہ اندازہ لگالو۔ جتنی نمازیں حاصل ہوں فی نماز ۱۷۵ روپے اٹھنی بھر گیہوں خیرات کردو۔ یعنی جو فطرہ کی مقدار ہے وہ ہی ایک نماز کے فدیہ کی۔ وہ ہی ایک روزے کی۔ تو ایک دن کی چھ نمازیں، پانچ فرض اور ایک وتر واجب ان کا فدیہ تقریباً بارہ سیر گندم ہوئے اور ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ ۹ من گندم تقریباً اور سال کی نمازوں کا ۱۰۸ من گندم ہوتا ہے۔ اب اگر کسی کے ذمہ دس بیس سال کی نمازیں ہیں تو صدہا من غلہ خیرات کرنا ہوگا۔ شاید کوئی بڑا دیندار مالدار ہو تو یہ کرسکے مگر غربا سے ناممکن۔ ان کے لئے یہ طریقہ ہے کہ ولی میت بقدر طاقت گندم یا اس کی قیمت لے مثلاً ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ ۹ من تھا تو ۹ من گندم یا اس کی قیمت لے اور کسی مسکین کو اس کا مالک کردے وہ مسکین یا تو دوسرے مسکین کو یا خود مالک کو بطور ہبہ وہ پھر اس فقیر کو صدقہ دے ہر بار کے صدقہ میں ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ ادا ہوگا۔ بارہ بار صدقہ کیا۔ ایک سال کا فدیہ ادا ہوا۔ اسی طرح چند بار گھمانے میں پورا فدیہ ادا ہوجائے گا۔ نمازوں کے فدیہ سے فارغ ہوکر اسی طرح روزہ اور زکوٰۃ کا فدیہ ادا کردیں رحمت الٰہی سے امید ہے کہ میت کی مغفرت فرمادے۔ اسقاط کا یہ طریقہ صحیح ہے۔ پنجاب میں بنو عام طور پر مروج ہے کہ مسجد سے قرآن پاک کا نسخہ منگایا۔ اس پر ایک روپیہ رکھا اور چند لوگوں نے اس کو ہاتھ لگایا پھر مسجد میں

واپس کردیا اس سے نمازوں کا فدیہ ادا نہ ہوگا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن کی کوئی قیمت ہی نہیں۔ لہذا جب قرآن شریف کا نسخہ خیرات کردیا سب نمازوں کا فدیہ ادا ہوگا مگر یہ غلط ہے کیونکہ اس میں اعتبار تو قرآن کے کاغذ لکھائی چھپائی کا ہے اگر دو روپیہ کا یہ نسخہ ہے تو دو روپیہ کی خیرات کا ثواب ملے گا۔ ورنہ پھر وہ مالدار جن پر ہزار روپیہ سالانہ زکوۃ واجب ہوتی ہے وہ کیوں اتنا خرچ کریں صرف ایک قرآن پاک کا نسخہ خیرات کردیا کریں۔ غرضکہ یہ طریقہ صحیح نہیں طریقہ صحیح نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس سے اسقاط کا مقصد حاصل نہ ہوگا کہ حرام ہے بلا دلیل کسی شئے کو صرف اپنی رائے سے حرام کہنا تو فضلائے دیوبندی کا کام ہے بقدر خیرات ثواب مل جاوے گا۔

نوٹ:۔ ہم نے فدیہ کو جو وزن بیان کیا کہ چھ نمازوں کا بارہ سیر۔ یہ ہر جگہ کے لئے نہیں ہے ایک نماز کا فدیہ ۷۵ا روپیہ اٹھنی پھر گندم ہوتے ہیں۔ ہر صوبہ کے لوگ اس سے اپنے یہاں کے سیر سے حساب لگائیں۔

اسقاط کے ثبوت میں تین بحثیں کرنا ہیں ایک تو یہ کہ حرام سے بچتے ثواب حاصل کرنے یا شرعی ضرورت پوری کرنے کے لئے شرعی حیلے جائز ہیں۔ دوسرے یہ کہ نمازوں کا فدیہ مال سے ہوسکتا ہے۔ تیسرے یہ کہ خود اسقاط کا ثبوت کیا ہے۔

پہلی فصل......حیلہ شرعی کے جواز میں

شرعی حیلے کرنا ضرورت کے وقت جائز ہیں۔ قرآن کریم احادیث صحیحہ اقوال فقہاء سے اس کا ثبوت ہے حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی کہ میں اپنی بیوی کو سو لکڑیاں ماروں گا رب تعالیٰ نے ان کو تعلیم فرمایا کہ تم ایک جھاڑو لے کر ان کو مارو اور اپنی قسم نہ توڑو۔ قرآن مجید نے اسی قصہ کو نقل فرمایا وخذ بيدك ضغثاً فاضرب به ولا تحنث تم اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے کر مار دو اور قسم نہ توڑو۔
(پارہ ۲۳ سورۃ ص آیت نمبر ۴۴)

حاشیہ......☆

سیدنا ایوب علیہ السلام سے رب العزت نے فرمایا تھا کہ اے ایوب تم نے اپنی زوجہ کے بارے میں قسم کھائی تھی کہ اے بی بی میں تجھے سو ۱۰۰ لکڑی ماروں گا۔ اب تو ایک سو ۱۰۰ تنکے کا جھاڑو لے کر مار لے تاکہ تم اپنی قسم میں حانث نہ ہو۔ پھر سیدنا ایوب علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ تفصیلاً واقعہ کتب تفاسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد بن عمرو بن ابی عاصم الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدالله حدثني ابي حدثنا ابو المغيرة اخبرنا صفوان اخبرنا عبدالرحمن ابن جبير قال لما ابتلي النبي بماله وولده وجسده طرح في المزبلة جعلت امراته تخرج تكسب عليه ما تطعمه فحسده الشيطان ذلك وكان ياتي اصحاب الخبز والشواء الذين كانوا يتصدقون عليها فيقول اطردوا هذه المراة التي تغشاكم فانها تعالج صاحبها كجراحات بيدها فالباس يقتذرون طعامكم من اجلها انها تاتيكم وتغشاكم فجعلوا لا يدنونها منهم ويقولون ونحن نطعمك ولا تقربينا فاجبرت ايوب بذلك فحمد الله عزوجل على ذلك فكان يلقاها اذا خرجت كالمتحزن بما لقي ايوب فيقول تج صاحبك وابى الا ما ابى فوالله لو تكلم بكلمة واحدة لكشف عنه كل ضر ولرجع اليه ماله وولده فتجئي فتخبر ايوب عليه السلام بذلك فيقول لها لقيك عدو الله وعصافير هذا الكلام لما اعطانا الله عزوجل المال والولد امنا به واذا قبض الذي لا نكفر به لئن اقامني الله عزوجل من مرضي هذا لاجلدنك مائى جلدة قال فلذلك قال الله عزوجل وخذ بيدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث يعني بالضغث القبضة من المكانس۔

حاشیہ.....☆

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کوان کے مال، اولاد اور جسم میں آزمائش میں ڈالا گیا اور انہیں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا۔ آپ کی بیوی جاتی تو اتنا کماتی جتنا آپ کو کھلاتی۔ شیطان نے اس پر حسد کیا۔ وہ مالدار لوگوں کے پاس آتا جو اس عورت پر صدقہ کرتے اور کہتا اس عورت کو دور بھگا دو جو تمہارے پاس آتی ہے کیونکہ یہ اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہے۔ اب وہ آپ کی بیوی کو قریب نہ آنے دیتے اور کہتے ہم سے دور رہ۔ ہم تجھے کھانا دے دیں گے تو ایوب علیہ السلام سے بات کی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ جب آپ کی بیوی آپ کے پاس سے جاتی تو شیطان اس سے ملتا اور یہ ظاہر کرتا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو جو مصیبت پہنچی اس پر وہ بڑا دکھی ہے اور کہتا تیرے خاوند نے جھگڑا کیا اور انکار کیا مگر اللہ نے انکار نہیں کیا اگر وہ ایک بات کہہ دیتا تو اس سے ہر تکلیف دور ہو جاتی اس کا مال اور اولاد سب واپس آ جاتے بیوی حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آتی اور آپ کو بتاتی حضرت ایوب علیہ السلام اسے فرماتے تجھے اللہ کا دشمن ملا ہے اور اس نے یہ بات تجھے سکھائی ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے میری مرض سے شفا دی تو میں تجھے سو کوڑے ماروں گا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وخذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث۔ اس مراد کھجور کی شاخوں گٹھا ہے۔

(کتاب الزہد لابن ابی عاصم بلاء ایوب علیہ السلام ج ۱ ص ۸۹ مطبوعہ دار الریان للتراث القاھرۃ)، (جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۲۳ ص ۱۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الزہد لامام احمد ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۵ ص ۵۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج عبد بن حمید عن الضحاک رضی اللہ عنہ (وخذ بیدك ضغثاً) قال جماعة من الشجر وكانت لايوب عليه السلام خاصة وهي لنا عامة۔

ترجمہ: امام عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ضغثا سے مراد درختوں کی ایک جماعت ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے خاص اور ہمارے لئے عام ہے۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۵ ص ۵۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں۔

وهي رخصة باقية في الحدود۔

ترجمہ: یہ رخصت حدود میں باقی ہے۔

(انوار التنزیل المعروف تفسیر البیضاوی ج ۵ ص ۴۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

واختلف العلماء في هذا الحكم هل هو عام او خاص بايوب فروى عن مجاهد انه عام للناس ذكره ابن عربي۔ وحكي عن القشيري ان ذالك خاص بايوب۔ وحكي المهدوي عن عطاء بن ابي رباح انه ذهب الى ان ذلك حكم باق۔ وانه اذا ضرب بمائه قضيب ونحوه ضربة واحدة بر۔ وروى نحوه الشافعي وروى نحوه عن النبي ﷺ في المقعد الذي حملت منه الوليدة وامر ان يضرب بعثكول فيه مائة شمراخ ضربة واحدة۔

وقال القشيري، وقيل لعطاء هل يعمل بهذا اليوم؟ فقال ما انزل القرآن الا ليعمل به ويتبع الخ۔

ترجمہ: علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حکم عام ہے یا ایوب علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔ پس روایت ہے امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے کہ یہ حکم عام ہے تمام لوگوں کے لئے اس قول کو امام ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے اور حکایت بیان کی گئی ہے امام قشیری

حاشیہ.....☆

رحمۃ اللہ علیہ سے کہ یہ خاص ہے حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ۔

اور مھدوی نے عطا ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت بیان کرتے ہیں کہ وہ اس طرف گئے ہیں کہ اس کا حکم باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب سو یا اس کی مثل بنڈل ایک دفعہ مارا جائے تو کفایت کرے گا اور اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے اور اسی طرح نبی کریم ﷺ سے مروی ہے اس معقد کے بارے میں جو بچے سے حاملہ ہو کہ آپ نے سو تنکے والے جھاڑو سے ایک دفعہ مارنے کا حکم فرمایا۔ اور امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اس حکم پر آج بھی عمل کیا جائے گا تو آپ نے جواب دیا کہ قرآن تو عمل کرنے کے لیے اور اتباع کرنے کے لیے اتارا گیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۵ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابی الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

وھل ذلك خاص له ام لا فیه قولان احدھما انه عام وبه قال ابن عباس و عطاء بن ابی رباح وابن ابی لیلیٰ والثانی انه خاص لایوب قاله مجاھد۔

ترجمہ: کیا یہ حیلہ حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے خاص تھا۔ یا نہیں اس میں دو قول ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ابی لیلیٰ کا یہ قول ہے کہ یہ عام ہے۔ دوسرا قول کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

(زاد المسیر ج ۷ ص ۱۴۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں۔

وھذه الرخصة باقیة وعن النبی ﷺ انه اتی بمجذم خبث بامة فقال خذوا عثکالاً فیه مائة شمراخ فاضربوه به ضربة۔

ترجمہ: اور یہ رخصت باقی ہے حضور ﷺ سے روایت ہے کہ مجرم آپ کے پاس لایا گیا جس نے باندی سے زنا کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سو تنکوں والا جھاڑو لو اور اس کو ایک دفعہ مارو۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۹۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۰۱ھ لکھتے ہیں۔

وھذه الرخصة باقیة۔

ترجمہ: یہ رخصت باقی ہے۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج ۲ ص مطبوعہ مکتبہ القرآن والسنۃ پشاور)

امام علی بن محمد الخازن متوفی ۷۲۵ھ لکھتے ہیں۔

وھل ذلك لایوب خاصة ام لا؟ فیه قولان احدھما انه عام وبه قال ابن عباس و عطاء بن ابی رباح والثانی انه خاص بایوب۔

ترجمہ: کیا یہ حیلہ حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے خاص تھا۔ یا نہیں اس میں دو قول ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ یہ عام ہے۔ دوسرا قول امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے چاہا کہ بنیامین کو اپنے پاس رکھیں اور راز ظاہر نہ ہو۔اس کے لئے بھی ایک حیلہ ہی فرمایا جس کا مفصل ذکر سورہ یوسف میں ہے۔

(کنزالایمان سورۃ یوسف آیت نمبر ۷۶ پارہ ۱۳)

ایک بار حضرت سارا نے قسم کھائی تھی کہ میں قابو پاؤں گی تو حضرت ہاجرہ کا کوئی عضو قطع کروں گی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی آئی کہ ان کی آپس میں صلح کرادو۔حضرت سارا نے فرمایا کہ میری قسم کیسے پوری ہو۔تو ان کی تعلیم دی گئی کہ حضرت ہاجرہ کے کان چھید دیں۔مشکوۃ کتاب البیوع باب الربوا میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں عمدہ خرمے لائے۔حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے لائے۔عرض کیا کہ میرے پاس کچھ ردی خرمے تھے میں نے دو صاع ردی خرمے دیئے اور ایک صاع عمدہ خرمے لے لئے فرمایا کہ یہ سود ہوگیا۔آیندہ ایسا کرو کہ ردی خرمے پیسوں کے عوض فروخت کرو اور ان پیسوں کے اچھے خرمے لے لو۔

(صحیح مسلم باب الربواء ج ۲ ص ۲۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)،(فتح الباری ج ۴ ص ۴۰۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

دیکھو یہ سود سے بچنے کا ایک حیلہ ہے۔

حاشیہ.....☆

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہیر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

واخبر تعالی عن نبیه یوسف علیه السلام انه جعل صواعه فی رحل اخیه یتوصل بذلك الی اخذه من اخوته ومدحه بذلك واخبر انه برضاه واذنه کما قال کذلك کدنا لیوسف ما کان لیاخذ اخاه فی دین الملك الا ان یشاء الله نرفع درجات من نشاء وفوق کل ذی علم علیم [یوسف:۷۶] فاخبر ان هذا کیده نبیه وانه بمشیئته وانه یرفع درجة عبده بلطیف العلم ودقیقعه الذی لا یهتدی الیه سواه وان ذلك من علمه وحکمته۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں خبر دی کہ انہوں نے اپنا برتن اپنے بھائی کی سواری میں رکھ دیا تا کہ اپنے سوتیلے بھائیوں میں سے اپنے سگے بھائی کو حاصل کرسکیں اور اللہ تعالیٰ نے اسے مقام مدح میں بیان فرمایا اور خبر دی کہ یہ کام اللہ کی رضا اور اس کی اجازت سے ہوا۔جیسے کہ اس نے فرمایا کہ یہ یوسف علیہ السلام کا حیلہ تھا۔اور یہ اس کی مشیت سے تھا اور وہ اپنے بندے کے درجہ ومرتبے کو بلند فرماتا ہے لطیف وباریک علم کے ساتھ اور علم کے دقائق کے ساتھ جس کو اس کے سوا کوئی نہیں پاسکتا اور یہ اس کے علم وحکمت میں سے ہے۔

(اعلام الموقعین عن رب العالمین فصل عن حجج الذین جوزوا الحیل ج ۳ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

وهذا من الکید المحبوب المراد الذی یحبه الله ویرضاه لما فیه من الحکمة والمصلحة المطلوبة۔

ترجمہ: اور یہ پسندیدہ حیلہ ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کو پسند کرتا ہے اور اس سے راضی ہے کیونکہ اس میں حکمت اور مصلحت ہے جو مطلوب ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۹۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

عالمگیری نے حیلوں کا مستقل باب لکھا جس کا نام ہے کتاب الحیل اسی طرح الاشباہ والنظائر میں کتاب الحیل وضع فرمائی۔ چنانچہ عالمگیری کتاب الحیل اور ذخیرہ میں ہے۔

کل حیلة یحتال بها الرجل لابطال حق الغیر اولادخال شبهة فیه او لتمویه باطل فهی مکروهة وکل حیلة یحتال بها الرجل لیتخلص بها عن حرام او لیتوصل بها الی حلال فهی حسنة والاصل فی جواز هذا النوع (الخ)۔

ترجمہ: جوحیلہ کسی کا حق مارنے یا اس میں شبہ پیدا کرنے یا باطل سے فریب دینے کے لئے کیا جاوے وہ مکروہ ہے اور جوحیلہ اس لئے کیا جاوے کہ اس سے آدمی حرام سے بچ جاوے یا حلال کو پالے وہ اچھا ہے اس قسم کے حیلوں کے جائز ہونے کی دلیل۔

(فتاوی عالمگیری کتاب الحیل ج ٦ ص ٣٩٠ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ......☆

حافظ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں۔

وهی ما یتوصل به الی مقصود بطریق خفی وهی ثم العلماء علی اقسام بحسب الحامل علیها فان توصل بها بطریق مباح الی ابطال حق او اثبات باطل فهی حرام او الی اثبات حق او دفع باطل فهی واجبة او مستحبة وان توصل بها بطریق مباح الی بالاجماع من وقوع فی مکروه فهی مستحبة او مباحة او الی ترک مندوب فهی مکروهة۔

ترجمہ: کسی خفیہ طریقہ سے مقصود کے حاصل کرنے کو حیلہ کہتے ہیں، علماء کے نزدیک اس کی کئی اقسام ہیں:

(١) اگر جائز طریقہ سے کسی کا حق باطل کیا جائے یا کسی باطل (مثلاً سود، رشوت وغیرہ) کو حاصل کیا جائے تو یہ حیلہ حرام ہے۔

(٢) اگر جائز طریقہ سے کسی حق کو حاصل کیا جائے یا کسی باطل یا ظلم کو دفع کیا جائے تو یہ حیلہ مستحب یا واجب ہے۔

(٣) اگر جائز طریقہ سے کسی ضرر سے محفوظ رہا جائے تو یہ حیلہ مستحب یہ مباح ہے۔

(٤) اگر جائز طریقہ سے کسی مستحب کو ترک کرنے کا حیلہ کیا جائے تو یہ مکروہ ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ١٢ ص ٣٢٦ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن عمرو المعروف الخصاف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پوری ایک کتاب بنام "کتاب الحیل" لکھی ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ امام الخصاف رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الحنفیہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ٧٤٨ھ لکھتے ہیں۔

العلامة شیخ الحنفیة ابوبکر احمد بن عمرو بن مهیر الشیبانی الفقیه الحنفی المحدث۔

اوران کے کتابوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔

صنف کتاب الحیل وکتاب الشروط الکبیر ثم اختصره والرضاع و ادب القاضی والعصیر واحکامه واحکام الوقوف وذرع الکعبة والمسجد والقبر۔

(سیر اعلام النبلاء ذکر الخصاف رحمۃ اللہ علیہ ج ١٣ ص ١٢٣ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ زین الدین بن نجیم متوفی ٩٧٠ھ لکھتے ہیں۔

قال فی الملتقط قال ابو سلیمان کذبوا علی محمد لیس له کتاب الحیل و انما هو الهرب من الحرام والتخلص منه حسن قال الله تعالی خذ بیدك ضغثا فاضرب به ولاتحنث۔

ترجمہ: ملتقط میں ہے کہ ابوسلیمان نے فرمایا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان تراشا گیا ہے کہ انہوں نے کتاب الحیل نہیں لکھی

رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہیکہ اپنے ہاتھ میں جھاڑو لواس سے مارو یہ حضرت ایوب علیہ السلام کو قسم سے بچنے کی تعلیم تھی اور عام مشائخ اس پر ہیں کہ اس آیت کا حکم منسوخ نہیں اور یہ ہی صحیح اور یہ ہی صحیح مذہب ہے حموی شرح اشباہ اور تتارخانیہ میں جواز حیلہ کی بہت نفیس تقریر فرمائی چنانچہ بحث کے دوران میں فرماتے ہیں۔

وعن ابن عباس انه قال وقعت وحشة بين هاجرة وسارة فحلفت سارة ان ظفرت بها قطعت عضوا منها فارسل الله جبريل الى ابراهيم عليه السلام ان يصلح بينهما فقالت سارة ماحيلة يميني فاوحى الله الى ابراهيم عليه السلام ان يامر سارة ان تثقب اذني هاجر فمن ثم نقوب الاذن۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت سارہ و ہاجرہ رضی اللہ عنہما میں کچھ جھگڑا ہوگیا۔ حضرت سارہ نے قسم کھائی کہ مجھے موقعہ ملا تو ہاجرہ کا کوئی عضو کاٹونگی۔ رب تعالیٰ نے حضرت جبریل کو ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا کہ ان میں صلح کرادیں حضرت سارہ نے عرض کیا تو میری قسم کا کیا حیلہ ہوگا۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی آئی کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو حکم دو کہ وہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے کان چھیدد یں۔ اسی وقت سے عورتوں کے کان چھیدے گئے۔

(فن الحیل حموی علی الاشباہ والنظائر ج ۲ ص ۲۹۱۔۲۹۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

ان قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ اور فقہی عبارات سے حیلہ شرعی کا جواز معلوم ہوا۔

دوسری فصل......روزے نماز کے فدیہ کے بیان میں

روزے کا فدیہ تو قرآن سے ثابت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين۔

ترجمہ: اور جن کو اس روزے کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا۔

(سورۃ البقرۃ پارہ ۲ آیت نمبر ۱۸۴)

اس سے معلوم ہوا کہ مجبور، بوڑھا یا مرض الموت کا مریض جب روزے کے قابل نہ رہے تو ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا دے اور نماز بمقابلہ روزے کے زیادہ مہتم بالشان ہے اس لئے نماز کو روزے کے حکم میں رکھا گیا۔ چنانچہ اسی آیت کے ماتحت تفسیرات احمدیہ شریف میں ملا احمد جیون قدس سرہ فرماتے ہیں۔

والصلوة نظير الصوم بل اهم فيه فامرناه بالفدية احتياطاً ورجونا القبول من الله تعالى فضلا۔

ترجمہ: نماز روزے کی مثل ہے بلکہ اس سے بھی اہم لہذا ہم نے اس میں بھی فدیہ کا احتیاطاً حکم دیا اور رب تعالیٰ کے فضل سے قبول کی امید ہے۔

(التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الایات الشرعیہ ص ۶۱ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

منار میں ہے۔

ووجوب الفدية فى الصلوة للاحتياط۔

حاشیہ......☆

حالانکہ یہ حیلہ حرام سے اجتناب اور اس سے بچاؤ کی ایک صورت ہے اور وہ جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: کہ آپ اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے کر انہیں ماریں اور قسم نہ توڑیں۔

(الاشباہ والنظائر الفن الخامس منہ وھو فن الحیل ج ۲ ص ۲۹۱۔۲۹۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

ترجمہ: نماز میں فدیہ کا واجب ہونا احتیاطاً ہے۔

شرح وقایہ میں ہے۔

وفدية كل صلوة كصوم يوم وهو الصحيح۔

ترجمہ: ہر نماز کا فدیہ ایک دن کے روزے کی طرح ہے اور وہ ہی صحیح ہے۔

(شرح وقایہ کتاب الصوم باب موجب الافساد ج ۱ ص ۳۱۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

شرح الیاس میں ہے۔

ويعتبر فدية كل صلوة فائت كصوم يوم اى كفدية يوم۔

ترجمہ: ہر فوت شدہ نماز کے فدیہ کا اعتبار ایک دن روزے پر ہے یعنی ایک دن کے روزے کی طرح ہے۔

فتح القدیر میں ہے۔

من مات وعليه قضاء رمضان فاوصى به اطعم عنه وليه لكل يوم مسكينا نصف صاع من بر اوصاعاً من تمر او شعير لانه عجز الاداء وكذالك اذا اوصى بالاطعام عن الصلوة۔

ترجمہ: جو شخص مرجائے اور اس پر رمضان کی قضاء ہے پس اس نے وصیت کی تو اس کی طرف سے اس کا ولی ہر دن کے عوض ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع خرمے یا جو دیدے کیونکہ میت اب ادا سے مجبور ہو گیا اور اسی طرح جبکہ اس نے نماز کے بدلے میں کھانا دینے کی وصیت کی ہو۔

(فتح القدیر باب مایوجب القضاء والکفارۃ ج ۲ ص ۳۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔

اعلم انه قدور دالنص فى الصوم باسقاطه بالفدية اتفقت كلمته المشائخ على ان الصلوة كالصوم استحساناً واذا علمت ذلك تعلم جهل من يقول ان اسقاط الصلوة لا اصل له ابطال للمتفق عليه من المذهب۔

(طحطاوی علی المراقی الفلاح فصل فی اسقاط الصلاۃ والصوم ص ۳۵۴ مطبوعہ مکتبہ انصاریہ کابل افغانستان)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ نماز وروزے کا فدیہ دینا جائز ہے اور قبول کی امید ہے بلکہ احادیث بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ چنانچہ نسائی نے اپنے سنن کبریٰ اور عبدالرزاق نے کتاب الوصایا میں سیدنا عبداللہ ابن عباس سے نقل فرمایا۔

لايصلى احد عن احد ولايصوم احد عن احد ولكن يطعم عنه مكان كل يوم مدين من حنطة۔

ترجمہ: کوئی کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھو نہ روزہ رکھے اس کی طرف سے ہر دن ہر دن کے عوض دو مد گندم (آدھا صاع) خیرات کردے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۸۰۰۴ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

حاشیہ......☆

امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں۔

انبا محمد بن عبدالاعلى قال حدثنا يزيد وهو بن زريع قال حدثنا حجاج الاحول قال حدثنا ايوب بن موسىٰ عن عطاء بن ابى رباح عن بن عباس قال ثم لايصلى احد عن احد ولا يصوم احد عن ولكن يطعم عنه مكان كل يوم مدا من حنطة صوم الولى عن الميت۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کوئی نہ کسی کی طرف سے نماز پڑھے نہ روزہ رکھے لیکن ولی میت کی طرف سے ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

(سنن الکبریٰ للنسائی ج ۲ ص ۱۷۵ رقم الحدیث ۲۹۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مشکوۃ باب الصوم باب القضاء میں ہے۔

قال مات وعلیه صیام شهر رمضان فلیطعم عنه مکان کل یوم مسکین۔

ترجمہ: جو مر جائے اور اس کے ذمہ ماہ رمضان کے روزے ہوں تو چاہیئے کہ اس کی طرف ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا دیا جاوے۔
(مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم باب القضاء ص ۱۷۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

غرضکہ نماز و روزے کا فدیہ سال سے دینا شریعت میں وارد ہے اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔

تیسری فصل

مسئلہ اسقاط کے ثبوت میں

اسقاط کا طریقہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اس کا ثبوت تقریباً ہر فقہی کتاب میں ہے۔ چنانچہ نور الایضاح میں اسی مسئلہ اسقاط کے لئے ایک خاص فصل مقرر کی فصل فی اسقاط الصوم و الصلوۃ یعنی یہ فصل نماز و روزے کے اسقاط میں ہے اس میں فرماتے ہیں

ولایصح ان بصوم ولا ان یصلی عنه وان لم یف ما اوصی به عماعلیه یدفع ذلك المقدار للفقیر فیسقط عن المیت بقدره ثم یهبه الفقیر وهکذا حتی یسقط ما کان علی المیت من صیام و صلوۃ ویجوز عطاء فدیته صلوت لواحدا جملته بخلاف کفارۃ الیمین۔

ترجمہ: وہ ہی ہے جو ہم نے طریقہ اسقاط میں بیان کیا۔
(نور الایضاح فصل فی اسقاط الصلاۃ والصلوم ص ۷۳ مطبوعہ دار الحکمۃ دمشق)

حاشیہ.....☆

حافظ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

روی النسائی فی الکبری باسناد صحیح۔

ترجمہ: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن الکبریٰ میں صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔
(تلخیص الحبیر کتاب الصیام ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ المدینۃ المنورۃ)

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عمر قال لایصلین احد عن احد ولا یصومن احد عن احد ولکن ان کنت فاعلاً تصدقت عنه۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے اگر کرنا ہی ہے تو اس کی طرف سے صدقہ دو۔

(مصنف عبد الرزاق کتاب الوصایا ج ۹ ص ۶۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ لکھتے ہیں۔

قال حدثنا یوسف عن ابیه حنیفة عن حماد عن ابراهیم انه قال لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد۔

درمختار باب قضاء الفوایت میں ہے۔

ولو لم یترك مالاً یستقرض وارثه نصف صاع مثلا ویدفعه لفقیر ثم یدفعه الفقیر للوارث ثم و ثم حتی یتم۔

(الدرالمختار باب القضاء الفوائیت ص ۳۷ مطبوعہ مجتبائی پاکستان ہسپتال روڈ لاہور)، (منۃ الجلیل لبیان اسقاط ما علی الذمۃ من کثیر وقلیل، الرسالۃ الثامنۃ من مجموعۃ رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۲۱۸ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

اس کا ترجمہ وہی ہے جو طریقہ اسقاط میں بیان ہوا۔ اس کی شرح میں شامی میں اس اسقاط کی اور زیادہ وضاحت فرمائی چنانچہ فرماتے ہیں۔

والاقرب ان یحسب علی المیت ویستقرض بقدرہ بان یقدر عن کل شھر او سنة او یحسب مدة عمرہ بعد اسقاط اثنی عشر سنة للذکر وتسع سنین للانثی لانھا اقل مدة بلوغھما فیجب عن کل شھر نصف عزارة فتح القدیر بالمدالد مشقی مد زماننا ولکل سنة شمسیة ست عزائر فیستقرض قیمتھا ویدفعھا لفقیر ثم یستوھبھا منه ویتسلمھا منه لنتم الھبة ثم یدفعھا لذلك الفقیر او لفقیر اخر وھکذا فیسقط فی کل مرة کفارة سنة بعد ذلك یعید الدور للکفارة الصیام ثم الاضحیة ثم الایمان لکن لا بد فی کفارة الایمان من عشرة مسکین بخلاف فدیة الصلوة فانه یجوز اعطاء فدیة صلوت للواحد۔

ترجمہ: یعنی اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ حساب کر کے کہ میت پر کتنی نمازیں اور روزے وغیرہ ہیں اور اس اندازے سے قرض لے اس طرح کہ ایک ایک مہینہ یا ایک ایک سال کے اندازے سے لے یا میت کی کل عمر کا اندازہ کرے اور پوری عمر میں سے بلوغ کی کم از کم مدت جو مرد کے لئے بارہ سال ہے اور عورت کے لئے نو سال وضع کردے پھر حساب کرلے تو ہر مہینہ کی نمازوں کا فدیہ نصف عزارہ ہوگا (فتح القدیر دمشقی مد سے) اور ہر شمسی سال کا کفارہ چھ عزارہ ہوا پس وارث اس کی قیمت قرض لے اور فقیر کو اسقاط کے لئے دے پھر فقیر اس کو دیدے اور وارث ہبہ قبول کر کے موہوب پر قبضہ کرلے۔ پھر وہی قیمت اسی فقیر کو یا دوسرے کو فدیہ میں دے اسی طرح دورہ کرتا رہے تو ہر دفعہ میں ایک سال کا کفارہ ادا ہوگا اور اس کے بعد روزہ اور قربانی کے کفارہ کے لئے پھر قسم کے لئے لیکن کفارہ قسم میں دس مسکینوں کا ہونا ضروری ہے بخلاف فدیہ نماز کے کہ اس میں چند نمازوں کا فدیہ ایک شخص کو دے سکتا ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار باب قضاء الفوائت۔ مطلب فی اسقاط الصلاۃ عن المیت ج ۱ ص ۵۴۲۔۵۴۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یہ بالکل وہی طریقہ ہے جو ہم نے بیان کیا۔ الاشباہ والنظائر میں ہے۔

اراد الفدیته عن صوم ابیه او صلوته وھو فقیر یعطی منوین من الحنطته فقیراً ثم یستوھبه ثم یعطیه وھکذا الی ان یتم۔

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے۔

فحیلته لا براء ذمته المیت عن جمیع ما علیه ان یدفع ذلك المقدار الیسیر بعد تقدیرہ بمشیئی

حاشیہ.....☆

ترجمہ: حضرت ابراہیم (نخعی) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ نماز پڑھے۔

(کتاب الآثار لامام ابو یوسف باب فی الصیام ص ۱۷۵ رقم الحدیث ۷۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں۔

عن عبداللہ بن عمر وعن ابراھیم النخعی انھما قالا لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ان دونوں نے فرمایا نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کوئی شخص کی طرف سے روزہ رکھے۔

(کتاب الاصل المعروف بالمبسوط للشیبانی کتاب الصوم ج ۲ ص ۲۳۰ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

من صیام او صلوۃ او نحوہ ویعطیہ للفقیر بقصد اسقاط ما یرد عن المیت ثم بعد قبضہ یھبہ الفقیر للولی اوللاجنبی ویقبضہ ثم یدفعہ الموھوب لہ للفقیر کجھتہ الاسقاط متبرع بہ عن المیت ثم یھبہ الفقیر للولی (الی ان قال) وھذا ھو المخلص ان شآء اللہ تعالی۔

ترجمہ وہ ہی ہے جواوپر گزرا۔

(مراقی الفلاح شرح نور الایضاح فصل فی اسقاط الصلوۃ والصوم ص ۳۵۷ مطبوعہ مکتبہ انصاریہ کابل افغانستان)

عالمگیری میں ہے۔

وان لم یترك مالا یستقرض ورثتہ نصف صاع ویدفع الی مسکین ثم یتصدق مسکین علی بعض ورثتہ ثم یتصدق حتے یتم الکل کذا فی الخلاصتہ۔

(فتاوی عالمگیری کتاب الصلوۃ باب الحادی عشر فی قضاء الفوائت ج ۱ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اسی طرح بحر الرائق۔ عینی کنز الدقائق۔ جامع الرموز۔ معتمد ظہیریہ النقایہ فتاوٰی قاضی خان۔ قرائد۔ جواہر القول المختصر وغیرہ کتب فقہ میں ہے مگر طوالت کے خوف سے تمام کی عبارات نقل نہیں کیں۔ منصف کے لئے اسی قدر میں کفایت ہے اب مخالفین کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔ فتاوٰی رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۱۰۳ میں ہے ''حیلہ اسقاط کا مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا۔ اب یہ حیلہ تحصیل چند فلوس کا ملانوں کے واسطے مقرر ہو گیا ہے۔ حق تعالیٰ نیت سے واقف ہے وہاں یہ حیلہ کارگر نہیں مفلس کے واسطے بشرط صحت نیت ورثہ کیا عجب ہے کہ مفید ہو ورنہ لغو اور حیلہ تحصیل دنیا و یہ کا ہے'' فقط رشید احمد عفی عنہ۔

اگر چہ اس میں بہت ہیر پھیر کی مگر جائز مان لیا۔ لہذا اب کسی دیوبندی کو تو حیلہ اسقاط پر اعتراض کا حق نہیں رہا۔ مفلس کی قید مولوی رشید احمد صاحب نے اپنے گھر سے لگائی ہے۔ ہم فقہی عبارات پیش کر چکے ہیں۔ جس میں مفلس کی قید نہیں ہے۔ مالدار آدمی بھی اگر پورا فدیہ ادا کرے تو تمام ترکہ اسی میں چلا جاویگا۔ ورثہ کو کیا بچے گا۔ اور اگر کسی نے مرتے وقت وصیت بھی کر دی ہو کہ میرا فدیہ دیا جائے تو وصیت تہائی مال سے زیادہ کی جائز نہیں۔ اگر تہائی مال سے تمام عمر کی نمازوں کا فدیہ ادا نہ ہوا۔ تو حیلہ کرنے میں کیا حرج ہے؟ رہا حیلہ کا حیلہ کرنا یہ محض لغو ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ مدرسہ دیوبند مولویوں کا تنخواہ لینے کا حیلہ ہے لہذا لغو ہے۔

دوسرا باب

حیلہ اسقاط پر اعتراضات وجوابات

اس مسئلہ پر قادیانی اور دیوبندی جماعتوں کے کچھ اعتراضات ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کو کوئی معقول اعتراض نہیں مل سکا۔ محض لفاظی سے کام لیتے ہیں چونکہ بعض سیدھے مسلمان شبہات میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کے جواب دیتے ہیں۔

اعتراض (۱)......:۔ حیلہ کرنا خدا کو اور مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

یخدعون اللہ والذین امنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون۔

ترجمہ: یہ منافقین اللہ اور مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں اور نہیں فریب دیتے مگر اپنی جانوں کو اور سمجھتے نہیں۔

(پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۹)

یہ کیونکر ممکن ہے کہ تھوڑے مال کے عوض تمام عمر کی نمازیں معاف ہو جاویں۔

جواب:۔ حیلہ کو دھوکا کہنا جہالت ہے حیلہ سے مراد ہے ضرورت شرعیہ پورا کرنے کی شرعی تدبیر اردو میں بولتے ہیں۔'' حیلہ رزق بہانہ موت'' اور شرعی حیلہ تو رب نے سکھایا اور حضور علیہ السلام نے تعلیم فرمایا۔ جس کے حوالے پہلے باب میں گزر چکے اور عالمگیری کا حوالہ گزر گیا کہ کسی کو فریب دینے کے لئے حیلہ کرنا گناہ ہے۔ لیکن شرعی ضرورت کو پورا کرنے یا حرام سے بچنے کی تدبیر کرنا عین ثواب کسی جگہ مسجد بن رہی ہے۔ روپیہ کی ضرورت ہے زکوۃ کا پیسہ اس میں نہیں لگ سکتا۔ کسی فقیر کو زکوۃ دی اس نے مالک ہو کر اپنی طرف سے اس پر خرچ کر دیا۔ اس میں کس کو فریب دیا۔ کس کا مال مارا محض ضرورت شرعی کو پورا کیا۔ لینے کا حیلہ کرنا برا اور دینے کا حیلہ کرنا اچھا ہوتا ہے۔ اس میں فقراء کو دینے کا حیلہ ہے خدائے قدوس کی رحمتیں بھی حیلہ ہی سے آتی ہیں۔

رحمت حق بہانہ می طلبد رحمت حق بہانمی طلبد

خدا کی رحمت قیمت نہیں مانگتی۔ خدا کی رحمت بہانہ چاہتی ہے یہ آیت **یخدعون** منافقین کے متعلق نازل ہوئی جو کہ کلمہ ایمانی کو اپنے لئے آڑ بناتے تھے۔ اور دل میں کافر تھے۔ مسلمانوں کے عمدہ اور شرعی اعمال پر اس کو چسپاں کرنا سخت جرم ہے۔ اسقاط کے مال کی وجہ سے نماز معاف نہیں ہوتی بلکہ زمانہ زندگی میں نماز پڑھنے کا جو قصور میت سے ہو چکا ہے اور اب اس کا بدلہ میت سے ناممکن ہے اور میت اس میں گرفتار ہے اس کے قصور معاف کرانے کا یہ حیلہ ہے کیونکہ صدقہ غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ **الصدقة یطفی غضب الرب** مشکوۃ باب الجمعہ میں ہے کہ جس سے نماز جمعہ چھوٹ جاوے وہ ایک دینار یا نصف دینار خیرات کرے۔ یہ خیرات کیا ہے اس گناہ کا کفارہ ہے جس کا بدلہ ناممکن ہو گیا۔ اگر ہم یہ کہتے کہ انسان زندگی میں ہی آئندہ نمازوں کا فدیہ مال دے دیا کرے اور نماز نہ پڑھا کرے۔ تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ مال سے نمازیں معاف کرا دیں۔

اعتراض (۲)......:۔ نماز و روزہ عبادت بدنی عبادت کا کفارہ کسی طرح نہیں ہو سکتا ہے۔ لہذا یہ حیلہ محض باطل ہے۔

جواب:۔ یہ قیاس قرآنی آیت کے مقابل ہے کہ قرآن تو فرما رہا ہے **وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین** ۔ (سورۃ البقرۃ پارہ ۲ آیت نمبر ۱۸۴) جو اس روزے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان پر فدیہ ہے۔ ایک مسکین کا کھانا اور حکم الٰہی کے مقابل اپنا قیاس کرنا شیطان کا کام ہے کہ اس کو حکم الٰہی ہوا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر۔ اس نے اس حکم کے مقابل اپنا قیاس دوڑایا مردود ہوا۔ پھر بدنی محنت کے مقابل مال ہونا عقل کے مطابق ہے کہ ہم کسی سے کام کراتے ہیں۔ اس کے معاوضہ میں مال دیتے ہیں۔ بعض صورتوں میں جان کا بدلہ بھی مال سے ہوتا ہے۔ اور شریعت میں بعض کفارے خلاف قیاس بھی ہوتے ہیں۔ کوئی نمازی پہلی التحیات بھول گیا تو سجدہ سہو کرے کسی نے اپنی بیوی سے ظہار کر لی تو اس کے کفارہ میں ۶۰ روزے رکھے۔ حاجی نے بحالت احرام شکار کر لیا۔ اگر پیسہ ہے تو اس شکار کی قیمت خیرات کرے ورنہ روزے رکھے۔ یہ تمام کفارے خلاف قیاس ہیں۔ مگر شریعت نے مقرر فرما دیا بسر و چشم منظور ہے۔

اعتراض (۳)......:۔ حیلہ اسقاط سے لوگ بے نمازی بن جاویں گے کیونکہ جب ان کو معلوم ہو گیا کہ ہمارے بعد ہماری نمازوں کا اسقاط ممکن ہے تو پھر نماز پڑھنے کی زحمت کیوں گوارا کریں گے؟ اس لئے یہ بند ہونا چاہیئے۔

جواب:۔ یہ اعتراض تو ایسا ہے جیسے بعض آریوں نے اسلام پر اعتراض کیا ہے کہ مسئلہ زکوۃ سے مسلمانوں میں بے کاری پیدا ہوتی ہے اور مسئلہ توبہ سے آدمی گناہ پر دلیر ہوتا ہے کیونکہ جب غریب کو معلوم ہے کہ مجھے زکوۃ کا مال بغیر محنت ملے گا تو کیوں محنت کرے۔ اسی طرح جبکہ آدمی کو معلوم ہو گیا کہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتا ہے تو خوب گناہ کرے گا جیسے یہ اعتراض محض لغو ہے اسی طرح یہ بھی جو شخص کہ فدیہ

نماز پر دلیر ہوکر نماز کو ضروری نہ سمجھے وہ کافر ہوگیا اور یہ مال نماز کا فدیہ ہے نہ کہ کفر کا نیز اگر کوئی شخص مسئلہ صحیحہ کو غلط استعمال کرے تو غلطی اس استعمال کرنے والے کی ہے نہ کہ مسئلہ کی نیز نہ مسئلہ اسقاط صدہا سال سے مسلمانوں میں مشہور ہے لیکن آج تک ہم کو تو کوئی بھی مسلمان ایسا نہ ملا جو اس اسقاط کی بنا پر نماز سے بے پرواہ ہوگیا ہو۔

اعتراض (۴)......:۔ کچھ بنی اسرائیلیوں نے حیلہ کرکے مچھلی کا شکار کیا تھا۔ جس سے ان پر عذاب الٰہی آگیا اور وہ بندر بنا دیئے گئے کونوا قردۃ خسئین (پارہ ا سورہ ۲ آیت نمبر ۶۵) معلوم ہوا کہ حیلہ سخت گناہ ہے اور عذاب الٰہی کا باعث۔

جواب:۔ حیلہ کا حرام ہونا بھی بنی اسرائیل پر عذاب تھا جیسے کہ بہت سے گوشت ان پر حرام تھے ایسے ہی یہ بھی اس امت پر جائز حیلوں کا حلال ہونا رب کی رحمت ہے نیز انہوں نے حرام کو حلال کرنے کا حیلہ کیا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار ان پر حرام تھا۔ ایسے حیلہ اب بھی منع ہیں۔

اعتراض (۵)......:۔ قرآن فرماتا ہے۔ لیس للانسان الا ما سعی نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہ جو خود کمالے (النجم:۳۹) اور فدیہ اسقاط میں یہ ہے کہ میت نماز نہ پڑھے اور اس کی اولاد مال خرچ کرکے اس کو اس جرم سے آزاد کرے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ حیلہ خلاف قرآن ہے۔

جواب:۔ اس کا جواب فاتحہ کی بحث میں گزر گیا کہ اس آیت کی چند توجیہیں ہیں ایک یہ بھی ہے کہ یہ لام ملکیت کا ہے یعنی انسان اپنی کمائی ہی کا مالک ہے غیر کی بخشش قبضہ میں نہیں وہ کرے اس لئے غیر کی سخاوت پر پھول کر اپنی محنت کو بھول جانا خلاف عقل ہے۔

بعد مرنے کے تمہیں اپنا پرایا بھول جائے فاتحہ کو قبر پر پھر کوئی آئے یا نہ آئے!

یا یہ کہ یہ آیت کریمہ عبادت بدنیہ کے بارے میں آئی ہے کہ کوئی شخص کسی طرف سے نماز پڑھ دے یا روزے رکھ دے تو اس کے ذمہ سے اس کے فرائض نماز روزہ ادا نہ ہوں گے وغیرہ۔ اگر تو توجیہیں نہ کی جاویں تو بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث کی مخالفت لازم آوے گی۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ مومنین اور اپنے ماں باپ کے لئے دعا کریں۔ نماز جنازہ بھی میت کے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا ہی ہے۔ احادیث نے میت کی طرف سے صدقہ وخیرات کرنے کا حکم دیا ہے اس کی پوری تحقیق ہمارے فتویٰ میں دیکھو۔

حاشیہ......☆

اعتراض......:۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ وان لیس للانسان الا ماسعی۔

ترجمہ: نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو خود کمالے۔

(النجم:۳۹)

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ کسی بھی شخص کا عمل کسی بھی دوسرے شخص کو نفع نہیں دیتا۔

جواب:۔ اس آیت کی تاویل میں مختلف اقوال ہیں اور علماء نے مختلف جوابات دیئے ہیں۔

نمبر......(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ حکم آیت ''الحقنابھم ذریتھم'' سے منسوخ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنابھم ذریتھم۔

(الطور:۲۱)

اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی۔ (کنز الایمان)

حاشیہ......☆

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں۔

وذکر عن ابن عباس انه قال هذه الآیة منسوخة۔

حدثنا علی قال ثنا ابو صالح قال ثنی معاویة عن علی عن ابن عباس قوله وان لیس للانسان الا ما سعی قال فانزل الله بعد هذا والذین آمنوا واتبعناهم ذریاتهم بایمان الحقنابهم ذریاتهم فادخل الابناء بصلاح الآباء الجنة۔

(تفسیر طبری ج ۲۷ ص ۴۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

قیامت کے دن فوت شدہ نابالغ بچے کو اس کے باپ کے میزان میں رکھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس بچہ کی سفارش کو اس کے باپ دادا کے حق میں قبول فرمائے گا۔ اس کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

ابآؤکم وابنآؤکم لا تدرون ایهم اقرب لکم نفعا۔

تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا۔ (النساء:۱۱)

نمبر......(۲) یہ ہے کہ انسان سے مراد اس جگہ کافر ہے باقی رہا مسلمان تو اس کو اپنے عمل اور کوشش کا ثواب بھی ملتا ہے اور جو دوسرا کوئی اس کے لیے کوشش کرتا ہے، اس کا بھی اسے نفع پہنچتا ہے۔ چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر (۱)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة اشیاء من صدقة جاریة او علم ینتفع به او ولد صالح یدعو له۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں لیکن تین چیزیں منقطع نہیں ہوتی۔ صدقہ جاریہ علم نافع اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔

(سنن ابی داؤد باب ما جاء فی الصدقة عن المیت ج ۳ ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۲۸۸۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (سنن الترمذی کتاب الاحکام ج ۳ ص ۶۶۰ رقم الحدیث ۱۳۷۶ قال ابوعیسی هذا حدیث حسن صحیح مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الدارمی ج ۱ ص ۱۴۸ رقم الحدیث ۵۵۹ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (طبرانی الاوسط ج ۴ ص ۸ رقم الحدیث ۳۴۷۲ مطبوعہ دارالحرمین القاهرة)، (موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان کتاب العلم باب فیمن علم علما ص ۴۹۔ ۵۰ رقم الحدیث ۸۴۔ ۸۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت)، (سنن ابن ماجه المقدمة باب ثواب معلم الناس الخیر ج ۱ ص ۸۸ رقم الحدیث ۲۴۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۲ رقم الحدیث ۸۸۳۱ مطبوعہ مؤسسة قرطبة مصر)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف الهمزة ج ۱ ص ۵۸ رقم الحدیث ۸۵۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر للنبهانی ج ۱ ص ۱۴۴ رقم الحدیث ۱۴۸۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (تحفة المحتاج ج ۲ ص ۳۳ رقم الحدیث ۸۹۳ مطبوعہ دار حراء مکة المکرمة)، (التحقیق فی احادیث الخلاف لابن جوزی ج ۲ ص ۲۳ رقم الحدیث ۹۲۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۴ ص ۱۰۹ رقم الحدیث ۶۴۷۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت)، (کتاب الدعاء للطبرانی باب ما یلحق المیت من الدعاء بعد موته ص ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷ رقم الحدیث ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت)، (الادب المفرد للبخاری ص ۲۸ رقم الحدیث ۳۸ مطبوعہ دارالبشائر الاسلامیة بیروت)۔

حدیث نمبر (۲)

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ ان مما یلحق المومن من عمله وحسناته بعد موته علما علمه ونشره وولدا صلحا ترکه او مصحفا ورثه او مسجدا بناه او بیتا لابن سبیل بناه او نهرا اکراه او

حاشیہ.....☆

صدقةً اخراجها من ماله فی صحته و حیاته تلحقه من بعد موته۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی وفات کے بعد جن اعمال صالحہ اور نیکیوں کا ثواب پہنچتا ہے وہ یہ ہیں! وہ علم جو اس نے سیکھا اور اس کو عام کیا یا اولاد صالح چھوڑ گیا یا میراث میں قرآن مجید چھوڑ گیا یا مسجد بنا گیا یا مسافر خانہ بنا گیا یا نہر جاری کر گیا یا صدقہ و خیرات جو اس نے اپنی زندگی اور حالت صحت میں کیا تو اس کو مرنے کے بعد بھی ان کا ثواب پہنچتا رہے گا۔

(سنن ابن ماجہ باب ثواب معلم الناس الخیر ج ۱ ص ۸۸ رقم الحدیث ۲۴۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن خزیمہ باب فضائل بناء السوق لابناء سابلۃ وحفر الانھار للشارب ج ۴ ص ۱۲۱ رقم الحدیث ۲۴۹۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (التذکرۃ فی احوال الموتی و امور الآخرۃ باب ماتبع المیت الی قبرہ و بعد موتہ وما یبقی معہ فیہ ج ۱ ص ۸۳ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)، (مصباح الزجاجۃ للبوصیری ج ۱ ص ۳۵ مطبوعہ دار العربیۃ بیروت)

حدیث نمبر (۳)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن كثير اخبرنا اسرائيل عن ابی اسحاق عن رجل عن سعد بن عبادة انه قال ثم يارسول الله ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء قال فحفر بئرا وقال هذه لام سعد۔

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! بے شک سعد کی ماں فوت ہوگئی پس کون سا صدقہ افضل ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا پانی کا پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھودا اور کہا یہ سعد کی ماں کا ہے۔

(سنن ابو داؤد باب فی فضل سقی الماء ج ۲ ص ۱۳۰ رقم الحدیث ۱۶۸۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن خزیمہ باب فضل سقی الماء ان صح الخبر ج ۴ ص ۱۲۳ رقم الحدیث ۲۴۹۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن نسائی باب ذکر الاختلاف علی سفیان ج ۶ ص ۲۵۵ رقم الحدیث ۳۶۶۶ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (سنن ابن ماجہ باب فضل الصدقۃ الماء ج ۲ ص ۱۲۱۴ رقم الحدیث ۳۶۸۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۴ رقم الحدیث ۲۲۵۱۲ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (صحیح ابن حبان ذکر البیان بان من افضل الصدقۃ للمرء المسلم سقی الماء ج ۸ ص ۱۳۵ رقم الحدیث ۳۳۴۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۱۸۵ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکتبۃ المکرمۃ)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۴ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۶۴۹۱_۶۴۹۲_۶۴۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۶ ص ۲۲ رقم الحدیث ۵۳۸۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۶۱۵ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (مجمع الزوائد باب الصدقۃ علی المیت ج ۳ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۱ ص ۵۷۴ رقم الحدیث ۱۵۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حدیث نمبر (٤)

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس قال مرا النبی ﷺ بقبرين فقال انهما ليعذبان وما يعذبان فی كبير اما احدهما فكان لا يستتر من البول واما الاخر فكان يمشی بالنميمة ثم اخذ جريدة رطبة فشقها نصفين فغرز فی كل قبر واحدة قالوا يارسول الله لم فعلت هذا قال لعله يخفف عنهما مالم ييبسا مجاهدا مثله۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ انھیں عذاب ہو رہا ہے اور عذاب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں۔ ان میں سے ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلیاں کھاتا پھرتا تھا پھر ایک سبز ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک ایک قبر پر گاڑ دیا۔ صحابہ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! ایسا کیوں کیا؟ فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں تو شاید ان کے عذاب میں کمی ہوتی رہے۔

حاشیہ.....☆

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۶۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (سنن ابی داؤد باب الاستبراء من البول ج ۱ ص ۶ رقم الحدیث ۲۰۔۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی باب التنزہ عن البول ج ۱ ص ۲۸۔۲۹۔۳۰ رقم الحدیث ۳۱ مطبوعہ مکتبۃ المطبوعات الاسلامیۃ حلب)، (سنن الکبری امام بیہقی باب التوقی من البول ج ۱ ص ۱۰۴ رقم الحدیث ۵۱۰ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۲۔۳۳ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ فی التوقی من البول ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۱۳۰۸ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (مسند ابی یعلی ج ۴ ص ۴۳ رقم الحدیث ۲۰۵۰ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (مسند اسحاق بن راھویہ ج ۱ ص ۲۴۶ رقم الحدیث ۲۰۷ مطبوعہ مکتبۃ الایمان المدینۃ المنورۃ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵ رقم الحدیث ۱۹۸۰ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (طبرانی اوسط عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۱۱۳ رقم الحدیث ۳۷۴۷ مطبوعہ دار الحرمین القاھرۃ)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۱۵۴ رقم الحدیث ۴۰۴ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاھرۃ)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۲ ص ۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۲ ص ۲۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۵۸۸ رقم الحدیث ۶۷۵۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (خصائص الکبری باب ماوقع فی غزوۃ ذات الرقاع من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۳۷۱۔۳۷۲ ج ۲ ص ۱۳۸۔۱۳۹ باب فیما اطلع علیہ من احوال البرزخ والجنۃ والنار غیر ماتقدم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المنتقی لابن الجارود باب التنزہ فی الابدان والثیاب عن النجاسات ج ۱ ص ۴۲ رقم الحدیث ۱۳۰ مطبوعہ مؤسسۃ الکتاب الثقافیۃ بیروت)، (معجم الصحابۃ ج ۳ ص ۱۴۲۔۱۴۳ برقم ۱۱۱۷ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (سنن الدارمی باب الاتقاء من البول ج ۱ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۷۳۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ باب التشدید فی البول ج ۱ ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۳۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جب ایک سبز ٹہنی کی تسبیحات کرنے سے میت کو فائدہ پہنچتا ہیں تو صدقات اور مسلمانوں کو دعاؤں سے اولیٰ میت کو فائدہ پہنچے گا۔

حدیث نمبر (۵)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عثمان بن عفان قال ثم کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروا لاخیکم وسلوا لہ التثبیت فانہ الآن یسئال۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ میت کے دفن سے جب فارغ ہوتے تو قبر پر کھڑے ہوکر فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے ثابت قدمی کی دعا مانگو اس لیے کہ اب اس سے سوال ہورہا ہے۔

(سنن ابوداؤد کتاب الجنائز باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف ج ۳ ص ۲۱۵ رقم الحدیث ۳۲۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مستدرک للحاکم قال ھذا حدیث صحیح علی شرط الاسناد ولم یخرجاہ ج ۱ ص ۵۲۶ رقم الحدیث ۱۳۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ للضیاء مقدسی وقال اسنادہ حسن ج ۱ ص ۵۲۲ رقم الحدیث ۳۸۸ مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ مکہ مکرمۃ)، (تلخیص الحبیر کتاب الجنائز لابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۱۳۵ رقم الحدیث ۷۹۵ مطبوعہ المدینۃ المنورۃ)، (شرح السنۃ ج ۵ ص ۴۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۵ ص ۵۵۷ رقم الحدیث ۴۲۱۶۰ وج ۱۵ ص ۶۰۱ رقم الحدیث ۴۲۳۸۸)، (کتاب الزھد ابن احمد ص ۱۶۰)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف الکاف ج ۲ ص ۴۱۹ رقم الحدیث ۶۷۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث مبارکہ سے بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی دعاؤں سے میت کو بہت فائدہ پہنچتا ہے اسی لئے تو حضور ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

حدیث نمبر (۶)

امام علی بن عمر ابوالحسن الدارقطنی البغدادی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں۔

عن زید بن ارقم قال قال رسول اللہ ﷺ ثم اذا حج الرجل عن والدیہ تقبل منہ ومنھما واستبشرت ارواحھما فی السماء وکتب ثم اللہ تعالی برا۔

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی اپنے والدین کے لیے حج

حاشیہ.....☆

کرے گا تو اس کی طرف اور اس کے والدین کی طرف سے قبول کیا جائے گا اور اس کے والدین کی ارواح کو آسمان میں بشارت دی جائے گی اور ان کو اللہ کے نزدیک نیک لکھا جائے گا۔

(سنن الدارقطنی کتاب الحج ج ۲ ص ۲۵۹ رقم الحدیث ۱۰۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حدیث نمبر (۷)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا یزید انا حماد بن سلمة عن عاصم عن ابی صالح عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ ثم ان اللہ عزوجل لیرفع الدرجة للعبد الصالح فی الجنة فیقول یا رب انی لی هذه فیقول باستغفار ولدك لك۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل جنت میں کسی نیک آدمی کے درجات بلند کرتا ہے تو بندہ عرض کرتا ہے اے میرے رب میرا درجہ کیسے بلند ہوا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیرے بیٹے نے تیرے لئے استغفار کی ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۹ رقم الحدیث ۱۰۶۱۸ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (الادب المفرد ص ۲۸ رقم الحدیث ۳۶ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیۃ بیروت)، (کتاب الدعاء للطبرانی باب ما یلحق المیت من الدعاء بعد موتہ ص ۳۷۵ رقم الحدیث ۱۲۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۷۸ رقم الحدیث ۱۳۲۲۷ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

نمبر (۳) اس آیۂ کریمہ میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد صرف گناہ ہوں یعنی گناہوں کا ضرر صرف اسی کو پہنچتا ہو جو ان کا ارتکاب کرے۔ جیسا کہ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

قلت ویحتمل ان یکون قوله تعالیٰ وان لیس للانسان الا ماسعی۔ خاصاً فی السیئة بدلیل ما فی صحیح مسلم عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال قال اللہ عزوجل اذا هم عبدی بحسنة ولم یعملها کتبتها له حسنة فان عملها کتبتها له عشرا الی سبعمائة ضعف واذا هم بسیئة ولم یعملها لم اکتبها علیه فان عملها کتبتها سیئة واحدة۔ والقرآن دال علی هذا قال اللہ تعالی من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (سورہ الانعام:۱۶۰) وقال اللہ تعالی مثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل اللہ کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة (سورہ البقرہ ۲۶۱) وقال فی الآیة الاخری۔ کمثل جنة بربرة۔ [البقرة] من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفه له اضعافا کثیرة۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد صرف گناہ ہوں یعنی گناہوں کا ضرر صرف اسی کو پہنچتا ہو جو ان کا ارتکاب کرے اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا بندہ نیکی "ھم" کرتا ہے اور اس پر ابھی عمل نہیں کرتا تو میں اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہوں اور اگر وہ اس نیکی پر عمل کرتا ہے تو میں اس کے لیے دس سے لے کر سات سو گنا تک کی نیکیاں لکھ دیتا ہوں اور جب وہ بندہ برائی کا "ھم" کرتا ہے اور ابھی اس پر عمل نہیں کرتا تو میں اس پر گناہ نہیں لکھتا اور اگر وہ برائی کرے تو اسے ایک ہی گناہ لکھتا ہوں۔

(صحیح مسلم باب اذا ھم العبد بحسنۃ کتبت واذا ھم بسیئۃ لم تکتب ج ۱ ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۱۲۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۴ رقم الحدیث ۷۱۹۵ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (سنن الترمذی باب ومن سورۃ الانعام قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث حسن صحیح ج ۵ ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۳۰۷۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قرآن پاک کی یہ آیت اس پر دلیل ہے ارشاد خداوندی ہے:

جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس ہیں۔

(الانعام:۱۶۰)

حاشیہ......☆

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اگائیں سات بالیں ہر بال میں سودانے۔

(البقرۃ:۲۶۱)

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

اس باغ کی مثل ہے جو ٹیلے پر ہو۔

(البقرۃ:۲۶۵)

نیز ارشاد خداوندی ہے:

ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہت گنا بڑھا دے۔

(البقرۃ:۲۴۵)

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ماجاء فی قراءۃ القرآن عند القبر حالۃ الدفن وبعدہ ج ۱ ص ۷۹ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ جوابات دیئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور ص ۲۶۸۔۲۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

وانما طولنا النفس فی ھذا الباب لان الشیخ القاضی الامام مفتی الانام عبدالعزیز ابن عبدالسلام رحمہ اللہ کان یفتی بانہ لا یصل للمیت ثواب ما یقراء ویحتج بقولہ تعالی وان لیس للانسان الا ما سعی۔ فلما توفی رحمہ اللہ رآہ بعض اصحابہ ممن کان یجالسہ وسالہ عن ذلک فقال لہ انی کنت اقول ذلک فی دار الدنیا والآن فقد رجعت عنہ لما رأیت من کرم اللہ تعالی فی ذلک وانہ یصل الیہ ذلک۔

ترجمہ: ایصال ثواب کے باب میں ہم نے بہت طویل اور مفصل گفتگو کی ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ مفتی اعظم امام عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے شیخ فقیہ اور قاضی تھے یہ فتویٰ دیتے تھے کہ قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا اور اپنے موقف پر اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو خود کما لے۔

(النجم:۳۹)

یعنی شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ ایصال ثواب کے قائل نہیں تھے جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے بعض شاگردوں اور ساتھیوں نے ان کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ آپ دنیا میں ایصال ثواب اور ختم وغیرہ کے قائل نہ تھے اب کیا حال ہے؟ تو کہا کہ ہاں پہلے تو یہی کہتا تھا مگر اب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ثواب پہنچتا ہے اور اب میں نے رجوع کر لیا۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ماجاء فی قراءۃ القرآن عند القبر حالۃ الدفن وبعدہ ج ۱ ص ۸۰ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)

مسئلہ حیلہ اسقاط کی تفصیل اور تحقیق اور اعتراضات کے مسکت جوابات دیکھنے کے لئے فقیر ناچیز کی کتاب ''حیلہ اسقاط اور دوران قرآن کا مدلل ثبوت'' ملاحظہ فرمائیں۔ سعید اللہ خان غفرلہ۔

☆............☆

ضروری ہدایت: بعض جگہ رواج ہے کہ اگر کسی مسلمان کا انتقال جمعہ کے علاوہ کسی اور دن ہو تو میت کے ورثا اس کی قبر پر حافظ بٹھا کر جمعہ تک قرآن خوانی کراتے ہیں۔ بعض دیوبندی اس کو بھی حرام کہتے ہیں۔ لیکن یہ حرام کہنا محض غلط ہے اور قبر کے پاس قرآن خوانی کرنا بہت باعث ثواب ہے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ مشکوٰۃ کتاب عذاب القبر میں ہے کہ جب میت قبر میں رکھ دی جاتی ہے **وتولی عنہ اصحبتہ اتاہ ملکان** اور لوگ دفن کر کے لوٹ آتے ہیں تب منکر نکیر فرشتے سوالات کے لئے آتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ دفن کرنے والوں کی موجودگی میں سوال قبر نہیں ہوتا اور پھر شامی جلد اول باب صلوٰۃ الجنائز میں ہے کہ آٹھ شخصوں سے سوال قبر نہیں ہوتا۔ شہید۔ جہاد کی تیاری کرنے والا، طاعون سے مرنے والا، زمانہ طاعون میں کسی بیماری سے مرنے والا (بشرطیکہ یہ دونوں صابر ہوں) صدیق۔ نابالغ بچہ، جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرنے والا۔ ہررات سورہ ملک پڑھنے والا یا مرض موت روزانہ سورہ اخلاص پڑھنے والا (بعض نے فرمایا کہ نبی بھی) اس سے معلوم ہوا کہ جو جمعہ کو مرے اس سے سوال قبر نہیں ہوتے تو اگر کسی کا انتقال مثلاً اتوار کو ہوا اور بعد دفن سے ہی آدمی موجود رہا تو اس کی موجودگی کی وجہ سے سوال قبر نہ ہوا۔ اور جب جمعہ آ گیا۔ سوال قبر کا وقت نکل چکا۔ اب قیامت تک نہ ہوگا گویا عذاب الٰہی سے میت کو بچانے کی ایک تدبیر ہے اور اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ اس پر رحم فرمادے۔ اب جبکہ آدمی وہاں بیٹھا ہے تو بیکار بیٹھا بیٹھا کیا کرے قرآن پاک کی تلاوت کرے۔ جس سے میت کو بھی فائدہ اور قاری کو بھی۔ کتاب الاذکار مصنفہ امام نووی باب مایقول بعد الدفن میں ہے کہ **قال الشافعی یستحب ان یقروا عندہ شیئاً من القرآن قالوا من ختموا القرآن کلہ کان حسناً** یعنی قبر کے پاس کچھ تلاوت کرنا مستحب ہے اور اگر پورا قرآن پڑھیں تو بھی اچھا ہے۔

ہم اذان قبر کی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ قبر پر جو سبزہ اگ جاتا ہے اس کی تسبیح کی برکت سے میت کو فائدہ ہوتا ہے۔ تو انسان کی تلاوت قرآن ضرور نافع ہوگی ان شاء اللہ مگر چاہیے یہ کہ کسی وقت بھی قبر آدمی سے خالی نہ رہے اگرچہ لوگ باری باری سے بیٹھیں۔

ضروری نوٹ: بعض جگہ مسلمان رمضان کے جمعۃ الوداع کے دن کچھ نوافل قضاء عمری پڑھتے ہیں بعض لوگ اس کو حرام اور بدعت کہتے ہیں۔ اور لوگوں کو روکتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے ارءیت الذی ینھی عبداً اذا صلی بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے۔ بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔ معلوم ہوا کسی نمازی کو نماز سے روکنا سخت جرم ہے قضاء عمری بھی نماز ہے اس لئے روکنا جائز نہیں قضاء عمری کی اصل یہ ہے کہ تفسیر روح البیان پارہ ۷ سورہ انعام زیر آیت **ولتستبین سبیل المجرمین** (پارہ ۷ سورہ ٦ آیت نمبر ۵۵) اور اس لئے کہ مجرموں کا راستہ ظاہر ہو جائے۔ ایک حدیث نقل کی۔

ایما عبد او امۃ ترک صلوتہ فی جہالتہ لو تاب وندم علی ترکھا فلیصل یوم الجمعۃ بین الظھر والعصر اثنتی عشرۃ رکعۃ یقرء فی کل منھا الفاتحۃ وایۃ الکرسی والاخلاص والمعوذتین مرۃ لایحاسبہ اللہ تعالیٰ یوم القیمۃ ذکرہ فی مختصر الاحیاء۔

ترجمہ: جو مرد یا عورت نادانی سے نماز چھوڑ بیٹھے پھر توبہ کرے اور شرمندہ ہو اس کے چھوٹ جانے کی وجہ سے تو جمعہ کے دن ظہر و عصر کے درمیان بارہ رکعتیں نفل پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور قل ہو اللہ اور فلق و سورہ ناس ایک ایک بار پڑھے تو خدا تعالیٰ اس سے قیامت کے دن حساب نہ لے گا۔ اس حدیث کو مختصر الاحیاء میں ذکر کیا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۳ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

صاحب روح البیان میں اس حدیث کا مطلب سمجھاتے ہیں کہ توبہ کرنے اور نادم ہونے کا یہ مطلب ہے۔ کہ وہ تارک الصلوٰۃ بندہ شرمندہ ہو کر تمام نمازیں قضاء پڑھ لے کیونکہ توبہ کہتے ہی اس کو ہیں پھر قضاء کرنے جو گناہ ہوا تھا وہ اس نماز قضاء عمری کی وجہ سے معاف

جائے گا یہ مطلب نہیں ہے کہ نمازیں قضاء نہ پڑھو۔ صرف یہ نماز پڑھ لو سب ادا ہو گئیں تو روافض بھی نہیں کہتے کہ ان کے یہاں چند روز کی نمازیں ایک وقت میں پڑھنا جائز ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ سال بھر تک نماز نہ پڑھو۔ پس جمعۃ الوداع کو یہ بارہ رکعتیں پڑھ لو سب معاف ہو گئیں۔ مطلب وہی ہے جو صاحب روح البیان نے بیان فرمایا۔ اور مسلمان اسی نیت سے پڑھتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ مشکوۃ کتاب الحج باب الوقوف بعرفہ میں ایک حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام نے عرفہ میں حاجیوں کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ بارگاہ الٰہی سے جواب آیا کہ ہم نے مغفرت فرمادی سوائے مظالم (حقوق العباد) کے حضور علیہ السلام نے پھر مزدلفہ میں دعا فرمائی۔ تو مظالم یعنی حقوق العباد بھی معاف فرمادیئے گئے اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی شخص کا قرض مارلو، کسی کو قتل کردو، کسی کی چوری کرلو اور حج کرآؤ۔ سب معاف ہو گیا۔ نہیں بلکہ ادائے قرض میں جو خلاف وعدہ تاخیر وغیرہ ہو گئی وہ معاف کردی گئی حقوق العباد بہر حال ادا کرنے ہوں گے۔ اگر مسلمان قضاء عمری کے پڑھنے یا سمجھنے میں غلطی کرے تو اس کو سمجھادو۔ نماز سے کیوں روکتے ہو۔ اللہ توفیق خیر دے۔ اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو جب بھی فضائل اعمال میں معتبر ہے۔



بحث اذان میں انگوٹھے چومنے کا بیان

اس بحث کے لکھنے کا ہمارا ارادہ نہ تھا مگر ماہ رمضان میں ہم نے خواب دیکھا کہ کوئی بزرگ فرمارہے ہیں کہ اپنی کتاب میں تقبیل ابہامین کا مسئلہ بھی لکھ دو تا کہ کتاب مکمل ہو جاوے لہذا اس کو بھی داخل کتاب کرتے ہیں۔ رب العالمین قبول فرماوے۔ آمین۔

اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں انگوٹھے چومنے کا ثبوت۔ دوسرے باب میں اس پر اعتراضات وجوابات۔

پہلا باب

انگوٹھے چومنے کے ثبوت میں

جب مؤذن کہے اشھد ان محمداً رسول اللہ تو اس کو سن کر اپنے دونوں انگوٹھے یا کلمے کی انگلی چوم کر آنکھوں سے لگانا مستحب ہے اس میں دنیاوی ودینی بہت فائدے ہیں۔ اس کے متعلق احادیث وارد ہیں۔ صحابہ کرام کا اس پر عمل رہا۔ عامۃ المسلمین ہر جگہ اس کو مستحب جان کر کرتے ہیں۔ صلوۃ مسعودی جلد دوم باب بستم بانگ نماز میں ہے۔

روی عن النبی ﷺ انه قال من سمع اسمی فی الاذان ووضع ابهامیه علی عینیه فانا طالبه فی صفوف القیمة وقائدة الی الجنة۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص ہمارا نام اذان میں سنے اور اپنے انگوٹھے آنکھوں پر رکھے تو ہم اس کو قیامت کی صفوں میں تلاش فرمائیں گے اور اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔

(صلوۃ مسعودی ج ۲ باب بست وکیم در بیان بانگ نماز ص ۳۵۰ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

تفسیر روح البیان پارہ ۶ سورہ مائدہ زیر آیت واذا نادیتم الی الصلوٰۃ الآیۃ (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۵۸) ہے۔

وضعف تقبیل ظفری ابهامیه مع مسبحتیه والمسح علی عینیه عند قو محمد رسول الله لانه لم یثبت فی الحدیث المرفوع لکن المحدثین اتفقوا علی ان الحدیث الضعیف یجوز العمل به فی الترغیب والترهیب۔

ترجمہ: محمد رسول اللہ کہنے کے وقت اپنے انگوٹھے کے ناخنوں کو مع کلمے کی انگلیوں کے چومنا ضعیف ہے کیونکہ یہ حدیث مرفوع سے ثابت نہیں لیکن محدثین اس پر متفق ہیں کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا رغبت دینے اور ڈرانے کے متعلق جائز ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۶۷ ۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

شامی جلد اول باب الاذان میں ہے۔

یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشهادة ﷺ علیك یارسول الله وعند الثانیة منها قرت عینی بك یارسول الله ثم یقول اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابهامین علی العینین فانه علیه السلام یکون قائداً له الی الجنة کذا فی کنز العباد قهستانی ونحوه فی الفتاوی الصوفیة وفی کتب الفردوس من قبل ظفری ابهامیه عند سماع اشهد ان محمداً رسول الله فی الاذان انا قائده ومدخله فی صفوف الجنة وتمامه فی حواشی البحر للرملی۔

ترجمہ: اذان کی پہلی شہادت پر یہ کہنا مستحب ہے۔ صلی اللہ علیک یارسول اللہ اور دوسری شہادت کے وقت یہ کہے قرۃ عینی بک

یارسول اللہ پھر اپنے انگوٹھوں کے ناخن اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر تو حضور علیہ السلام اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے اسی طرح کنز العباد میں ہے اور اسی کی مثل فتاوی صوفیہ میں ہے اور کتاب الفردوس میں ہے کہ جو شخص اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چومے اذان میں اشہدان محمد رسول اللہ سن کر تو میں اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جاؤں گا۔ اور اسے جنت کی صفوں میں داخل کرونگا۔ اس کی پوری بحث بحرالرائق کے حواشی رملی میں ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار ج ۱ ص ۲۹۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس عبارت سے چھ کتابوں کے حوالہ معلوم ہوئے شامی، کنز العباد، فتاوی صوفیہ، کتاب الفردوس قہستانی، بحرالرائق کا حاشیہ۔ ان تمام میں اس کو مستحب فرمایا۔

مقاصد حسنہ فی الاحادیث الادئرۃ علی السنہ میں امام سخاوی نے فرمایا۔

ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ انہ لما سمع قول الموذن اشھد ان محمد رسول اللہ قال ھذا و قبل باطن الا ناملتین السبابتین ومسح عینیہ فقال ﷺ من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد خلت لہ شفاعتی ولم یصح۔

ترجمہ: دیلمی نے فردوس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان سرکار نے جب مؤذن کا قول اشہدان محمداً رسول اللہ سنا تو یہ ہی فرمایا اور اپنی کلمے کی انگلی کے باطنی حصوں کی چوما اور آنکھوں سے لگایا پس حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص میرے اس پیارے کی طرح کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(المقاصد الحسنہ حرف المیم رقم الحدیث ۱۰۲۱ ص ۳۹۰ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

یہ حدیث پایہ صحت نہ پہنچی اسی مقاصد حسنہ میں موجبات رحمت مصنفہ ابوالعباس احمد مکرر وار سے نقل کیا۔

عن الخضر علیہ السلام انہ قال من قال حین یسمع الموذن یقول اشھد ان محمداً رسول اللہ مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد ابن عبداللہ ثم یقبل ابھامیہ ویجعلھما علی عینیہ لم یرمد ابداً۔

ترجمہ: حضرت خضر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جو شخص مؤذن کو یہ کہتے ہوئے سنے اشھد ان محمداً رسول اللہ تو کہے مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمداً ابن عبداللہ پھر اپنے انگوٹھوں کو چومے اور اپنی آنکھوں سے لگائے تو اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

پھر فرماتے ہیں کہ محمد ابن بابا نے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بار تیز ہوا چلی۔ جس سے آنکھ میں کنکری جا پڑی اور نکل نہ سکی۔ سخت درد تھا۔

وانہ لما سمع الموذن یقول اشھد ان محمداً رسول اللہ قال ذلک فخرجت الحصاۃ من نورہ۔

ترجمہ: جب انہوں نے مؤذن کو کہتے ہوئے سنا اشہدان محمداً رسول اللہ تو یہ ہی کہہ لیا فوراً کنکری آنکھ سے نکل گئی۔

(المقاصد الحسنہ ص ۳۹۰ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

اسی مقاصد حسنہ میں شمس محمد ابن صالح مدنی سے روایت کیا۔ انہوں نے امام امجد فرماتے ہوئے سنا (امام امجد متقدمین علمائے مصر میں سے ہیں) فرماتے تھے کہ جو شخص اذان میں حضور علیہ السلام کا نام پاک سنے تو اپنے کلمے کی انگلی اور انگوٹھا جمع کرے۔

وقبلھما ومسح بھما عینیہ لم یرمد ابداً۔

ترجمہ: اور دونوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے تو کبھی آنکھ نہ دکھیگی۔

(المقاصد الحسنہ ص ۳۹۰ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)

پھر فرمایا کہ بعض مشائخ عراق وعجم نے فرمایا کہ جو یہ عمل کرے تو اس کی آنکھیں نہ دکھیں گی۔

اسی مقاصد حسنہ میں کچھ آگے جا کر فرماتے ہیں۔

قال ابن صالح وانا منذ سمعته استعملته فلا ترمد عيني وارجوا ان عافيتهما تدوم واني اسلم من العمى انشاء الله۔

ترجمہ: ابن صالح نے فرمایا کہ میں نے جب سے یہ سنا ہے اس پر عمل کیا میری آنکھیں نہ دکھیں اور میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ یہ آرام ہمیشہ رہے گا اور میں اندھا ہونے سے محفوظ رہونگا۔

(المقاصد حسنہ ص ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

پھر فرماتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اشهد ان محمد رسول الله سن کر یہ کہے مرحبا بحبيبي وقرة عيني محمد ابن عبدالله ﷺ اور اپنے انگوٹھے چوم لے اور آنکھوں سے لگائے لم يعم ولم يرمد کبھی اندھا نہ ہوگا اور نہ کبھی اس کی آنکھیں دکھیں گی۔ غرضکہ اسی مقاصد حسنہ میں بہت سے آئمہ دین سے یہ عمل ثابت کیا۔

(علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی متوفی ۱۱۶۲ھ نے بھی المقاصد حسنہ کی یہ تمام عبارتیں نقل کی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(کشف الخفاء ومزیل الالباس ج ۲ ص ۲۶۹۔۲۷۰ رقم الحدیث ۲۲۹۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حاشیہ......☆

حضرت محدث محمد طاہر بن علی ہندی پٹنی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں۔

وحكى عن البعض من صلى على النبي ﷺ اذا سمع ذكره في الاذان وجمع اصبعيه المسبحة والابهام ومسح بهما عينيه لم يرمد ابدا وقال ابن صالح وسمععن بعض الشيوخ انه يقول عند ما يمسح عينيه صلى الله عليك يا سيدي يا رسول الله يا حبيب قلبي ويا نور بصري ويا قرة عيني قال ومذ فعلته لم ترمد عيني وقد جرب كل منهم ذالك وروي الحسن مثل ما روى عن الخضر عليه السلام بعينه انتهى۔

ترجمہ: بعض علماء محدثین کرام سے مروی ہے کہ جو شخص آنحضرت کا اسم گرامی اذان میں سن کر اپنے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں مسبحہ (شہادت والی) انگلیوں کو ملا کر انہیں چوم کر آنکھوں پر ملے اس کی آنکھیں کبھی نہیں دکھیں گی اور امام ابن صالح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض مشائخ کرام سے سنا ہے کہ وہ انگوٹھے آنکھوں پر ملتے وقت یوں کہتے ہیں۔ صلى الله عليك يا سيدي يا رسول الله يا حبيب قلبي ويانوربصري ويا قرة عيني۔

یہ عمل کرنے والے بزرگ فرماتے ہیں کہ جب سے میں یہ کرنے لگا ہوں میری آنکھیں کبھی نہیں دکھیں اور سارے بزرگوں نے اس کا تجربہ کیا اور حضرت خضر علیہ السلام (بھی اسی طرح مروی ہے اور) جیسے مروی ہے ایسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی۔

(تذکرۃ الموضات ص ۳۲ مطبوعہ دمشق)

غیر مقلد محمد علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں۔

حديث: مسح العينين بباطن أعلى السبابتين عند قول المؤذن: اشهد ان محمدا رسول الله۔ الخ۔
رواه الديلمي في مسند الفردوس، عن ابي بكر مرفوعا۔
قال ابن طاهر في التذكرة: لايصح۔

حديث: من قال حين يسمع اشهد ان محمدا رسول الله: مرحبا بحبيبي وقرة عيني محمد بن عبد الله، ثم يقبل ابهاميه ويجعلهما على عينيه لم يعم لم يرمد ابدا۔
قال في التذكرة: لايصح۔

ترجمہ: حدیث: جو شخص مؤذن کو یہ کہتے ہوئے سنے اشهد ان محمدا رسول الله تو کہے مرحبا بحبيبي وقرة عيني محمد بن عبد الله ﷺ کہے پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں۔

(الفوائد المجموعۃ ص ۱۹۔۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

شرح نقایہ میں ہے۔

واعلم انه يستحب ان يقال عند سماع الاولى من الشهادة الثانية صلى الله عليك يارسول الله وعند الثانية منها قرة عيني بك يارسول الله بعد وضع ظفرى ابهامين على العينين فانه عليه السلام يكون له قائداً الى الجنة كذا فى كنز العباد۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ مستحب یہ ہے کہ دوسری شہادت کے پہلے کلمہ سن کر یہ کہے قرۃ عینی بک یارسول اللہ اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر رکھے تو حضور علیہ السلام اس کو جنت میں اپنے پیچھے پیچھے لے جائیں گے اسی طرح کنز العباد میں ہے۔

(جامع الرموز ج اص ۱۲۵ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

مولانا جمال ابن عبداللہ ابن عمر مکی قدس سرہ اپنی فتاوئی میں فرماتے ہیں۔

تقبيل الابهامين ووضعهما على العينين عند ذكر اسمه عليه السلام فى الاذان جائز بل مستحب صرح به مشائخنا۔

ترجمہ: اذان میں حضور علیہ السلام کا نام شریف سن کر انگوٹھے چومنا اور ان کو آنکھوں سے لگانا جائز بلکہ مستحب ہے اس کی ہمارے مشائخ نے تصریح فرمائی ہے۔

(فتاوی جمال بن عبداللہ عمر مکی بحوالہ فتاوی رضویہ جدید ج ۵ ص ۴۳۶ مطبوعہ لاہور)

علامہ محمد طاہر علیہ الرحمۃ تکملہ مجمع بحار الانوار میں اسی حدیث کو لایصح فرما کر فرماتے ہیں۔

وروى تجربة عن كثيرين۔

ترجمہ: اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئی ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی عبارات پیش کی جا سکتی ہیں مگر اختصاراً اسی پر قناعت کرتا ہوں حضرت صدر الافاضل مولائی مرشدی استاذی مولانا الحاج سید نعیم الدین صاحب قبلہ مرادآبادی دام ظلہم فرماتے ہیں کہ ولایت سے انجیل کا بہت پرانا نسخہ برآمد ہوا جس کا نام (انجیل برناباس) آج کل وہ عام طور پر شائع ہے اور ہر زبان میں اس کے ترجمے کئے گئے ہیں اس کے اکثر احکام اسلام احکام سے ملتے ہیں اس میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے روح القدس (نور مصطفوی) کے دیکھنے کی تمنا کی تو وہ نور ان کے انگوٹھے کے ناخنوں میں چمکایا گیا۔ انہوں نے فرط محبت سے ان ناخنوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ روح القدس کا ترجمہ ہم نے نور مصطفوی کیوں کیا اس کی وجہ ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو، جہاں بتایا گیا ہے کہ زمانہ عیسوی میں روح القدس ہی کے نام سے حضور علیہ السلام مشہور تھے۔

حاشیہ......☆

یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث مبارکہ موضوع نہیں اگر غیر مقلد شوکانی کے نزدیک یہ حدیث مبارکہ موضوع ہوتا تو صاف لکھ دیتے کہ یہ حدیث موضوع ہے جس طرح کہ وہ حدیث موضوع کے نیچے لکھ دیتے ہیں کہ ھو موضوع۔

دوم رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس، عن ابی بکر مرفوعا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حدیث مبارکہ مسند فردوس میں موجود ہیں لیکن دشمان دین جس طرح کے ان کی عادت ہے کہ جہاں بھی سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کی شان بیان ہو تو یہ دشمن اس کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہوں نے مسند فردوس سے اس حدیث مبارکہ کو نکال لیا ہے آج کل بازار میں جو مسند فردوس موجود ہیں اس میں یہ حدیث مبارکہ نہیں ہیں لیکن وہابی یہ اعتراض نہیں کر سکتے کہ یہ حدیث مسند فردوس میں موجود نہیں اس لئے کہ ان کے امام شوکانی نے فی مسند فردوس کہہ کر بتا دیا کہ یہ حدیث مبارکہ مسندوس میں موجود ہیں۔

حاشیہ......☆

انجیل برنباس میں ہے۔

آدم نے خدا کی منت کی کہ خداوند یہ تحریر میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں پر درج فرمادے تب خدا نے پہلے انسان کے انگوٹھوں پر تحریر درج کردی دائیں انگوٹھے کے ناخن پر لکھا تھا خدا ایک ہی ہے اور بائیں انگوٹھے کے ناخن پر لکھا تھا محمد خدا کا رسول ہے۔ تب پہلے انسان نے پدرانہ شفقت سے یہ الفاظ چومے اور اپنی آنکھیں ملیں اور کہا مبارک ہو وہ دن جب تو دنیا میں آئے۔

(انجیل برنباس باب ۳۹ ص ۳۹ بحوالہ انوار المحمدیہ)

حضرت مولانا ملا معین واعظ الکاشفی الہروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

در تفسیر بحر العلوم نسفی آورده که چون حق تعالی آدم صفی راعلیه السلام بوجود آورد نور محمدی را ﷺ که در پشت وی ودیعت نهاده بود هر گاه که آدم علیه السلام در طرق سموات وتتق ملکوتیات به آمدو شد مبادرت نمودی فرشتگان ملاء اعلی وکرو بیان عالم بالا همه در قفای او بتعظیم واکرام میر فتند حضرت آدمؑ از سبب آن احترام سوال فرمود حق تعالی خطاب فرمود که ای آدم آن نور محمد یست ﷺ که از ظهر تو ظهور کرده ودرمتن متانت تو نور سرورافزوده ایشان تعظیم آن نور میکنند گفت خداوندا چه شود گر انتقال آن بعضوی از اعضائ من کرم فرمائی تا من نیز مشاهدهٔ آن نور کنم وخاطر بآن مسرور گردانم حق تعالی آن نور رابه سبابه دست راست اومنتقل گردایند چون مشاهدهٔ آن نور کرد همان انگشت رابرآوردو شهادتین ادا کرد واز آنجابانگشت شهادت موسوم شد واین سنت دروقت شهادت از آدم علیه السلام یادگار ماند بعد آن انگشت ببوسیدوبردیده نهاد وصلوات بابرکات بروح سیدالسادات علیه الصلوة والسلام ارسال فرمودو گویند دروقت اذان درحین استماع اشهدان محمد رسول الله ﷺ بوسیدن وانگشت بردیده نهادن نیز سنت آدم است علیه السلام واحادیث درفضل آن آورده اند۔

ترجمہ: تفسیر بحر العلوم نسفی میں تحریر ہے کہ تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد نور محمدی ﷺ ان کی پشت پر امانت رکھا گیا تھا حضرت آدم علیہ السلام جب بھی آسمانوں پر تشریف لے جاتے اور عالم کے فرشتوں سے ملاقات فرماتے تو تمام فرشتے آپ کے جلو میں عزت واحترام کے ساتھ چلتے ایک مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس استقبال ومتابعت کے سلسلہ میں حضرت حق سے سوال کیا خطاب باری ہوا کہ اے آدم یہ استقبال واحترام اس نور مبارک کے لئے ہے جو تمہاری پشت میں ودیعت ہے اور تمہارے سرور کا سبب ہے یہ تمام فرشتے اس نور کی تعظیم کرتے ہیں حضرت آدم نے عرض کیا الٰہی کیا اچھا ہو کہ نور مبارک کو میرے جسم کے کسی ایک حصے میں منتقل کردیا جائے جس کو میں بھی دیکھوں اور فرح وسرور حاصل کروں اللہ رب العالمین نے اس نور کو آپ کے انگوٹھے کے پاس والی انگلی میں منتقل فرمادیا جب حضرت آدم علیہ السلام نے اس نور کی زیارت فرمائی تو انگلی اٹھا کر دومرتبہ شہادت دی اسی دن سے اس انگلی کو انگشت شہادت کہا جانے لگا اور وقت شہادت یہ سنت حضرت آدم علیہ السلام جاری ہوگئی اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے انگلی کو چوما اور آنکھوں سے لگایا اور بارگاہ نبی آخر الزماں ﷺ پر ہدیہ درودوسلام پیش فرمایا کہا جاتا ہے کہ اذان میں **اشہدان محمد رسول اللہ** سن کر انگشت شہادت چومنا

علمائے احناف کے علاوہ علمائے شافعی وعلمائے مذہب مالکی نے بھی انگوٹھے چومنے کے استحباب پر اتفاق کیا ہے۔ چنانچہ مذہب شافعی کی مشہور کتاب اعانة الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین مصر صفحہ ۲۴۷ میں ہے۔

ثم یقبل ابهامیه ویجعلهما علی عینیه لم یعم ولم یرمد ابداً۔

ترجمہ: پھر انگوٹھوں کو چومے آنکھوں سے لگائے تو کبھی بھی اندھا نہ ہوگا اور نہ کبھی آنکھیں دکھیں گی۔

(اعانة الطالبین علی فتح المعین ج ۱ ص ۲۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مذہب مالکی کی مشہور کتاب ''کفایة الطالب الربانی لرسالة ابن ابی زید القیروانی'' مصر جلد اول صفحہ ۱۶۹ میں اس کے متعلق بہت کچھ تحریر فرماتے ہیں پھر فرماتے ہیں۔

عینیه لم یعم ولم یرمد ابداً۔

ترجمہ: اندھا ہوا اور نہ کبھی آنکھیں دکھیں۔

(کفایة الطالب الربانی لرسالة ابن ابی زید القیروانی ج ۱ ص ۱۶۹ مطبوعہ مصر بحوالہ نہج السلامہ)

اس کی شرح میں علامہ شیخ علی الصیعدی عدوی صفحہ ۱۷۷ میں فرماتے ہیں۔

لم یبین موضع التقبیل من الابهامین۔ الا انه نقل عن الشیخ العالم المفسر نور الدین الخراسانی قال بعضهم لقیته وقت الاذان فلما سمع المؤذن یقول اشهد ان محمد رسول الله قبل ابهامی نفسه ومسح

حاشیہ......☆

اور آنکھوں سے لگانا سنت حضرت آدم علیہ السلام ہے اور اس کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔

(معارج النبوة فی مدارج الفتوة رکن اول باب دوم فصل ہشتم در بردن آدم بجانب بہشت و پیدائش حوا ص ۴۰ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

تفریح الاذکیا فی احوال الانبیاء میں ہے۔

کتاب احادیث قدسیہ میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ اسلام لقائے محبوب کے مشتاق ہوئے تو اللہ تبارک وتعالی نے حضور ﷺ کی صورت کریمہ ان کے انگوٹھوں کے ناخنوں کی صفا میں ظاہر فرمائی......

حضرت آدم علیہ اسلام نے انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر ملا تو ان کی اولاد کے لئے یہ اصل ہوگئی۔ جب جبریل امین نے اس قصہ کی خبر حضور ﷺ کو دی تو فرمایا جس نے اذان میں میرا نام سنا پھر دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں سے ملا تو وہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔

(تفریح الاذکیا فی احوال الانبیاء ج ۲ ص ۱۲۱ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

علامہ الفاضل الکامل الشیخ اسمعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں۔

وقصص الانبیاء وغیرها ان ادم علیه السلام اشتاق الی لقاء محمد ﷺ حین کان فی الجنة فاوحی الله تعالی الیه هو من صلبك ویظهر فی اخر الزمان فستال لقاء محمد ﷺ حین کان فی الجنة فاوحی الله تعالی الیه فجعل الله النور المحمدی فی اصبعه المسبحة من یده الیمنی فسبح ذلك النور فلذلك سمیت تلك الاصبع مسبحة کما فی الروض الفائق او اظهر الله تعالی جمال حبیبه فی صفاء ظفری ابهامیه مثل المرآة فقبل ادم ظفری ابهامیه و مسح علی عینیه فصار اصلا لذریته فلما اخبر جبریل النبی ﷺ بهذه القصة قال علیه السلام من سمع اسمی فی الاذان فقبل ظفری ابهامیه ومسح علی عینیه لم یعم ابداً۔

ترجمہ: قصص الانبیاء وغیرہ کتب میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ اسلام کو جنت میں حضرت محمد ﷺ کی ملاقات کا اشتیاق ہوا تو اللہ

تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ وہ تمہارے صلب سے آخر زمانے میں ظہور فرمائیں گے تو حضرت آدم علیہ اسلام نے آپ کی ملاقات کا

بالظفرین اجفان عینیه من الماق الی ناحیة الصدغ ثم فعل ذلك عند كل تشهد مرة فسالته عن ذلك فقال كنت افعله ثم تركته فمرضت عيناى فرء يته ا مناما فقال لما تركت مسح عينيك عند الاذان ان اردت ان تبرء عيناك فعد فى المسح فاستيقظت ومسحت فبرء ت ولم يعاود فى مرضها الى الان۔

ترجمہ: مصنف نے انگوٹھے چومنے کی جگہ نہ بیان کی لیکن شیخ علامہ مفسر نورالدین خراسانی سے منقول ہے کہ بعض لوگ ان کو اذان کے وقت ملے جب انہوں نے مؤذن کو اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ کہتے ہوئے سنا تو انہوں نے اپنے انگوٹھے چومے اور ناخنوں کو اپنی آنکھوں کی پلکوں پر آنکھوں کے کونے سے لگایا اور کنپٹی کے کونے تک پہنچایا۔ پھر ہر شہادت کے وقت ایک ایک بار کیا میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو کہنے لگے کہ میں پہلے انگوٹھے چوما کرتا تھا۔ پھر چھوڑ دیا۔ پس میری آنکھیں بیمار ہو گئیں۔ پس میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کہ تم نے اذان کے وقت انگوٹھے آنکھوں سے لگانا کیوں چھوڑ دیئے؟ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری آنکھیں اچھی ہو جائیں تو پھر یہ انگوٹھے آنکھوں سے لگانا شروع کردو۔ پس بیدار ہوا اور یہ مسح شروع کیا مجھ کو آرام ہو گیا۔ اور پھر اب تک وہ مرض نہ لوٹا۔

(نہج السلامہ فی حکم تقبیل الابھامین فی الاقامہ ص ۳ مطبوعہ گنج شکر اکیڈمی لاہور)

اس تمام گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ اذان وغیرہ میں انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا مستحب ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور صدیق اکبر وامام حسن رضی اللہ عنہما کی سنت ہے۔ فقہاء محدثین ومفسرین اس کے استحباب پر متفق ہیں آئمہ شافعیہ ومالکیہ نے بھی اس کے استحباب کی تصریح فرمائی ہر زمانہ اور ہر ایک مسلمان اس کو مستحب جانتے رہے اور جانتے ہیں اس میں حسب ذیل فائدے ہیں یہ عمل کرنے والا آنکھ دکھنے سے محفوظ رہے گا اور انشاء اللہ کبھی اندھا نہ ہوگا اگر آنکھ میں کسی قسم کی تکلیف ہو اس کے لئے یہ انگوٹھے چومنے کا عمل بہترین علاج ہے بارہا تجربہ ہے اس کے عامل کو حضور علیہ السلام کی شفاعت نصیب ہوگی اور اس کو حضور علیہ السلام قیامت کی صفوف میں تلاش فرما کر اپنے پیچھے جنت میں داخل فرمائیں گے۔

اس کو حرام کہنا محض جہالت ہے جب تک کہ ممانعت کی صریح دلیل نہ ملے اس کو منع نہیں کر سکتے استحباب کے لئے مسلمانوں کا مستحب جاننا ہی کافی ہے مگر کراہت کے لئے دلیل خاص کی ضرورت ہے جیسا کہ ہم بدعت کی بحث میں ثابت کر چکے ہیں۔

نوٹ: اذان کے متعلق تو صاف وصریح روایات اور احادیث موجود ہیں جو پیش کی جا چکیں تکبیر بھی مثل اذان کے ہے احادیث میں تکبیر کو اذان فرمایا گیا ہے۔

دو اذانوں کے درمیان نماز ہے یعنی اذان وتکبیر کے درمیان۔ لہذا تکبیر میں **اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ** پر انگوٹھے چومنا نافع

حاشیہ......☆

سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ اسلام کے دائیں ہاتھ کے کلمے کی انگلی میں نور محمدی ﷺ چمکایا تو اس نور نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھی اسی واسطے اس انگلی کا نام کلمے کی انگلی ہوا۔ جیسا کہ روض الفائق میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے جمال محمد ﷺ کو حضرت آدم علیہ اسلام کے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں میں مثل آئینہ کے ظاہر فرمایا تو حضرت آدم علیہ اسلام نے اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر پھیرا پس یہ سنت ان کی اولاد میں جاری ہوئی پھر جبریل علیہ اسلام نے حضور ﷺ کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا جو شخص اذان میں میرا نام سنے اور اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر ملے۔ تو وہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وباعث برکت ہے۔ اور اذان تکبیر کے علاوہ بھی اگر کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام شریف سن کر انگوٹھے چومے تو بھی کوئی حرج نہیں بلکہ نیت خیر سے ہو تو باعث ثواب ہے۔ بلا دلیل ممانعت منع نہیں کر سکتے۔ جس طرح بھی حضور علیہ السلام کی تعظیم کی جاوے باعث ثواب ہے۔

دوسرا باب

انگوٹھے چومنے پر اعتراضات وجوابات

اعتراض (۱)......۔ انگوٹھے چومنے کے متعلق جس قدر روایات بیان کی گئیں۔ وہ سب ضعیف ہیں اور حدیث ضعیف سے مسئلہ شرعی ثابت نہیں ہو سکتا۔ دیکھو مقاصد حسنہ میں فرمایا **لا یصح فی المرفوع من کل ھذا شیئی** ان سے کوئی مرفوع حدیث صحیح نہیں۔ ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں ان احادیث کے متعلق فرمایا **کل ما یروی فی ھذا فلا یصح رفعہ** یعنی اس مسئلہ میں جتنی احادیث مروی ہیں ان میں سے کسی کا رفع صحیح نہیں۔ خود علامہ شامی نے اسی بحث میں اسی جگہ فرمایا **لم یصح من المرفوع من ھذا شیئی** ان میں سے کوئی مرفوع حدیث صحیح نہیں۔ صاحب روح البیان نے بھی ان احادیث کی صحت سے انکار کیا۔ پھر ان احادیث کا پیش کرنا ہی بیکار ہے۔

جواب:۔ اس کے چند جوابات ہیں اولاً تو یہ کہ تمام حضرات مرفوع حدیث کی صحت کا انکار فرما رہے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ اس کے بارے میں حدیث موقوف صحیح ہے چنانچہ ملا علی قاری موضوعات کبیر میں اسی عبارت منقولہ کے بعد فرماتے ہیں۔

قلت واذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ فیکفی للعمل بہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفآء الرشدین۔

ترجمہ: یعنی میں کہتا ہوں کہ جب اس حدیث کا رفع صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک ثابت ہے تو عمل کے لئے کافی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت۔

(الموضوعات الکبری ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۸۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ حدیث موقوف صحیح ہے اور حدیث موقوف کافی ہے۔ دوسرے یہ کہ ان تمام علماء نے فرمایا لم یصح یعنی یہ تمام احادیث حضور تک مرفوع ہو کر صحیح نہیں اور صحیح نہ ہونے سے ضعیف ہونا لازم نہیں۔ کیونکہ صحیح کے بعد درجہ حسن باقی ہے لہٰذا اگر یہ حدیث حسن ہو تب بھی کافی ہے۔

حاشیہ......☆

اعتراض......۔ محمد سرفراز گکھڑوی دیوبندی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ "صحیح نہ ہونے سے ضعیف ہونا لازم نہیں کیونکہ صحیح کے بعد درجہ حسن باقی ہے (جاء الحق ص ۳۸۲) مگر مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کوئی محدث جب مطلق لا یصح کہتا ہے تو اس کا مطلب اس کے بغیر اور کچھ نہیں ہوتا کہ یہ روایت ضعیف ہے اگر حدیث حسن ہوتی ہے تو اس کی تصریح کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے یا لیس بصحیح بل حسن وغیرہ سے اس کو تعبیر کرتے ہیں۔ مطلق لا یصح سے حسن سمجھنا قلت فہم کا نتیجہ ہے۔

(راہ سنت ص ۲۴۰ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

حاشیہ......☆

جواب:۔ گکھڑوی صاحب کو چاہیئے تھا کہ دلائل کے ذریعہ ثابت کرتے کہ محدثین کے لایصح لم یثبت کہنے سے ضعیف ہی مراد ہوتا ہے حسن مراد نہیں ہوتا اور محدثین جب مطلق لا یصح یا لم یثبت لکھتے ہیں تو اس سے ضعیف ہی مراد ہوتا ہے مگر گکھڑوی صاحب اس سے قاصر رہے۔

محدثین کے لا یصح لم یثبت سے مراد حسن بھی ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

غیر مقلد محمد شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ لکھتے ہیں۔

لا یلزم من نفی الثبوت ثبوت الضعف لا حتمال ان یراد بالثبوت الصحة فلا ینتقی الحسن۔ وعلی التنزل لا یلزم من نفی الثبوت عن کل فرد (ای عن صحیح والحسن) نفیه عن المجموع (ای الصحیح والحسن والضعیف) انتهی کلامه۔

ترجمہ: نفی ثبوت حدیث سے اس کا ضعف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ احتمال ہے کہ ثبوت سے صحت مراد ہو (یعنی یہ حدیث صحت کو نہیں پہنچتی) تو اس سے حسن ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

(رسالہ غنیۃ الالمعی مع طبرانی صغیر ج ۲ ص ۱۵۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

شیخ الحدیث تقی الدین صاحب ندوی دیوبندی اپنی کتاب فن اسماء الرجال (مصدقہ سید علی ندوی) لکھتے ہیں۔

جب کسی حدیث کے بارے میں "لا یصح" یا "لا یثبت" کہا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث موضوع ہے یا ضعیف ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عدم ثبوت سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث کو "لا یصح" کہنے سے اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ ممکن ہے وہ حدیث حسن یا حسن لغیرہ ہو۔

ان اصطلاحات کا علم اسماء الرجال اور فن جرح و تعدیل کے طالب علم کے لیے جاننا ضروری ہے۔ ورنہ اس فن کی کتابوں سے استفادہ میں بہت سی غلطیوں کا امکان ہے۔

(فن اسماء الرجال ص ۶۷ مطبوعہ ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد)

دوم اس کا جواب اسی گکھڑوی ہی کی زبان سے ملاحظہ فرمائیں۔ گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں۔

حافظ ابن حجر نتائج الافکار میں لکھتے ہیں کہ:

لا یلزم من نفی الثبوت ثبوت الضعف لا حتمال ان یراد بالثبوت الصحة فلا ینتقی الحسن۔

ترجمہ: نفی ثبوت حدیث سے اس کا ضعف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ احتمال ہے کہ ثبوت سے صحت مراد ہو (یعنی یہ حدیث صحت کو نہیں پہنچتی) تو اس سے حسن ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

حافظ ابن حجر کے اس فنی نقطہ سے معلوم ہوا کہ نفی ثبوت سے ثبوت ضعف لازم نہیں ہوتا۔ ہوسکتا ہے کہ حدیث صحت کو تو نہ پہنچتی ہو لیکن حسن کے درجہ کو پہنچ جائے اور اسی کو صالح سے تعبیر کر لیا گیا ہے اور حسن حدیث بھی جمہور کے نزدیک قابل احتجاج ہے۔

(سماع الموتی ص ۲۳۴۔۲۳۵ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

تیسرے یہ کہ اصول حدیث و اصول فقہ کا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی ضعیف حدیث چند اسناد سے مروی ہو جاوے تو حسن بن جاتی ہے چنانچہ درمختار جلد اول باب مستحبات الوضوء میں اعضاء وضو کی دعاؤں کے متعلق فرماتے ہیں وقد رواہ ابن حبان وغیرہ عنہ علیہ السلام من طرق اس کو ابن حبان وغیرہ نے چند اسناد سے روایت کیا۔ اس کے ماتحت شامی میں فرماتے ہیں ای بقوی بعضها بعضاً فارتقی الی مرتبة الحسن یعنی بعض اسناد بعض کو قوت دیتی ہیں لہذا یہ حدیث درجہ حسن کو پہنچ گئی۔ اور ہم پہلے باب میں بتا چکے کہ یہ حدیث بہت طریق سے روایت ہے لہذا حسن ہے۔ چوتھے یہ کہ اگر مان بھی لیا جاوے کہ یہ حدیث ضعیف ہے پھر فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے چنانچہ یہ ہی علامہ شامی اسی ردالمحتار جلد اول باب اذان میں اذان کے موقع کے بحث میں فرماتے ہیں علی انه فی فضائل الاعمال یجوز العمل بالحدیث الضعیف کما مر فی اول کتاب الطهارة (ردالمحتار علی درالمختار باب الاذان ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے یہاں بھی واجب و حرام ہونے کے مسائل نہیں ہیں صرف یہ کہ انگوٹھے چومنے میں یہ فضیلت ہے لہذا اس میں حدیث ضعیف بھی قابل عمل ہے نیز مسلمانوں کا عمل ضعیف حدیث کو قوی کر دیتا ہے چنانچہ کتاب الاذکار مصنفہ امام نووی تلقین میت کی بحث میں ہے۔

وقد روینا فیه حدیثا من حدیث ابی امامة لیس بالقائم اسناده ولکن اعتضد بشواهد و بعمل اهل الشام۔

ترجمہ: یعنی تلقین میت کی حدیث قوی الاسناد نہیں مگر اہل شام کے عمل و دیگر شواہد سے قوی ہوگئی انگوٹھے چومنے پر بھی امت کا عمل ہے لہذا یہ حدیث قوی ہوئی۔

اس زیادہ تحقیق نور الانوار اور توضیح وغیرہ میں دیکھو۔ پانچویں یہ کہ اگر اس کے متعلق کوئی بھی حدیث نہ ملتی۔ تب بھی امت مصطفیٰ علیہ السلام کا مستحب ماننا ہی کافی تھا کہ حدیث میں آیا ہے مارآه المومنون حسنا فهو عند الله حسن جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ کام اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

چھٹے یہ کہ انگوٹھے چومنا آنکھ کی بیماریوں سے بچنے کا عمل ہے اور عمل میں صرف صوفیائے کرام کا تجربہ کافی ہوتا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب ہوامعہ میں ہوامعہ مقدمہ کے دسویں ہامعہ میں فرماتے ہیں اجتہاد و اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطباء نسخہاء قرابادین را تصریفی اعمال میں اجتہاد کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ جیسے کہ طبیب لوگ حکمت کے نسخے ایجاد کرتے ہیں۔

حاشیہ......☆ ●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●●

الزاماً جواب گکھڑوی صاحب کی اپچ

مگر گکھڑوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کوئی محدث جب مطلق لا یصح لم یثبت کہتا ہے تو اس کا مطلب اس کے بغیر اور کچھ نہیں ہوتا کہ یہ روایت ضعیف ہے اگر حدیث حسن ہوتی ہے تو اس کی تصریح کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے یا لیس بصحیح بل حسن وغیرہ سے اس کو تعبیر کرتے ہیں۔ گکھڑوی صاحب کا مطلق لا یصح یا لم یثبت سے حسن سمجھنا قلت فہم کا نتیجہ ہے۔

گکھڑوی صاحب نے دو اشعار لکھے ہیں جو اس پر فٹ آ رہے ہیں۔

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

خود شاہ ولی صاحب نے اپنی کتاب القول الجمیل وغیرہ میں صدہا عمل تعویذ گنڈے جنات کو دفع کرنے سے جنات سے محفوظ رہنے۔ حمل محفوظ رکھنے کے تجویز فرمائے ہیں کہ فلاں دعا ہرن کی کھال پر لکھ کر عورت کے گلے میں مثل ہار ڈال دو اسقاط نہ ہوگا پشم کا رنگا ہوا ڈورا عورت کے جسم سے ناپ کر نو گرہ لگا کر عورت کی بائیں ران میں باندھا درد زہ کو مفید ہے وغیرہ وغیرہ بتاؤ کہ ان اعمال کے متعلق کون سی احادیث آئی ہیں؟ خود علامہ شامی نے جادو سے بچنے، گمی ہوئی چیز کی تلاش کرنے کے لئے بہت سے طریقے شامی میں بیان فرمائے بتاؤ کہ ان کی احادیث کہاں ہیں؟ جبکہ ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ یہ عمل درد چشم کے لئے مجرب ہے تو اس کو کیوں منع کیا جاتا ہے؟ ساتویں یہ کہ ہم پہلے باب میں بیان کر چکے کہ شامی اور شرح نقایہ اور تفسیر روح البیان وغیرہ نے انگوٹھے چومنے کو مستحب فرمایا۔ اس استحباب پر کوئی جرح وقدح نہ کی بلکہ حدیث مرفوع کی صحت کا انکار کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ حکم استحباب تو بالکل صحیح ہے۔ گفتگو ثبوت حدیث میں ہے۔ یہ استحباب حدیث کی صحت پر موقوف نہیں۔ آٹھویں یہ کہ اچھا اگر مان لیں کہ استحباب کا ثبوت حدیث ضعیف سے نہیں ہوسکتا۔ تو کراہت کے ثبوت کی کونسی حدیث ہے جس میں یہ ہو کہ انگوٹھے چومنا مکروہ ہے یا نہ چومو وغیرہ وغیرہ انشاء اللہ کراہت کے لئے صحیح حدیث تو کیا ضعیف بھی نہ ملے گی۔ صرف یاروں کا اجتہاد اور عداوت رسول اللہ ﷺ ہے۔

الحمد للہ کہ اس اعتراض کے پرخچے اڑ گئے اور حق واضح ہو گیا۔

اعتراض (۲)......: حضرت آدم علیہ السلام نے اگر نور مصطفیٰ علیہ السلام انگوٹھے کے ناخنوں میں دیکھ کر اس کو چوما تھا۔ تو تم کون سا نور دیکھتے ہو جو چومتے ہو۔ چومنے کی جو وجہ وہاں تھی وہ یہاں نہیں۔

جواب:۔ حضرت ہاجرہ جب اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو لے کر مکہ مکرمہ کے جنگل میں تشریف لائیں تو تلاش پانی کے لئے صفا و مروہ پہاڑ کے درمیان دوڑیں۔ آج تم حج میں وہاں کیوں دوڑتے ہو؟ آج کہاں پانی کی تلاش ہے؟ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے قربانی کے لئے جاتے ہوئے راستے میں تین جگہ شیطان کو کنکر مارے آج تم حج میں وہاں کیوں کنکر مارتے ہو؟ وہاں اب کونسا

حاشیہ......☆

سرفراز خان دیوبندی لکھتے ہیں۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ علماء امت کا تعامل بھی ایک شئے ہے اور اس سے بھی صرف نظر نہیں کی جاسکتی اور ایسے فروعی مسائل میں ادلۂ قطعیہ کی حاجت بھی نہیں ہوتی، فی الجملہ دلائل درکار ہوتے ہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں وہ سب موجود ہیں۔

(سماع الموتی ص ۲۴۲ مطبوعہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

ہم بھی دیوبندیوں سے یہی بات کہتے ہیں کہ علماء امت کا تعامل بھی ایک شئے ہے اور اس سے بھی صرف نظر نہیں کی جاسکتی۔ اتنے کثیر علماء امت نے نام اقدس ﷺ سن کر انگوٹھے چومنے کو مستحب کہا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

امام مکی از قوت القلوب، اسمٰعیل حقی، علامہ شامی، علامہ طحطاوی، ملا علی قاری، علامہ قہستانی، علامہ عبد القدوس، ملا طاہر محدث فتنی، امام سخاوی، امام جمال مکی، محمد بن صالح مدنی، ان کے علاوہ کثیر علماء امت (جن کے حوالا جات پیچھے گزر چکے ہیں) نے نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنے کو مستحب کہا ہے۔ ان کثیر علماء امت کا نام اقدس ﷺ سن کر انگوٹھے کو مستحب کہنا ہمارے لئے کافی ہے۔

شیطان آپ کو دھوکا دے رہا ہے؟ حضور علیہ السلام نے ایک خاص ضرورت کی وجہ سے کفار مکہ کو دکھانے کے لئے طواف میں رمل کرا کر اپنی طاقت دکھائی۔ بتاؤ کہ اب طواف قدوم میں رمل کیوں کرتے ہو؟ اب وہاں کفار کہاں دیکھ رہے ہیں؟ جناب انبیائے کرام کے بعض عمل ایسے مقبول ہو جاتے ہیں کہ ان کی یادگار باقی رکھی جاتی ہے اگرچہ وہ ضرورت باقی نہ رہے اسی طرح یہ بھی ہے۔

اعتراض (۳)......:۔ کیا وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے نام پر انگوٹھے کے ناخن چومتے ہو۔ کوئی اور چیز کیوں نہیں چومتے ناخن میں کیا خصوصیت ہے؟ ہاتھ پاؤں کپڑے وغیرہ چومنا چاہیئے۔

جواب:۔ چونکہ روایت میں ناخن ہی کا ثبوت ہے۔ اس لئے اسی کو چومتے ہیں منصوصات میں وجہ تلاش کرنا ضروری نہیں۔ اگر اس کا نکتہ ہی معلوم کرنا ہے تو یہ ہے کہ تفسیر خازن وروح البیان وغیرہ نے پارہ ۸ سورہ اعراف زیر آیت بدت لهما سواتهما (آیت نمبر ۲۲) میں بیان فرمایا کہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کا لباس ناخن تھا یعنی تمام جسم شریف پر ناخن تھا جو کہ نہایت خوبصورت اور نرم تھا جب ان پر عتاب الہی ہوا وہ کپڑا اتار لیا گیا۔ مگر انگلیوں کے پوروں پر بطور یادگار باقی رکھا گیا جس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ناخن جنتی لباس ہیں اور اب جنت تو ہم کو حضور علیہ السلام کے طفیل سے ملیگی لہذا ان کے نام پر جنتی لباس چوم لیتے ہیں جیسے کہ کعبہ معظمہ میں سنگ اسود جنتی پتھر ہے اس کو چومتے ہیں باقی کعبہ شریف کو نہیں چومتے۔ کیونکہ وہ اس جنتی گھر کی یادگار ہے جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے زمین پر آیا تھا اور طوفان نوحی میں اٹھالیا گیا۔ اور یہ پتھر اس کی یادگار رہا۔ اسی طرح ناخن بھی اس جنتی لباس کی یادگار ہے۔



حاشیہ......☆

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا القاسم قال ثنا الحسن قال ثنی حجاج عن حسام بن معبد عن قتادة وابی بکر قتادة قال کان لباس آدم فی الجنة ظفرا کله فلما وقع بالذنب کشط عنه وبدت سوأته۔

(تفسیر الطبری ج ۸ ص ۱۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں۔

کان لباسهما من جنس الاظفار ای کالظفر بیاضاً فی غایة اللطف واللین فبقی عند الاظفار تذکیراً للنعم وتجدیداً للندم۔

ترجمہ: حضرت آدم وحوا علیہما السلام کا لباس ناخن کی جنس سے تھا یعنی ناخن کی طرح صاف وشفاف اور انتہائی لطیف ونرم جواب ناخنوں کے مقام پر باقی رہ گیا نعمتوں کی یادگار اور ندامت کی تجدید کے لئے۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۴۰۷ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنۃ پشاور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الفریابی وابن شیبة وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویه والبیهقی فی سننه وابن عساکر فی تاریخه عن ابن عباس قال: کان لباس آدم وحواء کالظفر، فلما أکلا من الشجرة لم یبق علیهما الا مثل الظفر۔

ترجمہ: امام فریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ، بیہقی نے اپنی سنن میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام کا لباس ناخن کی مانند تھا۔ جب انہوں نے اس شجر ممنوعہ سے کھایا تو جسم سے وہ لباس اتر گیا اور صرف ناخنوں پر باقی رہ گیا۔ (تا کہ نعمت کی یاد آتی رہے)

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۳ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

☆..........☆

بحث جنازہ کے آگے بلند آواز سے **کلمہ** یا **نعت** پڑھنا

بعض جگہ رسم ہے کہ جب میت کو قبرستان لے جاتے ہیں تو اس کے آگے با آواز بلند کلمہ طیبہ سب مل کر پڑھتے جاتے ہیں یا نعت شریف پڑھتے ہیں مجھ کو یہ ہم بھی نہ تھا کہ کوئی اس کو بھی منع کرتا ہوگا مگر پنجاب میں آ کر معلوم ہوا کہ دیوبندی اس کو بھی بدعت وحرام کہتے ہیں۔ اس قدر ظاہر مسئلہ پر کچھ لکھنے کا ارادہ نہ تھا مگر بعض احباب نے مجبور فرمایا۔ تو کچھ بطور اختصار عرض کرنا پڑا اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں۔ پہلا باب اس کے ثبوت میں۔ دوسرا باب اس پر اعتراضات وجوابات میں **وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔**

پہلا باب

جنازہ کے آگے کلمہ طیبہ یا نعت خوانی کا ثبوت

جنازے کے آگے کلمہ طیبہ یا تسبیح وتہلیل یا درود شریف آہستہ آہستہ یا بلند آواز سے پڑھنا جائز اور میت وحاضرین کو مفید ہے اس پر قرآنی آیات واحادیث صحیحہ واقوال فقہاء شاہد ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبھم۔

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے یا بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر۔

(پارہ ۴ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۹۱)

اس کی شرح تفسیر روح البیان میں ہے۔

ای یذکرون دائما علی الحالات کلھا قائمین و قاعدین ومضطجعین فان الانسان لا یخلو عن ھذہ الھیئات غالبا۔

ترجمہ: آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں ہمیشہ کھڑے بیٹھے لیٹے ذکر الٰہی کرتے ہیں کیونکہ انسان اکثر ان حالات سے خالی نہیں ہوتا۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۱۷۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر ابوالسعود میں اسی کے ماتحت ہے۔ (پارہ ۴ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۹۱)

والمراد تعمیم الذکر للاوقات وتخصیص الاحوال المذکورۃ لیس لتخصیص الذکر بھا بل لانھا الاحوال المعھودۃ التی لا یخلوا عنھا الانسان۔

ترجمہ قریب قریب وہی ہے جو اوپر کیا گیا۔ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

المراد کون الانسان دائم الذکر لربہ فان الاحوال لیست الا ھذہ الثلثۃ ثم لما وصفھم بکونھم ذکرین فیھا کان ذلک ولیلا علی کونھم مواظبین علی الزکر غیر فاترین عنہ۔

ترجمہ: اس کا ترجمہ بھی وہی ہے جو گزر چکا ہے۔ ابن عدی نے کامل میں اور امام زیلعی نے نصب الرایہ لتخریج احادیث الھدایہ جلد دوم صفحہ ۲۹۲ مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل میں لکھا ہے۔

عن ابن عمر قال لم یکن یسمع من رسول اللہ ﷺ وھو یمشی خلف الجنازۃ الا قول لا الہ الا اللہ مبدیا وراجعا۔

(نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۹۲ مطبوعہ دارالحدیث قاھرۃ مصر)

اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو۔ پھر بھی فضائل اعمال میں معتبر ہے۔ تحذیر المختار علی ردالمختار مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۳ پر ہے۔

ولکن قد اعتاد الناس کثرۃ الصلوۃ علی النبی ﷺ ورفع اصواتھم بذلک وھم ان منعوا ابت نفوسھم عن السکوت والتفکر فیقعون فی کلآم دنیوی وربما وقعوانی عبیہ وانکار المنکر اذا قضی الی ما ھوا عظم منکرا کان ترکہ احب لانہ ارتکاب باخف المضرتین کما ھو القاعدۃ الشرعتہ۔

(تحذیر المختار علی ردالمختار ص ۱۲۳ مطبوعہ مصر)

اس آیت اوران تفاسیر کی عبارات واحادیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ہر حال میں ذکر الٰہی کرنے کی اجازت ہےاور ہر طرح بلند آواز سے ہو یا آہستہ کرنے کی اجازت ہے۔ اب کسی موقعہ پر کسی ذکر سے ممانعت کرنے کے لئے کم از کم حدیث مشہور کی ضرورت ہے کیونکہ حدیث واحد اور قیاس مجتہد سے قرآنی عام کو خاص نہیں کیا جاسکتا۔ فقہاء تو بحالت جنابت و بحالت حیض بھی تلاوت قرآن کے علاوہ تمام ذکروں کو جائز فرماتے ہیں اور اگر قرآنی آیت بھی بغیر قصد تلاوت پڑھے تو جائز ہے (دیکھو عام کتب فقہ) تو جبکہ میت کو قبرستان لے جارہے ہیں یہ بھی ایک حالت ہی ہے اس حالت میں بھی ہر طرح ذکر الٰہی جائز ہوا۔ قرآن فرماتا ہے۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔

ترجمہ: خبردار ہو جاؤ کہ اللہ کے ذکر سے دل چین پاتے ہیں۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۲۸)

اس کی تفسیر میں صاحب روح البیان فرماتے ہیں۔

فالمومنون یستانسون بالقرآن وذکر اللہ الذی ھو الاسم الاعظم ویحبون استماعھا والکفار یفرحون بالدنیا ویستبشرون بذکر غیر اللہ۔

ترجمہ: پس قرآن سے اور اللہ کے ذکر سے (جو کہ اسم اعظم ہے) مسلمان انس لیتے ہیں اور اس کو سننا چاہتے ہیں اور کفار دنیا سے خوش ہوتے ہیں اور ذکر غیر اللہ سے سرور پاتے ہیں۔

اس آیت اور تفسیری عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ کا ذکر مسلمان کی خوشی وفرحت کا باعث ہے مگر کفار اس سے رنجیدہ ہوتے ہیں۔ بحمد اللہ میت بھی مسلمان ہے اور سب حاضرین بھی۔ سب کو ہی اس سے خوشی ہوگی۔ نیز میت کو اس وقت اپنے اہل وعیال سے چھوٹنے کا غم ہے یہ ذکر اس غم کو دور کرے گا۔ خیال رہے کہ اس آیت میں بھی ذکر مطلق ہے خواہ آہستہ ہو یا بلند آواز سے لہذا ہر طرح جائز ہوا محض اپنی رائے سے اس میں قید نہیں لگا سکتے منتخب کنز العمال جلد ہشتم صفحہ ۹۹ میں بروایت حضرت انس ہے **اکثروا فی الجنازۃ قول لاالہ الا اللہ** مشکوۃ کتاب الدعوات باب ذکر اللہ میں ہے۔

ان اللہ ملئکۃ یطوفون فی الطرق یلتمسون اھل الذکر فاذا وجدوا قوماً یذکرون اللہ تنادوا ھلموا الی حاجتکم قال فیحفو لھم باجنحتھم۔

ترجمہ: اللہ کے کچھ فرشتے راستوں میں چکر لگاتے ہیں ذکر اللہ کرنے والوں کو تلاش کرتے ہیں پس جبکہ کسی قوم کو ذکر الٰہی کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آؤ اپنے مقصد کی طرف پھر ان ذاکرین کو پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں الخ۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الدعوات باب ذکر اللہ الفصل الاول ص ۱۹۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

لہذا اگر میت کے ساتھ لوگ ذکر اللہ کرتے ہوئے جائیں گے تو ملائکہ راستے ہی میں ملیں گے۔ اور ان سب کو اپنے پروں میں ڈھانپ لیں گے میت بھی ملائکہ کے پروں کے سایہ میں قبرستان تک جاویگا۔ خیال رہے کہ اس حدیث میں بھی ذکر مطلق ہے خواہ آہستہ ہو

یا بلند آواز سے۔ مشکوۃ اسی باب میں ہے۔

اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قالوا وما ریاض الجنة قال حلق الذکر۔

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو کچھ کھالیا کرو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الدعوات باب ذکر اللہ الفصل الثانی ۱۹۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے ثابت ہوا کہ اگر میت کے ساتھ ذکر الٰہی ہوتا ہوا جاوے تو میت جنت کے باغ میں قبرستان تک جاوے گا۔ خیال رہے کہ یہاں بھی ذکر مطلق ہے آہستہ ہو یا بلند آواز سے اسی مشکوۃ میں اسی باب میں ہے کہ۔

الشیطن جاثم علی قلب ابن ادم فاذا ذکر اللہ خنس۔

ترجمہ: شیطان انسان کے دل پر چمٹا رہتا ہے جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ تو ہٹ جاتا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الدعوات باب ذکر اللہ الفصل الثالث ۱۹۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ اگر میت کو لے جاتے وقت ذکر اللہ کیا جاوے گا تو شیطان سے میت کو امن رہے گی یہاں بھی ذکر میں آہستہ یا بلند آواز کی کوئی قید نہیں۔ یہاں تک تو جنازہ کے آگے ذکر بالجہر کو دلالتہ ثابت کیا گیا۔ اب اقوال فقہاء ملاحظہ ہوں جس میں اس کی تصریح ملتی ہے۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ اس مسئلہ کے متعلق تحقیق فرماتے ہیں کہ جن فقہاء نے جنازے کے ساتھ ذکر بالجہر کو منع فرمایا ہے وہ کراہت تنزیہی کی بنا پر ہے یا کراہت تحریمی کی بنا پر پھر فرماتے ہیں۔

لکن بعض المشائخ جوزو الذکر الجهری و رفع الصوف بالتعظیم قدام الجنازة و خلفها لتلقین المیت والاموات والاحیاء وتنبیه الغفلة والظلمة وازالة صداء القلوب وقسوتها بحب الدنیا ورياستها۔

ترجمہ: یعنی بعض مشائخ عظام نے جنازے کے آگے اور پیچھے بلند آواز سے ذکر کرنے کو جائز فرمایا تا کہ اس سے اس میت اور زندوں کو تلقین ہو اور غافلوں کے دلوں سے غفلت اور سختی دنیا کی محبت دور ہو۔

(حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

لواقح الانوار القدسیہ فی بیان العہو والحمدیہ میں قطب ربانی امام شعرانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

وکان سیدی علی الخواص رضی اللہ عنه یقول اذا علم من الماشین مع الجنازة انهم لایترکون اللغو فی الجنازة ویشتغلون باحوال الدنیا فینبغی ان تامرهم بقول لآ اله الا اللہ محمد رسول اللہ فان ذلك افضل من ترکه ولا ینبغی للفقیه ان ینکر ذلك الا بنص او اجماع فان للمسلمین الاذن العام من الشارع بقول لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ کل وقت شاء وا وللہ العجب من عمی قلب من ینکر مثل هذا۔

ترجمہ: حضرت علی الخواص رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب معلوم ہوا کہ جنازہ کے ساتھ جانے والے بیہودہ باتیں نہیں چھوڑتے اور دنیاوی حالات میں مشغول ہیں تو مناسب ہے کہ ان کو کلمہ پڑھنے کا حکم دیں۔ کیونکہ یہ کلمہ پڑھنا نہ پڑھنے سے افضل ہے اور فقیہ عالم کو مناسب نہیں کہ اس کا انکار کرے مگر یا تو نص سے یا مسلمانوں کے اجماع سے اس لئے کہ شارع علیہ السلام کی طرف سے مسلمانوں کو کلمہ پڑھنے کا اذن عام ہے جس وقت بھی چاہیں۔ اور سخت تعجب ہے اس اندھے دل سے جو اس کا انکار کرے۔

(فتاوی رضویہ جدید ج ۹ ص ۱۴۳ مطبوعہ رضا فاونڈیشن لاہور)

امام شعرانی اپنی کتاب عہود المشائخ میں فرماتے ہیں۔

ولا نمکن احداً من اخواننا ینکر شیئاً ابتدعها المسلمون علی جهة القربة وراه حسناً لاسیما

ما کان متعلقا باللہ ورسولہ کقول الناس امام الجنازۃ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ او قرء ۃ احد القرآن امامہا ونحو ذلک فمن حرم ذلک فھو قاصر عن فھم الشریعۃ۔

ترجمہ: ہم اپنے بھائیوں میں سے کسی کو یہ موقع نہ دیں گے کہ کسی ایسی چیز کا انکار کرے جس کو مسلمانوں نے ثواب سمجھ کر نکالا ہو اور اس کو اچھا سمجھا ہو خصوصاً وہ جو اللہ تعالیٰ ورسول علیہ السلام سے متعلق ہو جیسے کہ لوگوں کا جنازے کے آگے کلمہ طیبہ پڑھنا یا جنازے کے آگے کسی کا قرآن کریم وغیرہ پڑھنا جو شخص اس کو حرام کہے وہ شریعت سمجھنے سے قاصر ہے۔

(الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ الصنف الثالث ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

پھر فرماتے ہیں۔

و کلمۃ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اکبر الحسنات فکیف یمنع منھا و تامل احوال غالب الخلق الان فی الجنازۃ تجدھم مشغولین بحکایات الدنیا لم یعتبروا بالمیت وقلبھم غافل عن جمیع ما وقع لہ بل رء یت منھم من یضحک واذا تعارض عندنا مثل ذلک وکون ذلک لم یکن فی عھد رسول اللہ ﷺ قدمنا ذکر اللہ عزوجل بل کل حدیث لغو اولی من حدیث ابناء الدنیا فی الجنازۃ فلو صاح کل من فی الجنازۃ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فلا اعتراض۔

ترجمہ: یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تمام نیکیوں میں بہتر نیکی ہے پس اس سے کیوں منع کیا جا سکتا ہے اگر تم آج کل کے لوگوں کی غالب حالت میں غور کرو تو تم ان کو جنازے کے ساتھ ساتھ دنیاوی قصوں میں مشغول پاؤ گے ان کے دل میت سے عبرت نہیں پکڑتے اور جو کچھ ہو چکا اس سے غافل ہیں بلکہ ہم نے تو بہت سے لوگوں کو ہنستے ہوئے دیکھا اور جب لوگوں کا اس زمانہ میں ایسا حال ہے تو ہم کو اس پر عمل کر کے کہ یہ کلمہ پہلے زمانہ میں میت کے ساتھ پکار کر نہیں بلکہ اس کے جائز ہونے ہی کا حکم کرنا چاہیے بلکہ دنیاداروں کی باتوں سے ہر بات جنازے میں بہتر ہے پس اگر تمام لوگ بلند آواز سے جنازے کے ہمراہ لا الہ الا اللہ پڑھیں تو ہم کو کوئی اعتراض نہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ج ۹ ص ۱۴۴۔۱۴۵ مطبوعہ رضا فاونڈیشن لاہور)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ جنازے کے ساتھ اگر بلند آواز سے ذکر کیا جاوے تو جائز ہے خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ عوام میت کے ساتھ ہنستے ہوئے دنیاوی باتیں کرتے ہوئے جاتے ہیں اب تو بہت ہی بہتر ہے کہ ان سب کو ذکر الٰہی میں مشغول کر دیا جاوے کہ ذکر الٰہی دنیاوی باتوں سے افضل ہے۔

دوسرا باب

اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات میں

اس پر مخالفین کے حسب ذیل اعتراضات ہیں۔ انشاء اللہ اس سے زیادہ نہ ملیں گے۔

اعتراض (۱)......: جنازے کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنے کو فقہاء منع فرماتے ہیں چنانچہ عالمگیری جلد اول کتاب الجنائز فصل فی حمل الجنازۃ میں ہے۔

وعلی متبعی الجنازۃ الصمت ویکرہ لھم رفع الصوت بالذکر وقرء ۃ القرآن فان ارادان یذکر اللہ یذکرہ فی نفسہ کذا فی فتاوی قاضی خان۔

ترجمہ: جنازے کے ساتھ جانے والوں کو خاموش رہنا واجب ہے اور بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے اگر اللہ کا ذکر

کرنا چاہیں تو اپنے دل میں کریں۔

فتاویٰ سراجیہ باب حمل الجنازہ میں ہے۔

ویکرہ النیاح والصوت خلف الجنازۃ وفی منزل المیت رفع الصوت بالذکر وقرءۃ القرآن وقولہم کل حتی یموت ونحو ذلک خلف الجنازۃ بدعۃ۔

ترجمہ: جنازے کے پیچھے اور میت کے گھر میں نوحہ کرنا آواز نکالنا اور بلند آواز سے ذکر کرنا قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور جنازے کے پیچھے یہ کہتے ہوئے جانا کہ ہر زندہ مرے گا بدعت ہے۔

درمختار جلد اول کتاب الجنائز مطلب فی دفن المیت میں ہے **کما کرہ فیھا رفع صوت بذکر او قرءۃ** جیسے کہ جنازے میں بلند آواز سے ذکر کرنا یا قرءت کرنا مکروہ ہے۔ اس کے ماتحت شامی میں ہے۔

قلت واذا کان ھذا فی الدعاء فما ظنک بالغناء الحادث فی ھذا الزمان۔

جبکہ دعا میں اس قدر سختی ہے تو اب اس گانے کا کیا حال ہے۔ جو اس زمانہ میں پیدا ہو گیا ہے۔ ابن منذر نے اشراف میں نقل کیا کہ

قال قیس ابن عبادۃ کان اصحب رسول اللہ ﷺ یکرھون رفع الصوت عند ثلث عند القتال وفی الجنازۃ وفی الذکر۔

ترجمہ: یعنی صحابہ کرام جہاد، جنازہ، ذکر میں بلند آواز ناپسند کرتے تھے۔ ان فقہی عبارات سے معلوم ہوا کہ میت کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا منع ہے خصوصاً وہ گانا جس کو آج کل نعت خوانی کہتے ہیں وہ تو بہت ہی برا ہے (مخالفین کا یہ انتہائی اعتراض ہے)

جواب: فقہاء کی ان عبارات میں چند طرح گفتگو ہے اولاً یہ کہ انہوں نے جو میت کے ساتھ ذکر بالجہر کو مکروہ لکھا اس سے کراہت تنزیہی جائز میں داخل ہے یعنی اس کا کرنا تو جائز ہے مگر نہ کرنا بہتر دوسرے یہ کہ یہ حکم اس زمانے کے لئے تھا یا کہ ہر زمانہ کے لئے تیسرے یہ کہ مطلقاً بولنا منع ہے۔ یا کہ خاص ذکر بالجہر یا کہ نوحہ وغیرہ۔ چوتھے یہ کہ بلند آواز سے ذکر کرنا ہر شخص کو منع ہے یا کہ خاص اشخاص کو۔ جب یہ چار باتیں ہو جاویں تو مسئلہ بالکل واضح ہو جاویگا۔ حق یہ ہے کہ جن فقہاء نے میت کے ساتھ ذکر بالجہر کو مکروہ فرمایا۔ ان کی مراد مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ شامی نے اسی منقولہ عبادت کے ساتھ ساتھ فرمایا۔

قیل تحریما وقیل تنزیھا کما فی البحر عن الغایت وفیہ عنھا وینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت۔

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے اور کہا گیا ہے کہ مکروہ تنزیہی جیسا کہ بحر الرائق میں غایت سے نقل کیا اسی بحر میں بروایت غایت ہے کہ جو شخص جنازے کے ساتھ جاوے اس کو بہتر ہے کہ خاموش رہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ خاموش رہنا بہتر اور خاموش نہ رہنا بلکہ ذکر بالجہر کرنا بہتر نہیں جائز ہے۔ نیز کراہت تنزیہی اور تحریمی کی پہچان خود علامہ شامی نے مکروہات کی تعریف کرتے ہوئے بیان فرمائی۔ فرماتے ہیں۔ شامی جلد اول کتاب الطہارت مطلب تعریف المکروہ۔

فحینئذ اذا ذکروا مکروھا فلا بد من النظر فی دلیلہ فان کان نھیا ظنیا یحکم بکراھۃ التحریم الا بصارف النھی عن التحریم الی الندب فان لم یکن الدلیل نھیا بل کان مفید الترک الغیر الجازم فھی تنزیھیۃ۔

ترجمہ: جب فقہاء مکروہ فرمادیں تو ضروری ہے کہ کراہت کی دلیل میں نظر کی جاوے اگر اس کی دلیل ظنی ممانعت ہو تو مکروہ تحریمی ہے سوائے کسی مانع کے اور اگر دلیل ممانعت نہ ہو بلکہ غیر ضروری ترک کا فائدہ دے تو کراہت تنزیہی ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار کتاب الطہارۃ ج ۱ ص ۷۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر فقہاء کراہت کی دلیل میں کوئی شرعی ممانعت پیش فرمادیں تو کراہت تحریمی ہے ورنہ کراہت تنزیہی۔ اور جن فقہاء نے بھی اس ذکر بالجہر کو منع کیا ہے کوئی ممانعت کی حدیث یا آیت پیش نہیں کی۔ صرف شامی نے یہ دلیل بیان فرمائی کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے انہ لایحب المعتدین اللہ حد سے بڑھنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔ جس کا ترجمہ فرمایا ای المجاھرین بالدعاء یعنی بلند آواز سے دعا کرنے والوں کو۔ معلوم ہوا کہ اس کی ممانعت کی کوئی صاف حدیث نہیں ملی۔ لہذا یہ مکروہ تنزیہی ہے اور مکروہ تنزیہی جائز ہوتا ہے۔ نیز امام شعرانی نے عہود مشائخ میں اسی ذکر مع الجنازہ کے لئے فرمایا وقد رجح النووی ان الکلام خلاف اولی امام نووی نے اس کو ترجیح دی کہ جنازے کے ساتھ کلام کرنا بہتر نہیں۔ شرح محمدیہ نے بیان فرمایا وھو یکرہ علی معنی انہ تارک الاولی جنازے کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے بایں معنی کہ خلاف اولی ہے یعنی بہتر نہیں۔ بہر حال ماننا پڑے گا کہ جن فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ان کی مراد مکروہ تنزیہی ہے دوسرے یہ کہ یہ ممانعت اس زمانے کے لئے تھی اب اس زمانہ میں چونکہ لوگوں کے حالات بدل گئے یہ حکم کراہت بھی بدل گیا۔ کیوں کہ اس زمانہ میں جو بھی جنازے کے ساتھ جاتا تھا وہ خاموش رہتا تھا اس سے عبرت پکڑتا تھا اہل میت کے ساتھ رنج و غم میں شرکت کرتا تھا اور شرعی مدعیٰ بھی یہ ہے کہ میت کے جلوس میں لوگ عبرت حاصل کریں۔ سید علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

واذا حملت الی القبور جنازۃ فاسلم بانک بعدھا محمول

جب تم قبرستان کی طرف کوئی جنازہ لے جاؤ تو خیال رکھو کہ ایک دن تم کو بھی اسی طرح لے جائے گا اس حالت میں کچھ بھی بات کرنا خلاف حکمت تھا کہ بات کرنے میں دھیان بٹے گا۔ اور دل اور طرف متوجہ ہوجاوے گا۔ لہذا فقہاء نے فرمایا کہ اس حالت میں سکوت کرو۔ کتاب الاذکار مصنفہ امام نووی باب مایقول الماشی مع الجنازہ میں ہے۔

والحکمۃ فیہ ظاھرۃ وھی انہ اسکن لخاطرہ واجمع لفکرہ فیما یتعلق بالجنازۃ وھو المطلوب فی ھذا الحال۔

مشکوۃ باب دفن المیت میں ہے کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم قبرستان میں میت دفن کرنے لے گئے **وجلسنا معہ کان علی رؤس الطیر** (مشکوۃ المصابیح باب دفن المیت الفصل الثانی ۱۴۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) تیاری قبر میں دیر تھی تو ہم اس طرح خاموش بیٹھ گئے جیسے کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں (پرندوں کا شکاری جب جال لگا کر بیٹھتا ہے تو بالکل خاموش رہتا ہے تا کہ آواز سے پرندے نہ اڑ جاویں۔ اب وہ زمانہ ہے کہ جنازے کے ساتھ جانے والے دنیاوی باتیں ہنسی مذاق مسلمانوں کی غیبتیں کرتے جاتے ہیں۔ اگر قبرستان میں کچھ دیر بیٹھنا پڑے تو خوش گپیاں اڑاتے ہیں۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ کچھ کھیل کا مشغلہ کر کے دل بہلاتے ہیں تو ان کو ذکر الٰہی میں مشغول کردینا ان بیہودہ باتوں سے بہتر ہے لہذا اب یہ بھی مستحب ہے کہ میت کے ساتھ سب لوگ کلمہ وغیرہ بلند آواز سے پڑھتے ہوئے جاویں۔ حالات بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں اور جو مفتی اپنے اہل زمانہ کی حالت سے بے خبر ہے وہ جاہل ہے۔

امام شعرانی اپنی کتاب عہود مشائخ میں فرماتے ہیں۔

وانما لم یکن الکلام والقراءۃ والذکر امام الجنازۃ فی عھد السلف لانھم کانوا اذ امات لھم میت اشترکوا کلھم فی الحزن علیہ حتی کان لا یعرف قرابۃ المیت من غیرہ فکانوا لا یقدرون علی النطق الکثیر لماھم علیہ من ذکر الموت بل خرست السنتھم عن کل کلام فاذا وجدنا جماعۃ بھذا الصفۃ فلک یا اخی علینا لا تامرھم بقرءۃ ولا ذکر۔

ترجمہ: گذشتہ زمانہ میں جنازہ کے آگے بات کرنا قرآن پڑھنا ذکر کرنا اس لئے نہ تھا کہ جب کسی کا انتقال ہوجاتا تھا تو سارے

شرکاء رنج وغم میں شریک ہو جاتے تھے یہاں تک کہ میت کے اہل قرابت اور غیروں میں فرق نہ رہتا تھا اور اس قدر موت کا دھیان کرتے تھے کہ بولنے پر ان کو قدرت نہ رہتی تھی اور ان کی زبانیں گونگی ہو جاتی تھیں اگر ہم آج اس صفت کے لوگ پالیں تو ہم ان کو قرآن پڑھنے اور ذکر کرنے کا حکم نہ دیں گے۔

سبحان اللہ کیا نفیس فیصلہ فرمایا۔ کہیئے کیا آج کل لوگوں کا یہ حال ہے۔ حضرت شیخ عثمان بجیری شرح اقناع کے حاشیہ جلد دوم میں فرماتے ہیں

(قوله و كره لغط في الجنازة) قوله لغط اى رفع صوت ولو بقرآن او ذكر او صلوة على النبى عليه السلام۔

وهذا باعتبار ما كان في الصدر الاول والا فالان لاباس بذلك لانه شعار الميت لان تركه مزدرية به ولو قيل بوجوبه لم يبعد كما نقله المدابغي۔

ترجمہ: یعنی جنازے کے ساتھ شور کرنا مکروہ ہے خواہ یہ شور قرآن خوانی سے ہو یا ذکر اللہ سے یا درود خوانی سے۔ یہ حکم اس حالت کے لحاظ سے ہے۔ جو کہ پہلے زمانہ میں مسلمانوں کی تھی۔

(شرح اقناع کے حاشیہ جلد دوم)

امام شعرانی نے عہود مشائخ میں فرمایا۔

فمما احدثه المسلمون واستحسنوه قولهم امام الجنازة لا اله الا الله محمد رسول الله او وسيلتنا يوم العرض على الله لا اله الا الله محمد رسول الله۔

ونحوه ذلك فمثل هذا لا يجب انكاره في هذا الزمان لانهم ان لم اشتغلوا بذالك اشتغلوا بحديث الدنيا وذالك لان قلبهم فارغ من ذكر الموت بل رء يت بعضهم يضحك امام الجنازة ويمزح۔

ترجمہ: ورنہ اس زمانہ میں اب اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ذکر بالجہر میت کی علامت ہے اس کے چھوڑنے میں میت کی توہین لہذا اس کو اگر ضروری بھی کیا جاوے تو بھی بعید نہیں۔ جیسا کہ مدابغی علیہ الرحمۃ سے نقل فرمایا۔

مسلمانوں نے جس کام کو اچھا سمجھ کر ایجاد کیا ہے وہ یہ ہے کہ جنازے کے آگے کہتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا یہ کہتے ہیں کہ خدا کے سامنے قیامت کے دن ہمارا وسیلہ یہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا اسی طرح اور ذکر۔ اس زمانہ میں اس سے منع کرنا ضروری نہیں۔ کیونکہ اگر وہ لوگ اس ذکر میں مشغول نہ ہوئے تو دنیاوی باتیں کریں گے کیونکہ ان کے دل موت کی یاد سے خالی ہیں۔

(الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ الصنف الثالث ج ۲ ص ۳۰۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

بلکہ ہم نے تو بعض لوگوں کو جنازے کے آگے ہنستے ہوئے اور مذاق کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام شعرانی قدس سرہ نے جو اپنے زمانہ کا حال بیان فرمایا اس سے بدتر حال آج ہے۔ میں نے بعض جگہ دیکھا کہ قبر میں دیر تھی۔ لوگ علیحدہ علیحدہ جماعتیں بن کر بیٹھ گئے اور باتوں میں ایسے مشغول ہوئے کہ معلوم ہوتا تھا کہ بازار لگا ہوا ہے۔ بعض لوگ زمین پر لکیریں کھینچ کر کنکروں سے کھیلنا چاہتے تھے اس حالت کو دیکھ کر میں نے سب کو جمع کر کے وعظ کہنا شروع کر دیا۔ لوگوں کو تجہیز وتکفین کے احکام بتائے۔ اس سے یہ ہی بہتر تھا۔

لطیفہ:۔ مخالفین جنازے کے ساتھ ذکر اللہ کرنے کو تو بدعت اور حرام کہتے ہیں۔ مگر باتیں کرنا، کبھی مسائل بیان کرنا، کبھی شرک وبدعت کے فتوے سنانا، لوگوں کے آپس میں ہنسی مذاق کرنے کو نہ منع کرتے ہیں نہ اس کو برا کہتے ہیں۔ حالانکہ فقہاء بالکل خاموش رہنے کا

حکم دیتے ہیں۔جیسا کہ اس اعتراض میں نقل کی ہوئی عبارات سے معلوم ہوا۔یہ الٹی گنگا کیوں بہ رہی ہے کہ کلام،سلام،ہنسی،مذاق،وعظ وقوالی تو سب نا جائز۔حرام ہے تو ذکراللہ۔خدا سمجھ دے۔

نوٹ ضروری:۔شاید کوئی کہے کہ اسلامی احکام تو کبھی بدلتے نہیں پھر یہ تبدیلی کیسی؟اس کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ جو احکام کسی علت کے بدلنے سے بدل جائیں گے۔جیسے کہ اول زمانہ میں نماز پڑھانے،تعلیم قرآن دینے وغیرہ پر اجرت لینا حرام تھی۔اب جائز ہے۔اسی طرح مقابر اولیاء اللہ پر چادریں ڈالنا اب ضرور تا زمانہ کے لحاظ سے جائز ہیں اسی طرح ماہ رمضان میں ختم قرآن پر دعائیں مانگنا جائز قرار دی گئیں۔قرآن پاک میں آیات اور رکوع اور سورتوں کے نام لکھنا سلف زمانہ میں نہ تھا لیکن اب عوام کے فائدے کا لحاظ کر کے جائز قرار دیا گیا۔

عالمگیری کتاب الکراہیت باب آداب المصحف میں ہے۔

لاباس لکتابة اسامی السور وعد الآی وهو و ان کان احداثاً فهو بدعة حسنة و کم من شئی کان احداثاً وهو حسن و کم من شئی یختلف باختلاف الزمان والمکان۔

ترجمه: سورتوں کے نام آیتوں کی تعداد لکھنے میں حرج نہیں۔یہ اگرچہ بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں بدعت ہیں لیکن اچھی ہیں اور بہت سی چیزیں زمانہ اور ملک کے بدلنے سے بدل جاتی ہیں۔

(فتاوی عالمگیری کتاب الکراہیت باب آداب المصحف ج ۵ ص ۳۲۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس کی بہت تفصیل ہم پہلی بحثوں میں کر چکے ہیں۔تیسرے یہ کہ کاٹھیاواڑ وغیرہ میں میت کے آگے اس طرح نعت شریف پڑھتے ہیں کہ سننے والے جان لیتے ہیں کہ کسی کا جنازہ جا رہا ہے لہذا گھروں میں جو ہوتے ہیں وہ بھی جنازے کے لئے نکل آتے ہیں۔تو یہ نعت خوانی میت کا اعلان بھی ہوا اور جنازے کا اعلان کرنا اس نیت سے لوگ نماز جنازے یا دفن میں شرکت کرلیں جائز ہے۔چنانچہ درمختار دفن میت کی بحث میں ہے۔

ولاباس بنقله قبل دفنه وبالاعلام بموته و بارثه بشعر او غیره۔

ترجمه: یعنی میت کو دفن کرنے سے پہلے اس کو منتقل کرنا اس کے جنازے کا اعلان کرنا میت کا مرثیہ پڑھنا خواہ اشعار میں ہو یا اس کے سوا جائز ہے۔

(ردالمحتار علی درالمختار باب صلاۃ الجنائز مطلب فی دفن المیت ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس کی شرح شامی میں ہے۔

ای اعلام بعضهم بعضاً لیقضوا حقه و کره بعضهم ان ینادی علیه فی الاقة والا سواق والاصح انه لا یکره اذا لم یکن معه تنویه بذکره۔

ترجمه: یعنی جائز ہے کہ بعض لوگ کو خبر دیں تا کہ لوگ اس میت کے حق کو ادا کریں اور بعض لوگوں نے مکروہ جانا ہے کہ گلی کوچوں اور بازاروں میں اس کا اعلان کیا جاوے اور صحیح یہ ہے کہ یہ اعلان مکروہ نہیں ہے جبکہ اس اعلان میں میت کی زیادہ تعریف نہ ہو۔

(ردالمحتار علی درالمختار باب صلاۃ الجنائز مطلب فی دفن المیت ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

جبکہ اعلان جنازہ کے لئے میت کا مرثیہ یا میت کے نام کا اعلان جائز ہے تو اعلان جنازہ کی نیت سے نعت شریف یا کلمہ طیبہ بلند آواز سے پڑھنا کیوں حرام ہے؟ کہ اس میں جنازے کا اعلان بھی ہے اور حضور علیہ السلام کی نعت بھی۔اس سے معلوم ہوا کہ جس جہر کو فقہاء منع فرماتے ہیں وہ ذکر بلا فائدہ ہے جبکہ اس سے کوئی فائدہ خاص ہو تو جائز ہے اسی لئے علامہ شامی نے اسی بحث میں تتارخانیہ سے نقل کیا۔

واما رفع الصوت عند الجنائز فیحتمل ان المراد منه النوح او الدعاء للمیت بعد ما افتتح الناس الصلوة او الافراط فی مدحه کعادة الجاهلیة بما هو یشبه المحال واما اصل الثناء علیه فغیر مکروه۔

ترجمہ: لیکن جنازوں کے پاس بلند آواز کرنا اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد نوحہ کرنا یا میت کے لئے نماز شروع ہو چکنے کے بعد دعا کرنا اس کی تعریف میں مبالغہ کرنا ہے جیسا کہ اہل جاہلیت کی عادت تھی لیکن میت کی تعریف کرنا یہ مکروہ نہیں۔

(ردالمحتار علی درالمختار باب صلاۃ الجنائز مطلب فی دفن المیت ج ا ص مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

حاصل یہ کہ بے فائدہ بلند آواز کرنا منع ہے اور بافائدہ ذکر کرنا بلا کراہت جائز ہے فی زمانہ اس میں بہت سے وہ فائدے ہیں جو کہ عرض کر دیئے گئے۔ چوتھے یہ کہ اس ذکر سے ممانعت خاص اہل علم کو ہے۔ اگر عوام مسلمین ذکر کریں تو ان کو منع نہ کیا جاوے۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ عوام کو ذکر الٰہی سے نہ روکو کیونکہ وہ پہلے ہی سے ذکر الٰہی سے بے رغبت ہیں۔ اب جس قدر ذکر کریں کرنے دو۔ درمختار باب صلوۃ العیدین میں ہے۔

ولا یکبر فی طریقها ولا یتنفل قبلها مطلقاً وکذا لا یتنفل بعدها فی مصلاها فانه مکروه عند العامة۔

ترجمہ: عیدگاہ کے راستہ میں تکبیر نہ کہے اور نہ عید سے پہلے نفل پڑھے اور نماز عید کے بعد بھی عیدگاہ میں نفل نہ پڑھے کیونکہ یہ عام فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے۔

(درالمختار علی حاشیہ کشف الاستار باب العیدین ص ۱۱۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور)

پھر فرماتے ہیں۔

هذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلاً نقلة رغبتهم فی الخیرات۔

ترجمہ: یہ حکم خاص لوگوں کے لئے ہے لیکن عوام کو اس سے منع نہ کیا جاوے نہ تکبیر کہنے سے اور نہ نفل پڑھنے سے کیونکہ ان کی رغبت کار خیر میں کم ہے۔

(درالمختار علی حاشیہ کشف الاستار باب العیدین ص ۱۱۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور)

اس کے ماتحت شامی میں ہے۔ **ای لا سراً ولا جهر فی التکبیر** (ردالمحتار علی الدرالمختار باب صلوۃ العیدین ج ا ص ۶۱۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) یعنی ان آہستہ اور بلند آواز سے تکبیر کہنے سے نہ روکا جاوے۔ نیز ہم ذکر بالجہر کی بحث میں بحوالہ شامی باب العیدین ذکر کر چکے ہیں کہ کسی نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ لوگ بازاروں میں بلند آواز سے تکبیریں کہتے ہیں کیا ان کو منع کیا جاوے فرمایا کہ نہیں۔ ان تمام عبارات سے معلوم ہوا کہ بعض موقعوں پر خواص کو کسی خاص ذکر سے منع کیا جاتا ہے لیکن عوام کو روکنے کا حکم نہیں۔ اسی لئے فقہاء نے یہ تو فرمادیا کہ جنازے کے آگے بلند آواز سے ذکر نہ کرو لیکن یہ نہ فرمایا کہ ذکر کرنے والوں کو اس سے روک بھی دو۔

اس جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ اولاً تو یہ ممانعت کراہت تنزیہی کی بناء پر ہے دوم یہ کہ پہلے زمانہ کے لئے تھی اب یہ حکم بدل گیا۔ کیونکہ علت حکم بدل گئی۔ تیسرے یہ کہ چونکہ اس ذکر سے جنازہ کا اعلان ہے لہذا فائدے مند ہے جائز ہے۔ چوتھے یہ کہ یہ حکم خاص لوگوں کے لئے ہے عامۃ المسلمین اگر ذکر الٰہی کریں تو ان کو منع نہ کیا جاوے۔

اعتراض (۲)...... جنازے کے آگے بلند آواز سے ذکر کرنا ہندوؤں سے مشابہت ہے کیونکہ وہ چیختے جاتے ہیں رام رام ست ہے۔ اور تم بھی شور مچاتے ہوئے جاتے ہو۔ اور کفار سے مشابہت ناجائز ہے لہذا یہ منع ہے۔

جواب:۔ کفار بتوں کا نام پکارتے ہیں۔اور ہم خدائے قدوس کا ذکر کرتے ہیں پھر مشابہت کہاں رہی۔کفار بت کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں ہم خدا کے نام پر۔کفار گنگا سے گنگا کا پانی لے کر آتے ہیں۔ہم مکہ معظمہ سے آب زمزم لاتے ہیں۔یہ مشابہت نہ ہوئی نیز جو کام کہ کفار کے قومی یا مذہبی نشان بن گئے ہوں۔ان میں مشابہت کرنا منع ہے نہ کہ ہر کام میں اگر کافر بھی اپنے جنازوں کے آگے کلمہ پڑھنے لگیں۔تو شوق سے پڑھیں یہ اچھا کام ہے۔اور اچھے کام میں مشابہت بری نہیں ہوتی۔

اعتراض (۳)......:۔ راستہ میں کلمہ طیبہ پڑھنا بے ادبی ہے کیونکہ وہاں گندگی وغیرہ ہوتی ہے لہذا یہ منع ہے۔

جواب:۔ یہ اعتراض محض لغو ہے۔فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ راستوں میں چلتے ہوئے ذکر جائز ہے۔ہاں جو جگہ نجاست ڈالنے کے لئے بنائی گئی ہو وہاں ذکر بالجہر منع ہے جیسے کہ پاخانہ یا گھورا (روڑی) شامی ج ا بحث قراءت عندلیت مطبعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ میں ہے وفی القنیته لاباس بالقرأة راکباً او ماشیا اذا لم یکن ذلک الموضع معداً للنجاسة سوار یا پیدل چلتے ہوئے قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ وہ جگہ نجاست کے لئے نہ بنائی گئی ہو۔قرآن بغل میں لے کر راستہ سے گزرنا جائز ہے اور پاخانہ میں لے جانا منع ہے۔نیز بقرعید کے دن حکم ہے کہ عیدگاہ کے راستے میں بلند آواز سے تکبیر تشریق کہتا ہوا جاوے۔درمختار (باب صلوٰۃ العیدین میں ہے ویکبر جهراً اتفاقاً فی الطریق راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہے۔حالانکہ راستے میں نجاست وغیرہ ہوتی ہے۔اسی طرح فقہاء فرماتے ہیں کہ حمام میں تسبیح و تہلیل بلند آواز سے جائز ہے۔حالانکہ وہاں اکثر گندگی ہوتی ہے۔عالمگیری کتاب الکراہیت باب الصلوٰۃ والتسبیح ج ۵ ص ۳۱۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ میں اور عمدۃ الابرار مجموع النوازل، خانیه، سراجیه، ملتقط تجنیس وغیرہ میں ہے واما التسبیح والتهلیل لاباس بذلک وان رفع صوته یعنی حمام میں تسبیح بلند آواز سے بھی جائز ہے۔

اعتراض (۴)......:۔ جنازے کے آگے بلند آواز سے ذکر کرنے میں گھر کی عورتیں اور بچے ڈر جاتے ہیں۔کیونکہ ان کو موت یاد آجاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بیمار ہو جاتے ہیں لہذا باقاعدہ طبی بھی یہ منع ہونا چاہیے۔

جواب:۔ قرآن فرماتا ہے۔الا بذکر الله تطمئن القلوب (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۲۸) اللہ کے ذکر سے دل چین میں آتے ہیں مسلمانوں کو تو اس سے چین اور راحت ہوتی ہے۔ہاں کفار ڈرتے ہوں گے۔ان کو ڈرنے دو کفار تو اذان سے بھی ڈرتے ہیں تو کیا ان کی وجہ سے اذان بند کی جاوے گی۔ہاں اگر کسی حاذق طبیب نے لکھا ہو کہ کلمہ طیبہ کی آواز وبا کے اسباب میں ہے تو پیش کیا جاوے لیکن وہ طبیب مسلمان اور حاذق ہو۔کوئی دیوبندی یا وہابی طبیب نہ ہو وہابی باتوں کا اعتبار نہیں۔ثابت ہوا کہ میت کے آگے بلند آواز سے ذکر بہت بہتر اور باعث برکت ہے۔مخالفین کے پاس بجز غلط فہمی کے اور کوئی اعتراض قوی نہیں۔والحمد للہ علی ذلک۔



خاتمہ کتاب

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب تک جس قدر مسائل میں دیوبندی اختلاف کرتے ہیں ان کی تحقیق کردی گئی۔لیکن ان مسائل مذکورہ میں بہت سے مسائل وہ ہیں جن پر ایمان کا دارومدار نہیں صرف کراہت اور استحباب میں ہی اختلاف ہے۔جس مسائل کی بنا پر عرب وعجم کے علماء نے دیوبندیوں کو کافر کہا وہ ان کے خلاف اسلامی عقائد ہیں۔ہم مسلمانوں کی واقفیت کے لئے ان عقائد کی فہرست پیش کرتے ہیں اور ہر ایک کے مقابل میں اسلامی عقیدہ بھی بیان کرتے ہیں۔اور ہم نے اس فہرست میں ان کا جو عقیدہ بیان کیا ہے وہ ان کی کتابوں میں چھپا ہوا موجود ہے اگر کوئی صاحب غلط ثابت کریں تو وہ انعام کے مستحق ہیں بعض صاحبوں کا اصرار تھا کہ ان عقائد باطلہ کی تردید بھی کردی جاوے مگر اس وقت کاغذ دستیاب نہیں ہوتا۔لہذا ہم انشاء اللہ اس کتاب کی دوسری جلد تیار کریں گے جس میں ان عقائد سے ہی بحث ہوگی۔فی الحال صرف فہرست پیش کرتے ہیں۔

دیوبندی عقائد

﴿1﴾......خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے(مسئلہ امکان کذب) براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی جہد المقل مصنفہ محمود حسن صاحب۔

﴿2﴾......اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب چاہے غیب دریافت کرے۔کسی ولی نبی جن فرشتے بھوت کو اللہ نے یہ طاقت نہیں بخشی۔(تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی)۔

﴿3﴾......خدا تعالیٰ کو جگہ اور زمانہ اور مرکب ہونے اور ماہیت سے پاک ماننا بدعت ہے۔ایضاح الحق مصنفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی۔

﴿4﴾......خدا تعالیٰ کو بندوں کے کاموں کی پہلے سے خبر نہیں ہوتی۔جب بندے اچھے یا برے کام کرلیتے ہیں تب اس کو معلوم ہوتا ہے بلغۃ الحیران صفحہ ۱۵۷ زیر آیت الا علی اللہ رزقھا کل فی کتب مبین (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۶) مصنفہ مولوی حسین علی صاحب بھچرانوالہ شاگرد مولوی رشید احمد صاحب۔

﴿5﴾......خاتم النبیین کے معنی یہ سمجھنا غلط ہے کہ حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ آپ اصل نبی ہیں باقی عارضی لہذا اگر حضور علیہ السلام کے بعد اور بھی نبی آجاویں تو بھی خاتمیت میں فرق نہ آویگا (تحذیر الناس مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند)۔(تحذیر الناس ص ۴۔۵ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

﴿6﴾......اعمال میں بظاہر امتی نبی کے برابر ہوجاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں (تحذیر الناس مطبوعہ دار الاشاعت کراچی مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند)۔

﴿7﴾......حضور علیہ السلام کا مثل ونظیر ممکن ہے۔(یکروزی مصنفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی مطبوعہ فاروقی صفحہ ۱۴۴)

﴿8﴾......حضور علیہ السلام کو بھائی کہنا جائز ہے کیونکہ آپ بھی انسان ہیں (براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب وتقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی)

﴿9﴾......شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے (براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب)۔(براہین قاطعہ ص ۵۵ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

﴿10﴾......حضور علیہ السلام کا علم بچوں، پاگلوں، جانوروں کی طرح یا ان کے برابر ہے (حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب)۔(حفظ الایمان ص ۱۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

﴿11﴾......حضور علیہ السلام کو اردو بولنا مدرسہ دیوبند سے آگیا (براہین قاطعہ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی مولوی خلیل احمد صاحب)

﴿12﴾...... ہر چھوٹا بڑا مخلوق (نبی غیر نبی) اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے (تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسمٰعیل صاحب)

﴿13﴾......نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال لانا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے (صراط مستقیم مطبوعہ ادارہ نشریات الاسلام قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی)۔

﴿14﴾......میں نے حضور علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ مجھے آپ پل صراط پر لے گئے اور کچھ آگے جا کر دیکھا کہ حضور علیہ السلام گرے جا رہے ہیں تو میں نے حضور کو گرنے سے روکا (بلغۃ الحیر ان، مبشرات مصنفہ مولوی حسین علی صاحب شاگرد مولوی رشید احمد صاحب)۔

﴿15﴾......مولوی اشرف علی صاحب نے بڑھاپے میں ایک کمسن شاگردنی سے نکاح کیا۔اس سے پہلے ان کے کسی مرید نے خواب میں دیکھا کہ مولوی اشرف علی کے گھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنے والی ہیں جس کی تعبیر مولوی اشرف علی صاحب نے یہ کی کہ کوئی کمسن عورت میرے ہاتھ آوے گی کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح جب حضور علیہ السلام سے ہوا۔تو آپ کی عمر سات سال تھی وہ ہی نسبت یہاں ہے کہ میں بڈھا ہوں اور بیوی لڑکی ہے (رسالہ الامداد) مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب ماہ صفر ۱۳۳۵ھ۔

اسلامی عقائد

جھوٹ بولنا عیب ہے جیسے کہ چوری یا زنا کرنا وغیرہ اور رب تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے **ومن اصدق من اللہ حدیثاً** (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۸۷)۔(قرآن کریم) نیز خدا کی صفات واجب ہیں نہ کہ ممکن لہذا خدا کے لئے سکتا کہنا بے دینی ہے۔خدائے پاک ہر وقت عالم الغیب ہے اس کا علم اس کی صفت ہے اور واجب ہے جب چاہے تب معلوم کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ نہ چاہے تو جاہل رہے یہ کفر ہے خدا کے صفات خدا کے اختیار میں نہیں وہ واجب ہیں نیز رب نے اپنے محبوبوں کی بھی علوم غیبیہ عطا کئے (قرآن کریم)

خدائے قدوس جگہ اور زمانہ اور ترکیب و ماہیت سے پاک ہے نہ وہ کسی جگہ رہتا ہے نہ اس کی عمر ہے نہ وہ اجزاء سے بنا ہے اس کو دیوبندیوں نے بھی بے خبری میں کفر لکھ دیا (کتب علم کلام)

خدا تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کا جاننے والا ہے اس کا علم واجب اور قدیم ہے جو ایک آن کے لئے کسی چیز سے اس کو بے علم ماننے بے دین ہے۔(عام کتب عقائد) دیوبندی خدا کے علم غیب کے بھی منکر ہیں تو اگر حضور علیہ السلام کے علم غیب کا انکار کریں تو کیا تعجب ہے۔

خاتم النبیین کے یہ ہی معنی ہیں کہ حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں حضور علیہ السلام کے زمانہ ظہور یا بعد میں کسی اصلی، بروزی، مراقی،

مذاتی کا نبی بننا محال بالذات ہے۔ اسی معنی پر سب مسلمانوں کا اجماع ہے اور یہ ہی معنی حدیث نے بیان فرمائے جو اس کا انکار کرے وہ مرتد ہے۔ (جیسے کہ قادیانی اور دیوبندی)

کوئی غیر نبی خواہ ولی ہو یا غوث یا صحابی کسی کمال علمی و عملی میں نبی کے برابر نہیں ہو سکتا بلکہ غیر صحابی صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ صحابی کا کچھ جو خیرات کرنا ہمارے صد ہا من سونا خیرات کرنے سے بدرجہا بہتر ہے (حدیث)

رب تعالیٰ بے مثل خالق ہے اور اس کے محبوب بے مثل بندے وہ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ہیں۔ ان اوصاف کی وجہ سے آپ کا مثل محال بالذات ہے (دیکھو رسالہ امتناع النظیر مصنفہ مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی)۔

حضور علیہ السلام کو الفاظ عام سے پکارنا حرام ہے اور اگر بہ نیت حقارت ہو تو کفر ہے (قرآن کریم) یا رسول اللہ یا حبیب اللہ کہنا ضروری ہے۔

نسبت خود بہ سگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بہ سگ کوئے توشد بے ادبی است

جو شخص کسی مخلوق کو حضور علیہ السلام سے زیادہ علم مانے وہ کافر ہے (دیکھو شفا شریف) حضور علیہ السلام تمام مخلوق الٰہی میں بڑے عالم ہیں۔

حضور علیہ السلام کے کسی وصف پاک کو ادنیٰ چیزوں سے تشبیہ دینا یا ان کے برابر بتانا صریح توہین ہے اور یہ کفر ہے۔

رب تعالیٰ نے ساری زبانیں حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم فرمائیں اور حضور علیہ السلام کا علم ان سے کہیں زیادہ ہے تو جو کہے کہ حضور علیہ السلام کو یہ زبان فلاں مدرسہ سے آئی وہ بے دین ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے وکان عنداللہ وجیھا (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۶۹) پھر فرماتا ہے وللہ العزۃ و لرسولہ و للمومنین (پارہ ۲۸ سورہ ۶۳ آیت نمبر ۸) جو نبی کو خدا کے سامنے ذلیل جانے وہ خود چمار سے ذلیل ہے۔

جس نماز میں حضور علیہ السلام کی عظمت کا خیال نہ ہو وہ نماز ہی نامقبول ہے اسی لئے التحیات میں حضور علیہ السلام کو سلام کرتے ہیں۔ وہ بھی کوئی نماز ہے یار نہ ہو نماز ہو (دیکھو بحث حاضر و ناظر)۔

حضور علیہ السلام کے بعض غلام پل صراط سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔ اور پل صراط پر پھسلنے والے لوگ حضور علیہ السلام کی مدد سے سنبھل سکیں گے آپ دعا فرمائیں گے رب سلم (حدیث) جو کہے کہ میں نے حضور علیہ السلام کو صراط پر گرنے سے بچایا وہ بے ایمان ہے۔

حضور علیہ السلام کی ساری بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں (قرآن کریم) خصوصاً صدیقۃ الکبرے رضی اللہ عنہا کی وہ شان ہے کہ دنیا بھر کی مائیں ان کے قدم پاک پر قربان ہوں کوئی کمین آدمی بھی ماں کو خواب میں دیکھ کر جورو سے تعبیر نہ دے گا۔ یہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سخت توہین بلکہ اس جناب کے حق میں صریح گالی ہے اس سے زیادہ اور کیا بے ایمانی اور بے غیرتی ہو سکتی ہے کہ ماں کو جورو سے تعبیر دی جاوے۔

عقائد دیوبندیہ کا یہ ایک نمونہ ہے اگر تمام عقائد بیان کئے جاویں تو اس کے لئے دفتر چاہیے حق یہ ہے کہ رافضیوں اور خارجیوں نے تو صحابہ کرام یا اہل بیت عظام ہی پر تبرا کیا۔ مگر دیوبندیوں کے قلم سے نہ خدا کی ذات بچی نہ رسول علیہ السلام اور نہ صحابہ کرام کی نہ ازواج مطہرات سب کی اہانت کی گئی اگر کوئی شخص کسی شریف آدمی سے کہے کہ میں نے تمہاری والدہ کو خواب میں دیکھا اور اس کو بیوی سے تعبیر کیا

تو وہ اس کو برداشت نہیں کرسکتا، ہم ان کے غلامان غلام اپنی صدیقہ ماں کے لئے یہ باتیں کس طرح برداشت کریں۔ صرف قلم ہاتھ میں ہے اس لئے مسلمانوں کو مطلع کر دیتے ہیں تاکہ مسلمان ان سے علیحدہ رہیں یا وہ لوگ ان عقائد سے توبہ کریں۔

میرے شاگرد صاحبزادہ بلند اقبال عزیزی مولوی سید محمود شاہ صاحب سلمہ کا اصرار تھا کہ امکان کذب، امکان نظیر، دیوبندیوں کی عبارات کی توضیحوں پر بھی ہم کچھ گفتگو کریں مگر چونکہ اب کاغذ بالکل نہیں ملتا۔ اس لئے دیوبندیوں کے صرف عقائد پیش کر دیئے اور انشاء اللہ اسی کتاب کی دوسری جلد میں ان مذکورہ مسائل کی معرکۃ آرا تحقیق کریں گے جس سے علمائے دیوبند کی منطق دانی کا بھی انشاء اللہ پتہ چل جائے گا۔ اور مولوی حسین احمد صاحب و مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے جو کچھ توجیہات عبارات کی ہیں ان کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی انشاء اللہ ہم اہل سنت پر الزام ہے کہ ہم لوگ پیر پرست ہیں۔ نبی علیہ السلام کو اور اپنے پیروں کو خدا سے ملا دیتے ہیں۔ لہذا مشرک ہیں ہم دکھاتے ہیں کہ خود دیوبندی کس درجہ کے پیر پرست ہیں۔ اور یہ حضرات اپنے پیروں کو کیا سمجھتے ہیں۔ مولوی محمود الحسن صاحب نے اپنے شیخ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرثیہ میں لکھا ہے۔ شعر

تمہاری تربت انور کو دیکر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار ارنی مری دیکھی بھی نادانی

مولوی رشید احمد صاحب کی قبر تو طور ہوئی اور مولوی محمود حسن صاحب ارنی فرمانے والے موسیٰ ہوئے تو مولوی رشید احمد صاحب رب ہی ہوں گے؟ اس میں تو اپنے شیخ کو رب بتایا۔ اسی مرثیہ میں فرماتے ہیں۔ شعر

زبان پر اہل اہوا کی ہے کیوں اعل ھبل شاید
اٹھا دنیا سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

اس میں مولوی رشید احمد صاحب کو بانی اسلام محمد رسول اللہ ﷺ کا ثانی کہا گیا پھر فرماتے ہیں۔

وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کہیئے عجب کیا شہادت نے تہجد میں قدم بوسی کی گر ٹھانی ہے

اس میں ان کو صدیق اور فاروق بھی بنایا۔ پھر فرماتے ہیں۔

شعر قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

مولوی رشید احمد صاحب کے کالے بندے ماشاء اللہ ایسے حسین ہیں کہ ان کو یوسف ثانی کا لقب دیا گیا۔ ناظرین غور فرمائیں کہ از خدا تا فاروق کونسا درجہ باقی رہا جو کہ رشید احمد صاحب کو نہ دیا گیا۔ تمام مرثیہ ہی قابل دید ہے اس میں یہ شعر بھی ہے۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم!

اس شعر میں مولوی صاحب نے حضرت روح اللہ عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے مرشد سے مقابلہ کا چیلنج دیا ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام آپ نے تو ایک کام ہی کیا یعنی مردوں کو زندہ کرنا۔ مگر میرے رشید احمد نے دو کام کئے مردوں کو زندہ کیا اور زندہ کو مرنے نہ دیا۔ یعنی اس میں رشید احمد صاحب کو عیسیٰ علیہ السلام سے افضل بتایا۔

مولوی اشرف علی صاحب ایک مرید نے مولوی صاحب موصوف کو لکھا کہ میں نے خواب کی حالت میں اس طرح کلمہ پڑھالا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ چاہتا تھا کہ کلمہ صحیح پڑھوں مگر یہ ہی منہ سے نکلتا تھا پھر بیدار ہو گیا۔ تو درود شریف پڑھا۔ تو یوں اللھم صل علی سیدنا و نبینا و مولنا اشرف علی بیدار ہوں مگر دل بے اختیار ہے۔

اس کا جواب مولوی اشرف علی صاحب نے یہ دیا کہ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ ماخوذ از رسالہ الامداد باب ماہ صفر ۱۳۳۶ھ صفحہ ۳۵ غور کرنا چاہیے کہ مولوی اشرف علی صاحب کا کلمہ پڑھ لو اور ان پر درود پڑھو مگر بے اختیاری زبان کا بہانہ کر دو۔ سب جائز ہے۔ کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور کہے کہ بے اختیار زبان سے نکل گیا طلاق ہو جاتی ہے۔ یہ بہانا کافی مانا نہ گیا۔ اور اس کو پیر کے متبع سنت ہونے کی دلیل قرار دیا گیا۔

تذکرۃ الرشید صفحہ ۴۶ میں ہے کہ حاجی امداد اللہ صاحب نے خواب میں دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکارہی ہیں کہ جناب رسول مقبول ﷺ تشریف لائے اور ان سے فرمایا کہ اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکادے۔ اس کے مہمان علماء (یہی دیوبندی) ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔ (چشم بددور)

مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی صراط مستقیم کے آخر میں اپنے مرشد سید احمد صاحب کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے ان کا داہنا ہاتھ خاص اپنے دست قدرت میں پکڑا کر امور قدسیہ سے بہت بلند اور نادر چیزیں ان کے سامنے پیش کیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کا سید احمد کو صاحب کو حکم ہوا کہ جو شخص تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا اگرچہ وہ لکھو کھہا ہی کیوں نہ ہوں ہم ہر ایک کو کفایت کریں گے۔ اسی طرح صراط ۔ میں اولیاء کا ذکر فرماتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اور ان کو انبیاء کے ساتھ وہی نسبت ہے جو چھوٹے بھائیوں کو بڑے بھائیوں سے کیونکہ ان کے درمیان میں من وجہ نبوت کا علاقہ ہے۔ اور من وجہ اخوت کا یعنی اولیاء اللہ میں نبوت موجود ہے معاذ اللہ کہیے آج تک کسی مرید نے اپنے پیر و مرشد کے لئے ایسی تعلیاں نہ کی ہوں گی۔ مگر ان حضرات پر فتویٰ شرک ہے نہ حکم کفر نہ یہ قبر پرست کہلائیں گے۔ جو کچھ عرض کیا گیا۔ نہ تو اس سے اپنی علمی لیاقت کا اظہار منظور ہے۔ نہ اپنی قابلیت دکھانا مقصود۔ میں کیا اور میری لیاقت کیا اور قابلیت کیا۔ یہ جو کچھ ہے حضرت مرشدی واستاذی قبلہ عالم حامی دین، ناصر مسلمین مولانا الحاج سید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مراد آبادی دام ظلہم الاقدس کے در کا صدقہ ہے مقصود صرف یہ ہے کہ ۔ اپنے دوست و دشمن کو پہنچائیں دولت ایمان کو دینی راہزنوں سے محفوظ رکھیں اور کوشش کریں کہ دنیا سے ایمان سلامت لے جاویں اور جو بھی اس سے فائدہ اٹھائے۔ اس فقیر بے نوا کے لئے دعائے حسن خاتمہ کرے۔ مولیٰ تعالیٰ اسلام کا بول بالا فرماوے۔ مسلمانوں کو راہ مستقیم پر قائم رکھے اور اس فقیر حقیر کے ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو قبول فرماوے۔

آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبک الروف الرحیم الکریم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه و نور عرشه سیدنا و مولانا محمد وعلی و آله و اصحابه اجمعین برحمته وهو ارحم الرحمین۔

ناچیز

احمد یار خاں نعیمی اشرفی اوجھانوی بدایونی

سرپرست مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات مغربی پاکستان

۲ ذیقعدہ روز ایمان افروز دوشنبہ مبارکہ ۱۳۶۱ھ۔

اس کتاب کولکھ چکنے کے بعد حضور امیر ملت قبلہ عالم محدث علی پوری دام ظلہم کا گرامی نامہ تشریف لاکر باعث عزت افزائی ہوا۔ جس میں ایک ایمان افروز نہایت باریک علمی نکتہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور مجھے حکم ملا کہ وہ کتاب لکھ دوں۔ میں نہایت فخر سے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ جو لوگ حضور علیہ السلام کو اپنی طرح بشر کہتے ہیں وہ نور ایمانی سے بے بہرہ ہیں۔ حضور علیہ السلام کی شان تو بیان سے بالاتر ہے۔ جس چیز کو اس ذات گرامی سے نسبت ہو جاوے اس کی مثل کوئی نہیں ہو سکتا وہ بے مثل ہے۔ قرآن فرماتا ہے یانساء النبی لستن کاحد من النساء (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۳۲) اے نبی کی بیویو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ معلوم ہوا کہ امت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بے مثل امت ہے۔ مدینہ منورہ بے مثل شہر۔ قبر انور کی زمین بےمثل زمین۔ جو پانی سرکار علیہ السلام کی مبارک انگلیوں سے جاری ہوا وہ بے مثل پانی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پسینہ مبارک بے مثل پسینہ غرضکہ جس کو اس ذات کریم سے نسبت ہوئی۔ وہ بے مثل و بے نظیر ہے تو کیا وجہ ہے کہ منسوب الیہ ﷺ جن کی یہ ساری بہار ہے وہ بے مثل نہ ہوں۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز — از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز

نور چشم رحمۃ للعلمین — آں امام اولین و آخرین

بانوئے آں تاجدار ہل اتی — مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا

مادر آں مرکز پرکار عشق — مادر آں قافلہ سالار عشق!

رشتہ آئین حق زنجیر پاست — پاس فرمان جناب مصطفیٰ است

ورنہ گرد تربتش گردید مے — سجدہا بر خاک دے پاشید مے

فاطمہ زہرا اس لئے افضل ہیں کہ نبی کی لاڈلی ولی کی بیوی شہیدوں کی ماں ہیں رضی اللہ عنہا سبحان اللہ کیا طرز استدلال ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے خوب فرمایا۔

اللہ کی سر تابقدم شان ہیں یہ!
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن بتاتا ہے کہ ایمان ہیں یہ
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم

احمد یار خاں اوجھانوی عفی عنہ

قہر کبریا بر منکرین عصمت انبیاء

دیوبندیوں کی دریدہ دہنی اور توہین انبیاء نے لوگوں کو بارگاہ انبیاء بے ادبی کرنے پر دلیر کر دیا۔ ہندوستان میں ایک فرقہ وہ بھی پیدا ہوگیا۔ جو انبیاء کرام کو معاذ اللہ گنہگار بلکہ مشرک کافر بھی کہتا ہے کہ وہ سب حضرات خاکش بدہن پہلے مشرک و کفار تھے۔ اور گناہ کبائر کے مرتکب بھی۔ پھر توبہ کر کے نبی ہوئے میرے پاس صرف چوب قلم ہے اور کچھ اوراق جس سے ان عقائد باطلہ کی تردید کرتا ہوں اور ناز کرتا ہوں کہ میری عزت و آبرو زبان و قلم عظمت انبیاء کے لئے ڈھال بنے سیدنا حسان نے کیا خوب فرمایا۔

فان ابی و والدتی و عرضی لعرض محمد منکم وقاء

یہ رسالہ بہت دن ہوئے الفقیہ میں قسط وار شائع ہوا۔ مسلمانوں کے اصرار پر جاء الحق کے دوسرے ایڈیشن میں بطور ضمیمہ درج کرتا ہوں۔ رب تعالیٰ قبول فرما کر نافع خلائق بنائے اس میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں۔

مقدمہ:۔ گناہ چند طرح کے ہیں۔ شرک کفر کبائر صغائر پھر صغائر دو قسم کے بعض وہ جو دنائت اور ذلت طبع پر دلالت کرتے ہیں جیسے چوری کم تولنا وغیرہ۔ اور بعض ایسے نہیں۔ پھر ان گناہوں میں بھی دو نوعیتیں ہیں عمداً اور سہواً نیز انبیائے کرام کی بھی دو حالتیں ہیں۔ ایک ظہور نبوت سے پہلے کا وقت۔ دوسرے نبوت کے بعد، انبیائے کرام شرک کفر بد عقیدگی گمراہی اور ذلیل حرکتوں سے ہر وقت بفضلہ تعالیٰ معصوم ہیں کہ وہ حضرات نبوت سے پہلے اور اس کے بعد عمداً سہواً ایک آن کے لئے بھی بد عقیدہ نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں مدارج اور مواہب میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی ساق عرش پر لکھا ہوا پایا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس سے آدم علیہ السلام کا پیدائشی عارف باللہ ہونا بھی ثابت ہوا۔ اور بغیر استاذ پڑھا لکھا ہونا بھی کہ پیدا ہوتے ہی لکھی ہوئی تحریر پڑھ لی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا۔

انی عبداللہ اتنی الکتب و جعلنی نبیا۔

ترجمہ: میں اللہ کا بندہ ہوں کہ مجھے اس نے کتاب عطا فرمائی اور نبی بنایا۔

(پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۳۰)

نیز فرمایا۔

واوصنی بالصلوة والزکوة مادمت حیا و برا بوالدتی۔

ترجمہ: یعنی مجھے تاحین حیات، نماز، زکوۃ کا حکم دیا اور میں اپنی والدہ سے سلوک کرنے والا بھی ہوں۔

(پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۳۱)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جناب مسیح بوقت پیدائش ہی حکمت نظری یعنی رب کی ربوبیت اپنی نبوت اور عطائے انجیل کو بھی جانتے تھے اور حکمت عملی، تہذیب اخلاق و تدبیر منزل سے بھی باخبر ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچپن شریف میں ہی اپنی کافر قوم پر توحید کی ایسی قوی حجت قائم فرمائی کہ سبحان اللہ آفتاب و چاند تاروں کے ڈوبنے اور ان کے حالات بدلنے کو ان کی مخلوقیت کی دلیل بنایا کہ تاروں کو دیکھ کر فرمایا ھذا ربی اے کافر کیا رب میرا یہ ہوسکتا ہے؟ اور ڈوبتا دیکھا کر فرمایا **لا احب الافلین** کہ میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا بچپن شریف کی اس ساری گفتگو پاک پر بوعلی سینا اور فارابی کی ساری منطق قربان۔ اسی کو منطقی لوگ یوں بیان کرتے ہیں۔

العالم متغیر و کل متغیر حادث لہذا العالم حادث پھر یوں کہتے ہیں کہ العالم حادث ولا شئی من الحادث بمعبود فالعالم لیس بمعبود اس طرز استدلال کو رب نے پسندیدگی کی سند بخش کر فرمایا وتلک حجتنا اتیناھا ابراھیم علی قومہ حضور سید الانبیاء ﷺ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ فرما کرامت کی شفاعت فرمائی (مدارج ومواہب) معلوم ہوا کہ رب کو اپنے کو اپنے مراتب کو اور اپنے درجات کو نیز امت مرحومہ کو جانتے پہچانتے پیدا ہوئے ہیں۔ بچپن میں بچوں نے کھیل کی رغبت دی۔ تو انہیں وہ جواب دیا کہ جس پر ارسطو وافلاطون کی ساری حکمتیں قربان۔ وہ ہی ایک جواب انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے فرمایا۔ ما خلقنا لھذا () ہم اس لئے پیدا نہیں ہوئے رب نے اس کی تائید یوں فرمائی کہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (پارہ ۲۷ سورہ ۵۱ آیت نمبر ۵۶) خود فرماتے ہیں ﷺ کنت نبیا وادم بین المآء والطین ہم اس وقت نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام آب وگل میں جلوہ گر تھے۔ تفسیرات احمدیہ میں لاینال عھدی الظلمین (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۴) کی تفسیر فرماتے ہیں۔ انھم معصومون عن الکفر قبل الوحی وبعدہ باجماع انبیاء کرام وحی سے پہلے اور وحی کے بعد کفر سے معصوم ہیں۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۳۴ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

اس مختصر سی گفتگو سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں ان کا دامن عصمت گمراہی سے کبھی بھی داغدار نہیں ہوسکتا ہے گناہ ان کی تفصیل یہ ہے کہ انبیاء کرام ارادتاً گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کرسکتے ہیں اور نہ اس کے بعد۔ ہاں نسیاناً خطا صادر ہوسکتے ہیں مگر اس پر قائم نہیں رہتے۔ بلکہ رب کی طرف سے انہیں متوجہ کردیا جاتا ہے۔ اور وہ اس سے علیحدہ ہوجاتے ہیں گناہ صغائر میں سے ذلیل حرکتوں سے ہمیشہ معصوم کہ نبوت سے پہلے اور بعد ان سے کبھی بھی ایسی حرکتیں صادر نہیں ہوتیں جو دنائت اور چھچھوندرے پن پر دلالت کریں اور وہ صغائر جو ایسے نہ ہوں انبیاء سے صادر ہوسکتے ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ تفصیل ان امور میں ہے جن کا تعلق تبلیغ سے نہیں رہے احکام تبلیغیہ ان میں کمی بیشی کرنے یا چھپانے سے انبیاء ہمیشہ معصوم ہیں کہ یہ حرکت ان سے نہ تو جان بوجھ کر صادر ہو نہ خطاء یہ بھی خیال رہے کہ گناہوں کی یہ تفصیل دیگر انبیائے کرام کے لئے ہے کہ ان سے بعض گناہ صغیرہ صادر ہوسکتے ہیں مگر سید الانبیاء حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق امت کا اجماع ہے کہ سے کبھی بھی کسی قسم کا گناہ صادر نہیں ہوا۔ یعنی ظہور نبوت سے پہلے اور اس کے بعد آپ نے کوئی بھی گناہ صغیرہ یا کبیرہ عمداً نہیں کیا۔ چنانچہ تفسیرات احمدیہ میں آیت لاینال عھدی الظلمین کی تفسیر میں ہے

لاخلاف لاحد فی ان نبینا علیہ السلام لم یرتکب صغیرۃ ولا کبیرۃ طرفتہ عین قبل الوحی وبعدہ کما ذکرہ ابو حنیفتہ فی الفقہ اکبر۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۳۴ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

تفسیر روح البیان آیت ما کنت تدری ما الکتب کی تفسیر میں ہے۔

یدل علیہ انہ علیہ السلام قیل لہ ھل عبدت وثنا قط قال لا قیل ھل شربت خمراً قط قال لا فما زلت اعرف ان الذی ھم علیہ کفر۔

ترجمہ: یعنی حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ نے کبھی بت پرستی کی تھی؟ فرمایا نہیں کیا آپ نے کبھی شراب استعمال فرمائی؟ فرمایا نہیں ہم تو ہمیشہ سے جانتے تھے کہ اہل عرب کے یہ عقیدے کفر ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۸ ص ۳۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

پہلا باب

عصمت انبیاء کا ثبوت

عصمت انبیاء قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ اجماع امت دلائل عقلیہ سے ثابت ہے اس کا انکار وہی کرے گا۔ جس کے پاس دل و دماغ کی آنکھیں نہ ہوں۔

قرآنی آیات (۱):۔ رب تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا۔

ان عبادی لیس لك علیهم سلطن۔

ترجمہ: اے ابلیس میرے خاص بندوں پر تیری دسترس نہیں۔

(پارہ ۱۴ سورہ ۱۵ آیت نمبر ۴۲)

(۲) شیطان نے خود بھی اقرار کیا تھا کہ

لا غوینهم اجمعین الا عبادك منهم المخلصین۔

ترجمہ: کہ اے مولیٰ میں ان سب کو گمراہ کر دونگا سوا تیرے خاص بندوں کے۔

(پارہ ۱۴ سورہ ۱۵ آیت نمبر ۳۹۔۴۰)

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام تک شیطان کی پہنچ نہیں اور وہ انہیں نہ تو گمراہ کر سکے اور نہ بے راہ چلا سکے پھر ان سے گناہ کیونکر سرزد ہوں تعجب ہے کہ شیطان تو انبیاء کو معصوم مان کر ان کے بہکانے سے اپنی معذوری ظاہر کرے مگر اس زمانہ کے بے دین ان حضرات کو مجرم مانیں ۔یقیناً یہ شیطان سے بدتر ہیں۔(۳) یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

ما کان لنا ان نشرك بالله من شیئ۔

ترجمہ: ہم گروہ انبیاء کے لئے لائق نہیں کہ خدا کے ساتھ شرک کریں۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۸۸)

(۴) حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا۔

وما ارید ان اخالفکم الی ما انهکم عنه۔

ترجمہ: میں اس کا ارادہ بھی نہیں کرتا کہ جس چیز سے تمہیں منع کر دوں خود کرنے لگوں۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۸۸)

معلوم ہوا کہ انبیائے کرام شرک اور گناہ کرنے کا بھی ارادہ نہیں فرماتے یہ ہی عصمت کی حقیقت ہے (۵) یوسف علیہ السلام نے فرمایا **وما ابری نفسی ان النفس لا مارة بالسوء الا ما رحم ربی** (پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵۳) یہاں یہ نہ کہا کہ میرا نفس برائی کا حکم کرتا ہے بلکہ یہ فرمایا کہ عام نفوس انسانوں کو برائی کا حکم کرتے ہیں سوان نفوس کے جن پر رب رحم فرمائے اور وہ نفوس انبیاء ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان حضرات کے نفوس انہیں فریب دیتے ہی نہیں (۶) رب تعالیٰ فرماتا ہے **ان الله اصطفی ادم و نوحاً وال ابراهیم وال عمران علی العلمین** (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۳۳) جس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام سارے جہان سے افضل ہیں اور جہاں میں تو ملائکہ معصومین بھی داخل ہیں۔ ملائکہ کی صفت یہ ہے کہ **لایعصون الله ما امرهم** (پارہ ۲۸ سورہ ۶۶ آیت نمبر ۶) وہ کبھی نافرمانی کرتے ہی نہیں۔ اگر انبیاء گنہگار رہوں تو ملائکہ ان سے بڑھ جائیں۔

(۷) رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

لاینال عھدی الظلمین۔

(پارہ۱سورہ۲آیت نمبر۱۲۴)

ہمارا عہد نبوت ظالمین یعنی فاسقین کو نہ ملے گا۔ معلوم ہوا کہ فسق ونبوت جمع ہو سکتے ہی نہیں۔ قرآن کریم نے انبیاء کرام کے اقوال کو نقل فرمایا۔

لیس بی ضللة ولکنی رسول من رب العلمین۔

ترجمہ: اے میری قوم! مجھ میں بالکل گمراہی نہیں لیکن میں رب العلمین کا رسول ہوں۔

(پارہ۸سورہ۷آیت نمبر۶۱)

لکنی سے معلوم ہوا کہ گمراہی اور نبوت کا اجتماع نہیں ہوسکتا کیونکہ نبوت نور ہے اور گمراہی تاریکی نور وظلمت کا اجتماع ناممکن ہے۔

احادیث (۱):۔ مشکوۃ باب الوسوسہ میں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے جسے قرین کہا جاتا ہے۔ مگر میرا قرین مسلمان ہو گیا لہذا اب وہ مجھے نیک مشورہ ہی دیتا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان باب فی الوسوسہ ص۱۸مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۲):۔ اسی مشکوۃ باب الوسوسہ میں ہے کہ ہر بچے کو بوقت ولادت شیطان مارتا ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام کو پیدائش میں چھو بھی نہ سکا معلوم ہوا کہ یہ دو پیغمبر شیطانی وسوسہ سے محفوظ ہیں۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان باب فی الوسوسہ ص۱۸مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۳) مشکوۃ کتاب الغسل سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام کو خواب سے احتلام نہیں ہوتا کہ اس میں شیطانی اثر ہے بلکہ ان کی بیبیاں بھی احتلام سے پاک ہیں۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الغسل ص۴۸مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۴) انبیائے کرام کو جمائی نہیں آتی کیونکہ یہ بھی شیطانی اثر ہے۔ اسی لئے اس وقت لاحول پڑھتے ہیں۔

(۵) مشکوۃ شریف باب علامات نبوت میں ہے کہ حضور علیہ السلام کا سینہ مبارک چاک کر کے اس میں سے ایک پارہ گوشت نکال دیا گیا اور کہا گیا کہ یہ شیطانی حصہ ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا نفس قدسیہ شیطانی اثر سے پاک ہے اور پھر اسے آب زمزم سے دھویا گیا۔

(مشکوۃ المصابیح باب علامات نبوت الفصل الاول ص۵۲۴مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۶) مشکوۃ شریف باب مناقب عمر میں ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ جس راستہ سے گزرتے ہیں وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل الصحابة باب مناقب عمر بن الخطاب ج۳ص۱۳۴۷رقم الحدیث۳۴۸۰مطبوعہ دار القلم بیروت)،(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل عمر ج۴ص۱۸۶۳رقم الحدیث۲۳۹۶مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)،(سنن الکبری للنسائی ج۵ص۴۱رقم الحدیث۸۱۳۰مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

معلوم ہوا جن پر پیغمبر کی نظر کرم ہو جائے وہ بھی شیطان سے محفوظ رہتے ہیں پھر خود ان حضرات کا کیا پوچھنا۔

اقوال علماء امت: ہمیشہ سے امت مصطفیٰ ﷺ کا عصمت انبیاء پر اجماع رہا سوا فرقہ ملعونہ حشویہ کے کوئی اس کا منکر نہ ہوا چنانچہ شرح عقائد نسفی شرح فقہ اکبر تفسیرات احمدیہ تفسیر روح البیان مدارج النبوۃ مواہب لدنیہ شفا شریف نسیم الریاض وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ تفسیر روح البیان آیت **ما کنت تدری ما الکتب** الآیة (پارہ۲۵سورہ۴۲آیت نمبر۵۲) کی تفسیر میں ہے **فان اھل الوصول اجتمعوا علی ان الرسل علیھم السلام۔**

کانوا مومنین قبل الوحی معصومین من الکبائر ومن الصغائر الموجبة لنفرة الناس عنهم قبل البعثت وبعدها فضلا عن الکفر۔

ترجمہ: یعنی اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام وحی سے پہلے مومن تھے اور گناہ کبیرہ نیز ان صغائر سے جو نفرت کا باعث ہوں نبوت سے پہلے معصوم تھے اور بعد بھی چہ جائیکہ کفر۔

(تفسیر روح البیان ج ۶ ص ۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیرات احمدیہ میں ہے۔

انهم معصومون عن الکفر قبل الوحی وبعده بالاجماع و کذا عن تعمد الکبائر عند الجمهور۔

ترجمہ: انبیاء کرام کفر سے قبل وحی اور بعدہ بالاتفاق معصوم ہیں ایسے ہی عام علماء کے نزدیک دیدہ ودانستہ گناہ کبیرہ کرنے سے بھی معصوم ہیں۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

غرضکہ امت مرحومہ کا اجماع انبیائے کرام کی عصمت پر ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے اس کے لئے زیادہ عبارتیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

عقلی دلائل:۔ عقل بھی چاہتی ہے کہ انبیائے کرام کفر وفسق سے ہمیشہ معصوم ہوں چند وجوہ سے۔(۱) کفر یا تو عقائد کی بے خبری سے ہوتا ہے یا نفس کی سرکشی سے یا شیطان کے اغوا سے اور ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ انبیاء کرام عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں نیز ان کے نفوس پاک ہیں اور وہ شیطانی اثر سے محفوظ ہیں۔ جب یہ تینوں وجہیں نہیں تو اب ان سے کفر اور فسق کیونکر سرزد ہو۔

(۲) فسق بھی نفس امارہ یا شیطان کے اثر سے ہے اور وہ حضرات ان دونوں سے محفوظ ہیں۔

(۳) فاسق کی مخالفت ضروری ہے اور نبی کی اطاعت فرض کہ بہر حال ان کی فرمانبرداری کی جائے اگر نبی بھی فاسق ہوں تو ان کی اطاعت بھی ضروری ہو اور مخالفت بھی اور یہ اجماع ضدین ہے۔

(۴) فاسق کی بات بلاتحقیق نہ ماننی چاہئے رب تعالیٰ فرماتا ہے ان جآء کم فاسق بنباء فتبینوا (پارہ ۲۶ سورہ ۴۹ آیت نمبر ۶) اور نبی کی ہر بات ماننی فرض ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ماکان لمومن ولا مومنته اذا قضی الله ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۳۶) اگر نبی بھی فاسق ہوں تو ان کی بات بلاتحقیق ماننا بھی ضروری اور نہ ماننا بھی۔ اور یہ اجماع نقیضین ہے۔

(۵) گنہگار سے شیطان راضی ہے اسی لئے وہ حزب الشیطان میں داخل ہے اور نیک کار سے رحمان خوش اسی لئے وہ حزب اللہ میں سے ہے۔ اگر پیغمبر ایک آن کے لئے بھی گنہگار ہوں تو معاذ اللہ وہ شیطانی گروہ میں سے ہوں گے اور یہ ناممکن ہے۔

(۶) فاسق سے متقی افضل رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ اما نجعل المتقین کالفجار (پارہ ۲۳ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۲۸) اگر نبی کسی وقت گناہ کریں اور اس وقت ان کا امتی نیکی کر رہا ہو تو لازم آوے گا کہ امتی اس گھڑی نبی سے افضل ہو اور یہ باطل ہے کہ کوئی امتی ایک آن کے لئے بھی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا۔

(۷) بدعقیدہ کی تعظیم حرام ہے حدیث میں ہے۔

من و قر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام۔

ترجمہ: جس نے بدعقیدہ کی تعظیم کی اس نے اسلام ڈھانے پر مدد دی۔

اور نبی کی تعظیم واجب۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وتعزروہ وتوقروہ** (پارہ ۲۶ سورہ ۴۸ آیت نمبر ۹) اگر نبی ایک آن کے لئے بے دین ہوں تو ان کی تعظیم واجب بھی ہو اور حرام بھی۔

(۸) گنہگاروں کی بخشش حضور کے وسیلہ سے ہے رب فرماتا ہے **ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وك الآية** (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۶۴) اس آیت میں عام مجرمین کو بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہو کر ان کے وسیلہ سے استغفار کرنے کی دعوت دی گئی۔ اگر خاکش بدہن آپ کا دامن عفت گناہوں سے آلودہ ہو تو بتاؤ پھر آپ کا وسیلہ کون ہوگا؟ اور کس کے ذریعے آپ کی معافی ہوگی۔ جو سب مجرموں کا وسیلہ مغفرت ہو ضروری ہے کہ وہ جرموں سے پاک ہو اگر وہ بھی گنہگار ہو تو پھر ترجیح بلا مرجح کا سوال پیدا ہوگا اور دور یا تسلسل لازم ہوگا۔

(۹) قیمتی چیز قیمتی برتن میں رکھی جاتی ہے موتی کا ڈبہ بھی قیمتی ہوتا ہے سنہری زیوارت کا بکس بھی قیمتی دودھ کا برتن بھی ہر گندگی وترشی سے محفوظ رکھا جاتا ہے تاکہ دودھ خراب نہ ہو جائے کارخانہ قدرت میں نبوت بڑی ہی انوکھی اور بے بہا نعمت ہے تو چاہیئے کہ اس کا ظرف یعنی انبیاء کے دل کفر وفسق اور ہر قسم کی گندگی سے پاک وصاف ہوں اسی لئے رب نے فرمایا **اللہ اعلم حیث یجعل رسالته** (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۲۴) اللہ ہی ان نفوس کو جانتا ہے جو اس کی رسالت کے لائق ہیں۔

(۱۰) فاسق اور فاجر کی خبر بغیر گواہی قابل اعتماد نہیں۔ اگر انبیائے کرام بھی فاسق ہوتے تو انہیں اپنی ہر خبر پر گواہی پیش کرنا ہوتی حالانکہ ان کا ہر قول صدہا گواہیوں سے بڑھ کر ہے۔ حضرت ابوخزیمہ انصاری نے اونٹ کے متعلق یہ ہی تو کہا تھا کہ یا حبیب اللہ اونٹ کی تجارت جنت ودوزخ حشر ونشر سے بڑھ کر نہیں۔ جب ہم آپ سے سن کر ان پر ایمان لے آئے تو اس زبان سے سن کر یہ کیوں نہ مان لیں کہ واقعی آپ نے اونٹ لیا ہے۔ جس کے انعام میں حضور نے ان ایک کی گواہی دو کے برابر کر دی۔

دوسرا باب

عصمت انبیاء پر اعتراضات وجوابات

آئندہ اعتراضات کے تفصیلی جوابات سے پہلے بطور مقدمہ اجمالی جواب عرض کئے دیتا ہوں جس سے بہت سے اعتراضات خود بخود اٹھ جائیں گے وہ یہ کہ عصمت انبیاء قطعی واجماعی مسئلہ ہے اور احادیث جن سے پیغمبروں کا گناہ ثابت ہے اگر متواتر اور قطعی نہیں بلکہ مشہور احاد ہیں وہ سب مردود کوئی بھی قابل اعتبار نہیں اگرچہ صحیح ہوں۔ تفسیر کبیر سورہ یوسف کی تفسیر میں ہے کہ جو احادیث خلاف انبیاء ہوں وہ قبول نہیں۔ راوی کو جھوٹا ماننا پیغمبر کو گنہگار ماننے سے آسان ہے اور وہ قرآنی آیات اور متواتر روایات جن سے ان حضرات کا جھوٹ یا کوئی اور گناہ ثابت ہوتا ہو سب واجب التاویل ہیں۔ کہ ان کے ظاہری معنی مراد نہ ہوں گے یا کہا جائے گا کہ یہ واقعات عطائے نبوت سے پہلے کے تھے۔ تفسیرات احمدیہ آیت **لاینال عهدی الظلمین** کی تفسیر میں ہے

واذا تقرر هذا فما نقل عن الانبياء مما يشعر بكذب او معصيته فما كان منقولا بطريق الاحاد فمرود وماكان منقولا بطريق التواتر فمصرف عن ظاهره ان امكن والا فمحمول على ترك الاولى او كونه قبل البعثت۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

بلکہ مدارج النبوۃ شریف جلد اول باب چہارم میں تو فرمایا کہ اس قسم کی آئتیں متشابہات کی مثل ہیں۔ جن میں خاموشی لازم دیکھو رب تعالیٰ کا قدوس، غنی، علیم، قادر مطلق بلکہ تمام صفات کمالیہ سے موصوف ہونا قطعی اجماعی ہے مگر بعض آئتیں ظاہری معنی کے لحاظ سے اس کے بالکل خلاف ہیں رب فرماتا ہے یخدعون الله وھو خادعھم (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۴۲) وہ رب کو دھوکا دیتے ہیں رب انہیں اور فرماتا ہے مکروا ومکر اللہ انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے اور فرماتا ہے فاینما تولوا فثم وجه الله (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۱۵) جدھر تم منہ کرو ادھر ہی رب کا منہ ہے فرماتا ہے ید الله فوق ایدیھم (پارہ ۲۶ سورہ ۴۸ آیت نمبر ۱۰) ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے فرماتا ہے ثم استویٰ علی العرش (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۲) پھر اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہو گیا۔ رب تعالیٰ چہرہ، ہاتھ، برابری مکر اور دھوکہ سے پاک اور منزہ ہے اور ان آیتوں میں بظاہر یہ ہی ثابت ہو رہا ہے لہذا واجب ہے کہ ان میں تاویل کی جائے بلکہ ان کے حقیقی معنی خدا کے سپرد کئے جائیں جو کوئی ان آیتوں کی وجہ سے رب کو عیب دار مانے وہ بے ایمان ہے ایسے ہی جو کوئی بعض آیتوں کے ظاہری معنی کر کے انبیائے کرام کو فاسق یا مشرک جانے وہ بے دین ہے یہ ایک جواب ہی انشاء اللہ تمام اعتراضات کی جڑ کاٹ دے گا مگر پھر بھی ہم کچھ تفصیلی جواب عرض کئے دیتے ہیں۔

اعتراض (۱)......:۔ ابلیس نے بھی سجدہ نہ کر کے خدا کی نافرمانی کی اور آدم علیہ السلام نے بھی گندم کھا کر یہ ہی جرم کیا۔ دونوں کو سزا بھی یکساں دی گئی کہ اسے فرشتوں کی جماعت سے اور انہیں جنت سے خارج کر دیا گیا جرم و سزا میں دونوں برابر ہوئے بعد میں آدم علیہ السلام نے توبہ کر کے معافی حاصل کر لی۔ ابلیس نے یہ نہ کیا معلوم ہوا کہ آپ معصوم نہ تھے۔ (ملحد شحنہ شریعت کانپور)

جواب:۔ شیطان سجدہ نہ کرنے میں مجرم بھی تھا اور سزایاب بھی ہوا۔ آدم علیہ السلام گندم کھانے میں نہ گنہگار تھے اور نہ انہیں کوئی سزا دی گئی کیونکہ شیطان نے دیدہ دانستہ سجدہ سے انکار ہی نہ کیا بلکہ حکم رب کو غلط سمجھ کر اس کے بالمقابل گفتگو کرنے کی ہمت کی کہ بولا خلقتنی من نار خلقته من طین (پارہ ۲۳ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۷۶) جس کی سزا میں فرمایا گیا کہ فاخرج منها فانك رجیم وان علیك لعنتی الی یوم الدین (پارہ ۲۳ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۷۷۔۷۸) گویا یہ زمین اس کے لئے کالے پانی کی طرح سزا کی جگہ تجویز کی گئی کہ وہ قیامت تک یہاں ذلیل و خوار اور حلال کے کوڑے کھاتا پھرے۔ آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم نے بار بار اعلان فرمایا کہ وہ بھول گئے انہوں نے گناہ کا ارادہ بھی نہ کیا فنسی ولم نجدله عزما (پارہ ۱۶ سورہ ۲۰ آیت نمبر ۱۱۵) کہیں فرمایا فازلهما الشیطن (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۶) کہیں فرماتا فوسوس لهما الشیطن (پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۲۰) غرضکہ اس واقعہ کا ذمہ دار تو شیطان کو بنایا اور ان کے متعلق فرمایا کہ دھوکہ کھا گئے ان سے خطا ہو گئی دھوکہ یہ ہوا کہ ان سے رب نے فرمایا تھا کہ تم اس درخت کے قریب نہ جانا۔ شیطان نے کہا کہ آپ کو کھانے کی ممانعت نہیں۔ وہاں جانے سے روکا گیا ہے۔ آپ وہاں نہ جائیے میں لا دیتا ہوں آپ کھا لیجئے گا۔ جھوٹی قسم کھا گیا کہ یہ پھل فائدہ مند ہے اور میں آپ کا خیر خواہ ہوں آپ سمجھے کہ کوئی بھی رب کی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا یا لاتقربا ممانعت تنزیہی سمجھے اس کی پوری تحقیق ہماری تفسیر کے پہلے پارہ میں اسی آیت کے ماتحت دیکھو۔ یہ تو عملوں میں فرق ہوا۔ اب رہا زمین پر آنا۔ رب تعالیٰ نے انہیں زمین ہی کی خلافت کے لئے پیدا کیا تھا کہ فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفة (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۰) جنت میں تو کچھ روز اس لئے رکھا گیا تھا کہ وہاں کے مکانات اور باغات وغیرہ دیکھ کر اسی طرح زمین کو آباد کریں گویا وہ جگہ ان کی ٹریننگ کی تھی کسی کو ٹریننگ سکول میں ہمیشہ نہیں رکھا جاتا۔ ان کو رلا کر اس لئے بھیجا گیا کہ تمام فرشتوں نے سوائے گریہ وزاری ساری عبادتیں کی تھیں درد دل ہی تو وہ چیز ہے جس کی وجہ سے انسان ملائکہ سے افضل ہوا جنت کا بہانہ تھا در حقیقت

اپنے عشق میں رلاناتھا۔ حسنات الابرار سیئات المقربین۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرد بیاں
اے خیال یار کیا کرنا تھا اور کیا کردیا
تو تو پردہ میں رہا اور مجھ کو رسوا کردیا

یہ راز وہ سمجھے جولذت عشق سے واقف ہو۔رب نے شیطان سے کہا تھااخرج منھااور یہاں فرمایا گیااھبطوا منھا جمیعاً (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۸) جس میں بتایا گیا کہ تم کچھ عرصہ کے لئے زمین میں بھیجے جارہے ہو۔ پھراپنی کروڑہا اولاد کے ساتھ واپس یہیں آ ؤگے یعنی دوجارہے ہواور کروڑوں کو ساتھ لاؤ گے۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے ہم کو جنت سے نہ نکلا۔ بلکہ ہم نے انہیں وہاں سے علیحدہ کیا کیوں کہ ان کی پشت شریف میں کفارفساق سب ہی کی روحیں تھیں جو کہ جنت کے قابل نہ تھے حکم ہوا کہ اے آدم نیچے جاکران خبثا کو چھوڑآ ؤ۔ پھرآپ کی جگہ یہ ہی ہے (مرقات باب الایمان بالقدرورروح البیان ج ا ص ۱۴۶۔۱۴۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت آیت فازلھما الشیطن (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۶) (۲) شیطان کا زمین پرآناپردیس میں آنا ہے مگرآدم علیہ السلام کا یہاں آناپردیس میں آنانہیں کیونکہ آدم جسم اورروح کے مجموعہ کا نام ہےاوران کا جسم چونکہ زمین پراورمٹی سے بنا لہذا زمین ان کا وطن جسم ہوئے اور عالم ارواح گویا وطن روح وطن روح سے وطن جسم کی طرف آئے جوانسان مرکر جنت میں گیا۔وہ پردیس میں نہیں بلکہ وطن جسم سے وطن روح میں گیا۔مگر شیطان کی پیدائش آگ سے ہے لہذا زمین اس کے لئے پردیس ہوا۔ (۳) اگرآدم علیہ السلام کا زمین پرآناعذاب ہوتا تو یہاں انہیں خلیفہ نہ بنایا جاتا۔ان کے سرپرتاج نبوت نہ رکھا جاتاان کی اولاد میں انبیاءواولیاء خصوصاً سیدالانبیاء ﷺ پیدانہ فرمائے جاتے ملزم کومعافی دیکرقید سے نکالتے ہیں۔شاہی محل میں لاکرپھراس پرانعامات کی بارش کرتے ہیں نہ کہ جیل خانہ میں ہی رکھ کرحقیقت یہ ہے کہ بڑوں کی ظاہری خطا چھوٹوں کے لئے عطا ہوتی ہے دنیااور یہاں کی ساری نعمتیں اس خطائے اول کا ہی صدقہ ہیں لطف یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے لئے دانہ گندم خطا قراردیا گیا۔اوران کی اولاد کے لئے وہ ہی غذا تجویز ہوئی۔

اعتراض (۲)......:۔حضرت آدم وحوا نے اپنے ایک بیٹے کا نام عبدالحارث رکھا۔حارث شیطان کا نام ہےاس کوقرآن کریم نے فرمایافلما اتاھما صلحاً جعلاله شرکآء (پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۹۰) جس سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کا یہ کام بھی شرک تھا۔ثابت ہوا کہ پیغمبرشرک بھی کرلیتے ہیں۔حاکم کی روایت میں ہے کہ اس آیت میں حضرت آدم وحوا مراد ہیں۔

جواب:۔ آدم علیہ السلام اس قسم کے عیب سے پاک ہیں معترض نے اس آیت میں دھوکا دیا ہے بہت سے مفسرین فرماتے ہیں کہ جعلا کا فاعل قصی اوراس کی بیوی ہے کیونکہ خلقکم من نفس واحدة وجعل منھا زوجھا (پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۸۹) کے معنی یہ ہیں کہ اے قریش رب نے تمہیں ایک جان یعنی قصی سے پیدافرمایا۔اوراس قصی کی بیوی اس کی جنس سے بنائی۔قصی نے یہ غضب کیا کہ اپنے رب سے دعائیں کر کے بیٹا مانگا تھا۔اوراس کا نام عبدالحارث رکھ دیا (تفسیرخزائن العرفان وغیرہ) اس صورت میں کوئی اعتراض ہی نہیں اور بعض نے فرمایاجعلا میں مضاف پوشیدہ ہےاوراس کا فاعل اولادآدم وحوا ہی ہیں یعنی آدم وحوا کی بعض اولاد نے شرک شروع کردیا (دیکھوروح البیان ومدارک وغیرہ) اسی لئے آگے جمع کا صیغہ ارشاد ہوا۔فتعالی الله عما یشر کون (پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۹۰) اگر یہ فعل حضرت آدم وحوا کا ہوتا تو یشرکان تثنیہ کا صیغہ ارشاد ہوتا۔نیز ایک معمولی سی خطا گندم کھالینے پرعتاب ہوگیا تھا تو چاہیئے تھا کہ شرک

کرنے پر بڑا سخت عذاب ہوتا لیکن بالکل نہ ہوا۔ حاکم کی یہ روایت بالکل معتبر نہیں کیونکہ وہ خبر واحد ہے اور عصمت پیغمبر یقینی وقطعی۔

اعتراض (۳)...... رب تعالیٰ فرماتا ہے فعصی ادم ربہ فغوی (پارہ ۱۶ سورہ ۲۰ آیت نمبر ۱۲۱) آدم علیہ السلام نے رب کی نافرمانی کی پس گمراہ ہوگئے اس سے آدم علیہ السلام کا گناہ اور گمراہی دونوں معلوم ہوئے۔

جواب:۔ یہاں مجازاً خطا کو عصیان فرمایا گیا اور غوی کے معنی گمراہی نہیں بلکہ مقصود نہ پانا ہیں یعنی حیات دائمی کے لئے گندم کھایا تھا وہ ان کو حاصل نہ ہوئی۔ بلکہ گندم سے بجائے نفع کے نقصان ہوا یعنی اپنے مقصد کی طرف راہ نہ پائی۔ دیکھو روح البیان یہی آیت۔ جب رب نے ان کے بھول جانے کا بار بار اعلان فرمایا تو عصیٰ سے گناہ ثابت کرنا کلام اللہ میں تعارض پیدا کرنا ہے۔

اعتراض (۴)...... ابراہیم علیہ السلام نے چاند سورج بلکہ تاروں کو اپنا خدا مانا کہ فرمایا ھذا ربی اور یہ صریحی شرک ہے معلوم ہوا کہ آپ نے پہلے شرک کیا پھر توبہ کی۔

جواب:۔ اس کا جواب مقدمہ میں گزرا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے بطریق سوال فرمایا کہ کیا یہ میرا رب ہے پھر خود ہی اس کا جواب مع دلیل بھی ارشاد کیا کہ لااحب الافلین (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۷۶) کیونکہ اس سے پہلے ارشاد ہوا و کذلک نری ابراھیم ملکوت السموت والارض ولیکون من الموقنین (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۷۵) پھر ستارے دیکھنے کا واقعہ بیان ہوا اور بعد میں فرمایا وتلک حجتنا اتینھا ابراھیم علی قومہ (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۸۳) اس ترتیب سے معلوم ہوا کہ ملکوت عالم دیکھنے کے بعد ستاروں کا واقعہ ہوا اور رب نے اس کلام کی تعریف فرمائی۔ اگر یہ بات شرک تھی تو تعریف فرمانا کیسا؟ پھر تو سخت عتاب ہونا چاہئے تھا۔

اعتراض (۵)...... ابراہیم علیہ السلام نے تین بار جھوٹ بولا کہ آپ تندرست تھے مگر قوم سے فرمایا انی سقیم (پارہ ۲۳ سورہ ۳۷ آیت نمبر ۸۹) میں بیمار ہوں خود بتوں کو توڑا مگر قوم کے پوچھنے پر فرمایا بل فعلہ کبیرھم ھذا (پارہ ۱۷ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۶۳) اس سے بڑے بت نے یہ کام کیا اپنی بیوی سارہ کو فرمایا ھذہ اختی یہ میری بہن ہیں اور یقیناً جھوٹ بولنا گناہ ہے معلوم ہوا کہ آپ معصوم نہیں۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ بحالت مجبوری جبکہ جان کا خطرہ ہو تو جھوٹ گناہ نہیں حتیٰ کہ ایسی مجبوری میں منہ سے کفر بھی نکال دینے کی اجازت ہے الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان (پارہ ۱۴ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۱۰۶) جن موقعوں پر آپ نے یہ کلام فرمائے وہاں یا تو خطرہ جان تھا یا خطرہ عصمت تھا وہ ظالم بادشاہ آپ سے حضرت سارہ کو جبراً چھیننا چاہتا تھا اور دوسرے موقعوں پر آپ کو خطرہ جان تھا اس لئے یہ فرمایا (روح البیان آیت بل فعلہ کبیرھم) لہذا یہ فعل گناہ نہ ہوا دوسرے یہ کہ ان میں سے کوئی کلام جھوٹ نہیں بلکہ اس میں بعید معنی مراد لئے گئے ہیں جسے توریہ کہتے ہیں توریہ ضرورتاً جائز ہے نبی کریم ﷺ نے ایک بڑھیا سے فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہ جائے گی دیکھو ایک شخص نے اونٹ مانگا تو فرمایا کہ تجھے اونٹنی کا بچہ دونگا۔ ایک صحابی کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ وغیرہ (مشکوۃ باب المزاح) حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بہن فرمانے سے دینی بہن مراد تھی نہ کہ نسبی۔ جیسے کہ داؤد علیہ السلام کے پاس دو فرشتے بشکل مدعی مدعی علیہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ھذا اخی لہ تسع و تسعون نعجۃ (پارہ ۲۳ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۲۳) یہ میرا بھائی ہے جس کے پاس ۹۹ بکریاں ہیں یہاں بھائی اور بکریوں کے مجازی معنی مراد ہیں ایسے ہی آپ کا یہ فرمانا کہ انی سقیم اس کے معنی ہیں میں بیمار ہونے والا ہوں نہ کہ فی الحال بیمار جیسے انک میت و انھم میتون (پارہ ۲۳ سورہ ۳۹ آیت نمبر ۳۰) یا سقیم سے دلی بیماری یعنی ناراضی و رنج مراد ہے یعنی میرا دل تم سے ناراض ہے اسی طرح بل فعلہ کبیرھم میں کبیر سے اللہ تعالیٰ مراد ہے اور ھذا سے اسی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ کفار رب تعالیٰ کو بڑا خدا اور بتوں کو چھوٹے معبود سمجھتے تھے یعنی یہ کام اس رب کا ہے جسے تم ان سب

سے بڑا سمجھتے ہو نبی کا کام رب کا ہی کام ہے وہ سمجھے کہ اس بڑے سے بڑا بت مراد ہے یا فعلہ شک کے طریقہ پر فرمایا یعنی بڑے بت نے کیا ہوگا اور شک انشاء ہے جس میں جھوٹ سچ کا احتمال نہیں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ رب نے یہ واقعات بیان فرماتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام پر کوئی عتاب نہ فرمایا بلکہ انہیں پسندیدگی کی سند عطا فرمائی۔ چنانچہ بت شکنی کے بیان سے پہلے فرمایا۔ **ولقد اتینا ابراھیم رشدہ الایۃ** (پارہ ۱۷ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۵۱) معلوم ہوا کہ آپ کا یہ فعل رشد و ہدایت تھا اور ظاہر ہے کہ جھوٹ رشد نہیں۔ بیماری کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا **اذ جآء ربہ بقلب سلیم اذ قال لابیہ الآیۃ** (پارہ ۲۳ سورہ ۳۷ آیت نمبر ۸۴۔۸۵) جس سے معلوم ہوا کہ یہ کلام سلامت طبیعت پر دلالت کرتا ہے اور جھوٹ بیماری ہے نہ کہ سلامتی۔

اعتراض (۶)......:۔ داؤد علیہ السلام نے پرائی عورت یعنی اوریا کی بیوی کو نظر بد سے دیکھا جس کا واقعہ سورہ ص میں ہے اور یہ فعل یقیناً جرم ہے۔

جواب:۔ مورخین نے داؤد علیہ السلام کے قصہ میں کچھ زیادتی کر دی ہے اور جو کچھ احادیث احاد میں ہے وہ بھی نامقبول۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا تھا کہ جو کوئی داؤد علیہ السلام کا قصہ قصے کہانیوں کی طرح بیان کریگا میں اسے ایک سو ساٹھ کوڑے لگاؤں گا یعنی تہمت کی سزا ۸۰ کوڑے ہیں اور اس کو دگنے لگیں گے (روح البیان سورہ ص قصہ داؤد واقعہ صرف یہ تھا کہ ایک شخص اوریا نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ داؤد علیہ السلام نے بھی اسے پیغام پر پیغام دے دیا۔ اس نے آپ کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اور یہ شخص نکاح نہ کر سکا چنانچہ تفسیرات احمدیہ آیت **لاینال عھدی الظالمین** کی تفسیر میں ہے **وعن داؤد بکونہ اقداماً علی الفعل المشروع وھو نکاح المخطوبۃ لادریا لانظرہ منکوحۃ۔**

(تفسیرات احمدیہ ص ۳۴ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

مگر چونکہ اس جائز کام سے بھی نبوت کی شان بلند و بالا ہے اس لئے رب تعالیٰ نے ان کے احترام کو زیادہ فرماتے ہوئے دو فرشتوں کو ایک فرضی مقدمہ لے کر بھیجا اور انہوں نے اپنی طرف نسبت کر کے آپ سے فیصلہ کرا کر اشارتاً سمجھا دیا۔ سبحان اللہ کیا شان ہے اور انبیاء کا رب تعالیٰ کے ہاں کتنا احترام ہے کہ نہایت عمدہ طریقہ سے انہیں معاملہ سمجھایا گیا۔ رب تو ان کی عظمت فرمائے اور یہ بے دین ان حضرات پر نظر بد کا اتہام لگائیں خدا کی پناہ۔

اعتراض (۷)......:۔ یوسف علیہ السلام نے عزیز کی بیوی زلیخا سے گناہ کا ارادہ کیا جسے رب فرما رہا ہے **ولقد ھمت بہ وھم بھا لولا ان رابرھان ربہ** (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۴) یعنی زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا اور انہوں نے زلیخا کا ارادہ کر لیا اگر اپنے رب کی برھان نہ دیکھتے تو نہ معلوم کیا ہو جاتا۔ دیکھو کتنا بڑا گناہ تھا جو یوسف علیہ السلام سے صادر ہوا؟

جواب:۔ یوسف علیہ السلام ارادہ گناہ تو کیا اس خیال سے بھی محفوظ رہے جو کہے کہ انہوں نے اس کا ارادہ کر لیا تھا وہ کافر ہے روح البیان میں اسی آیت کی تفسیر میں ہے **فمن نسب الی الانبیآء الفواحش کالعزم علی الزناء ونحوہ الذی یقولہ الحشویتہ کفر لانہ شتم لھم کذ فی القنیۃ** (تفسیر روح البیان ج ۴ ص ۳۰۹۔۳۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) رہا تمہارا اعتراض اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ **ولقد ھمت بہ** پر وقف کر دو اور **ھم بھا** سے علیحدہ آیت شروع ہو۔ معنی یہ ہوئے کہ بے شک زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا قصد کر لیا اور وہ بھی قصد کر لیتے اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے۔ اب کوئی اعتراض نہ رہا یہ معنی نقلاً و عقلاً ہر طرح صحیح ہیں خازن نے فرمایا کہ اصل عبارت یہ ہے **ولولا ان رء برھان ربہ لھم بھا**۔ مدارک شریف میں ہے کہ

ومن حق القاری اذا قدر خروجه من حكم القسم وجعله كلاماً براسه ان يقف على به ويبتدى بقوله وهم بها۔
(تفسیر مدارک ج ا ص ۶۰۱ مطبوعہ مکتبہ القرآن والسنۃ پشاور)

قاری کو چاہیے کہ بہ پر وقف کرے اور ھم بھا سے آیت شروع کرے اور یہ ہی بات قرین قیاس بھی ہے کیونکہ قرآن کریم نے اس مقام پر زلیخا کی تو تیاریاں بیان فرمائیں و غلقت الا ابواب وقالت هيت لك (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۳) کہ اس نے آپ کو ہر طرح راغب کرنے کی کوشش بھی کی اور بلایا بھی دروازہ بھی بند کرلیا۔ مگر یوسف علیہ السلام کی بیزاری نفرت وعصمت کا ہی ذکر فرمایا۔

قال معاذ الله انه ربى احسن مثواى انه لا يفلح الظلمون۔

ترجمہ: خدا کی پناہ وہ میرا مربی ہے اس کے مجھ پر احسانات ہیں ایسی حرکت ظلم ہے اور ظالم کامیاب نہیں۔
(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۳)

اور پھر فرمایا کذلك لنصرف عنه السوء والفحشآء (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۴) فحشاء سے زنا اور سوء سے ارادہ زنا مراد ہے معلوم ہوا کہ رب نے ارادہ زنا سے بھی ان کو محفوظ رکھا۔ آخر کار زلیخا نے بھی یہ ہی کہا کہ۔

الان حصحص الحق انار اودته عن نفسه و انه لمن الصدقين۔

ترجمہ: کہ میں نے ہی انہیں رغبت دینے کی کوشش کی تھی۔
(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵۱)

وہ تو سچے ہیں بلکہ شیر خوار بچے سے بھی ان کی پاکدامنی اور زلیخا کی خطا کاری کی گواہی دلوادی کہ و شهد شاهد من اهلها (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۶) عزیز مصر نے بھی یہ ہی کہا یوسف اعرض عن هذا واستغفری لذنبك انك كنت من الخطئين (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۹) اے زلیخا تم اپنے گناہ سے توبہ کرو تم ہی خطا کار ہو دیکھو شیر خوار بچے عزیز مصر خود زلیخا بلکہ خود رب تعالیٰ نے ان کے بے گناہ ہونے پر گواہیاں دیں۔ اگر زلیخا کی طرح وہ بھی ارادہ گناہ کر لیتے تو آپ بھی ملزم ہوتے اور یہ گواہیاں غلط ہو جاتیں اور وہاں صرف یہ ہوتا کہ زلیخا نے جرم کی ابتداء کی مگر بعد میں آپ بھی اس میں شریک ہو گئے۔ نیز اگر یوسف علیہ السلام نے ارادہ زنا کیا ہوتا تو ان کی توبہ اور استغفار کا ذکر ضرور آتا۔
تفسیر مدارک میں ہے۔

ولانه لو وجد منه ذلك لذكرت توبته واستغفاره۔
(تفسیر مدارک ج ا ص ۶۰۱ مطبوعہ مکتبہ القرآن والسنۃ پشاور)

غرضکہ اس آیت کے یہ معنی کرنا بہت بہتر ہیں کہ وہ بھی ارادہ کر لیتے اگر رب کی برھان نہ دیکھتے تفسیر کبیر نے فرمایا لولا کا جواب اس پر مقدم بھی ہو سکتا ہے جیسے آیت میں ہے ان كادت لتبدى به لولا ان ربطنا على قلبها (پارہ ۲۰ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۱۰) (تفسیر کبیر آیت ولقد همت به پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۴) دوسری تفسیر یہ ہے کہ بہ پر وقف نہ کرو بلکہ بھا تک ایک ہی جملہ مانو اور آیت کے معنی یہ ہوں کہ بے شک زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا اور انہوں نے زلیخا کا ھم کرلیا لیکن اب ان دونوں ھموں میں فرق کرنا ضروری ہے ھمت بہ میں ھم کے معنی ارادہ زنا ہیں اور ھم بھا میں اس کے معنی ہیں قلب کی غیر اختیاری رغبت جس کے ساتھ قصد نہیں ہوتا یعنی زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا ارادہ کیا اور ان کے دل میں رغبت غیر اختیاری پیدا ہوئی جو نہ گناہ ہے نہ جرم جیسے کہ روزہ میں ٹھنڈا پانی دیکھ کر اس طرف دل راغب تو ہوتا ہے مگر اس کے پی لینے کا ارادہ تو کیا خیال تک نہیں ہوتا صرف ٹھنڈا پانی اچھا معلوم ہوتا ہے اگر دونوں ھموں کے ایک ہی معنی ہوتے تو دو جگہ یہ لفظ نہ بولا جاتا۔ بلکہ ولقد ھما تثنیہ سے کہہ دینا کافی تھا یعنی ان دونوں نے قصد کرلیا دیکھو مكروا ومكر الله (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۵۴) کہ یہاں پہلے مکر کے معنی ہی اور ہیں اور دوسرے مکر کا مقصد ہی کچھ اور تفسیر خازن میں ہے قال الامام فخر الدين ان

یوسف علیہ السلام کان بریئاً من العمل الباطل والھم المحرم خیال رہے کہ زلیخا نے دروازہ پر عزیز مصر کو دیکھ کر یوسف کو زنا کی تہمت نہ لگائی بلکہ ارادہ زنا کی کہ کہاقالت ما جزاء من اراد باھلك سوء الا ان یسجن (پارہ۱۲سورہ۱۲آیت نمبر۲۵) جو تیری بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کی سزا جیل کے سوا اور کیا ہے۔اسی کی تردید یوسف علیہ السلام نے فرمائی کہ ھی راودتنی عن نفسی (پارہ۱۲سورہ۱۲آیت نمبر۲۶) بدکاری کا ارادہ اسی نے کیا تھا۔اس کی تردید شیر خوار بچہ نے بھی کی اور اس کی تردید خود عزیز مصر نے قمیص مبارک پھٹی ہوئی دیکھ کر کی کہا انہ من کیدکن اور اس کی تردید مصری عورتوں نے بھی کی اور اس کی تردید آخر کار خود زلیخا نے بھی کر کے اپنا جرم قبول کرلیا اب اگرھم بھا کے یہ معنی ہوں کہ یوسف علیہ السلام نے ارادہ زنا کرلیا تھا تو لازم آتا ہے کہ رب تعالیٰ نے زلیخا کی تائید کی اور ان سب حضرات کی تردید اور یہ کلام کے مقصد کے خلاف ہے یہ تقریر بہت خیال رہے انشاءاللہ کام آئے گی۔

اعتراض (۸)......:۔موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو جان سے ماردیا اور فرمایا ھذا من عمل الشیطن (پارہ۲۰سورہ۲۸ آیت نمبر۱۵) کہ یہ شیطانی کام ہے معلوم ہوا کہ آپ نے ظلماً قتل کیا جو کہ بڑا جرم ہے۔

جواب:۔ آپ کا ارادہ قتل کا نہ تھا بلکہ قبطی ظالم سے مظلوم اسرائیلی کو چھڑانا تھا جب قبطی نے نہ چھوڑا آپ نے ہٹانے کے لئے چپت لگادی۔وہ طاقت نبی کی نہ برداشت کرسکا مرگیا تو یہ قتل خطا ہوا اور انبیاء سے خطا ہوسکتی ہے نیز یہ واقعہ عطائے نبوت سے پہلے کا ہے روح البیان میں ہے کان ھذا قبل النبوۃ نیز وہ قبطی کافر حربی تھا جس کا قتل جرم نہیں آپ نے تو ایک ہی قبطی کو مارا۔کچھ دنوں بعد تو سارے ہی قبطی غرق کردیئے گئے۔رہا اس فعل کو عمل شیطان فرمانا۔یہ آپ کی انتہائی کسر نفسی اور عاجزی کا اظہار ہے کہ خلاف اولیٰ کام کو بھی اپنی خطا سمجھا یعنی یہ کام وقت سے پہلے ہوگیا جب قبطیوں کی ہلاکت کا وقت آتا تو یہ بھی ہلاک ہوتا فغفرلہ اور ظلمت نفسی سے دھوکا نہ کھاؤ کہ یہ الفاظ خطا پر بھی بولے جاتے ہیں یا ہذا سے قبطی کا ظلم مراد ہے یعنی یہ ظلم شیطانی کام ہے۔

اعتراض (۹)......:۔رب تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ سے فرمایا ووجدك ضآلا فھدی (پارہ۳۰سورہ۹۳آیت نمبر۷) معلوم ہوا کہ آپ بھی پہلے گمراہ تھے بعد کو ہدایت ملی۔

جواب:۔ یہاں جو کوئی بھی ضال کے معنی گمراہ کرے وہ خود گمراہ ہے۔رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ما ضل صاحبکم وما غوی۔

ترجمہ: تمہارے محبوب ﷺ نہ کبھی گمراہ ہوئے نہ بہکے۔

(پارہ۲۷سورہ۵۳آیت نمبر۲)

یہاں ضال کے معنی وارفتہ محبت الٰہی ہیں اور ہدایت سے مراد درجہ سلوک ہے یعنی رب نے آپ کو اپنی محبت میں سرشار اور وارفتہ پایا تو آپ کو سلوک عطا فرمایا۔برادران یوسف علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا تھا انك لفی ضلالك القدیم (پارہ۱۳سورہ۱۲ آیت نمبر۹۵) یا انك لفی ضلال مبین یہاں ضلال بمعنی وارفتگی محبت ہیں۔شیخ عبدالحق نے مدارج النبوت جلد اول باب پنجم میں فرمایا کہ عربی میں ضال وہ اونچا درخت ہے جس سے گمے ہوئے لوگ ہدایت پائیں یعنی اے محبوب ہدایت دینے والا بلند و بالا درخت رب نے تمہیں کو پایا کہ جو عرش فرش ہر جگہ سے نظر آئے لہذا تمہارے ذریعہ خلقت کو ہدایت دے دی یعنی ھدیٰ کا مفعول عام لوگ ہیں نہ کہ نبی ﷺ اور بھی اس کے بہت سے معنی کئے گئے ہیں۔

اعتراض (۱۰)......:۔رب فرماتا ہے لیغفرلك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر (پارہ۲۶سورہ۴۸آیت نمبر۲) یعنی

رب تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف کرے۔ معلوم ہوا کہ آپ گنہگار تھے۔ حضور علیہ السلام بھی ہمیشہ اپنے لئے دعائے مغفرت کرتے تھے اگر گنہگار نہ تھے تو استغفار کیسی؟

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ مغفرت سے مراد عصمت اور حفاظت ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ آپ کو ہمیشہ گناہوں سے محفوظ رکھے۔ روح البیان المراد بالمغفرة الحفظ والعصمه ازلاً وابداً فیکون المعنی یحفظك ویعصمك من الذنب المتقدم والمتاخر دوسرے یہ کہ ذنب سے نبوت سے پہلے کی خطائیں مراد ہیں۔ تیسرے یہ کہ ذنب میں ایک مضاف پوشیدہ ہے یعنی آپ کی امت کے گناہ جیسے کہ لک فرمانے سے معلوم ہوا۔ یعنی تمہاری وجہ سے تمہاری امت کے گناہ معاف کرے اگر آپ کے گناہ مراد ہوتے تو لک سے کیا فائدہ ہوتا (روح البیان وخازن) اس آیت کی تفسیر دوسری آیت ہے ولو انهم اذ ظلموا (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۶۴) کبھی گناہ کی نسبت گنہگار کی طرف ہوتی ہے اور کبھی بخشش کے ذمہ دار کی طرف جیسے مقدمہ کبھی مجرم کی طرف منسوب ہوتا ہے اور کبھی وکیل کی طرف کہ وکیل کہتا ہے کہ یہ میرا مقدمہ ہے جس کا میں ذمہ دار ہوں یہاں نسبت دوسری طرح کی ہے یعنی آپ کے ذمہ والے گناہ جن کی شفاعت کے آپ ذمہ دار ہیں۔

اعتراض (۱۱) ......:۔ حضور علیہ السلام سے رب نے فرمایا ولو لا ان ثبتناك لقد كدت تركن اليهم شيئاً قليلاً (پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۷۴) اگر ہم آپ کو نہ ثابت قدم رکھتے تو قریب تھا کہ آپ کفار کی طرف کچھ مائل ہو جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کفار کی طرف مائل ہو چلے تھے مگر رب نے روکا۔ اور کفر کی طرف میلان بھی گناہ ہے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اس میں شرط وجزا ہے یعنی یہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں دونوں مقدموں کا ہونا تو کیا امکان بھی ضروری نہیں رب فرماتا ہے قل لو كان للرحمن ولد فانا اول العبدين (پارہ ۲۵ سورہ ۴۳ آیت نمبر ۸۱) اگر رب کے بیٹا ہوتا تو اس کا پہلا پجاری میں ہوتا۔ نہ خدا کا بیٹا ہونا ممکن اور نہ نبی علیہ السلام کا اس کی پوجا کرنا ایسے ہی یہاں نہ تو رب تعالیٰ کا حضور علیہ السلام کو محفوظ نہ رکھنا ممکن اور نہ آپ کا ان کی طرف مائل ہونا ممکن۔ دوسرے یہ کہ یہاں فرمایا گیا کہ اگر ہم آپ کو پہلے ہی سے معصوم اور ثابت قدم نہ فرما چکے ہوتے تو آپ ان کی طرف کسی قدر جھکنے کے قریب ہو جاتے کیونکہ ان کے مکر وفریب بہت سخت خطرناک تھے۔ یعنی چونکہ آپ معصوم ہیں لہذا آپ کفار کی طرف نہ جھکنے کے قریب بھی نہ ہوئے۔ اس سے تو آپ کی عصمت ثابت ہوئی دیکھو خازن، مدارک، روح البیان، تیسرے یہ کہ ایک تو حضور علیہ السلام کی طبیعت مبارکہ ہے دوسرے آپ کی نبوت اور عصمت الٰہی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبوت وعصمت سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی آپ کی فطرت پاک عیب اور گناہوں سے ایسی پاک ہے جس میں اس کی صلاحیت ہی نہیں کیونکہ آپ کی روحانیت بشریت پر غالب ہے۔ یعنی اگر ہم آپ کو معصوم نہ بھی بناتے تب بھی آپ کفار سے ملتے نہیں ان کی طرف جھکتے نہیں بلکہ کچھ جھکنے کے قریب ہو جاتے اب جبکہ فطرت سلیمہ پر رب کا یہ کرم ہوا کہ آپ کو معصوم بھی بنایا سر مبارک پر نبوت کا تاج بھی رکھا۔ اب تو سبحان اللہ کیا ہی کہنا۔ کسی قصور کی گنجائش ہی نہیں۔ اس کی تفسیر میں روح البیان میں ہے

انما سماه قليلاً لان روحانيته النبی كانت فی اصل الخلقت غالباً علی البشريته اذ لم يكن حينئذ لروحه شئی يحجبته عن الله تعالی فالمعنی لولا التثبت وقوة النبوة ونور الهدايته واثر نظر العنايته لقد كدت تركن۔

اعتراض (۱۲) ......:۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ما كنت تدری ما الكتب ولا الايمان۔

(پارہ ۲۵ سورہ ۴۲ آیت نمبر ۵۲)

اے نبی علیہ السلام آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام پیدائشی عارف باللہ نہیں آپ کو تو ایمان کی خبر بھی نہ تھی۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہاں علم کی نفی نہیں بلکہ درایت یعنی اٹکل اور قیاس سے جاننے کی نفی ہے۔ پوری آیت یہ ہے و کذلك اوحینا الیك روحاً من امرنا ما کنت تدری ما الکتب (الآیہ) (پارہ ۲۵ سورہ ۴۲ آیت نمبر ۵۲) یعنی ہم نے آپ پر اپنے فضل سے قرآن وحی کیا۔ آپ خود بخود نہ جانتے تھے یعنی اس علم کا ذریعہ وحی الٰہی ہے نہ کہ محض اٹکل و قیاس۔ دوسرے یہ کہ اس سے پیدائش مبارک کا نہیں بیان ہو رہا بلکہ نوری محمدی کی پیدائش کا حال ہے۔ یعنی ہم نے آپ کو عالم ارواح میں سفید اور سادہ پیدا فرمایا تھا پھر اس پر علوم کے نقش و نگار فرما کر نبوت کا تاج سر پر رکھ کر دنیا میں بھیجا۔ آپ عالم ارواح میں ہی نبی تھے خود فرماتے ہیں۔ کنت نبیاً و ادم بین المآء والطین ہم اس وقت نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی میں جلوہ گر تھے۔ تیسرے یہ کہ اس سے ایمان اور قرآن کے تفصیلی احکام مراد ہیں۔ یعنی آپ وحی سے پہلے احکام اسلامی تفصیل وار نہ جانتے تھے۔ اس کی تفسیر میں روح البیان ج ۸ ص ۳۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت میں ہے ای الایمان بتفاصیل ما فی تضاعیف الکتب پھر فرماتے ہیں لانہ علیہ السلام افضل من یحییٰ وعیسیٰ وقد اوتی کل الحکمۃ والعلم صبیا یعنی نبی علیہ السلام یحیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں اور انہیں تو علم و حکمت بچپن ہی میں عطاء ہو گئی تھی۔ تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ آپ بچپن شریف میں علم سے خالی رہے ہوں۔

اعتراض (۱۳)......۔ رب فرماتا ہے فازلھما الشیطن (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۶) آدم و حوا علیہم السلام کو شیطان نے پھسلا دیا۔ معلوم ہوا کہ شیطان کا داؤ انبیاء پر چل جاتا ہے۔ پھر تم نے کیوں کہا کہ شیطان ان تک نہیں پہنچ سکتا۔

جواب:۔ ہم نے یہ کہا ہے کہ شیطان انہیں گمراہ نہیں کر سکتا اور نہ ان سے عمداً گناہ کبیرہ کرا سکتا ہے اس نے خود کہا تھا لاغوینھم اجمعین الا عبادك منھم المخلصین (پارہ ۱۴ سورہ ۱۵ آیت نمبر ۳۹۔۴۰) اور یہاں ہے فازلھما الشیطن گمراہی اور چیز ہے اور پھسلانا اور چیز ہے۔

اعتراض (۱۴)......۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو بہت سے لوگوں نے پیغمبر مانا ہے حالانکہ انہوں نے بڑے بڑے گناہ کئے بے قصور بھائی کو ستانا آزاد بھائی کو بیچکر اس کی قیمت کھانا اپنے والد سے جھوٹ بول کر انہیں چالیس سال تک رلانا غرضکہ جرموں کی انتہا کر دی اور پھر بھی نبی ہوئے معلوم ہوا کہ نبی کا معصوم ہونا شرط نہیں۔

جواب:۔ جمہور علماء نے انہیں پیغمبر نہ مانا۔ ہاں ایک جماعت نے کچھ ضعیف دلائل سے ان کی نبوت کا وہم کیا ہے اسی لئے ہم نے مقدمہ میں عرض کیا کہ انبیائے کرام کا نبوت سے پہلے بدعقیدگی سے پاک ہونا اجماعی مسئلہ ہے اور گناہ کبیرہ سے پاک ہونا جمہور کا قول ہے اور بعد نبوت گناہ کبیرہ سے پاک ہونے پر بھی اجماع ہے ان حضرات کی نبوت کسی صریحی آیت یا حدیث یا قول صحابی سے ثابت نہیں۔ رب نے یہ فرمایا ہے ویتم نعمتہ علیك وعلی ال یعقوب (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۶) یہاں نعمت سے نبوت مراد نہیں اور نہ آل یعقوب سے ان کی صلبی ساری اولاد مراد ہے۔ رب تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا اتممت علیکم نعمتی (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۳) بعضوں نے کہا کہ رب فرماتا ہے وما انزل الی ابراھیم و اسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۳۶) یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ بھی سب صاحب وحی تھے مگر یہ بھی کمزور سی بات ہے کیونکہ نہ تو انزل میں بلاواسطہ وحی آنے کا بیان ہے نہ اس کی کوئی دلیل ہے کہ اسباط ان کے بیٹوں ہی کا لقب ہے رب فرماتا ہے قل امنا باللہ وما

انزل علینا و ما انزل علی ابراھیم (پارہ۳ سورہ۳ آیت نمبر۸۴) یہاں انزل علینا کا یہ مطلب نہیں کہ ہم سب پر وحی آئی اور ہم سب پیغمبر ہیں اور اسباط بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا لقب ہے اور واقعی ان میں انبیاء آتے رہے رب فرماتا ہے و قطعنا ھم اثنتی عشرۃ اسباطاً امما تفسیر روح المعانی میں ان الشیطن للانسان عدو مبین (پارہ۱۲ سورہ۱۲ آیت نمبر۵) کی تفسیر میں ہے فالذی علیہ الا کثرون سلفاً و خلفاً انھم لم یکونوا انبیاء اصلاً فلم ینقل من الصحابۃ انہ قال بنبوتھم اسی طرح تفسیر روح البیان وغیرہ نے بھی ان کی نبوت کی بہت تردید کی ہے۔ ہاں وہ سب حضرات توبہ کے بعد اولیاء اللہ بلکہ پیغمبر کے صحابی ہوئے انہیں یوسف علیہ السلام نے خواب میں تاروں کی شکل میں دیکھا کیونکہ وہ صحابی نبی تھے حضور فرماتے ہیں اصحابی کالنجوم نیز ان کے یہ سارے گناہ یعقوب علیہ السلام کی محبت حاصل کرنے کے لئے تھے۔ پھر انہوں نے ان سے بھی اور یوسف علیہ السلام سے بھی معافی حاصل کرلی اور ان دونوں حضرات نے ان کے لئے دعائے مغفرت کی لہذا یہ مغفور ہوئے۔ ان کی شان میں گستاخی سخت محرومی کی علامت ہے قابیل نے ایک عورت کی محبت میں گناہ کیا اور پھر آدم علیہ السلام سے معافی بھی حاصل نہ کرسکا لہذا وہ بے ایمان رہا اور یہ ایماندار ہوئے۔

اعتراض (۱۵)......:۔ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ زلیخا نے ارادہ زنا کیا جو کہ سخت جرم ہے اور تم کہہ چکے ہو کہ نبی کی بیوی فاحشہ نہیں ہوتی تو زلیخا یوسف علیہ السلام کی بیوی کیونکر ہوسکتی ہے۔ وہ فاحشہ بدکار تھی لہذا یا تو مانو کہ ان کا نکاح نہیں ہوا یا یہ قاعدہ غلط ہے۔

نوٹ:۔ گجرات کے بعض جاہل دیوبندیوں نے حضرت زلیخا کے زوجہ یوسف علیہ السلام ہونے کا انکار کیا اور ان کی شان میں سخت گندے الفاظ بکے۔ انہیں کا یہ اعتراض ہے۔

جواب:۔ حضرت زلیخا یوسف علیہ السلام کی زوجہ اور قابل احترام بیوی ہیں ان کا یوسف علیہ السلام کے نکاح میں آنا مسلم و بخاری کی حدیث اور عام تفاسیر سے ثابت ہے انہیں سے یوسف علیہ السلام کے فرزند پیدا ہوئے۔ افرائیم اور میشاء تفسیر خازن، تفسیر کبیر، مدارک، معالم التنزیل وغیرہ میں اس کی تصریح ہے چنانچہ حضور ﷺ نے جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اپنی دوسری ازواج پاک سے فرمایا انکن لانتن کصواحب یوسف تم تو یوسف علیہ السلام کی بیوی کی طرح ہوگئیں یعنی زلیخا کی۔ صواحب صاحب کی جمع ہے صاحبہ بیوی کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے ولم تکن لہ صاحبۃ (پارہ۷ سورہ۶ آیت نمبر۱۰۱) آپ نہ تو فاحشہ تھیں نہ آپ سے زنا جیسا گناہ کبھی صادر ہوا۔ بیوی زلیخا سے ارادہ اجماع بیخودی عشق کی حالت میں ہوگیا جمال یوسف نے انہیں وارفتہ و دیوانہ بنادیا۔ اس والہانہ حالت میں یہ ارادہ کر بیٹھیں جب مصری عورتوں نے اسی جمال سے بیخود ہوکر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تو اگر حضرت زلیخا نے اس حسن پر فریفتہ ہوکر دامن صبر چاک کردیا تو کیا تعجب ہے؟ پھر ان تمام خطاؤں سے توبہ کرلی یہ بھی خیال رہے کہ زلیخا نے صرف یوسف علیہ السلام سے ہی رغبت کی نہ کسی۔ دوسرے سے رب نے انہیں ہر طرح محفوظ رکھا۔ ہم نے انبیاء کی بیویوں کو زنا اور فحش سے محفوظ مانا ہے نہ کہ معصوم۔ حضرت زلیخا نے یہ گناہ کرکے توبہ کرلی کہ عرض کیا الان حصحص الحق انا راودتہ عن نفسہ (پارہ۱۲ سورہ۱۲ آیت نمبر ۵۱) زلیخا نے اپنی خطا کا اقرار کیا اور اقرار جرم توبہ ہے اسی لئے رب تعالیٰ نے زلیخا کی خطا کا ذکر تو فرمادیا مگر ان پر عتاب یا عذاب کا ذکر نہ کیا۔ تاکہ معلوم ہو کہ ان کے گناہ کی معافی ہوچکی۔ اب ان کی خطاؤں کا بے ادبی کے طور پر ذکر کرنا سخت برا ہے ان سے زنا یا فحش کبھی صادر نہیں ہوا۔ نہ معلوم دیوبندیوں کی کس شیطان نے عقل ماردی کہ ان کا حملہ ہمیشہ انبیائے کرام کے عزت و آبرو پر ہوتا ہے۔ حضرت زلیخا یوسف علیہ السلام کی اہل بیت ہیں ان کی توہین اس باکمال پیغمبر کی توہین ہے رب تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے۔

خاتمہ

خیال رہے کہ رب تعالیٰ انبیائے کرام کا رب ہے اور وہ حضرات اس کے پیارے بندے رب جس طرح چاہے ان کی لغزشوں اور خطاؤں کا ذکر فرمائے اور یہ حضرات جیسے چاہیں اپنے رب سے اپنی نیاز مندی اور بندگی کا اظہار کریں ہمیں کسی طرح حق نہیں کہ ان کی لغزشوں کو بیان کرتے پھریں یا گستاخیاں کر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کرلیں۔ رب تعالیٰ نے ہم کو ان کی تعظیم وتوقیر کا حکم دیا۔ دیکھو یوسف علیہ السلام چونکہ مصر میں بظاہر فروخت ہوئے تھے اہل مصر سمجھتے تھے کہ یہ عزیز مصر کے زرخرید ہیں۔ رب تعالیٰ نے اسی داغ کو ان کے دامن سے مٹانے کے لئے سات سال کی عام قحط سالی بھیجی پہلے سال میں سب نے آپ کو روپیہ پیسہ دے کر غلہ خریدا دوسرے سال زیور وجواہرات دے کر تیسرے سال جانور اور چوپائے دے کر چوتھے سال اپنے غلام باندیاں دیکر پانچویں سال اپنے مکانات وزمین دیکر چھٹے سال اپنی اولاد دے کر ساتویں سال مصر والوں نے اپنے کو یوسف علیہ السلام کے ہاتھ فروخت کردیا اور عرض کیا کہ ہم آپ کے لونڈی غلام بنتے ہیں۔ ہمیں غلہ دو۔ تب آپ نے ان پر احسان فرمایا (مدارک وروح البیان وغیرہ) یہ کیوں ہوا۔ صرف اس لئے کہ جب سارے مصر والے آپ کے غلام بن گئے تو اب انہیں غلام کون کہے۔ پتہ چلا کہ ایک پیغمبر کی عظمت برقرار رکھنے کے لئے سارے جہان کو مصیبت میں ڈالا جاسکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک امام ہمیشہ نماز میں سورہ عبس پڑھتا تھا۔ آپ کو پتہ لگا تو اسے قتل کرادیا دیکھو روح البیان تفسیر سورہ عبس اس سورۃ کی نہایت عمدہ تفسیر ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ یہ حضور کی نعت ہے رب تعالیٰ دیوبندیوں کو ہدایت دے۔ انہوں نے انبیاء کرام پر بکواس بکنے کی جرات پیدا کردی۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه ونور عرشه سیدنا ومولنا محمد واله واصحابه اجمعین



لمعات المصابیح علی رکعات التراویح

پہلا باب

بیس رکعت نماز تراویح کا ثبوت

تراویح بیس رکعت پڑھنا سنت اور آٹھ رکعت پڑھنا خلاف سنت ہے ہم بفضلہ تعالیٰ اس کا ثبوت قرآن پاک کی ترتیب واحادیث صحیحہ واقوال علماء اور عقلی دلائل سے دیتے ہیں (۱) قرآن پاک میں سورتیں بھی ہیں آیتیں بھی اور رکوع بھی۔ وہ مضمون جس کا کوئی نام رکھ دیا گیا ہو وہ سورت کہلاتا ہے اور قرآن کا وہ جملہ جس کا علیحدہ نام نہ ہو آیت کہلاتا ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ رکوع کو رکوع کیوں کہتے ہیں کیونکہ سورت کے معنی احاطہ کرنے والی چیز ہے اور آیت کے معنی ہیں نشانی۔ سورہ چونکہ ایک مضمون کو گھیرے ہوتی ہے جیسے شہر پناہ (سورہ البلد) اور آیت قدرت الٰہی کی نشانی ہے اس لئے ان کے یہ نام ہوئے۔ مگر رکوع معنی ہیں جھکنا۔ دیکھنا یہ ہے کہ قرآنی رکوع کو رکوع کیوں کہتے ہیں۔ کتب قراۃ سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر وعثمان رضی اللہ عنہما تراویح میں جس قدر قرآن پڑھ کر رکوع فرماتے تھے اس حصہ کا نام رکوع رکھا گیا یعنی ان حضرات کے رکوع کرنے کا مقام اتنا پڑھ کر رکوع ہوا اور چونکہ تراویح بیس رکعت پڑھی جاتی تھیں اور ستائیسویں رمضان کو ختم ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے قرآن پاک کے کل ۵۴۰ رکوع ہونے چاہئیں۔ لیکن چونکہ ختم کے دن بعض رکعتوں میں چھوٹی چھوٹی دو سورتیں پڑھ لی جاتی تھیں اس لئے قرآن کریم کے ۵۵۷ رکوع ہوئے۔ اگر تراویح آٹھ ہوتیں تو رکوع ۲۱۶ ہونے چاہئے تھے قرآنی رکوعات کی تعداد بتارہی ہے کہ تراویح بیس رکعت چاہئیں کیا وہابی آٹھ رکعت تراویح مان کر رکوعات قرآنی کی وجہ بتا سکیں گے؟ (۲) تراویح جمع ترویحہ کی ہے جس کے معنی ہیں جسم کو راحت دینا۔ چونکہ ان میں ہر چار رکعت پر کسی قدر راحت کے لئے بیٹھتے ہیں اس بیٹھنے کا نام ترویحہ ہے اسی لئے اس نماز کو تراویح کہا جاتا ہے یعنی راحتوں کا مجموعہ اور تراویح جمع ہے۔ جمع کم از کم تین پر بولی جاتی ہے اگر تراویح آٹھ رکعت ہوتیں تو اس کے درمیان میں ایک ترویحہ آتا پھر اس کا نام تراویح نہ ہوتا تین ترویحوں کے لئے کم از کم سولہ رکعت تراویح چاہئیں۔ جن میں ہر چار رکعت کے بعد ایک ترویحہ ہو اور وتر سے پہلے کوئی ترویحہ نہیں ہوتا۔ تراویح کا نام ہی آٹھ رکعت کی تردید کرتا ہے (۳) ہر دن میں بیس رکعت نماز ضروری ہے۔ سترہ فرض اور تین وتر، دو فرض فجر میں چار ظہر میں چار عصر میں تین مغرب میں اور چار عشاء میں۔ رمضان شریف میں رب تعالیٰ نے ان بیس رکعات کی تکمیل کے لئے بیس رکعت تراویح اور مقرر فرمادیں جس کی ہر رکعت ان کی ہر رکعت کی تکمیل کرے غیر مقلد شاید نماز پنجگانہ میں بھی آٹھ رکعت ہی پڑھتے ہوں گے۔ ورنہ آٹھ تراویح کو ان بیس رکعت سے کیا نسبت (۴) خیال رہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے نماز تراویح باجماعت پابندی سے ادا نہ فرمائی۔ صرف دو دن ادا کیں اور بعد میں فردیا کہ اگر اس پر پابندی کی گئی تو فرض ہونے کا اندیشہ ہے۔ جس سے میری امت کو دشواری ہوگی۔ لہٰذا تم لوگ اپنے گھر ہی میں نماز پڑھ لیا کرو۔ بعض تو کہتے ہیں کہ نماز تہجد ہی تھی جو ماہ رمضان میں اہتمام سے ادا کرائی گئی اس لئے صحابہ کرام سحری کے آخری وقت اس سے فارغ ہوتے زمانہ صدیقی میں بھی اس کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ فرمایا گیا۔ لوگ متفرق طور پر پڑھ لیتے تھے عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا اہتمام فرمایا اور بیس رکعت تراویح مقرر فرمائیں اور باقاعدہ جماعت کا انتظام کیا لہٰذا صحیح یہ ہے کہ اصل تراویح سنت رسول اللہ ﷺ ہے مگر اس کی پابندی جماعت بیس رکعت

سنت فاروقی ہے چونکہ نبی کریم ﷺ نے نہ تو آٹھ رکعت کا حکم دیا اور نہ اس پر پابندی فرمائی بلکہ حق یہ ہے کہ آپ کا آٹھ رکعت تراویح پڑھنا صراحتاً کہیں ثابت ہی نہیں ہوا لہذا اصحابہ کرام کا بیس پر اتفاق کرنا سنت کی مخالفت نہیں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ **علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الرشدین۔**

(سنن ابن ماجہ ج ا ص ۱۵۔۱۶ رقم الحدیث ۴۲۔۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)،(جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)

لہذا اب ہم صحابہ کرام کا عمل پیش کرتے ہیں غیر مقلدوں کو چاہیئے کہ کوئی حدیث مرفوع صحیح ایسی پیش کریں جس سے تراویح کی آٹھ رکعت صراحتاً ثابت ہوں۔ انشاء اللہ نہ کر سکیں گے ہماری احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں بیس رکعت تراویح کی باقاعدہ جماعت کا انتظام فرمایا اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہوا۔ موطا امام مالک میں حضرت سائب ابن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ **قال کنا نقوم فی عهد عمر بعشرین رکعة رواه البيهقي في الفرقته باسناد صحيح۔**

(مؤطا امام مالک کتاب الصلاۃ فی رمضان باب الترغیب فی الصلاۃ فی رمضان ج ا ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۲۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۲) ابن منیع نے حضرت ابی ابن کعب سے روایت کی **فصلی بهم عشرین رکعته** بیہقی میں ہے **عن ابی الحسنات ان علی ابن ابی طالب امر رجلاً يصلے بالناس خمس ترويحات عشرين ركعته۔**

(۳) ابن ابی شیبہ اور طبرانی کبیر میں اور بیہقی وعبداللہ ابن حمید وبغوی نے روایت کی **عن ابن عباس ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرين ركعته سوى الوتر۔**

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۴ رقم الحدیث ۷۶۹۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

اس سے معلوم ہوا کہ خود حضور علیہ السلام بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

(۵) بیہقی میں ہے **وعن شكل وكان من اصحاب على انه كان يومهم فی رمضان فيصلی خمسترويحات عشرين ركعات۔**

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۳ رقم الحدیث ۷۶۸۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)

(۶) اسی بیہقی میں ہے **وعن ابی عبدالرحمن السلمي ان علياً رعى القراء فی رمضان فامر رجلاً يصلے الناس عشرين ركعته وكان على يو تربهم۔**

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۶ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

(۷) اسی بیہقی نے باسناد صحیح نقل فرمایا **عن السائب ابن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر فی شهر رمضان بعشرين ركعته۔**

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۴ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

اس کی تحقیق کے لئے صحیح البہاری **باب لم يقرا فی التراويح** دیکھوان روایات سے معلوم ہوا کہ خود حضور علیہ السلام بیس تراویح پڑھتے تھے اور عہد فاروقی میں تو اس بیس رکعات پر عمل جاری ہو گیا تھا۔ حضرت ابن عباس علی ابی بن کعب وعمر سائب ابن یزید وغیرھم تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ ہی معمول تھا۔

اقوال علماء امت: (۱) ترمذی شریف ابواب الصوم باب ماجاء فی قیام شہر رمضان میں ہے۔

واكثر اهل العلم على ما روى عن على وعمر وغيرهما من اصحاب النبي ﷺ عشرين ركعته

وهو قول سفيان الثوری وابن المبارك والشافعي هكذا ادركت ببلد مكته يصلون عشرين ركعته۔
(سنن الترمذی باب ماجاء فی قیام شھر رمضان ج ۳ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۸۰۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یعنی اہل علم کا عمل اس پر ہے جو حضرت علی و عمر و دیگر صحابہ کرام سے مروی ہے یعنی بیس رکعت یہ ہی فرمان سفیان ثوری ابن مبارک اور امام شافعی نے اپنے شہر مکہ معظمہ میں یہ ہی عمل پایا کہ مسلمان بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔ (۲) فتح الملہم شرح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۹۱ میں ہے **روی محمد ابن نصر من طريق عطاء قال ادركتهم يصلون عشرين ركعته وثلث ركعات الوتر وفي الباب اثار كثيرة اخرجها ابن ابی شيبه وغيره وقال ابن قدامته وهذا كالاجماع** اس سے معلوم ہوا کہ بیس رکعت پر گویا مسلمانوں کا اجماع ہوگیا (۳) عمدۃ القاری شرح بخاری میں جلد پنجم صفحہ ۳۰۷ میں ہے **وروی الحارث ابن عبدالرحمٰن ابن ابی زباب عن السائب ابن يزيد قال كان القيام على عهد عمر بثلث وعشرين ركعته قال ابن عبدالله هذا محمول على ان الثلث للوتر** اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پر عمل تھا (۴) اسی عمدۃ القاری میں جلد پنجم صفحہ ۳۰۷ اسی جگہ ہے **كان عبدالله ابن مسعود يصلے بنا في شهر رمضان فينصرف وعليه ليل قال الاعمش كان يصلے عشرين ركعته۔** (۵) اسی عمدۃ القاری جلد پنجم صفحہ ۳۵۵ میں ہے۔

قال ابن عبدالبر وهو قول جمهور العلماء وبه قال الكوفيون والشافعي واكثر الفقهاء وهو الصحيح عن كعب من غير خلاف من الصحابه۔

یعنی ابن عبدالبر نے فرمایا کہ بیس رکعت تراویح عام علماء کا قول ہے اسی کے اہل کوفہ اور امام شافعی اور اکثر فقہاء قائل ہیں اور یہ ہی حضرت ابی ابن کعب سے مروی ہے اس میں کسی صحابی کا اختلاف نہیں (۶) ملا علی قاری نے شرح نقایہ میں فرمایا

فصارا اجماعا لما روى البيهقي باسناد صحيح انهم كانوا يصلون على عهد عمر بعشرين ركعته وعلى عهد عثمان وعلی۔

صحابہ کرام حضرات عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بیس تراویح پڑھتے تھے لہذا اس پر اجماع ہوگیا۔ (۷) مولوی عبدالحیٔ صاحب نے اپنے فتاویٰ جلد اول صفحہ ۱۸۲ میں علامہ ابن حجر مکی ہیثمی کا قول نقل فرمایا **اجماع الصحبته على ان التراويح عشرون ركعته** یعنی صحابہ کرام کا بیس تراویح پر اجماع ہے (۸) عمدۃ القاری شرح بخاری جلد پنجم صفحہ ۲۵۷ میں ہے

وامام القائلون به من التابعين فشبر ابن شكل وابن ابی مليكه والحارث الهمدانی وعطاء ابن ابی رباح وابو البختری وسعيد ابن ابی الحسن البصری اخو الحسن وعبدالرحمن ابن ابی بكو وعمر ان العبدی۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین و فقہاء محدثین کا بیس رکعت تراویح پر اتفاق ہے۔ ان میں سے نہ کسی نے آٹھ تراویح پڑھیں نہ اس کا حکم دیا۔

لطیفہ:۔ غیر مقلد دراصل اپنی خواہش نفس کے مقلد ہیں اس لئے انہیں اہل ہوا یعنی ہوا پرست کہا جاتا ہے جس میں نفس کو آرام ملے وہ ہی اُن کا مذہب۔ ہم ان کے آرام وہ مسائل دکھاتے ہیں مسلمان دیکھیں اور عبرت پکڑیں (۱) دو مٹکے پانی کبھی گندا نہیں ہوتا لہذا کنواں کتنا ہی پلید ہو جائے اس کا پانی پیے جاؤ (۲) سفر میں چند نمازیں ایک وقت میں پڑھ لو۔ روافض کی طرح کون بار بار اترے اور پڑھے ریل میں بہت بھیڑ ہوتی ہے (۳) عورتوں کے زیورات پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہاں جناب کیوں ہو اس میں خرچ جو ہوتا ہے (۴) تراویح صرف آٹھ رکعت پڑھ کر آرام کرو۔ ہاں صاحب نماز نفس پر گراں ہے (۵) وتر صرف ایک رکعت پڑھ کر سو رہو کیوں نہ ہو جلد نماز سے چھٹکارا اچھا (۴) ایک بار تین طلاق دے دو۔ صرف ایک ہی واقع ہوگی۔ دوبارہ رجوع ہوسکتا ہے کیوں نہ ہو اس میں آسانی ہے غرضکہ جس میں

آرام وہ یاروں کا دین ایمان۔

لطیفہ:۔ مسلم شریف کتاب الطلاق میں ہے کہ حضور علیہ السلام اور ابوبکر صدیق کے زمانہ میں تین طلاق ایک ہی ہوتی تھی۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ لوگوں نے اس میں جلدی پیدا کردی لہذا اب اس سے تین طلاق ہی واقع ہونی چاہئیں۔ آرام طلب غیر مقلدین لے اڑے کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہے ان اللہ کے بندوں نے یہ نہ سوچا کہ کیا عمر رضی اللہ عنہ خلاف سنت حکم کرسکتے ہیں اور پھر لطف یہ ہے کہ آپ نے یہ قانون بنادیا اور کسی صحابی نے مخالفت نہ کی۔ بات صرف یہ تھی کہ زمانہ نبوی میں بعض لوگ یوں کہد یتے تھے تجھے طلاق ہے طلاق طلاق اور آخر میں دو طلاقوں سے پہلی طلاق کی تاکید کرتے تھے جیسے کوئی کہے میں کل جاؤں گا کل کل۔ میں روٹی کھاؤں گا روٹی روٹی۔ اب بھی اگر کوئی اس نیت سے یہ الفاظ بولے تو عنداللہ ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ زمانہ فاروقی میں لوگ تین طلاقیں ہی دینے لگے۔ چونکہ عمل بدل گیا حکم بھی بدل گیا تب آپ نے یہ حکم نافذ فرمایا۔ اس مسئلہ کی نہایت ہی نفیس تحقیق ہماری تفسیر جلد دوم آیت الطلاق مرتان (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۲۹) کی تفسیر میں دیکھو جہاں بہت سی احادیث سے ثابت کیا ہے کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔

دوسرا باب

بیس تراویح پر اعتراضات وجوابات

اعتراض (۱)......:۔ مشکوۃ باب قیام شہر رمضان اور موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں ثابت ہوا کہ آٹھ رکعت تراویح ہے باقی وتر۔

(مؤطا امام مالک کتاب الصلاۃ فی رمضان باب الترغیب فی الصلاۃ فی رمضان ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۲۵۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں اولاً یہ کہ یہ حدیث مضطرب ہے اور مضطرب سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی کیونکہ اس کے راوی محمد ابن یوسف ہیں موطا میں تو ان سے گیارہ کی روایت ہے اور محمد ابن نصر مروزی نے انہیں محمد ابن یوسف سے بطریق محمد اسحاق تیرہ رکعت کی روایت کی اور محدث عبدالرزاق نے انہیں محمد ابن یوسف سے دوسری اسناد سے اکیس رکعت نقل کیں۔ اس کی تحقیق کے لئے دیکھو فتح الباری شرح بخاری جلد چہارم صفحہ ۱۸۰ مطبوعہ مطبع خیریہ مصر۔ ایک ہی راوی کے بیانات میں اس قدر تضاد اور اختلاف ہے اس کو اضطراب کہتے ہیں لہذا یہ تمام روایات غیر معتبر ہیں اس سے استدلال غلط ہے دوسرے یہ کہ اگر یہ حدیث آپ کے نزدیک صحیح ہے تو اس سے تراویح آٹھ رکعت ثابت ہوئیں مگر وتر تین رکعت کہے آپ وتر ایک رکعت کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ کے قول پر تو ۹ رکعتیں ہونی چاہئیں کیا ایک ہی حدیث کا آدھا حصہ مقبول اور آدھا غیر مقبول۔ تیسرے یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اولاً آٹھ تراویح کا حکم دیا گیا۔ پھر بارہ کا پھر آخر میں بیس پر قرار ہوا۔ کیونکہ مشکوۃ باب قیام شہر رمضان میں اسی حدیث کے بعد ہے و کان القاری یقراء سورۃ البقرۃ فی ثمان رکعات و اذا قام بھا فی ثنتی عشرۃ رکعتہ رای الناس انہ قد خفف یعنی قاری آٹھ رکعت میں سورۃ بقر پڑھتا تھا اور جب بارہ رکعت میں یہ سورۃ پڑھتا تو لوگوں کو ہلکا پن محسوس ہوتا۔

(مؤطا امام مالک کتاب الصلاۃ فی رمضان باب الترغیب فی الصلاۃ فی رمضان ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۲۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کے ماتحت مرقاۃ میں ہے۔

نعم ثبت العشرون فی زمن عمر و فی الموطا روایتہ باحدی عشرۃ وجمع بینھما انہ وقع اولا ثم

استقر الامر علی العشرین فانه المتوارث۔

یعنی ان روایات کو یوں جمع کیا گیا کہ اولاً تو آٹھ رکعت کا حکم ہوا پھر بیس پر قرار ہوا یہ بیس رکعت ہی منقول ہیں چوتھے یہ کہ اصل تراویح سنت رسول ﷺ ہے اور تین چیزیں سنت فاروقی۔ ہمیشہ پڑھنا۔ باقاعدہ جماعت سے پڑھنا بیس رکعت پڑھنا۔ حضور علیہ السلام نے بیس رکعت ہمیشہ نہ پڑھیں اور نہ صحابہ کرام کو باقاعدہ جماعت کا حکم دیا۔ اب اگر آٹھ رکعت پڑھی جائیں تو سنت فاروقی پر عمل چھوٹ گیا اور اگر بیس رکعت پڑھی جائیں تو سب پر عمل ہو گیا۔ کیونکہ بیس میں آٹھ آجاتی ہیں۔ اور آٹھ میں بیس نہیں آتیں حدیث شریف میں ہے کہ میری اور خلفائے راشدین کی سنتوں پر عمل کرو۔ تم بھی تراویح ہمیشہ اور باقاعدہ جماعت سے پڑھتے ہو۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں حضور سے ثابت نہیں سنت فاروقی ہیں لہذا بیس رکعت پڑھا کرو۔

اعتراض (۲)......۔ بخاری شریف میں ہے کہ ابو سلمہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور علیہ السلام رمضان کی راتوں میں کتنی رکعت پڑھتے آپ نے جواب دیا **ما کان رسول الله ﷺ یزید فی رمضان وفی غیره علی احدی عشر رکعات۔**

(صحیح البخاری کتاب التہجد باب قیام النبی باللیل فی رمضان وغیرہ ج ۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے تراویح آٹھ رکعت سے زیادہ کبھی نہ پڑھیں اور باقی وتر بیس رکعت پڑھنا بدعت سیئہ ہے۔

جواب:۔ اس کے بھی چند جواب ہیں ایک یہ کہ اس سے نماز تہجد مراد ہے نہ کہ تراویح کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت سے زیادہ نہ پڑھیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ وہی نماز ہے جو ہمیشہ پڑھی جاتی ہے نہ کہ تراویح کہ وہ صرف رمضان میں ہوتی ہے۔ نیز ترمذی میں اسی حدیث کے لئے **باب باندھا باب ماجاء فی وصف صلوة النبی ﷺ باللیل** ۔ (سنن الترمذی ج ۲ ص ۳۰۲ رقم الحدیث ۴۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) معلوم ہوا کہ یہ صلوۃ اللیل یعنی نماز تہجد ہے نہ کہ نماز تراویح۔ نیز اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ وتر سے پہلے کیوں سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ ہماری آنکھیں سوتی ہیں ہمارا دل نہیں سوتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ رکعتیں سو کے اٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ اور وتر بھی اس کے ساتھ ہی پڑھتے تھے۔ تب ہی تو حضرت صدیقہ کو تعجب ہوا کہ آپ نے ہم کو تو وتر پڑھ کر سونے کا حکم دیا اور خود سو کر مع تہجد وتر پڑھتے ہیں جواب دیا کہ چونکہ ہمیں جاگنے پر پورا بھروسہ ہے۔ جسے بھروسہ نہ ہو وہ وتر پڑھ کر سوئے اور تراویح سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور تہجد سونے کے بعد مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۴۰۰ میں ہے تحقیق آنست کہ صلوۃ آنحضرت در رمضان ہماں نماز معتاد بود یا زدہ رکعت کہ دائم در تہجد مے گزارد۔ دوسرے یہ کہ اگر بیس رکعت تراویح بدعت سیئہ ہے تو حضرت عمر و دیگر صحابہ کرام نے کیوں اختیار فرمائی اور خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی مخالفت کیوں نہ کی۔ ان پر کیا فتویٰ لگاؤ گے نیز آج سارے غیر مقلد پورے ماہ رمضان میں باجماعت تراویح پڑھتے ہیں۔ بتاؤ ان کی یہ ہمیشگی بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟

اگر حضور علیہ السلام نے آٹھ تراویح پڑھیں۔ تو صرف دو تین روز پڑھیں تم اس کی ہمیشگی کر کے کون ہوئے؟ اگر پورے متبع حدیث ہو تو سارے ماہ رمضان میں صرف تین دن تراویح پڑھا کرو۔

نیز ترمذی شریف کی روایت سے ثابت ہوا کہ مکہ والوں کا بیس تراویح پر اتفاق ہے اور مدینہ والوں کا اکتالیس پر ان میں سے کوئی بھی آٹھ رکعت کا عامل نہیں۔

اذان سے قبل درود وسلام کا ثبوت

اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا مستحب ہے پڑھنے والے کو اس کا ثواب بھی ملے گا۔ اگر کوئی اذان سے پہلے درود سلام نہیں پڑھتا تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ یہ فرض واجب نہیں مستحب ہے لیکن جو پڑھتے ہیں اس کو بدعتی نہ کہنا چاہئے اس لئے کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً۔

ترجمہ: اے ایمان والو تم بھی اس نبی ﷺ پر درود اور سلام خوب بھیجو۔

(سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲ رکوع ۴)

یہ آیت کریمہ مطلق و عام ہے اس میں کسی قسم کی قید و تخصیص نہیں ہے یعنی یہ نہیں فرمایا گیا کہ بس فلاں وقت میں ہی پڑھا کرو یا فلاں وقت میں درود وسلام نہ پڑھا کرو بلکہ مطلق رکھا تا کہ تمام ممکن اوقات کو شامل رہے اسی لئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انہ تعالی لم یوقت ذلک لیشمل سائر الاوقات۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس امر صلوٰۃ کا وقت معین نہیں کیا تا کہ تمام اوقات کو شامل رہے۔

(شرح شفا للقاری ج ۳ ص ۴۴۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے:

فی صلوتکم ومساجدکم وفی کل موطن۔

ترجمہ: یعنی اپنی نمازوں اور مسجدوں اور ہر مقام میں نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھو۔

(جلاء الافہام ص ۳۵۲)

زکریا کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

جن اوقات میں بھی (درود شریف) پڑھ سکتا ہو پڑھنا مستحب ہے۔

(تبلیغی نصاب فضائل درود شریف ص ۶۷)

لہٰذا مطلقاً یہ جگہ اور ہر وقت میں نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھنا جس میں اذان کا مقام بھی داخل ہے کلام الٰہی عزوجل سے مامور و ثابت ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن عروۃ بن الزبیر عن امرأۃ من بنی النجار قالت ثم کان بیتی من اطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن الیہ الفجر فیاتی بسحر فیجلس علی البیت ثم ینظر الی الفجر فاذا رآہ تمطی ثم قال اللھم انی احمدک واستعینک علی قریش ان یقیموا دینک قالت ثم یؤذن قالت واللہ ما علمتہ کان ترکھا لیلۃ واحدۃ ھذہ الکلمات۔

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنی نجار کی ایک صحابیہ خاتون فرماتی ہیں کہ میرا گھر مسجد مبارک کے ارگرد والے اونچے مکانوں سے تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس پر صبح کی اذان کہتے تھے صبح صادق سے پہلے آتے اور اس کی چھت پر بیٹھ کر وقت کا انتظار کرتے جب صبح صادق ہو جاتی تو کھڑے ہو کر کہتے اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھ سے قریش پر مدد چاہتا ہوں کہ وہ

حاشیہ......☆

یصلون عشرین رکعۃ۔

ترجمہ: اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعت تراویح ہے جو کہ حضرت علی حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور حضور ﷺ کے دیگر اصحاب سے مروی ہے اور یہی (کبار تابعین) سفیان ثوری عبداللہ بن مبارک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے اپنے شہر مکہ میں (اہل علم کو) بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔

(سنن الترمذی کتاب الصوم ج ۳ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۸۰۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۴ رقم الحدیث ۷۶۹۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۲۱۸ رقم الحدیث ۶۵۳ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاہرۃ مصر)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن یحییٰ الحلوانی قال حدثنا علی بن الجعد قال حدثنا ابو شیبۃ ابراھیم بن عثمان عن الحکم بن عتیبۃ عن مقسم عن بن عباس ثم ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(طبرانی اوسط ج ۱ ص ۲۴۳ رقم الحدیث ۷۹۸ مطبوعہ دار الحرمین القاہرہ مصر)، (طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۳۹۳ رقم الحدیث ۱۲۱۰۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن السائب بن یزید قال کنا ننصرف من القیام علی عھد عمر رضی اللہ عنہ وقد دنا فروع الفجر وکان القیام علی عھد عمر رضی اللہ عنہ ثلاثۃ وعشرین رکعۃ۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور (بشمول وتر) تیئس ۲۳ رکعات پڑھتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۷۷۳۳ المکتب الاسلامی بیروت)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عھد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شھر رمضان بعشرین رکعۃ قال وکانوا یقراون بالمئین وکانوا یتوکون علی عصیھم فی عھد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ من شدۃ القیام۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ماہ رمضان میں بیس ۲۰ رکعت تراویح پڑھتے تھے اور ان میں سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں شدت قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لگاتے تھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۳ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۴ ص ۲۰۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چند مسائل پر مختصر

و

مدلل تحقیق

تصنیف و تالیف

علامہ سعید اللہ خان قادری

حاشیہ.....☆

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال الشافعي واحب الى اذا كانوا جماعة ان يصلوا عشرين ركعة۔

(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۲ ص ۳۰۵)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه جمع الناس على ابى بن كعب فى قيام رمضان فكان يصلى بهم عشرين ركعة۔

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں قیام رمضان کے لئے اکٹھا کیا تو وہ انہیں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۰۰ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ بیس رکعت تراویح حضور ﷺ کی سنت مبارک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خصوصاً خلفاء راشدین کی سنت مبارک ہے جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

عن عرباض بن سارية...... فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ و اياكم والامور المحدثات فان كل بدعة ضلالة۔

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت میں ہے...... پس تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین المہدیین کی سنت کو پکڑ لینا لازم ہے اور ان کے طریقہ کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لینا اور بدعات سے بچنا کیونکہ ہر بدعت (سیئہ) گمراہی ہے۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵۔۱۶ رقم الحدیث ۴۲۔۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد ج ۴ ص ۲۰۰ برقم ۴۶۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محب الدین طبری ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۷۶۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۶-۱۲۷ برقم ۱۷۱۷۵-۱۷۱۷۶ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دبئی)، (سنن کبریٰ بیہقی جلد ۱۰ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان جلد ۶ ص ۶۷ رقم الحدیث ۷۵۱۵-۷۵۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع المسانید والسنن ابن کثیر ج ۹ ص ۴۴۰۵ تا ۴۴۰۷ رقم الحدیث ۶۲۷۴-۶۲۷۵-۶۲۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد والھدایۃ الی سبیل الرشاد امام بیہقی ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۵۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

غیر مقلدین جو آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں اور اس پر بڑے ضرور دیتے ہیں اور دلیل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی روایت پیش کرتے ہیں کہ:

ما كان رسول الله ﷺ يزيد فى ولا فى غيره على احدى عشرة ركعة۔

ترجمہ: یعنی کہ نبی کریم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ سے زائد نہیں کرتے تھے۔

یہ استدلال درست نہیں اس لئے مذکورہ بالا حدیث سے تراویح کا آٹھ رکعت ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہاں ایسی نماز کا ذکر فرما رہی ہیں جو رمضان شریف میں بھی پڑھی جاتی ہے اور غیر رمضان میں بھی۔ اور تراویح تو صرف رمضان ہی میں پڑھی جاتی ہے۔ چنانچہ یہاں تراویح کا تو سرے سے ذکر ہی نہیں۔ بلکہ تہجد کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے۔ اور تین وتر۔

ساتوں کنکر ایک دم پھینک دے تو ایک ہی رمی مانی جائے گی اور چھ کنکر اس کے علاوہ مارنے ہوں گے۔ ایسے ہی اگر کوئی قسم کھائے کہ میں ہزار درود پڑھوں گا اور پھر اس طرح پڑھے اللھم صل علی سیدنا محمد الف مرۃ تو اس کا یہ درود ہزار نہ مانا جائے گا بلکہ ایک ہی مانا جائے گا لہٰذا چاہیے کہ اگر کوئی ایک دم تین طلاقیں دے دے تو ایک ہی واقع ہو نہ کہ تین۔

جواب:۔ الحمد للہ آپ قیاس کے تو قائل ہوئے اور آپ نے قیاس کرنے کی زحمت گوارا فرمائی مگر جیسے آپ ویسا آپ کا قیاس جناب لعان اور رمی میں فعل مقصود ہے نہ کہ اس کا اثر اور طلاق میں اثر مقصود ہے نہ کہ محض فعل لہٰذا یہ قیاس صحیح نہیں۔ لعان کی ہر قسم ایک گواہ کے قائم مقام ہے۔ جب کہ زنا میں گواہیاں چار ہیں تو لعان میں جو اس کا قائم مقام ہے۔ یعنی فعل قسم بھی چار ہی چاہیے۔ بیک لفظ چار قسمیں کھانے میں فعل ایک ہی ہوا۔ نیز رمی جمروں میں سات فعل چاہئیں ایک دم سات کنکر پھینک دیئے میں مفعول سات ہوئے۔ مگر فعل ایک چونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے رمی میں سات فعل فرمائے ہیں۔ اس کی پیروی چاہیے۔ درود شریف میں ثواب بقدر محنت ملتا ہے ایک ہزار درود کی منت اتنی محنت کی منت ہے اور ظاہر ہے کہ ایک بار الف مرۃ کہہ لینے میں ہزار درود کی محنت نہیں پڑتی۔ لہٰذا ان کے احکام بھی مختلف قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے طلاق کونسا ثواب کا کام ہے۔ تاکہ اس میں زیادہ محنت کا ثواب ملے۔ غرضیکہ تمام اعتراضات مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہیں ان سب کی بنا تن آسانی اور نفس پروری ہے خدا تعالیٰ قرآن وحدیث کی صحیح فہم عطا فرمائے۔ اگر تین طلاقوں سے ایک ہی واقع ہو اور شوہر بیوی سے الگ ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر تینوں واقع ہو جائیں اور بغیر حلالہ رجوع کر لیا جائے تو عمر بھر حرام کاری ہوگی۔ لہٰذا احتیاط بھی اس میں ہے کہ تین طلاقیں تین ہی مانی جائیں اسی لئے علماء اصول فرماتے ہیں کہ اباحت اور حرمت میں جب تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولنا محمد والہ واصحبہ اجمعین برحمتہ وھو ارحم الراحمین۔

احمد یار خاں غفرلہ ولابیہ ومرشدہ بدایونی

مقیم گجرات پاکستان

رسالہ طلاق الاولہ فی حکم الطلاق الثلثہ

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاقیں دے دے تو اگر چہ اس نے برا کیا مگر اس صورت میں طلاقیں تین ہی واقع ہونگی نہ کہ ایک اور یہ عورت بغیر حلالہ اس مرد کو حلال نہ ہوگی۔ چونکہ زمانہ موجود کے غیر مقلد وہابی اس کے منکر ہیں اور خواہش نفسانی کے ماتحت کہتے ہیں کہ اس صورت میں طلاق ایک ہی واقع ہوگی اور عورت سے رجوع کرنا صحیح ہوگا اس لئے اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب لکھے جاتے ہیں پہلے باب میں مسئلہ کے دلائل اور دوسرے باب میں اس پر اعتراضات و جوابات۔

مقدمہ:۔ بہتر یہ ہے کہ اگر عورت کو طلاق دینا ہو تو صرف ایک ہی طلاق طہر میں دے۔ اور اگر تین طلاقیں ہی دینا ہوں تو ہر طہر میں ایک طلاق دے۔ لیکن اگر عورت کو بحالت حیض طلاق دیدے۔ یا تینوں طلاقیں ایک دم دیدے تو اگر چہ اس نے برا کیا۔ مگر جو طلاق دے گا وہ ہی واقع ہوگی ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کی تین صورتیں ہیں (۱) اگر شوہر اپنی اس بیوی کو جس سے صرف نکاح ہوا ہو اور خلوت نہ ہوئی ہو ایک دم تین طلاقیں اس طرح دے کہ تجھے طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ اس صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور آخری دو واقع نہ ہوں گی۔ کیونکہ پہلی طلاق بولتے ہی وہ عورت نکاح سے خارج ہوگئی اور کاس پر عدت بھی واجب نہ ہوئی۔ اور طلاق کے لئے نکاح یا عدت چاہیئے ہاں اگر اس عورت سے یوں کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو تینوں پڑجائیں گی کیونکہ اس صورت میں تینوں طلاقیں نکاح کی موجودگی میں پڑیں (عامہ کتب)

(۲) اگر شوہر اپنی اس بیوی کو جس سے خلوت ہو چکی ہے اس طرح طلاقیں دے کہ تجھے طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق طلاق۔ اور اخیری دو طلاقوں سے پہلی طلاق کی تاکید کی نیت کرے۔ نہ کہ علیحدہ طلاقوں کی تب بھی دیانۃً طلاق ایک ہی ہوگی (قاضی اس کی یہ بات نہ مانے گا) کیونکہ اس شخص نے ایک طلاق کی دو تاکیدیں کی ہیں۔ جیسے کوئی کہے کہ پانی پی لو۔ پانی پانی۔ کھانا کھالو کھانا کھانا میں کل گیا تھا کل کل۔ ان سب صورتوں میں پچھلے دو لفظوں سے پہلے لفظ کی تاکید ہے۔ (۳) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جس سے خلوت ہو چکی ہے۔ بیک وقت تین طلاقیں دے خواہ یوں کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں یا یہ کہے کہ تجھے طلاق ہے طلاق ہے، طلاق ہے۔ بہر حال طلاقیں تین ہی واقع ہونگی اور یہ عورت اب بغیر حلالہ اس مرد کو حلال نہ ہوگی۔ اس پر امام ابوحنیفہ و شافعی و مالک و احمد اور سلفاً خلفاً جمہور علماء کا اتفاق ہے۔ ہاں بعض ظاہرین مولوی اس آخری صورت میں اختلاف کرتے ہیں۔

چنانچہ تفسیر صاوی میں پارہ دوم زیر آیت فان طلقها فلا تحل له (الایہ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۳۰) ہے

والمعنی فان ثبت طلاقها ثلاثاً فی مرة او مرات فلا تحل (الایه) کما اذا قال لها انت طالق ثلثاً او البته وهذا هو المجمع علیه۔

یعنی علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو تین طلاقیں الگ الگ دے یا ایک دم۔ عورت بہر حال حرام ہو جائے گی۔

(تفسیر صاوی ج ۱ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز نووی شرح مسلم جلد اول باب الطلاق الثلث میں ہے۔

وقد اختلف العلمآء فی من قال لامراته انت طالق ثلثاً فقال الشافعی ومالک وابو حنیفته واحمد وجماهیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلث وقال طاء وس بعض اهل الظاهر یقول لایقع بذلك الا واحدة۔

(شرح صحیح مسلم نووی کتاب الطلاق ج ۵ جز ۱۰ ص ۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اگر اکٹھی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتیں تو رجوع ناممکن تھا وہاں تو حلالہ کی ضرورت درپیش آتی معلوم ہوا کہ ایک طلاق باقی رکھی گئی اور دو کو رد کر دیا گیا حالانکہ خود ابورکانہ عرض کر رہے ہیں کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں۔ یہاں تاکید کا احتمال نہیں اور پھر بھی ایک ہی مانی گئی۔

جواب:۔ افسوس کہ معترض نے ابوداؤد اور بیہقی کی آدھی روایت نقل کی آگے اس اعتراض کا نہایت نفیس جواب وہاں ہی دیا گیا ہے جسے معترض چھوڑ گیا۔ اس جگہ ابوداؤد بیہقی میں ہے کہ نافع ابن عجیر اور عبداللہ بن علی ابن یزید ابن رکانہ نے اپنے دادا رکانہ سے روایت کی کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی لہذا حضور نے ان کی بیوی کی ان کی طرف واپس کر دیا۔ یہ حدیث دیگر احادیث سے صحیح ہے کیونکہ اس کا بیٹا اور اس کے گھر والے اس کے حالات سے بمقابلہ غیروں کے زیادہ واقف ہوتے ہیں رکانہ کے پوتے تو فرماتے ہیں کہ میرے دادا نے میری دادی کو طلاق بتہ دی اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ طلاقیں تین دیں۔ لامحالہ پوتے کی روایت زیادہ صحیح ہوگی عبارت یہ ہے۔

وحديث نافع ابن عجير وعبدالله ابن علي ابن يزيد ابن ركانه عن ابيه عن جده ان ركانه طلق امراء ته البته فردها النبي ﷺ اصح لانهم ولد الرجل واهله اعلم به ان ركانته انما طلق امراء ته البته وجعلها النبي ﷺ واحدة۔

(بیہقی سنن کبری ج ۷ ص ۳۳۹ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (سنن ابوداؤد باب نسخ المر ... ج ۲ ص ... رقم الحدیث ۲۱۹۶ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت)

خلاصہ یہ کہ تین طلاق والی روایات سب ضعیف ہیں بلکہ امام بیہقی نے اسی جگہ فرمایا ہے کہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آٹھ روائتیں اس کے خلاف ہیں اور پھر رکانہ کی اولاد سے بھی طلاق بتہ کی روایت ہے بتاؤ کہ تین طلاقوں والی ایک روایت معتبر ہوگی یا طلاق بتہ والی آٹھ اور ایک نو روائتیں بیہقی کی عبارت یہ ہے۔

وهذا الاسناد لاتقوم به الحجته مع ثمانيته ورد عن عباس فافتاه بخلف ذلك ومع روايت اولاد ركانه ان طلاق ركانه كان واحدة وبالله التوفيق۔

(بیہقی سنن کبری ج ۷ ص ۳۳۹ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ ابورکانہ نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا تھا کہ یا حبیب اللہ میں نے ایک طلاق کی نیت کی تھی اور نبی ﷺ نے اس پر قسم بھی لی تھی تب انہیں رجوع کا حکم دیا۔ امام نووی نے فرمایا کہ ابورکانہ کی تین طلاقوں کی روایت ضعیف ہے اور مجہول لوگوں سے مروی ہے۔ ان کی طلاق کے متعلق صرف وہی روایت صحیح ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے طلاق بتہ دی تھی۔ اور لفظ بتہ میں ایک کا بھی احتمال ہوتا ہے اور تین کا بھی۔ شاید تین طلاق کے ضعیف راوی نے سمجھا کہ بتہ تین طلاق کو کہتے ہیں۔ اس لئے بجائے بتہ کے تین کی روایت بالمعنی کر گیا۔ جس میں اس نے سخت غلطی کی عبارت یہ ہے۔

واما الرواية التى رواها المخالفون ان ركانه طلقها ثلث فجعلها واحدة فروايته ضعيفته عن قوم مجهولين وانما الصحيح منها ما قدمناه انه طلقها البتته ولفظ البتته محتمل للواحدة وللثلث و لعل صاحب هذا الروايته الضعيفته اعتقد ان لفظ البتته للآث افرواه بالمعنى الذى فهمه وغلط فى ذالك۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۵ ص جز ۱۰ کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث ص ۶۱ رقم الحدیث ۱۴۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اعتراض (۴)......:۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو بحالت حیض تین طلاقیں اکٹھی دیں تھیں۔ جنہیں حضور ﷺ نے ایک قرار دیا اور اس سے رجوع کرنے کا حکم دیا اگر یہ طلاقیں تین ہی ہوتیں تو رجوع ناممکن ہوتا۔

جواب:۔ یہ غلط ہے حق یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق ایک ہی دی تھی۔ نبی کریم نے انہیں رجوع کا حکم دیا کیونکہ طلاق بحالت طہر ہونی چاہیے چنانچہ مسلم شریف جلد اول باب تحریم الطلاق الحائض میں ہے۔

عن نافع عن عبدالله انه طلق امراءة له وهى حائض تطليقة واحدة فامره رسول الله ﷺ ان يراجع

فان طلقها الی طلقته ثالثه سواء وقع الاثنتان فی مرة او مرتین والمعنی فان ثبت طلاقها ثلثا فی مرة او مرات فلا تحل۔

(تفسیر صاوی ج ۱ ص ۱۷۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

یعنی اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں دیں تو واقع ہو جائیں گی خواہ ایک دم دے یا الگ الگ عورت حلال نہ رہے گی آگے فرماتے ہیں۔

کما اذا قال لها انت طالق ثلثا او البته وهذا هو الجمع علیه۔

(تفسیر صاوی ج ۱ ص ۱۷۲ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

یعنی اگر کوئی شخص یوں کہہ دے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو تین ہی واقع ہو جائیں گی اس پر امت حضرت محمد ﷺ کا اتفاق ہے اسی طرح اور تفاسیر میں بھی ہے۔

(۲) رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لاتدری لعل الله یحدث بعد ذلك امرا۔

(پارہ ۲۸ سورہ طلاق آیت نمبر ۱)

یعنی جو کوئی اللہ کی حدیں توڑے کہ ایک دم تین طلاقیں دیدے تو اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کیونکہ کبھی انسان طلاق دے کر شرمندہ ہوتا ہے اور رجوع کرنا چاہتا ہے اگر تین طلاقیں ایک دم دیدیگا تو رجوع نہ کر سکے گا اس آیت میں یہ نہ فرمایا کہ ایک دم تین طلاقیں دینے والے کی واقع نہ ہوں گی بلکہ فرمایا یہ گیا کہ ایسا آدمی ظالم ہے اگر اس سے طلاق ایک واقع ہوتی تو یہ ظالم کیسے ہوتا؟ نووی شرح مسلم باب الطلاق الثلث میں ہے۔

واحتج الجمهور بقوله تعالی ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه الخ قالوا معناه ان المطلق قد یحدث له ندم فلا یمکنه تدارکه لوقوع البینونته فلو کانت الثلث لم تقع طلاقه هذا الا رجعیا فلا یندم۔

ترجمہ: وہی ہے جو ہم اوپر عرض کر چکے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم نووی کتاب الطلاق ج ۵ جز ۱۰ ص ۶۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳) بیہقی اور طبرانی میں سوید ابن غفلہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی عائشہ خشعمیہ کو ایک دم تین طلاقیں دے دیں۔ بعد میں خبر ملی کہ وہ امام حسن کے فراق میں بہت روتی ہیں تو آپ رو پڑے اور فرمانے لگے کہ اگر میں نے اپنے والد سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو الگ الگ یا ایک دم تین طلاقیں دیدے تو وہ عورت بغیر حلالہ اسے جائز نہیں تو میں ضرور رجوع کر لیتا حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

لولا انی سمعت جدی وحدثنی ابی انه سمع جدی یقول ایما رجل طلق امراءته ثلثاً عند الاقراء او ثلثاً مبهمته لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره۔

(سنن کبریٰ للبیہقی کتاب الخلع والطلاق باب ماجاء امضاء الطلاق الثلاث وان کن مجموعات ج ۷ ص ۳۳۶ رقم الحدیث ۱۴۷۳۸ مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکۃ المکرمۃ)

اس سنن کبریٰ بیہقی میں حبیب ابن ابی ثابت کی روایت سے ہے۔

قال جآء رجل الی علی رضی الله عنه فقال طلقت امراءتی الفاً قال ثلث تحرمها علیك واقسم سائرهن بین نساءك۔

(سنن کبریٰ للبیہقی کتاب الخلع والطلاق باب ماجاء امضاء الطلاق الثلاث وان کن مجموعات ج ۷ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۱۴۷۳۸ مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکۃ المکرمۃ)،

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الطلاق باب فی الرجل یطلق امراته مائۃ اوالفا فی قول واحد ج ۴ ص ۱۳ رقم الحدیث ۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

چاہئیں۔ ایکدم تین طلاقیں الگ الگ کہاں ہوئیں۔ مرتان علیحدگی بتا رہا ہے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ایکدم تین طلاقیں ایک ہی ہوں گی بلکہ مقصد یہ ہے کہ طلاق رجعی دو طلاقیں ہیں۔ الطلاق میں الف لام عہدی ہے پھر فرمایا کہ جو کوئی دو سے زیادہ یعنی تین دے۔ تو بغیر حلالہ اسے عورت حلال نہیں۔ تفسیر احمدی وصاوی وجلالین میں ہے الطلاق ای التطلیق الذی یراجع بعدہ مرتین دوسرے یہ کہ اگر مان لیا جاوے کہ مرتان سے تین طلاقوں کی علیحدگی مراد ہے تو یہ کہنا کہ تجھے طلاق طلاق ہے طلاق ہے اس میں بھی طلاقوں کی لفظاً علیحدگی ہے اور یہ کہنا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں اس میں عددی علیحدگی کے بعد کیسے عدد بنے گا؟ آیت کا یہ مطلب کہاں سے نکالا گیا کہ طلاقوں کے درمیان ایک حیض کا فاصلہ ہونا شرط ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فارجع البصر کرتین (پارہ ۲۹ سورہ ۶۷ آیت نمبر ۴) آسمان کو بار بار دیکھو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مہینہ میں ایک ہی بار دیکھ لیا کرو تیسرے یہ کہ تمہاری تفسیر سے بھی آیت کا یہ مطلب بنے گا کہ طلاقیں الگ الگ ہونی چاہئیں ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ بے شک ایکدم طلاقیں دینا سخت منع ہے۔ الگ الگ ہی دینا ضروری ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ جو کوئی حماقت سے ایک دم تین طلاقیں دیدے تو واقع بھی ہونگی یا نہیں اس سے آیت ساکت ہے۔

اعتراض (۲)......:۔ مسلم شریف کتاب الطلاق میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی بلکہ شروع عہد فاروقی میں بھی حکم یہ تھا کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہوں گی عبارت یہ ہے۔

عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عهد رسول الله ﷺ وابی بکر وثنتین من خلافت عمر طلاق الثلاث واحدة۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق طلاق الثلاث ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۲۷۲ امطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز اسی مسلم میں اسی جگہ ہے کہ ابو الصحباء نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی میں تین طلاقیں ایک مانی جاتی تھیں انہوں نے فرمایا ہاں عبارت یہ ہے۔

ان ابالصحبآء قال لابن عباس اتعلم انما کانت الثلث تجعل واحدة علی عهد النبی ﷺ وابی بکر وثلثاً من امارة عمر فقال ابن عباس نعم۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق طلاق الثلاث ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۲۷۲ امطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان حدیثوں سے صراحتاً معلوم ہوا کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہیں۔

نوٹ:۔ غیر مقلدوں کا یہ انتہائی اعتراض ہے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ سیدنا ابن عباس ہی کی تو یہ روایت ہے اور خود ان ہی کا یہ فتویٰ ہے کہ ایک دم تین طلاقیں۔ تین طلاقیں ہی ہوں گی۔ جس کا ذکر پہلے باب میں ہو چکا اور جہاں راوی حدیث کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہو وہاں معلوم ہوگا کہ اس راوی کے علم میں یہ حدیث منسوخ ہے، نیز صحابہ کرام کی موجودگی میں حضرت عمر فاروق کا یہ قانون بنا دینا کہ ایکدم تین طلاقیں تین ہی ہوں گی اور اس پر عمل درآمد ہو جانا اور کسی صحابی بلکہ خود سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس پر اعتراض نہ کرنا با آواز بلند خبر دیتا ہے کہ وہ حدیث یا منسوخ ہے یا ماول۔ کیا صحابہ کرام حدیث کے خلاف اجماع کر سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس حدیث میں اس عورت کو طلاق دینا مراد ہے جس سے خلوت نہ ہوئی اور واقعی اگر کوئی شخص اپنی ایسی بیوی کو تین طلاقیں ایکدم اس طرح دے کہ تجھے طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو اول ہی واقع ہوگی اور آخر کی دو طلاقیں لغو۔ چنانچہ ابوداؤد کتاب الطلاق باب نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلث میں ہے کہ ابو صحباء نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ کو خبر نہیں کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی اور شروع خلافت فاروقی میں جو کوئی اپنی بیوی کو تین طلاقیں

الجوزاء۔

(سنن کبری للبیہقی کتاب الخلع والطلاق باب من جعل الثلاث واحدۃ وما ورد فی خلاف ذلک ج ۷ ص ۳۳۷ رقم الحدیث ۱۴۷۵۷ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

(۱۱) ابن ماجہ شروع ابواب الطلاق باب من طلق ثلثا فی مجلس واحد میں ہے کہ فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں کہ مجھے میرے شوہر نے یمن جاتے وقت تین طلاقیں ایکدم دیدیں۔ ان تینوں کو حضور ﷺ نے جائز رکھا عبارت یہ ہے۔

قالت طلقنی زوجی ثلثا وهو خارج الی الیمن فاجاز ذلك رسول الله ﷺ۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق من طلاق ثلاثا فی مجلس واحد ج ۲ ص ۵۰۷ رقم الحدیث ۲۰۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الدار قطنی کتاب الطلاق ج ۲ جز ۴ ص ۱۰ رقم الحدیث ۳۸۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الدارمی کتاب الطلاق باب فی المطلقۃ ثلاثا لها السکنی والنفقۃ ام لا؟ ج ۲ ص ۱۳۶ رقم الحدیث ۲۲۷۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۴۱۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

(۱۲) حاکم ابن ماجہ ابوداؤد نے عبداللہ ابن علی ابن یزید ابن رکانہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے دادا رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی۔ پھر وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا اور عرض کیا کہ میں نے ایک کی نیت کی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا اللہ کی قسم تم نے ایک ہی کی نیت کی تھی۔ عرض کیا قسم ہے رب کی میں نے نہ نیت کی مگر ایک کی بس حضرت محمد ﷺ نے ان کی بیوی کو ان پر واپس فرمادیا چنانچہ ابن ماجہ اور ابوداؤد میں ہے۔

عن عبدالله ابن علی ابن یزید ابن رکانته عن ابیه عن جده انه طلق امراته البتة فاتی رسول الله ﷺ فسئله فقال ما اردت بها قال واحدة قال او الله ما اردت بها الا واحدة قال والله ما اردت بها الا واحدة قال فردها الیه۔

(ابن ماجہ باب طلاق البتۃ ج ۱ ص ۶۶۱ رقم الحدیث ۲۰۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی البتۃ ج ۲ ص ۲۶۳ رقم الحدیث ۲۲۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع المسانید لابن کثیر ج ۳۲ ص ۱۱۱ رقم الحدیث ۲۸۴۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اگر ایک دم تین طلاقوں سے ایک ہی طلاق ہوتی تو حضور علیہ السلام حضرت رکانہ سے اس نیت کی قسم کیوں لیتے انہوں نے کہا تھا انت طالق طالق طالق اور آخری دو طلاقوں سے پہلی طلاق کی تاکید کی تھی۔ اس لئے اسے ایک قرار دیا گیا یہ روایت نہایت صحیح قابل اعتماد ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ فرماتے ہیں کہ **ما اشرف هذا الحدیث** یہ حدیث کیا ہی شریف الاسناد ہے (ابن ماجہ باب طلاق البتۃ ج ۱ ص ۶۶۱ رقم الحدیث ۲۰۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت) ابوداؤد نے فرمایا ہے **هذا اصح من حدیث ابن جریج** یہ روایت بمقابلہ روایت ابن جریج زیادہ صحیح ہے (سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی البتۃ ج ۲ ص ۲۶۳ رقم الحدیث ۲۲۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت) (۱۳) امام مالک و شافعی وابوداؤد و بیہقی میں بروایت معاویہ ابن ابی عیاش ہے کہ کسی نے حضرت ابوہریرہ اور عبداللہ ابن عباس سے پوچھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو ایکدم تین طلاقیں دیدے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک طلاق اسے جدا کردیگی اور تین حرام کہ بغیر حلالہ نکاح درست نہ ہوگا۔ عبداللہ ابن عباس نے اس کی تاکید فرمائی۔ عبارت یہ ہے۔

عن محمد ابن ایاس ان ابن عباس وابا هریرة وعبدالله ابن عمرو ابن العاص سئلوا عن البکر وطلقها زوجها ثلثاً قال لاتحل له حتی تنکح زوجاً غیره وروی ملك عن یحی ابن سعید عن بکیر ابن اشج عن معاویته ابن ابی عیاش انه شهد هذه القصته۔

(سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیق الثلث ج ۲ ص ۴۵۰ رقم الحدیث ۲۱۹۸ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۶۲-۲۶۳ رقم الحدیث ۱۱۱۲۲، ۱۱۱۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح معانی الآثار کتاب الطلاق ج ۲ جز ۳ ص ۵۷ رقم الحدیث ۴۴۷۹ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

(۱۴) بیہقی نے بسام صیرفی سے روایت کی کہ جعفر ابن محمد فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو نادانی سے یا جان بوجھ کر تین طلاقیں دیدے وہ عورت اس پر حرام ہوجائے گی۔

الجوزاء۔

(سنن کبریٰ للبیہقی کتاب الخلع والطلاق باب من جعل الثلاث واحدۃ وما وردفی خلاف ذلک ج ۷ص ۳۳۷ رقم الحدیث ۱۴۷۵۷ مطبوعہ مکتبۃ دارالباز مکۃ المکرمۃ)

(۱۱) ابن ماجہ شروع ابواب الطلاق باب من طلق ثلثا فی مجلس واحد میں ہے کہ فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں کہ مجھے میرے شوہر نے یمن جاتے وقت تین طلاقیں ایکدم دیدیں۔ان تینوں کو حضور ﷺ نے جائز رکھا عبارت یہ ہے۔

قالت طلقنی زوجی ثلثا وھو خارج الی الیمن فاجاز ذلک رسول اللہ ﷺ۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق من طلاق ثلاثا فی مجلس واحد ج ۲ص ۵۰۷ رقم الحدیث ۲۰۲۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(سنن الدارقطنی کتاب الطلاق ج ۲ جز ۴ ص ۱۰ رقم الحدیث ۳۸۷۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(سنن الدارمی کتاب الطلاق باب فی المطلقۃ ثلاثا لھا السکنی والنفقۃ ام لا؟ ج ۲ص ۱۳۶ رقم الحدیث ۲۲۷۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(مسند احمد ج ۶ص ۴۱۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

(۱۲) حاکم ابن ماجہ ابوداؤد نے عبداللہ ابن علی ابن یزید ابن رکانہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے دادا رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی۔پھر وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا اور عرض کیا کہ میں نے ایک کی نیت کی تھی۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا اللہ کی قسم تم نے ایک ہی کی نیت کی تھی۔عرض کیا قسم ہے رب کی میں نے نہ نیت کی مگر ایک کی بس حضرت محمد ﷺ نے ان کی بیوی کو ان پر واپس فرما دیا چنانچہ ابن ماجہ اور ابوداؤد میں ہے۔

عن عبداللہ ابن علی ابن یزید ابن رکانتہ عن ابیہ عن جدہ انہ طلق امراتہ البتۃ فاتی رسول اللہ ﷺ فسئلہ فقال ما اردت بھا قال واحدۃ قال او اللہ ما اردت بھا الا واحدۃ قال واللہ ما اردت بھا الا واحدۃ قال فردھا الیہ۔

(ابن ماجہ باب طلاق البتۃ ج ۱ص ۶۶۱ رقم الحدیث ۲۰۵۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)،(سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی البتۃ ج ۲ص ۲۶۳ رقم الحدیث ۲۲۰۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت)،(جامع المسانید لابن کثیر ج ۳۲ص ۱۱۱ رقم الحدیث ۲۸۳۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اگر ایک دم تین طلاقوں سے ایک ہی طلاق ہوتی تو حضور علیہ السلام حضرت رکانہ سے اس نیت کی قسم کیوں لیتے انہوں نے کہا تھا انت طالق طالق طالق اور آخری دو طلاقوں سے پہلی طلاق کی تاکید کی تھی۔اس لئے اسے ایک قرار دیا گیا یہ روایت نہایت صحیح قابل اعتماد ہے۔چنانچہ ابن ماجہ فرماتے ہیں کہ **ما اشرف ھذا الحدیث** یہ حدیث کیا ہی شریف الاسناد ہے(ابن ماجہ باب طلاق البتۃ ج ۱ص ۶۶۱ رقم الحدیث ۲۰۵۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)ابوداؤد نے فرمایا ہے **ھذا اصح من حدیث ابن جریح** یہ روایت بمقابلہ روایت ابن جریح زیادہ صحیح ہے(سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی البتۃ ج ۲ص ۲۶۳ رقم الحدیث ۲۲۰۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت)(۱۳) امام مالک وشافعی وابوداؤد وبیہقی میں بروایت معاویہ ابن ابی عیاش ہے کہ کسی نے حضرت ابوہریرہ اور عبداللہ ابن عباس سے پوچھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو ایکدم تین طلاقیں دیدے۔اس کا کیا حکم ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک طلاق اسے جدا کر دیگی اور تین حرام کہ بغیر حلالہ نکاح درست نہ ہوگا۔عبداللہ ابن عباس نے اس کی تاکید فرمائی۔عبارت یہ ہے۔

عن محمد ابن ایاس ان ابن عباس وابا ھریرۃ وعبداللہ ابن عمرو ابن العاص سئلوا عن البکر وطلقھا زوجھا ثلثا قال لاتحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ وروی ملک عن یحی ابن سعید عن بکیر ابن اشج عن معاویتہ ابن ابی عیاش انہ شھد ھذہ القصتہ۔

(سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیق الثلث ج ۲ص ۲۵۰،۲۴۹ رقم الحدیث ۲۱۹۸ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت)،(مصنف عبدالرزاق ج ۶ص ۲۶۲،۲۶۳ رقم الحدیث ۱۱۱۲۲،۱۱۱۱۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،(شرح معانی الآثار کتاب الطلاق ج ۲ جز ۳ص ۵۷ رقم الحدیث ۴۴۷۹ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

(۱۴) بیہقی نے بسام صیرفی سے روایت کی کہ جعفر ابن محمد فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو نادانی سے یا جان بوجھ کر تین طلاقیں دیدے وہ عورت اس پر حرام ہو جائے گی۔

جائیں۔ ایکدم تین طلاقیں الگ الگ کہاں ہوئیں۔ مرتان علیحدگی بتارہا ہے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ایکدم تین طلاقیں ایک ہی ہوں گی بلکہ مقصد یہ ہے کہ طلاق رجعی دو طلاقیں ہیں۔ الطلاق میں الف لام عہدی ہے پھر فرمایا کہ جوکوئی دو سے زیادہ یعنی تین دے۔ تو بغیر حلالہ اسے عورت حلال نہیں۔ تفسیر احمدی وصاوی وجلالین میں ہے الطلاق ای التطلیق الذی یراجع بعدہ مرتین دوسرے یہ کہ اگر مان لیا جاوے کہ مرتان سے تین طلاقوں کی علیحدگی مراد ہے تو یہ کہنا کہ تجھے طلاق طلاق ہے طلاق ہے اس میں بھی طلاقوں کی لفظاً علیحدگی ہے اور یہ کہنا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں اس میں عددی علیحدگی کے بعد کیسے عدد بنے گا؟ آیت کا یہ مطلب کہاں سے نکالا گیا کہ طلاقوں کے درمیان ایک حیض کا فاصلہ ہونا شرط ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فارجع البصر کرتین (پارہ ۲۹ سورہ ۶۷ آیت نمبر۴) آسمان کو بار بار دیکھو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مہینہ میں ایک ہی بار دیکھ لیا کرو تیسرے یہ کہ تمہاری تفسیر سے بھی آیت کا یہ مطلب بنے گا کہ طلاقیں الگ الگ ہونی چاہئیں ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ بے شک ایکدم طلاقیں دینا سخت منع ہے۔ الگ الگ ہی دینا ضروری ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ جوکوئی حماقت سے ایک دم تین طلاقیں دیدے تو واقع بھی ہونگی یا نہیں اس سے آیت ساکت ہے۔

اعتراض (۲)......:۔ مسلم شریف کتاب الطلاق میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی بلکہ شروع عہد فاروقی میں بھی حکم یہ تھا کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہوں گی عبارت یہ ہے۔

عن ابن عباس قال كان الطلاق على عهد رسول الله ﷺ وابى بكر وثنتين من خلافت عمر طلاق الثلاث واحدة۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق طلاق الثلاث ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۱۴۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز اسی مسلم میں اسی جگہ ہے کہ ابو الصحباء نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی میں تین طلاقیں ایک مانی جاتی تھیں انہوں نے فرمایا ہاں عبارت یہ ہے۔

ان اباالصحبآء قال لابن عباس اتعلم انما كانت الثلث تجعل واحدة على عهد النبى ﷺ وابى بكر وثلثاً من امارة عمر فقال ابن عباس نعم۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق طلاق الثلاث ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۱۴۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان حدیثوں سے صراحتاً معلوم ہوا کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہیں۔

نوٹ:۔ غیر مقلدوں کا یہ انتہائی اعتراض ہے۔

جواب:۔ اس کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ سیدنا ابن عباس ہی کی تو یہ روایت ہے اور خود ان ہی کا یہ فتویٰ ہے کہ ایک دم تین طلاقیں۔ تین طلاقیں ہی ہوں گی۔ جس کا ذکر پہلے باب میں ہو چکا اور جہاں راوی حدیث کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہو وہاں معلوم ہوگا کہ اس راوی کے علم میں یہ حدیث منسوخ ہے، نیز صحابہ کرام کی موجودگی میں حضرت عمر فاروق کا یہ قانون بنا دینا کہ ایکدم تین طلاقیں تین ہی ہوں گی اور اس پر عمل درآمد ہو جانا اور کسی صحابی بلکہ خود سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس پر اعتراض نہ کرنا با آواز بلند خبر دیتا ہے کہ وہ حدیث یا منسوخ ہے یا ماول۔ کیا صحابہ کرام حدیث کے خلاف اجماع کر سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس حدیث میں اس عورت کو طلاق دینا مراد ہے جس سے خلوت نہ ہوئی اور واقعی اگر کوئی شخص اپنی ایسی بیوی کو تین طلاقیں ایکدم اس طرح دے کہ تجھے طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو اول ہی واقع ہوگی اور آخر کی دو طلاقیں لغو۔ چنانچہ ابوداؤد کتاب الطلاق باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلث میں ہے کہ ابو صحباء نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ کو خبر نہیں کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی اور شروع خلافت فاروقی میں جوکوئی اپنی بیوی کو تین طلاقیں

فان طلقها الی طلقته ثالثة سواء وقع الاثنتان فی مرة او مرتین والمعنی فان ثبت طلاقها ثلثا فی مرة او مرات فلا تحل۔

(تفسیر صاوی ج ا ص ۲۷ امطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

یعنی اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں دیں تو واقع ہو جائیں گی خواہ ایک دم دے یا الگ الگ عورت حلال نہ رہے گی آگے فرماتے ہیں۔

کما اذا قال لها انت طالق ثلثا او البته وهذا هو المجمع علیه۔

(تفسیر صاوی ج ا ص ۲۷ امطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

یعنی اگر کوئی شخص یوں کہہ دے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو تین ہی واقع ہو جائیں گی اس پر امت حضرت محمد ﷺ کا اتفاق ہے اسی طرح اور تفاسیر میں بھی ہے۔

(۲) رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لاتدری لعل الله یحدث بعد ذلك امرا۔

(پارہ ۲۸ سورہ طلاق آیت نمبر ۱)

یعنی جو کوئی اللہ کی حدیں توڑے کہ ایک دم تین طلاقیں دیدے تو اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کیونکہ کبھی انسان طلاق دے کر شرمندہ ہوتا ہے اور رجوع کرنا چاہتا ہے اگر تین طلاقیں ایک دم دیدیگا تو رجوع نہ کر سکے گا اس آیت میں یہ نہ فرمایا کہ ایک دم تین طلاقیں دینے والے کی واقع نہ ہوں گی بلکہ فرمایا یہ گیا کہ ایسا آدمی ظالم ہے اگر اس سے طلاق ایک واقع ہوتی تو یہ ظالم کیسے ہوتا؟ نووی شرح مسلم باب الطلاق الثلث میں ہے۔

واحتج الجمهور بقوله تعالی ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه الخ قالوا معناه ان المطلق قد یحدث له ندم فلا یمکنه تدارکه لوقوع البینونته فلو کانت الثلث لم تقع طلاقه هذا الا رجعیا فلا یندم۔

ترجمہ: وہی ہے جو ہم اوپر عرض کر چکے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم نووی کتاب الطلاق ج ۵ جز ۱۰ ص ۶۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳) بیہقی اور طبرانی میں سوید ابن غفلتہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی عائشہ خثعمیہ کو ایک دم تین طلاقیں دے دیں۔ بعد میں خبر ملی کہ وہ امام حسن کے فراق میں بہت روتی ہیں تو آپ رو پڑے اور فرمانے لگے کہ اگر میں نے اپنے والد سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو الگ الگ یا ایک دم تین طلاقیں دیدے تو وہ عورت بغیر حلالہ اسے جائز نہیں تو میں ضرور رجوع کر لیتا حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

لولا انی سمعت جدی وحدثنی ابی انه سمع جدی یقول ایما رجل طلق امراءته ثلثاً عند الاقراء او ثلثاً مبهمته لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره۔

(سنن کبریٰ للبیہقی کتاب الخلع والطلاق باب ماجاء امضاء الطلاق الثلاث وان کن مجموعات ج ۷ ص ۳۳۶ رقم الحدیث ۱۴۷۳۸ مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکۃ المکرمۃ)

اس سنن کبریٰ بیہقی میں حبیب ابن ابی ثابت کی روایت سے ہے۔

قال جآء رجل الی علی رضی الله عنه فقال طلقت امراءتی الفاً قال ثلث تحرمها علیك واقسم سائرهن بین نساءك۔

(سنن کبریٰ للبیہقی کتاب الخلع والطلاق باب ماجاء امضاء الطلاق الثلاث وان کن مجموعات ج ۷ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۱۴۷۳۸ مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکۃ المکرمۃ)،
(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الطلاق باب فی الرجل یطلق امراته مائۃ او الفاً فی قول واحد ج ۴ ص ۱۲ رقم الحدیث ۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

اگر اکٹھی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتیں تو رجوع ناممکن تھا وہاں تو حلالہ کی ضرورت درپیش آتی معلوم ہوا کہ ایک طلاق باقی رکھی گئی اور دو کو رد کردیا گیا حالانکہ خود ابورکانہ عرض کر رہے ہیں کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں۔ یہاں تاکید کا احتمال نہیں اور پھر بھی ایک ہی مانی گئی۔

جواب:۔ افسوس کہ معترض نے ابوداؤد اور بیہقی کی آدھی روایت نقل کی آگے اس اعتراض کا نہایت نفیس جواب وہاں ہی دیا گیا ہے جسے معترض چھوڑ گیا۔ اس جگہ ابوداؤد بیہقی میں ہے کہ نافع ابن عجیر اور عبداللہ بن علی ابن یزید ابن رکانہ نے اپنے دادا رکانہ سے روایت کی کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی لہذا حضور نے ان کی بیوی کی ان کی طرف واپس کردیا۔ یہ حدیث دیگر احادیث سے صحیح ہے کیونکہ اس کا بیٹا اور اس کے گھر والے اس کے حالات سے بمقابلہ غیروں کے زیادہ واقف ہوتے ہیں رکانہ کے پوتے تو فرماتے ہیں کہ میرے دادا نے میری دادی کو طلاق بتہ دی اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ طلاقیں تین دیں۔ لامحالہ پوتے کی روایت زیادہ صحیح ہوگی عبارت یہ ہے۔

وحديث نافع ابن عجير وعبدالله ابن علی ابن يزيد ابن ركانه عن ابيه عن جده ان ركانه طلق امراء ته البتة فردها النبی ﷺ اصح لانهم ولد الرجل واهله اعلم به ان ركانته انما طلق امراء ته البتته وجعلها النبی ﷺ واحدة۔

(بیہقی سنن کبری ج ۷ ص ۳۳۹ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (سنن ابوداؤد باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث ج ۲ ص ۶ رقم الحدیث ۲۱۹۶ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت)

خلاصہ یہ کہ تین طلاق والی روایات سب ضعیف ہیں بلکہ امام بیہقی نے اسی جگہ فرمایا ہے کہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آٹھ روائتیں اس کے خلاف ہیں اور پھر رکانہ کی اولاد سے بھی طلاق بتہ کی روایت ہے بتاؤ کہ تین طلاقوں والی ایک روایت معتبر ہوگی یا طلاق بتہ والی آٹھ اور ایک نو روائتیں بیہقی کی عبارت یہ ہے۔

وهذا الاسناد لاتقوم به الحجته مع ثمانيته ورد عن عباس فافتاه بخلف ذلك ومع روايت اولاد ركانه ان طلاق ركانه كان واحدة وبالله التوفيق۔

(بیہقی سنن کبری ج ۷ ص ۳۳۹ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ ابورکانہ نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا تھا کہ یا حبیب اللہ میں نے ایک طلاق کی نیت کی تھی اور نبی ﷺ نے اس پر قسم بھی لی تھی تب انہیں رجوع کا حکم دیا۔ امام نووی نے فرمایا کہ ابورکانہ کی تین طلاقوں کی روایت ضعیف ہے اور مجہول لوگوں سے مروی ہے۔ ان کی طلاق کے متعلق صرف وہی روایت صحیح ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے طلاق بتہ دی تھی۔ اور لفظ بتہ میں ایک کا بھی احتمال ہوتا ہے اور تین کا بھی۔ شاید تین طلاق کے ضعیف راوی نے سمجھا کہ بتہ تین طلاق کو کہتے ہیں۔ اس لئے بجاتے بتہ کے تین کی روایت بالمعنی کر گیا۔ جس میں اس نے سخت غلطی کی عبارت یہ ہے۔

واما الرواية التی رواها المخالفون ان ركانه طلقها ثلثا فجعلها واحدة فروايته ضعيفته عن قوم مجهولين وانما الصحيح منها ما قدمناه انه طلقها البتته ولفظ البتته محتمل للواحدة وللثلث و لعل صاحب هذا الروايته الضعيفته اعتقد ان لفظ البتته ثلآث افرواه بالمعنی الذی فهمه وغلط فی ذالك۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۵ ص جز ۱۰ کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث ص ۶۱ رقم الحدیث ۳۶۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اعتراض (۴)......:۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو بحالت حیض تین طلاقیں اکٹھی دیں تھیں۔ جنہیں حضور ﷺ نے ایک قرار دیا اور اس سے رجوع کرنے کا حکم دیا اگر یہ طلاقیں تین ہی ہوتیں تو رجوع ناممکن ہوتا۔

جواب:۔ یہ غلط ہے حق یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق ایک ہی دی تھی۔ نبی کریم نے انہیں رجوع کا حکم دیا کیونکہ طلاق بحالت طہر ہونی چاہیے چنانچہ مسلم شریف جلد اول باب تحریم الطلاق الحائض میں ہے۔

عن نافع عن عبدالله انه طلق امراء ة له وهی حائض تطليقة واحدة فامره رسول الله ﷺ ان يراجع

رسالہ طلاق الاولہ فی حکم الطلاق الثلثہ

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاقیں دے دے تو اگرچہ اس نے برا کیا مگر اس صورت میں طلاقیں تین ہی واقع ہونگی نہ کہ ایک اور یہ عورت بغیر حلالہ اس مرد کو حلال نہ ہوگی۔ چونکہ زمانہ موجود کے غیر مقلد وہابی اس کے منکر ہیں اور خواہش نفسانی کے ماتحت کہتے ہیں کہ اس صورت میں طلاق ایک ہی واقع ہوگی اور عورت سے رجوع کرنا صحیح ہوگا اس لئے اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب لکھے جاتے ہیں پہلے باب میں مسئلہ کے دلائل اور دوسرے باب میں اس پر اعتراضات وجوابات۔

مقدمہ:۔ بہتر یہ ہے کہ اگر عورت کو طلاق دینا ہو تو صرف ایک ہی طلاق طہر میں دے۔ اور اگر تین طلاقیں ہی دینا ہوں تو ہر طہر میں ایک طلاق دے۔ لیکن اگر عورت کو بحالت حیض طلاق دیدے۔ یا تینوں طلاقیں ایک دم دیدے تو اگرچہ اس نے برا کیا۔ مگر جو طلاق دے گا وہ ہی واقع ہوگی ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کی تین صورتیں ہیں (۱) اگر شوہر اپنی اس بیوی کو جس سے صرف نکاح ہوا ہو اور خلوت نہ ہوئی ہو ایک دم تین طلاقیں اس طرح دے کہ تجھے طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ اس صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور آخیری دو واقع نہ ہوں گی۔ کیونکہ پہلی طلاق بولتے ہی وہ عورت نکاح سے خارج ہوگئی اور کاس پر عدت بھی واجب نہ ہوئی۔ اور طلاق کے لئے نکاح یا عدت چاہیے ہاں اگر اس عورت سے یوں کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو تینوں پڑجائیں گی کیونکہ اس صورت میں تینوں طلاقیں نکاح کی موجودگی میں پڑیں (عامہ کتب)

(۲) اگر شوہر اپنی اس بیوی کو جس سے خلوت ہو چکی ہے اس طرح طلاقیں دے کہ تجھے طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق طلاق۔ اور اخیری دو طلاقوں سے پہلی طلاق کی تاکید کی نیت کرے۔ نہ کہ علیحدہ طلاقوں کی تب بھی دیانۃ طلاق ایک ہی ہوگی (قاضی اس کی یہ بات نہ مانے گا) کیونکہ اس شخص نے ایک طلاق کی دو تاکیدیں کی ہیں۔ جیسے کوئی کہے کہ پانی پی لو۔ پانی پانی۔ کھانا کھالو کھانا کھانا میں کل گیا تھا کل کل۔ ان سب صورتوں میں پچھلے دو لفظوں سے پہلے لفظ کی تاکید ہے۔ (۳) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جس سے خلوت ہو چکی ہے۔ بیک وقت تین طلاقیں دے خواہ یوں کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں یا یہ کہے کہ تجھے طلاق ہے طلاق ہے، طلاق ہے۔ بہر حال طلاقیں تین ہی واقع ہونگی اور یہ عورت اب بغیر حلالہ اس مرد کو حلال نہ ہوگی۔ اس پر امام ابوحنیفہ وشافعی ومالک واحمد اور سلفاً خلفاً جمہور علماء کا اتفاق ہے۔ ہاں بعض ظاہرین مولوی اس آخری صورت میں اختلاف کرتے ہیں۔

چنانچہ تفسیر صاوی میں پارہ دوم زیر آیت فان طلقها فلا تحل له (الایہ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۳۰) ہے

والمعنى فان ثبت طلاقها ثلاثا فى مرة او مرات فلا تحل (الايه) كما اذا قال لها انت طالق ثلثاً او البته وهذا هو المجمع عليه۔

یعنی علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو تین طلاقیں الگ الگ دے یا ایک دم۔ عورت بہر حال حرام ہو جائے گی۔

(تفسیر صاوی ج ۱ ص ۱۷۱ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

نیز نووی شرح مسلم جلد اول باب الطلاق الثلث میں ہے۔

وقد اختلف العلمآء فى من قال لامراته انت طالق ثلثاً فقال الشافعي ومالك وابوحنيفته واحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلث وقال طاوس بعض اهل الظاهر يقول لايقع بذلك الا واحدة۔

(شرح صحیح مسلم نووی کتاب الطلاق ج ۵ ج ۱۰ ص ۶۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ساتوں کنکر ایک دم پھینک دے تو ایک ہی رمی مانی جائے گی اور چھ کنکر اس کے علاوہ مارنے ہوں گے۔ ایسے ہی اگر کوئی قسم کھائے کہ میں ہزار درود پڑھوں گا اور پھر اس طرح پڑھے اللهم صل علی سیدنا محمد الف مرة تو اس کا یہ درود ہزار نہ مانا جائے گا بلکہ ایک ہی مانا جائے گا لہذا چاہیے کہ اگر کوئی ایک دم تین طلاقیں دے دے تو ایک ہی واقع ہو نہ کہ تین۔

جواب:۔ الحمد للہ آپ قیاس کے تو قائل ہوئے اور آپ نے قیاس کرنے کی زحمت گورا فرمائی مگر جیسے آپ ویسا آپ کا قیاس جناب لعان اور رمی میں فعل مقصود ہے نہ کہ اس کا اثر اور طلاق میں اثر مقصود ہے نہ کہ محض فعل لہذا یہ قیاس صحیح نہیں۔ لعان کی ہر قسم ایک گواہ کے قائم مقام ہے۔ جب کہ زنا میں گواہیاں چار ہیں تو لعان میں جو اس کا قائم مقام ہے۔ یعنی فعل قسم بھی چار ہی چاہیے۔ بیک لفظ چار قسمیں کھانے میں فعل ایک ہی ہوا۔ نیز رمی جمروں میں سات فعل چاہئیں ایک دم سات کنکر پھینک دینے میں مفعول سات ہوئے۔ مگر فعل ایک چونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے رمی میں سات فعل فرمائے ہیں۔ اس کی پیروی چاہیے۔ درود شریف میں ثواب بقدر محنت ملتا ہے ایک ہزار درود کی منت اتنی محنت کی منت ہے اور ظاہر ہے کہ ایک بار الف مرة کہہ لینے میں ہزار درود کی محنت نہیں پڑتی۔ لہذا ان کے احکام بھی مختلف قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے طلاق کونسا ثواب کا کام ہے۔ تا کہ اس میں زیادہ محنت کا ثواب ملے۔ غرضیکہ تمام اعتراضات مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہیں ان سب کی بنا تن آسانی اور نفس پروری ہے خدا تعالیٰ قرآن وحدیث کی صحیح فہم عطا فرمائے۔ اگر تین طلاقوں سے ایک ہی واقع ہو اور شوہر بیوی سے الگ ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر تینوں واقع ہو جائیں اور بغیر حلالہ رجوع کر لیا جائے تو عمر بھر حرام کاری ہوگی۔ لہذا احتیاط بھی اس میں ہے کہ تین طلاقیں تین ہی مانی جائیں اسی لئے علماء اصول فرماتے ہیں کہ اباحت اور حرمت میں جب تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولنا محمد والہ واصحبہ اجمعین برحمتہ وھو ارحم الراحمین۔

احمد یار خاں غفرلہ ولابیہ ومرشدہ بدایونی
مقیم گجرات پاکستان

حاشیہ......☆

• بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال الشافعی واحب الی اذا کانوا جماعۃ ان یصلوا عشرین رکعۃ۔

(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج۴ص۲۰۵)

• ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس علی ابی بن کعب فی قیام رمضان فکان یصلی بھم عشرین رکعۃ۔

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں قیام رمضان کے لئے اکٹھا کیا تو وہ انہیں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱ص۴۰۰مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ بیس رکعت تراویح حضور ﷺ کی سنت مبارک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خصوصاً خلافہ راشدین کی سنت مبارک ہے جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

عن عرباض بن ساریۃ...... فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ و ایاکم والامور المحدثات فان کل بدعۃ ضلالۃ۔

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ ﷺ سے ایک طویل روایت میں ہے......پس تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین المھدیین کی سنت کو پکڑ لینا لازم ہے اور ان کے طریقہ کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لینا اور بدعات سے بچنا کیونکہ ہر بدعت (سیئہ) گمراہی ہے۔

(سنن ابن ماجہ ج۱ص۱۵۔۱۶رقم الحدیث۴۲۔۴۳مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد۲ص۹۲مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد ج۴ص۲۰۰برقم ۴۶۰۷مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محب الدین طبری ج۱ص۲۵۳رقم الحدیث ۷۶۴مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد جلد ۴صفحہ ۱۲۶۔۱۲۷برقم ۱۷۲۷۵۔۱۷۲۷۶مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)، (مسند الامام الطحاوی ج۶ص۱۲۲رقم الحدیث ۵۵۳۵مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دمشق)، (سنن کبری بیہقی جلد۱۰ص۱۱۴مطبوعہ دارالباز مکۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان جلد۶ص۶۷رقم الحدیث ۷۵۱۵۔۷۵۱۶مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (جامع المسانید و سنن ابن کثیر ج۹ص۲۴۰۵تا۲۴۰۷رقم الحدیث۶۳۷۴۔۶۳۷۵۔۶۳۷۷مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد والھدایۃ الی سبیل الرشاد امام بیہقی ص ۲۲۹مطبوعہ دارالآفاق الجدیدۃ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج۶ص۵۴۱مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج۱ص۱۸۱رقم الحدیث۱۰۲مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

غیر مقلدین جو آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں اور اس پر بڑے ضرور دیتے ہیں اور دلیل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی روایت پیش کرتے ہیں کہ:

ما کان رسول اللہ ﷺ یزید فی ولا فی غیرہ علی احدی عشرہ رکعۃ۔

ترجمہ: یعنی کہ نبی کریم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ سے زائد نہیں کرتے تھے۔

یہ استدلال درست نہیں اس لئے مذکورہ بالا حدیث سے تراویح کا آٹھ رکعت ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہاں ایسی نماز کا ذکر فرما رہی ہیں جو رمضان شریف میں بھی پڑھی جاتی ہے اور غیر رمضان میں بھی۔ اور تراویح تو صرف رمضان ہی میں پڑھی جاتی ہے۔ چنانچہ یہاں تراویح کا تو سرے سے ذکر ہی نہیں۔ بلکہ تہجد کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے۔ اور تین وتر۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چند مسائل پر مختصر

و

مدلل تحقیق

تصنیف و تالیف

علامہ سعید اللہ خان قادری

حاشیہ......☆

یصلون عشرین رکعة۔

ترجمہ: اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعت تراویح ہے جو کہ حضرت علی حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور حضور ﷺ کے دیگر اصحاب سے مروی ہے اور یہی (کبار تابعین) سفیان ثوری عبداللہ بن مبارک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے اپنے شہر مکہ میں (اہل علم کو) بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔

(سنن الترمذی کتاب الصوم ج ۳ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۸۰۶ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۴ رقم الحدیث ۷۶۹۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشد الریاض)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۱ مطبوعہ مکتبۃ دارالباز مکۃ المکرمۃ)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۲۱۸ رقم الحدیث ۶۵۳ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاہرۃ مصر)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن یحییٰ الحلوانی قال حدثنا علی بن الجعد قال حدثنا ابو شیبة ابراهیم بن عثمان عن الحکم بن عتیبة عن مقسم عن بن عباس ثم ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(طبرانی اوسط ج ۱ ص ۲۴۳ رقم الحدیث ۷۹۸ مطبوعہ دارالحرمین القاہرہ مصر)، (طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۳۹۳ رقم الحدیث ۱۲۱۰۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۲ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۲۴۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن السائب بن یزید قال کنا ننصرف من القیام علی عهد عمر رضی اللہ عنه وقد دنا فروع الفجر وکان القیام علی عهد عمر رضی اللہ عنه ثلاثة وعشرین رکعة۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور (بشمول وتر) تیئیس ۲۳ رکعات پڑھتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۷۷۳۳ المکتب الاسلامی بیروت)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه فی شهر رمضان بعشرین رکعة قال وکانوا یقراون بالمئین وکانوا یتوکون علی عصیهم فی عهد عثمان بن عفان رضی اللہ عنه من شدة القیام۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ماہ رمضان میں بیس ۲۰ رکعت تراویح پڑھتے تھے اور ان میں سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں شدت قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لگاتے تھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۳۹۳ مطبوعہ مکتبۃ دارالباز مکۃ المکرمۃ)، (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۴ ص ۲۰۷)

اذان سے قبل درود وسلام کا ثبوت

اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا مستحب ہے پڑھنے والے کو اس کا ثواب بھی ملے گا۔ اگر کوئی اذان سے پہلے درود وسلام نہیں پڑھتا تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ یہ فرض واجب نہیں مستحب ہے لیکن جو پڑھتے ہیں اس کو بدعتی نہ کہنا چاہئے اس لئے کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیماً۔

ترجمه: اے ایمان والو تم بھی اس نبی ﷺ پر درود اور سلام خوب بھیجو۔

(سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲ رکوع ۴)

یہ آیت کریمہ مطلق وعام ہے اس میں کسی قسم کی قید وتخصیص نہیں ہے یعنی یہ نہیں فرمایا گیا کہ بس فلاں وقت میں ہی پڑھا کرو یا فلاں وقت میں درود وسلام نہ پڑھا کرو بلکہ مطلق رکھا تا کہ تمام ممکن اوقات کو شامل رہے اسی لئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انه تعالی لم یوقت ذلك لیشمل سائر الاوقات۔

ترجمه: اللہ تعالیٰ نے اس امر صلوٰۃ کا وقت معین نہیں کیا تا کہ تمام اوقات کو شامل رہے۔

(شرح شفاللقاری ج ۳ ص ۴۲۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے:

فی صلوتکم ومساجدکم وفی کل موطن۔

ترجمه: یعنی اپنی نمازوں اور مسجدوں اور ہر مقام میں نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھو۔

(جلاء الافہام ص ۲۵۲)

زکریا کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

جن اوقات میں بھی (درود شریف) پڑھ سکتا ہو پڑھنا مستحب ہے۔

(تبلیغی نصاب فضائل درود شریف ص ۶۷)

لہذا مطلقاً یہ جگہ اور ہر وقت میں نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھنا جس میں اذان کا مقام بھی داخل ہے کلام الٰہی عزوجل سے مامور و ثابت ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن عروة بن الزبیر عن امرأة من بنی النجار قالت ثم کان بیتی من اطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن الیه الفجر فیاتی بسحر فیجلس علی البیت ثم ینظر الی الفجر فاذا رآه تمطی ثم قال اللهم انی احمدك واستعینك علی قریش ان یقیموا دینك قالت ثم یؤذن قالت والله ما علمته کان ترکها لیلة واحدة هذه الکلمات۔

ترجمه: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنی نجار کی ایک صحابیہ خاتون فرماتی ہیں کہ میرا گھر مسجد مبارک کے ارگرد والے اونچے مکانوں سے تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس پر صبح کی اذان کہتے تھے صبح صادق سے پہلے آتے اور اس کی چھت پر بیٹھ کر وقت کا انتظار کرتے جب صبح صادق ہو جاتی تو کھڑے ہو کر کہتے اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھ سے قریش پر مدد چاہتا ہوں کہ وہ

استقر الامر علی العشرین فانه المتوارث۔

یعنی ان روایات کو یوں جمع کیا گیا کہ اولاً تو آٹھ رکعت کا حکم ہوا پھر بیس پر قرار ہوا یہ بیس رکعت ہی منقول ہیں چوتھے یہ کہ اصل تراویح سنت رسول ﷺ ہے اور تین چیزیں سنت فاروقی۔ ہمیشہ پڑھنا۔ با قاعدہ جماعت سے پڑھنا بیس رکعت پڑھنا۔ حضور علیہ السلام نے بیس رکعت ہمیشہ نہ پڑھیں اور نہ صحابہ کرام کو با قاعدہ جماعت کا حکم دیا۔ اب اگر آٹھ رکعت پڑھی جائیں تو سنت فاروقی پر عمل چھوٹ گیا اور اگر بیس رکعت پڑھی جائیں تو سب پر عمل ہوگیا۔ کیونکہ بیس میں آٹھ آجاتی ہیں۔ اور آٹھ میں بیس نہیں آتیں حدیث شریف میں ہے کہ میری اور خلفائے راشدین کی سنتوں پر عمل کرو۔ تم بھی تراویح ہمیشہ اور با قاعدہ جماعت سے پڑھتے ہو۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں حضور سے ثابت نہیں سنت فاروقی ہیں لہذا بیس رکعت پڑھا کرو۔

اعتراض (۲)......۔ بخاری شریف میں ہے کہ ابو سلمہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور علیہ السلام رمضان کی راتوں میں کتنی رکعت پڑھتے آپ نے جواب دیا ما کان رسول الله ﷺ یزید فی رمضان وفی غیره علی احدی عشر رکعات۔

(صحیح البخاری کتاب التہجد باب قیام النبی باللیل فی رمضان وغیرہ ج ۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے تراویح آٹھ رکعت سے زیادہ کبھی نہ پڑھیں اور باقی وتر بیس رکعت پڑھنا بدعت سیئہ ہے۔

جواب: اس کے بھی چند جواب ہیں ایک یہ کہ اس سے نماز تہجد مراد ہے نہ کہ تراویح کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت سے زیادہ نہ پڑھیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ وہی نماز ہے جو ہمیشہ پڑھی جاتی ہے نہ کہ تراویح کہ وہ صرف رمضان میں ہوتی ہے۔ نیز ترمذی میں اسی حدیث کے لئے باب باندھا باب ماجاء فی وصف صلوٰۃ النبی ﷺ باللیل۔ (سنن الترمذی ج ۲ ص ۳۰۲ رقم الحدیث ۴۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) معلوم ہوا کہ یہ صلوٰۃ اللیل یعنی نماز تہجد ہے نہ کہ نماز تراویح۔ نیز اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ وتر سے پہلے کیوں سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ ہماری آنکھیں سوتی ہیں ہمارا دل نہیں سوتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ رکعتیں سو کے اٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ اور وتر بھی اس کے ساتھ ہی پڑھتے تھے۔ تب ہی تو حضرت صدیقہ کو تعجب ہوا کہ آپ نے ہم کو تو وتر پڑھ کر سونے کا حکم دیا اور خود سو کر مع تہجد وتر پڑھتے ہیں جواب دیا کہ چونکہ ہمیں جاگنے پر پورا بھروسہ ہے۔ جسے بھروسہ نہ ہو وہ وتر پڑھ کر سوئے اور تراویح سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور تہجد سونے کے بعد مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۴۰۰ میں ہے تحقیق آنست کہ صلوٰۃ آنحضرت در رمضان ہماں نماز معتاد بود یا زدہ رکعت کہ دائم در تہجد مے گزارد۔ دوسرے یہ کہ اگر بیس رکعت تراویح بدعت سیئہ ہے تو حضرت عمر و دیگر صحابہ کرام نے کیوں اختیار فرمائی اور خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی مخالفت کیوں نہ کی۔ ان پر کیا فتویٰ لگاؤ گے نیز آج سارے غیر مقلد پورے ماہ رمضان میں باجماعت تراویح پڑھتے ہیں۔ بتاؤ ان کی یہ ہیشگی بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟

اگر حضور علیہ السلام نے آٹھ تراویح پڑھیں۔ تو صرف دو تین روز پڑھیں تم اس کی ہیشگی کر کے کون ہوئے؟ اگر پورے متبع حدیث حدیث ہو تو سارے ماہ رمضان میں صرف تین دن تراویح پڑھا کرو۔

نیز ترمذی شریف کی روایت سے ثابت ہوا کہ مکہ والوں کا بیس تراویح پر اتفاق ہے اور مدینہ والوں کا اکتالیس پر ان میں سے کوئی بھی آٹھ رکعت کا عامل نہیں۔

بحث مسئلہ ضاد وظاد کی تحقیق

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم۔

ضاد کو ظاء یا مشابہ ظاء کر کے پڑھنا غلط ہے اور اس طرح پڑھنے سے نماز ٹوٹ جائے گی ایسا شخص امامت کا اہل نہیں ہے اور ایسے امام کے پیچھے جو نماز پڑھی ہیں اس کا اعادہ واجب ہے۔ قرآن کریم کے حروف کے ہر حرف کو اس کے مخرج سے ادا کرنا ضروری ہے اور تمام حروف کے مخارج جدا جدا معین ہیں۔

عن حذیفة قال رسول الله ﷺ اقرؤوا القرآن بلحون العرب......

(الکامل ابن عدی ج ۲ ص ۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایک حرف کو دوسرے حرف کی طرح پڑھنا ناجائز ہے۔ ض اور ظاء دونوں حرف جدا جدا ہیں۔ ان کے مخارج بھی جدا ہیں۔ لہذا جو شخص قصداً یہ جان کر ض کو ظاء پڑھتا ہے کہ قرآن کریم میں اس جگہ یہ حرف اس طرح ہے کافر ہے۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقد اجمع المسلمون...... من نقص منه حرفاً قاصداً لذلك او بدله بحرف آخر مكانه او زاد فيه حرفاً مما لم يشتمل عليه المصحف الذى وقع الاجماع عليه و اجمع على انه ليس من القرآن عامداً لكل هذا انه كافر۔

ترجمہ: بے شک اہل اسلام کا اجماع ہے...... کہ جس نے قرآن کا کوئی حرف عمداً گھٹایا یا اس کے عوض دوسرا بڑھایا یا کوئی ایسا حرف زائد کیا جو مصحف شریف کا نہیں اور عمداً ایسے کیا تو وہ شخص بالاتفاق کافر ہے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی فصل فی بیان ما ہو من المقالات کفر الخ ج ۲ ص ۱۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وفى المحيط سئل الامام الفضلى ممن يقراء الظآء المعجمة او يقرء اصحاب الجنة مكان اصحاب النار او على العكس فقال لا تجوز امامة ولو تعمد يكفر۔

ترجمہ: اور محیط میں ہے کہ امام فضلی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جو ضاد کی جگہ ظاء یا اصحاب جنت کی جگہ اصحاب النار پڑھے۔ فرمایا اس شخص کی امامت جائز نہیں اور اگر قصداً ایسا کرے تو کافر ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۶۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جامع الفصولین میں ہے۔

يقراء الظآء الضاد و يقراء كيف شاء اصحاب الجنة مكان اصحاب النار لم تجز امامته ولو تعمد يكفر۔

ترجمہ: جو آدمی ضاد کی جگہ ظاء پڑھے اور اصحاب الجنۃ کی جگہ اصحاب النار پڑھے۔ اس کی امامت جائز نہیں اور اگر قصداً ایسا کرے تو کافر ہے۔

(جامع الفصولین کلمات کفریہ ص ۳۱۶)

منیۃ المصلی میں ہے۔

اما اذا قرأ مكان الذال ظاء او مكان الضاد ظاء او على القلب تفسد الصلوة وعليه اكثر الائمة۔

ترجمہ: بہر حال جب ذال کی ظاء یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اسی پر اکثر ائمہ کا مسلک ہے۔
(منیۃ المصلی ص ۱۱۸)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ولو قال ولا الضآلین بالظاء بطلت صلاتہ ارجع الوجھین الا ان یعجز عن الضاد بعد التعلم فیعذرہ۔

ترجمہ: جو ولا الضآلین کو ظاء کے ساتھ پڑھے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی زیادہ راجح کی وجہ پر، مگر اس صورت میں کہ تعلیم کے باوجود ضاد کو صحیح ادا کرنے سے عاجز ہے تو پھر معذور سمجھا جائے گا۔

(الاذکار المنتخبۃ من کلام سید الابرار ص ۳۶ مطبوعہ بیروت)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ولو قرء والعدیت ظبحاً بالظاء تفسد صلاتہ۔

ترجمہ: اور اگر کوئی والعدیت ضبحا کی بجائے ظبحا ظاء سے پڑھا تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

(فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۴۱)، (کبیری ص ۴۳۹)

نیز اسی فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

و کذا لو قرء غیر المغظوب بالظاء او بالذال تفسد صلاتہ۔

ترجمہ: اور اسی طرح اگر غیر المغضوب کی بجائے غیر المغظوب ظاء یا ذال سے پڑھے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔
(فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۴۲)، (کبیری ص ۴۳۹)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

قال القاضی الامام ابو الحسن والقاضی الامام ابو عاصم ان تعمد فسدت۔

ترجمہ: قاضی امام ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی امام ابو عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر عمداً ضاد کو ظاء پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔
(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۷۹)، (فتاویٰ عالمگیری مترجم امیر علی دیوبندی ج ۱ ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)، (فتاویٰ بزازیہ ج ۱ ص ۴۲)

مولوی قطب الدین اپنی تفسیر میں تحت آیت **وما ھو علی الغیب بضنین** میں لکھتے ہیں۔

کہ حرمین شریفین غیرہما اکثر ممالک میں تو سب (ضاد کو) دال مفخم کی طرح پڑھتے ہیں اور دہلی وغیرہ یا اکثر ہند کے ممالک میں بھی پہلے اسی طرح پڑھتے تھے مگر اب ان ایام میں بعض دنیا سازوں نے ظاء کے طور پڑھنے کا فتویٰ دیا جو کہ سراسر غلط ہے ایک مجلس میں بھی اس کی تحقیق کے لئے منعقد ہوئی اکثر وکل قراء کی رائے بطور سابق کے ضاد پڑھنے پر غالب رہی۔

(جامع التفاسیر ص ۳۶۱)

یہ وہی مولوی ہیں جنہوں نے مظاہر حق لکھی ہے اس پر دیوبندیوں کو اعتماد ہے کیونکہ مولوی محمد اسحاق کے شاگرد ہیں ان سے یہ پتہ چلا کہ اکابر دیوبند بھی ظاء نہیں پڑھتے تھے۔

بانی دار العلوم دیوبند قاسم نانوتوی لکھتے ہیں۔

سوال: خدمت میں علماء دین کی عرض ہے کہ ایک شخص کو ولنڈ ھورہ پرگنہ ضلع بجنور کا رہنا والا آیا ہے کہتا ہے کہ ضاد مخرج ظاء پڑھ ورنہ نماز باطل ہو جائے گی جواب ہر ایک امر کا اپنی مہر سے مذین فرما کر ارسال کریں کہ اس شخص کو جواب دیا جائے۔

جواب: جناب من جیسے بے کی جائے اور دال کی جگہ ذال اور جا کے بدلے خا اور شین کے عوض سین اور عین کے مقام غین اور لام کے مقام میم نہ کوئی پڑھتا ہے اور نہ کوئی جائز سمجھتا ہے اور ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک ہر کوئی اسی کو سمجھتا ہے ایسے ہی ضاد کو چھوڑ کر ظاء پڑھنا بھی خلاف عقل ونقل ہے یہ بات عقل ونقل کی رو سے منجملہ تحریف ہے جس کی برائی خود کلام اللہ میں موجود ہے پھر معلوم نہیں آج کل کے عالم کس وجہ سے ایسی نامعقول بات کہہ دیتے ہیں اور اہل اسلام کیوں ایسی بات تسلیم کر لیتے ہیں مگر شاید عوام فتووں کی مہروں کو دیکھ کر چل جاتے ہیں اور یہ کون جانے کہ کتابوں کا سمجھنا اور فتووں کا لکھنا ہر کسی کو نہیں آتا۔

(تصفیۃ العقائد ص ۴۲-۴۳ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

سوال ضاد کو کس طرح پڑھنا چاہئے اور اکثر فقہا کا قول کیا ہے اور اکثر کتب دینیات میں اس ذکر میں کیا لکھتے ہیں؟

جواب:...... **فی الجزریة والضاد من حافته اذا لی الا صنداس من اسیر ولیناها۔** جب مخرج معلوم ہو گیا تو ضاد کے ادا کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اس کے مخرج سے نکالا جاوے اب اس نکالنے سے بوجہ عدم مہارت خواہ کچھ ہی نکلے عفو ہے اور اگر قصداً دال یا ظاء پڑھے وہ جائز نہیں جیسا بعض نے دال پڑھنے کی عادت کر لی ہے اور بعض نے فقہا کے کلام میں یہ دیکھ کر کہ ضاد مشابہ ظاء ہے ظاء پڑھنا شروع کر دیا حالانکہ مشابہت کی حقیقت صرف مشارکت فی بعض الصفات ہے اور مشارکت فی بعض الصفات سے اتحاد ذات لازم نہیں آتا رہا قاضی خان کی اس جزئی سے **لو قرأ الضالین لا تفسد صلواة** ظاء پڑھنے کی اجازت سمجھ لینا اس کو دوسری جزئیات قاضی خان کی رد کرتی ہے۔

وهی هذا ولو قرأ والعادیات ظبحاً بالظاء تفسد صلواته اه وكذا لو قرا غیر المغضوب علیهم بالظاء او ر بالذال تفسد صلواته وامثال ذلك من الفروع المتعددة۔ واللہ اعلم۔

(فتاویٰ امدادیہ ج ۱ ص ۱۲۷ اربیع الاول باب تجوید ۱۳۲۲ھ)

رشید احمد گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں۔

یہ قول قاری صاحب کا درست ہے کہ جو شخص باوجود قدرت کے ضاد کو ضاد کے مخرج سے ادا نہ کرے وہ گنہگار بھی ہے اور اگر دوسرا لفظ بدل جانے سے معنی بدل گئے تو نماز بھی نہ ہوگی اور اگر باوجود کوشش سعی ضاد اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا تو معذور ہے اس کی نماز ہو جاتی ہے اور جو شخص خود صحیح پڑھنے پر قادر ہے ایسے معذور کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے مگر جو شخص قصداً دال یا ظاء پڑھے اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی فقط۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۷)

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

اصل حرف ضاد ہے اس کو اصل مخرج سے ادا کرنا واجب ہے۔ اگر نہ ہو سکے تو بحالت معذوری دال پر کی صورت سے بھی نماز ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی الجواب صحیح عزیز الرحمٰن، خلیل احمد، عنایت الٰہی، محمود، اشرف علی، غلام رسول۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۱)

عوام جو مخارج اور صفات سے واقف نہیں بوجہ ناواقفیت کے حرف ضاد کے بجاء ظاء پڑھے تو نماز فاسد ہو گی یا نہیں یہ الگ مسئلہ ہے مگر جان بوجھ کر باوجود قادر بالفعل ہونے کے ایسا کرے تو جمہور فقہاء کے نزدیک ان کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ ہمارے زمانہ میں اکثر

دیو بندی خصوصاً پنجپیری قصداً ضاد کے بجائے ظاء پڑھتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ جھگڑتے اور فساد پھیلاتے ہیں۔ ان پنجپیری دیو بندیوں کو اپنے مستند عالم مفتی زرولی خان کے اس قول پر عمل کرنا چاہیے۔ مفتی زرولی خان دیو بندی سی ڈی کیسٹ آپ کے مسائل اور ان کا حل میں کہتے ہیں۔

اے قاریوں (جو نماز میں ظاد پڑھتے ہیں) دوسروں کی نمازیں خراب نہ کرو (یعنی اپنی نماز تو ہے ہی خراب مگر دوسری کی نمازیں تو خراب نہ کرو) عرب ظاد کو جانتے تک نہیں۔ اس کے بعد محیط برہانی والی عبارت بیان فرمائی ہے اور ظاد کو بالکل غلط ثابت کیا ہے۔

(M-p-3 سی ڈی آپ کے مسائل اور ان کا حل جمعۃ المبارک کے موقع پر سوال و جواب کی صورت میں شائع کردہ شاپ نمبر ۸ سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی)

ہم بھی ان ضاد کے بجائے ظاد پڑھنے والوں کو یہی کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں فساد نہ پھیلاؤ اور مسلمانوں کی نمازیں خراب نہ کرو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ پھر تم کیوں وضوء، ضرورت، فضل الرحمٰن، ضیاء الدین، حضور وغیرہ الفاظ کہتے ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عجمی لفظ ہیں اور قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

انا انزلناہ قرآناً عربیا لعلکم تعقلون۔

ترجمہ: بے شک ہم نے اسے عربی قرآن اتارا تا کہ تم سمجھو۔

یہ عجمی الفاظ ہیں اور اردو زبان میں اس کو ظاء پڑھا جاتا ہے جب کہ قرآن عربی میں نازل ہوا ہے لہذا اس کو عجمی طریقہ اور تلفظ کے ساتھ نہیں بلکہ عربی تلفظ اور عربی مخارج کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

سعید اللہ خان قادری

اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا شرعی حکم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم۔

امام جب مسجد کے اندر ہو یعنی محراب کے قریب ہو تو اس وقت حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا حضور ﷺ کی سنت مبارک، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت مبارک، تابعین کی سنت مبارک اور تمام فقہاء احناف رحمہم اللہ کے نزدیک مستحب ہیں۔ اور اقامت کے شروع میں کھڑے ہونا فقہاء احناف رحمہم اللہ کے نزدیک بالاتفاق مکروہ ہیں۔ ترتیب وار دلائل حاضر ہیں۔

اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارک ھے

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عبد الرزاق عن ابن التیمی عن الصلت عن علقمة عن أمه عن أم حبیبة ان رسول الله ﷺ کان فی بیتها فسمع المؤذن فقال کما یقول فلما قال حی علی الصلوة نهض رسول الله ﷺ الی الصلوة۔

ترجمه: ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجرۂ مبارک میں تشریف فرما تھے اور مؤذن کے کلمات کا جواب اسی طرح دیا۔ جب مؤذن نے حی علی الصلوۃ کہا تو آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۸۱ رقم الحدیث ۱۸۵۱ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا اسحاق بن ابراهیم الدبری عن عبد الرزاق عن ابن التیمی عن الصلت یعنی ابن دینار عن علقمه عن أمه عن أم حبیبة ان رسول الله کان فی بیتها فسمع المؤذن فقال کما یقول فلما قال حی علی الصلوة نهض رسول الله ﷺ الی الصلوة۔

ترجمه: ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجرۂ مبارک میں تشریف فرما تھے اور مؤذن کے کلمات کا جواب اسی طرح دیا۔ جب مؤذن نے حی علی الصلوۃ کہا تو آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔

(المعجم الکبیر طبرانی ج ۲۳ ص ۲۴۴ رقم الحدیث ۴۸۵ مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی عراق)، (کنز العمال ج ۸ ص ۳۶۲ رقم الحدیث ۲۳۲۷۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (فتح الرحمٰن فی اثبات مذھب النعمان ج ۲ ص ۶۳ مطبوعہ بک لینڈ اردو بازار لاہور)

امام احمد بن عمرو بن عبدالخالق عتکی بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا محمد بن المثنی قال اخبرنا الحجاج بن فروخ عن العوام بن حوشب عن عبد الله بن ابی اوفی ﷺ قال کان بلال اذا قال قد قامت الصلوة نهض رسول الله ﷺ بالتکبیر۔

ترجمه: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ﷺ سے روایت ہے کہ جب حضرت بلال ﷺ "قد قامت الصلوة" کہتے تھے تو رسول اللہ ﷺ تکبیر کے ساتھ کھڑے ہوتے۔

(البحر الزخار، المعروف بمسند البزار ج ۸ ص ۲۹۸ رقم الحدیث ۳۳۷۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۲ ص ۶۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السنن الکبری بیہقی ج ۲ ص ۳۵ رقم الحدیث ۲۲۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

دیوبند مسلک کے مفتی اعظم محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں۔

٦......عن عبداللہ ابن ابی اوفی قال کان بلال اذا قال قدقامت الصلوة نهض رسول اللہ ﷺ (ذکره فی مجمع الزوائد عن مسند عبدالرزاق)۔

ترجمه: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ نے فرمایا کہ حضرت بلالؓ جب قد قامت الصلوۃ کہتے تھے تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے تھے۔

(جواھر الفقہ ج ۱ ص ۳۱۳ مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی)

نیز محمد شفیع دیوبندی اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"چھٹی حدیث سے ایک خاص صورت یہ بھی معلوم ہوئی کہ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ نماز سے پہلے ہی مسجد میں تشریف فرما ہوتے تھے تو آپ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن قد قامت الصلوۃ پر پہنچتا تھا اس سے ظاہر یہ ہے کہ عام صحابہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ اسی وقت کھڑے ہوتے ہوں گے۔

(جواہر الفقہ ج ۱ ص ۳۱۵ مطبوعہ مکتبہ [illegible]علوم کراچی)

ظفر احمد عثانی دیوبندی لکھتے ہیں۔

عن عبد اللہ بن ابی اوفی قال اذا قال بلال قد قامت الصلوۃ نهض رسول اللہ ﷺ بالتکبیر (أی ملتبسا به ۱۲ منه) رواه البزار و فیه الحجاج بن فروخ و هو ضعیف (مجمع الزوائد) قلت ذکره ابن حبان فی الثقات کما فی اللسان (۱۷۹:۲) فهو حسن الحدیث۔

ترجمہ: نعیم احمد دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں "عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ جب بلالؓ قد قامت الصلوۃ کہتے تو رسول اللہ ﷺ تکبیر کے ساتھ کھڑے ہو جاتے (یعنی مصلی پر کھڑے ہو کر تکبیر کہتے)۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں حجاج بن فروخ ہے جو ضعیف ہے (مجمع الزوائد)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے پس حدیث حسن ہے۔

(اعلاء السنن ج ۴ ص ۳۱۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)، (احیاء السنن ترجمہ اعلاء السنن ج ۱ ص ۶۳۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عمل مبارک

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

وروینا عن انس بن مالك انه اذا قیل قدقامت الصلوة وثب فقام وعن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنهما انه کان یفعل ذلك وهو قول عطاء والحسن۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب قد قامت الصلوۃ کہا جاتا تو وہ جلدی سے کھڑے ہو جاتے اور حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے اور یہی عطاء اور حسن بصری کا قول ہے۔

(السنن الکبری بیہقی ج ۲ ص ۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا عثمان بن ابی شیبة قال حدثنا ابن المبارك عن ابی یعلی قال رأیت انس بن مالك اذا قیل قدقامت الصلوة قام فوثب۔

ترجمہ: حضرت ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے انس بن مالک ﷺ کو دیکھا کہ جب قدقامت الصلوۃ کہا گیا تو جلدی سے کھڑے ہوگئے۔

(التمہید ابن عبدالبر ج ۴ ص ۱۷۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (اکمال المعلم بفوائد مسلم شرح مسلم قاضی عیاض ج ۲ ص ۵۵۷ مطبوعہ دارالوفاء بیروت)

تابعین رحمهم اللہ کا فرمان مبارک

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ لکھتے ہیں۔

عبد الرزاق عن ابن جریج قال قلت لعطاء انه یقال اذا قال المؤذن قد قامت الصلوة فلیقم الناس حینئذ؟ قال نعم۔

ترجمہ: ابن جریج فرماتے ہیں میں نے حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ مؤذن قد قامت الصلوۃ کہے تو لوگ اس وقت کھڑے ہوجائیں؟ تو فرمایا ہاں۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۵۰۵ رقم الحدیث ۱۹۳۶ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابن علیة عن خالد عن ابی معشر عن ابراهیم قال: کان اذا قال المؤذن حی علی الصلوة قام فاذا قال قد قامت الصلوة کبر۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مؤذن (اقامت میں) حی علی الصلوۃ کہتا تو آپ اٹھ کھڑے ہوتے اور مؤذن جب قدقامت الصلوۃ کہتا تو تکبیر کہتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۴۲ رقم الحدیث ۴۰۹۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا،عبداللہ،حدثنا،عبدالحمید،حدثنا،الخضر،حدثنا ابوبکر قال حدثنا سفیان بن عیینة عن ابن عجلان عن ابی عبید قال سمعته یقول سمعت عمر بن عبد العزیز بحناصرة یقول حین یقول المؤذن قد قامت الصلوة قوموا قد قامت الصلوة۔

ترجمہ: ابوعبید سے ابن عجلان بیان کرتے ہیں کہ ابوعبید نے کہا میں نے عمر بن عبدالعزیز کو مقام حناصرۃ میں یہ فرماتے سنا ہے کہ جب مؤذن قد قامت الصلوۃ کہے تو اس وقت کھڑے ہوا کرو۔

(التمہید ج ۴ ص ۱۷۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

تمام فقهاء احناف رحمهم اللہ کا فرمان مبارک

حضرت امام اعظم ﷺ کا یہی قول ہے کہ جب امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں موجود ہو اور مؤذن حی علی الفلاح کہے تو سب لوگ صف میں کھڑے ہوجائیں۔ اور اسی پر تمام فقہاء احناف کا فتوی ہیں۔ چند حوالاجات ملاحظہ فرمائیں:

امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ لکھتے ہیں۔

عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن طلحۃ عن ابراھیم النخعی انہ قال اذا قال المؤذن حی علی الفلاح قام القوم فی الصف۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو قوم صف میں کھڑی ہو۔

(کتاب الآثار امام ابو یوسف ص ۱۹ مطبوعہ المعارف النعمانیہ قاہرہ)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں۔

محمد قال اخبرنا ابو حنیفۃ قال حدّثنا طلحۃ بن مصرف عن ابراھیم قال اذا قال المؤذن ''حی علی الفلاح'' فانہ ینبغی للقوم ان یقوموا فیصفوا فاذا قال المؤذن ''قد قامت الصلوۃ'' کبر الامام قال محمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ و بہ نأخذ و ھو قول أبی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالی علیہ۔

(کتاب الآثار امام محمد ص ۲۱ برقم ۶۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ابو الفتح محمد صغیر الدین دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

طلحہ سے روایت ہے کہ ابراہیم نے کہا کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو لوگوں کو لائق ہے کہ اٹھ کھڑے ہوں اور صفیں باندھیں اور جب مؤذن قد قامت الصلوۃ کہے تو اس وقت امام تکبیر تحریمہ کہے امام محمد نے کہا کہ اس کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا۔

(کتاب الآثار مترجم ص ۳۵۔۳۶ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی)

استاد الفقیہ الشیخ ابو الوفا افغانی اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

قلت و الحدیث اخرجہ الامام ابو یوسف فی آثار ص ۱۹ و فی کتاب الاصل للامام محمد قلت فمتی یجب علی القوم ان یقوموا فی الصف قال اذا کان الامام معھم فی المسجد فانی احب لھم ان یقوموا فی الصف اذا قال المؤذن حی علی الفلاح فاذا قال قد قامت الصلوۃ کبر الامام و کبر القوم معہ۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث جس کو امام ابو یوسف نے آثار ص (۱۹) میں اور امام محمد نے کتاب الاصل میں روایت کی میں نے کہا قوم پر صف میں کھڑا ہونا کب واجب ہے؟ فرمایا جب امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو میں ان کے لئے پسند کرتا ہوں کہ وہ صف میں حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہوں اور جب مؤذن قد قامت الصلوۃ کہے تو امام اور قوم تکبیر کہیں۔

(حاشیہ کتاب الآثار ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ المعارف الشرقیہ چھتہ بازار حیدر آباد دکن ہند)

یہی امام محمد رحمہ اللہ اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں۔

قلت فمتی یجب علی القوم ان یقوموا فی الصف؟ قال اذا کان الامام معھم فی المسجد فانی احب لھم ان یقوموا فی الصف اذا قال المؤذن حی علی الفلاح۔

ترجمہ: میں نے کہا قوم پر صف میں کھڑا ہونا کب واجب ہے؟ فرمایا جب امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو میں ان کے لئے پسند کرتا ہوں کہ وہ صف میں حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہوں۔

(کتاب الاصل المعروف بالمبسوط ج ۱ ص ۱۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

یہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی تیسری کتاب میں لکھتے ہیں۔

قال محمد ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ان یقوموا الی الصلوٰۃ فیصفوا و یسووا الصفوف و یحاذوا بین المناکب۔

(مؤطا امام محمد ص ۸۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دیوبندیوں کے استاد حدیث محمد حسن صدیقی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ لوگوں کے لئے یہی مناسب ہے کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو کھڑے ہوں اور اپنی صفیں سیدھی کریں اور اپنے کندھوں کو کندھوں سے ملائیں۔

(مؤطا امام محمد مترجم ص ۴۷ مطبوعہ مکتبہ حسان کراچی)

علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں۔

قال محمد رحمہ اللہ فی "الاصل" اذا کان الامام مع القوم فی المسجد فانہ یقوم الامام و القوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثۃ۔

ترجمہ: فرمایا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاصل میں کہ امام جب مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو کھڑے ہوں امام اور قوم حی علی الفلاح کے وقت۔ ہمارے تینوں علماء کے نزدیک۔

(فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۱ ص ۷۸۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں۔

(والقیام) امام و مؤتم (حین قیل حی علی الفلاح)

(الدر المختار ج ۲ ص ۱۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

احسن نانوتوی دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

اور مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدی کو جب کہ تکبیر میں حی علی الفلاح کہا جائے۔

(غایۃ الاوطار ج ۱ ص ۲۲۲ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین الشامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

قولہ حین قیل حی علی الفلاح کذا فی الکنز و نور الایضاح و الاصلاح و الظھیریۃ و البدائع و غیرھا و الذی فی الدرر فی متنا و شرحا عند الحیعلہ الاولی یعنی حین یقال حی علی الصلوٰۃ و عزاہ الشیخ اسماعیل فی شرحہ الی عیون المذاھب و الفیض و الوقایہ و النقایہ و الحاوی و المختار اہ قلت و اعتمدہ فی متن الملتقی و حکی الاول بقیل لکن نقل ابن الکمال تصحیح الاول و نص عبارتہ قال فی الذخیرہ یقوم الامام و القوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثۃ۔

ترجمہ: امام اور مقتدیوں کا حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا اس کو کنز، نور الایضاح، اصلاح، ظہیریہ اور بدائع وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے اور درر کی متن اور شرح میں ہے کہ حی علی الصلوٰۃ پر قیام کریں۔ شیخ اسماعیل نے اپنی شرح عیون المذاہب اور فیض اور وقایہ اور نقایہ اور حاوی اور مختار میں نقل کیا میں کہتا ہوں کہ ملتقی کے متن میں اسی کو بیان کیا گیا ہے اور ابن کمال نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا اور ذخیرہ میں کہا گیا ہے کہ امام اور مقتدی حضرات جب مؤذن حی علی الفلاح کہے اس وقت کھڑے ہوں۔ علمائے ثلاثہ (یعنی امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ) کے نزدیک۔

(فتاویٰ شامی ج ۲ ص ۱۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں۔

ان كان المؤذن غير الامام و كان القوم مع الامام فى المسجد فانه يقوم الامام و القوم اذا قال حى على الفلاح عند علمائنا الثلاثة و هو الصحيح۔

(فتاوی عالمگیری ج ۱ص ۶۳۔۶۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سید امیر علی دیوبندی اس کے ترجے میں لکھتے ہیں۔

اگر مؤذن امام کے سوا کوئی اور ہو اور نمازی مع امام کے مسجد کے اندر ہوں تو مؤذن جس وقت اقامت میں حی علی الفلاح کہے اس وقت ہمارے تینوں علماء کے نزدیک امام اور مقتدی کھڑے ہو جاویں۔ یہی صحیح ہے۔

(فتاوی عالمگیری مترجم ج ۱ص ۸۹ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا حضور ﷺ کی سنت مبارک، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی سنت مبارک اور تمام فقہاء احناف رحمہم اللہ کے نزدیک مستحب ہیں۔ اس لئے اس کے بعد کسی حنفی کو اس مسئلہ میں اختلاف کرنے کا حق نہیں۔ فقیہ اعظم مفتی امجد علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"یہ مسئلہ حاضرہ ایسا ہے کہ خود امام اعظم اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالی کے اقوال اس کے متعلق موجود ہیں۔ ائمہ ثلاثہ بالاتفاق فرما رہے ہیں کہ امام و مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر حی علی الصلوٰۃ یاحی علی الفلاح کہے۔ شروع سے کھڑے ہو جانا نہ مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کا قول۔ پس حنفی کو چون و چرا کی اصلاً گنجائش نہیں۔

(فتاوی امجدیہ ج ۱ص ۵۸ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا مکروہ ہے

اب رہا اقامت کے شروع میں کھڑے ہونے کا مسئلہ تو اس کو بھی تمام فقہاء احناف رحمہم اللہ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام رحمہم اللہ بھی اس کو مکروہ کہتے ہیں۔ چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عبدالرزاق عن التيمى، عن ابى عامر، عن معاية ابن قرة قالوا:كانوا يكرهون ان ينهض الرجل الى الصلوة حين ياخذ المؤذن فى اقامته۔

ترجمہ: حضرت معاویہ بن قرہ (تابعی) ؓ سے روایت ہے کہ (صحابہ و تابعین) اس کو مکروہ جانتے تھے کہ نماز میں مؤذن کے اقامت شروع کرتے ہی اٹھ کھڑا ہو۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۱ص ۴۸۱۔۴۸۲ رقم الحدیث ۱۸۵۰ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عطية قال كنا جلوسا عند ابن عمر فلما اخذ المؤذن فى الاقامة قمنا فقال ابن عمر اجلسوا فاذا قال قد قامت الصلوة فقوموا۔

ترجمہ: عطیہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے کہ مؤذن نے اقامت کہنا شروع کر دی تو ہم کھڑے ہو گئے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ جب وہ قد قامت الصلوۃ کہے تو کھڑے ہونا۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۱ص ۵۰۶ رقم الحدیث ۱۹۴۰ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر للسیوطی ج ۲۰ ص ۳۹۱ رقم الحدیث ۱۷۳۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت حسن بصری رحمة الله علیه کا فرمان مبارک

عن الحسن انه کره ان یقوم الامام حتی یقول المؤذن قد قامت الصلوة۔

ترجمه: حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ آپ مکروہ سمجھتے تھے کہ امام مؤذن کے قد قامت الصلوة کہنے سے پہلے کھڑا ہو۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۴۳ رقم الحدیث ۴۰۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں۔

و کان عمر ﷺ یقول لا تقوموا للصلوة حتی یقول المؤذن قد قامت الصلوة۔

ترجمه: حضرت عمر ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مؤذن جب تک قد قامت الصلوة نہ کہے نماز کے لئے کھڑے نہ ہوا کرو۔
(کشف الغمہ امام شعرانی ص ۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

کره هشام یعنی ابن عروة ان یقوم حتی یقول المؤذن قدقامت الصلوة۔

ترجمه: حضرت ہشام ابن عروہ تابعی رحمة اللہ علیہ نے مکروہ جانا کہ کوئی شخص کھڑا ہو یہاں تک کہ مؤذن قدقامت الصلوة کہے۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۱۵۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام شمس الدین بخاری متوفی ۹۶۲ھ لکھتے ہیں۔

و فی الکلام ایماء الی انه لو دخل المسجد احد عند الاقامة یقعد لکراهة القیام و الانتظار کما فی المضمرات۔

ترجمه: اور اس کلام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی شخص تکبیر کے دوران مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے اس لئے کہ کھڑا رہنا اور انتظار کرنا مکروہ ہے جیسا کہ مضمرات میں ہے۔

(جامع الرموز ج ا ص ۱۲۸ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین الشامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں۔

و یکره له الانتظار قائما و لکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح۔

ترجمه: آدمی کے لئے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ وہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہنچے تو کھڑا ہو جائے۔
(رد المحتار علی در المختار ج ا ص ۲۹۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں۔

اذا دخل الرجل عند الاقامة یکره له الانتظار قائما و لکن یقعد ثم یقوم اذ بلغ المؤذن قوله حی علی الفلاح کذا فی المضمرات۔

(فتاوی عالمگیری ج ا ص ۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مولوی امیر علی دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

جب کوئی شخص اقامت کے وقت (مسجد میں) داخل ہو جائے تو اس کے لئے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے اور تب مؤذن حی علی الفلاح تک پہنچے تو پھر کھڑا ہو جائے۔

(فتاوی عالمگیری مترجم ج ا ص ۸۹ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

علامہ سیّد احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں۔

و اذا اخذ المؤذن فی الاقامۃ و دخل رجل المسجد فانہ یقعد و لا ینتظر قائما فانہ مکروہ کما فی المضمرات قہستانی و یفہم منہ کراہۃ القیام ابتداء الاقامۃ و الناس عنہ غافلون۔

ترجمہ: جب مؤذن اقامت شروع کرے اور کوئی شخص مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ اس سے اقامت کے شروع ہی سے کھڑے ہونے کا مکروہ ہونا ثابت ہوا حالانکہ لوگ اس (مسئلے) سے غافل ہیں۔

(طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۲۲۵ مطبوعہ مکتبہ انصاریہ کابل افغانستان)

ان دلائل سے اظہر من الشمس کی طرح واضح ہوا کہ اقامت کے شروع میں کھڑے ہونا مکروہ ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین کرام رحمہم اللہ کسی چیز سے منع کرے اور فقہاء احناف رحمہم اللہ بھی اس منع کرے اور اس کو مطلق مکروہ کہے تو اس مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہوتا ہے۔

اس مسئلہ کی پوری تحقیق و تفصیل فقیر کی تصنیف "اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا شرعی حکم" مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ فقیر کی زندگی کی پہلی تصنیف ہے۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلی اعلم بالصواب

سعید اللہ خان قادری